

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

۲۰

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (۵۴۰۰۰)

Contents

4	اجمالی فہرست
5	پیش لفظ
7	بیسویں جلد:
9	فہرست مضامین مفصل
63	فہرست ضمنی مسائل
95	کتاب الشفعة
95	(شفعة کا بیان)
175	کتاب القسمة
175	(تقسیم کا بیان)
179	کتاب المزارعة
179	(مزارعت کا بیان)
213	کتاب الذبائح
213	(ذبح کا بیان)
269	سُبُلُ الْاَصْفِيَاءِ فِي حُكْمِ الذَّبْحِ لِلْاَوْلِيَاءِ ^{۱۳۱۲ھ}
269	(اولیاء اللہ کے لئے ذبح کرنے میں اصفیاء کے طریقے)
341	کتاب الصيد
341	(شکار کا بیان)
353	کتاب الاضحیہ
353	(قربانی کا بیان)
381	هادی الاضحیہ بالاشاة الهندیة ^{۱۳۱۳ھ}
381	(بھیڑ کی قربانی کے بارے میں راہنمائی کرنیوالا)
509	الصافیة الموحیة لحکم جلود الاضحیة ^{۱۳۰۷ھ}

- 509..... (چرمہائے قرآنی کے حکم کی طرف اشارہ کرنیوالی صاف ستھری کتاب)
- 581..... **باب العقیقہ**
- 581..... (عقیقہ کا بیان)
- 599..... **ماخذومراجع**
- 623..... **ضمیمہ**
- 623..... **ماخذومراجع**



فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)



مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (الحديث)
 الْعَطَايَا النَّبَوِيَّةُ فِي الْفُتَاوَى الرَّضَوِيَّةِ
 مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد ۲۰

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
 فقہی انسائیکلو پیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ _____ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء _____ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور ۸، پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون: ۷۶۵۷۳۱۴

نام کتاب	فتاویٰ رضویہ جلد ۲۰
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری، ریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ترجمہ عربی عبارات	حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
پیش لفظ	حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
ترتیب فہرست	حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
تخریج و تصحیح	مولانا نظیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرم اللہ بٹ
باہتمام و سرپرستی	مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت، پاکستان
کتابت	محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پیسٹنگ	مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ لاہور
صفحات	۶۳۲
اشاعت	صفر المظفر ۱۴۲۲ھ / مئی ۲۰۰۱ء
مطبع	
ناشر	رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت	

ملنے کے پتے

- * مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- * مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- * مکتبہ ضیائیہ، بومڑ بازار، راولپنڈی
- * ضیاء القرآن پبلیکیشنز گنج بخش روڈ، لاہور

اجمالی فہرست

۵	○ پیش لفظ
۹۵	○ کتاب الشفعة
۱۴۵	○ کتاب القسمة
۱۴۹	○ کتاب المزارعة
۲۱۳	○ کتاب الذبائح
۳۳۱	○ کتاب الصيد
۳۵۳	○ کتاب الاضحیة
۵۸۱	○ باب العقیقة

فہرست رسائل

۲۶۹	○ سبیل الاصفیاء
۳۸۱	○ ہادی الاضحیة
۵۰۹	○ الصافیة الموحیة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

الحمد لله! علی حضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزان علمہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عہد حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ ماہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے، اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ المعروف بہ فتاویٰ رضویہ" کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاویٰ مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا، اور بفضلہ تعالیٰ جل مجدہ و بعنایت رسولہ الکریم تقریباً گیارہ سال کے مختصر عرصہ میں بیسویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس سے قبل کتاب الطہارت، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر، کتاب السیر، کتاب الشریکۃ، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی، کتاب الوکالہ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر اور کتاب الغصب پر مشتمل انیس^۹ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن کی تفصیل سنین، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

جلد	عنوان	جوابات اسئلہ	تعداد رسائل	سنین اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارۃ	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ _____ مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	کتاب الطہارۃ	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ _____ نومبر ۱۹۹۱ء	۷۱۰
۳	کتاب الطہارۃ	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ _____ فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	کتاب الطہارۃ	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ھ _____ جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۳ھ _____ ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
۶	کتاب الصلوٰۃ	۴۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ھ _____ اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	کتاب الصلوٰۃ	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ھ _____ دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	کتاب الصلوٰۃ	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ھ _____ جون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ھ _____ اپریل ۱۹۹۶	۹۳۶
۱۰	کتاب زکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ھ _____ اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ھ _____ مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب نکاح طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ھ _____ نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب طلاق، ایمان اور حدود و تعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ _____ مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (ا)	۳۳۹	۷	جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ھ _____ ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲
۱۵	کتاب السیر (ب)	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ھ _____ اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴
۱۶	کتاب الشریکۃ، کتاب الوقف	۴۳۲	۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ _____ ستمبر ۱۹۹۹	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ _____ فروری ۲۰۰۰	۷۲۶
۱۸	کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء و الدعاوی	۱۵۲	۲	ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ _____ جولائی ۲۰۰۰	۷۴۰
۱۹	کتاب الوکالۃ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربت، کتاب الامانات، کتاب العاریۃ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارۃ، کتاب الاکراه، کتاب الحجر، کتاب الغصب	۲۹۶	۳	ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ فروری ۲۰۰۱	۶۹۲

بیسویں جلد:

یہ جلد فتاویٰ رضویہ قدیم جلد، ہشتم مطبوعہ المجدد احمد رضا اکیڈمی کراچی کے صفحہ ۲۵۶ سے آخر تک ۳۳۴ سوالوں کے جوابات اور ۵۹۸ صفحات پر مشتمل ہے، اس جلد میں شامل دو رسالوں "ہادی الاضحیۃ بالشائۃ الہندیۃ" اور "الصافیۃ الموحیۃ لحکمہ جلود الاضحیۃ" کا انتہائی نفیس و سلیس اردو ترجمہ محقق جلیل بحر العلوم حضرت علامہ مولانا مفتی عبد المنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کے قلم گوہر بار کا ثمر ہے، حضرت قبلہ مفتی صاحب اہل سنت و جماعت کے لئے عظیم سرمایہ اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔ فتاویٰ رضویہ قدیم و جدید کی اشاعت کے سلسلہ میں آپ کی مساعی جمیلہ ناقابل فراموش ہیں۔ اس عظیم فتاویٰ کو سمجھنے کے لئے آپ کی نہایت عمدہ تقریبات و تحریرات اور پر مغز تبصرے بہت حد تک مفید و معاون ثابت ہوئے ہیں۔ اس عظیم الشان علمی و فقہی شاہکار کو منظر عام پر لانے میں آپ نے مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ آپ کی شبانہ روز محنت، دردِ مسلک اور انتھک کوششوں کے باعث فتاویٰ رضویہ کا خاصا حصہ ضائع ہونے سے بچ گیا لہذا مفتی صاحب تمام اہلسنت و جماعت کے محسن اور شکر یہ کے مستحق ہیں رضا فاؤنڈیشن کے تمام ارکان مفتی صاحب کے تحقیقی، تبلیغی اور اشاعتی کارناموں پر انہیں دل کی گہرائیوں سے بھرپور انداز میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں، مذکورہ بالا دونوں رسالوں کا ترجمہ اگرچہ مکمل طور پر لفظی نہیں ہے تاہم منشاء مصنف علیہ الرحمہ کی کامل وضاحت کرتا ہے جیسا کہ خود مترجم موصوف رقمطراز ہیں کہ "یہ نہ بالکل ترجمہ ہے، نہ خلاصہ، نہ شرح، حسب ضرورت کہیں اختصار، کہیں تفصیل اور کہیں مساوات سے کام لیا ہے، منشاء صرف یہ ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ کے کلام کی پوری ترجمانی عام فہم انداز میں کر دی جائے، جلد ہشتم قدیم میں مذکورہ بالا دو رسالوں کے علاوہ اس جلد کی باقی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے، اس سے قبل گیارہویں، بارہویں، تیرہویں، سولہویں، سترہویں، اٹھارہویں اور انیسویں جلد بھی راقم کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں، پیش نظر جلد بنیادی طور پر کتاب الشفۃ، کتاب القسۃ، کتاب المزارعۃ، کتاب الذبائح، کتاب الصید، کتاب الاضحیۃ اور باب العقیقہ کے مباحث جلیلہ پر مشتمل ہے، تاہم متعدد ابواب فقہیہ و کلامیہ وغیرہ کے مسائل ضمناً زیر بحث آئے ہیں، مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کرام کی سہولت کے لئے تیار کر دی گئی ہے، انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل تین رسالے بھی اس جلد کی زینت ہیں:

(۱) سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء (۱۳۱۲ھ)

تکبیر کہہ کر بزرگوں کے نام پر ذبح کئے جانے والے جانوروں کا حکم

(۲) ہادی الاضحیۃ بالشاة الہندیۃ (۱۳۱۴ھ)

بھیڑ کی قربانی کے جائز ہونے کا اثبات

(۳) الصافیۃ البوحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ (۱۳۰۷ھ)

چرمہائے قربانی کے مصارف کی تحقیق

یاد رہے کہ رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" اور اس کے متصل بعد ہندوستان میں گاوئشی سے متعلق نو مسائل جو کہ فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ہشتم میں شامل تھے چونکہ کتاب السیر سے زیادہ مطابقت رکھتے تھے اس لئے وہ کتاب السیر پر مشتمل جلد چہارم جدید کا حصہ بن چکے ہیں اس لئے وہ اس جلد میں شامل نہیں ہیں۔

حافظ محمد عبدالستار سعیدی

ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مئی ۲۰۰۱ء

فہرست مضامین مفصل

۹۷	زید کی زمین میں بکر کے شفعہ کی علت اس کا خالد کی زمین میں شریک ہونا قرار دینا غلط ہے۔		کتاب الشفعة
۹۷	زید کی زمین میں بکر کے شفعہ ہونے کی حقیقی علت بکر کا زید کا خلیفہ فی الطریق ہونا ہے۔	۹۵	شریک ہوتے ہوئے پڑوسی کے حق شفعہ اور طالب بیع کے حق شفعہ سے "سوال"
۹۸	مولوی امیر احمد صاحب کی دیگر تالیوں کا بیان۔	۹۵	شریک فی البیع ہوتے ہوئے جار ملاصق شفعہ نہیں ہو سکتا۔
۹۸	خالد نے جب بکر کی خریداری پر اس کو مبارکباد دی تو اگر وہ شفعہ ہو تو بھی اس کا حق شفعہ باطل ہو گیا۔	۹۶	در مختار اور عقود الدرر سے مسئلہ کا جزئیہ۔
۹۸	بیوی کو مکان بعوض مہر دیا بیعاً یا ہبہً۔ ایسی صورت میں اس مکان کے شفعہ کو حق شفعہ حاصل ہے یا نہیں۔ اور مجرد ہبہ کا کیا حکم ہے۔	۹۶	شفعہ کا طالب شراء ہونا اس سے حق شفعہ کو باطل کرتا ہے۔
۹۹	بیع یا ہبہ بالعوض کی صورت میں شفعہ لازم ہے۔	۹۶	مولوی امیر احمد سہسوانی کی فقہی غلطیوں کا بیان۔
۹۹	شفعہ کے لئے شے بیع پر مشتری کا قبضہ ضروری نہیں۔	۹۶	انعدام شفعہ کی علت اعراض عن شراء کو قرار دینا غلط ہے۔
		۹۷	یہاں عدم طلب مواثبت کو بھی عدم شفعہ کی علت قرار دینا غلط ہے کہ سوال میں مواثبت کا کوئی ذکر نہیں

۱۰۳	ایک مکان کی راہ دوسرے میں یا دونوں کی کسی کو چہ سربستہ میں یا دونوں کی آپجوں میں کوئی اشتراک نہ ہو تو ایک کو دوسرے سے خلیط کا علاقہ نہیں، بلکہ جارملاصق کا علاقہ ہے۔	۹۹	ہبہ بالعوض ابتداء اور انتہا ہر طرح بیع ہے۔
۱۰۳	شرح نقایہ اور درمختار سے مسئلہ کا جزئیہ	۹۹	اگر مکان کو ہبہ بشرط العوض کیا ہو تو قبضہ کے بغیر شفعہ لاگو نہ ہوگا۔
۱۰۳	تقسیم و حدود اور تفریق طرق کے بعد حق شفعہ نہیں۔	۹۹	مجرد ہبہ میں شفعہ نہیں ہو سکتا۔
۱۰۳	بخاری سے اس مضمون کی حدیث اور عالمگیری سے مسئلہ کا جزئیہ۔	۹۹	ہبہ مشروط بالعوض ابتداء ہبہ بعد قبضہ بیع ہے۔
۱۰۴	یہی سوال دوبارہ شفعہ خلیط کی طرف سے اور اس کا دوبارہ جواب۔	۱۰۰	بکر کو اطلاع ہوئی کہ زید نے ایسی زمین خریدی جس میں اس کو حق شفعہ حاصل ہے۔ اس نے فوراً اسی زمین پر جا کر زید سے شفعہ طلب کیا، ایک مہینہ کے بعد کہا کہ روپیہ لے لو زید نے اس زمین کو کسی کو ہبہ کیا تب بھی بکر نے طلب شفعہ کیا، کیا حکم شرعی ہے۔
۱۰۵	شفعہ خلیط کی تعریف اور اس کے احکام،	۱۰۰	شفعہ کی صحت کے لئے طلب شفعہ و طلب مواہبت دونوں ضروری ہیں، صورت مسؤلہ میں اگر دونوں طلبیں بوجہ صحت متحقق ہو چکی ہوں تو شفعہ ثابت ہے۔
۱۰۶	کسی کے ہاتھ میں زمین بیچی اور شفعہ کی طرف کی ایک ہاتھ زمین نہ بیچی، تو اب شفعہ کو اس زمین کے شفعہ کا حق نہیں کہ اتصال نہ رہا۔	۱۰۱	خود مشتری کے شفعہ ہونے سے دوسرے کا حق شفعہ باطل نہ ہوگا، زمین دونوں میں نصف نصف تقسیم کر دی جائیگی
۱۰۶	بعد میں وہ ایک ہاتھ زمین مشتری کے ہاتھ بیچی یا اس کو ہبہ کی تو اس میں بھی پڑوسی کو حق شفعہ نہیں کہ اب مشتری خلیط ہو گیا۔	۱۰۱	روپیہ کو بطور طلب شفعہ پیش کرنے میں شفعہ باطل نہ ہوگا، اگر اس طرح سے کہا ہو کہ زمین کی قیمت لے لو اور اس کو میرے ہاتھ بیع کر دو۔ تو البتہ شفعہ باطل ہو جائیگا۔
۱۰۷	حق شفعہ میں شریک خلیط پر اور خلیط جار پر مقدم ہے۔	۱۰۲	جب حق شفعہ ثابت ہو گیا تو مشتری کے اس زمین کے ہبہ کرنے سے حق شفعہ ساقط نہ ہوگا۔
۱۰۷	عملہ کی بیع ہوئی تو اس میں شفعہ نہیں، اور زمین کے ساتھ بیع ہو تو زمین میں شفعہ اصلاً جاری ہوگا اور عملہ تبجاً۔	۱۰۲	شفعہ خلیط اور جارملاصق کا "سوال"۔

۱۰۸	عملہ اور درختوں میں حق شفعہ کا "سوال"	۱۱۴	سہ بارہ وہی سوال اور اس کا جواب۔
۱۰۹	ایسی صورت میں کسی کو شفعہ کا حق نہیں۔	۱۱۴	سبل ماء کے اشتراک سے شریک خلیط نہ ہوگا بلکہ صرف جار قرار دیا جائے گا۔
۱۱۰	مالک مکان کی اجازت کے بغیر مکان کے نیلام یا اس کی ڈگری کی خریداری کے وقت اس مکان میں حق شفعہ لاگو ہو سکتا ہے یا نہیں؟	۱۱۵	شفیعین میں سے کسی ایک کی ترجیح یا عدم ترجیح کا "سوال"
۱۱۵	کچھ یوں کی طرف سے جبرانیام کی ہوئی جائداد کی بیع شرعی بیع فضولی ہے اگر مالک بے اجازت مرگیا تو بیع باطل۔ ایسی صورت میں حق شفعہ ثابت نہیں۔	۱۱۵	جواب اگر ایک شفیق مشتری سے جائداد خریدے تو دوسرے شفیق کو پوری پوری جائداد میں حق شفعہ ہوگا، ۱۱۰ شفعہ سے متعلق چند "سوالات"
۱۱۶	ہبہ۔ صلہ رحمی، میراث اور وصیت کی صورت میں حق شفعہ نہیں۔	۱۱۶	صرف بیع ہی سے حق شفعہ ثابت ہو جاتا ہے قبضہ کی ضرورت نہیں۔
۱۱۶	صرف عمارت اور ملبہ کی بیع میں شفعہ کا سوال وجواب۔	۱۱۶	احاطہ اور دروازہ واحد ہو تو "دار" واحد کہا جائے گا جو اس کے کسی جز سے متصل ہو پورے گھر کا شفیق ہوگا۔
۱۱۷	مسئلہ کا جزئیہ تنویر اور در مختار سے۔	۱۱۷	دو ملاصقتیں کے حق شفعہ کا بیان۔ شامی و عالمگیری سے جزئیہ۔
۱۱۷	شفیع خلیط اور شفیق جار کا سوال۔	۱۱۷	جہاں شفعہ کا رواج نہ ہو شرعا وہاں بھی شفعہ ہو سکتا ہے۔
۱۱۸	جس کے صحن میں مبیعہ کو ٹھری ہے شفیق خلیط ہے۔ جو اس کو ٹھری کی چھت کا مالک یا جس کے مکان کو ٹھری کے دائیں بائیں ہیں وہ شفیق جار ہے۔	۱۱۸	بیع کے پہلے خریدنے سے انکار کیا اور بعد میں دعویٰ شفعہ کیا دعویٰ صحیح ہے۔
۱۱۸	عالمگیری سے پورے مسئلہ کی تفصیل۔	۱۱۸	وکیل بالشراء شفیق ہو سکتا ہے۔
۱۱۹	خلیط جار پر مقدم ہے اگر تمام شرائط بجالایا ہو خلیط کو ہی حق ہے۔	۱۱۹	ہمسایہ کے طالب ہوتے ہوئے غیر ہمسایہ کے ہاتھ مکان فروخت کرنے سے "سوال"
۱۱۹	کوچہ غیر نافذہ میں مشتری کہ راہ رکھنے والوں کے حق شفعہ سے "سوال وجواب"	۱۱۹	بیع سے پہلے شفعہ ثابت نہیں، اگر ہمسایہ بیع کے بعد تمام شرائط شفعہ بجالایا تو اس کو مکان بذریعہ شفعہ دلا دیا جائے گا۔
۱۱۹	شریکین کے حق شفعہ اور طریقہ تفسیہ کا سوال وجواب۔	۱۱۹	

۱۲۵	گواہ نہ ہونے کی صورت میں طلب موافقت پر شفیع سے قسم کھلانے کا "سوال"	۱۲۰	شرکاء کے حق شفیع سے "سوال"
۱۲۶	مصنف کے رسالہ "افقہ المجاہدہ عن حلف الطالب علی الموائبہ" کا حوالہ جس میں کثیر نصوص علماء میں بظاہر معارضہ کا حل اور اکابر علماء کے نظون مختلفہ کے مناشی کا اظہار۔	۱۲۰	دیہہ مملوکہ اور غیر مملوکہ کی تفریق۔
۱۲۶	سوال گول ہے جس پر قطعی حکم ممکن نہیں۔	۱۲۰	ہر فریق و شریک برابر کا حق شفیع رکھتا ہے حصہ شرکت کی کمی بیشی کا اس حق پر اثر نہیں۔
۱۲۶	شفیع طلب اشہاد بھی گواہی سے ثابت نہ کر سکے تو طلب موافقت پر اس کی قسم ہر گز مسلم نہیں۔	۱۲۰	شرکاء میں سے کسی نے دعوئی شفیع کیا اور دوسروں نے مزاحمت نہ کی تو پوری جائداد اسی شریک کو دلادی جائے گی، اور مزاحمت کی صورت میں جائداد کی سب میں تقسیم ہوگی۔
۱۲۶	شفیع میں شفیع مدعی اور مشتری منکر ہے اور شرعاً حلف منکر پر ہے۔ حدیث مشہور اور تکملہ طوری سے مسئلہ کا جزئیہ۔	۱۲۰	شرکت خواہ کتنی ہی ہو کل بیعہ کے حق شفیع کا دعوئی ضرور ہے۔ ورنہ دعوئی ساقط ہو جائیگا۔
۱۲۶	طلب اشہاد بینہ عادلہ سے ہو چکی ہو تو طلب موافقت کی تین صورتیں ہیں:	۱۲۰	مسائل کے جزئیات تنویر، در مختار اور شامی سے۔
۱۲۶	(۱) اگر شفیع طلب موافقت کا وقت طلب اشہاد سے پہلے بتائے تو اس کا ثبوت بے بینہ نہ ہوگا۔	۱۲۱	صاحب قبیہ اور قاضی خاں کے اقوال میں تطبیق۔
۱۲۶	اس صورت میں مشتری منکر ہے۔	۱۲۲	پانی کے چشمہ میں حق شفیع کا "سوال"
۱۲۷	جو اصل کے خلاف دعوئی کرے دلیل سے دعوئی ثابت کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔	۱۲۲	تکمیل بیع کے بعد شفیع شرائط شفیع بجالائے تو شفیع ثابت ہو جاتا ہے۔
۱۲۷	جس چیز کے استنفا کا فی الحال مالک نہ ہو گزرے زمانے میں اس کا دعوئی کرے تو بے بینہ مقبول نہیں۔	۱۲۲	بیع کے بعد بیع بائع کی ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں داخل ہو جاتی ہے۔
۱۲۷	عبارت علماء میں جہاں جہاں یہ تصریحات ہیں کہ طلب موافقت بے بینہ کے ثابت نہیں اس کا مطلب یہی صورت ہے۔	۱۲۳	جار ملاصق کے بجائے جار بعید کے ہاتھ بیع اور تبادلہ کا "سوال"
۱۲۸	طلب اشہاد بینہ سے ثابت نہ ہو، یا ثابت ہو اور شفیع طلب موافقت کا زمانہ مقدم میں دعوئی کرنا ہو، ان دونوں صورتوں میں شفیع چاہے تو مشتری سے حلف لے لے کہ واللہ مجھے معلوم نہیں کہ مدعی نے طلب موافقت کی ہے۔	۱۲۳	جار ملاصق کو حق شفیع پہنچتا ہے جار بعید کے ساتھ بیع کرے یا تبادلہ کہ اعتبار معانی کا ہے۔
		۱۲۳	مال کا مال سے بدلنا معنی بیع ہے۔

۱۳۵	خلاصہ مطلب۔	۱۲۸	تنویر، در مختار، اشباہ، خزائنہ، ہندیہ، محیط سے جزیئہ کی عبارتیں۔
۱۳۵	نہ تو مطلقاً اضافت طلب بزمان ماضی شفع کو مدعی کردے گی، نہ صرف اتنا کہنا کافی کہ میں نے بمجرد علم طلب کی۔	۱۳۰	(۲) شفع نے تصریح کر دی کہ طلب اشہاد کے وقت ہی مجھے علم ہو اور اسی وقت طلب کی تو شفع کے طلب مواثبت کے لئے جدا گانہ گواہی کی ضرورت نہیں، اس کا قول ہی حلف کے ساتھ معتبر ہوگا۔
۱۳۵	قاضی کے یہاں طلب تمسک سے پہلے دو طلبیں ہو لینا ضروری ورنہ شفعہ باطل ہوگا۔	۱۳۰	اس صورت میں مشتری حصول علم فی الماضی کا مدعی ہے اور شفع منکر، تو گواہی مشتری کے ذمہ ہے۔
۱۳۶	جہاں شفع طلب مواثبت کا زمانہ طلب اشہاد سے پہلے بتا چکا ہو وہاں گواہی ضروری ہے۔	۱۳۰	سراجیہ، خزائنہ، عالمگیری سے جزیئہ۔
۱۳۶	طلب مواثبت میں طلبت کما عمت اور عمت منذ کذا اظہرت کا فرق۔	۱۳۲	(۳) شفع نے طلب اشہاد ثابت کر دی، اور طلب مواثبت کے لئے گول کہا کہ علم ہوتے ہی میں نے طلب شفعہ کیا تب بھی شفع کا قول قسم کے بعد معتبر ہوگا۔
۱۳۸	باب طلب میں عبارات علماء کی مراد کی تعیین۔	۱۳۲	قاضی اس گول لفظ کو طلب معلوم و مشہور پر حمل کرے گا۔
۱۳۸	اطلاع کے بعد انکار پھر طلب شفعہ کے حکم سے "سوال"	۱۳۲	علماء نے فرمایا کہ علم ہوتے ہی شفع تہائی میں ہو تب بھی طلب شفعہ کر لے تاکہ عند اللہ اس کا شفعہ باطل نہ ہو اور قاضی کے حضور وہ قسم کھائے۔
۱۳۹	بیع کے بعد مطلقاً انکار، خبر بیع سن کر شفعہ لینے سے انکار، یا سکوت سے شفعہ باطل ہوتا ہے۔	۱۳۲	بزازیہ، تبیین الحقائق، کفایۃ الملتی سے مسئلہ کا جزیئہ۔
۱۳۹	پیش از بیع اسکو اطلاع ملی اس نے انکار کیا اور بعد از بیع طالب ہوا۔ یا ز رثمن زائد بتایا گیا، یا کسی خلاف واقعہ کو مشتری بتایا گیا اور بعد میں حقیقت ظاہر ہوئی اور اس نے طلب شفعہ کیا تو حق باطل نہ ہوگا۔	۱۳۲	اس موقع پر کلمات علماء میں کہیں یہ ملے گا کہ شفع و مشتری کے اختلاف کے وقت قول مشتری مقبول ہے اور کہیں یہ کہ قول شفع اس کی تطبیق میں وہی تفصیل مذکورہ بالا مراد ہے۔
		۱۳۲	ان کتابوں اور ان کی بعض عبارتوں کا ذکر جن میں یہ تفصیل مذکور ہوئی۔

۱۳۶	عبدالعزیز اور احمد دونوں خلیط فی حق المبیع ہیں اور احسان کریم جار ملاصق کہ اس کا راستہ اس کوچہ غیر نافذہ میں ہے۔	۱۳۰	خلیط فی نفس المبیع شریک فی حق المبیع اور جار ملاصق کے شفعہ کے حقوق سے "سوال"
۱۳۶	چونکہ نور احمد کی دونوں حصوں کی خریداری پر عبدالعزیز نے بجائے شفعہ کے اس قطعہ کی خریداری کی بات کی، اس لئے اس کا حق شفعہ جاتا رہا، اور بیع تمام و کمال نور احمد کا ہو گیا اور احسان کریم کے ہاتھ زوجہ اور پسر خالد نے پورا مکان بیچا جس میں رشیدہ حمیدہ کے دو حصے جنہیں نور احمد نے خریدا تھا، بیع سے نکل گئے، اس لئے یہ پوری بیع معرض زوال میں آگئی۔	۱۳۲	کل مکان بیع کیا یا بعض ہر حال میں خلیط فی نفس المبیع اور شریک فی حق المبیع متصل کو حق شفعہ حاصل ہے جار ملاصق سے جو حصہ بیع متصل ہو اس میں اس کا بھی حق شفعہ ہے۔
۱۳۷	احسان کریم چاہے تو یہ پوری بیع رد کر دے چاہے ان دو حصوں کے علاوہ بچھہ قیمت لے۔	۱۳۲	امام سائحانی نے اس مسئلہ کو مشکل قرار دیا کیونکہ "عیون مسائل" میں جار کے حق شفعہ کے لئے اتصال کو ضروری نہیں قرار دیا۔
۱۳۷	عالمگیریہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔	۱۳۲	مصنف کی تحقیق کہ مشکل کو خود عیون المسائل کا مسئلہ ہے کہ وہ تمام متون و شروح کے خلاف ہے۔
۱۳۷	احسان کریم بیع کر دے گا تو شفعہ کی بنیاد ہی ختم ہو جائے گی، اور جائز کر دے گا تو نور احمد کو اس میں شفعہ کا حق ہوگا۔	۱۳۳	کسی خاص جزء سے متصل کو پورے سے متصل نہیں قرار دیا جاتا ہے۔ جیسے عمامہ سر سے متصل ہے لیکن پاؤں سے متصل نہیں۔
۱۳۷	الفاظ شفعہ کی صحت و عدم صحت کا "سوال"	۱۳۳	خلاصہ مسئلہ کہ بیع پورا مکان ہو تو جار ملاصق کا اس کے جزء سے اتصال کافی ہے۔
۱۳۸	شفعہ میں نہ روپیہ لے جانا ضروری ہے نہ مشتری سے اس کا ذکر ضروری، خبر سنتے ہی طلب مواثبت فی الحال ضروری ہے۔	۱۳۴	شریک فی حق المبیع کے لئے اتصال ضروری نہیں۔
۱۳۸	شفیع نے طلب مواثبت میں یہ لفظ کہا کہ خریدوں گا، اس کا مطلب اگر یہ ہو کہ مشتری سے خریدوں گا تو شفعہ باطل ہو گیا۔	۱۳۴	چند شرکاء حق میں اگر جار ملاصق بھی ہے تو اسے ان باقیوں پر کوئی فضیلت نہیں۔
۱۳۸	اور اگر یہ مطلب ہے کہ بائع سے خریدوں گا تو یہ طلب شفعہ نہیں کہ شفعہ تملک بالجبر ہے اور بیع تملک بالرضاء۔	۱۳۴	صورت مسئلہ کا حکم۔
		۱۳۵	خلیط فی نفس المبیع شریک فی حق المبیع اور جار ملاصق کے شفعہ سے "سوال"

۱۵۳	شفیع کے گواہوں پر تنقید،	۱۳۸	اور خریدوں گا، کے معنی مجازی مراد لیں کہ بذریعہ شفیع لے لوں گا، تو "لے لوں گا" کے الفاظ طلب فی المال پر دلالت کرتے ہیں لہذا شفیع باطل۔
۱۵۵	حاکم کے فیصلہ کی تائید،	۱۳۹	مشتریہ دار مشفوع بہا کے منکر ملکیت، اور تسلیم شفیع کی مدعی ہے۔ دونوں نے گواہ پیش کئے۔ شرعی حکم کیا ہوگا۔
۱۵۶	اسی زمین سے متعلق دوسرے مقدمہ محمد شاہ بنام شہنشاہی بیگم مشتریہ کی مثل عدالت پر حکم شرع کا "سوال"	۱۳۹	دار مشفوع بہا کی ملکیت کے گواہوں نے اگر گواہی اس طرح نہ دی ہو کہ دار مشفوع بہا پر ملکیت بیع سے پہلے اور مستمرالی آآن ہے۔ تو یہ گواہی نامقبول اور شفیع ساقط ہے۔
۱۵۶	اس مقدمہ میں بھی شفیع کے گواہوں پر جرح اور ان کے ناقابل قبول ہونے کا حکم، اور مدعیہ سے قسم لینے کی تصریح۔	۱۵۰	تسلیم شفیع کے گواہوں کے الفاظ صحیح ہیں، اگر عادل ہوں تو تسلیم شفیع ثابت اور شفیع ساقط اس کے مقابلہ میں عدم تسلیم شفیع کے گواہ نامقبول کہ وہ عدم کے گواہ ہیں۔
۱۵۶	مدعی علیہا کے گواہوں کے درجہ مطلوب ہونے کی تصدیق اور شفیع کے ساقط ہونے کا حکم۔	۱۵۱	تسلیم شفیع کے بعد خلیط فی نفس المبیع کا حق بھی ساقط ہو جاتا ہے۔
۱۵۷	مکان بیع کر کے ثمن معاف کر دیئے، ایسی بیع میں شفیع جاری ہونے کا سوال اور بیعتنامہ کی نقل۔	۱۵۱	مسئلہ مذکورہ بالا دوبارہ کچہری کی پوری کارروائی کے ساتھ "سوال"
۱۵۸	ایسی بیع جائز ہے اور معافی ایجاب و قبول کے بعد ہوئی ہو تو معافی بھی جائز ہے۔	۱۵۱	چند الفاظ میں کارروائی کا خلاصہ کہ مقدمہ مذکورہ میں مدعی علیہا کے گواہوں کی ضرورت نہیں تو ان پر تنقید بھی بیکار ہے۔
۱۵۸	شفیع بہر حال جاری ہوگا اور شفیع کل زر ثمن دے کر مکان لے سکے گا۔	۱۵۲	شفیع کے گواہوں کی ضرورت ہے جو یہ ثابت کریں کہ بیع کے قبل سے اب تک دار مشفوع بہا شفیع کی ملک میں یہ نہ ہو تو مدعی علیہا کی قسم وہ قسم سے انکار کرے تو شفیع ثابت۔
۱۵۸	عالمگیری، شامی، قاضی خاں سے مسئلہ کا جزئیہ۔	۱۵۲	زیلعی، محیط، ہندیہ سے مسئلہ کی تائید،
		۱۵۳	صورت مسؤلہ میں شفیع کی گواہیاں ناکافی ہیں اور شفیع نے مدعی علیہا سے حلف کا مطالبہ نہیں کیا اس لئے شفیع ساقط۔

۱۶۵	طلب اشہاد میں "گواہ ہو جاؤ" کہنا کچھ ضروری نہیں۔	۱۵۹	حنفی وہابی سے شفعہ کر سکتا ہے، اس پر دو شبے اور ان کا جواب۔
۱۶۶	آیات قرآنی سے اشہاد کے معنی کی تائید۔	۱۶۰	شفعہ کھلے کافر کی جائداد میں بھی ہو سکتا ہے۔
۱۶۶	بدائع، خانہ، محیط، ہدایہ کا حوالہ،	۱۶۱	تفہیم مسئلہ کی ایک دلکش تقریر،
۱۶۶	اگر طلب اول بروجہ کفایت نہ ہو تو مکان تک جانا اور پردہ کرانا وغیرہ ضرور تاخیر و مسقط شفعہ ہے۔	۱۶۲	طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد میں تاخیر کا "سوال"
۱۶۶	طلب اشہاد کے لئے اقرب کو چھوڑ کر البعد کی طرف جانے پر اس کو قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اقرب البعد کے راستہ میں نہ پڑے۔	۱۶۲	صورت مسئلہ میں طلب مواثبت ہی طلب اشہاد کا کام بھی دے گی۔
۱۶۷	طلب اول کے جو الفاظ بیان کئے گئے ہیں البتہ نظر مجیب میں ناکافی ہیں۔	۱۶۲	شفعہ میں طلب خصومت سے پہلے دو طلبیں لازم طلب مواثبت اور طلب اشہاد۔
۱۶۷	حاضر کی تعیین اشارہ سے ہوتی ہے اور غائب کی تسمیہ سے، جو گھر و مکان میں ذکر حدود اربعہ ہے۔	۱۶۲	اگر دارمیہ یا احد المتعاقبین میں سے کوئی بھی پیش نظر ہے تو ایک ہی دونوں کے قائم مقام ہوگی۔
۱۶۷	وجیز، محیط سرخسی، عالمگیری، ہدایہ، غایۃ البیان، قدوری سے مسئلہ کی تائید اور مسئلہ کا آخری حکم۔	۱۶۲	دونوں طلبوں میں سے کسی کے لئے گواہی ضروری نہیں، البتہ ثبوت کے لئے گواہی ضروری ہے۔
۱۷۰	کھڑے ہو کر طلب مواثبت کرنا اور طلب اشہاد کو جانے کے لئے چھڑی کے بغیر چل نہ سکتا ہو تو چھڑی کے لئے گھر میں جانا تاخیر نہیں، ورنہ ضرور تاخیر ہے۔	۱۶۳	جن تاخیروں کا سوال میں ذکر ہے سب فضول اور بلا ضرورت تھیں جن سے شفعہ کو ضرر نہیں۔
۱۷۰	بیٹھا تھا بیچ کی خبر سن کر اٹھ کھڑا ہوا، اور طلب مواثبت کی تو مجلس ہی بدل گئی، اور طلب مواثبت کا وقت ختم ہو گیا۔	۱۶۳	اسی معاملہ سے متعلق مقدمہ کی مسل کے ساتھ دوسرا تفصیلی "سوال"
۱۷۱	جائداد منقولہ میں حق شفعہ کا "سوال" و جواب "	۱۶۵	صورت مسئلہ میں وہی طلب دونوں کے لئے کافی ہے۔
۱۷۲	۷ سال کا آدمی طلب شفعہ کر سکتا ہے اور اگر اس انتظار میں کہ مجھے حق ہے یا نہیں، کچھ تاخیر کر دی تو شفعہ کا حق جاتا رہا۔	۱۶۵	گواہوں کا کھیرے کے پاس لے جانا پردہ کرا کر اندر لے جانے کی ضرورت نہ تھی۔

۱۷۳	اور چندہ کر کے متولی کو دیا اور اس نے بلا ضرورت زائد قیمت دی تو زیادت فاحش پر متولی گنہگار ہوگا اور مسجد کے نقصان کا متولی کو تاوان دینا پڑے گا۔	۱۷۲	شفیع کے ہاتھ مکان نہ بیچ کر غیر شفیع کو دینا جبکہ شفیع کو مکان کی سخت ضرورت ہے اور اس وعدہ پر کہ اس کو مکان دیا جائے گا بیچ سے قبل بطور کرایہ دار شفیع کا قبضہ بھی کرادیا۔
۱۷۴	بیچ کے پہلے خریداری سے انکار سے حق شفیع باطل نہیں ہوتا۔	۱۷۲	مکان خریدنے والے اجنبی نے مکان مسجد کے لئے خریدا ہے کیونکہ ایک تیسرے آدمی نے ایذائے شفیع کے لئے کہا کہ وہ مکان مسجد پر لے لیا جائے تو میں اپنا مکان مسجد کو دے دوں گا۔ اب ارادہ ہے کہ مکان بہت زائد قیمت پر شفیع کے ہاتھ بیچا جائے، حالانکہ مسجد کو ضرورت مکان کی نہیں، مسجد مقروض ہے اور اس کے دیگر ضروری امور کا انتظام نہیں۔ "سوال"
۱۸۳	بعد بیچ طلب مواثبت اور طلب اشہاد میں تاخیر سے حق شفیع باطل ہو جاتا ہے۔	۱۷۳	قبل بیچ شفیع کا کوئی حق نہیں، مکان کا اس کے پاس کرایہ ہونا، اس کا اس کے خریدنے کا اعلان کرنا، اس کا ضرور تمند ہونا، یا اس کا کسی حصہ دار سے معاہدہ ہو جانا کہ تجھے دوں گا، اسے کوئی ترجیح نہیں دے سکتا۔
	کتاب القسمة	۱۷۳	بیچ کی خبر پاتے ہی طلب مواثبت اور طلب اشہاد بجایا تو اسی دام پر جس پر بیچا شفیع حاصل کر سکتا ہے۔
۱۷۵	کل جائداد صرف چند ورثہ میں تقسیم کرنے کا "سوال"	۱۷۳	اس سے زائد قیمت مانگتے ہیں، اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ طلب بجائے بغیر اس مکان کی خریداری پر تیار ہو گیا تو اس کا شفیع باطل ہو گیا، ایسی صورت میں اس کو مکان نہ دینا ظلم نہیں۔
۱۷۵	ایسی تقسیم باطل ہے۔ بیچ کا فیصلہ صرف انھیں لوگوں کے حق میں نافذ ہوگا جنہوں نے انھیں بنایا، دوسروں کے حق میں انھیں تصرف کا اختیار نہیں۔	۱۷۳	بقیہ باتیں جو سوال میں ذکر ہوئیں زائد ہیں اس کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں، مسجد نے مکان کی قیمت زائد دی، اس کی دو صورت ہے، لوگوں نے چندہ سے مکان کا دام ادا کر کے مسجد کو دے دیا، جب تو کوئی گناہ نہ ہوا کہ اصل سے زائد قیمت دینا گناہ نہیں۔
۱۷۶	قاضی نے اگر ایسا فیصلہ اس گواہی کے بعد کیا کہ مزید کوئی وارث نہیں، تو وارث ظاہر ہونے کے بعد تقسیم توڑ دی جائے گی۔		

۱۸۳	درخت کٹنے اور مکان اکھاڑنے میں زمین کا زیادہ نقصان ہو تو کٹے ہوئے درخت اور اجڑے ہوئے ملبہ کی قیمت کٹائی اور گھر کھدوائی کی مزدوری مہیا کرنے کے بعد ادا کر کے وہ درخت اور ملبہ زمیندار خود لے لے۔	۱۷۶	قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے۔
۱۸۳	سال بسال کا پتہ ہوتا ہو تو ہر سال کے ختم پر زمیندار کو علیحدہ کرنے کا حق ہے۔	۱۷۷	چند گھروں کی شرکاء میں کب اجتماعی تقسیم ہو اور کب ہر گھر کی علیحدہ علیحدہ۔
۱۸۳	خیر یہ اور شامی سے مسئلہ کا جزئیہ۔		کتاب المزارعہ
۱۸۵	اس امر کی تفصیل کہ ارض مملوکہ میں غرس و بنا پر کب مالک قیمت دے گا اور کب اجیر زمین کی قیمت دے گا، اور مصنف کی ترجیح۔	۱۷۹	کاشتکار کے حق استقرار اور مقدمہ بے دخلی کے تاوان سے "سوال"
۱۸۷	حواہی زاہدی کی عبارت کا محمل اور اس کے بارے میں مصنف کی رائے۔	۱۷۹	مرور مدت سے کاشتکار کو استقرار کا حق حاصل نہیں ہوتا، زمین کیسی ہی ہو اور چاہے کتنی ہی مدت کاشت کرے۔
۱۸۷	کردار میں حق استقرار کی بنیاد نظر الجلبائین ہے۔	۱۸۰	زمین کو کاشت کے قابل بنایا ہو، اس میں چو گزی وغیرہ کھودی، دوسری زمین سے مٹی لاکر پائی، درخت بویا مکان بنایا تو سلطانی زمین میں اس کو حق استقرار مل جاتا ہے۔ اور اس کے بعد اس کے ورثہ کو بھی بلاوجہ شرعی بے دخل نہ کیا جائے گا۔
۱۸۹	خلاصہ حکم دیہات مملوکہ کی زمین میں کاشتکار کو کوئی حق موروثی نہیں اور اس پر جبراً قابض رہنا ضرور ظلم ہے۔	۱۸۰	جامع الفصولین اور عقود الدریہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔
۱۸۹	مدعی کو خرچہ دلانا حکم شرع کے خلاف ہے۔	۱۸۱	علیحدگی کے اعتذار۔
۱۸۹	اپنے حق کی وصولی کی تدبیر،	۱۸۳	زمیندار کی مملوکہ زمین میں کاشتکار کو کبھی کسی طرح حق استقرار نہیں۔
۱۸۹	اضافہ لگان پر کاشتکار شومش ہے اور زمین نہ چھوڑے تو شرعاً وہی لگان اس پر لازم ہے۔	۱۸۳	اجارہ کی مدت تمام ہونے کے بعد زمیندار زمین خالی کر سکتا ہے اور اس میں مکان بنایا یا درخت لگایا ہو تو زمین خالی کرے، درخت کاٹ لے اور ملبہ لے جائے۔

۱۹۸	اگر شرکاء کے رد یا اذن کے بغیر از خود کاشت کر لی تو اگر زمین کو نقصان پہنچا غاصب ہے اس صورت میں نہ زمین کے نقصان کا تاوان نہ لگان کچھ نہیں۔	۱۹۰	خود ہی لگان کی شرح بڑھ گئی ہو اور انکار کے باوجود کاشت کرتا رہا تو یہ بڑھی ہوئی لگان اس پر لازم ہے۔
۱۹۹	اور زراعت سے زمین کو فائدہ ہو تو یہ صورت اجازت میں داخل ہے۔ اس صورت میں بھی نہ لگان نہ تاوان، البتہ شرکاء بھی اپنے اپنے حصوں کی مقدار زراعت کر سکتے ہیں۔	۱۹۱	اس اضافہ شدہ لگان کے بدلے مقدمہ کے خرچہ کے نام سے جو ملے لے سکتا ہے۔
۱۹۹	مصنف کی تحقیق اور مسئلہ کی تفصیل	۱۹۲	اس کا قاعدہ کلیہ کہ کب خرچہ کے نام سے لے سکتا ہے اور کب نہیں۔
۱۹۹	جس صورت میں زراعت سے زمین کا نفع نقصان کچھ معلوم نہ ہو فقہاء اس کا صریح حکم نہیں لکھتے۔	۱۹۳	ایسے نام سے جس میں بدنامی ہونے لے کہ شریعت میں برے کام اور برے نام دونوں سے بچنے کا حکم ہے۔
۱۹۹	مصنف کی تحقیق کہ یہ حکم مضرت میں داخل ہے۔	۱۹۳	ایسی ہی زمین کے بارے میں دوسرا "سوال" اور اس میں اپنے حق کی وصولی کی سابقہ تدبیرہ کی تفصیل کا "جواب"
۱۹۹	جامع الفصولین اور شامی سے مسئلہ کا حکم اور اس حکم کے دائرہ عرف ہونے کی تصریح۔	۱۹۶	جھوٹ بولنا حرام ہے۔
۲۰۱	ہمارے زمانہ کے عرف کے اعتبار سے مسئلہ کا حکم۔	۱۹۶	اپنا حق وصول کرنے اور اپنے سے ظلم دفع کرنے کے لئے پہلو دار بات کہہ سکتے ہیں جبکہ صدق میں مضرت نہ ہو۔
۲۰۲	خلاصہ کا حکم۔	۱۹۷	صدق کا مفدہ کذب سے بڑھ جائے تو مجبوری کذب کی بھی اجازت ہے۔
۲۰۲	منتقلی زمین کے وقت زمیندار کے نذرانہ لینے کا "سوال"	۱۹۷	مشترکہ گاؤں میں بے اذن شرکاء کسی ایک شریک کے کاشت کرنے کا "سوال"
۲۰۳	ایک کاشتکار کا دوسرے کاشتکار کے ہاتھ زمین بیچنا ناجائز ہے اور زمیندار کا نذرانہ اگر دوسرے کاشت کار سے سال روان کی اجرت میں اضافہ کے طور پر لیا جاتا تو ناجائز ہوتا دوسرے کو پھیلے کی جگہ قائم کرنے کی رشوت کے طور پر لیا جاتا ہے۔ اس لئے ناجائز ہے۔	۱۹۷	باجازت دیگر شرکاء کاشت جائز ہے۔ اور جب تک تصریح نہ ہو کہ لگان نہ لیا جائے گا شرکاء کے حصہ کے لگان دینا بھی واجب ہوگا۔
		۱۹۸	اگر اور شرکاء کی مرضی کے خلاف کاشت کی تو ظالم اور غاصب ہے اور زمین کو کاشت سے نقصان پہنچا ہو تو تاوان دے اور نقصان نہ پہنچا ہو تو لگان عائد نہیں۔

۲۰۵	موروثیت کے دباؤ سے جو زمین نہ چھوڑے پیداوار اس کے لئے ناجائز ہے یا تو زمین کے مالک کو دے یہ افضل ہے یا فقراء کو دے۔	۲۰۳	صورت بالا میں جب کاشتکار اول دوسرے کے لئے دستبردار ہو چکا اور زمیندار نے دوسرے کو قبول کر لیا تو اب یہی مستاجر ہو گیا، اور خراج جو زمیندار آئندہ لے گا اس کو ادا کرنا ہوگا۔
۲۰۶	مالکداری نہ دینے کاشت کار کے زمین میں درخت لگانے اس کی قیمت میں سے زمیندار کے چوتھائی وصول کرنے زمیندار کی غیر آباد زمین کے آباد کرنے اور غلط ناپ کی وجہ سے دوسرے کی جو زمین اس کے حصہ میں آگئی اس سے فائدہ اٹھانے کا "سوال"	۲۰۳	اور اگر کاشتکار دوم زمین کا مستقل مالک سمجھا جائے تو زمین کی یہ بیع فضولی ہوگی اور نذرانہ زمین کی قیمت پر اضافہ اور زمیندار کی اجازت سے قیمت کاشتکار اول کی اور نذرانہ زمیندار کے لئے جائز ہوگا مگر زمیندار کا آئندہ اس سے خراج وصول کرنا ناجائز ہوگا۔
۲۰۶	مقرر مالگزار کی کا ادا نہ کرنا ظلم و گناہ ہے۔	۲۰۳	بنائی کے کھیت میں اندازہ سے پیداوار مقرر کرنا باطل ہے۔ مسئلہ کی تفصیل اور مختلف صورتوں کا حکم اور ہدایہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔
۲۰۶	مالک زمین کا اس درخت میں کوئی حق نہیں اس کا مانگنا ظلم ہے۔	۲۰۴	ہندو کاشت کار سے ایسے معاملہ کا حکم جدا ہے۔
۲۰۶	اپنی رعایا کو سال بھر کا بلا سودی قرض اس طور پر دینا کہ سال بھر کے لگان میں تم کو اتنا زائد دینا ہوگا، یا قرضدار سے بچھلا بقیہ وصول کر کے یہ کہنا مزید اتنا مسلم کے دے اور زائد رقم حساب فہمی کے وقت حساب میں دکھائی جاسکتی ہے یا نہیں؟	۲۰۴	دوامی پٹہ، ششمی کاشتکار اور ۱۲ سال کے بعد حق استقرار سے "سوال"
۲۰۷	مطالبہ وصول کر کے بیع مسلم کے نام پر اس روپیہ کو وصول کرنا اور اسے سیر بھر گئے ہوں دینا کہ ہمارے یہاں یہی بھاد ہے جائز ہے یا نہیں؟	۲۰۵	دوامی پٹہ کوئی عقد لازم نہیں، سال تمام پر عقد ختم ہو جاتا ہے۔
۲۰۷	یہاں کے غیر مسلموں کو اس شرط پر قرض دینا جائز ہے اور مسلمانوں کو ناجائز۔	۲۰۵	قانونی حق استقرار شریعت کے نزدیک کچھ نہیں۔
۲۰۸	یہاں کے غیر مسلموں سے اگر معاہدہ کاشتکاری کے وقت ہی اس طرح معاملہ کیا جائے کہ سال بسال اتنی لگان اور اگر کسی سال باقی پڑ گئی تو اس سال کی اتنی زائد تو جائز ہے اور معاہدہ کے بعد اضافہ کیا تو حرام۔	۲۰۵	ششمی کاشتکار بنا سکتا ہے مگر مقررہ لگان سے زائد لینا جائز نہیں۔
		۲۰۵	زائد لینے کی ترکیبیں۔

۲۱۳	رات کا ذبیحہ مکروہ تنزیہی ہے اور ضرورت کے وقت کوئی کراہت نہیں۔	۲۰۸	ہاں باقی وصول کرنے کے بعد تاخیر کے حرجانہ کے طور پر غیر مسلموں سے کچھ وصول کر لے تو جائز ہے چاہے نام اس کا بیع سلم ہی رکھے۔
۲۱۳	کراہت بھی اس فعل میں ہے۔ صحیح ذبح ہو جائے تو ذبیحہ میں کوئی کراہت نہیں۔	۲۰۸	اس امر کی تفصیل کہ زائد رقم کب حساب میں دکھائی جاسکتی ہے اور کب نہیں۔
۲۱۳	زندگی ثابت ہو اور ذبح کے بعد خون دے، حلال ہے۔ اور موت ثابت ہے اور خون دے تب بھی حرام ہے۔	۲۰۹	بیع سلم کی جو صورت سوال میں مذکور ہے کہ سیر بھر غلہ کے بدلہ دس روپیہ لیں، غیر مسلموں سے جائز اور مسلمانوں سے ناجائز، اور اس کو رضا کہنا غلط ہے کہ یہ دباؤ کی رضا ہے۔
۲۱۳	علامات حیات۔	۲۰۹	ایسے مال کو حلال کرنے کی ایک تدبیر۔
۲۱۵	ذبح کے وقت بغیر واؤ کے بسم اللہ اکبر کہنا مستحب اور واؤ کے ساتھ کہنا مکروہ ہے۔	۲۰۹	عدم ادائیگی کی صورت میں لگان میں سال بسال اضافہ کی شرط ناجائز اور اس کی وجہ سے اجارہ فاسد ہے۔
۲۱۵	بسم اللہ اکبر کہنا ذبح پر ضروری ہے ہاتھ پاؤں پکڑنے والے پر نہیں۔	۲۰۹	پندرہ گنگھ اراضی ہزار روپیہ پر پانچ سال تک اجارہ دینے اور زر اجارہ پیشگی وصول کرنے کا "سوال و جواب"
۲۱۶	وقت ذبح جانور کو کس رخ ہو نا چاہئے۔	۲۰۹	سرکاری لگان سے کم و بیش شرح پر کھیت کاشت کار کو دینے کا "سوال و جواب"
۲۱۶	ذبح کرنے والے اور ذبیحہ دونوں کو قبلہ رو ہونا سنت ہے۔	۲۱۰	اصل کاشتکار شمسی کاشت کار کو پیش پر دے سکتا ہے یا نہیں۔
۲۱۶	ہمارے ملک میں ذبیحہ کا سر جنوب کی طرف ہو اور جانور بائیں پہلو پر سویا ہو اور پیٹھ مشرق کی طرف ہو تو اس کا رخ قبلہ کی طرف ہوگا۔	۲۱۰	صورت مذکورہ کے جواز کی تدبیریں۔
۲۱۷	ذبح کرنے والا اپنا قدم مذبح کی گردن کے کنارے رکھ کر کر ذبح کرے۔	۲۱۰	حق استقرا سے متعلق "سوال و جواب۔"
۲۱۷	توجہ بقبلہ ترک کرنا مکروہ ہے اور بعض ائمہ مالکیہ کے نزدیک وجہ حرمت ذبیحہ ہے۔	کتاب الذبائح	
		۲۱۳	رات کے ذبیحہ کے اور ذبیحہ کے خون دینے نہ دینے سے متعلق "سوال"

۲۲۱	ذبح معین اور پکڑنے والے کے فرق کا بیان۔	۲۱۷	اختلاف علماء سے بچنا مؤکد ہے۔
۲۲۱	جب مویج اور محرم جمع ہو تو غلبہ حرام کو ہوگا۔	۲۱۷	بخاری، مسلم، دارمی، ابن ماجہ سے طریقہ ذبح کی حدیث۔
۲۲۱	در مختار اور شامی سے اس امر کا جزئیہ کہ تسمیہ کس پر واجب ہے۔	۲۱۸	تسمیہ شرط ذبیحہ ہے اور اس کے ساتھ تکبیر سنت ہے۔
۲۲۲	ذبح فوق العقدہ سے تین رگ کٹ جاتی ہے یا نہیں۔	۲۱۸	یعنی اور تنویر سے ذبیحہ کے لٹانے کا طریقہ۔
۲۲۲	یہ بات مشاہدہ ہی سے معلوم ہو سکتی ہے۔	۲۱۸	معین ذبح اور اس کے تسمیہ پڑھنے سے "سوال"
۲۲۳	ذبح فوق العقدہ کا "سوال وجواب"	۲۱۸	معین ذبح وہ ہے کہ ذبح کرنے والے کے ساتھ چھری پر ہاتھ رکھ کر چھری پھیرنے میں مدد دے، ان دونوں پر تسمیہ واجب ہے۔
۲۲۳	در انبی کے ذبیحہ کا حکم۔	۲۱۸	دیوبندی مسئلہ کی تخلیط، پاؤں پکڑنے والا معین ذبح نہیں۔
۲۲۳	در انبی آلات ذبح سے ہے۔	۲۱۸	در مختار اور شرح نقایہ سے جزئیہ۔
۲۲۵	در انبی سے ذبح ایسا ہی مکروہ ہے جیسا کند چھری سے۔	۲۱۹	ذبح میں گھنڈی کا کوئی حصہ سر میں نہ لگا ہو تو کیا حکم ہے۔
۲۲۵	ضرورت کے وقت اس سے بھی ذبح جائز ہے۔	۲۱۹	ذبیحہ کا مدار رگ کٹنے پر ہے۔ ذبح فوق العقدہ اور تحت العقدہ کا لحاظ نہیں۔
۲۲۵	ٹھنڈا ہونے سے پہلے سر علیحدہ کرنا اور کھال اتارنا تعذیب بلا فائدہ ہے۔	۲۲۰	ذبح فوق العقدہ اور تحت العقدہ میں قول فیصل کیا ہے۔
۲۲۵	کھانا ایسے ذبیحہ کا بہر حال حلال ہے۔	۲۲۰	ذبح کا مدار کم سے کم تین رگوں کے کٹنے پر ہے فوق العقدہ اور تحت العقدہ پر نہیں شامی سے قول فیصل کا بیان۔
۲۲۶	ذبیحہ کی موت اور زندگی کی تفصیل اور ذبح پر اس کے اثرات کا بیان۔	۲۲۱	بدائع کی ایک عبارت کی توضیح اور مصنف کی تحقیق کہ صرف دو رگیں قلب سے دماغ تک متصل ہیں، حلقوم اور مری نہیں۔
۲۲۶	ضرورت کند ہتھیار سے ذبح میں تین رگیں کٹنے سے پہلے جان نکل گئی تو حلت و حرمت میں علماء کا اختلاف ہے۔ رجحان جانب حرمت ہے۔	۲۲۱	پکڑنے والے کے تسمیہ نہ کہنے سے "سوال"

۲۳۲	مسئلہ کا خلاصہ حکم۔	۲۲۷	بے دستہ کی چھری ذبیحہ اور گرم مقدمات پر گرمی میں روزہ سے "سوال"
۲۳۳	مسلمان کو ایسے جانور کا بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنا بھی مکروہ ہے۔	۲۲۸	مقیم غیر مسافر کو ایسا کام کرنا حرام ہے جس سے روزہ رکھنے میں بیمار پڑ جائے۔
۲۳۳	مندوب کی کھال کا حلت و حرمت کا "سوال"	۲۲۸	اگر ایسے کام کے ترک پر قدرت نہ ہو، روزہ رکھنا ممکن نہ ہو تو قضاء رکھے۔
۲۳۳	ایسی کھال حلال ہے اگرچہ بھینس اور بکری کی کھال کھانے کے لائق نہیں ہوتی۔	۲۲۸	ذبح اضطراری کا "سوال و جواب"
۲۳۳	ذبیحہ کے ان سات اعضاء کا ذکر جن کا کھانا حرام ہے۔	۲۲۸	ظاہر کے نام کا بکرا مسلمان نے تسمیہ پڑھ کر ذبح کیا اس کا کھانا کیسا ہے۔
۲۳۴	ذبیحہ کے اجزائے ممنوعہ سے "سوال"	۲۲۸	ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لے تو ذبیحہ مردار ہے یونہی مسلمان نے تسمیہ پڑھ کر ذبح کیا اور اس سے غیر خدا کی عبادت کا قصد کیا تو ذبیحہ حرام ہے۔
۲۳۴	سات چیزوں کی تصریح حدیث شریف میں ہے۔	۲۲۸	وقت ذبح نہ غیر خدا کا نام لیا نہ اس کی عبادت چاہی تو ذبیحہ حلال ہے چاہے وہ کسی کے نام کا ہو۔
۲۳۴	طبرانی کی حدیث	۲۲۸	مشرک کا ذبیحہ مطلقاً حلال نہیں اگرچہ بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا ہو، اور کتابی کا ذبیحہ بسم اللہ پڑھ کر ہو تو حلال ہے اگرچہ اس سے حضرت مسیح مراد لیا ہو۔ (حاشیہ)
۲۳۴	امام اعظم نے ان میں خون کو حرام اور باقی کو مکروہ فرمایا۔	۲۲۹	نیشاپوری اور بدائع سے وجہ فرق کا بیان۔
۲۳۵	کراہت سے مراد کراہت تحریم ہے۔ صاحب بدائع نے اسی کو حرام سے تعبیر کیا اور صاحب توہم نے کراہت سے۔	۲۳۰	مسلمان پر بدگمانی حرام ہونے کا ثبوت قرآن و حدیث سے۔
۲۳۵	صاحب در مختار نے کراہت تحریمی کو راجح بتایا۔	۲۳۱	دل کے ارادے پر حکم لگانے کی ممانعت قرآن و حدیث سے۔
۲۳۵	متون میں جب کراہت کا لفظ مطلق وارد ہو تو مراد کراہت تحریم ہوتی ہے۔	۲۳۱	برائمان برے دل سے نکلتا ہے۔
		۲۳۲	تفسیر کبیر، ذخیرہ، شرح وہبانیہ، در مختار سے اس بدگمانی کی ممانعت کہ مسلمان اپنے ذبح سے غیر خدا کا تقرب کرتا ہے۔

۲۳۲	کس کس کا ذبیحہ جائز ہے۔	۲۳۶	ان دو چیزوں کا ذکر جن کا اضافہ قاضی بدیع الدین خوارزمی، شمس الدین قمستانی، احمد مصری محشی در مختار نے کیا۔
۲۳۲	ذبیحہ صحیح ہونے کی شرائط کا بیان۔	۲۳۶	ان تین چیزوں کا ذکر جن کا اضافہ قاضی بدیع الدین اور احمد مصری نے کیا۔
۲۳۲	عورت اور سمجھدار بچہ کا ذبیحہ جائز ہے۔	۲۳۶	جزئیات کے حوالے۔
۲۳۲	عورت اور بوہرہ وغیرہ کے ذبیحہ سے "سوال"	۲۳۷	ان دس چیزوں کا ذکر جن کو بالتصریح مصنف کتاب نے تفحص کر کے نکالا۔
۲۳۳	مسلمان اور کتابی عورت ہی کیوں نہ ہو ان کا ذبیحہ حلال ہے۔	۲۳۷	اس امر کی تصریح کہ حدیث شریف میں سات کا لفظ حصر کے لئے نہ تھا۔
۲۳۳	بوہر اگر صرف بدعتی ہو اس کا ذبیحہ حلال ہے۔ اور مرتد ہو تو نہیں۔	۲۳۷	اجزاء سے مراد اعضاء ہی نہیں اخلاط بھی ہیں۔
۲۳۳	آج کل کے نصاریٰ کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔	۲۳۸	نمبر ۱۵ سے ۲۱ تک اضافوں کا ذکر اور سب کی توجیہ۔
۲۳۳	اکثر مشائخ اس کو حرام فرماتے ہیں۔	۲۳۸	کتب فقہ میں بھی سات کا لفظ حصر کے لئے نہیں صرف اتباع حدیث میں ہے۔
۲۳۳	اسی پر فتویٰ اور اسی کو ظاہر الروایۃ بتایا گیا۔	۲۳۸	کتب کثیرہ میں لفظ شاة کی قید کا بھی یہی حال ہے۔
۲۳۴	آج کل کے نصاریٰ گلا گونٹ کر بھی مار ڈالتے ہیں اور گلے میں چھری پیوست کر کے بھی۔	۲۳۸	او چھری کی کراہت بطور دلالتہ النص یا بطور اجزائے علت منصوصہ ثابت ہے۔
۲۳۴	معین ذاب کی تصریح۔	۲۳۹	ینایع میں در کی تصریح بھی ہے۔
۲۳۴	شیعہ کے ذبیحہ کا "سوال"۔	۲۳۹	اس موضوع کی پوری بحث کا مصنف کے رسالہ "منح الملکیہ" پر حوالہ۔
۲۳۴	آج کل کے شیعہ تہرائی کافر و مرتد ہیں۔	۲۴۰	مذکورہ بالا مسئلہ کا "سوال و جواب"
۲۳۴	روافض زمانہ کے کچھ عقائد کا بیان۔	۲۴۱	زندہ جانور سے علیحدہ کئے ہوئے عضو کی حلت و حرمت کا "سوال"
۲۳۶	روافض کا ذبیحہ مردار و حرام ہے۔	۲۴۱	مچھلی اور ٹیڑی کے علاوہ کسی جانور کے علیحدہ شدہ عضو کا کھانا حرام ہے۔
۲۳۶	مرتدین وقت سے نیچری اور وہابیہ کے عقائد و احکام کا ذکر۔	۲۴۱	حدیث شریف سے مسئلہ کا بیان۔

۲۵۱	فاسق کے ذبیحہ کا "سوال و جواب"	۲۳۶	ان کے ذبیحہ کے حرام ہونے کا بیان اور دیگر احکام۔
۲۵۱	بے نکاحی عورت گھر میں ڈال لینے والے یوم نحر صبح صادق کے بعد نماز فجر سے قبل قربانی کرنے والے مسلمان غریب نہ ہوں تو قربانی کے تیسرے حصہ اور اس حصہ کو خود کھانے والے کے بارے میں "سوال"	۲۳۶	ان سے کم درجہ کے گمراہوں کا ذکر اور ان کا حکم۔
۲۵۲	پر بلا ثبوت زنا کا حکم لگانا حرام ہے۔ بلکہ میاں بیوی کی طرح رہتے ہوں تو ان کے میاں بیوی ہونے کی گواہی دی جاسکتی ہے اور زانی کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔	۲۳۶	آج کل کے یہود و نصاریٰ کے ذبیحہ کا "سوال"
۲۵۲	دیہات میں یوم نحر صبح صادق کے بعد قربانی کی تو ہو جائیگی شہر میں نہیں ہوگی، بعد نماز عید ہونا واجب ہے۔	۲۳۶	یہود و نصاریٰ الوہیت مسیح و عزیز کے قائل ہیں، ان کا ذبیحہ حرام، اسی پر فتویٰ اور یہی ظاہر الروایۃ بتایا گیا۔
۲۵۳	قربانی کے گوشت کا تین حصہ کرنا امر استحبابی ہے سارا گوشت خود بھی کھا سکتے ہیں البتہ یہ گوشت یہاں کے غیر مسلموں کو دینا جائز نہیں۔	۲۳۷	بعض کے نزدیک جائز البتہ کراہت میں شک نہیں۔
۲۵۳	فاسق کے ذبیحہ سے "سوال و جواب"	۲۳۸	آج کل کے نصاریٰ بطور شرع ذبح بھی نہیں کرتے ۱۲۱۹ھ کے ایک مشاہدہ کا ذکر۔
۲۵۳	فاسق کے ذبیحہ، اس کی ضیافت اور نماز جنازہ سے "سوال"	۲۳۹	قادیانی اور وہابی کے ذبیحہ کا "سوال و جواب"
۲۵۳	فاسق کا ذبیحہ جائز، نماز جنازہ اس کی واجب اور اس کی دعوت قبول کرنے اور نہ کرنے میں سلف صالحین کے اندر اختلاف ہے۔	۲۳۹	دیوبندی کے بھیجے ہوئے گوشت سے "سوال و جواب"
۲۵۳	قصاب پیشہ کا جائز ہے۔	۲۵۰	بومرے کا ذبیحہ حرام در حرام، اور ذبیحہ کا پیشہ حلال ہے۔
۲۵۳	مسئلہ بالاکا "سوال و جواب"	۲۵۰	ذابح بقر اور قاطع شجر کے بارے میں جو حدیث روایت کرتے ہیں موضوع ہے۔
۲۵۵	خانہ، شامی اور بزاز یہ سے مسئلہ کا جزئیہ اور اس امر کی تصریح کہ قربانی کا کوئی حصہ قصاب کی اجرت میں نہ دے۔	۲۵۱	دو آستانہ در بارہ ذبیحہ نساء اور ان کا جواب۔

۲۶۰	بگیرہ اور سائبہ کا بیان	۲۵۵	خنثی جانور کے ذبیحہ کا "سوال"
۲۶۰	قرآن عظیم میں ایسے جانوروں کو حرام قرار دینا کافروں کا کام بتایا، اور اس کو رد فرمایا۔	۲۵۵	خنثی کی قربانی جائز نہیں۔ ایسا گوشت پکائے سے پکتا نہیں ذبح کے بعد وہ حلال ضرور ہے۔
۲۶۱	اس کو ما اہل بہ لخبیر اللہ سے کوئی علاقہ نہیں نہ بتوں کے تھان کی مٹھائی اس میں داخل ہے۔	۲۵۵	در مختار اور عالمگیری سے مسئلہ کا جزئیہ۔
۲۶۱	ذبح کے وقت جس جانور پر غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ ما اہل بہ لخبیر اللہ ہے۔	۲۵۶	کتیہ کے دودھ سے پرورش پانے والے بکری کے بچے کو دودھ چھوڑے مدت گزر گئی ہو تو بے خرخشہ حلال ہے۔ مدت کے اندر دو چار روز اس دودھ سے پرہیز کر کے حلال کیا تب بھی حلال ہے۔
۲۶۱	وہابیہ کے جابلانہ خیال کا رد۔	۲۵۶	اسی حالت میں ذبح کیا تو اس کا کھانا مکروہ ہے۔
۲۶۱	بتوں کے چڑھاوے کی مٹھائی مسلمانوں کو نہ لینا چاہئے۔	۲۵۶	علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی۔
۲۶۱	ایسی مٹھائی لینا ذلت بھی ہے اور کافروں کی مراد کے موافق استعمال بھی۔	۲۵۶	نوازل، خلاصہ، خانہ، ذخیرہ، بزازیہ، تمبین، تکلمہ، در مختار وغیرہ میں تنزیہی کی تصریح ہے اور یہی امام محمد کا قول ہے اور من حیث الدلیل قوی ہے۔
۲۶۱	البتہ ایسے جانوروں کا کھانا ان کی مراد کے خلاف ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ فتنہ نہ ہو۔	۲۵۷	در مختار، تکلمہ، ہندیہ، فتاویٰ کبریٰ، خزائنہ، شامی، فتح اللہ المعین کی عبارتوں سے مسئلہ کا اثبات۔
۲۶۱	فتنہ سے بچنا لازم ہے۔	۲۵۸	احتیاطی حکم۔
۲۶۱	چڑھاوے کے جانور کے ذبح کرنے اور اس کے گوشت سے "سوال"	۲۵۸	یہی "سوال و جواب" دوبارہ۔
۲۶۱	کافر بتوں کے نام کہے اور مسلمان اللہ کا نام لے کر ذبح کرے تو جانور حلال ہے۔	۲۵۹	آدمی کے دودھ پر پرورش پاتے ہوئے بچہ کی حلت و حرمت کا سوال و جواب۔
۲۶۱	یہ فعل مسلمانوں کے لئے منع ہے اور وہ گوشت مکروہ ہے۔	۲۶۰	بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور کے متعلق "سوال"
۲۶۲	بتوں کے نام پر کان کٹے ہوئے جانور کو خرید کر اپنے طور پر ذبح کرنے اور کھانے کا "سوال و جواب"		

۲۶۷	ذبح کرنے والے کی نیت اگر شیخ سدو کی عبادت ہو تو ذبیحہ مردار ہو جائے گا اور عبادت کی نیت نہ کی اور ذبح اللہ کے نام سے کیا تو ذبیحہ حلال ہو۔	۲۶۲	چھوڑے ہوئے سائڈ اور کچوے وغیرہ حرام اشیاء کو جلا کر یا تیل میں پکا کر کپکے ہوئے تیل کے کھانے کا "سوال"
۲۶۷	صورت مسلولہ کا تفصیلی حکم۔	۲۶۲	سائڈ حلال ہے۔ اور مولوی عبدالحی صاحب کے اسے حرام کہنے کی تردید، لیکن وہ مباح بھی ممنوع ہو جاتا ہے جو مسلمانوں کو ذلت پر پیش کرے۔
۲۶۹	○ سبیل الاصفیاء فی حکم الذبائح اللادلیاء	۲۶۳	حرام شے جلنے کے بعد بھی حرام رہے گی، اور حلال میں مخلوط ہو تو اسے بھی حرام کر دے گی۔
۲۶۹	بزرگوں کے نام کا جانور تکبیر کے ساتھ ذبح کیا جائے تو کیا حکم ہے۔	۲۶۳	چھوڑے ہوئے جانور کے متعلق "سوال و جواب"
۲۶۹	ذبیحہ کی حلت یا حرمت میں نیت ذابح کا اعتبار ہے۔	۲۶۳	عالمگیری کا جزئیہ کہ ایسے جانور کو مالک مباح کر دے تو مباح ورنہ ملک غیر کی وجہ سے ممنوع ہے۔
۲۶۹	مختلف نیتوں کا تفصیلی بیان۔	۲۶۳	اس سلسلہ میں مسئلہ نظیر، بخلاف جنس کا نذر کرہ۔
۲۷۰	عالمگیری، جامع الفتاویٰ، تاتارخانیہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔	۲۶۳	یہی مسئلہ پھر مکرر۔
۲۷۰	نیت ذبح میں بھی خاص وقت ذبح کی نیت کا اعتبار ہے۔	۲۶۵	شیخ سدو ایک روح خبیث ہے۔
۲۷۰	اس امر کی تائید دیگر امور شرعیہ سے۔	۲۶۵	شیخ سدو کے نام سے مرغ ذبح کرنے اور موقع پر میلاد پڑھوانے اور کھانا کھلانے کا "سوال"۔
۲۷۱	ذبح سے پہلے کی شہرت و پکار خصوصاً غیر ذابح کی اس کا کچھ اعتبار نہیں۔	۲۶۶	اگر وہاں میلاد پڑھے تو ایسی روحوں کی تعظیم سے منع کرے گا جن کا اسلام تک معمول نہیں، ان کے لئے جو مرغ ذبح ہو وہ بلکہ ان کا کھانا نہ کھائے۔
۲۷۱	اضافت کا مطلب عبادت نہیں، اس لئے اس کا یہ مطلب نکالنا صحیح نہیں کہ ان جانوروں سے ان بزرگوں کی عبادت کی جائے گی۔	۲۶۶	ایسے مولوی صاحب کے متعلق سوال جنہوں نے غیر اللہ کے نام کا جانور کرنے والوں کے گھر کھانا کھایا۔
۲۷۱	نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ سے اس کی مثال۔	۲۶۶	ماہل بہ لغیر اللہ اور ذبح اولیاء وغیرہ کی تفصیل و تشریح۔

۲۷۷	ایسی صورت میں عدم تبدیل سے عوام کی تصریح کے خلاف عبادت کا الزام سراسر زیادتی ہے۔	۲۷۱	جو لوگ اضافت کی بنیاد پر ان کو حرام بتاتے ہیں شریعت پر جرات کرتے ہیں۔
۲۷۸	بافرض کسی نے ایسی نیت کی ہو تو حکم کفر اسی پر مقصور رہے گا عام حکم لگانا صحیح نہ ہوگا۔	۲۷۱	حدیث اور کتب فقہ سے ایسی ضافتوں کا ثبوت خاص ذبح کی مختلف ضافتوں کا حدیث سے ثبوت۔
۲۷۸	مسئلہ کا خلاصہ حکم۔	۲۷۲	حسب تصریح علماء مطلقاً اضافت کو سبب حرمت قرار دینے والا جاہل ہے
۲۷۹	آیت لاتکلو مما لہم یذکر اسم اللہ علیہ کی تصریح تفسیر کبیر سے۔	۲۷۳	در مختار اور شامی سے ذبح کی جائز ضافتوں کی نصوص۔
۲۷۹	جنین کی علت و حرمت کا "سوال و جواب"	۲۷۳	اگر کوئی جاہل یہ اضافت بہ نیت عبادت کرے اس کو ہم بھی کافر کہتے ہیں لیکن ذبح کی یہ نیت نہ ہو اور وہ اللہ کے واسطے ذبح کرے تو جانور حلال ہوگا۔
۲۷۹	ایضا مسئلہ مذکورہ بالا۔	۲۷۳	قرآن و حدیث و اقوال بزرگان دین سے بدگمانی کی مذمت۔
۲۸۰	غیر مسلموں سے گوشت خریدنے کا "سوال"	۲۷۵	خاص مسئلہ ما اهل به لغیر اللہ میں منیہ، ذخیرہ، شرح وہابیہ، در مختار وغیرہ کی تصریح کہ ہم اس ذبح سے تقرب الی غیر اللہ کی بدگمانی نہیں کر سکتے۔
۲۸۱	مشرک غیر کتہابی سے گوشت خریدنا جائز نہیں حلال و حرام میں کافر کا قول بالکل معتبر نہیں۔	۲۷۵	شامی اور قاضی خاں سے بسم اللہ بنام خدا بنام محمد کا جزئیہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام تغظیماً لیا ہو تو کوئی حرج نہیں، اور اللہ کے ساتھ شرکت مراد لی ہو تو ذبیحہ حرام ہے۔
۲۸۲	ایک استثنائی شکل۔	۲۷۶	شامی اور در مختار سے بنام خدا بنام محمد کا جزئیہ اور عدم کفر کا فتویٰ۔
۲۸۲	اس حکم کے خلاف حرام اور اس کو بناوٹی بتانے والے پر لزوم کفر ہے۔ توبہ و تجدید اسلام ضروری ہے۔	۲۷۶	ایسے جانور کی مطلقاً حرمت کا فتویٰ دینے والوں کو تنبیہ اور ان کی تجہیل
۲۸۲	اب بھی جو نہ مانے اور ان سے گوشت خریدے مسلمان اس کا مقاطعہ کریں۔	۲۷۶	قصد عبادت کی تائید میں مخالف کی دلیل کار د۔
		۲۷۷	تخصیص اور عدم تبدیل بھی بے اصل نہیں۔

۲۸۸	ایضاً مسئلہ شراء اللحم من الکافر،	۲۸۳	گوشت کی خریداری میں غلط قسم کی شرط پر صلح ناجائز۔
۲۸۹	قابل نفرت لوگوں سے حلال طریقے پر بھی گوشت خریدنا نہیں چاہئے۔	۲۸۳	مسئلہ بالا کا اس اضافہ کے ساتھ سوال کہ مذبح سرکاری ہے اور ذبح پر مسلمان مقرر ہے۔
۲۹۰	جانور مذبح ملأ، ذابح معلوم نہیں اگر اس علاقہ میں صرف مسلمان ہی بستے ہوں تو حلال ہے اور اگر ایسے لوگ بھی بستے ہوں جن کا ذبیحہ جائز نہیں، تو حلال نہیں۔	۲۸۳	صورت مسئلہ میں گوشت خریدنا، کھانا، کھلانا جائز نہیں۔
۲۹۰	مسئلہ پر متروک التسمیہ سے اعتراض کا جواب۔	۲۸۳	جانور جب تک زندہ تھا بالیقین حرام تھا، ذبح شرعی سے حلال ہوگا، اور طریقہ مذکورہ پر اس کا حصول نہ ہو۔
۲۹۰	غصب کا جانور ذبح سے حلال ہوگا مگر ملک غیر میں تصرف کرنے کی وجہ سے ذابح گنہگار ہو۔	۲۸۳	بیچنے والا غیر مسلم اگر یہ کہے کہ اس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے۔ تو دیانات میں اس کی خبر معتبر نہیں۔
۲۹۰	ایسا جانور اگر قربانی کا ہو تو اس پر چند مسائل کی تفریح	۲۸۳	در مختار، شامی، ہدایہ، تمبین، ہندیہ، اشباہ، فتح القدر سے نصوص۔
۲۹۱	گوشت حلال ہوتے ہوئے بھی وہ گوشت ذابح اور دوسروں کو کھانا حرام۔	۲۸۳	دیانات اور معاملات میں فرق اور ہندیہ سے اس کی مثال۔
۲۹۱	یہ حرمت ملک غیر کی وجہ سے ہے۔	۲۸۳	ایک استثنائی صورت کا بیان۔
۲۹۱	معتصوب میں تصرف کے بعد اس کا لوٹانا ناممکن ہو مالک صرف تاوان لے سکتا ہے۔	۲۸۶	مسلمان نے جانور ذبح کیا اور غیر مسلم نوکر کے ذریعہ گھر بھیجا کیا حکم ہے۔
۲۹۱	در مختار، اشباہ، تنویر، درر، ہدایہ وغیرہ سے مسئلہ کا جزئیہ اور حدیث سے تائید۔	۲۸۶	اس خبر کا تعلق معاملات سے اگر دل جمعی کہ سچ کہہ رہا ہے، مان لیا جائے۔
۲۹۳	کافر نے چھوڑے ہوئے جانور کو ارادہ بدل کر کسی کو ہبہ کر دیا تو ایسا جانور موبہوب لہ کے لئے جائز، اسے ماہل بہ لغیر اللہ سے کچھ علاقہ نہیں۔	۲۸۶	تمبین الحقائق اور در مختار کا جزئیہ۔
۲۹۳	شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی جو اس باب میں روش علماء کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں، وہ بھی تادم ذبح استمرار اہلال لغیر اللہ کو ضروری قرار دیتے ہیں۔	۲۸۷	اس کی بات میں کچھ شبہہ معلوم ہو تو نہ کھائے۔

۲۹۸	آیہ حرمت علیکم المیتة کی تفسیر۔	۲۹۴	ان کی مستدل حدیث اور عبارت نیشاپوری کا یہی مفاد ہے بلکہ شاہ صاحب نے اپنی تفسیر میں خود اس کی تصریح کی ہے۔
۲۹۸	اس تفسیر سے مسئلہ ما اهل به لغیر اللہ میں مسلک وہابیہ کا رد۔	۲۹۴	حکم مسئلہ یہ کہ نیت بدل جانے سے وہ جانور حلال ہو گیا۔
۲۹۹	زخمی یا مریض جانور اس کی حالت کتنی ہی سقیم ہو اگر زندگی ثابت ہو تو ذبح سے حلال ہو جائے گا۔	۲۹۵	مذبحہ جانور جس کے ذبح کا پتہ نہ ہو "سوال و جواب"
۲۹۹	زندگی کے ثبوت کے بعد زندگی کی کسی علامت کی ضرورت نہیں۔	۲۹۵	مدار صاحب کے مرغ کا "سوال"
۲۹۹	وجیز کردری سے اس امر کا جزئیہ کہ درندہ سر کھاجائے یا پیٹ پھاڑے اور جانور زندہ ہو تو ذبح جائز ہے۔	۲۹۸	جو مسلمان اللہ کے نام پر ذبح کرے اور اسی کے لئے اس کی جان لے لے وہ حلال ہے۔
۳۰۰	وجیز کردری میں رگ کے سلسلہ میں قطع کا لفظ ہے۔ قطع اور ہے سوراخ کرنا اور ہے۔	۲۹۵	مرغ کو نہ مزار پر لے جانا چاہئے نہ مرغ کی خصوصیت ضروری سمجھنا چاہئے۔ ثواب البتہ ان بزرگوں کی روح کو پہنچا دے۔
۳۰۰	وجیز کی عبارت میں تین فرعوں کا ذکر ہے جن میں بظاہر تعارض ہے۔	۲۹۵	بڑے پیر صاحب کے بکرے کے سلسلہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتویٰ حرمت سے "سوال"
۳۰۱	ان اقوال کے درمیان مصنف کی نفیس توفیق۔	۲۹۶	شاہ صاحب نے اس مسئلہ میں اپنے فتاویٰ اور تفسیر دونوں جگہ غلطی کی ہے۔
۳۰۱	ایک دوسری توفیق اور فوات محل ذبح میں تحقیق مناط کی بے مثال تقریر۔	۲۹۶	امام مالک فرماتے ہیں بے دلیل تو صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول مقبول ہے بقیہ کوئی عالم معصوم نہیں۔
۳۰۳	تمام فروع مختلفہ کا اتفاق اور سوال استثنائاً کا جواب۔	۲۹۶	بزرگوں کے نام کے جانور سے "سوال و جواب"
۳۰۴	کتے کے پکڑے زخمی جانور کے ذبیحہ سے "سوال"	۲۹۶	درندہ نے حلال جانور کی رگ چھید ڈالی تو وہ جانور بشرط حیات پھر ذبح ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اور کل مذبح کھا جائے تو کیا حکم ہے۔
۳۰۴	کتا شکاری ہو اور بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا ہو تو زخم سے مر جائے تب بھی حلال ہے۔	۲۹۷	کشمیر کے ایک مفتی صاحب کے فتوے کے جواب میں مصنف کی تحریر (حاشیہ)

۳۰۶	ذبح بقر اور قطع شجر جائز ہے۔ قرآن کی آیت سے اس کا ثبوت ہے اور اس بارے میں لوگوں میں جو قول مشہور ہے بے اصل ہے۔	۳۰۴	زندہ ہے تو ذبح کر لیا جائے، کتے کے ڈالے ہوئے زخم سے اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔
۳۰۷	شارب خمر ضرر معذب ہے لیکن مسلمان ہے تو دائی نہیں، ایسا شخص زیر مشیت الہی ہے اور انجام بلا شبہ مغفرت ہے۔	۳۰۴	ذبح کے کچھ دیر کے بعد خون دینے اور عورت اور بچے کے ذبیحہ سے "سوال"۔
۳۰۷	ذبح اور قطع کی اجرت جائز ہے۔ بیسیوں سے اجرت مقرر کرنا جائز اسی جانور بلکہ دوسرے جانور کے گوشت سے اجرت مقرر کرنا منع ہے۔	۳۰۴	حلت کی علت جانور کا وقت ذبح زندہ ہونا ہے خون فوراً یا بعد میں دے یا نہ دے۔
۳۰۷	جو شخص گوشت اجرت میں لینے کی عادت بنا لے فاسق ملعن ہے۔ اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔	۳۰۴	عورت یا بچہ مطابق شرع ذبح کرے تو ان کا ذبیحہ حلال ہے۔
۳۰۸	ہندوؤں کا جانور بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کرے تو حلال ہے مگر مسلمانوں کو یہ فعل مکروہ ہے۔	۳۰۴	خون نہ دینے کی صورت میں علماء کا اختلاف ہے۔
۳۰۸	اور ہندوؤں کی نیت پر کرے تو جانور مردار، اور اس کے ایمان میں بھی خطرہ، لیکن مسلمان پر ایسی بدگمانی نہ کرنی چاہئے البتہ ایسے شخص کی امامت سے پرہیز بہتر ہے۔	۳۰۵	بھینس جس کی زندگی کے بارے میں یقین نہیں ذبح کر کے دس روپیہ میں قصاب کو دی اس نے گوشت دفن کر دیا اور کھال چھ روپیہ میں بیچ دی اس پر کتنا مطالبہ ہو۔
۳۰۸	خاکروب کے بنائے ہوئے بکرے کا "سوال"	۳۰۵	مذکورہ بھینس اگر بالیقین زندہ تھی یا ذبح کے وقت زندگی کی علامت پائی گئی پورے دس روز ورنہ کچھ نہیں۔
۳۰۹	مسلمان نے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا ہو تو اس کے حلال ہونے میں شبہ نہیں۔	۳۰۵	صدقہ کا جانور بلا ذبح مصرف کو دینے کا "سوال"
۳۰۹	غیر مسلم بھنگیوں کا بنایا اس لئے ہو کہ اس نے اپنے بتوں کے نام چڑھایا تو ایسا گوشت مسلمان کو کھانا حرام ہے۔	۳۰۶	صدقہ واجبہ ہو اور وجوب خاص ذبح کا تو بے ذبح ادا نہ ہوگا، ہاں ذبح کا وقت نکل گیا ہو تو زندہ ہی صدقہ کیا جائے۔
		۳۰۶	ذبح بقر اور قاطع شجر اور شراب خمر اور ذبح کی اجرت اور چڑھاوے کا جانور ذبح کر نیوالے کے بارے میں سوال۔

۳۱۱	ایضا گھوڑے کے گوشت اور دودھ کے بارے میں علماء میں سخت اختلاف ہے گوشت میں احتیاط قول امام میں ہے۔ جس قول میں دودھ کو حلال کہا اس میں وجہ فرق یہ ہے کہ گوشت کے حرمت کی وجہ تقلیل آلہ جہاد ہے۔ اور دودھ میں یہ وجہ نہیں پائی جاتی۔	۳۰۹	اگر بکرا مسلمان کا تھا اور اس نے بنوایا اور وہ اپنا ناپاک پیشہ بھی کرتا ہے۔ تو اگر خوب اچھی طرح اس نے صفائی نہ کر لی ہو تو یہ سخت بے احتیاطی ہے۔
۳۱۲	گدھا، خچر اور گھوڑے کے گوشت سے "سوال"	۳۰۹	اور اگر صفائی کر لی ہو تو دیکھا جائے گا کہ لوگ وہاں اس کے چھوئے ہوئے کو کھانے سے پرہیز کرتے ہیں یا نہیں۔ پرہیز کرتے ہیں تو بنوانے والے نے بے پروائی کی اور مصلحت دینی کے خلاف کیا اور نافرمانی کے مرتکب ہوئے۔
۳۱۲	گدھا حرام ہے۔ یونہی وہ خچر جو گدھی سے پیدا ہوا، گھوڑا امام اعظم کے مذہب میں مکروہ تحریمی ہے۔ یونہی وہ خچر جس کی ماں گھوڑی ہو۔	۳۰۹	یہ سارا حکم اس وقت ہے کہ ذبح کے وقت سے بنائے دوران اور مسلمان کے ہاتھ میں آنے تک برابر مسلمان کی نگاہ میں رہا۔
۳۱۲	حرمت خرکی حدیث	۳۰۹	تھوڑی دیر کے لئے غائب ہوا تو حرام۔
۳۱۲	الو کی حلت و حرمت سے سوال اور عالمگیری، طحاوی، شامی، میزان، اور حیوۃ الحیوان کا حوالہ کہ شافعیہ کے نزدیک حرام اور حنفیہ کے یہاں حلال ہے مگر عالمگیری میں یہ قول لفظ قیل کے ساتھ بیان کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قول ضعیف ہے۔	۳۱۰	گھوڑے کا گوشت صاحبین کے نزدیک حلال ہے اور امام صاحب مکروہ فرماتے ہیں۔ کراہت تحریمی ہے۔
۳۱۳	حیوۃ الحیوان کا حوالہ غلط ہے اس میں حنفیہ کی طرف حلت کی نسبت نہیں، البتہ شافعیہ کے دو قول ہیں۔	۳۱۰	قاضی خاں نے اس کی تصحیح کی وہ فقیہ النفس ہیں فتویٰ انھیں کی تصحیح ہوگا۔
۳۱۳	ان تین کتابوں کے علاوہ تمام کتب فقہ اور احادیث میں بچہ اور سید والے شکاری جانور کو حرام قرار دیا ہے۔ عالمگیری، طحاوی، شامی، میزان شعرانی سے اس موضوع پر نصوص۔	۳۱۰	قہستانی نے اس کی تصحیح کی، اور خلاصہ، ہدایہ، محیط، مغنی سے قاضی خاں نے نقل کی اسی پر متون ہیں جن کی وضع نقل مذہب کے لئے ہوئی اور جن پر فتویٰ ہوتا ہے۔
		۳۱۱	کفایہ میں اس کے خلاف کو ظاہر الروایہ کہنا یا جمہور کا فتویٰ اس کے خلاف ہونا اس کو مضر نہیں۔

۳۱۸	مطلقاً دانت ہونا موجب حرمت نہیں بلکہ اس سے شکار کرنا حرمت کا موجب ہے۔	۳۱۴	ایسے جانوروں کے حرمت کی حکمت یہ ہے کہ ان کی خصلت شرعاً بری ہے تو کھانے والا بھی ایسا ہی بد خصلت ہو جائے گا۔
۳۱۸	چمگاڈ شکاری جانور نہیں۔	۳۱۵	ایسے جانور کی حرمت پر امام اعظم، شافعی و احمد کا اتفاق ہے۔
۳۱۹	دانہ خور کوے اور دانہ و نجاست دونوں کھانے والے کوے سے "سوال"	۳۱۵	الو کے بچے والے شکاری جانور ہونے میں شبہ نہیں۔
۳۱۹	دانہ خور کوے کو غراب الزرع کہتے ہیں، جو چھوٹا سیاہ اور اس کی چونچ سرخ ہوتی ہے۔	۳۱۵	اس بات کی یعنی شہادتوں کا بیان۔
۳۱۹	اور مردار خور کوے کو غراب البقع، اس کے رنگ میں سیاہی کے ساتھ سفیدی بھی ہوتی ہے اس میں وہ پہاڑی کوا بھی داخل ہو جو بڑا او بالکل سیاہ ہوتا ہے۔	۳۱۶	عجائب المخلوقات مرات الاصطلاحات اور امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے شعر سے الو کے شکاری جانور ہونے کا ثبوت۔
۳۲۰	جمع کر کے کھانیوالے کو عقیق کہتے ہیں اس میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ کہ مکروہ تنزیہی ہے۔	۳۱۷	اس شبہ کا جواب کہ بعض کتابوں میں لفظ بوم کے ساتھ یوکل کا لفظ آیا ہے۔
۳۲۰	کوے اور الو سے "سوال و جواب"	۳۱۷	یہ روایتیں قاعدہ کلیہ فقہیہ اور مشاہدات کے معارض نہیں ہو سکتیں۔
۳۲۰	پیلوں کے انڈے اور گوشت، اور ایسے مرغ کے پالنے سے "سوال و جواب"	۳۱۷	عرب میں لفظ بوم صرف الو کے لئے ہی موضوع نہیں۔
۳۲۰	گائے کی حلت قرآن سے ثابت ہے حضور نے کھایا یا نہیں۔ یہ اس وقت پیش نظر نہیں۔	۳۱۷	ہرات میں اڑنے والے پرند کو عربی میں بوم کہتے ہیں۔
۳۲۱	گائے کا گوشت سرکار نے تناول فرمایا یا نہیں۔ "سوال و جواب"	۳۱۷	بوم غیر ذی محلب پرند کو بھی کہتے ہیں۔
۳۲۱	گائے کا گوشت سرکار نے کھایا۔ (حاشیہ)	۳۱۸	چمگاڈ کی حلت و حرمت سے "سوال"
۳۲۱	کبوتر کا گوشت اور حقیقہ کا گوشت ماں باپ کے لئے حلال ہیں۔	۳۱۸	چمگاڈ کی حلت و حرمت میں ہمارے علماء میں اختلاف ہے۔
۳۲۲	کون سا خرگوش جائز ہے بچہ والا یا کھر والا "سوال"	۳۱۸	فوائد حنفیہ کے مطابق وہی قول حلت ہے۔

۳۲۵	علامہ قزوینی کے ذکر کردہ فروق کا بیان۔	۳۲۲	خرگوش کے پنچہ ہی ہوتا ہے وہی حلال ہے۔ کھر والا خرگوش دنیا کے پردے پر نہیں۔
۳۲۵	مصنف کی تحقیق کہ جریث اور مارماہی دو علیحدہ علیحدہ مچھلیاں ہیں۔	۳۲۲	تالاب میں کفار کی ڈالی ہوئی مچھلیوں اور مشترکہ کپنی کی شرکت اور حصص کی فروخت سے "سوال"
۳۲۵	مارماہی کی تشریح اور مختلف زبانوں میں اس کے نام کا بیان۔	۳۲۳	مچھلیاں پکڑنے والے کی ملک ہوتی ہیں، دوسرے تالاب میں چھوڑنے سے ملک سے خارج نہیں ہوتی تو ایسی مچھلیوں کے کھانے کی ممانعت ملک غیر کی وجہ سے ہوگی لیکن یہاں ایسی مچھلیاں مباح الاصل ہیں۔
۳۲۵	مارماہی کی پیدائش کے بارے میں مختلف نظریات اور خود مصنف کا نظریہ،	۳۲۳	اگر شرکت کی وہ تجارت بروجہ شرعی ہو تو شرکت جائز، خریدے ہوئے حصوں کی فروخت البتہ ناجائز ہے۔
۳۲۵	جری، صلور اور انگلیس کے بارے میں اہل فن کے اختلافات کا ذکر۔	۳۲۳	غیر مسلم کے ہاتھ کی پکڑی ہوئی مچھلی جائز ہے کہ مچھلی میں ذبح شرط نہیں۔
۳۲۵	ارشاد الساری مجمع بحار الانوار، قاموس تاج العروس حیوۃ الحیوان عجائب قزوینی اور ملتقی البحر سے مارماہی کی تعیین۔	۳۲۳	عجیب و غریب سمندری جانور اور جریث اور سگھی کی تشریح سے "سوال"
۳۲۹	عمدة القاری، مجمع بحار الانوار، تاج العروس، حیاہ الحیوان سے ایسی روایتوں کی تخریج جس میں جریث اور مارماہی کو ایک لکھا ہے۔	۳۲۳	مذکورہ بالا مچھلی اگر ہو تو ایسی نادر ہے کہ عوام کے علم سے باہر ہے۔ یہ مچھلی جریث نہیں ہو سکتی۔
۳۳۰	مصنف کی تحقیق کہ فقہاء کے نزدیک یہ دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں۔	۳۲۳	جریث کے بارے میں مبسوط کی ایک روایت کہ یہ کثیر الوجود مچھلی ہے۔
۳۳۰	مغرب، البصاح، حاشیہ الکشمی، در مختار، عمدہ، فتح اللہ المعین، حاشیہ کنز الازہری طحطاوی اور شامی سے دونوں کے علیحدہ ہونے کی شہادت۔	۳۲۳	علامہ قزوینی نے جریث کو مارماہی کہا، اور بعضوں نے اس کو جریث کہا ہے۔
۳۳۱	سگھی اردو زبان کا لفظ نہیں اس لئے اس سے لاعلمی۔	۳۲۵	انہوں نے اس نادر مچھلی کو عجائب بحر فارس اور جریث کو عجائب بحر ہند میں لکھا ہے۔

۳۳۶	جھینگے کے بارے میں علماء کے دونوں طرح کے قول ہیں۔	۳۳۲	چھوٹی مچھلیوں کا کھانا شافعی مذہب کے نزدیک حرام اور باقی ائمہ کے نزدیک حلال ہے۔ مگر جوہر الاخلاطی میں اس کی حرمت کی تصریح۔ لہذا احتیاط اولیٰ،
۳۳۶	مصنف کی تحقیق کہ ہمارے یہاں مچھلی کے علاوہ سب حرام ہیں، تو جن کے یہاں جھینگا مچھلی ہے حرام نہیں، اور جن کے وہاں مچھلی نہیں حرام ہے۔	۳۳۳	سوکھی مچھلی اور اس کے حرام کہنے والے کے بارے میں سوال۔
۳۳۶	کتب طب و علم السیوان میں جھینگے کو بالاتفاق مچھلی کہا گیا۔	۳۳۳	سوکھی مچھلی حلال ہے۔ اس کو حرام کہنے والا جاہل ہے تو سمجھایا جائے، اور عالم ہے تو اس کو تجدید نکاح اور تجدید اسلام کا حکم دیا جائے۔
۳۳۶	قاموس، صحاح، تاج العروس، صراح، منہجی الارب، مخزن، تحفہ، تذکرہ داؤد انطاکی کے نصوص۔	۳۳۳	ریگ ماہی کو عالمگیری میں حشرات الارض لکھا ہے لہذا حرام ہے۔
۳۳۷	حیاء السیوان، جامع ابن بطیار، انوار الاسرار سے مضمون بالا کے نصوص۔	۳۳۴	سوکھی مچھلی اور سوکھے گوشت میں پکانے کے بعد ہو تو اس کا کھانا مکروہ لطافت طبع اور نظافت اسلام کے خلاف۔ ایسے آدمی کی بو کی حالت میں مسجد میں جانا منع، اور اگر جسم کو ضرر دے تو اس کا کھانا حرام
۳۳۸	مصنف کی رائے کہ جوہر اخلاطی میں چھوٹی مچھلی جس کی الائنش دور نہ کی جائے اس کو مکروہ لکھا ہے تو جھینگے کو ایسی مچھلی کے حکم میں ہونا چاہئے اس کی صورت مچھلی سے زیادہ جانور کے مشابہ اور لفظ مچھلی کا اطلاق غیر مچھلی پر بھی ہوتا ہے جیسے ریگ ماہی وغیرہ، تو احتیاط اولیٰ ہے۔	۳۳۴	مچھلی ذبح نہ کرنے کی حکمت کا "سوال"
۳۳۹	جھینگے، پوست بیضہ، مکرئی کے جالے کے کھانے کا "سوال"	۳۳۴	ذبح کی حکمت دم مسفوح کا نکالنا ہے۔ ٹیڑی اور مچھلی میں دم مسفوح نہیں ہوتا لہذا ذبح نہیں۔
۳۳۹	جھینگے میں علماء کا اختلاف ہے۔ پوست بیضہ کا حکم بیضہ کا ہے۔ جالے کا تزویہ نظر میں نہیں، مگر ظاہر ممانعت جیسے بھڑکا چھتہ کہ دونوں ان کے تھوک سے بنے ہیں۔	۳۳۴	ہمارے نزدیک یہی دو جانور بے ذبح جائز، شوائع کے نزدیک باقی دریائی جانور بھی، تو وہ سب کو بے ذبح کھاتے ہیں۔
۳۴۰	ملائم ہڈی کھانا جائز ہے۔	۳۳۶	مچھلی کی آنت سمیت کھانے کا، "سوال و جواب"

۳۴۵	اگر حیات ثابت ہو تو کسی علامت حیات کی ضرورت نہیں، اور حیات میں شبہ ہو تو علامات سے پتہ چلے گا۔			کتاب الصيد
۳۴۵	حیات کی علامتوں کا بیان۔	۳۴۱		شکار سے "سوال"
۳۴۶	مدارک اور معالم سے موقوفہ کا بیان۔	۳۴۱		شکار کھیل و تفریح کی غرض سے ہو تو حرام ہے ورنہ حلال۔
۳۴۶	مصنف کی تحقیق کہ بندوق کا مارا ہوا موقوفہ ہے۔	۳۴۱		علامت تفریح کا بیان۔
۳۴۷	ایضا بندوق کے شکار کا "سوال و جواب"	۳۴۲		ایضاً شکار سے "سوال"
۳۴۸	بندوق سے شکار کا ایک اور سوال۔	۳۴۲		شکار دو یا غذا کے لئے مباح، تفریح کے لئے حرام۔
۳۴۹	کتے کے پکڑے ہوئے شکار سے "سوال"	۳۴۲		بضرورت شکار ہونے کی علامتوں کا بیان۔
۳۴۹	معلم کتے کا بیان۔	۳۴۳		مچھلی کا شکار اور کانٹے میں زندہ گھیر لگانا بضرورت جائز، تفریحاً ناجائز ہے۔
۳۴۹	معلم کے ساتھ میں دوسرے غیر معلم اور غیر مسلم کے کتے نہ ہونے کی شرط۔	۳۴۳		زندہ گھسیا پر ونا جائز اور مار کر پر ونا جائز، شکار ہر دو صورت میں جائز ہے۔
۳۴۹	دوسری شرط کہ کتے والے کو شروع سے آخر تک اسی طرف متوجہ رہنا چاہئے۔	۳۴۳		بندوق کی گولی تیر کے حکم میں نہیں، اس کا مارا ہوا شکار حرام ہے۔
۳۴۹	شکاری کتے کے شکار کے حلال ہونے کی کل چودہ شرطیں ہیں۔	۳۴۳		ذبح میں آلہ کا جارح ہونا شرط ہے گولی ایسی نہیں ہوتی۔
۳۵۱	شکار میں ہنوز مذبح سے زیادہ زندگی باقی ہے۔ تو ذبح ضروری ہے۔	۳۴۳		شامی کی تشریح کہ اس میں خرق و قطع نہیں ہوتا۔ اگر بالفرض کوئی گولی ایسی بنائی جائے جس میں دھار ہو تب بھی یہ یقین نہیں کہ جانور دھار سے ہی قطع ہوا۔
۳۵۱	دانت لگنے سے شکار کے ناپاک ہونے کا خیال غلط ہے۔	۳۴۴		ہدایہ سے مسئلہ کی تشریح۔
۳۵۱	اڈنگ شکار کے وقت کتا غصہ میں ہوتا ہے۔ غصہ کی حالت میں کتے کا لعاب خشک ہو جاتا ہے۔ ٹانیا خون بھی ناپاک ہے زخمی ہونے کے بعد جس کا نکلنا ضروری ہے۔	۳۴۵		بندوق سے شکار کئے ہوئے جانور میں اگر حیات ہو اور ذبح کر لیا جائے تو جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔

۳۵۸	در مختار اور علامہ رحمتی کا جزئیہ۔		کتاب الاضحیہ
۳۵۸	مطلع شمس ہر تین ۳ میل پر بدلتا ہے اور مطلع قمر بہتر ۷۲ میل پر۔	۳۵۳	ہلال عید الاضحیٰ کے بعد ناخن اور بال ترشوانے کا "سوال"
۳۶۰	انتیس کی ثبوت رویت کے اعتبار سے تیرھویں کی قربانی کے گوشت کی رقم صدقہ کرنے کا حکم وجوبی ہوگا۔	۳۵۳	عشرہ ذوالحجہ میں ناخن، بال وغیرہ نہ ترشوانے کا حکم استحبابی ہے۔
۳۶۰	رویت ہلال کے بارے میں اخبار کی خبر کا "سوال و جواب"	۳۵۳	اگر کسی وجہ سے چالیس دن ہو گئے ہوں تو عشرہ ذوالحجہ میں ہی کٹوائے کہ چالیس دن سے زیادہ تک نہ کٹوانا گناہ ہے۔ مستحب کے لئے گناہ نہیں کیا جاسکتا۔
۳۶۰	راپور اور بریلی کے مطالع اور ان کے فرق کا بیان۔	۳۵۳	قربانی کے وقت کا "سوال"
۳۶۱	گھروں میں جتنے آدمیوں کے نام قربانی واجب تھی کچھ کی طرف سے قربانی نہ ہو سکی تو بقیہ لوگ اپنے اپنے حصہ کی قربانی کی قیمت صدقہ کریں۔	۳۵۳	بارہ ذوالحجہ تک قربانی جائز ہے تیرھویں کو نہیں۔
۳۶۱	چند مکان سکونت سے زائد ہوں تو قربانی واجب ہے یا نہیں۔	۳۵۵	ایک جگہ ذوالحجہ کی رویت تیس کے حساب سے ہوئی، اور دوسری جگہ انتیس کے حساب سے تیس والوں نے قربانی اپنے حساب سے آخری دن کی، اگر انتیس والوں کی خبر تیس والوں کے یہاں بے ثبوت شرعی پہنچی تو ان کی قربانی ہو گئی اگرچہ انہوں نے خلاف احتیاط کیا کہ سب سے مفضول ہے۔ اور انتیس کا احتمال ہونے کی صورت میں محتمل دن قربانی کی ان کے لئے احتیاطیہ حکم ہوگا کہ جتنا گوشت اپنے اور احباب کے صرفہ میں لائے اتنے کی زندہ جانور کی قیمت صدقہ کریں۔
۳۶۱	حاجت سے زائد مکان کی نقد قیمت مقدار نصاب پر ہو تو قربانی واجب ہے۔ مکان چند ہوں یا ایک اور ان کو کرایہ پر چلاتا ہو یا چھوڑ رکھا ہو۔	۳۵۶	قسمتانی اور عالمگیری سے مسئلہ کا جزئیہ۔
۳۶۲	صاحب نصاب پر لازم آئیوالے حقوق کی تفصیل۔	۳۵۷	اگر بطریق موجب شرعی ثبوت ہلال ہو گیا تو یہاں کے لئے بھی تیس کی رویت ہوئی۔
		۳۵۸	در بارہ عید الاضحیٰ علامہ شامی اختلاف مطالع کا اعتبار کرتے ہیں۔

۳۶۹	قرض مردہ والے پر بھی زکوٰۃ و قربانی نہیں۔	۳۶۳	خزانہ میں زعفرانی کے اس قول کو مقدم کیا کہ اعتبار قیمت کا ہے۔
۳۶۹	گھر کا مالک قربانی کرے تو گھر بھر کی طرف سے ہو جائے گی یا نہیں۔	۳۶۳	ہندیہ اور رازیہ سے تائید مزید۔
۳۶۹	ایک قربانی سب گھروالوں کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔	۳۶۳	متون و شروح کی کثیر روایات سے یہی ثابت ہے۔
۳۶۹	اور مالک نصاب کے علاوہ کسی پر قربانی واجب نہیں۔	۳۶۳	ہدایہ سے ضرورت اصلیت کی توضیح۔
۳۶۹	نقلی قربانی کا بھی یہی حکم ہے کہ ایک چند کی طرف سے نہیں ہو سکتی البتہ کرنے والا اس کا ثواب جس کو چاہے پہنچا سکتا ہے۔	۳۶۳	مسئلہ میں اختلاف متاخرین کی طرف سے ہے مگر جو ہم نے ذکر کیا وہی احوط ہے۔
۳۶۹	و جب قربانی کے لئے مقدر نصاب سے چاندی یا سونا دیگر مال اسی قیمت کا ہو نا ضروری ہے یا نہیں۔	۳۶۳	مختلف کتب فقہ سے ان عبارتوں کی تخریج جن میں ایسے شخص کے لئے اخذ زکوٰۃ جائز رکھا ہے۔
۳۷۰	مالک نصاب ہونے کے لئے حاجت اصلیت کے علاوہ چھین روپے کے مال کا مالک ہونا ضروری ہے۔	۳۶۵	مصنف کی تطبیق کہ دونوں حکم علیحدہ علیحدہ ہیں ان میں کوئی تعارض نہیں زکوٰۃ لے سکتا ہے اور قربانی اس پر واجب ہوگی۔
۳۷۰	کاشتکار کے بل تیل، حاجت اصلیت میں ہیں۔	۳۶۶	نصاب صدقہ فطر اور قربانی کا "سوال"
۳۷۰	یہ امر خلاف واقعہ ہے کہ ہزار روپے ماہوار آمدنی والا قربانی کے دن چھین روپے کا مالک نہ ہو، بائیں ہمہ ایسا ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں۔	۳۶۷	جس شخص کے پاس پچاس روپیہ کا طلائی اور بیس روپیہ کا نقرئی زیور ہے۔ دونوں ملا کر وہ نصاب ہے زکوٰۃ فطرہ قربانی سب اس پر واجب ہے۔
۳۷۰	وہ جس پر قربانی واجب ہے اگر پاس نقد نہ ہو تو ادھار لے یا اپنا کوئی مال بیچے۔	۳۶۷	جس کا قرض اس کے مال کو محیط ہو اس پر زکوٰۃ فطرہ اور قربانی کچھ نہیں۔
۳۷۰	جس بکری کو قربانی کے لئے خریدا، دودھ والی یا گاجھن دیکھ کر اس کے عوض میں دوسری کرنا، اور اس کے دودھ وغیرہ کے انتظام کے متعلق "سوال"	۳۶۹	نابالغ مالک نصاب پر نہ خود زکوٰۃ و قربانی نہ اس کی طرف سے اولیاء پر۔

۳۷۷	مختصر جواب اور صورت مسئلہ کا حکم۔	۳۷۱	صاحب نصاب کے لئے قربانی کی نیت سے جانور خریدنے سے متعین نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کا پالنا یا بچنا اور اس کا دودھ پینا روا ہے۔
۳۷۷	قربانی کے ایام کی تخفیف پر حکام کے سامنے اظہار رضامندی کا "سوال"	۳۷۱	گابھن یا دودھ والی بکری کی قربانی ہو تو جاتی ہے لیکن ناپسندیدہ ہے۔ حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے۔
۳۷۷	مسئلہ تطبیق فی الرکوع کی سند کا "سوال"	۳۷۱	قربانی کس کس پر واجب یا فرض ہے۔
۳۷۸	غیر مقلدین کا حکم، ان کے بعض غلط مسائل کا بیان، اور خوشنودی کفار کے لئے ایام قربانی میں تخفیف پر ان کی ملامت۔	۳۷۱	غیر مسلموں کی خوشنودی کے لئے گائے کی قربانی موقوف کرنا کیسا ہے۔
۳۷۸	شہر اور قریہ میں قربانی کے اوقات اور اہل شہر کی اپنی قربانیاں دیہات میں بھیجنے سے "سوال"	۳۷۱	قربانی صاحب نصاب پر واجب ہے اور کسی کی خوشنودی کے لئے بند کرنا حرام ہے۔
۳۷۹	شہری دیہاتیوں کی طرف سے بھی قربانی قبل نماز عید ممنوع۔	۳۷۲	مال شرکت سے شرکاء کی اجازت سے قربانی کرنے سے "سوال"
۳۷۹	شہر سے دیہات میں قربانی بھیجنے کی ترکیب اور فٹائے مصر وغیرہ کا بیان۔	۳۷۲	نصاب سے کم مال رکھنے والے کی قربانی سے "سوال"
۳۸۰	دیہات میں قربانی واجب ہونے اور نہ ہونے کا "سوال" و جواب۔	۳۷۲	نصاب سے کم مال رکھنے پر قربانی واجب نہیں، کر لے تو ہو جائے گی۔
۳۸۱	○ ھادی الاضحیہ بالشاة الھندیة	۳۷۲	ایسے شخص نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو اسی کی قربانی واجب ہو گئی بدلنا جائز نہیں۔
۳۸۱	بھیر کی قربانی جائز یا ناجائز ہونے کا "سوال"	۳۷۲	مال مشترک سے کسی ایک شریک کے نام سب کی اجازت سے قربانی ہو جائے گی۔
۳۸۲	اس سلسلہ میں کسی مولوی صاحب کے عدم جواز کے فتوے کی نقل۔	۲۷۳	مسئلہ شرکت کی تفصیل اور اس کی پانچوں قسموں کا بیان۔
۲۹۳	مصنف علیہ الرحمۃ کا جواب اور فتوئے عدم جواز کا رد۔	۳۷۳	ہر صورت کی علیحدہ علیحدہ تفصیل، سب کا حکم اور کتب فقہ سے ہر مسئلہ کا جزئیہ۔
۳۹۳	اصل حکم کہ یہ جانور بہیمہ انعام میں سے ہے اور بکری کی ہی ایک قسم ہے اور اس کی قربانی باجماع اہل اسلام جائز ہے۔		

۳۹۶	جس کو بھیڑ کے بہیمہ الانعام ہونے میں شبہ ہو وہ بھیڑ کی نوع متعین کرے کہ وہ جانور کی کس قسم میں ہے۔	۳۹۳	اس مسئلہ میں اہل اسلام کا توارث ثابت ہے۔ اور کسی ایک آدمی کو بھی اختلاف یا شک نہیں۔
۳۹۷	تنبیہ نمبر ۲	۳۹۳	سب کو گمراہ اور گمراہ گر قرار دینا سرکشی ہے واضح مسائل کا انکار کرنے والوں کا جواب خاموشی ہے۔
۳۹۷	انعام کی تقسیم کہ آیت قرآن میں حمولہ سے مراد اونٹ اور بیل، اور فرشا سے مراد بکری اور بھیڑ ہے۔ اور آیت اولیٰ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انعام قربانی کا جانور ہے۔	۳۹۳	منازع کو خاموش اور غافلوں کی تنبیہ کے لئے ہم نے یہ تحریر لکھی۔
۳۹۷	تنبیہ نمبر ۳	۳۹۵	قارئین سے گزارش کہ جلدی نہ کریں، پوری تحریر پڑھ کر فیصلہ کریں۔
۳۹۷	یہ مسئلہ اتفاقی ہے کہ غنم قربانی کا جانور ہے۔	۳۹۵	تنبیہ نمبر ۱
۳۹۷	بھیڑ کا غنم کی نوع ہونا بھی طے شدہ امر ہے۔	۳۹۵	بدیہات کی تفہیم مشکل ہے۔ پھر بھی میں پوری جدوجہد کروں گا۔
۳۹۷	شاہ رفیع الدین صاحب کے ترجمہ سے بھیڑ بکری کے ایک جنس ہونے کا ثبوت۔	۳۹۵	آیات قرآنی سے ثابت ہے کہ قربانی صرف بہیمہ الانعام کی جائز ہوگی۔
۳۹۷	تنبیہ نمبر ۴	۳۹۶	بھیڑ یقیناً بہیمہ الانعام میں سے ہے۔
۳۹۷	ایسے موقعہ پر قول فیصل علمائے لغت کی بات ہوتی ہے۔ اور جس کو بھی عربی و فارسی و اردو پر عبور ہو جانتا ہے کہ ہندی زبان میں لفظ بھیڑ وہی ہے جسے فارسی میں میش اور عربی میں ضان کہتے ہیں۔	۳۹۶	معالم التنزیل سے بہیمہ الانعام کی توضیح اور تفسیر۔
۳۹۸	ترجمہ رفیع، ترجمہ فارسی شاہ ولی اللہ، ذخیرہ عقلمی، صحاح، نفائس، تحفۃ المؤمنین، منتخب رشیدی وغیرہ سے مضمون بالا کا ثبوت۔	۳۹۶	گھوڑا، خچر، گدھا بہیمہ الانعام سے نہیں۔
۳۹۸	اب صورت یہی رہ گئی ہے کہ ایک بھیڑ لے کر تینوں ملک میں پھرا جائے، اور ایک ایک سے پوچھا جائے یہ کون جانور ہے۔	۳۹۶	مصباح سے بہیمہ الانعام کی تصریح۔

۴۰۳	دونوں میں تیرہ چیزوں میں فرق کا بیان۔	۴۰۰	تنبیہ نمبر ۵
۴۰۳	بھینس کی قربانی خلاف قیاس جائز ہے۔	۴۰۰	اس بات پر دلیل تنویری کہ مذکورہ بالا طریقہ ہی اس بات کے حل کا آخری ذریعہ ہے۔
۴۰۴	عرفا گائے اور بھینس میں فرق ہونے کا بیان۔	۴۰۰	تنبیہ نمبر ۶
۴۰۴	گائے اور بھینس میں صرف اعضاء میں اتحاد ہے، یہ اتحاد تو گھوڑے اور گدھے میں بھی ہے لیکن یہ دونوں مہانن نوعیں ہیں۔	۴۰۰	یہ بات ہی سرے سے غلط ہے کہ قربانی میں بھینس کو گائے کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے۔ اور بھیڑ کو بکری کے ساتھ لاحق نہیں کر سکتے۔
۴۰۴	گائے اور بھینس کے اعضاء میں بھی فرق کا بیان۔	۴۰۰	قربانی کا مسئلہ ہی غیر قیاسی ہے۔ تو اس میں کسی کو کسی کے ساتھ لاحق کرنے اور نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
۴۰۴	ہندی بھیڑ عربی مینڈھے کے ساتھ ملحق ہونے کی بھینس سے بھی زیادہ مستحق ہے۔	۴۰۱	علامہ اتقانی، یعنی، اور طوری کا بیان کہ اراقۃ الدم کا عبادت ہونا خلاف قیاس ہے۔ اس لئے اپنے مورد پر مقصود ہوگا۔
۴۰۵	بھیڑ اور دنبہ کے تشابہ کا بیان۔	۴۰۱	وحشی جانور کی قربانی جائز نہیں۔
۴۰۵	بھیڑ اور دنبہ میں صرف اتنا فرق ہے کہ ایک کی دم چوڑی اور دوسرے کی گول ہوتی ہے۔	۴۰۱	بھینس بقر کی ایک نوع ہے اس لئے لفظ بقر اس کو شامل ہے، الحاق کی ضرورت نہیں۔
۴۰۵	بعض علاقوں کے انسانوں، اونٹوں، دنبوں کے درمیان بعض اعضاء میں اختلاف کا بیان۔	۴۰۲	اگر کنز کے لفظ "الجواموس کالبقر" سے شبہ ہو تو ایسے ہی ہے جیسے "الجنۃ کالاعراب"
۴۰۶	جب ایک نوع کے دو افراد میں ان اعضاء میں عدم وجود میں یہ اختلاف ہے تو پھر بھیڑ اور دنبہ کی دم چوڑی اور گول ہونے کی بنیاد پر انھیں دونوعیں شمار کرنا سخت غلطی ہے۔	۴۰۲	خود مجیب اول نے شامی، مفتاح اور اشعۃ سے ایسے اقوال نقل کئے ہیں کہ یہ بقر کی ہی ایک نوع ہے۔
۴۰۶	تنبیہ نمبر ۷	۴۰۳	مجبیب اول نے جان بوجھ کر بھینس کو ایک الگ نوع اور بقر کا مقابل قرار دیا۔
۴۰۶	جملہ اہل تفسیر، اہل حدیث، اہل فقہ، اہل لغت کیا عربی کیا عجمی، غنم کی دونوعیں مانتے ہیں ضان اور معز۔	۴۰۳	اگر لاحق کرنے کی ہی بات ہوتی تب بھینس اور گائے میں غیر معمولی فرق ہے۔ ایک کو دوسرے کے ساتھ لاحق کرنا عقلاً جائز ہی نہیں ہوتا۔

۴۱۰	یہ سوچنا غلط ہے کہ مسئلہ مجبوسہ میں بھی بعض مشارکات سے ہی تمیز مطلوب ہے۔	۴۰۷	کفایۃ الراضی، صحیح بحار الانوار، مرقاۃ، شرح الکنز، قاموس، مختار الصحاح، ذخیرہ العقبی، غیث کی عبارت سے اس کا ثبوت کہ عربی حضرات جس کو معز کہتے ہیں فارسی میں اس کو میث۔
۴۱۰	شیخ کی عبارت میں ایسے حکم کا بیان ہے جو ضان کے ساتھ خاص ہے تو لفظ میث سے اس کی تفسیر تفسیر بالاعم ہو ہی نہیں سکتی۔	۴۰۸	شیخ محقق اور علامہ شامی کے قول سے تائید مزید۔
۴۱۰	تنبیہ نمبر ۱۰۔	۴۰۸	جب غنم کی دو ہی قسمیں ہیں تو جو (بز) بکری نہ ہو لا محالہ (ضان) دنبہ میں داخل ہے۔
۴۱۰	جو استدلال اطلاقات کی بنیاد پر ہو اس کو احتمال کی بنیاد پر رد نہیں کیا جاسکتا۔	۴۰۸	اس جانور کا انعام میں ہونا متفق علیہ ہے اور انعام صرف چار ہی ہیں۔
۴۱۰	امام ابن ہمام نے بنت زنا کی حرمت کی دلیل یہی دی کہ وہ لغتہ بنت ہے اور اس لفظ کا اس معنی میں منقول ہونا ثابت نہیں۔	۴۰۹	یہ جانور ایل اور بقر سے تو ہے نہیں، لا محالہ یہ ضان ہوگا یا معز معز تو نہیں کہ وہ بال والا ہے۔ اور یہ اون والا تو لا محالہ ضان ہی ہوگا۔
۴۱۱	تنبیہ نمبر ۱۱۔	۴۰۹	اس شبہ کا جواب کہ دنبہ اور بھیڑ میں چکتی کافرق ہے۔
۴۱۱	علمائے تفسیر و حدیث و فقہ و لغت متفق ہیں کہ ضان اور معز میں صوف اور شعر کافرق ہے۔	۴۰۹	تنبیہ نمبر ۸۔
۴۱۱	مذکورہ بالا علوم کی کتابوں سے مسئلہ بالا پر حوالے۔	۴۰۹	مجیب کی تدقیق کا مدار اس پر ہے کہ فرق کی بنیاد چکتی ہونے اور نہ ہونے پر ہے۔
۴۱۲	امام احمد کی روایت کہ وہ ایک حدیث اور مرقاۃ کی اس کی تشریح سے استدلال کہ فرق صرف شعر و صوف کا ہے۔	۴۱۰	اگر اس کو بنیادی فرق مانا جائے تو غنم کی دو کے بجائے تین نوعیں ہونگی۔
۴۱۲	تنبیہ سابع میں گزری ہوئی نو نصوص کا مال بھی یہی ہے کہ ان دونوں میں صرف شعر و صوف کافرق ہے۔	۴۱۰	تنبیہ نمبر ۹۔
		۴۱۰	ضان کی تعریف میں لفظ میث وارد ہونے پر اس شبہ کا جواب کہ جب بعض مشارکات میں تمیز منظور ہو تو لفظ اعم کے ساتھ تعریف ہو سکتی ہے۔

۴۱۶	مسئلہ کفارہ صوم سے دلیل تنویری۔	۴۱۳	یہاں تک کی ۲۱ نصوص کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ضان کی تفسیر میش اور ذوات الصوف ہے۔
۴۱۶	امام غزالی کی تحریر سے مقام تفسیر میں اطلاق عام کی شاعت۔	۴۱۳	متفقہ میں عام کے ساتھ تعریف کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن اس کو عمدہ نہیں کہتے۔
۴۱۷	خود بھیڑ کی قربانی کے مسئلہ میں اسی مجیب نے سارے عوم کو اسی تفسیر عام کی بنیاد پر گمراہ بنا دیا۔	۴۱۳	شرح موافق اور حاشیہ تلویح سے مذکورہ بالا امر کا ثبوت
۴۱۷	مزید مسائل کی تفریح۔	۴۱۳	علماء جس کو غیر جید بتا رہے ہیں ان کی عبارتوں کو ان پر حمل کرنا عمدہ بات نہیں۔
۴۱۸	تنبیہ نمبر ۱۳۔	۴۱۳	تنبیہ نمبر ۱۲
۴۱۸	تحدید کا مسئلہ نقلی ہے۔ تو امام رازی، صدر الشریعہ، قاضی عضد الدین بیضاوی، تفتازانی، قطب الدین رازی فناوی وغیرہ اکابر کی مساواة کی تصریح کے مقابلہ میں فاضل لاہوری کا قول کیا سندر کھتا ہے۔ وہ بھی ایسی کتاب سے جو علم نحو کی ہو۔	۴۱۳	تعریف میں مساواة کی شرط ظاہر ہے اور بلا دلیل ظاہر کے خلاف پر حمل جائز نہیں۔
۴۱۹	تنبیہ نمبر ۱۵	۴۱۳	امام تفتازانی اور علامہ سید شریف کے قول سے مضمون بالا کی سند حمد و مدح میں تراویف ہے۔
۴۱۹	متفقہ میں نے جس طرح تعریف بالاعم جائز رکھی اسی طرح تعریف بالاخص بھی بلکہ مباحین سے بھی۔	۴۱۵	کسی چیز کا فی نفسہ جائز ہونا اور بات ہے اور کسی کلام کا اس پر محمول ہونا اور بات ہے۔
۴۱۹	حسن، چلپی، سید شریف، بحر العلوم کی عبارتوں سے مسئلہ بالا کی تائید۔	۴۱۵	تنبیہ نمبر ۱۳
۴۲۰	تو ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ میث والی تفسیر بالساوی ہو اور الیہ والی تفسیر بالاخص۔	۴۱۵	ہمارے نزدیک عام سے تفسیر اسی وقت جائز ہے جب مراد واضح اور اس پر قرینہ ہو ورنہ تلبیس کی وجہ سے ایسی تعریف ممنوع ہے۔
۴۲۱	تنبیہ نمبر ۱۶	۴۱۵	اہل لغت کا مشہور قاعدہ ہے کہ کمرہ بول کر شے معین مراد لیتے اور معرفہ بول کر غیر معین مسئلہ بالا کی مثال سے تفہیم۔
۴۲۱	مجیب اول کے اس شبہ کا جواب کہ ضان کی تفسیر میں جن لوگوں نے ذات الصوف کا لفظ استعمال کیا ہے اس کے ساتھ لفظ "من" بھی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ذوات الصوف میں سے بعض ہے۔	۴۱۶	شرعیات میں بدون قیام قرینہ اعم سے تفسیر باطل ہے۔

۳۲۵	تنبیہ نمبر ۱۹	۳۲۱	اڈا "من" کا لفظ صرف شرح نقایہ میں ہے ثانیاً یہ تبعیض کے لئے نہیں کیونکہ اسی عبارت میں "ماکان" کا لفظ ہے جو عموم افراد پر دلالت کرتا ہے۔
۳۲۵	ضان کو صوف والا نہ مانیں، الیہ کے ساتھ خاص کریں تو غنم کا حصہ ٹوٹ جائیگا، اس لئے ذات الصوف والی تعریف بالمساوی ہے اور ذات الیہ والی بالا خص۔	۳۲۱	یہ ایسا ہے جیسے فلاسفہ نے انسان کی تعریف میں کہا "کل من کان من اهل النطق"
۳۲۵	تنبیہ نمبر ۲۰	۳۲۱	مجیب نے اپنی عبارت میں بھی "من" کو اسی معنی میں استعمال کیا ہے۔
۳۲۵	اگر کوئی غنم بے الیہ والی ہو تو امام صاحب کے نزدیک اس کی قربانی جائز ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناجائز۔	۳۲۲	تنبیہ نمبر ۱۷
۳۲۶	اگر کسی ضان کا الیہ دم کی طرح ہو تو بالاتفاق بین الطرفين قربانی جائز ہے۔	۳۲۲	جان کی تعریف میں "من" تبعیض ہونیکے دوسرے قرینہ کا جواب۔
۳۲۶	اجناس، خلاصہ، وجیز، خزانہ، انوار البرار لار دینی شافعی کا حوالہ۔	۳۲۲	بکری کی تعریف میں "مالہ شعر" میں بعض مراد لینا اس بات کا قرینہ نہیں کہ ضان کی تعریف میں بھی "من" تبعیض ہی ہو کیونکہ اس کا مدار اس پر ہے کہ دو متصل جملوں کا ایک حکم ہے حالانکہ یہ اصول غلط ہے۔
۳۲۶	تو جس کے چکیتی نہ ہو وہ بھی ضان ہی رہے گا۔	۳۲۳	معز کی تعریف میں "ماکان ذوات الشعو" کا لفظ مساوی ہی ہے۔
۳۲۷	الیہ کے بغیر ضان نہ ہو تو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذکورہ بالا قول کا مطلب یہ ہوگا کہ جو بکری نہ ہو اس کی قربانی ناجائز یہ مہمل بات ہوگی۔	۳۲۳	اسی بنیاد پر گائے بیل اور بھینس سے اعتراض نہ ہوگا کہ وہ مقسم سے خارج ہے۔
۳۲۸	تنبیہ نمبر ۲۱	۳۲۳	تنبیہ نمبر ۱۸
۳۲۸	جانور میں اطراف بمنزلہ اوصاف ہیں۔	۳۲۳	اس تعریف کو عموم پر حمل کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔
۳۲۸	جانور میں اطراف کے مقابلہ میں کوئی دام نہیں ہوتا۔	۳۲۴	جملہ اہل لسان کا یہ فیصلہ ہے کہ صوف ضان کے ساتھ خاص ہے۔
۳۲۸	مشتری کے پاس باندی اندھی ہو گئی تو اس کے بلا اظہار عیب مراحتہ بیع جائز ہونے سے استنشاد۔		

۴۳۲	امام صاحب کے قول پر فتویٰ ہونے کی تصریح عبارت ائمہ سے۔	۴۲۹	چکتی نہ ہو تب بھی دنبہ دنبہ ہی رہے گا۔
۴۳۳	تمذیل، مجیب اول کی پیش کردہ تین عبارتوں میں ذات الیہ والی تعریف نہیں۔	۴۲۹	تنبیہ نمبر ۲۲
۴۳۴	مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کے فتویٰ کا بیان اور ان کے اور مجیب اول کے قول میں فرق کا بیان۔	۴۲۹	چوڑی، موٹی، خوب چربی دار کا نام ہی چکتی نہیں۔
۴۳۴	مولانا عبدالحی صاحب نے بھیڑ کے قربانی کا جانور ہونے کا انکار نہیں کیا، اس کے چھ ماہہ بچے کی قربانی منع کی۔	۴۲۹	چکتی میں چھوٹی بڑی ہونے کی کوئی قید نہیں۔
۴۳۴	مولوی صاحب موصوف کے منشاء غلط کا بیان۔	۴۳۰	قاموس سے چکتی کی تعریف۔
۴۳۵	مصنف کے ایک فتویٰ کا ذکر جس کو مولانا کے کسی شاگرد کے جواب میں لکھا تھا۔	۴۳۰	یہ تعریف بھیڑ پر بھی صادق آتی ہے۔
۴۳۵	دعا اور ختم رسالہ۔	۴۳۰	چکتی کی کوئی مقدار متعین نہیں۔
۴۳۶	بھیڑ کے شش ماہہ بچے کی قربانی کا سوال اور مولوی عبدالحی صاحب کے فتویٰ ممانعت کا ذکر۔	۴۳۰	تنبیہ نمبر ۲۳
۴۳۶	بھیڑ کے چھ ماہہ بچے کی قربانی جائز ہے۔	۴۳۱	فقہاء نے ضان کی تین تعریفیں کیں، ذات الصوف، ذات الیہ، خلاف المعز، اور در ترجمہ میں و بھیڑ۔
۴۳۶	دنبہ اور بھیڑ ایک ہی نوع ہیں، اور دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔	۴۳۱	بیان احکام، تعریف یا ترجمہ جو کچھ ہو صرف مساوی سے ہی ہو سکتا ہے۔
۴۳۷	شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمہ سے استدلال کہ انھوں نے ضان کا ترجمہ بھیڑ کیا۔	۴۳۱	اس لئے پانچوں الفاظ مساوی اور ہم معنی ہیں۔
۴۳۷	فارسی لغت سے ثبوت کہ ضان اور میش ایک ہی ہے۔	۴۳۱	تنبیہ نمبر ۲۴
۴۳۷	علمائے لغت و تفسیر کا حوالہ کہ انھوں نے ضان کی تفسیر اون والی بکری فرمایا۔	۴۳۱	بھیڑ کی دم بھی الیہ کامل ہے۔ اس کا دلی ہونا عیب نہیں لہذا اس کی قربانی جائز ہے۔
۴۳۸	محاورات عرب اور قرآن سے دونوں کے اتحاد پر استدلال۔	۴۳۲	تنبیہ نمبر ۲۵
		۴۳۲	بھیڑ کی دم کو الیہ نہ تسلیم کیا جائے تو یہ مسئلہ طرفین کا خلائی ہوا۔ اور فتویٰ قول امام پر ہے۔ تو اس کی قربانی جائز ہے۔

۴۴۲	سال بھر سے کم کے بکرا بکری کی قربانی کا "سوال"	۴۴۰	شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا حوالہ کہ انھوں نے بھی ضان کا ترجمہ پیش کیا۔
۴۴۳	سال بھر سے کم کی نہ قربانی جائز نہ اس کی قربانی کی نیت صحیح۔	۴۴۰	بھیڑ کا ضان سے خارج مانا جائے تو انعام کی چار کے بجائے پانچ قسمیں ہو جائیں گی۔
۴۴۳	جس جانور کو قربانی کی نیت سے یا لا اس کا بدلنا مکروہ ہے۔	۴۴۰	نہایہ کی عبارت کی توضیح۔
۴۴۴	خصی کی قربانی کرنے اور قربانی کرنے والے کے روزہ رکھنے کا "سوال"	۴۴۰	مولانا عبدالحی صاحب کی غلط فہمی کا منشاء۔
۴۴۴	خصی کی قربانی افضل ہے۔	۴۴۰	چکیتی کی تحقیق۔
۴۴۴	بقر عید کے دن اور اس کے بعد تین دن کا روزہ حرام ہے۔	۴۴۱	قاضی خاں کا جزئیہ کہ ایہ صغیر والے کی قربانی جائز ہے۔
۴۴۴	پہلی سے نویں ذوالحجہ کے روزے افضل ہیں۔	۴۴۱	جانوروں بلکہ آدمیوں کے بعض اعضاء میں باہم اختلاف ہوتا ہے۔
۴۴۴	سب نفلی روزوں میں عرفہ کا روزہ افضل ہے۔	۴۴۱	دو کوہان والے اونٹوں کا بیان۔
۴۴۴	قربانی کرنے والا قربانی سے قبل کچھ نہ کھائے۔	۴۴۱	چنیوں، تاناریوں، زنگیوں، زنان مغربیہ و اتراک کے اعضاء میں اختلاف۔
۴۴۴	قربانی کے گوشت میں سے پہلے کھائے مگر یہ روزہ نہیں۔	۴۴۱	یہ سب اختلافات نوع کا سبب نہیں، توہندی اور عربی دنوں میں دم کے فرق سے کیوں نوع بدلے گی۔
۴۴۴	بکری کا بچہ جو کتیا کا دودھ پی کر پلا ہو اس کی قربانی کا "سوال" و جواب	۴۴۲	چھ مہینہ کے خصی کی قربانی کا "سوال"
۴۴۴	آدمی کے دودھ سے پرورش پانپوالے بکری کے بچہ کی قربانی جائز ہے۔	۴۴۲	صرف مینڈھے کا استثناء ہے۔
		۴۴۲	خصی سال بھر سے کم کا جائز نہیں۔

۴۳۵	اس مسئلہ پر بچہ کی رضاعت کے مسئلہ سے شبہ کا جواب۔	۴۳۸	خاص قربانی کی نیت سے جانور خرید اور ابھی وقت ہے تو اسی کی قربانی کریں، کم قیمت کی بدل کر قربانی کر کے بقیہ دام کا کفارہ نہ دیں کہ یہ جسارت ہے۔
۴۳۶	دوسرے کے جانوروں کو اپنے تصرف میں رکھنا اسے اپنی لڑکی کے جانور سے بدلنا اور بے سینگ کے جانور کی قربانی کا "سوال"	۴۳۸	بہ ضرورت بائیں ہاتھ میں قرآن مجید لے کر تلاوت کر سکتے ہیں۔
۴۳۶	دوسرے کا جانور اپنے تصرف میں رکھنا غضب ہے، اس کو بیٹی کی گائے سے بدلنا حرام۔ اور بدلے ہوئے جانور کی قربانی حرام۔ اس کا ذبح کرنا حرام۔ البتہ لڑکی اپنے جانور کا معاوضہ اگر باپ سے لے لے تو باپ کی طرف سے قربانی ادا ہو جائیگی۔	۴۳۸	دو گائیں مشترکہ خریدی گئیں اور چودہ حصے کئے گئے، دونوں کی الگ الگ شرکت نہ کی گئی تو دونوں مشتریوں کی رضا سے اس میں کچھ حرج نہیں۔
۴۳۶	جانور کی عمر پوری ہو تو قربانی جائز ہے۔ چاہے عمر بھر سینگ نہ نکلے۔	۴۳۹	اس نیت سے گائے خریدنا کہ حصہ دار ملیں گے تو شریک کریں گے جائز ہے۔
۴۳۷	صاحب نصاب قربانی کا جانور کسی مجبوری کی وجہ سے بدلے اور بدلے ہوئے جانور کی قیمت کچھ زائد دینا پڑے تو ایسا کر سکتا ہے اس پر کوئی الزام نہیں، ہاں پھیلے خریدے ہوئے جانور کے دام پر کچھ منافع لے تو خیرات کر دے۔	۴۳۹	فقراء کے گوشت میں آنت اور اوچھڑی ملا دینا بے جا ہے۔
۴۳۷	قربانی کے ایسے جانور سے "سوال" جسے کسی عذر کے سبب وقت پر ذبح نہ کر سکے، اس کے بدلے دوسری کر دے۔	۴۳۹	سر، پیر سقی اور حجام کو، ایک پارچہ قصاب کو دینا کیسا ہے۔
۴۳۷	ایسے جانور سے "سوال" جسے قربانی کے لئے متعین کر کے خریدا، یا اس نیت سے کہ پسند آئی تو قربانی کر دیں گے۔	۴۳۹	عقیقہ و نیاز کا کھانا بھنگی کو دینا برا ہے۔
۴۳۷	قرآن عظیم بائیں ہاتھ میں لے کر تلاوت کر دینا "سوال"	۴۳۹	جانور میں کنتوں کی شرکت نقصان دہ ہے۔
۴۳۸	قربانی کے لئے متعین کر کے خریدنے کی صورت میں صاحب نصاب کو جانور بدلنے کا اختیار تو ہے لیکن اس کے بدلے میں اگر اس سے کم قیمت کی قربانی کی تو بقیہ رقم فقیروں کو خیرات کریں۔	۴۳۹	قربانی میں سے فقیروں کو تہائی گوشت دینا مستحب ہے۔

۴۴۹	سٹے، حجام اور قصاب کا قربانی میں کوئی حق نہیں یوں دے سکتے ہیں، اجرت میں دیا تو حرام ہوا۔	۴۵۱	غنی کے قبل از ایام قربانی نیت قربانی سے جانور خریدے ہوئے جانور کے بارے میں "سوال"
۴۴۹	نصف جانور میں تین شریک ہو سکتے ہیں چار شریک ہو گئے تو قربانی صحیح نہیں۔	۴۵۱	شہر و قریہ کی تشریح سے "سوال"
۴۴۹	ایک شریک کے قیمت نہ دینے کا "سوال"	۴۵۱	کسی کتاب میں لکھا ہے کہ جہاں چند کس بالغ آزاد ہیں وہاں جمعہ جائز ہے۔ تو قربانی کا کیا حکم ہے۔
۴۵۰	بیع عقد سے تمام ہو گئی اور خریدار بیع کا مالک ہو گیا۔	۴۵۱	فقیر بہ نیت قربانی جانور خریدے تو اس جانور کی قربانی اس پر واجب ہو جاتی ہے۔
۴۵۰	ادائے ثمن حصول ملک کے لئے شرط نہیں۔	۴۵۱	جانور فقیر کی ملک میں ہو، اور بعد میں قربانی کی نیت کی، خریدتے وقت نیت نہ تھی، بعد میں نیت کی، تو اس پر قربانی واجب نہ ہوتی۔
۴۵۰	مذکورہ صورت میں قربانی سب کی ہو گئی اور قیمت نہ دینے والا قیمت کا ذمہ دار ہوگا۔	۴۵۱	مالدار پر ایک قربانی خود واجب کی، اور قربانی کی منت مانے گا تو دوسری بھی اس پر واجب ہوگی البتہ اس پر خریداری کی وجہ سے واجب نہ ہوگی۔
۴۵۰	اگر اس کی نیت خراب ہو گئی، وہ قربانی چاہتا ہی نہیں۔ تو کسی کی قربانی نہیں ہوتی	۴۵۲	شہر کی صحیح تعریف اور اس امر کا بیان کہ شہر کے علاوہ مقامات پر صحیح سے قربانی جائز ہے۔
۴۵۰	نقلی قربانی کرنے والا ذبح کے بعد ایک حصہ دوسرے کو منتقل نہیں کر سکتا۔	۴۵۳	قربانی کا جانور کھو جائے اور بعد ایام نحر دستیاب ہو جائے تو سب شرکا، مثل کرا سے خیرات کریں، ان میں جو صاحب نصاب تھے ان پر ایام نحر میں دوسری قربانی واجب تھی، نہ کی تو گنہ گار ہوئے۔
۴۵۱	قربانی کی کھال کا "سوال"	۴۵۳	دوسرے کی طرف سے قربانی کرنے کا "سوال"
۴۵۱	قربانی کی کھال باقی رکھ کر اسے اپنے مصرف میں لایا جاسکتا ہے اپنے مصرف میں لانے کی نیت سے کھال بیچی تو اس کا صدقہ واجب ہے۔ سید یا کسی اور کار خیر کے لئے بیچی تو ان کو دے سکتے ہیں۔	۴۵۳	جس کی طرف سے قربانی ہو اس کی اجازت ضروری ہے خواہ صریحی ہو خواہ عرفی۔
۴۵۱	تین حصہ کرنے کا گوشت کا حکم ہے۔	۴۵۳	عرفی اجازت کی مختلف صورتوں کا بیان اور اس مسئلہ پر در مختار کی عبارت۔

۴۵۷	کئی مردوں کے نام سے ایک قربانی کا "سوال"	۴۵۴	چھوٹے بچوں کی طرف سے باپ پر قربانی ہے یا نہیں۔
۴۵۷	قربانی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اس کا ثواب جتنوں کو پہنچایا سب کو پہنچے گا، اور ان سب نے اگر اس کی وصیت کی ہو تو سب کی طرف سے ان کے مال سے جدا جدا کی جائے۔	۴۵۴	ایک آدمی پر کتنی قربانی ہے۔
۴۵۷	ایک جانور دو کی طرف سے قربان نہیں ہو سکتا۔	۴۵۴	باپ پر چھوٹے بچوں کی طرف سے قربانی واجب نہیں مستحب ہے۔
۴۵۷	ایک جانور میں قربانی اور عقیقہ دونوں کی نیت کا "سوال"	۴۵۴	ایک شخص پر ایک قربانی واجب ہے زلد جو کرے گا نفلی ہوگی۔
۴۵۷	بڑے جانور میں سات شریک ہو سکتے ہیں کم بھی، لیکن کسی کا حصہ ایک مکمل حصہ سے کم نہ ہو، ورنہ کسی کی قربانی نہ ہوگی۔	۴۵۵	قربانی کی کبھی قبر میں دفن کر دی تو قربانی ہوگی کبھی ضائع ہوگی، اور یہ فعل ناجائز ہوا۔
۴۵۸	ایک بڑے جانور میں عقیقہ اور قربانی دونوں جائز ہے۔	۴۵۵	اگر ذبیحہ نیت قربانی نہ ہو بلکہ کوئی ٹوکا ہو تو قربانی نہ ہوگی۔
۴۵۸	خصی کی قربانی سے "سوال"	۴۵۵	میت کی طرف سے کی ہوئی قربانی کے گوشت کی تقسیم کا وہی حکم ہے جو عام قربانی کا ہے البتہ میت کی وصیت پر کرے تو سب صدقہ کرے۔
۴۵۸	ہر طرح کی خصی کی قربانی جائز ہے اس میں اس سے کمال پیدا ہوتا ہے۔	۴۵۶	مصنف کے معمول کا ذکر۔
۴۵۸	چرے ہوئے کان اور سینگ کی نوک ترشی ہوئی ہو تو قربانی جائز ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں بالکل سلامت ہوں۔	۴۵۶	قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو دینے کا سوال۔
۴۵۹	شرقاء، خرقاء، مقابلہ مدارہ سے حدیث کی ممانعت نہیں تتریبی پر محمول ہے۔	۴۵۶	فقیر اپنی قربانی کا گوشت کسی حربی کو دے تو اتنی قیمت صدقہ کرے۔ اور غمی کو دے تو مستحب کے خلاف کیا۔
۴۵۹	سینگ گودے کی نوک تک ٹوٹ گیا ہو تو قربانی ناجائز ہوگی۔	۴۵۶	سوال مکرر۔
۴۵۹	ٹوٹے ہوئے سینگ کا "سوال و جواب"	۴۵۷	او جھڑی غیر مسلم کو دینے کا "سوال"۔
		۴۵۷	او جھڑی کھانے کی چیز نہیں، غیر مسلم لے جائے تو حرج نہیں، گوشت دینا جائز نہیں۔

۳۶۱	پیدائشی کان اور دم نہ رکھنے والے جانور کی قربانی امام صاحب کے یہاں جائز اور امام محمد رحمہ اللہ کے وہاں ناجائز۔	۳۶۱	کھال سے باقی رہنے والی چیز بنا کر اپنے صرفہ میں بھی لاسکتے ہیں۔
۳۶۲	جواز کے قول کے قابل اعتماد نہ ہونے کی وجہیں۔	۳۶۲	بخاری و مسلم سے اس مضمون کی حدیثیں۔
۳۶۲	(۱) ان اکیس کتابوں کا ذکر جن میں عدم جواز پر نص، اور خلاف کا ذکر نہیں۔	۳۶۲	گوشت اور کھال کو باقی رہنے والی چیز سے بدلا بھی جاسکتا ہے۔
۳۶۳	(۲) حدیث مبارک میں بھی عدم جواز مذکور ہے۔	۳۶۳	گوشت یا کھال بعینہ یا اس کی کوئی چیز بنا کر یا اسی قسم کی اشیاء اس سے خرید کر ہدیہ دینا بھی جائز ہے۔
۳۶۳	(۳) جب مقطوع اذن جائز نہیں تو بے اذن کیسے جائز ہوگی۔	۳۶۳	اس کے لئے تملیک شرط نہیں اباحت کافی ہے۔
۳۶۳	(۴) اصل اور طاری دونوں قسم کے عیب کا حکم یکساں ہے۔	۳۶۳	یہ حکم حدیث کے لفظ اطعموا سے مستفاد ہے۔
۳۶۳	(۵) اسی میں احتیاط ہے۔	۳۶۳	اپنے اور اہل و عیال کے لئے ہلاک ہونے والی چیزوں سے بچنا جائز نہیں کہ یہی تمول ہے۔ مصارف خبر کے لئے ایسی اشیاء سے بچنا تمول نہیں اس لئے جائز ہے۔
۳۶۵	تہائی دم کئی اور کان چری کی قربانی جائز ہے۔	۳۶۵	قربانی کی کھال میں صدقہ کرنے کے حکم کا مطلب تملیک نہیں بلکہ ہر مصرف خیر میں صرف کرنا ہے۔
۳۶۵	قربانی کی کھال سید، ماں، باپ، اولاد، میاں بیوی ایک دوسرے کو دے سکتے ہیں صدقہ کی نیت ہو صدقہ نافلہ ہے۔ ورنہ ہدیہ ہے۔	۳۶۵	اس مسئلہ میں مولوی رشید احمد صاحب کے اختلاف کی طرف اشارہ۔
۳۶۶	قربانی کی کھال صدقہ کی نیت سے بیچ کر مسجد میں صرف کرنے کا "سوال"	۳۶۶	مسئلہ بالامکرر۔
۳۶۶	صدقہ کی نیت اور صرفہ مسجد دونوں قربت ہیں اور کھال میں قربت ہی مقصود لہذا جائز ہے۔	۳۶۶	کھالیں پہلے مسجد کو دی گئیں یا ان کو کار خیر کی نیت سے فروخت کر کے مسجد کے لئے دینا جائز ہے، ہاں اپنے کے لئے بیچا تو فقیر کو اس کا مالک بنانا ضروری ہے۔
۳۶۶	قربانی میں قربت مقصودہ خون بہانا ہے۔ اسی لئے گوشت وغیرہ کا صدقہ واجب نہ ہوا۔	۳۶۶	سوال و جواب متعلقہ مسئلہ بالا۔
۳۶۶	مصارف قربانی کے بیان کی ایک حدیث۔	۳۶۶	حدیث نبیہ بڈلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر از امام زبیلی۔

۴۷۵	حدیث من باع جلد اضحیة فلا اضحیة له کا مجمل صحیح۔	۴۸۱	قربانی کی کھال اپنا حق سمجھ کر زبردستی وصول کرینوالے امام، اس کی مدد کرنے والے عوام، اس کے موافق فیصلہ کرنے والے اور حشر کی باز پرس کا ذمہ لینے والے مولوی سے متعلق "سوال"
۴۷۶	قربانی کی کھال کی عدم تملیک سے متعلق مسلسل تین "سوال و جواب"	۴۸۲	قربانی کی کھال کے جائز مصارف کا بیان۔
۴۷۷	کانچی ہاؤس کے جانور کی قربانی کا "سوال"	۴۸۳	یہ کہنا غلط ہے کہ ایک کھال یا اس کی قیمت دو فقیروں کو نہیں دی جاسکتی۔
۴۷۷	کانچی ہاؤس کی راس خریدنا جائز نہیں اس کی قربانی بھی ناجائز ہے۔	۴۸۳	جو امام جبراً وصول کرنے کو جائز کہے یا جو اس کی مدد کرے دونوں ظالم اور گنہگار ہیں اور حشر کی باز پرس کو ہلکا سمجھنا کفر ہے۔
۴۷۷	کانچی ہاؤس کی نیلامی بیع فضولی ہے جو مالک کی اجازت پر موقوف رہتی ہے۔	۴۸۳	ایسے امام کو نہ دینے والے کو جس نے بد عادی وہ خود ہی مستحق عذاب الہی ہوا۔
۴۷۷	کچھری کے نیلام کا بھی یہی حکم ہے جبکہ مطالبہ کے برابر نیلام ہوا۔ اگر زائد پر نیلام ہو اور زائد مالک کو دیا اور اس نے لے لیا تو اجازت ہو گئی اور خریدار جانور کا مالک ہو گیا اور قربانی جائز ہو گئی۔	۴۸۳	قربانی کی کھال کے مصارف کا "سوال و جواب"
۴۷۸	بلا استحقاق ازراہ اعانت صاحب نصاب یا فقراء کو قربانی کی کھال دینا۔ یا سید کو دینا اور اس صرفہ میں لانا۔	۴۸۸	مسئلہ کے متعلق دو صاحبوں کے اختلاف کا منصفانہ فیصلہ۔
۴۷۸	کھال کو بعینہ باقی رکھ کر یا باقی رہنے والی چیزوں سے بدل کر اپنے تصرف میں لاسکتا ہے۔	۴۸۸	سینگ کے اوپری حصہ کو قرن کہتے ہیں کل ٹوٹ جائے تب بھی قربانی جائز ہے گو داٹوٹے تو قربانی منع ہے۔
۴۷۸	قربانی کی کھال سادات کو دے سکتا ہے مالدار کو دے سکتا ہے۔ امام کو بھی دے سکتا ہے	۴۸۸	قربانی کی کھال مسجد و مدرسہ میں صرف کرنے کا "سوال و جواب"
۴۷۸	اس مسئلہ کی تفصیل کے لئے الصافیۃ الموحیۃ کا حوالہ اور سید کو زکوٰۃ دینے کے لئے الزھر الباسم کا حوالہ۔	۴۹۱	قربانی کی کھال معلم کی تنخواہ، مدرسہ کی تعمیر اور طلبہ کی کتاب وغیرہ میں صرف کرنے کا "سوال"
۴۷۹	مسئلہ بالا کا "سوال و جواب"	۴۹۱	قربانی کی کھال کے احکام۔

۴۹۶	(۱۴) مدرسہ دینیہ کی عمارت میں صرف کرنا جائز۔	۴۹۱	(۱) باقی رکھ کر اپنے مصرف میں لاسکتا ہے۔ حدیث شریف کے لفظ ادخرا سے استدلال۔
۴۹۶	سود حرام ہے۔	۴۹۱	(۲) ایسی چیزوں سے بدل سکتا ہے جو باقی رہنے والی ہوں۔
۴۹۶	جو عمارت مدرسہ پر وقف کی اس کا کرایہ تعلیم میں صرف کر سکتے ہیں۔	۴۹۱	(۳) اپنے لئے داموں سے بیچ نہیں سکتے، بیچ تو صدقہ کریں۔
۴۹۶	(۱۵) کتابوں سے بدل کر کتاب طلبہ کو دے سکتے ہیں۔	۴۹۲	اس دام سے باقی رہنے والی چیز بھی خریدنا جائز نہیں، تصدق ہی ضروری ہے۔
۴۹۶	قربانی کی کھال کی قیمت تنخواہ مدرسین میں دینے کا سوال و جواب	۴۹۲	(۴) خرچ ہوئی والی چیزوں سے اپنے لئے بدلنا جائز نہیں اس کی قیمت صدقہ کریں۔
۴۹۶	چرم قربانی کی رقم تنخواہ مدرسین میں دینے پر اعتراض کہ وہ اپنی اہرت میں دیتا ہے جو زکوٰۃ سے ادا نہیں کی جاسکتی۔	۴۹۳	(۵) باقی رکھ کر یا باقی رہنے والی چیز سے بدل کر اس کو کرایہ پر نہیں دے سکتے۔
۴۹۸	زکوٰۃ اور چرم قربانی میں فرق کا بیان اور رسالہ "الصافیہ" کا حوالہ۔	۴۹۳	(۶) اپنے اوپر آتے ہوئے مطالبہ میں نہیں دے سکتے۔
۴۹۸	اسی مسئلہ کا ایک اور فارسی "سوال و جواب"	۴۹۳	(۷) اپنی زکوٰۃ کی نیت سے فقیر کو نہیں دے سکتے۔
۵۰۰	وہی مسئلہ مکرر۔	۴۹۳	(۸) فقیر کو دینے کے لئے داموں سے بیچ سکتے ہیں۔
۵۰۱	قربانی عقیقہ کی کھال اپنے مصرف میں بیچ کر صرف کرنے کا "سوال و جواب"	۴۹۳	(۹) غنی کو ہبہ کر سکتے ہیں۔
۵۰۲	چرم قربانی کی رقم براہ راست مسجد میں صرف ہو سکتی ہے تملیک فقیر ضروری نہیں ہے۔	۴۹۳	(۱۰) مسجد میں دے سکتے ہیں حدیث شریف حضرت نبیؐ (بذلی)
۵۰۲	جس چرم کو اپنے مصرف کے لئے بیچا اس کا تصدق ضروری ہے وہ مسجد میں نہیں لگ سکتی۔	۴۹۵	(۱۱) ہر قربت کے کام میں صرف کر سکتے ہیں (حدیث مذکور)
۵۰۳	چرم قربانی کی رقم سے دینی کتابیں خرید کر کتب خانہ میں رکھنے کا "سوال و جواب"	۴۹۵	(۱۲) کار قربت میں دینے کی نیت سے بیچنا بھی جائز ہے
۵۰۳	چرم قربانی کی رقم دینی انجمن میں لگانا جائز ہے مگر یہ تحقیق ضروری ہے کہ واقعہ وہ انجمن اہل سنت و جماعت کی ہے۔ آج کل اظہار مقاصد کے الفاظ بڑے دل خوش کن ہوتے ہیں۔	۴۹۶	(۱۳) تعلیم میں صرف کرنا جائز۔

۵۱۰	اگر چرم قربانی کی بیع سے تمول مقصود نہ ہو تو اسکی رقم سارے ہی مصارف خیر میں صرف ہو سکتی ہے۔	۵۰۳	وہی سوال مکرر۔
۵۱۰	چرم قربانی میں مطلقاً تقرب مقصود ہے خاص تملیک فقیر ضروری نہیں۔	۵۰۳	چرم قربانی کی رقم کھانا پکوا کر محرم میں بھوکوں کو کھلانا بہت خوب اور کار ثواب ہے اور امالین کریمین کو اس کا ایصال ثواب بھی ہو سکتا ہے یہ ان کی نذر ہے۔
۵۱۰	چرم قربانی کا استعمال مالدار کو بھی مباح ہے۔	۵۰۳	مصنف کی طرف سے اس امر کی وضاحت کہ میں خود صدقہ و زکوٰۃ نہیں لیتا، جو احباب ایسی رقم بھیجتے ہیں وہ ان کی رائے کے موافق انھیں مصارف خیر میں خرچ کر دی جاتی ہے۔
۵۱۰	چرم قربانی میں وہ بیع ممنوع ہے جس کا مقصود تمول ہو۔	۵۰۵	چرم قربانی کی رقم سے سلطان ترکی کی مدد کا "سوال"
۵۱۱	امور خیر کے لئے بیع تمول کے لئے بیع نہیں لہذا جائز ہونا چاہئے۔	۵۰۵	چرم قربانی کی رقم خاص فقراء کا حق نہیں اس وقت سلطان ترکی کی مدد بڑی ضروری ہے اس لئے اس میں دیا جائے۔
۵۱۱	چرم قربانی کا مصرف نہ تو صرف کار خیر ہے نہ کوئی ایسی بات پیدا ہوئی جس سے تصدق واجب ہو۔	۵۰۶	مخلوط تعلیم کے مدرسہ میں چرم قربانی صرف کرنے کا "سوال"
۵۱۱	اپنے لئے بیچا تو تمول ہوا، لہذا اس کا صدقہ واجب ہوا۔	۵۰۶	ایسی تعلیم جس سے دین کا کوئی تعلق نہیں جیسے انگریزی زبان، اس میں چرم قربانی صرف کرنا جائز نہیں، اور ایسی احتیاط ہو کہ وہ رقم صرف دینی مد میں خرچ ہو سکے تو جائز ہے۔
۵۱۱	قربانی کا اصل مقصد خون بہانا ہے تصدق نہیں۔	۵۰۷	چرم قربانی سے اس مدارس کی امداد کے ایک طریقہ کا "سوال و جواب"
۵۱۱	جب تک خون نہ بہے لے اس سے کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں۔	۵۰۹	○الصافیة البوحیة لحکم جلود الاضحیة۔
۵۱۲	ارقتہ دم کے بعد قربانی سے ہر قسم کا انتفاع جائز ہے۔	۵۰۹	چرم قربانی کی رقم ایسے مصارف خیر میں صرف کرنے کا سوال جہاں تملیک نہیں ہو سکتی۔

۵۱۵	ابوداؤد سے نبیہ ہدلی کی حدیث کی تخریج۔	۵۱۲	چونکہ قربانی کے جانور ذبح کر کے خدا کی عبادت کی گئی ہے۔ اس لئے اب اس کو ثواب کے کام میں ہی صرف کیا جاسکتا ہے۔
۵۱۶	"ایتجار" کا لفظ تمام کارِ ثواب کو عام ہے تو سب کے لئے بیچنا جائز ہوا۔	۵۱۲	قربانی کو تمول کے طور پر خرچ کرنا جائز نہ ہوگا کہ یہ کارِ نفس ہے۔
۵۱۶	بخاری شریف میں "ایتجار" کے بجائے لفظ "تصدقوا" آیا ہے۔ تو ایتجار سے مراد تصدق ہی ہے۔	۵۱۲	قربانی ہلاک ہونے والی چیز سے بدلنا مطلقاً تمول ہے۔
۵۱۶	بہ اتفاق علماء امریہاں وجوب کے لئے نہیں، تو صدقہ مراد لینے پر بھی صدقہ، نافلہ ہی مراد ہوگا۔	۵۱۳	دراہم بھی تو خرچ ہونے والے ہیں، ان سے خیرات کی نیت سے چرم قربانی کو بدلنا جائز ہے تمول نہیں۔
۵۱۶	اس اصول فقہی کی بحث کہ حادثہ اور حکم ایک ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔	۵۱۳	چرم قربانی اپنے لئے بیچے تب بھی تمول ہے اور خبث ہے اور اس کا صدقہ واجب ہے۔
۵۱۷	یہ حکم مطلقاً ضروری نہیں، جہاں دونوں میں تنائی ہو وہاں ایسا کیا جائے گا، اور تنائی نہ ہو تو مطلق کو مطلق ہی رکھا جائے گا۔	۵۱۳	تمول کے طور پر حاصل کی ہوئی رقم کا تصدق ازالہ خبث کے لئے واجب ہے۔ حصولِ ثواب کے لئے نہیں۔
۵۱۷	دونوں کلمے اگر حکم منفی میں واقع ہوں یا اسباب متعدد میں واقع ہوں، تو ان میں تنائی نہیں اور حمل ضروری نہیں۔	۵۱۳	کسی نے ایسے صدقہ سے امیدِ ثواب کی تو ڈبل گناہ ہوا۔
۵۱۸	امتناع جمع بین المطلق والمقید وجوب حمل المطلق علی المقید کی مثال۔	۵۱۲	خلاصہ یہ ہوا کہ جس طرح تصدق کی نیت سے چرم قربانی فروخت کرنا جائز اسی طرح دیگر امور خیر کی نیت سے بھی۔
۵۱۹	جمع کا حکم وجوبی میں ہے جو ازواج استجاب میں نہیں۔	۵۱۲	ایک سوال اور اس کا جواب۔
۵۲۰	علامہ شامی کے ایک اعتراض کی تضعیف اور جدال المتار کا حوالہ۔	۵۱۵	ایک دوسرے عنوان کا بیان۔
۵۲۰	ایک معارضہ اگر حدیث نبیہ میں ایتجار کو تصدق پر محمول کریں تو حدیث عائشہ میں لفظ اطعموا کو بھی تصدق پر ہی محمول کرنا ہوگا کہ اس میں ایتجار وا کی جگہ اطعموا آیا ہے۔ حالانکہ بہ اتفاق علماء یہ اپنے اطلاق پر ہے اور کھلانے میں اباحت کافی ہے۔	۵۱۵	قربانی میں مصرف کی تین جہتیں ہیں: کھانا، جمع کرنا، کارِ ثواب کرنا۔

۵۲۱	صاحب بصیرت جملہ احادیث متعلقہ کو دیکھ کر فیصلہ کرے گا کہ حدیث تمام انواع قربات کو عام ہے۔	۵۲۱	ایسی بیع میں اکل و ادخار مفقود ہے اور اپنی ذات کے لئے ہونے سے لبتجار بھی مفقود ہے، بخلاف اس کے جو باقی رہنے والی سے بیچنے میں ادخار پایا جاتا ہے اور کار ثواب کے لئے مستلک سے بیچنے میں گو اکل و ادخار مفقود ہے لیکن لبتجار متحقق ہے تو یہ بیع جائز ہوگی۔
۵۲۲	ہدایہ سے تائید۔	۵۲۲	ایک دوسری تقریر، لفظ بیع کا صحیح اطلاق بیع بالدرہم پر ہے۔ کیونکہ عین سے بیع میں تو دونوں ہی بیع ہو سکتے ہیں۔
۵۲۳	علامہ اتقانی کے کلام سے تائید۔	۵۲۳	نیز بیع مبادلۃ المال ہے مال جب ہوگا کہ اپنے لئے ہو، اس طرح بھی ایسی بیع ممنوع ہوئی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔
۵۲۳	حاکم کی روایت من باع جلد الاضحیۃ فلا اضحیۃ لہ کی معنوی تصحیح۔	۵۲۳	بقیہ مستلک سے بیع کو علماء نے بیع بالدرہم قیاس کر کے منع کیا۔
۵۲۳	یہ حدیث گو سندا ضعیف ہے مگر علماء نے تلقی بالقبول فرمائی تو حدیث مقبول ہوئی۔	۵۲۳	مولوی عبدالرشید صاحب کی متدل عبارت ہدایہ کی توضیح کی تائید۔
۵۲۳	اس حدیث میں مطلقاً بیع کی ممانعت نہیں ہو سکتی باتفاق علماء صدقہ کے لئے بیچنا جائز ہے۔ کیونکہ بدل کے لئے مبدل منہ کا حکم ہے۔ جب زکوٰۃ و فطرہ اور کفارہ وغیرہ صدقات واجبہ میں قیمت دینا جائز ہے تو یہ صدقہ نفلی ہے اس میں کیوں جائز نہ ہوگا۔	۵۲۳	علامہ اتقانی کی شرح ہدایہ سے توضیح کی تائید۔
۵۲۵	قربانی اور ہدی کے جانور میں دفع قیمت ناجائز ہونے کی علت کا بیان۔	۵۲۳	اس امر کا بیان کہ میں امور خیر کے لئے چرم قربانی کی بیع کے جواز کا فتویٰ ۱۲۰۵ھ تک دیتا رہا۔
۵۲۵	حدیث کے لفظ فلا اضحیۃ لہ سے خاص بیع ممنوع ہونے پر استدلال۔	۵۲۳	۱۲۰۵ھ کے بعد اس مسئلہ میں علماء دیوبند کی طرف سے خلاف ظاہر ہوا۔
۵۲۵	بیع للتصدق بیع برائے امور خیر اکل، ادخار تو شرعاً مامور ہیں، تو ان پر فلا اضحیۃ لہ مرتب نہ ہوگا بلکہ اس سے مراد وہی بیع ہوگی جو مستلک سے ہو اور اپنی ذات کے لئے ہو۔	۵۲۵	مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے فتویٰ کی عبارت کی تنقید۔
۵۳۶		۵۳۶	ہدایہ اور در مختار کی عبارتوں کی توضیح کہ مطلقاً بیع ممنوع نہیں، بوجہ تمول ممنوع ہے۔

۵۳۲	زکوٰۃ اور صدقہ فطر میں اباحت کا فی نہیں تملیک ضروری ہے۔	۵۳۶	مولوی رشید احمد صاحب کی تصریح بیع بنیت تمول یا بنیت تصدق سب کا صدقہ واجب ہے۔
۵۳۲	مولوی عبدالحی صاحب کے کلام پر تنقید وہ بھی تصدق جلوہ اخیار کے لئے تملیک ضروری قرار دیتے ہیں۔	۵۳۷	ان دونوں باتوں میں صاف تغایر ہے توجو ثانی کو اول سے ثابت مانے ایسا ہی ہے کہ کوئی لا اعبدا متعبدون سے ثابت کرے کہ نماز نہ پڑھو۔
۵۳۳	تنقید مجمل، تصدق کے لئے تملیک ضروری ہونے سے جمیع کار ثواب کے لئے تملیک لازم ہونا ضروری نہیں۔	۵۳۸	مولوی رشید احمد صاحب کے اس قول کی تردید کہ ان دونوں روایتوں سے ثابت ہوا کہ صدقہ واجب ہے تو اس کو سید اور مدرسہ پر صرف نہیں کر سکتے۔
۵۳۳	پوری بات یوں کہنی چاہئے تھی کہ یہاں تصدق کا حکم ہے نہ کہ تقرب کا، اور تصدق کے لئے تملیک ضروری ہے تو استدلال میں صغریٰ کا ایک جزو دہ گیا اس لئے نتیجہ غلط ہوا۔	۵۳۸	تنقید، اور کہو کہ تمول کے لئے بیع ہو تو صدقہ واجب ہے۔ تو یہ صحیح ہے۔ اور اگر یہ خیال ہو کہ مطلقاً بیع ہو تو صدقہ واجب ہے تو یہ ان عبارتوں سے ہرگز ثابت نہیں۔
۵۳۳	منشاء غلط کا بیان۔	۵۳۹	مولوی عبدالرشید صاحب کے اس قول کی تردید کہ صدقہ کے لئے مطلقاً تملیک ضروری ہے چاہے بطور اباحت ہو یا بطور تملیک تام۔
۵۳۳	صدقہ کے اطلاقات کا بیان۔	۵۳۹	علماء نے نص کی کہ اباحت اور تملیک ایک دوسرے کی ضد ہیں۔
۵۳۳	(۱) تملیک المال من الفقیر، یہ اطلاق زکوٰۃ اور صدقہ فطر کے لئے خاص ہے اس میں اعارة، اباحت اور کفارہ داخل نہیں۔	۵۴۰	فقہاء کا ضابطہ کہ اطعام کا لفظ اباحت کے لئے ہے اور ایفاء کا تملیک کے لئے
۵۳۳	(۲) تملیک الفقیر من المال اس میں تملیک ضروری نہیں، اس میں انتفاع استملاک تصرف اور اباحت سب جائز ہے۔ اس معنی پر کفارہ بھی صدقات میں شامل ہے۔	۵۴۰	امام غزالی، امام علائی، صدر الشریعہ اور علامہ بخش محمد اور شامی کی تصریح کہ تملیک و اباحت الگ الگ دو تصرف ہیں۔
		۵۴۱	زین ابن نجیم وغیرہ کی تصریح کہ مباح لہ مباح کو بیع کی ملک پر خرچ کرتا ہے اور خرچ کے بعد بیع کی ملک سے نکل جاتی ہے لیکن مباح لہ کی ملک میں داخل نہیں ہوتی۔

۵۵۲	حدیث مبارک سے اس اطلاق کا ثبوت۔	۵۳۵	مولوی رشید احمد صاحب کی غلطی کا منشا یہی ہے کہ انھوں نے کفارات واجبہ میں بھی اباحت کافی دیکھی تو کہہ دیا کہ صدقات واجبہ میں بھی مطلقاً اباحت کافی ہے۔
۵۵۳	(۶) اس اطلاق میں غیر سے بھی قطع نظر کر لی جاتی ہے اور اپنے کو نفع پہنچانے کا نام بھی صدقہ ہوتا ہے۔	۵۳۵	مولوی رشید احمد کے اس استدلال میں حد اوسط مکرر نہیں۔
۵۵۴	حدیث مبارک سے اس اطلاق کا ثبوت۔	۵۳۶	نقاریہ کی تصریح کہ تصرف تملیک سے کفارات مستثنیٰ ہے۔
۵۵۵	فقہاء کے قول فی الاضاحیٰ یتصدق بالثالث میں تصدق سے مراد معنی اول نہیں کہ تملیک ضروری ہو۔	۵۳۶	(۳) اس اطلاق میں صدقہ سے فقر کو قطع نظر کر لیا جاتا ہے تو اس میں اباحت تملیک اور مالدار وغریب سب شامل ہوتے ہیں۔
۵۵۵	دلیل قرآن عظیم میں اس موقع پر اطعام کا لفظ ہے جس کے لئے اباحت کافی ہے۔	۵۳۷	حدیث شریف اور شامی سے اس کی تائید۔
۵۵۵	مصنف کی تحقیق کہ قربانی میں تین جہتیں بیان کی گئیں، اکل، ادخار اور تصدق، اسی کو کہیں "ایتنجووا" کے لفظ سے تعبیر کیا اور کہیں "اطعموا" کے لفظ سے تعبیر کیا۔ تو تصدق کے ایسے ہی معنی مراد لینے ہوں گے جو ان سب کو عام ہو اور وہ صدقہ غیر واجبہ غیر ضروری التملیک ہی ہوں گے، اور تملیک ضروری نہ ہوگی تو مسجد اور مدرسہ میں صرف ہو سکیں گے۔	۵۳۷	(۴) اس اطلاق میں نہ تملیک سے غرض نہ اباحت سے، اس میں نفع مسلمین کے لئے ہر تصرف مال داخل ہے۔ جیسے نہر اور کنوئیں بنوانا۔
۵۵۶	اگر صدقہ واجبہ ضروری التملیک مراد نہ ہو تو کونسا صدقہ مراد ہے۔	۵۳۷	حدیث مبارک، اقوال صدر الشریعہ۔ صاحب ہدایہ خیر الدین رملی سے اس کی توضیح و تائید۔
۵۵۷	نبیہ ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں لفظ "لیتجار" آیا ہے جس کا مطلب تمام امور خیر ہی مراد ہیں۔ اور یہ ہمارے بیان کردہ اطلاقات میں چوتھا ہے۔	۵۳۹	خانہ اور دیگر کتب فتاویٰ کے ایک جزیبی سے تائید مزید۔
۵۵۷	اول کے علاوہ جو بھی مراد لے لیں ہم کو مضر نہیں کہ اور کسی میں تملیک ضروری نہیں۔	۵۵۲	(۵) اس اطلاق میں مال کی قید سے بھی قطع نظر کر لی جاتی ہے اور مطلقاً نفع رسانی کا نام صدقہ ہوتا ہے۔

۵۶۰	بکر کہتا ہے تمام حوالوں کا تعلق حج کے جانور ہدی سے ہے۔ اور یہ مسئلہ باب الاضحیہ کا ہے اس لئے استدلال صحیح نہیں۔ کس کا قول درست ہے۔	۵۵۷	مولوی عبدالحی صاحب کے استدلال کا جواب، ہم کو ان کے اس قول سے اختلاف ہے کہ قربانی میں جہتیں صرف تین ہیں۔
۵۶۱	خطام کے معنی کیا ہیں۔	۵۵۷	قدوری، حلبی، شامی، ظہیر یہ سے مزید جہتوں کا بیان۔
۵۶۱	زمام اور خطام کا فرق، اور خطام کے چار اطلاقات۔	۵۵۸	چند اور جہتوں کا اضافہ۔
۵۶۱	لغت، فقہ، حدیث کی ۱۲ کتابوں سے اطلاقات بالا کا ثبوت۔	۵۵۸	جب تین میں حصہ کوئی دلیل نہیں تو ان امور خیر میں صرف کرنے کی ممانعت کے لئے الگ سے دلیل ضروری، اور وہ مفقود تو ہمارا دعویٰ ثابت۔
۵۶۷	عمدۃ الرعاہ میں ذکر کی ہوئی خطام کی تعریف۔ کلمات اہل فن کے مطابق نہیں۔	۵۵۹	رسالہ کا نام اور سن تقابلیف۔
۳۶۷	عمدہ میں بخاری و مسلم کی طرف منسوب حدیث میں لفظ خطام کا اضافہ غلط ہے۔	۵۶۰	دیہات میں نماز عید سے قبل مرغ کی قربانی، قصاب کی اجرت میں چرم دینے، اور طالب علم، مؤذن، ملاجی وغیرہ کو چرم قربانی دینے سے "سوال و جواب"
۵۶۷	صحیح بخاری میں بدنہ کے جھول کے تصدق کی حدیث پانچ جگہ مروی ہے اور مسلم میں پانچوں حدیث ایک ہی جگہ مذکور ہیں کسی میں خطام کا لفظ نہیں۔	۵۶۰	مرغ کی قربانی ناجائز ہے۔
۵۶۷	دونوں کتابوں میں مروی الفاظ حدیث کی تفصیل۔	۵۶۰	دیہات والے جائز قربانی صبح کر سکتے ہیں۔
۵۶۹	عمدۃ الرعاہ میں صیغہ امر کے ساتھ روایت بھی تمام روایتوں کے خلاف ہے۔	۵۶۰	اجرت میں کھال دینا جائز نہیں۔
۵۶۹	اس امر کی بحث کہ لفظ امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے یا صیغہ امر سے۔	۵۶۰	مصارف چرم قربانی کا بیان۔
۵۶۹	امام ابن حجر کی تصریح کہ روایت میں لفظ خطام نہیں ہے۔	۵۶۰	ایک مناظرہ، کے فیصلہ کا "سوال"
۵۷۰	ہدایہ اور کافی امام نسفی میں البتہ حدیث انھیں الفاظ میں مروی ہے جو عمده میں مذکور ہیں۔ تو حافظ ابن حجر کاندہ دیکھنا نہ ہونے پر دلیل نہیں۔	۵۶۰	ہدایہ، شرح و قایہ، عمده الرعاہ، در مختار، ہدایہ اور تفتیح ضروری کے حوالہ سے زید کہتا ہے کہ قربانی کی رسی اور جھول صدقہ کرنا چاہئے۔

۵۴۲	عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جھولوں کا بیان۔	۵۴۰	ابن ہمام کا فرمان کہ مشائخ کی ذکر کردہ دو حدیثوں کو ہم اپنی کوتاہی نگاہ کی وجہ سے نہ پاسکے۔
۵۴۳	حجیہ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہدی کے جانوروں کی جھولوں کا بیان۔	۵۴۰	غیر مقلد پر رد کہ ائمہ کی حدیثوں پر سلب مطلق کا دعویٰ کرتے ہیں۔
۵۴۵	حجیہ الوداع کھلی بہار کے موسم میں تھا تو یہ جھولیں سردی سے بچنے کی معمولی جھولیں نہ تھیں۔	۵۴۱	اصل بحث خطام جس کا ذکر ہواج کی ہدی میں ہے، قربانی کے اونٹوں میں نہیں۔
۵۴۵	مصنف کی یہ تحقیق کہ یہ حج ۱۹ ذوالحجہ ۱۰۱ھ مطابق چھٹی مارچ ۶۳۲ء روز جمعہ کو تھا جو اس وقت کی تعبیر تھی۔	۵۴۱	قربانی اور ہدی میں فرق ہے، یہ خاص حرم میں ہوگی، اور قربانی ہر جگہ ہو سکتی ہے، اصل مقصود اراقۃ الدم میں دونوں برابر ہیں۔
۵۴۵	امام ابن حجر اور امام قسطلانی نے اس کو تحویل حمل کے مہینہ میں فرمایا۔	۵۴۱	ہدایہ و بدائع وغیرہ میں قربانی کے گوشت اور کھال کے بارے میں حدیث ہدی سے استدلال ہوا، جھول اور رسیوں کے بارے میں نہیں۔
۵۴۶	مصنف نے زین العلیٰ اور زین العابد بہادر خانی سے اس دن کے نصف النہار کی تقویم نکالی۔	۵۴۱	ہدی کے مذکورہ جھول اور عام جانوروں کی جھول میں فرق تھا۔ وہ صرف ہدی کے اونٹوں کے لئے بنتیں اور رواگی حرم کے وقات ان پر ڈالی جاتیں۔
۵۴۶	اس کے عمل کی فنی تفصیل حاشیہ میں۔	۵۴۱	اس کام کے لئے ان کا بنانا سنت اور تقلید و اشعار کی طرح یہ بھی شعائر اللہ کی علامت ہے۔
۵۴۷	مستخرجہ تقویم کا موسم مکہ معظمہ میں نہایت معتدل ہوتا ہے تو یہ جھولیں خاص تعظیم شعائر اللہ کے لئے تھیں۔	۵۴۱	اس زمانہ میں بدنہ کے گلے میں قلادہ ڈالتے اور خاص میں نیزہ سے خفیف زخم بھی لگاتے۔
۵۴۸	ہدی کے جانوروں کے مذکورہ تکمیل بھی قربانی کی رسیوں کی طرح نہیں کہ وہ حرم تک لے جاتی ہیں۔	۵۴۲	ان جھولوں کا بھیجنے والے کی حیثیت کے موافق ہونا مستحب ہے۔
۵۴۸	دوسرا فرق یہ ہے کہ ہدی نحر ہوتا ہے تو مہار اور جھول وقت قربانی اس کے بدن پر رہتی ہیں اور قربانی کی رسی گلے سے کھول کر ذبح کرتے ہیں تو دونوں میں فرق ہونا چاہئے۔		

۵۸۳	عقیقہ سے جانور کی عمر سے "سوال"	۵۷۸	اور مطلقاً نسبت کا خیال ہو تو کھونا بھی صدقہ کرنا چاہئے جس سے قربانی کا جانور بندھا تھا۔
۵۸۳	عقیقہ میں سال بھر سے کم کی بکری جائز نہیں اور اس کی عمر میں شک ہو تب بھی جائز نہیں۔	۵۷۸	فتح الباری وغیرہ سے تصدق جھل کی وجہ کا بیان۔
۵۸۳	مکرر "سوال و جواب"	۵۷۸	مصنف کی طرف سے توضیح مزید۔
۵۸۳	قصاب کی بات کا اعتبار نہیں۔ سال بھر میں شبہ ہو تب بھی عقیقہ نہ کریں۔	۵۷۹	خلاصہ: آدمی اپنا سارا گھر ہی صدقہ کر دے تو اور بات ہے لیکن حدیث وفقہ سے رسی کے تصدق کا حکم ثابت نہیں۔
۵۸۳	مسائل عقیقہ سے متعلق گیارہ باتوں کا "سوال" عقیقہ کے جانور کے وہی مسائل ہیں جو قربانی کے جانور کے ہیں۔		باب العقیقہ
۵۸۳	عقیقہ میں گوشت بھی مثل قربانی کے تین حصہ کرنا مستحب ہے۔	۵۸۱	ایک جانور میں کئی بچوں کا عقیقہ ہو سکتا ہے یا سب کے لئے علیحدہ علیحدہ جانور ہونا چاہئے۔
۵۸۵	والدین بھی عقیقہ کا گوشت کھا سکتے ہیں۔	۵۸۱	بڑے جانور میں سات بچے اور بکرے میں صرف ایک بچے کا عقیقہ ہو سکتا ہے۔
۵۸۵	عقیقہ میں جنائی کو ایک ران دی جائے جبکہ مسلمان ہو، غیر مسلم دائیاں یا مرد ڈاکٹر بلانا حرام ہے۔ حجام، سقا، خاکروب، دھوبی کا کوئی حق مقرر نہیں۔	۵۸۱	چرم قربانی کا عوض اپنے پاس سے دے کر طعام عقیقہ میں ملا دیا اور فقراء خولیش واقارب سب کو کھلایا پتہ چلا کہ چمڑا صدقہ کرنا چاہئے۔ تو بیع فسخ کر کے چمڑہ کو اشیائے باقیہ سے بدل لیا اس کا کیا حکم ہے۔
۵۸۵	عقیقہ کے پوست کا دام کر کے اپنے صرف میں لانا منع ہے۔	۵۸۲	صورت مذکورہ میں پیسہ دونوں میں اس کا تھا اس لئے اس میں جو نصف کیا جائز ہوا۔ اس کو چمڑہ کی قیمت سمجھنا اس کی غلط فہمی تھی، اب جب کہ غیر مستملک چیز سے اس کو بدل لیا تو ان چیزوں سے اس کو انقاع جائز ہے لیکن چونکہ اس کی نیت صدقہ کرنے کی تھی اس لئے مناسب یہی ہے کہ اس کو فقراء پر ہی صرف کرے۔
۵۸۵	عقیقہ کے پوست کو قیمت میں مجرا کرنے کی تفصیل۔		

۵۸۸	سرنائی، ران کافر جنائی، گوشت والدین کو کھانا، اور جیل کوؤں کو کھلانے کا "سوال"	۵۸۵	باب ذبح پر قادر ہو تو عقیقہ کا جانور اسی کو ذبح کرنا افضل ہے۔
۵۸۸	عقیقہ کے جانور کا سرنائی کو دینے کا نہ حکم نہ ممانعت۔	۵۸۵	عقیقہ کی دعا۔
۵۸۸	کافرہ کو جنائی بنانا حرام اور ان کو عقیقہ سے کچھ دینا منع ہے۔	۵۸۶	عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں توڑنے میں حرج نہیں۔ نہ توڑنا اور زمین میں دفن کرنا افضل ہے۔
۵۹۰	عقیقہ کے گوشت کا وہی حکم ہے جو قربانی کا جیل کوؤں کو کھلانا بے معنی ہے مسکینوں کو دیں۔	۵۸۶	عقیقہ کا دونوں کا بیان۔
۵۹۰	عقیقہ کے جانور کی ہڈی توڑنے اور کھال اور ہڈی زمین میں دفن کرنے کا "سوال"	۵۸۶	لڑکے کے عقیقہ کے لئے کم سے کم ایک بکر اور دو افضل ہے۔
۵۹۰	ہڈی توڑنے میں کوئی حرج نہیں دلیل وہ ہے جو منع کرے خالی ہڈی دفن کریں کھال دفن کرنا حرام ہے۔	۵۸۶	گوشت بنانے کی اجرت پر جم عقیقہ کے دام میں مجرا کر سکتا ہے۔
۵۹۰	ماں باپ، نانی نانا کے عقیقہ کا گوش کھانے کا "سوال"	۵۸۶	سری پائے چاہے خود کھائے چاہے سب سقا، حجام کو دے شرع میں اس کا کوئی حکم نہیں۔
۵۹۰	عقیقہ کا گوشت سب کھا سکتے ہیں اس کا حکم قربانی کے گوشت کا ہے۔	۵۸۶	مکرر "سوال و جواب"
۵۹۱	عقیقہ کی ہڈی توڑنے میں کوئی حرج نہیں نہ توڑنا بہتر۔ امام مالک کا حکم ہے، اور امام شافعی توڑنے کا حکم دیتے ہیں، ہمارے مذہب میں کوئی حکم نہ ہو تو امام مالک کے مذہب کے موافق حکم ہے۔	۵۸۶	عقود الدرر سے مسائل کی تفصیل۔
۵۹۱	عقیقہ کا گوشت والدین کے کھانے کا "سوال و جواب"	۵۸۷	عید الاضحیٰ کے روز عقیقہ جائز ہونے کا "سوال و جواب"
۵۹۲	مردہ کی طرف سے عقیقہ کا "سوال"	۵۸۷	بال برابر چاندی حجام کو دینے اور سری حجام اور ران بھنگن کو دینے کا سوال۔
۵۹۲	مردہ کی طرف سے قربانی جائز ہے۔	۵۸۸	غیر مسلم کو جنائی بنانا حرام ہے حجام مالدار ہو تو چاندی اس کو دے کر برائیا، عقیقہ ہو گیا، سری کے بارے میں کوئی خاص حکم نہیں، جس کو چاہے دے۔

۵۹۳	عقیقہ کو قربانی پر قیاس کرے، اور دونوں کی علت مشترکہ جانے، قربانی اور عقیقہ کے اشتراک اور بڑے جانور میں عقیقہ کی تعداد کا "سوال"	۵۹۳	عقیقہ کا مرنے کے بعد ثبوت نہیں۔
۵۹۵	عقیقہ و قربانی میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنے کی ضرورت نہیں دونوں اراقۃ الدم لوجہ اللہ کے عموم میں شامل ہیں۔	۵۹۳	بچہ اگر سات دن کے بعد مر اور عقیقہ نہ ہو تو ماں باپ اس کے شفاعت کے حقدار نہیں۔
۵۹۵	قربانی اور عقیقہ دونوں کی شرکت ایک ساتھ جائز ہے۔	۵۹۳	مکرر سوال وجواب۔
۵۹۵	مردہ کا عقیقہ کا "سوال"	۵۹۳	بڑے جانور میں کتنے عقیقے ہو سکتے ہیں۔
۵۹۶	جو لڑکے سات دن سے قبل مر گئے ان کا عقیقہ نہیں، مگر ان کی شفاعت ہے۔ البتہ جو سات دن کے بعد مرے اور باوجود استطاعت ان کا عقیقہ نہیں کیا تو ان کی شفاعت والدین کو نہیں ملے گی۔	۵۹۳	مردے کا عقیقہ نہیں اس کی طرف سے قربانی ہے۔
۵۹۶	حدیث شریف الولد مرتھن بعقیقۃ کی توضیح و تشریح۔	۵۹۳	بڑے جانور میں سات تک عقیقے ہو سکتے ہیں۔
۵۹۷	بعض کے نزدیک نابالغ بچے کی طرف سے ماں باپ پر قربانی واجب ہے وہ زندہ کے لئے ہے بعد موت لازم نہیں۔	۵۹۳	اس میں قربانی کی بھی شرکت ہو سکتی ہے دوسری کسی غرض کے لئے ہو تو عقیقہ ادا نہ ہوگا۔
		۵۹۳	زنا کے بچے کا عقیقہ زانی نہیں کر سکتا ماں کر سکتی ہے۔

فہرست ضمنی مسائل

۳۹۷	انعام کی تقسیم کہ آیت قرآن میں حوصلہ سے مراد اونٹ اور بیل، اور فرشا سے مراد بکری اور بھیڑ ہے۔ اور آیت اولیٰ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انعام قربانی کا جانور ہے۔		فوائد تفسیریہ
	فوائد حدیثیہ	۱۶۶	آیات قرآنی سے اشہاد کے معنی کی تائید۔
۲۵۰	ذبح بقر اور قاطح شجر کے بارے میں جو حدیث روایت کرتے ہیں موضوع ہے۔	۲۷۹	آیہ لاتاکلوا مما لہم یذکر اسم اللہ علیہ کی تشریح تفسیر کبیر سے۔
۳۱۲	حرمت خرکی حدیث	۲۹۸	آیہ حرمت علیکم المینتہ کی تفسیر۔
۳۶۶	مصارف قربانی کے بیان کی ایک حدیث۔	۲۹۸	اس تفسیر سے مسئلہ ما اہل بہ لغیر اللہ میں مسلک وہابیہ کا رد۔
۴۷۵	حدیث ہمیشہ ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر از امام زیلعی۔	۳۲۶	مدارک اور معالم سے موقوڈہ کا بیان۔
۴۷۵	حدیث من باع جلد اضحیۃ فلا اضحیۃ لہ کا محمل صحیح۔	۳۲۶	مصنف کی تحقیق کہ بندوق کا مارا ہوا موقوڈہ ہے۔
		۳۹۶	معالم التنزیل سے ہسیرۃ الانعام کی توضیح اور تفسیر۔

۵۲۳	اس حدیث میں مطلقاً بیع کی ممانعت نہیں ہو سکتی بالاتفاق علماء صدقہ کے لئے بیچنا جائز ہے۔ کیونکہ بدل کے لئے مبدل منہ کا حکم ہے۔ جب زکوٰۃ و فطرہ اور کفارہ وغیرہ صدقات واجبہ میں قیمت دینا جائز ہے تو یہ صدقہ نفلی ہے اس میں کیوں جائز نہ ہوگا۔	۵۱۵	ابوداؤد نے نبیہ ہذلی کی حدیث کی تخریج۔
۵۵۷	نبیہ ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں لفظ "ایتجار" آیا ہے جس کا مطلب تمام امور خیر ہی مراد ہیں۔ اور یہ ہمارے بیان کردہ اطلاقات میں چوتھا ہے۔	۵۱۶	"ایتجار" کا لفظ تمام کار ثواب کو عام ہے تو سب کے لئے بیچنا جائز ہوا۔
۵۶۷	عمدہ میں بخاری و مسلم کی طرف منسوب حدیث میں لفظ خطام کا اضافہ غلط ہے۔	۵۱۶	بخاری شریف میں "ایتجار" کے بجائے لفظ "تصدقوا" آیا ہے۔ تو ایتجار سے مراد تصدق ہی ہے۔
۵۶۷	صحیح بخاری میں بدنہ کے جھول کے تصدق کی حدیث پانچ جگہ مروی ہے اور مسلم میں پانچوں حدیث ایک ہی جگہ مذکور ہیں کسی میں خطام کا لفظ نہیں۔	۵۱۶	بہ اتفاق علماء امر یہاں وجوب کے لئے نہیں، تو صدقہ مراد لینے پر بھی صدقہ نافلہ ہی مراد ہوگا۔
۵۶۷	دونوں کتابوں میں مروی الفاظ حدیث کی تفصیل۔	۵۲۰	ایک معارضہ اگر حدیث نبیہ میں ایتجار کو تصدق پر محمول کریں تو حدیث عائشہ میں لفظ اطعموا کو بھی تصدق پر ہی محمول کرنا ہوگا کہ اس میں ایتجار وا کی جگہ اطعموا آیا ہے۔ حالانکہ بہ اتفاق علماء یہ اطلاق پر ہے اور کھلانے میں اباحت کافی ہے۔
۵۶۹	عمدۃ الرعاۃ میں صیغہ امر کے ساتھ روایت بھی تمام روایتوں کے خلاف ہے۔	۵۲۱	صاحب بصیرت جملہ احادیث متعلقہ کو دیکھ کر فیصلہ کرے گا کہ حدیث تمام انواع قربات کو عام ہے۔
۵۷۰	امام ابن حجر کی تصریح کہ روایت میں لفظ خطام نہیں ہے۔	۵۲۳	حاکم کی روایت من باع جلد اضحیۃ فلا اضحیۃ لہ کی معنوی تصحیح۔
۵۷۰	ہدایہ اور کافی امام نسفی میں البتہ حدیث انھیں الفاظ میں مروی ہے جو عمده میں مذکور ہیں۔ تو حافظ ابن حجر کانہ دیکھنا نہ ہونے پر دلیل نہیں۔	۵۲۳	یہ حدیث گو سندا ضعیف ہے مگر علماء نے تلقی بالقبول فرمائی تو حدیث مقبول ہوئی۔

۱۳۶	طلب مواثبت میں طلبت کما علمت اور علمت منذ کذا افطنت کافرق۔	۵۷۰	ابن ہمام کا فرمان کہ مشائخ کی ذکر کردہ دو حدیثوں کو ہم اپنی کو تا ہی نگاہ کی وجہ سے نہ پا سکے۔
۱۳۸	باب طلب میں عبارات علماء کی مراد کی تعیین۔	۵۹۶	حدیث شریف الولد مرتہن بعقیقۃ کی توضیح و تشریح۔
۱۳۸	شفعہ میں نہ روپیہ لے جانا ضروری ہے نہ مشتری سے اس کا ذکر ضروری، خبر سنتے ہی طلب مواثبت فی الحال ضروری ہے۔		فوائد فقہیہ
۱۶۰	شفعہ کھلے کافر کی جائداد میں بھی ہو سکتا ہے۔	۹۸	خالد نے جب بکر کی خریداری پر اس کو مبارکباد دی تو اگر وہ شفیع ہو تو بھی اس کا حق شفیعہ باطل ہو گیا۔
۱۷۰	کھڑے ہو کر طلب مواثبت کرنا اور طلب اشہاد کو جانے کے لئے چھڑی کے بغیر چل نہ سکتا ہو تو چھڑی کے لئے گھر میں جانا تاخیر نہیں، ورنہ ضرور تاخیر ہے۔	۹۹	بیع یا ہبہ بالعوض کی صورت میں شفیعہ لازم ہے۔
۱۷۹	مرور مدت سے کاشتکار کو استقرار کا حق حاصل نہیں ہوتا، زمین کیسی ہی ہو اور چاہے کتنی ہی مدت کاشت کرے۔	۱۰۵	شفیع خلیط کی تعریف اور اس کے احکام۔
۱۹۹	جس صورت میں زراعت سے زمین کا نفع نقصان کچھ معلوم نہ ہو فقہاء اس کا صریح حکم نہیں لکھتے۔	۱۰۷	حق شفیعہ میں شریک خلیط پر اور خلیط جار پر مقدم ہے۔
۲۱۸	تسمیہ شرط ذبیحہ ہے اور اس کے ساتھ تکبیر سنت ہے۔	۱۱۱	صرف بیع ہی سے حق شفیعہ ثابت ہو جاتا ہے قبضہ کی ضرورت نہیں۔
۲۱۸	معین ذابہ ہے کہ ذبح کرنے والے کے ساتھ چھڑی پر ہاتھ رکھ کر چھڑی پھیرنے میں مدد دے، ان دونوں پر تسمیہ واجب ہے۔	۱۱۲	احاطہ اور دروازہ واحد ہو تو "دار" واحد کہا جائے گا جو اس کے کسی جز سے متصل ہو پورے گھر کا شفیعہ ہو گا۔
۲۱۹	ذبیحہ کا مدار رگ کٹنے پر ہے۔ ذبح فوق العقدہ اور تحت العقدہ کا لحاظ نہیں۔	۱۱۶	ہبہ۔ صلہ رحمی، میراث اور وصیت کی صورت میں حق شفیعہ نہیں۔
۲۲۰	ذبح فوق العقدہ اور تحت العقدہ میں قول فیصل کیا ہے۔	۱۲۰	دیہہ مملوکہ اور غیر مملوکہ کی تفریق۔

۳۱۱	ایضا گھوڑے کے گوشت اور دودھ کے بارے میں علماء میں سخت اختلاف ہے گوشت میں احتیاط قول امام میں ہے۔ جس قول میں دودھ کو حلال کہا اس میں وجہ فرق یہ ہے کہ گوشت کے حرمت کی وجہ تقلیل آلہ جہاد ہے۔ اور دودھ میں یہ وجہ نہیں پائی جاتی۔	۲۲۰	ذبح کا مدار کم سے کم تین رگوں کے کٹنے پر ہے فوق العقده اور تحت العقده پر نہیں شامی سے قول فیصل کا بیان۔
۳۱۷	اس شبہ کا جواب کہ بعض کتابوں میں لفظ بوم کے ساتھ پوکل لفظ آیا ہے۔	۲۲۱	ذبح معین اور پکڑنے والے کے فرق کا بیان۔
۳۱۷	یہ روایتیں قاعدہ کلیہ فقہیہ اور مشاہدات کے معارض نہیں ہو سکتیں۔	۲۳۳	ذبیحہ کے اجزائے ممنوعہ سے "سوال"
۳۱۸	چوگاڈ کی حلت و حرمت میں ہمارے علماء میں اختلاف ہے۔	۲۳۲	کس کس کا ذبیحہ جائز ہے۔
۳۱۹	دانہ خور کوے کو غراب الزرع کہتے ہیں، جو چھوٹا سیاہ اور اس کی چونچ سرخ ہوتی ہے۔ اس میں وہ پہاڑی کو ابھی داخل ہو جو بڑا اور بالکل سیاہ ہوتا ہے۔	۲۳۲	معین ذبح کی تشریح۔
۳۲۰	جمع کر کے کھانے والے کو عتق کہتے ہیں اس میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ کہ مکروہ تنزیہی ہے۔	۲۷۱	خاص ذبح کی مختلف اضافتوں کا حدیث سے ثبوت۔
۳۲۲	خرگوش کے بچے ہی ہوتا وہی حلال ہے۔ کھر والا خرگوش دنیا کے پردے پر نہیں۔	۲۷۳	در مختار اور شامی سے ذبح کی جائز اضافتوں کی نصوص۔
۳۲۳	غیر مسلم کے ہاتھ کی پکڑی ہوئی مچھلی جائز ہے کہ مچھلی میں ذبح شرط نہیں۔	۲۸۳	دیانات اور معاملات میں فرق اور ہندیہ سے اس کی مثال۔
۳۲۵	مصنف کی تحقیق کہ جریث اور مارماہی دو علیحدہ علیحدہ مچھلیاں ہیں۔	۳۰۰	وجیز کردری میں رگ کے سلسلہ میں قطع کا لفظ ہے۔ قطع اور ہے سوراخ کرنا اور ہے۔
۳۳۲	ذبح کی حکمت دم مسفوح کا نکالنا ہے۔ ٹیڑی اور مچھلی میں دم مسفوح نہیں ہوتا لہذا ذبح نہیں۔	۳۱۰	گھوڑے کا گوشت صاحبین کے نزدیک حلال ہے اور امام صاحب مکروہ فرماتے ہیں۔ کراہت تحریمی ہے۔

۳۵۸	در بارہ عید الاضحیٰ علامہ شامی اختلاف مطالع کا اعتبار کرتے ہیں۔	۳۳۴	ہمارے نزدیک یہی دو جانور بے ذبح جائز، شوائع کے نزدیک باقی دریائی جانور بھی، تو وہ سب کو بے ذبح کھاتے ہیں۔
۳۶۳	ہدایہ سے ضرورت اصلیہ کی توضیح۔	۳۳۶	مصنف کی تحقیق کہ ہمارے یہاں مچھلی کے علاوہ سب حرام ہیں، تو جن کے یہاں جھینگا مچھلی ہے حرام نہیں، اور جن کے وہاں مچھلی نہیں حرام ہے۔
۳۶۹	وجوب قربانی کے لئے مقدار نصاب چاندی یا سونا دیگر مال اسی قیمت کا ہونا ضروری ہے یا نہیں۔	۳۴۲	بضرورت شکار ہونے کی علامتوں کا بیان۔
۳۷۰	مالک نصاب ہونے کے لئے حاجت اصلیہ کے علاوہ چھین روپے کے مال کا مالک ہونا ضروری ہے۔	۳۴۳	بندوق کی گولی تیر کے حکم میں نہیں، اس کا مارا ہوا شکار حرام ہے۔
۳۷۰	کاشتکار کے بل نیل، حاجت اصلیہ میں ہیں۔	۳۴۳	ذبح میں آلہ کا جارح ہونا شرط ہے گولی ایسی نہیں ہوتی۔
۳۷۱	قربانی کس کس پر واجب یا فرض ہے۔	۳۴۳	شامی کی تشریح کہ اس میں خرق و قطع نہیں ہوتا۔ اگر بالفرض کوئی گولی ایسی بنائی جائے جس میں دھار ہو تب بھی یہ یقین نہیں کہ جانور دھار سے ہی قطع ہوا۔
۳۹۷	یہ مسئلہ اتفاقی ہے کہ غنم قربانی کا جانور ہے۔	۳۴۵	حیات کی علامتوں کا بیان۔
۳۹۷	بھیڑ کا غنم کی نوع ہونا بھی طے شدہ امر ہے۔	۳۴۹	معلم کتے کا بیان۔
۴۰۰	یہ بات ہی سرے سے غلط ہے کہ قربانی میں بھینس کو گائے کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے۔ اور بھیڑ کو بکری کے ساتھ لاحق نہیں کر سکتے۔	۳۴۹	شکاری کتے کے شکار کے حلال ہونے کی کل چودہ شرطیں ہیں۔
۴۰۱	وحشی جانور کی قربانی جائز نہیں۔	۳۵۱	شکار میں ہنوز مذبح سے زیادہ زندگی باقی ہے۔ تو ذبح ضروری ہے۔
۴۰۳	بھینس کی قربانی خلاف قیاس جائز ہے۔	۳۵۱	دانت لگنے سے شکار کے ناپاک ہونے کا خیال غلط ہے۔
۴۰۸	جب غنم کی دو ہی قسمیں ہیں تو جو (بز) بکری نہ ہو لاحالہ (ضان) دنبہ میں داخل ہے۔		

۴۰۸	اس جانور کا انعام میں ہونا متفق علیہ ہے اور انعام صرف چار ہی ہیں۔	۵۱۳	تمول کے طور پر حاصل کی ہوئی رقم کا تصدق ازالہ خبث کے لئے واجب ہے۔ حصول ثواب کے لئے نہیں۔
۴۵۲	شہر کی صحیح تعریف اور اس امر کا بیان کہ شہر کے علاوہ مقامات پر صبح سے قربانی جائز ہے۔	۵۱۳	کسی نے ایسے صدقہ سے امید ثواب کی تو ڈبل گناہ ہوا۔
۴۵۹	شرقاء، خرقاء، مقابلہ مدارہ سے حدیث کی ممانعت نہی تتریبی پر محمول ہے۔	۵۱۳	خلاصہ یہ ہوا کہ جس طرح تصدق کی نیت سے چرم قربانی فروخت کرنا جائز اسی طرح دیگر امور خیر کی نیت سے بھی۔
۴۷۰	قربانی کی کھال میں صدقہ کرنے کے حکم کا مطلب تملیک نہیں بلکہ ہر مصرف خیر میں صرف کرنا ہے۔	۵۱۵	قربانی میں مصرف کی تین جہتیں ہیں: کھانا، جمع کرنا، کار ثواب کرنا۔
۴۹۱	قربانی کی کھال کے احکام۔	۵۲۳	صدقہ کے اطلاقات کا بیان۔
۵۱۰	چرم قربانی میں مطلقاً تقرب مقصود ہے خاص تملیک فقیر ضروری نہیں۔	۵۵۵	مصنف کی تحقیق کہ قربانی میں تین جہتیں بیان کی گئیں، اکل، ادخار اور تصدق، اسی کو کہیں "ایتجدوا" کے لفظ سے تعبیر کیا اور کہیں "اطعموا" کے لفظ سے تعبیر کیا۔ تو تصدق کے ایسے ہی معنی مراد لینے ہوں گے جو ان سب کو عام ہو اور وہ صدقہ غیر واجبہ غیر ضروری التملیک ہی ہوں گے، اور تملیک ضروری نہ ہوگی تو مسجد اور مدرسہ میں صرف ہو سکیں گے۔
۵۱۲	ارتقودم کے بعد قربانی سے ہر قسم کا انتفاع جائز ہے۔	۵۶۷	عمدۃ الاعلیٰ میں ذکر کی ہوئی خطام کی تعریف۔ کلمات اہل فن کے مطابق نہیں۔
۵۱۲	قربانی ہلاک ہونے والی چیز سے بدلنا مطلقاً تمول ہے۔	۵۷۱	اصل بحث خطام جس کا ذکر ہواجج کی ہدی میں ہے، قربانی کے اونٹوں میں نہیں۔
۵۱۳	در اہم بھی تو خرچ ہونے والے ہیں، ان سے خیرات کی نیت سے چرم قربانی کو بدلنا جائز ہے تمول نہیں۔	۵۷۱	قربانی اور ہدی میں فرق ہے، یہ خاص حرم میں ہوگی، اور قربانی ہر جگہ ہو سکتی ہے، اصل مقصود ارتقودم میں دونوں برابر ہیں۔
۵۱۳	چرم قربانی اپنے لئے بیچے تب بھی تمول ہے اور خبث ہے اور اس کا صدقہ واجب ہے۔		

۲۶۰	قرآن عظیم میں ایسے جانوروں کو حرام قرار دینا کافروں کا کام بتایا، اور اس کو رد فرمایا۔	۵۷۱	ہدایہ و بدائع وغیرہ میں قربانی کے گوشت اور کھال کے بارے میں حدیث ہدی سے استدلال ہوا، جھول اور رسیوں کے بارے میں نہیں۔
۲۶۱	اس کو ماہل بہ لغیرہ اللہ سے کوئی علاقہ نہیں نہ بتوں کے تھان کی مٹھائی اس میں داخل ہے۔	۵۷۱	ہدی کے مذکورہ جھول اور عام جانوروں کی جھول میں فرق تھا۔ وہ صرف ہدی کے اونٹوں کے لئے بنتیں اور رواگی حرم کے وقت ان پر ڈالی جاتیں۔
۲۶۱	ذبح کے وقت جس جانور پر غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ ماہل بہ لغیرہ اللہ ہے۔	۵۷۱	اس کام کے لئے ان کا بنانا سنت اور تقلید و اشعار کی طرح یہ بھی شعائر اللہ کی علامت ہے۔
۲۶۱	کافر بتوں کے نام کہے اور مسلمان اللہ کا نام لے کر ذبح کرے تو جانور حلال ہے۔	۵۷۸	ہدی کے جانوروں کی مذکورہ کلیل بھی قربانی کی رسیوں کی طرح نہیں کہ وہ حرم تک لے جاتی ہیں۔
۲۶۵	شیخ سدو ایک روح خبیث ہے۔	۵۷۸	دوسرا فرق یہ ہے کہ ہدی نحر ہوتا ہے تو مہار اور جھل وقت قربانی اس کے بدن پر رہتی ہیں اور قربانی کی رسی گلے سے کھول کر ذبح کرتے ہیں تو دونوں میں فرق ہونا چاہئے۔
۲۶۵	شیخ سدو کے نام سے مرغ ذبح کرنے اور موقعہ پر میلاد پڑھوانے اور کھانا کھلانے کا "سوال"۔	۵۹۶	جو لڑکے سات دن سے قبل مر گئے ان کا عقیدہ نہیں، مگر ان کی شفاعت ہے۔ البتہ جو سات دن کے بعد مرے اور باوجود استطاعت ان کا عقیدہ نہیں کیا تو ان کی شفاعت والدین کو نہیں ملے گی۔
۲۶۶	ما اهل به لغیرہ اللہ اور ذبح اولیاء وغیرہ کی تفصیل و تشریح۔		عقائد و کلام
۲۶۷	ذبح کرنے والے کی نیت اگر شیخ سدو کی عبادت ہو تو ذبیحہ مردار ہو جائے گا اور عبادت کی نیت نہ کی اور ذبح اللہ کے نام سے کیا تو ذبیحہ حلال ہوا۔	۲۶۰	بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور کے متعلق "سوال"
۲۷۱	اضافت کا مطلب عبادت نہیں، اس لئے اس کا یہ مطلب نکالنا صحیح نہیں کہ ان جانوروں سے ان بزرگوں کی عبادت کی جائے گی۔	۲۶۰	بجیرہ اور سائبہ کا بیان

	۲۷۱	جو لوگ اضافت کی بنیاد پر ان کو حرام بتاتے ہیں شریعت پر جرات کرتے ہیں۔
۲۵۳	۲۷۵	شامی اور قاضی خاں سے بسم اللہ بنام خدا بنام محمد کا جزئیہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام تعظیماً لیا ہو تو کوئی حرج نہیں، اور اللہ کے ساتھ شرکت مراد لی ہو تو ذبیحہ حرام ہے۔
	۲۷۶	شامی اور در مختار سے بنام خدا و بنام محمد کا جزئیہ اور عدم کفر کا فتویٰ۔
۲۲۷	۲۹۶	بزرگوں کے نام کے جانور سے "سوال و جواب"
۲۲۸	۳۰۷	شارب خمر ضرر معذب ہے لیکن مسلمان ہے تو دائی نہیں، ایسا شخص زیر مشیت الہی ہے اور انجام بلا شبہ مغفرت ہے۔
۲۲۸		احکام مسجد
۲۲۸	۳۳۳	اگر ایسے کام کے ترک پر قدرت نہ ہو، روزہ رکھنا ممکن نہ ہو تو قضاء رکھے۔
۳۳۳	۳۳۳	بقر عید کے دن اور اس کے بعد تین دن کا روزہ حرام ہے۔
۳۳۳	۵۰۲	سوکھی مچھلی اور سوکھے گوشت میں پکانے کے بعد بو ہو تو اس کا کھانا مکروہ لطافت طبع اور نظافت اسلام کے خلاف۔ ایسے آدمی کی بو کی حالت میں مسجد میں جانا منع، اور اگر جسم کو ضرر دے تو اس کا کھانا حرام۔
۳۳۳	۵۰۲	چرم قربانی کی رقم براہ راست مسجد میں صرف ہو سکتی ہے تملیک فقیر ضروری نہیں ہے۔
۳۳۳	۵۰۲	جس چرم کو اپنے مصرف کے لئے بیچا اس کا تصدق ضروری ہے وہ مسجد میں نہیں لگ سکتی۔
۳۳۳		امامت
	۳۰۷	جو شخص گوشت اجرت میں لینے کی عادت بنا لے فاسق معین ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

۵۷۸	اور مطلقاً نسبت کا خیال ہو تو کھونٹا بھی صدقہ کرنا چاہئے جس سے قربانی کا جانور بندھا تھا۔	۴۴۴	قربانی کے گوشت میں سے پہلے کھائے مگر یہ روزہ نہیں۔
۵۷۸	فتح الباری وغیرہ سے تصدق جھل کی وجہ کا بیان۔		زکوٰۃ
۵۷۹	خلاصہ: آدمی اپنا سارا گھر ہی صدقہ کر دے تو اور بات ہے لیکن حدیث وفقہ سے رسی کے تصدق کا حکم ثابت نہیں۔	۳۶۷	جس شخص کے پاس پچاس روپیہ کا طلائی اور بیس روپیہ کا نقرئی زیور ہے۔ دونوں ملا کر وہ نصاب ہے زکوٰۃ فطرہ قربانی سب اس پر واجب ہے۔
	ایصال ثواب	۳۶۷	جس کا قرض اس کے مال کو محیط ہو اس پر زکوٰۃ فطرہ اور قربانی کچھ نہیں۔
۳۶۹	نقلی قربانی کا بھی یہی حکم ہے کہ ایک چند کی طرف سے نہیں ہو سکتی البتہ کرنے والا اس کا ثواب جس کو چاہے پہنچا سکتا ہے۔	۳۶۹	نابالغ مالک نصاب پر نہ خود زکوٰۃ و قربانی نہ اس کی طرف سے اولیاء پر۔
۴۵۷	قربانی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اس کا ثواب جتنوں کو پہنچایا سب کو پہنچے گا، اور ان سب نے اگر اس کی وصیت کی ہو تو سب کی طرف سے ان کے مال سے جدا جدا کی جائے۔	۳۶۹	قرض مردہ والے پر بھی زکوٰۃ و قربانی نہیں۔
۵۰۴	چرم قربانی کی رقم کھانا پکوا کر محرم میں بھوکوں کو کھلانا بہت خوب اور کار ثواب ہے اور اما مین کریمین کو اس کا ایصال ثواب بھی ہو سکتا ہے یہ ان کی نذر ہے۔	۵۴۲	زکوٰۃ اور صدقہ فطر میں اباحت کافی نہیں تملیک ضروری ہے۔
	نذر		صدقہ و خیرات
۴۵۱	مالدار پر ایک قربانی خود واجب کی، اور قربانی کی منت مانے کا تو دوسری بھی اس پر واجب ہوگی البتہ اس پر خریداری کی وجہ سے واجب نہ ہوگی۔	۳۰۵	صدقہ کا جانور بلا ذبح مصرف کو دینے کا "سوال"
		۳۰۶	صدقہ واجبہ ہو اور وجوب خاص ذبح کا تو بے ذبح ادا نہ ہوگا، ہاں ذبح کا وقت نکل گیا ہو تو زندہ ہی صدقہ کیا جائے۔

۲۴۴	آج کل کے نصابی گلا گھونٹ کر بھی مار ڈالتے ہیں اور گلے میں چھری پیوست کر کے بھی۔		نکاح
۲۴۴	آج کل کے شیعہ تہرائی کافر و مرتد ہیں۔	۲۵۲	پر بلا ثبوت زنا کا حکم لگانا حرام ہے۔ بلکہ میاں بیوی کی طرح رہتے ہوں تو ان کے میاں بیوی ہونے کی گواہی دی جاسکتی ہے اور زانی کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔
۲۴۴	روافض زمانہ کے کچھ عقائد کا بیان۔		کفارہ
۲۴۶	روافض کا ذبیحہ مردار حرام ہے۔	۴۱۶	مسئلہ کفارہ صوم سے دلیل تنویری
۲۴۶	مرتدین وقت سے نیچری اور وہابیہ کے عقائد و احکام کا ذکر۔		نفقہ
۲۴۶	ان کے ذبیحہ کے حرام ہونے کا بیان اور دیگر احکام۔	۱۸۹	مدعی کو خرچہ دلانا حکم شرع کے خلاف ہے۔
۲۴۶	ان سے کم درجہ کے گمراہوں کا ذکر اور ان کا حکم۔		سیر
۲۴۶	آج کل کے یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ کا "سوال"	۲۴۳	بومرہ اگر صرف بدعتی ہو اس کا ذبیحہ حلال ہے۔ اور مرتد ہو تو نہیں۔
۲۴۶	یہود و نصاریٰ الوہبیت مسیح و عزیز کے قائل ہیں، ان کا ذبیحہ حرام، اسی پر فتویٰ اور یہی ظاہر الروایۃ بتایا گیا۔	۲۴۳	آج کل کے نصابی کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔
۲۴۹	قادیانی اور وہابی کا ذبیحہ کا "سوال و جواب"	۲۴۳	اکثر مشائخ اس کو حرام فرماتے ہیں۔
۲۴۹	دیوبندی کے بیچھے ہوئے گوشت سے "سوال و جواب"	۲۴۳	اسی پر فتویٰ اور اسی کو ظاہر الروایۃ بتایا گیا۔

۳۷۳	مسئلہ شرکت کی تفصیل اور اس کی پانچوں قسموں کا بیان۔	۳۲۱	گائے کا گوشت سرکار نے کھایا۔ (حاشیہ)
۳۷۳	ہر صورت کی علیحدہ علیحدہ تفصیل، سب کا حکم اور کتب فقہ سے ہر مسئلہ کا جزئیہ۔	۳۷۱	غیر مسلموں کی خوشنودی کے لئے گائے کی قربانی موقوف کرنا کیسا ہے۔
۳۷۸	دو گائیں مشترکہ خریدی گئیں اور چودہ حصے کئے گئے، دونوں کی الگ الگ شرکت نہ کی گئی تو دونوں مشتریوں کی رضا سے اس میں کچھ حرج نہیں۔	۳۷۱	قربانی صاحب نصاب پر واجب ہے اور کسی کی خوشنودی کے لئے بند کرنا حرام ہے۔
	ہبہ	۳۷۷	قربانی کے ایام کی تخفیف پر حکام کے سامنے اظہار رضامندی کا "سوال"
۹۹	اگر مکان کو ہبہ بشرط العوض کیا ہو تو قبضہ کے بغیر شفعہ لاگو نہ ہوگا۔	۳۷۸	غیر مقلدین کا حکم، ان کے بعض غلط مسائل کا بیان، اور خوشنودی کفار کے لئے ایام قربانی میں تخفیف پر ان کی ملامت۔
۹۹	مجرد ہبہ میں شفعہ نہیں ہو سکتا۔		شرکت
۹۹	ہبہ مشروط بالعوض ابتداء ہبہ بعد قبضہ بیع ہے۔	۱۰۹	سبیل ماء کے اشتراک سے شریک خلیفہ نہ ہوگا بلکہ صرف جار قرار دیا جائے گا۔
۲۹۳	کافر نے چھوڑے ہوئے جانور کو ارادہ بدل کر کسی کو ہبہ کر دیا تو ایسا جانور موبہ لہ کے لئے جائز، اسے ماہل بہ لغیر اللہ سے کچھ علاقہ نہیں۔	۱۲۰	ہر فریق و شریک برابر کا حق شفعہ رکھتا ہے حصہ شرکت کی کمی بیشی کا اس حق پر اثر نہیں۔
	وکالت	۱۲۶	چند شرکا، حق میں اگر جار ملاصق بھی ہے تو اسے ان باقیوں پر کوئی فضیلت نہیں۔
۱۱۳	وکیل بالشراء شفعہ ہو سکتا ہے۔	۱۹۷	مشترکہ گاوں میں بے اذن شرکا، کسی ایک شریک کے کاشت کرنے کا "سوال"
۳۵۳	دوسرے کی طرف سے قربانی کرنے کا "سوال"	۳۲۳	اگر شرکت کی وہ تجارت، روجہ شرعی ہو تو شرکت جائز، خریدے ہوئے حصوں کی فروخت البتہ ناجائز ہے۔
۳۵۳	جس کی طرف سے قربانی ہو اس کی اجازت ضروری ہے خواہ صریحی ہو خواہ عرفی۔	۳۷۲	مال شرکت سے شرکا، کی اجازت سے قربانی کرنے سے "سوال"
۳۵۳	عرفی اجازت کی مختلف صورتوں کا بیان اور اس مسئلہ پر درمختار کی عبارت۔		

۲۰۳	صورت بالا میں جب کاشتکار اول دوسرے کے لئے دستبردار ہو چکا اور زمیندار نے دوسرے کو قبول کر لیا تو اب یہی مستاجر		اجارہ
-----	--	--	--------------

	ہو گیا، اور خران جو زمیندار آئندہ لے گا اس کو ادا کرنا ہوگا۔		
۲۰۵	دو امی پٹہ کوئی عقد لازم نہیں، سال تمام پر عقد ختم ہو جاتا ہے۔	۱۸۳	اجارہ کی مدت تمام ہونے کے بعد زمیندار زمین خالی کر سکتا ہے اور اس میں مکان بنایا یا درخت لگایا ہو تو زمین خالی کرے، درخت کاٹ لے اور ملبہ لے جائے۔
۲۰۹	عدم ادائیگی کی صورت میں لگان میں سال بسال اضافہ کی شرط ناجائز اور اس کی وجہ سے اجارہ فاسد ہے۔	۱۸۳	درخت کٹنے اور مکان اکھاڑنے میں زمین کا زیادہ نقصان ہو تو کٹے ہوئے درخت اور اجڑے ہوئے ملبہ کی قیمت کٹائی اور گھر کھدوائی کی مزدوری مہیا کرنے کے بعد ادا کر کے وہ درخت اور ملبہ زمیندار خود لے لے۔
۲۰۹	پندرہ بیگھہ اراضی ہزار روپیہ پر پانچ سال تک اجارہ دینے اور زر اجارہ پیشگی وصول کرنے کا "سوال و جواب"	۱۸۳	سال بسال کا پتہ ہوتا ہو تو ہر سال کے ختم پر زمیندار کو علیحدہ کرنے کا حق ہے۔
۲۵۵	خانہ، شامی اور بزازیہ سے مسئلہ کا جزئیہ اور اس امر کی تصریح کہ قربانی کا کوئی حصہ قصاب کی اجرت میں نہ دے۔	۱۸۵	اس امر کی تفصیل کہ ارض مملوکہ میں غرس دینا پر کب مالک قیمت دے گا اور کب اجیر زمین کی قیمت دے گا، اور مصنف کی ترجیح۔
۳۰۶	ذبح بقر اور قاطع شجر اور شارب خمر اور ذبح کی اجرت اور چڑھاوے کا جانور ذبح کرنیوالے کے بارے میں سوال۔	۲۰۲	منتقلی زمین کے وقت زمیندار کے نذرانہ لینے کا "سوال"
۳۰۷	ذبح اور قلع کی اجرت جائز ہے۔ بیسوں سے اجرت مقرر کرنا جائز اسی جانور بلکہ دوسرے جانور کے گوشت سے اجرت مقرر کرنا منع ہے۔	۲۰۳	ایک کاشتکار کا دوسرے کاشتکار کے ہاتھ زمین بیچنا ناجائز ہے اور زمیندار کا نذرانہ اگر دوسرے کاشت کار سے سال دوران کی اجرت میں اضافہ کے طور پر لیا جاتا تو جائز ہوتا دوسرے کو پہلے کی جگہ قائم کرنے کی رشوت کے طور پر لیا جاتا ہے۔ اس لئے ناجائز ہے۔
۳۳۹	سقے، حجام اور قصاب کا قربانی میں کوئی حق نہیں یوں دے سکتے ہیں، اجرت میں دیا تو حرام ہوا۔		

	بیوع	۴۹۶	قربانی کی کھال کی قیمت تنخواہ مدرسین میں دینے کا سوال و جواب،
۹۹	ہبہ بالعوض ابتداء اور انتہا پر طرح ہے۔	۴۹۷	چرم قربانی کی رقم تنخواہ مدرسین میں دینے پر اعتراض کہ وہ اپنی اجرت میں دیتا ہے جو زکوٰۃ سے ادا نہیں کی جاسکتی۔
۱۱۵	کچھ بیوں کی طرف سے جبرانیلام کی ہوئی جائداد کی بیع شرعاً بیع فضولی ہے اگر مالک بے اجازت مرگیا تو بیع باطل۔ ایسی صورت میں حق شفعہ ثابت نہیں۔	۵۶۰	اجرت میں کھال دینا جائز نہیں۔
۱۲۲	بیع کے بعد بیع بائع کی ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں داخل ہو جاتی ہے۔	۵۸۶	گوشت بنانے کی اجرت چرم عقیقہ کے دام میں مجرا کر سکتا ہے۔
۱۲۲	جار ملاصق کے بجائے جار بعید کے ہاتھ بیع اور تبادلہ کا "سوال"		غصب
۱۲۳	جار ملاصق کو حق شفعہ پہنچتا ہے جار بعید کے ساتھ بیع کرے یا تبادلہ کہ اعتبار معانی کا ہے۔	۱۸۹	خلاصہ حکم دیہات مملوکہ کی زمین میں کاشتکار کو کوئی حق موروثی نہیں اور اس پر جبراً قباض رہنا ضرور ظلم ہے۔
۱۲۴	مال کا مال سے بدلنا معنی بیع ہے۔	۱۹۸	اگر شرکاء کے رد یا اذن کے بغیر از خود کاشت کر لی تو اگر زمین کو نقصان پہنچا غاصب ہے اس صورت میں نہ زمین کے نقصان کا تاوان نہ لگان کچھ نہیں۔
۲۸۰	غیر مسلموں سے گوشت خریدنے کا "سوال"	۲۹۰	غصب کا جانور ذبح سے حلال ہوگا مگر ملک غیر میں تصرف کرنے کی وجہ سے ذاب گنہگار ہوا۔
۲۸۸	ایضاً مسئلہ شراب اللحم من الکافر،	۲۹۱	معضوب میں تصرف کے بعد اس کا لوٹانا ناممکن ہو مالک صرف تاوان لے سکتا ہے۔
۲۸۹	قابل نفرت لوگوں سے حلال طریقے پر بھی گوشت خریدنا نہیں چاہئے۔	۳۳۶	دوسرے کا جانور اپنے تصرف میں رکھنا غصب ہے، اس کو بیٹی کی گائے سے بدلنا حرام۔ اور بدلے ہوئے جانور کی قربانی حرام۔ اس کا ذبح کرنا حرام۔ البتہ لڑکی اپنے جانور کا معاوضہ اگر باپ سے لے لے تو باپ کی طرف سے قربانی ادا ہو جائیگی۔

۵۲۷	ایک دوسری تقریر، لفظ بیع کا صحیح اطلاق بیع بالدرہم پر ہے۔ کیونکہ عین سے بیع میں تو دونوں ہی بیع ہو سکتے ہیں۔	۳۲۸	مشتری کے پاس باندی اندھی ہو گئی تو اس کے بلا اظہار عیب مراحتہ بیع جائز ہونے سے استنشاء۔
۵۲۷	بیع مبادلۃ المال ہے مال جمعی ہوگا کہ اپنے لئے ہو، اس طرح بھی ایسی بیع ممنوع ہوئی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔	۳۵۰	بیع عقد سے تمام ہو گئی اور خریدار بیع کا مالک ہو گیا۔
۵۲۸	بقیہ مستملک سے بیع کو علماء نے بیع بالدرہم قیاس کر کے منع کیا۔	۳۵۰	ادائے ثمن حصول ملک کے لئے شرط نہیں۔
	سُود	۳۷۷	کانچی ہاؤس کی راس خریدنا جائز نہیں اس کی قربانی بھی ناجائز ہے۔
۲۰۶	اپنی رعایا کو سال بھر کا بلا سودی قرض اس طور پر دینا کہ سال بھر کے لگان میں تم کو اتنا زائد دینا ہوگا، یا قرضدار سے کچھ پھلایا وصول کر کے یہ کہنا کہ مزید اتنا سلم کے دے اور زائد رقم حساب فہمی کے وقت حساب میں دکھائی جاسکتی ہے یا نہیں؟	۳۷۷	کانچی ہاؤس کی نیلامی بیع فضولی ہے جو مالک کی اجازت پر موقوف رہتی ہے۔
۲۰۷	یہاں کے غیر مسلموں کو اس شرط پر قرض دینا جائز ہے اور مسلمانوں کو ناجائز۔	۳۷۷	کچھری کے نیلام کا بھی یہی حکم ہے جبکہ مطالبہ کے برابر نیلام ہو۔ اگر زائد پر نیلام ہو اور زائد مالک کو دیا اور اس نے لے لیا تو اجازت ہو گئی اور خریدار جانور کا مالک ہو گیا اور قربانی جائز ہو گئی۔
۲۰۸	یہاں کے غیر مسلموں سے اگر معاہدہ کاشتکاری کے وقت ہی اس طرح معاملہ کیا جائے کہ سال بسال اتنی لگان اور اگر کسی سال باقی پڑ گئی تو اس سال کی اتنی زائد تو جائز ہے اور معاہدہ کے بعد اضافہ کیا تو حرام۔	۵۱۰	چرم قربانی میں وہ بیع ممنوع نہیں جس کا مقصود تمول ہو۔
۲۰۸	ہاں باقی وصول کرنے کے بعد تاخیر کے حرجانہ کے طور پر غیر مسلموں سے کچھ وصول کر لے تو جائز ہے چاہے نام اس کا بیع سلم ہی رکھے۔	۵۱۱	امور خیر کے لئے بیع تمول کے لئے بیع نہیں لہذا جائز ہونا چاہئے۔

۱۹۱	اس اضافہ شدہ لگان کے بدلے مقدمہ کے خرچہ کے نام سے جو ملے لے سکتا ہے۔	۴۹۶	مدرسہ دینیہ کی عمارت میں صرف کرنا جائز۔
۱۹۲	اس کا قاعدہ کلیہ کہ کب خرچہ کے نام سے لے سکتا ہے اور کب نہیں۔	۴۹۶	سود حرام ہے۔
۱۹۷	باجازت دیگر شرکاء کاشت جائز ہے۔ اور جب تک تصریح نہ ہو کہ لگان نہ لیا جائے گا شرکاء کے حصہ کا بھی لگان دینا واجب ہے۔		وقف
	شہادت	۴۹۶	جو عمارت مدرسہ پر وقف کی اس کا کرایہ تعلیم میں صرف کر سکتے ہیں۔
۱۳۰	شفیع نے تصریح کر دی کہ طلب اشہاد کے وقت ہی مجھے علم ہوا اور اسی وقت طلب کی تو شفیع کو طلب موثبت کے لئے جداگانہ گواہی کی ضرورت نہیں، اس کا قول ہی حلف کے ساتھ معتبر ہوگا۔	۵۰۳	چرم قربانی کی رقم سے دینی کتابیں خرید کر کتب خانہ میں رکھنے کا "سوال و جواب"
۱۳۰	اس صورت میں مشتری حصول علم فی الماضي کا مدعی ہے اور شفیع منکر، تو گواہی مشتری کے ذمہ ہے۔		صلح
۱۳۶	جہاں شفیع طلب موثبت کا زمانہ طلب اشہاد سے پہلے بتا چکا ہو وہاں گواہی ضروری ہے۔	۲۸۳	گوشت کی خریداری میں غلط قسم کی شرط پر صلح ناجائز ہے۔
۱۴۹	مشتریہ دار مشفوع بہا کہ منکر ملکیت، اور تسلیم شفعہ کی مدعی ہے۔ دونوں نے گواہ پیش کئے۔ شرعی حکم کیا ہوگا۔		کسب
۱۴۹	دار مشفوعہ بہا کی ملکیت کے گواہوں نے اگر گواہی اس طرح نہ دی ہو کہ دار مشفوع بہا پر ملکیت بیع سے پہلے اور مستمری الامان ہے۔ تو یہ گواہی نامقبول اور شفعہ ساقط ہے۔	۲۵۴	قصاب کا پیشہ جائز ہے۔
۱۵۰	تسلیم شفعہ کے گواہوں کے الفاظ صحیح ہیں، اگر عادل ہوں تو تسلیم شفعہ ثابت اور شفعہ ساقط اس کے مقابلہ میں عدم تسلیم شفعہ کے گواہ نامقبول کہ وہ عدم کے گواہ ہیں۔		لگان
۱۵۳	شفیع کے گواہوں پر تنقید۔	۱۸۹	اضافہ لگان پر کاشتکار نموش ہے اور زمین نہ چھوڑے تو شرعاً وہی لگان اس پر لازم ہے۔
		۱۹۰	خود ہی لگان کی شرح بڑھ گئی ہو اور انکار کے باوجود کاشت کار کاشت کرتا رہا تو بڑھی ہوئی لگان اس پر لازم ہے۔

۱۵۲	شفیع کے گواہوں کی ضرورت ہے جو یہ ثابت کریں کہ بیع کے قبل سے اب تک دار مشفوع بہا شفیع کی ملک ہیں یہ نہ ہو تو مدعی علیہا کی قسم وہ قسم سے انکار کرے تو شفیعہ ثابت۔		تضاد دعویٰ
۱۷۶	قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے۔	۱۱۳	بیع کے پہلے خریدنے سے انکار کیا اور بعد میں دعویٰ شفیعہ کیا دعویٰ صحیح ہے۔
	حظر و اجاحت	۱۲۰	شرکاء میں سے کسی نے دعویٰ شفیعہ کیا اور دوسروں نے مزاحمت نہ کی تو پوری جائداد اسی شریک کو دلا دی جائے گی، اور مزاحمت کی صورت میں جائداد کی سب تقسیم ہوگی۔
۱۹۳	ایسے نام سے جس میں بدنامی ہونہ لے کہ شریعت میں برے کام اور برے نام دونوں سے بچنے کا حکم ہے۔	۱۲۰	شرکت خواہ کتنی ہی ہو کل بیعہ کے حق شفیعہ کا دعویٰ ضرور ہے۔ ورنہ دعویٰ ساقط ہو جائیگا۔
۱۹۶	جھوٹ بولنا حرام ہے۔	۱۲۶	طلب اشہاد بینہ عادلہ سے ہو چکی ہو تو طلب مواثبہ کی تین صورتیں ہیں: (۱) اگر شفیع طلب مواثبہ کا وقت طلب اشہاد سے پہلے بتائے تو اس کا ثبوت بے بینہ نہ ہوگا۔
۱۹۶	اپنا حق وصول کرنے اور اپنے سے ظلم دفع کرنے کے لئے پہلو دار بات کہہ سکتے ہیں جبکہ صدق میں مضرنہ ہو۔	۱۲۷	جو اصل کے خلاف دعویٰ کرے دلیل سے دعویٰ ثابت کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔
۱۹۷	صدق کا مفسدہ کذب سے بڑھ جائے تو مجبوری کذب کی بھی اجازت ہے۔	۱۲۷	جس چیز کے استئناف کافی الحال مالک نہ ہو گزرے زمانے میں اس کا دعویٰ کرے تو بے بینہ مقبول نہیں۔
۲۰۶	مقرر مالگزاری کا ادا نہ کرنا ظلم و گناہ ہے۔	۱۲۷	عبارت علماء میں جہاں جہاں یہ تصریحات ہیں کہ طلب مواثبہ بے بینہ کے ثابت نہیں اس کا مطلب یہی صورت ہے۔
۲۱۳	رات کا ذبیحہ مکروہ تنزیہی ہے اور ضرورت کے وقت کوئی کراہت نہیں۔	۱۲۸	طلب اشہاد بینہ سے ثابت نہ ہو، یا ثابت ہو اور شفیع طلب مواثبہ کا زمانہ مقدم میں دعویٰ کرتا ہو، ان دونوں صورتوں میں شفیع چاہے تو مشتری سے حلف لے لے کہ واللہ مجھے معلوم نہیں کہ مدعی نے طلب مواثبہ کی ہے۔
۲۱۳	کراہت بھی اس فعل میں ہے۔ صحیح ذبح ہو جائے تو ذبیحہ میں کوئی کراہت نہیں۔	۱۳۵	نہ تو مطلقاً اضافت طلب بزمان ماضی شفیع کو مدعی کر دے گی، نہ صرف اتنا کہ کراہت میں نے بجز مد علم طلب کی۔

۲۶۱	ایسی مٹھائی لینا ذلت بھی ہے اور کافروں کی مراد کے موافق استعمال بھی۔	۲۱۶	ذبح کرنے والے اور ذبیحہ دونوں کو قبلہ رو ہونا سنت ہے۔
۲۶۱	البتہ ایسے جانوروں کا کھانا ان کی مراد کے خلاف ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ فتنہ نہ ہو۔	۲۲۵	درانتی سے ذبح ایسا ہی مکروہ ہے جیسا کند چھری سے۔
۲۶۱	فتنہ سے بچنا لازم ہے۔	۲۲۵	ضرورت کے وقت اس سے بھی ذبح جائز ہے۔
۲۶۲	بتوں کے نام پر کان کٹے ہوئے جانور کو خرید کر اپنے طور پر ذبح کرنے اور کھانے کا "سوال و جواب"	۲۲۵	ٹھنڈا ہونے سے پہلے سر علیحدہ کرنا اور کھال اتارنا تعذیب بلافاصلہ ہے۔
۲۶۲	چھوڑے ہوئے سائڈ اور کچوے وغیرہ حرام اشیاء کو جلا کر یا تیل میں پکا کر کپکے ہوئے تیل کھانے کا "سوال"	۲۲۵	کھانا ایسے ذبیحہ کا بہر حال حلال ہے۔
۲۷۵	خاص مسئلہ ما اہل بہ لغیر اللہ میں منیہ، ذخیرہ، شرح و ہبانیہ، در مختار وغیرہ کی تصریح کہ ہم اس ذبح سے تقرب الی غیر اللہ کی بدگمانی نہیں کر سکتے۔	۲۳۳	ذبیحہ کے ان سات اعضاء کا ذکر جن کا کھانا حرام ہے۔
۲۸۱	مشرک غیر کتابی سے گوشت خریدنا جائز نہیں۔	۲۴۱	مچھلی اور ٹیڑی کے علاوہ کسی جانور کے علیحدہ شدہ عضو کا کھانا حرام ہے۔
۲۸۲	اب بھی جو نہ مانے اور ان سے گوشت خریدے مسلمان اس کا مقاطعہ کریں۔	۲۵۳	قربانی کے گوشت کا تین حصہ کرنا امر استحبابی ہے سارا گوشت خود بھی کھا سکتے ہیں البتہ یہ گوشت یہاں کے غیر مسلموں کو دینا جائز نہیں۔
۲۸۶	مسلمان نے جانور ذبح کیا اور غیر مسلم نوکر کے ذریعہ گھر بھیجا کیا حکم ہے۔	۲۵۶	کتیا کے دودھ سے پرورش پانے والے بکری کے بچے کو دودھ چھوڑے مدت گزر گئی ہو تو بے خرخشہ حلال ہے۔ مدت کے اندر دو چار روز اس دودھ سے پرہیز کر کے حلال کیا تب بھی حلال ہے۔
۲۹۰	جانور مذبوح ملا، ذابح معلوم نہیں اگر اس علاقہ میں صرف مسلمان ہی بستے ہوں تو حلال ہے اور اگر ایسے لوگ بھی بستے ہوں جن کا ذبیحہ جائز نہیں، تو حلال نہیں۔	۲۵۶	اسی حالت میں ذبح کیا تو اس کا کھانا مکروہ ہے۔
۲۹۵	مذبوحہ جانور جس کے ذابح کا پتہ نہ ہو "سوال و جواب"	۲۶۱	بتوں کے پڑھانے کی مٹھائی مسلمانوں کو نہ لینا چاہئے۔

۳۰۹	غیر مسلم بھنگیوں کا بنایا اس لئے ہو کہ اس نے اپنے بتوں کے نام چڑھایا تو ایسا گوشت مسلمان کو کھانا حرام ہے۔	۲۹۵	مدار صاحب کے مرغ کا "سوال"
۳۱۲	گدھا حرام ہے۔ یونہی وہ خنجر ہو گدھی سے پیدا ہوا، گھوڑا امام اعظم کے مذہب میں مکروہ تحریمی ہے۔ یونہی وہ خنجر جس کی ماں گھوڑی ہو۔	۲۹۵	جو مسلمان اللہ کے نام پر ذبح کرے اور اسی کے لئے اس کی جان لے وہ حلال ہے۔
۳۱۹	دانہ خور کوٹے اور دانہ و نجاست دونوں کھانے والے کوٹے سے "سوال"۔	۲۹۵	مرغ کو نہ مزار پر لے جانا چاہئے نہ مرغ کی خصوصیت ضروری سمجھنا چاہئے۔ ثواب البتہ ان بزرگوں کی روح کو پہنچادے۔
۳۲۰	پیلوں کے انڈے اور گوشت، اور ایسے مرغ کے پانے سے "سوال و جواب"۔	۲۹۹	وجیز کردری سے اس امر کا جزئیہ کہ درندہ سر کھاجائے یا پیٹ پھاڑ دے اور جانور زندہ ہو تو ذبح جائز ہے۔
۳۲۱	کبوتر کا گوشت ماں باپ کے لئے حلال ہے۔	۳۰۲	کتا شکاری ہو اور بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا تو زخم سے مر جائے تب بھی حلال ہے۔
۳۳۲	چھوٹی مچھلیوں کا کھانا شافعی مذہب کے نزدیک حرام اور باقی ائمہ کے نزدیک حلال ہے۔ مگر جو اہر الاخطا میں اس کی حرمت کی تصریح۔ لہذا احتیاط اولیٰ،	۳۰۲	عورت یا بچہ مطابق شرع ذبح کرے تو ان کا ذبیحہ حلال ہے۔
۳۳۳	ریگ ماہی کو عالمگیری میں حشرات الارض لکھا ہے لہذا حرام ہے۔	۳۰۶	ذبح بقر اور قطع شجر جائز ہے۔ قرآن کی آیت سے اس کا ثبوت ہے اور اس بارے میں لوگوں میں جو قول مشہور ہے بے اصل ہے۔
۳۳۸	مصنف کی رائے کہ جو اہر الاخطا میں چھوٹی مچھلی جس کی الائنس دور نہ کی جائے اس کو مکروہ لکھا ہے تو جھینگے کو ایسی مچھلی کے حکم میں ہونا چاہئے اس کی صورت مچھلی سے زیادہ جانور کے مشابہ اور لفظ مچھلی کا اطلاق غیر مچھلی پر بھی ہوتا ہے جیسے ریگ ماہی وغیرہ، تو احتیاط اولیٰ ہے۔	۳۰۸	ہندوؤں کا جانور بسم اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کرے تو حلال ہے مگر مسلمانوں کو یہ فعل مکروہ ہے۔
۳۳۹	جھینگے میں علماء کا اختلاف ہے۔ پوست بیضہ کا حکم بیضہ کا ہے۔ جالے کا جزئیہ نظر میں نہیں، مگر ظاہر ممانعت جیسے بھڑ کا چھتہ کہ دونوں ان کے تھوک سے بنتے ہیں۔	۳۰۸	اور ہندوؤں کی نیت پر کرے تو جانور مردار، اور اس کے ایمان میں بھی خطرہ، لیکن مسلمان پر ایسی بدگمانی نہ کرنی چاہئے البتہ ایسے شخص کی امامت سے پرہیز بہتر ہے۔
		۳۰۹	مسلمان نے بسم اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا ہو تو اس کے حلال ہونے میں شبہ نہیں۔

۳۳۶	بھیڑ کے چھ ماہہ بچہ کی قربانی جائز ہے۔	۳۳۰	ملائم ہڈی کھانا جائز ہے۔
۳۳۳	جس جانور کو قربانی کی نیت سے پالا اس کا بدلنا مکروہ ہے۔	۳۳۱	شکار کھیل و تفریح کی غرض سے ہو تو حرام ہے ورنہ حلال۔
۳۳۴	آدمی کے دودھ سے پرورش پانپوالے بکری کے بچہ کی قربانی جائز ہے۔	۳۳۳	مچھلی کا شکار اور کانٹے میں زندہ گھیر لگانا بصورت جائز، تفریحاً ناجائز ہے۔
۳۳۸	بہ ضرورت بائیں ہاتھ میں قرآن مجید لے کر تلاوت کر سکتے ہیں۔	۳۳۳	زندہ گھسیا پر ونا ناجائز اور مار کر پرونا جائز، شکار ہر دو صورت میں جائز ہے۔
۳۳۹	عقیقہ و نیاز کا کھانا بھنگلی کو دینا برا ہے۔	۳۳۵	بندوق سے شکار کئے ہوئے جانور میں اگر حیات ہو اور ذبح کر لیا جائے تو جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔
۳۳۹	جانور میں کنتوں کی شرکت نقصان دہ ہے۔	۳۳۹	کنتے کے پکڑے ہوئے شکار سے "سوال"
۳۳۹	قربانی میں سے فقیروں کو تہائی گوشت دینا مستحب ہے۔	۳۵۳	عشرہ ذوالحجہ میں ناخن، بال وغیرہ نہ ترشوانے کا حکم استحباً ہے۔
۳۵۱	قربانی کی کھال باقی رکھ کر اسے اپنے مصرف میں لایا جاسکتا ہے اپنے مصرف میں لانے کی نیت سے کھال بیچی تو اس کا صدقہ واجب ہے۔ سید یا کسی اور کار خیر کے لئے بیچی تو ان کو دے سکتے ہیں۔	۳۵۳	اگر کسی وجہ سے چالیس دن ہو گئے ہوں تو عشرہ ذوالحجہ میں ہی کٹوانے کہ چالیس دن سے زیادہ تک نہ کٹوانا گناہ ہے۔ مستحب کے لئے گناہ نہیں کیا جاسکتا۔
۳۵۵	قربانی کی کھلی قبر میں دفن کر دی تو قربانی ہو گئی، کھلی ضائع ہو گئی، اور یہ فعل ناجائز ہوا۔	۳۵۱	صاحب نصاب کے لئے قربانی کی نیت سے جانور خریدنے سے متعین نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کا پالنا یا بیچنا اور اس کا دودھ پینا روا ہے۔
۳۵۵	اگر ذبیحہ بنیت قربانی نہ ہو بلکہ کوئی ٹوکا ہو تو قربانی نہ ہوئی۔	۳۵۱	گابھن یا دودھ والی بکری کی قربانی ہو تو جاتی ہے لیکن ناپسندیدہ ہے۔ حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے۔
۳۵۶	فقیر اپنی قربانی کا گوشت کسی حربی کو دے تو اتنی قیمت صدقہ کرے۔ اور غنی کو دے تو مستحب کے خلاف کیا۔		

۴۵۷	او جھڑی کھانے کی چیز نہیں، غیر مسلم لے جائے تو حرج نہیں، گوشت دینا جائز نہیں۔	۵۰۶	ایسی تعلیم جس سے دین کا کوئی تعلق نہیں جیسے انگریزی زبان، اس میں چرم قربانی صرف کرنا جائز نہیں، اور ایسی احتیاط ہو کہ وہ رقم صرف دینی مد میں خرچ ہو سکے تو جائز ہے۔
۴۵۸	ہر طرح کی خاصی کی قربانی جائز ہے اس میں اس سے کمال پیدا ہوتا ہے۔	۵۰۷	چرم قربانی سے مدارس کی امداد کے ایک طریقہ کا سوال و جواب۔
۴۵۸	چرے ہوئے کان اور سینگ کی نوک ترشی ہوئی ہو تو قربانی جائز ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں بالکل سلامت ہوں۔	۵۱۰	اگر چرم قربانی کی بیع سے تمہول مقصود نہ ہو تو اسکی رقم سارے ہی مصارف خیر میں صرف ہو سکتی ہے۔
۴۶۵	قربانی کی کھال سید، ماں، باپ، اولاد، میاں بیوی ایک دوسرے کو دے سکتے ہیں صدقہ کی نیت ہو صدقہ نافذ ہے۔ ورنہ ہدیہ ہے۔	۵۱۲	چونکہ قربانی کے جانور ذبح کر کے خدا کی عبادت کی گئی ہے۔ اس لئے اب اس کو ثواب کے کام میں ہی صرف کیا جاسکتا ہے۔
۴۶۶	قربانی کی کھال صدقہ کی نیت سے بیچ کر مسجد میں صرف کرنے کا "سوال"	۵۱۲	قربانی کو تمہول کے طور پر خرچ کرنا جائز نہ ہو گا کہ یہ کار نفس ہے۔
۴۶۶	صدقہ کی نیت اور صرف مسجد دونوں قربت ہیں اور کھال میں قربت ہی مقصود لہذا جائز ہے۔	۵۶۰	مرغ کی قربانی ناجائز ہے۔
۴۷۸	کھال کو بیع نہ باقی رکھ کر یا باقی رہنے والی چیزوں سے بدل کر اپنے تصرف میں لا سکتا ہے۔	۵۶۰	دیہات والے جائز قربانی صبح صبح کر سکتے ہیں۔
۴۷۸	قربانی کی کھال سادات کو دے سکتا ہے مالدار کو دے سکتا ہے۔ امام کو بھی دے سکتا ہے۔	۵۸۱	بڑے جانور میں سات بچے اور بکرے میں صرف ایک بچے کا عقیدہ ہو سکتا ہے۔
۴۸۸	سینگ کے اوپری حصہ کو قرن کہتے ہیں کل ٹوٹ جائے تب بھی قربانی جائز ہے گودا ٹوٹے تو قربانی منع ہے۔	۵۸۳	عقیقہ میں سال بھر سے کم کی بکری جائز نہیں اور اس کی عمر میں شک ہو تب بھی جائز نہیں۔
۵۰۳	چرم قربانی کی رقم دینی انجمن میں لگانا جائز ہے مگر یہ تحقیق ضروری ہے کہ واقعہ وہ انجمن اہل سنت و جماعت کی ہے۔ آج کل اظہار مقاصد کے الفاظ بڑے دل خوش کن ہوتے ہیں۔	۵۸۵	والدین بھی عقیقہ کا گوشت کھا سکتے ہیں۔
		۵۸۵	عقیقہ میں جنائی کو ایک ران دی جائے جبکہ مسلمان ہو، غیر مسلم دانیایا مرد ڈاکٹر بلانا حرام ہے۔ حجام، سقا، خاکروب، دھوبی کا کوئی حق مقرر نہیں۔

	میراث	۵۸۵	عقیقہ کے پوست کا دام کر کے اپنے صرف میں لانا منع ہے۔
۱۷۵	کل جائداد صرف چند ورثہ میں تقسیم کرنے کا "سوال"	۵۸۶	عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں توڑنے میں حرج نہیں۔ نہ توڑنا اور زمین میں دفن کرنا افضل ہے۔
۱۷۵	ایسی تقسیم باطل ہے۔ بیع کا فیصلہ صرف انھیں لوگوں کے حق میں نافذ ہوگا جنہوں نے انھیں بنایا، دوسروں کے حق میں انھیں تصرف کا اختیار نہیں۔	۵۸۸	غیر مسلم کو جنائی بنانا حرام ہے حجام مالدار ہو تو چاندی اس کو دے کر برائیا، عقیقہ ہو گیا، سری کے بارے میں کوئی خاص حکم نہیں، جس کو چاہے دے۔
۱۷۶	قاضی نے اگر ایسا فیصلہ اس گواہی کے بعد کیا کہ مزید کوئی وارث نہیں، تو وارث ظاہر ہونے کے بعد تقسیم توڑ دی جائے گی	۵۸۸	عقیقہ کے جانور کا سرنائی کو دینے کا نہ حکم نہ ممانعت۔
	فوائد اصولیہ	۵۸۸	کافر کو جنائی بنانا حرام اور ان کو عقیقہ سے کچھ دینا منع ہے۔
۹۶	شفیع کا طالب شراء ہونا اس سے حق شفیع کو باطل کرتا ہے۔	۵۹۰	عقیقہ کا گوشت سب کھا سکتے ہیں اس کا حکم قربانی کے گوشت کا ہے۔
۹۶	انعدام شفیع کی علت اعراض عن شراء کو قرار دینا غلط ہے۔	۵۹۱	عقیقہ کی ہڈی توڑنے میں کوئی حرج نہیں نہ توڑنا بہتر۔ امام مالک کا حکم ہے، اور امام شافعی توڑنے کا حکم دیتے ہیں، ہمارے مذہب میں کوئی حکم نہ ہو تو امام مالک کے مذہب کے موافق حکم ہے۔
۱۲۶	شفیع طلب اشہاد بھی گواہی سے ثابت نہ کر سکے تو طلب مواہبہ پر اس کی قسم ہرگز مسلم نہیں۔	۵۹۲	مردہ کی طرف سے قربانی جائز ہے۔
۱۲۶	شفیع میں مدعی اور مشتری منکر ہے اور شرعاً حلف منکر پر ہے۔		احیاء الموات
		۱۸۰	زمین کو کاشت کے قابل بنایا ہو، اس میں چوگزی وغیرہ کھودی، دوسری زمین سے مٹی لاکر پائی، درخت بویا یا مکان بنایا تو سلطانی زمین میں اس کو حق استقرار مل جاتا ہے۔ اور اس کے بعد اس کے ورثہ کو بھی بلا وجہ شرعی بے دخل نہ کیا جائے گا۔

۳۰۱	ان اقوال کے درمیان مصنف کی نفیس توفیق۔	۱۶۶	طلب اشہاد کے لئے اقرب کو چھوڑ کر ابعدا کی طرف جانے پر اس کو قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اقرب ابعدا کے راستہ میں نہ پڑے۔
۳۰۱	ایک دوسری توفیق اور نوات محل ذبح میں تحقیق مناظ کی بے مثال تقریر۔	۱۶۷	حاضر کی تعیین اشارہ سے ہوتی ہے اور غائب کی تسمیہ سے، جو گھر و مکان میں ذکر حد و اربعہ ہے۔
۳۰۲	حلت کی علت جانور کا وقت ذبح زندہ ہونا ہے خون فوراً یا بعد میں دے یا نہ دے۔	۲۱۷	اختلاف علماء سے بچنا مؤکد ہے۔
۳۱۸	مطلقاً دانت ہونا موجب حرمت نہیں بلکہ اس سے شکار کرنا حرمت کا موجب ہے۔	۲۲۱	جب صیغ اور محرم جمع ہوں تو غلبہ حرام کو ہوگا۔
۳۲۳	مچھلیاں پکڑنے والے کی ملک ہوتی ہیں، دوسرے تالاب میں چھوڑنے سے ملک خارج نہیں ہوتی تو ایسی مچھلیوں کے کھانے کی ممانعت ملک غیر کی وجہ سے ہوگی لیکن یہاں ایسی مچھلیاں مباح الاصل ہیں۔	۲۳۵	متون میں جب کراہت کا لفظ مطلق وارد ہو تو مراد کراہت تحریم ہوتی ہے۔
۳۹۵	آیات قرآنی سے ثابت ہے کہ قربانی صرف بہیمہ الانعام کی جائز ہوگی۔	۲۳۸	او جھڑی کی کراہت بطور دلالت النسخ یا بطور اجزائے علت منصوصہ ثابت ہے۔
۳۹۶	بھیڑ یقیناً بہیمہ الانعام میں سے ہے۔	۲۶۳	حرام شے جلنے کے بعد بھی حرام رہے گی، اور حلال میں مخلوط ہو تو اسے بھی حرام کر دے گی۔
۴۰۰	قربانی کا مسئلہ ہی غیر قیاسی ہے۔ تو اس میں کسی کو کسی کے ساتھ لاحق کرنے اور نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔	۲۸۲	حلال و حرام میں کافر کا قول بالکل معتبر نہیں۔
۴۰۱	علامہ القفانی، یعنی، اور طوری کا بیان کہ اراقۃ الدم کا عبادت ہونا خلاف قیاس ہے۔ اس لئے اپنے امور پر مقصور ہوگا۔	۲۸۲	ایک استثنائی شکل۔
۴۱۰	جو استدلال اطلاق کی بنیاد پر ہو اس کو احتمال کی بنیاد پر رد نہیں کیا جاسکتا۔	۲۸۲	اس حکم کے خلاف حرام اور اس کو بناوٹی بتانے والے پر لزوم کفر ہے۔ توبہ و تجدید اسلام ضروری ہے۔
۴۱۰	امام ابن ہمام نے بنت زناء کی حرمت کی دلیل یہی دی کہ وہ لغتہ بنت ہے اور اس لفظ کا اس معنی میں منقول ہونا ثابت نہیں۔	۳۰۰	وجہ کی عبارت میں تین فرعوں کا ذکر ہے جن میں بظاہر تعارض ہے۔

۴۱۴	تعریف میں مساواة کی شرط ظاہر ہے اور بلا دلیل ظاہر کے خلاف پر حمل جائز نہیں۔	۵۱۷	یہ حکم مطلقاً ضروری نہیں، جہاں دونوں میں تنافی ہو وہاں ایسا کیا جائے گا، اور تنافی نہ ہو تو مطلق کو مطلق ہی رکھا جائے گا۔
۴۱۵	کسی چیز کا فی نفسہ جائز ہونا اور بات ہے اور کسی کلام کا اس پر محمول ہونا اور بات ہے۔	۵۱۷	دونوں کلمے اگر حکم منفی میں واقع ہوں یا اسباب متعدد میں واقع ہوں، تو ان میں تنافی نہیں اور حمل ضروری نہیں۔
۴۱۶	شرعیات میں بدوں قیام قرینہ اعم سے تفسیر باطل ہے۔	۵۱۸	امتناع جمع بین المطلق والمقید وجوب حمل المطلق علی المقید کی مثال۔
۴۱۶	امام غزالی کی تحریر سے مقام تقیید میں اطلاق عام کی شاعت۔	۵۱۹	جمع کا حکم حکم وجوبی میں ہے جواز و استحباب میں نہیں۔
۴۲۸	جانور میں اطراف بمزولہ اوصاف ہیں۔	۵۲۵	قربانی اور ہدی کے جانور میں دفع قیمت ناجائز ہونے کی علت کا بیان۔
۴۲۸	جانور میں اطراف کے مقابلہ میں کوئی دام نہیں ہوتا۔	۵۲۵	حدیث کے لفظ فلا اضحیٰ لہ سے خاص بیع ممنوع ہونے پر استدلال۔
۴۶۶	قربانی میں قربت مقصودہ خون بہانا ہے۔ اسی لئے گوشت وغیرہ کا صدقہ واجب نہ ہوا۔	۵۲۵	بیع للصدقہ بیع برائے دیگر امور خیر اکل، ادخار تو شرعاً مامور ہیں، تو ان پر فلا اضحیٰ لہ مرتب نہ ہوگا بلکہ اس سے مراد وہی بیع ہوگی جو مستملک سے ہو اور اپنی ذات کے لئے ہو۔
۵۱۱	چرم قربانی کا مصرف نہ تو صرف کار خیر ہے نہ کوئی ایسی بات پیدا ہوئی جس سے صدقہ واجب ہو۔	۵۳۹	صاحب ہدایہ کی نص کی اباحت اور تملیک ایک دوسرے کی ضد ہیں۔
۵۱۱	اپنے لئے بیچا تو تمول ہوا، لہذا اس کا صدقہ واجب ہوا۔	۵۴۰	فقہاء کا ضابطہ کہ اطعام کا لفظ اباحت کے لئے ہے اور ایثار کا تملیک کے لئے
۵۱۱	قربانی کا اصل مقصد خون بہانا ہے تصدق نہیں۔	۵۴۰	امام غزالی، امام علائی، صدر الشریعہ اور علامہ شمس محمد اور شامی کی تصریح کہ تملیک و اباحت الگ الگ دو تصرف ہیں۔
۵۱۶	اس اصول فقہی کی بحث کہ حادثہ اور حکم ایک ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔		

۲۹۴	ان کی مستدل حدیث اور عبارت نیشاپوری کا یہی مفاد ہے بلکہ شاہ صاحب نے اپنی تفسیر میں خود اس کی تصریح کی ہے۔	۵۴۱	زین ابن نجیم وغیرہ کی تصریح کہ مباح لہ مباح کو مبیح کی ملک پر خرچ کرتا ہے اور خرچ کے بعد مبیح کی ملک سے نکل جاتی ہے لیکن مباح لہ کی ملک میں داخل نہیں ہوتی۔
۲۹۵	بڑے پیر صاحب کے بکرے کے سلسلہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتویٰ حرمت سے "سوال"	۵۴۶	نکاح کی تصریح کہ تصرف تملیک سے کفارات مستثنیٰ ہیں۔
۲۹۶	شاہ صاحب نے اس مسئلہ میں اپنے فتاویٰ اور تفسیر دونوں جگہ غلطی کی ہے۔	۵۶۹	اس امر کی بحث کہ لفظ امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے یا صیغہ امر سے۔
۲۹۶	امام مالک فرماتے ہیں بے دلیل تو صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول مقبول ہے بقیہ کوئی عالم معصوم نہیں۔	۵۹۵	عقیقہ و قربانی میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنے کی ضرورت نہیں دونوں اراقہ الدم لوجہ اللہ کے عموم میں شامل ہیں۔
۲۹۷	کشمیر کے ایک مفتی صاحب کے فتوے کے جواب میں مصنف کی تحریر (حاشیہ)	افتاء و رسم المفتی	
۳۱۰	قاضی خان نے اس کی تصحیح کی وہ فقیہ النفس ہیں فتویٰ انھیں کی تصحیح پر ہوگا۔	۱۲۶	سوال گول ہے جس پر قطعی حکم ممکن نہیں۔
۳۱۰	قسستانی نے اس کی تصحیح کی، اور خلاصہ، ہدایہ، محیط، مغنی سے قاضی خان نے نقل کی اسی پر متون ہیں جن کی وضع نقل مذہب کے لئے ہوئی اور جن پر فتویٰ ہوتا ہے۔	۲۶۲	سانڈ حلال ہے۔ اور مولوی عبدالحی صاحب کے اسے حرام کہنے کی تردید، لیکن وہ مباح بھی ممنوع ہو جاتا ہے جو مسلمانوں کو ذلت پر پیش کرے۔
۳۱۱	کفایہ میں اس کے خلاف کو ظاہر الروایہ کہنا یا جمہور کا فتویٰ اس کے خلاف ہونا اس کو مضر نہیں۔	۲۷۲	حسب تصریح علماء مطلقاً اضافت کو سبب حرمت قرار دینے والا جاہل ہے
۳۳۳	سوکھی مچھلی حلال ہے۔ اس کو حرام کہنے والا جاہل ہے تو سمجھا یا جائے، اور عالم ہے تو اس کو تجدید نکاح اور تجدید اسلام کا حکم دیا جائے۔	۲۷۶	ایسے جانور کی مطلقاً حرمت کا فتویٰ دینے والوں کو تنبیہ اور ان کی تجہیل
		۲۹۳	شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی جو اس باب میں روش علماء کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں، وہ بھی تادم ذبح استمرار اہلال لغیر اللہ کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

۳۱۰	شیخ کی عبارت میں ایسے حکم کا بیان ہے جو ضان کے ساتھ خاص ہے تو لفظ میں سے اس کی تفسیر تفسیر بالاعم ہو ہی نہیں سکتی۔	۳۹۴	سب کو گمراہ اور گمراہ گر قرار دینا سرکشی ہے۔
۳۱۳	متقدمین عام کے ساتھ تعریف کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن اس کو عمدہ نہیں کہتے۔	۳۹۴	واضح مسائل کا انکار کرنے والوں کا جواب خاموشی ہے۔
۳۱۳	شرح مواقف اور حاشیہ تلویح سے مذکورہ بالا امر کا ثبوت	۴۳۲	بھیڑ کی دم کو الیہ نہ تسلیم کیا جائے تو یہ مسئلہ طرفین کا خلافی ہوا۔ اور فتویٰ قول امام پر ہے۔ تو اس کی قربانی جائز ہے۔
۳۱۵	ہمارے نزدیک عام سے تفسیر اسی وقت جائز ہے جب مراد واضح اور اس پر قرینہ ہو ورنہ تلبیس کی وجہ سے ایسی تعریف ممنوع ہے۔	۴۳۲	امام صاحب کے قول پر فتویٰ ہونے کی تصریح عبارت ائمہ سے۔
۳۱۹	متقدمین نے جس طرح تعریف بالاعم جائز رکھی اسی طرح تعریف بالانحصار بھی بلکہ مابین سے بھی۔		منطق
۳۱۹	حسن، چلپی، سید شریف، بحر العلوم کی عبارتوں سے مسئلہ بالا کی تائید۔	۳۹۵	بدیہات کی تفہیم مشکل ہے۔ پھر بھی میں پوری جدوجہد کروں گا۔
۳۲۰	ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہمیشہ والی تفسیر بالمسامی ہو اور الیہ والی تفسیر بالانحصار۔	۴۰۴	گائے اور بھینس میں صرف اعضاء میں اتحاد ہے، یہ اتحاد تو گھوڑے اور گدھے میں بھی ہے لیکن یہ دونوں مابین نوعیں ہیں۔
۳۲۳	معز کی تعریف میں "ماکان ذوات الشعر" کا لفظ مسامی ہی ہے۔	۴۰۶	جب ایک نوع کے دو افراد میں ان اعضاء میں عدم وجود میں یہ اختلاف ہے تو پھر بھیڑ اور دنبہ کی دم چوڑی اور گول ہونے کی بنیاد پر انھیں دو نوعیں شمار کرنا سخت غلطی ہے۔
۳۲۳	اسی بنیاد پر گائے بیل اور بھینس سے اعتراض نہ ہوگا کہ وہ مقسم سے خارج ہے۔	۴۱۰	ضان کی تعریف میں لفظ ہمیشہ وارد ہونے پر اس شبہ کا جواب کہ جب بعض مشارکات میں تمیز منظور ہو تو لفظ اعم کے ساتھ تعریف ہو سکتی ہے۔
	نحو	۴۱۰	یہ سوچنا غلط ہے کہ مسئلہ مجسوتہ میں بھی بعض مشارکات سے ہی تمیز مطلوب ہے۔
۳۲۲	بکری کی تعریف میں "مالہ شعر" میں بعض مراد لینا اس بات کا قرینہ نہں کہ ضان کی تعریف میں بھی "من" تبغیضیہ ہی ہو کیونکہ اس کا مدار اس پر ہے کہ دو متصل جملوں کا ایک حکم ہے حالانکہ یہ اصول غلط ہے۔		

۳۹۸	ترجمہ رفیعہ، ترجمہ فارسی شاہ ولی اللہ، ذخیرہ عقلمی، صحاح، نفاس، تحفۃ المؤمنین، منتخب رشیدی وغیرہ سے مضمون بالا کا ثبوت۔		لُغَت
۳۰۱	بھینس بقر کی ایک نوع ہے اس لئے لفظ بقر اس کو شامل ہے، الحاق کی ضرورت نہیں۔	۳۱۷	عرب میں لفظ بوم صرف الو کے لئے ہی موضوع نہیں۔
۳۰۲	اگر کنز کے لفظ "الجاموس کالبقر" سے شبہ ہو تو ایسے ہی ہے جیسے "البخت کالاعراب"	۳۱۷	رات میں اڑنے والے ہر پرند کو عربی میں بوم کہتے ہیں۔
۳۰۳	عرقاگائے اور بھینس میں فرق ہونے کا بیان۔	۳۱۷	بوم غیر ذی حجاب پرند کو بھی کہتے ہیں۔
۳۰۷	جملہ اہل تفسیر، اہل حدیث، اہل فقہ، اہل لغت کیا عربی کیا عجمی، غنم کی دو نوعیں مانتے ہیں ضان اور معز۔ کفایۃ الراضی، مجمع بحار الانوار، مرقاۃ، شرح الکنز، قاموس، مختار الصحاح، ذخیرۃ العقبی، غیث کی عبارت سے اس کا ثبوت کہ عربی حضرات جس کو معز کہتے ہیں فارسی اسی کو بزا اور عربی جس کو ضان کہتے ہیں فارسی میں اس کو میٹھ۔	۳۲۵	مارماہی کی تشریح اور مختلف زبانوں میں اس کے نام کا بیان۔
۳۰۸	شیخ محقق اور علامہ شامی کے قول سے تائید مزید۔	۳۳۱	گھی اردو زبان کا لفظ نہیں اس لئے اس سے لاعلمی۔
۳۱۱	علمائے تفسیر و حدیث و فقہ و لغت متفق ہیں کہ ضان اور معز میں صوف اور شعر کا فرق ہے۔	۳۹۶	گھوڑا، خچر، گدھا بہیمۃ الانعام سے نہیں۔
۳۱۲	امام احمد کی روایت کہ وہ ایک حدیث اور مرقاۃ کی اس کی تشریح سے استدلال کہ فرق صرف شعر و صوف کا ہے۔	۳۹۶	مصباح سے بہیمۃ الانعام کی تصریح۔
۳۱۳	امام تفتازانی اور علامہ سید شریف کے قول سے مضمون بالا کی سند حمد و مدح میں مترادف ہے۔	۳۹۷	شاہ رفیع الدین صاحب کے ترجمہ سے بھیڑ بکری کے ایک جنس ہونے کا ثبوت۔
۳۱۵	اہل لغت کا مشہور قاعدہ ہے کہ نکرہ بول کر شے معین مراد لیتے اور معرفہ بول کر شے معین مراد لیتے ہیں اور معرفہ بول کر غیر معین۔	۳۹۷	ایسے موقع پر قول فیصل علمائے لغت کی بات ہوتی ہے۔ اور جس کو بھی عربی و فارسی و اردو پر عبور ہو جانتا ہے کہ ہندی زبان میں لفظ بھیڑ وہی ہے جسے فارسی میں میٹھ اور عربی میں ضان کہتے ہیں۔

۴۳۷	فارسی لغت سے ثبوت کہ ضان اور میش ایک ہی ہے۔	۴۱۵	مسئلہ بالا کی مثال سے تفہیم۔
۴۳۷	علمائے لغت و تفسیر کا حوالہ کہ انھوں نے ضان کی تفسیر اون والی بکری فرمایا۔	۴۲۳	جملہ اہل لسان کا یہ فیصلہ ہے کہ صوف ضان کے ساتھ خاص ہے۔
۴۳۸	مجاہدات عرب اور قرآن سے دونوں کے اتحاد پر استدلال۔	۴۲۶	تو جس کے چکتی نہ ہو وہ بھی ضان ہی رہے گا۔
۴۴۰	شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا حوالہ کہ انھوں نے بھی ضان کا ترجمہ میش کیا۔	۴۲۹	چکتی نہ ہو تب بھی دنبہ دنبہ ہی رہے گا۔
۴۴۰	چکتی کی تحقیق۔	۴۲۹	چکتی میں چھوٹی بڑی ہونے کی کوئی قید نہیں۔
۵۶۱	خطام کے معنی کیا ہیں۔	۴۳۰	قاموس سے چکتی کی تعریف۔
۵۶۱	زامام اور خطام کا فرق، اور خطام کے چار اطلاقات۔	۴۳۰	یہ تعریف بھی صادق آتی ہے۔
۵۶۱	لغت، فقہ، حدیث کی ۱۲ کتابوں سے اطلاقات بالا کا ثبوت۔	۴۳۰	چکتی کی کوئی مقدار متعین نہیں۔
	ضان و تاوان	۴۳۱	فقہاء نے ضان کی تین تعریفیں کیں، ذات الصوف، ذات الیہ، خلاف المعز، اور اردو ترجمہ میش و بھیڑ۔
۱۷۳	اور چندہ کر کے متولی کو دیا اور اس نے بلا ضرورت زائد قیمت دی تو زیادت فاحش پر متولی گنہگار ہوگا اور مسجد کے نقصان کا متولی کو تاوان دینا پڑے گا۔	۴۳۱	بیان احکام، تعریف یا ترجمہ جو کچھ ہو صرف مساوی سے ہی ہو سکتا ہے۔
۱۷۹	کاشتکار کے حق استتقرار اور مقدمہ بے دخلی کے تاوان سے "سوال"	۴۳۱	اس لئے پانچوں الفاظ مساوی اور ہم معنی ہیں
۱۹۸	اگر اور شرکاء کی مرضی کے خلاف کاشت کی تو ظالم اور غاصب ہے اور زمین کو کاشت سے نقصان پہنچا ہو تو تاوان دے اور نقصان نہ پہنچا ہو تو لگان عائد نہیں۔	۴۳۶	دنبہ اور بھیڑ ایک ہی نوع ہیں، اور دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔
۳۰۵	بھینس جس کی زندگی کے بارے میں یقین نہیں ذبح کر کے دس روپیہ میں قصاب کو دی اس نے گوشت دفن کر دیا اور کھال چھ روپیہ میں بیچ دی اس پر کتنا مطالبہ ہوا۔	۴۳۷	شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمہ سے استدلال کہ انھوں نے ضان کا ترجمہ بھیڑ کیا۔

۵۷۵	امام ابن حجر اور امام قسطلانی نے اس کو تحویل حمل کے مہینہ میں فرمایا۔		ترغیب و ترہیب
۵۷۷	مستخرجہ تفہیم کا موسم مکہ معظمہ میں نہایت معتدل ہوتا ہے تو یہ جھولیں خاص تعظیم شعائر اللہ کے لئے تھیں۔	۲۳۰	مسلمان پر بدگمانی حرام ہونے کا ثبوت قرآن و حدیث سے۔
	قرض	۲۳۱	دل کے ارادے پر حکم لگانے کی ممانعت قرآن و حدیث سے۔
۱۸۹	اپنے حق کی وصولی کی تدبیر۔	۲۳۱	برائگان برے دل سے نکلتا ہے۔
	حیل	۲۷۳	قرآن و حدیث و اقوال بزرگان دین سے بدگمانی کی مذمت۔
۳۷۹	شہر سے دیہات میں قربانی بھیجنے کی ترکیب اور فائدے مصر وغیرہ کا بیان۔		تاریخ و تذکرہ
	مناظرہ و ردِ بد مذہبوں	۵۳۳	۱۲۰۵ھ کے بعد اس مسئلہ میں علماء دیوبند کی طرف سے خلاف ظاہر ہوا۔
۲۱۸	دیوبندی مسئلہ کی تغلیط۔	۵۷۱	اس زمانہ میں بدنہ کے گلے میں قلابہ ڈالتے اور خاص اونٹوں پر جھول بھی ڈالتے اور ان کے کوبان میں نیزہ سے خفیف زخم بھی لگاتے۔
۲۶۱	وہابیہ کے جاہلانہ خیال کا رد۔	۵۷۲	عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جھولوں کا بیان۔
۲۷۶	قصد عبادت کی تائید میں مخالف کی دلیل کا رد۔	۵۷۳	حبیب الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہدی کے جانوروں کی جھولوں کا بیان۔
۲۷۷	تخصیص اور عدم تبدیل بھی بے اصل نہیں۔	۵۷۵	حبیب الوداع کھلی بہار کے موسم میں تھا تو یہ جھولیں سردی سے بچنے کی معمولی جھولیں نہ تھیں۔
۲۷۷	ایسی صورت میں عدم تبدیل سے عوام کی تصریح کے خلاف عبادت کا التزام سراسر زیادتی ہے۔	۵۷۵	مصنف کی یہ تحقیق کہ یہ حج ۱۹ ذوالحجہ ۱۰ھ مطابق چھٹی مارچ ۱۳۳۲ء روز جمعہ کو تھا جو اس وقت کی تعبیر تھی۔
۲۷۸	بالفرض کسی نے ایسی نیت کی ہو تو حکم کفر اسی پر مقصور رہے گا عام حکم لگانا صحیح نہ ہوگا۔		

۳۱۸	تحدید کا مسئلہ نقلی ہے۔ تو امام رازی، صدر الشریعہ، قاضی عضد الدین بیضاوی، تفتازانی، قطب الدین رازی فتاویٰ وغیرہ اکابر کی مساوات کی تصریح کے مقابلہ میں فاضل لاہوری کا قول کیا سند رکھتا ہے۔ وہ بھی ایسی کتاب سے جو علم نحو کی ہو۔	۳۹۶	جس کو بھیڑ کے ہسمیہ الانعام ہونے میں شبہ ہو وہ بھیڑ کی نوع متعین کرے کہ وہ جانور کی کس قسم میں ہے۔
۳۲۱	مجیب اول کے اس شبہ کا جواب کہ ضان کی تفسیر میں جن لوگوں نے ذات الصوف کا لفظ استعمال کیا ہے اس کے ساتھ لفظ "من" بھی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ ذات الصوف میں سے بعض ہے۔	۳۹۸	اب صورت یہی رہ گئی ہے کہ ایک بھیڑ لے کر تینوں ملک میں پھرا جائے، اور ایک ایک سے پوچھا جائے یہ کون جانور ہے۔
۳۲۱	اولاً "من" کا لفظ صرف شرح نقایہ میں ہے ثانیاً یہ تبعیض کے لئے نہیں کیونکہ اسی عبارت میں "ماکان" کا لفظ ہے جو عموم افراد پر دلالت کرتا ہے۔	۴۰۰	اس بات پر دلیل تنویری کہ مذکورہ بالا طریقہ ہی اس بات کے حل کا آخری ذریعہ ہے۔
۳۲۱	یہ ایسا ہے جیسے فلاسفہ نے انسان کی تعریف میں کہا "کل من کان من اهل النطق"	۴۰۳	مجیب اول نے جان بوجھ کر بھینس کو ایک الگ نوع اور بقر کا مقابل قرار دیا۔
۳۲۱	مجیب نے اپنی عبارت میں بھی "من" کو اسی معنی میں استعمال کیا ہے۔	۴۰۳	اگر لاحق کرنے کی ہی بات ہوتی تب بھینس اور گائے میں غیر معمولی فرق ہے۔ ایک کو دوسرے کے ساتھ لاحق کرنا عقلاً جائز ہی نہیں ہوتا۔
۳۲۵	ضان کو صوف والا نہ مانیں، الیہ کے ساتھ خاص کریں تو غنم کا حصہ ٹوٹ جائیگا، اس لئے ذات الصوف والی تعریف بالمساوی ہے اور ذات الیہ والی بالخصوص۔	۴۰۹	مجیب کی تدقیق کا مدار اس پر ہے کہ فرق کی بنیاد چکیتی ہونے اور نہ ہونے پر ہے۔
۳۳۳	تمذیل، مجیب اول کی پیش کردہ تین عبارتوں میں ذات الیہ والی تعریف نہیں۔	۴۱۰	اگر اس کو بنیادی فرق مانا جائے تو غنم کی دو کے بجائے تین نوعیں ہوں گی۔
۳۳۳	مولانا عبداللہی صاحب لکھنوی کے فتویٰ کا بیان اور ان کے اور مجیب اول کے قول میں فرق کا بیان۔	۴۱۴	علماء جس کو غیر جید بتا رہے ہیں ان کی عبارتوں کو ان پر حمل کرنا عمدہ بات نہیں۔
		۴۱۷	خود بھیڑ کی قربانی کے مسئلہ میں اسی مجیب نے سارے عوم کو اسی تفسیر عام کی بنیاد پر گمراہ بنا دیا۔

۵۳۳	تثقید مجمل، تصدق کے لئے تملیک ضروری ہونے سے جمع کار ثواب کے لئے تملیک لازم ہونا ضروری نہیں۔	۴۳۴	مولانا عبدالحی صاحب نے بھیڑ کے قربانی کا جانور ہونے کا انکار نہیں کیا، اس کے چھ ماہہ بچے کی قربانی منع کی۔
۵۳۳	پوری بات یوں کہنی چاہئے تھی کہ یہاں تصدق کا حکم ہے نہ کہ تقرب کا، اور تصدق کے لئے تملیک ضروری ہے تو استدلال میں صغریٰ کا ایک جذب گیا اس لئے نتیجہ غلط ہوا۔	۴۳۴	مولوی صاحب موصوف کے منشاء غلط کا بیان۔
۵۳۳	منشاء غلط کا بیان۔	۴۴۰	بھیڑ کو ضان سے خارج مانا جائے تو انعام کی چار کے بجائے پانچ قسمیں ہو جائیں گی۔
۵۳۵	مولوی رشید احمد صاحب کی غلطی کا منشا یہی ہے کہ انھوں نے کفارات واجبہ میں بھی اباحت کافی دیکھی تو کہہ دیا کہ صدقات واجبہ میں بھی مطلقاً اباحت کافی ہے۔	۴۴۰	مولانا عبدالحی صاحب کی غلط فہمی کا منشاء۔
۵۳۵	مولوی رشید احمد کے اس استدلال میں حد اوسط مکرر نہیں۔	۴۴۱	یہ سب اختلافات اختلافات نوع کا سبب نہیں، تو ہندی اور عربی دنیوں میں دم کے فرق سے کیوں نوع بد لے گی۔
۵۴۰	غیر مقلد پر رد کہ ائمہ کی حدیثوں پر سلب مطلق کا دعویٰ کرتے ہیں۔	۵۳۵	مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے فتویٰ کی عبارت کی تثقید۔
	فلکیات و ہیئت	۵۳۶	مولوی رشید احمد صاحب کی تصریح بیع بنیت تمول یا بنیت تصدق سب کا صدقہ واجب ہے۔
۳۵۸	مطلع شمس ہر تین میل پر بدلتا ہے اور مطلع قمر بہتر میل پر۔	۵۳۷	ان دونوں باتوں میں صاف تغایر ہے تو جو ثانی کو اول سے ثابت مانے ایسا ہی ہے کہ کوئی لا ا بعد ما تعبدون سے ثابت کرے کہ نماز نہ پڑھو۔
۳۶۰	راہپور اور بریلی کے مطالع اور ان کے فرق کا بیان۔	۵۳۸	مولوی رشید احمد صاحب کے اس قول کی تردید کہ ان دونوں روایتوں سے ثابت ہوا کہ صدقہ واجب ہے تو اس کو سید اور مدرسہ پر صرف نہیں کر سکتے۔
	تقویم	۵۳۹	مولوی عبدالرشید صاحب کے اس قول کی تردید کہ صدقہ کے لئے تملیک ضروری ہے۔
۵۴۶	مصنف نے زیج الف بیگی اور زیج احمد بہادر خانی سے اس دن کے نصف النہار کی تقویم نکالی۔	۵۴۲	مولوی عبدالحی صاحب کے کلام پر تثقید۔

۳۲۹	عمدة القاری، مجمع بحار الانوار، تاج العروس، حیاة الحیوان سے ایسی روایتوں کی تخریج جس میں جریت اور مارماہی کو ایک لکھا ہے۔	۵۷۶	اس کے عمل کی فنی تفصیل حاشیہ میں۔
۳۳۰	مصنف کی تحقیق کہ فقہاء کے نزدیک یہ دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں۔		حیوة الحیوان
۳۳۰	مغرب، ایضاح، حاشیہ الکشمی، درمختار، عمدہ، فتح اللہ المعین، حاشیہ کنز الازہری طحطاوی اور شامی سے دونوں کے علیحدہ ہونے کی شہادت۔	۳۱۵	لوکے پنجے والے شکاری جانور ہونے میں شبہ نہیں۔
۳۳۱	کتب طب و علم الحیوان میں جھینگے کو بالاتفاق مچھلی کہا گیا۔	۳۱۵	اس بات کی یعنی شہادتوں کا بیان۔
۳۳۱	قاموس، صحاح، تاج العروس، صراح، منہجی الارب، مخزن، تحفہ، تذکرہ داؤد انطاکی کے نصوص۔	۳۱۶	عجائب المخلوقات مرات الاصطلاحات اور امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے شعر سے لوکے شکاری جانور ہونے کا ثبوت۔
۳۳۲	حیاة الحیوان، جامع ابن بطار، انوار الاسرار سے منصوص بالا کے نصوص۔	۳۱۸	چگادڑ شکاری جانور نہیں۔
۳۰۳	گائے اور بھینس کے اعضاء میں بھی فرق کا بیان۔	۳۲۳	عجب و غریب سمندری جانور اور جریت اور سنگی کی تشریح سے "سوال"
۳۰۴	ہندی بھیر عربی مینڈھے کے ساتھ ملحق ہونے کی بھینس سے بھی زیادہ مستحق ہے۔	۳۲۴	مذکورہ بالا مچھلی اگر ہو تو ایسی نادر ہے کہ عوام کے علم سے باہر ہے۔ یہ مچھلی جریت نہیں ہو سکتی۔
۳۰۵	بھیر اور دنبہ کے تشابہ کا بیان۔	۳۲۴	جریت کے بارے میں منسوط کی ایک روایت کہ یہ کثیر الوجود مچھلی ہے۔
۳۰۵	بھیر اور دنبے میں صرف اتنا فرق ہے کہ ایک کی دم چوڑی اور دوسرے کی گول ہوتی ہے۔	۳۲۴	علامہ قزوینی نے جریت کو مارماہی کہا، اور بعضوں نے اس کو جریت کہا ہے۔
۳۳۱	جانوروں بلکہ آدمیوں کے بعض اعضاء میں باہم اختلاف ہوتا ہے۔	۳۲۵	انھوں نے اس نادر مچھلی کو عجائب بحر فارس اور جریت کو عجائب بحر ہند لکھا ہے۔
۳۳۱	دو ^۲ کوہان والے اونٹوں کا بیان۔	۳۲۵	ارشاد الساری مجمع بحار الانوار، قاموس تاج العروس، عجائب قزوینی اور ملتقی الابحر سے مارماہی کی تعیین۔

۳۱۵	ایسے جانور کی حرمت پر امام اعظم، شافعی و احمد کا اتفاق ہے۔	۳۴۱	چینیوں، تاتاریوں، زنگیوں، زنان مغربیہ و تراک کے اعضاء میں اختلاف۔
۳۲۲	کون سا خرگوش جائز ہے بچہ والا یا کھر والا "سوال"		متفرقات
۳۲۵	مارماہی کی پیدائش کے بارے میں مختلف نظریات اور خود مصنف کا نظریہ،	۱۲۱	صاحب فقیہ اور قاضی خاں کے اقوال میں تطبیق۔
۳۲۵	جری، صلور اور انگلیس کے بارے میں اہل فن کے اختلافات کا ذکر۔	۲۲۱	بدائع کی ایک عبارت کی توضیح اور مصنف کی تحقیق کہ صرف دو رگیں قلب سے دماغ تک متصل ہیں، حلقوم اور مری نہیں۔
۳۴۱	علامات تفریح کا بیان۔	۲۶۹	مختلف نیتوں کا تفصیلی بیان۔
۴۰۵	بعض علاقوں کے انسانوں، اونٹوں، دنبوں کے درمیان بعض اعضاء میں اختلاف کا بیان۔	۳۱۲	الو کی حلت و حرمت سے سوال اور عالمگیری، طحاوی، شامی، میزان، اور حیوۃ الحیوان کا حوالہ کہ شافعیہ کے نزدیک حرام اور حنفیہ کے یہاں حلال ہے مگر عالمگیری میں یہ قول لفظ قیل کے ساتھ بیان کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قول ضعیف ہے۔
۴۴۰	نہایہ کی عبارت کی توضیح۔	۳۱۴	حیوۃ الحیوان کا حوالہ غلط ہے اس میں حنفیہ کی طرف حلت کی نسبت نہیں، البتہ شافعیہ کے دو قول ہیں۔
۵۲۰	علامہ شامی کے ایک اعتراض کی تضعیف اور جد الممتار کا حوالہ۔	۳۱۲	ان تین کتابوں کے علاوہ تمام کتب فقہ اور احادیث میں بچہ اور سید والے شکاری جانور کو حرام قرار دیا ہے۔ عالمگیری، طحاوی، شامی، میزان شعرانی سے اس موضوع پر نصوص۔
		۳۱۲	ایسے جانوروں کے حرمت کی حکمت یہ ہے کہ ان کی خصلت شرعاً بری ہے تو کھانے والا بھی ایسا ہی بد خصلت ہو جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الشفعة

(شفعة کا بیان)

مسئلہ ۱: ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ہندو ایک قطعہ زمین کا مالک تھا، اپنے کارندے کی معرفت سب اہل محلہ پر ارادہ بیع کا اعلان کرتا رہا، کسی نے خواہش خریداری نہ کی، بکر مسلمان نے جو بذریعہ فیصلہ ثالثی ایک قطعہ زمین ملحقہ قطعہ مذکورہ کا قبل بیع مالک ہو چکا تھا، اسے خریدا، اور یہ قطعہ بکر قطعہ خالد کا جزء تھا کہ اب تقسیم ہو گئی ہے۔ اور قطعہ خالد کہ وہ بھی مسلمان ہے قطعہ زید کی پشت پر واقع ہے۔ مگر اس کی راہ قطعہ زید کی راہ سے بالکل جدا ہے اور قطعہ زید قطعہ بکر دونوں کے راہ ایک کوچہ سر بستہ میں ہے، تکمیل بیع سے چھ دن بعد خالد نے بکر مشتری سے کہا یہ زمین میرے ہاتھ بیچ ڈال ورنہ میں بذریعہ شفعة لے لوں گا۔ بکر نے کہا میں خود شفیع تھا، میرے سامنے تیرا شفیع نہیں خالد ڈیڑھ مہینے تک خاموش رہا اور وہ پیہ پیش نہ کیا، بلکہ کہا تمہیں مبارک ہو، بعدہ روپیہ پیش کیا اور آمادہ خریداری ہوا، اس صورت میں خالد شفیع ہے یا نہیں؟ اور اس کا حق شفیعہ ساقط ہو یا نہیں؟ بیہنو اتوجروا (بیان کیجئے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب:

صورت مستفسرہ میں خالد کو ہر گز استحقاق شفیعہ نہیں۔
اولاً: وہ جار ملاصق ہے۔ اور بکر شریک فی حق المبیع۔ در مختار میں ہے:

لو کان المشتري شريكا وللدار جار فلا شفعة للجار مع وجوده ^۱ اھ ملخصاً۔	اگر مشتری مکان میں خود شریک ہو تو اس کی موجودگی میں پڑوسی کو اس مکان میں شفیعہ کا حق نہیں ہے اھ ملخصاً۔ (ت)
--	--

عقود الدررہ میں ہے:

لوکان الثالث جار فقط فلا شفعة له لان المشتري خلیط، فبقدم علی الجار ^۲ ۔	اگر تیسرا آدمی صرف پڑوسی ہو تو اس کو شفیعہ کا حق نہیں ہے کیونکہ مشتری خود شریک ہے لہذا وہ پڑوسی پر مقدم ہے۔ (ت)
--	--

حاجیاً: اگر شفیع ہوتا بھی تو اس کا مشتری سے طالب بیع ہونا خود ہی اسقاط شفیعہ کے لئے بس ہے۔ در مختار میں ہے:

یبتلھا ان استاجر با او ساو مہا بیعاً او اجارۃ ملتقی " او طلب منه ان یولیہ عقد الشراء ^۳ ۔	بیع کو اجارہ پر مانگا۔ یا اجارہ یا بیع کے طور پر بھاؤ لگایا تو اس کا حق شفیعہ باطل ہو جائے گا۔ ملتقی یا مشتری سے شراء کا متولی ہونا چاہا۔ (ت)
--	---

منح الغفار میں ہے:

لان بالأقدام علی الشراء من المشتري اعرض عن الطلب وبہ تبطل الشفعة انتھی ^۴ ۔	کیونکہ اس کا مشتری سے خریدنے کا اقدام شفیعہ کے طلب سے اعراض ہے جبکہ اس اعراض سے شفیعہ باطل ہو جاتا ہے انتھی (ت)
--	---

اقول: ومن ہہنا علم جہل بعض من یدعی العلم۔
حیث قال فی جواب ہذا السؤال معللاً لانعدام شفعة

عہ: وهو امیر احمد سہوانی ۱۲۔

^۱ در مختار کتاب الشفعة باب ماتثبت ہی فیہ اولاً مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۱۵

^۲ العقود الدررہ کتاب الشفعة ارگ بازار قندہار افغانستان ۲/۱۸۱

^۳ در مختار کتاب الشفعة باب یبتل الشفعة مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۱۵

^۴ رد المحتار بحوالہ منح الغفار کتاب الشفعة باب ما یبتلھا دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۵۲

ہوئے کہا کہ خالد نے اس مدت میں مشتری سے خریدنے سے اعراض کیا لہذا اس کے بعد خالد کا ثمن کی پیشکش کرنا مفید نہ ہوگا اور عربی کے ساتھ، تو غور کرو اس نے کس طرح مسقط کو مثبت اور مسقط سے اعراض کو شفعہ کے لئے مسقط بنایا، اور اس کی یہ بھی جہالت ہے کہ حق شفعہ کے عدم مطالبہ کو یہاں علت بنایا حالانکہ اس کا سوال میں کوئی ذکر نہیں ہے تو اسے مدعی علم! تجھے کہاں سے معلوم ہو گیا کہ اس نے اس حق کا مطالبہ نہیں کیا، اور ایک جہالت یہ بھی ہے کہ اس نے تیسری علت یہ بنائی کہ بکر کا قطعہ زمین خالد کے قطعہ کا جز ہے تو یوں بکر خود شفعہ ہوا کیونکہ اس جیسی صورت میں بغیر قبضہ کے آدمی شفعہ ہو جاتا ہے جبکہ بکر قابض ہے تو کیوں شفعہ نہ ہو، ہندیہ میں ہے اگر مکان خرید اور ابھی قبضہ نہ کیا تھا کہ پڑوس میں ایک مکان فروخت ہو تو اس خریدار کو شفعہ کا حق ہے۔ محیط میں یوں ہے۔ تو ثابت کہ خالد کو شفعہ کا حق بکر کے مقابلہ میں نہیں ہے، اقول: (میں کہتا ہوں) بکر کے قطعہ کا خالد کے قطعہ کا جز ہونا اگر شفعہ کو بنائے تو خالد کے قطعہ کے لئے بنائے نہ کہ بکر کے قطعہ کے لئے، حالانکہ بات بکر کے قطعہ کے ہو رہی ہے، نیز یہ کہ بکر کو شفعہ کا حق زید کے قطعہ کے راستہ میں شریک ہونے پر مبنی ہے اور وہ برحق ہے خواہ وہاں خالد اور اس کی زمین نہ ہو، بکر پھر بھی شفعہ ہے تو اس نے دو طرح کی خطائیں کیں، حقیقی مبنی کو مہمل بنانا اور اجنبی چیز کو مبنی بنانا، نیز یہ صاحب اپنے بیان کی

خالد ان خالد اعرض عن الاشتراء من المشتري هذه المدة فلا يفيد عرض الثمن بعد ذلك اه بالتعريب. فانظر كيف جعل المسقط مثبتاً. والاعراض عن المسقط مسقطاً. ومن جهله ايضاً التعليل بعدم طلب المواثبة. فانه لا ذكر له في السؤال. فمن اين لك انه لم يواثب ومن جهله ايضاً التعليل الثالث بان قطعة بكر لما كانت جزء من قطعة خالد. فالبكر شفيح بنفسه. لان الرجل في امثال الصورة يكون شفيحاً بدون القبض فكيف والبكر قابض. قال في الهنديّة ولو اشتري دار اولم يقبضها حتى بيعت دار اخرى بجنبها. فله الشفعة كذا في محيط السرخسي¹. فثبت انه لا شفعة لخالد مع بكر اه معرباً. اقول: كون قطعة بكر جزء من قطعة خالد. ان جعله شفيحاً فلقطعة خالد لا لقطعة زيد. وانما الكلام في قطعة زيد. وايضاً شفعة بكر مبتنية على كونه شريكاً لقطعة زيد في الطريق حق. لو لم يكن هناك خالد ولا ارضه لكان بكر شفيحاً ايضاً. فقد اخطأ من وجهين. اهمال المبنى الحقيقي والبناء على امر اجنبى وايضاً كيف ينفي

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب السابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۰۰

روشنی میں) خالد کے شفعہ کی نفی کیسے کر سکتے ہیں جبکہ دونوں کا شفعہ ہونا ممکن ہو۔ اگر آپ کو ترجیح کی مجبوری ہے تو یہ آپ کے بیان کردہ سے زائد ہے حالانکہ اس میں مستغنیٰ کرنے والا امر موجود ہے۔ علاوہ ازیں یہ کلام اس مقدمہ کے بغیر تام نہیں کہ مشتری کو بھی شفعہ کا حق ثابت ہوتا ہے جس کو یہاں ضم کرنا ضروری تھا اور یہ مقدمہ قابل وضاحت تھا، تو مقدمہ غامض اور دقیق کو ترک کرنا اور واضح کو ذکر کرنا کھلی جہالت ہے۔ یا طریقہ بیان سے انحراف ہے۔ خلاصہ یہ کہ اپنے کو بڑا ظاہر کرنے اور تکبر کرنے میں بیٹھا مفسد ہیں، آپ غور کر لیں کہ کہاں علم کا یہ حال جبکہ دعویٰ کر رہا ہے شمس العلماء ہونے کا، اور پھر خود اپنے نام کے ساتھ یہ لقب لکھتا ہے حالانکہ اس میں بدعت اور تعلق، زبان درازی، طعن اور زمانہ کے تمام علماء کرام بلکہ بہت سے پہلے کے اہل سنت و اہل عرفان پر بڑائی کا دعویٰ ہے لاجل و لا قوۃ الا باللہ العزیز الرحمن۔

الرحمن۔ (ت)

تاریخاً: اس کا کھنا تمہیں مبارک ہو صریح دلیل رضا و تسلیم ہے۔ اور شفعہ بعد تسلیم باطل۔
تویر میں ہے۔ بیطلان تسلیم بعد البیع^۱ اہم ملخصاً۔ (بعد از بیع اسے تسلیم کرنا شفعہ کو باطل کر دیتا ہے اہم ملخصاً) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲: مسؤلہ مولوی سید محمد جان صاحب ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۰۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکر پر اس کی زوجہ کا دین مہر بمقدار (بیس ہزار روپیہ عہ ۱۱) کے لازم ہے۔ بکر نے ایک مکان خریدا، بعد خریداری کے وہ مکان اپنی زوجہ کے ہاتھ بعوض اس کے دین مہر کے بیع کر دیا بعوض دین مہر کے بعوض کیا، تو اس صورت میں خالد کہ مکان مذکور کا شفعہ ہے اس کا شفعہ پہنچتا ہے یا

^۱ در مختار کتاب الشفعہ باب ما یبطلها مطبع مجتہدانی دہلی ۶/ ۲۱۵

نہیں اور اگر زوجہ کو بلا عوض ہبہ مجرد کر دے تو شفیعہ ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

اگر بعوض مہر بیع کی یا ہبہ بالعوض کیا، یعنی یوں کہا یہ مکان میں نے بعوض تیرے مہر کے تجھے دیا، اور زوجہ نے قبول کیا تو شفیعہ لازم ہے۔ اگرچہ مکان قبضہ زوجہ میں نہ آیا ہو۔

<p>کیونکہ شفیعہ کا مدار مالک سے ملکیت کے زوال پر ہے جبکہ صحیح بیع میں عقد بیع سے ہی ملکیت زائل ہو جاتی ہے۔ مشتری کے قبضہ پر موقوف نہیں ہوتی، اور ہبہ بالعوض ابتداءً اور انتہاءً بیع ہے جیسا کہ ہدایہ اور در مختار وغیرہما کتب میں ہے۔ (ت)</p>	<p>لان الشفعة تعتمد زوال الملك عن المالك والملك في البيع الصحيح يزول بمجرد العقد من دون توقف على القبض والهبة بعوض بيع ابتداءً وانتهاءً، كما في الهداية¹ والدر المختار² وغيرهما من الاسفار۔</p>
---	---

اور اگر ہبہ بشرط العوض کیا یعنی یوں کہا کہ یہ مکان میں نے تجھے ہبہ کیا بشرطیکہ تو مجھے مہر ہبہ مجردے، اور زوجہ نے مہر بخش دی، تو شفیعہ ثابت نہ ہوگا، جب تک مکان قبضہ زوجہ میں نہ آجائے، جب باذن شوہر زوجہ قبضہ کالہ کرے گی، اس وقت شفیعہ کا شفیعہ ثابت ہوگا۔

<p>کیونکہ یہ ابتداءً ہبہ ہے لہذا ہبہ میں قبضہ کے بغیر واہب کی ملکیت زائل نہ ہوگی، تو جب قبضہ پایا جائے گا تو ہبہ بیع بن جائے گا تو شفیعہ ثابت ہو جائے گا۔ (ت)</p>	<p>لانها هبة ابتداءً فلا يزول الملك الا بالقبض. فاذا وجد القبض عادت بيعاً. فتثبت الشفعة۔</p>
---	--

اور اگر ہبہ مجرد کیا تو اصلاً شفیعہ نہیں،

<p>ہدایہ میں ہے ہبہ میں شفیعہ نہیں ہوتا مگر جب وہ عوض کے ساتھ مشروط ہو کیونکہ ایسی صورت میں وہ انتہاءً بیع قرار پاتا ہے تو قبضہ ضروری ہے۔ اور موہوب اور اس کا عوض شائع نہ ہو کیونکہ یہ ابتداءً ہبہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>في الهداية لا شفعة في هبة الا ان تكون بعوض مشروط لانه بيع انتهاءً ولا بد من القبض وان لا يكون الموہوب ولا عوضه شائعاً لانه هبة ابتداءً³۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

¹ الهداية كتاب الهبة باب ما يصح رجوعه وما لا يصح مطبع يوسف بن سفي لکھنؤ ۳/۸۹-۲۸۸

² در مختار كتاب الهبة باب الرجوع في الهبة مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۴

³ الهداية كتاب الشفعة باب ما تجب فيه الشفعة مطبع يوسف بن سفي لکھنؤ ۴/۴۰۲

مسئلہ ۳:

مسئولہ مولوی سید محمد جان صاحب

۲۳ ربیع الثانی شریف ۱۳۰۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک قطعہ اراضی خریدا، اور واسطے ثبوت اپنے قبضہ کے ایک شاخ درخت واقع اراضی مشریہ کو قطع شروع کیا، اس وقت بکر کو اطلاع بیچ لینے اراضی کی ہوئی، بکر اسی وقت موقع پر زید کے پاس گیا اور کہا میں اس اراضی کا شفیق ہوں مجھ کو دے دو، زید نے کہا تمہارا شفعہ دو وجہ سے جائز نہیں، ایک نظیر، دوسرے میں خود شفیق ہوں۔ پھر کچھ گفتگو نہ ہوئی، بعد ایک مہینہ بارہ روز کے بکر نے زید سے کہا کہ روپیہ لے لو، جس قیمت کو یہ اراضی خریدی ہے اور اراضی مجھ کو دے دو، زید نے روپیہ نہ لیا اور کہا کہ حق مواثبت جاتا رہا اور بعد چند عرصہ کے زید نے وہ اراضی بذریعہ ہبہ مطلق منتقل کر دی اور دستاویز مصدق پر رجسٹری کر دی، وقت اطلاع ہبہ شفیق مدعی ہوا کہ مجھ کو اطلاع ہبہ کی نہ تھی، اب جو مجھے اطلاع ہوئی تو میں اس انتقال کا بھی شفیق ہوں، ان صورتوں میں شفعہ بکر جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ انتقال ہبہ قبل تصفیہ باہمی زید و بکر کے درست ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

الجواب:

شفیع اگر بفور استماع خبر طلب شفعہ کر کے مشتری یا مکان کے پاس جا کر طلب تقریر کرے، اور اگر بیع ہنوز قبضہ بائع میں ہو تو اس کے پاس طلب بھی کافی ہے۔ اور اس طلب دوم میں بھی بشرط قدرت دیر نہ لگائی تو ان امور سے اس کا شفعہ مستقر ہو جاتا ہے کہ بے صدور مبطل باطل نہ ہوگا۔ در مختار میں ہے:

<p>یشفیق استقرار حق طلب کر کے پھر بائع کے پاس گواہ بنائے اگر پر اپنی اس کے قبضہ میں ہو یا مشتری کے ہاں گواہ بنائے اگرچہ زمین اس کے قبضہ میں نہ ہو، یا فروخت شدہ زمین پر ایسا کرے۔ اور یہ ضروری ہے حتیٰ کہ اگر اس کو یہ بذریعہ خط یا بذریعہ قاصد بھی ممکن ہو اور وہ ایسا نہ کرے تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اور اگر اس کو یہ قدرت نہ ہوئی تو باطل نہ ہوگا (مختصاً۔ ت)</p>	<p>یطلبہا لشفیع طلب المواثبة ثم یشہد علی البائع لو العقار فی یدہ او علی المشتري وان لم یکن ذاید او عند العقار، وهذا لا بد منه، حتی لو تمکن ولو بکتاب او رسول، ولم یشہد بطلت شفعتہ، وان لم یتمکن منه لا تبطل^۱ اہم لخصاً۔</p>
--	--

ہدایہ میں ہے:

<p>الحق متی ثبت واستقر لا یسقط</p>	<p>اور حق جب ثابت ہو جائے اور استقرار ہو جائے</p>
------------------------------------	---

^۱ در مختار کتاب الشفعة باب طلب الشفعة مطبع مجتہبی دہلی ۲/۲۱۲

<p>تو خود ساقط کئے بغیر ساقط نہ ہوگا۔ (ت)</p>	<p>الابسقاطه^۱ الخ۔</p>
<p>ردالمحتار میں ہے:</p>	
<p>شفعة کا گواہ بنانے یعنی دوسری طلب پر استتقرار ہو جاتا ہے یہ دوسری طلب برائے پختگی ہے اور معنی یہ ہوگا کہ جب شفعة پر گواہ بنا لیے تو اس کے بعد سکوت سے باطل نہ ہوگا ہاں اگر خود اپنی زبان سے ساقط کرے یا شتمن کی ادائیگی سے عاجز رہے تو قاضی اس کے شفعة کو باطل قرار دے گا۔ الخ (ت)</p>	<p>تستقر بالاشهاد ای بالطلب الثانی، وهو طلب التقرير، والمعنى إذا شهد عليها لا تبطل بعد ذلك بالسكوت الا ان يسقطها بلسانه او يعجز عن ايفاء الثمن فيبطل القاضى شفעתه^۲ الخ۔</p>
<p>پس اگر تمام مدارج طلب ابتدائی و طلب ثانی کے بجایا یا تو بیشک اس کا حق مؤکد ہو گیا، اور مشتری کا خود شفیع ہونا اس کے حق کا مانع نہیں، غایب یہ ہے کہ اگر دونوں مساوی درجہ کے شفیع ہے اور مشتری مزاحمت کرے تو بیع دونوں میں نصف نصف ہو جائے۔</p>	
<p>در مختار میں ہے کہ اگر مشتری شریک ہو اور بیع مکان میں کوئی اور شریک بھی ہو تو دونوں شریکوں کو شفعة کا حق ہوگا۔ (ت)</p>	<p>فی الدر المختار لو كان المشتري شريكاً وللدار شريك آخر فلها الشفعة^۳۔</p>
<p>اور روپیہ بطور طلب شفعة پیش کرنا کہ میں شفیع ہوں اپنا روپیہ لے۔ اور شیئی مشفوع مجھے دے کچھ مضر نہیں۔</p>	
<p>کیونکہ یہ اس سے اعراض پر دال نہیں ہے بلکہ اس میں دلچسپی کا اظہار ہے در مختار میں ہے قائدہ یہ ہے کہ اعراض کرنے سے شفعة ساقط ہوتا ہے اس دلچسپی سے ساقط نہیں ہوتا۔ (ت)</p>	<p>لانه لا يدل على الرغبة عنها بل فيها في الدر المختار الاصل ان الشفعة تبطل باظهار الرغبة عنها لافيهما^۴۔</p>
<p>ہاں یوں روپیہ پیش کرنا کہ قیمت لے اور مکان میرے ہاتھ بیچ ڈال، البتہ مسقط شفعة ہے۔</p>	
<p>در مختار میں ہے کہ شفیع اگر یہ مطالبہ کرے کہ مجھ سے شراء کرو اس مطالبہ سے شفعة کا باطل ہو جائے گا۔ (ت)</p>	<p>فی الدر المختار يبطلها ان طلب منه ان يوليه عقد الشراء^۵۔</p>

^۱ الهدایہ کتاب الشفعة باب طلب الشفعة مطبع یوسفی لکھنؤ ۳۹۲/۴

^۲ ردالمحتار کتاب الشفعة باب طلب الشفعة دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۹/۵

^۳ در مختار کتاب الشفعة باب ما تثبت هی فیہ اولاً مطبع مجتہائی دہلی ۲۱۵/۲

^۴ در مختار کتاب الشفعة باب ما تثبت هی فیہ اولاً مطبع مجتہائی دہلی ۲۱۵/۲

^۵ در مختار کتاب الشفعة باب ما يبطلها مطبع مجتہائی دہلی ۲۱۵/۲

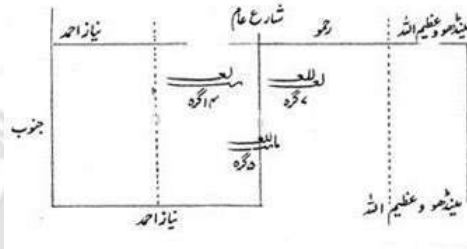
اور ہبہ مجرد ہیں اگرچہ شفعہ نہیں، مگر مشتری بوجہ ہبہ خواہ کسی طریقہ انتقال کے حق شفیق کو ساقط نہیں کر سکتا کہ اس کا دعویٰ شفعہ بر بنائے بیع ہے۔ جو مالک اول نے اس مشتری کے ہاتھ کی، نہ بر بنائے اس ہبہ کے جو یہ مشتری دوسرے کے لئے کرتا ہے، ایسی حالت میں شفیق کو اختیار ہوتا ہے کہ مشتری کے تمام تصرفات کو رد کر دے اور بیع بذریعہ شفعہ لے لے۔

<p>فی الدر المختار ینقض الشفیق جبیب تصرفاتہ ای المشتری حتی الوقف والمسجد والمقبرة والهبة زیلعی وزاہدی^۱۔ (جواب نامکمل ملا)</p>	<p>در مختار میں ہے کہ شفعہ حاصل کر لینے کے بعد شفیق مشتری کے تمام تصرفات ختم کر دے گا حتی کہ وقف، مسجد، مقبرہ اور ہبہ تک کو توڑ دے گا، زیلعی وزاہدی (ت)</p>
--	---

از بدایوں مردہی ٹولہ شیخ حامد حسن صاحب مختار

رجب ۱۳۰۷ھ

مسئلہ ۱۶:۴



کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مکان تعدادی (ماسہ للہ ۹ گره) جانب شمال میںڈھو عظیم اللہ کا تھا۔ اس کے جانب جنوب رجمو کا مکان تعدادی (صہ للہ ۵ گره) کا، اس سے جنوب کو نیاز احمد کا مکان تھا، رجمو کا مکان میںڈھو و نیاز احمد نے خرید کیا، اور باہم تقسیم ہو گئی (لہ للہ ۷ گره) اراضی شمال میںڈھو کو ملی، اس نے اپنے مکان شمال میں شامل کر لی اب میںڈھو و عظیم اللہ کا مکان (ماسہ لہ) علاوہ آپک کے ہو گیا، اور (مہ لہ ۱۳ گره) جنوبی نیاز احمد کو ملی، اس نے اپنے مکان جنوبی میں ملالی نیاز احمد اپنا مکان جس میں اراضی مشتری یہ بھی شامل تھی بدست وزیر الدین بیع کر دیا، تھینا دس برس ہوئے کہ وزیر الدین مشتری نے ہر چہار سمت سے بطور خود اپنا پختہ مکان تعمیر کر لیا، فرمائے کہ جب تقسیم ہو کر تین مکان سے دو مکان ہو گئے، اور درمیان میں دیوار موجود ہے اور کوئی شرکت دیوار میں

^۱ در مختار کتاب الشفعة باب طلب الشفعة مطبع مجتہبی دہلی ۳۱۲/۲

بھی نہیں، اور راستے دکانوں مکانوں کے جانب غرب شارح عام میں ہیں اور دونوں کی آپس میں جانب شرق اپنی اپنی جداگانہ زمین میں۔ تو وزیر الدین مشتری مکان نیاز احمد کو نسبت (لغۃ للغۃ) (گرہ) اراضی مشتریہ مینڈھوں کی، حق خلیط کا حاصل ہے یا شفیق جار کا، وزیر الدین گمان کرتا ہے کہ رحمو کا مکان میرے بائع نیاز احمد اور مینڈھوں نے مشتری کا خریدا تھا، لہذا مجھے حق خلیط حاصل ہے، یہ گمان اس کا شرعاً صحیح یا باطل ہے؟ بینواتوجروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں جبکہ نہ ایک مکان کی راہ دوسرے میں نہ دونوں کی کسی کوچہ سرہستہ غیر نافذہ میں، نہ ایک کو دوسرے سے آپس کا تعلق، تو بالاتفاق ان میں سے کسی کے مالک کو دوسرے سے علاقہ خلیط نہیں، بلکہ ہر ایک دوسرے کا مجاز محض ہے۔ درمختار میں ہے:

<p>تقسیم شدہ بیع کے حقوق میں شرکت مثلاً پانی اور راستہ خاص ہوں یا عام۔ باقی ہو تو بھی خلیط کو اس شرکت کی وجہ سے شفعہ نہیں اہل مخلصاً۔ (ت)</p>	<p>للخليط في حق البيع هو الذي قاسم وبقيت له شركة في حق العقار كالشرب والطريق خاضين فلو عامين فلا شفعة بهما¹ اهل مخلصاً۔</p>
---	--

شرح نقایہ علامہ رجندی میں ہے:

<p>پڑوسی جس کا دروازہ دوسری گلی میں ہو یا دونوں کا شارع عام کی طرف سے ملا ہو۔ (ت)</p>	<p>جار ملاصق بأبه في سكة اخرى، اويكون بأبه وباب ذلك الجار معاً الى الطريق العام²۔</p>
---	--

وزیر الدین کا خیال ہے میرا بائع مینڈھو ایک زمین مشترک کے خلیط تھے جس کا ایک حصہ میرے بائع اور ایک مینڈھو کے مکان میں پڑا، لہذا میں اس کا خلیط ہوں، محض باطل ہے۔ کہ جب تقسیم ہو گئیں حدیں پڑ گئیں، دیواریں کھینچ گئی، راہیں پڑ گئیں، پھر خلط کہاں، حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>جب حد بندی ہو جائے اور راستہ تبدیل ہو جائے تو اب شریک کو شفعہ کا حق نہیں، اس کو بخاری</p>	<p>اذا وقعت الحدود و صرفت الطرق فلا شفعة اخرجہ الامام البخاری³۔</p>
--	--

¹ درمختار کتاب الشفعة مطبع مجتہدی دہلی ۲/۲۱۱

² شرح النقایہ للبرجندی کتاب الشفعة نوکثور کھنؤ ۳۸/۳

³ صحیح البخاری بؤاب الشركة فی الارضین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳۹

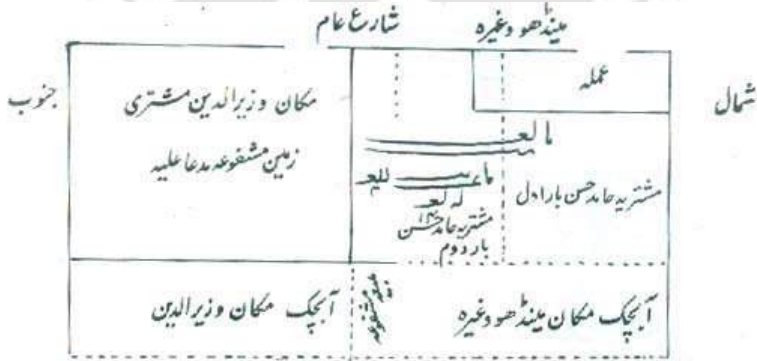
اور دیگر نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)	وغیرہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
--	--

فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

جب دو شریکوں نے زمین تقسیم کر لی اور درمیان میں خط کھینچ لیا پھر دونوں نے کچھ خرچہ کر کے دیوار بنادی تو دونوں ایک دوسرے کے پڑوسی قرار پائیں گے، (ت)	اذا اقتسما الارض وخطا خطا فی وسطها ثم اعلی کل منہما شیئاً حتی بنیا حائطاً فکل منہما جار لصاحبه فی الارض ^۱ ۔
---	--

غرض اگلے وقتوں کی شرکت پر اب دعویٰ حق خلط کرنا جب دعویٰ ہے جس کا بطلان ہر ذی عقل پر ظاہر۔ فضلاء عن ذی فضل۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵: از بدایوں مردی ٹولہ شیخ حامد حسن وکیل ۱۶ رجب ۱۳۰۷ھ



کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مینڈھو و عظیم اللہ کا مکان (ماصہ للہ) گز کا ہے جس میں جانب شمال (مامہ للہ ۹ گز) ان کی موروثی اور (لہ للہ ۷ گز) جنوبی خاص مشتریہ مینڈھو ہے جو اسے بذریعہ شراہ بعد تقسیم نیاز احمد ملی تھی، مینڈھو عظیم اللہ نے منجملہ مکان تعدادی (ماصہ لہ) گز کے === گز کے زمین جانب شمال میں باشتنائے آبچک شرقی و علمہ بدین تعینین کہ شرقاً غرباً (عہ) گزرا اور جنوباً شمالاً ہے گز بدست حامد حسن بیع کی (ماصہ عہ) گز منجملہ مکان باقی رہی، اس یقینہ (ماصہ سہ) گز سے (لہ لہ ۱۴ گز) گز ارضی شمالی تنہا مینڈھو نے باس الفاظ بدست حامد حسن مذکور بیع کی کہ منجملہ (ماصہ سہ گز کے لہ ۱۴ گز) گز میری ارضی بروئے تقسیم خانگی باہمی ارضی عظیم اللہ

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱۶۶/۵

سے جانب شمال ہے۔ لہذا باستثنائے آپچک بیج کی) اس (لہ لہ ۱۳ گرہ) گز منجمد اس (لہ لہ) گز کے بھی شامل ہے جو خاص مشریہ مینڈھو تھی، اور یہ کل تعدادی (ماسہ لہ) گز اس وقت تک بلا کسی حد فاصل کے ہے، نقشے میں جہاں جہاں نقطے دئے گئے ہیں وہاں کوئی دیوار یا حد نشان نہیں صرف تعین سمت و مقدار گز کے اسے ایک ذہنی امتیاز ہے۔ بیم قطعہ زمین سے جسے آپچک کہا جاتا ہے یہ بھی بلا کسی حد فصل کے مجموعہ مکان کا ایک غیر متمیز ٹکڑا ہے جسے بے پیمائش کے تعین نہیں کر سکتا، غرض کل مکان قطعہ واحدہ ہے۔ اس میں سے بقیہ (لہ ۲ گرہ) گز جنوبی وکل آپچک و عملہ واقعہ مشریہ حامد حسن کو مینڈھو و عظیم اللہ نے بدست وزیر الادین ہمسایہ جنوبی بیج کیا، اس مکان اور مکان وزید الدین مشتری کے بیچ میں ایک دیوار خاص مملوک وزیر الدین فاصل ہے۔ دونوں مکان کی راہیں جانب غرب شارع عام میں ہیں۔ اور دونوں کی آپچکیں اپنی اپنی خاص زمین میں جانب مشرق ہیں، دونوں کا پانی اپنی خاص زمین میں ہوتا ہوا مشرق مکانات مختلفہ میں گزر جاتا ہے۔ فرمائیے کہ ایسی صورت میں اراضی بیعہ حامد حسن کو حق شفیع خلیط ہے یا نہیں؟ اور شرعاً اس استحقاق سے وہ کل زمین حامد حسن کو ملنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں وزیر الدین اس مکان مینڈھو وغیرہ کا جار محض ہے کہ نہ اسے کوئی شرکت نفس بیع میں، نہ حق بیع میں، اور تقریر و نقشہ سوال سے ظاہر کہ آپچک کی زمین بھیج باہم مشترک نہیں، بلکہ دونوں آپچکیں ایسے مختلف مکانوں کے جداگانہ ٹکڑے ہیں جن میں ایک کا کوئی حق دوسرے سے متعلق نہیں، صرف اتصال ہی اتصال ہے توجروا سے زیادہ اسے کوئی استحقاق نہیں، نفی خلط کے لئے بیچ میں دیوار ہی ہونا ضروری نہیں کہ اراضی آپچک میں جہاں دیوار نہیں شرکت و خلط مانیں، بلکہ مجرد و تعین و امتیاز کافی ہے۔ عالمگیر یہ میں ہے:

<p>اگر ایسی نہر ہو کہ اس کا اوپر والا حصہ ایک شخص کو اور نیچے والا دوسرے کا ہو تو کسی آدمی نے اوپر والے کا حصہ خرید لیا تو نیچے والے کو شفیعہ کے مطالبہ کا حق ہے اس کا یہ شفیعہ پڑوسی والا ہوگا، اور یونہی اگر کسی نے نیچے والے کا حصہ خریدا ہو تو اوپر والے کا شفیعہ ہو تو وہ شفیعہ پڑوسی والا ہوگا۔ مبسوط میں یوں ہے (ملخصاً) (ت)</p>	<p>اذا كان نهر علاه لرجل واسفله لرجل فاشترى رجل نصيب صاحب اعلى النهر فطلب اسفل النهر الشفعة فالشفعة له بالجوار وكذلك لو اشترى رجل نصيب اسفل النهر فالشفعة لصاحب الاعلى بالجوار، كذا في المبسوط¹ اھملخصاً۔</p>
---	--

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۷۱

اور حامد حسین خلیط فی حق المبیع ہے کہ مکان واحد کا ایک حصہ مشاع خریدنے سے مشتری شریک فی العین ہو جاتا ہے۔ یوں ہی اس میں سے ایک حصہ معین محدود بتعین سمت و مقدار خریدنے سے خلیط فی الحق ہو جاتا ہے۔ جب تک حدیں فاصل ہو کہ انقطاع تعلق نہ ہو جائے زیر قول در مختار:

ان باع رجل عقارا الا ذرا مثلا في جانب حد الشفيع فلا شفعة لعدم الاتصال وكذا الاشفعة لو وهب هذا القدر للمشتري وقبضه ¹ ۔	اگر کسی نے اپنی زمین فروخت کی مگر شفیع کی حد کی طرف ایک گز کو فروخت نہ کیا تو پڑوسی کو شفیع کا حق نہ ہوگا کیونکہ اس کی حد سے اتصال نہ پایا گیا، اور یوں ہی اگر اس نے اتنا حصہ مشتری کو بہہ کر دیا اور قبضہ دے دیا۔ (ت)
--	--

ردالمحتار میں ہے:

الظاهر ان المراد وهبة بعد بيع ماعدا هذا القدر بقرينة قوله للمشتري ومثله ما لو باعه له لانه صار شريكا في الحقوق، فلا شفعة للجار ² اه یعنی مثل الهبة في عدم الشفعة ما لو باع البائع هذا الزرع الباقي في البيع الاول المشتري القطعة الاولى، لانه بشرائه القطعة الاولى صار شريكا في حقوق القطعة الثانية، وهي الذراع الببيع ثانياً، فجار الدار وان كان له حق الجوار في هذا الذراع، لوجود الاتصال لكن لا شفعة له لان المشتري خلیط فی الحقوق فلا شفعة معه للجار المحض۔	ظاہر یہ ہے کہ اس کی مراد بیع کے بعد مشتری کو بہہ کرنا ہے اس پر قرینہ للمشتري کا لفظ ہے اور یوں نہ اگر وہ اتنا حصہ اس نے بعد میں مشتری کو فروخت کر دیا ہو، کیونکہ وہ مشتری اب حقوق میں شریک ہو چکا ہے اس لئے اب پڑوسی کو شفیع کا حق نہ ہوگا کہ یعنی شفیع نہ ہونے میں وہ صورت کہ بائع نے پہلی بیع میں سے باقیماندہ گز کو پہلے مشتری کے پاس فروخت کیا تو بہہ کی طرح پڑوسی کا شفیع نہ ہوگا کیونکہ وہ مشتری پہلے قطعہ کو خریدنے کی بناء پر دوسرے باقیماندہ حصہ کے حق میں شریک ہو گیا تو اگرچہ جگہ کے پڑوسی کو پڑوس کی وجہ سے اس باقیماندہ میں اتصال ہے لیکن اس کا شفیع نہیں کیونکہ مشتری حقوق میں شریک بن گیا لہذا اس کے مقابلہ میں محض پڑوسی کو حق شفیع نہ رہا۔ (ت)
--	---

¹ در مختار کتاب الشفعة باب ما يبطلها مطبع مجتہبی دہلی ۲/۲۱۶

² ردالمحتار کتاب الشفعة باب ما يبطلها دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۵۴

اسی میں ہے:

مشتري الذراع صار شريكاً في الحقوق فيقدم على الجار كما قدمناه ¹	باقیمانہ گز میں مشتری حقوق کا شریک ہو گیا لہذا وہ پڑوسی پر مقدم ہوگا، جیسا کہ پہلے گزرا۔ (ت)
---	--

پس حامد حسن نے جس وقت پہلا قطعہ ===== گز: تعیین سمت و مقدار خرید باقی تمام زمین مملوکہ مینڈھو و عظیم اللہ میں خلیط فی الحق ہو گیا، اسی طرح دوسرے بار کی خریداری نے اس کا بھی استحقاق قائم رکھا، اور جبکہ وہ مکان مع آبچک وغیرہ تمامہ قطعہ واحدہ ہے، تو اس کے مجموع سے حق حامد حسن متعلق ہوا، جس سے کسی جز کو مستثنیٰ ماننے کی کوئی وجہ نہیں کہا لا یخفی علی احد (جیسا کہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔ ت) اور خلیط فی الحق جار محض پر شرعاً مقدم کہ جار خریدے تو یہ بذریعہ شفیعہ اس سے سب پر واپس لے سکتا ہے۔ کہا فی الکتب قاطبہ (جیسا کہ معتبر کتب میں ہے۔ ت) عالمگیری میں ہے:

یراعی فیہا الترتیب فیقدم الشریک علی الخلیط، والخلیط علی الجار ²	اس میں ترتیب کی رعایت ہوگی تو شریک مقدم ہوگا خلیط پر، اور خلیط مقدم ہے پڑوسی پر۔ (ت)
--	--

پس ثابت ہوا کہ جس قدر زمین آبچک وغیرہ آبچک بدست وزیر الدین جار محض بیع کی گئی تمام و کمال حامد حسن شفیعہ خلیط فی حق البیوع کو بذریعہ شفیعہ ملنی چاہئے، اگر وہ شرائط طلب کیا ینبغی بجایا یا ہو، اور عملہ اگرچہ جب اپنی زمین سے بیچا جائے محل شفیعہ نہیں، شرح الحج علامہ ابن ملک میں ہے:

وبیوع النخل وحادہ او البناء وحادہ فلا شفیعۃ لانہما الاقرار لہما بدون العرصۃ ³	کھجور کے درخت کی علیحدہ یا عمارت کی علیحدہ بیع میں شفیعہ نہیں کیونکہ زمین کے بغیر ان کو قرار حاصل نہیں ہے۔ (ت)
--	--

مگر اس کا بیع میں داخل ہونا زمین میں استحقاق شفیعہ کا مانع نہیں، ردالمحتار میں ہے:

الصفقۃ وان اتحدت فقد اشتملت علی ما فیہ الشفقۃ، وعلی ما لیست فیہ	سود ایک ہو اور وہ ایسے حصوں پر مشتمل ہو کہ بعض شفیعہ ہو سکتا ہے اور دوسرے بعض میں نہیں ہو سکتا تو شفیعہ والے
---	--

¹ ردالمحتار کتاب الشفعہ باب ما یبطلها در احواء التراث العربی بیروت ۱۵۵/۵

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعہ الباب الثانی نوری کتب خانہ پشاور ۱۶۵-۲۶/۵

³ ردالمحتار بحوالہ شرح المجمع کتاب الشفعۃ دار احواء التراث العربی بیروت ۱۳۸/۵

<p>میں بندے کا حق ہونے کی وجہ سے پورے سودے پر شفعہ کا حکم ہوگا کہ بندے کا حق ادا ہو سکے، جیسا کہ در البحار اور شرح الجمع میں ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>فی حکم بہا فیما تثبت فیہ اداء لحق العبد کذا فی درر البحار و شرح الجمع ۱ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

مسئلہ ۶: از بدایوں شیخ حامد حسن صاحب وکیل ۹ رمضان المبارک ۱۳۰۷ھ

بدایوں سے دوبارہ یہ سوال عبارات طوال آیا جس کا خلاصہ یہ کہ کل مکان ۲۰۲ گز کا ظاہر کیا گیا ہے اور بیچ اول بدست حامد حسن مین سے ===== گز نکل کر (ماعہ عد) گز باقی تھا، اس میں سے منجملہ (ماعہ عد) گز کے (لہ لعد ۱۳ گرہ) گز شمالی کہ بروئے تقسیم خانگی حق مینڈھو ٹھہری، مینڈھو نے بایں حدود معینہ بدست حامد حسن بیچ کی اراضی آپچک زمین بیعہ مملوکہ مقرر و دردار مقرر و بعد مکان سعد اللہ وغیرہ۔

غربی راستہ
جنوبی اراضی عظیم اللہ
شمالی اراضی مشریہ حامد حسن

پھر باقی بدست وزیر الدین بیچ ہوئی، اس مکان اور مکان وزیر الدین کا پانی اپنی اپنی خاص آبچکوں میں ہو کر شرقی مکانوں کے صحن مملوکہ سعد اللہ وغیرہ میں ملتا ہے۔ اور وہاں یہ دونوں پانی اور ان مکانوں کے پانی سب ایک ہو کر اسی صحن مملوکہ کے دروازے سے نکل کر راہ میں گزر جاتے ہیں، اس صورت میں وزیر الدین کو دعویٰ شرکت فی حقوق المبیع ہے۔ اور حامد حسن شفعہ کو بدیں وجہ کہ کوئی تمیز خارجی نہیں دعویٰ شرکت فی نفس المبیع ہے، پس شرعاً کیا حکم ہے۔ اور عملہ کہ اس بیچ بار سوم پر قائم اور بیچ میں داخل ہے شفعہ میں داخل رہے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں حامد حسن کو حق شفعہ حاصل ہے۔ اور وزیر الدین کو اس کے مقابل کوئی استحقاق مزاحمت نہیں کہ اگرچہ زمین کا محمد و بحد و معینہ ہونا ہی اس کے امتیاز و ابطال شیوع کے لئے بس ہے۔ جس قطعہ کا آغاز و انجام جدا بتا سکیں وہ مشاع کب ہوا، مگر از انجا کہ ہنوز مکان میں حدیں فاصل نہ پڑیں، دیواریں نہ کھنچیں، راہیں نہ پھریں، صرف ذہنی امتیازات ہیں، تو حامد حسن کو بیچ میں ایک اعلیٰ درجہ کا حق خلیط فی حقوق المبیع حاصل ہے۔ اور یہ استحقاق اس کے لئے اسی وقت سے ثابت و مسلم تھا جب سے اس نے == گز کا پہلا قطعہ خریدا، ردالمحتار میں ہے:

^۱ ردالمحتار کتاب الشفعة باب ما یبطلها دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵۷/۵

مشتوی الذراع صار شریکا فی الحقوق فیقدم علی الجار، كما قدمناه ¹ ۔	باقیمانہ گز کو خریدنے والا مشتری حقوق میں شریک بن گیا ہے تو وہ پڑوسی پر مقدم ہوگا۔ جیسا کہ پہلے ہم نے ذکر کیا۔ (ت)
---	--

اور مکان وزیر الدین کو اس میج کے سیل آب سے جو علاقہ ہے اگر روایت تاتارخانیہ پر نظر کیجئے تو اصلاً قابل التفات نہیں۔ اس میں صاف تصریح ہے کہ ایک مکان کا پانی خود اس دارمبیعہ میں بہتا ہو جب بھی یہ شرکت فی الحقوق نہ ٹھہریگی اور صرف جو ار محض قرار پائے گا، عالمگیری میں ہے:

لرجل مسیل ماء فی دار بیعت کانت له الشفعة بالجوار لابالشركة و لیس المسیل کالشرب کذا فی التتارخانیة ² ۔	فروخت ہونے والی حویلی میں سے دوسرے شخص کا پانی بہتا ہے تو اس پانی والے کو حویلی میں پڑوسی ہونے کی وجہ سے شفعہ کا حق شریک والا شفعہ نہ ہوگا اور پانی کا بھنا، سیرابی کا حکم نہیں رکھتا۔ یوں تاتارخانیہ میں ہے۔ (ت)
--	---

اور اگر روایت محیط و ذخیرہ پر عمل کیجئے تو حامد حسن کہ شریک فی الطريق ہے۔ وزیر الدین سے جو صرف میل آب میں ایک علاقہ رکھتا ہے قطعاً مقدم ہے کہ اس کے ہوتے اسے کوئی استحقاق نہیں مزاحمت نہیں، عالمگیری میں ہے:

صاحب الطريق الوی بالشفعة من صاحب مسیل الماء کذا فی المحيط ³ ۔	راستے والا شفعہ میں پانی کے بہاؤ والے سے اولیٰ ہے، یوں محیط میں ہے۔ (ت)
--	---

ردالمحتار حاشیہ در مختار میں ہے:

قال فی الدر المنقی ونقل البرجندی ان الطريق اقوی من المسیل فراجعہ انتہی ⁴ ۔ قلت نقله عن الذخیرة کما رأیتہ فیہ۔	الدر المنقی میں فرمایا جس کو برجندی نے نقل کیا کہ راستہ کا حق پانی کے بہاؤ سے اقویٰ ہے۔ تو اس کی طرف مراجعت چاہئے، میں کہتا ہوں کہ انھوں نے اس کو ذخیرہ سے نقل کیا ہے جیسا کہ میں نے اس میں دیکھا ہے۔ (ت)
--	---

¹ ردالمحتار کتاب الشفعة باب ما یبطلها دار احياء التراث العربی بیروت ۱۵۵/۵

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱۷۰/۵

³ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱۷۷/۵

⁴ ردالمحتار کتاب الشفعة دار احياء التراث العربی بیروت ۱۳۰/۵

بہر حال حامد حسن اس تمام زمین بیع کو مع اس کے جو اس بیع پر قائم اور اس بیع میں داخل ہے بذریعہ شفعہ لے سکتا ہے عملہ جب اپنی زمین کے ساتھ بیع میں آئے تو بالتبع وہ بھی محل شفعہ ہو جاتا ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

خراج البناء والاشجار فلا شفعة فیہا الا بتبعیۃ العقار وان بیع بحق القرار، درمنتقی ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	عمارت اور درخت خارج ہو گئے تو ان میں شفعہ نہ ہوگا بغیر زمین کے تابع بنے، اگرچہ قرار و بقاء کی شرط پر فروخت کئے ہوں درمنتقی، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	--

مسئلہ ۷: ۳ شوال ۱۳۱۰ھ

علمائے دین و مفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں اس صورت میں کہ ملو خاں نے ایک قلعہ حویلی معہ اراضی جس کے شمال میں ملحق حویلی محمد خاں، جنوب میں ملحق رفیع الدین کی ہے۔ کلن خاں اور علی حسن خان شخص غیر کے ہاتھ بیع کر دی، اور اس کی خبر پا کر محمد خان و رفیع الدین ہمسایہ بائع متدعی شفعہ ہوئے، چنانچہ کلن خاں و علی حسن خان مشتری حال نے حسب دعوای شفعہ محمد خاں کے نام بیعنامہ لکھ دیا، رفیع الدین نے نالش شفعہ کی ہے۔ پس رفیع الدین مدعی بذریعہ شفعہ بمقابلہ محمد خاں مشتری شفعہ کے کامیابی شرعا حاصل ہو سکتا ہے، یادونوں شفیعوں کو قطعہ مشقوقہ تقسیم ہو سکتا ہے تو کس مقدار سے یعنی مساوی یا کم و بیش؟

بینواتوجروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں رفیع الدین کل مکان مشقوق بذریعہ شفعہ محمد خاں سے پائے گا کہ محمد خاں کا اس کو مشتری اول سے خریدنا اس کے ملک کو تسلیم کرنا ہے اور اس کی ملک تسلیم کرنا بیع اول کے تسلیم شفعہ سے اعراض، اور شفعہ سے اعراض حق شفعہ کا مسقط، تو محمد خاں اس مکان کا شفعہ نہ رہا اور رفیع الدین کا استحقاق باقی، لہذا وہ کل مکان محمد خاں سے لے سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

لوکان الشفیع الحاضر اشتری الدار من المشتري ثم حضر الغائب فان شاء اخذ كل الدار بالبيع الاول،	ایک حاضر شفعہ نے مشتری سے مکان خرید لیا، پھر دوسرا شفعہ جو غائب تھا حاضر ہو گیا تو اس کو اختیار ہے چاہے تو پورا مکان پہلے سودے پر
---	---

^۱ ردالمحتار کتاب الشفعة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ / ۱۳۸

اور چاہے دوسرے سودے پر پورا مکان شفعہ کے ذریعہ حاصل کر لے۔ (ت)	وان شاء اخذ کلہا بالبیع الثانی ^۱
--	---

اسی میں ہے:

حاضر شفع نے اپنا حق شفعہ خریداری کی وجہ سے باطل کر لیا کیونکہ خریدنا شفعہ سے اعراض کی دلیل ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)	قد بطل حق الشفیع الحاضر بالشرء لكون الشرء دلیل الاعراض ^۲ ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔
---	--

مسئلہ ۱۲۴۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں: بینوا تو جروا

- (۱) بعد علم بیع قبل قبضہ کرنے مشتری کے شیئی بیع پر دعویٰ شفعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟
 - (۲) ایک شخص کے احاطہ واحدہ میں چند منازل ہیں جن کا دروازہ ایک ہی ہے اور حدود اربعہ اس کی ایک ہی ہیں، اس احاطہ کے ایک طرف زید کا مکان ملحق ہے۔ اب یہ کل مکان بیع کیا جائے، تو آیا اس صورت میں زید اس قطعہ کو بذریعہ شفعہ لے سکتا ہے، جو اس کے مکان سے متصل ہے یا کل مکان کو۔
 - (۳) جس محلہ میں رواج شفعہ نہ ہو وہاں شرعاً دعویٰ شفعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟
 - (۴) اگر قبل بیع ہمسایہ خریداری سے انکار کرے۔ پھر بعد بیع دعویٰ شفعہ کرے تو مسموع ہو گا یا نہیں؟
 - (۵) اگر شفعہ مشتری کی طرف سے وکیل خریدنے کا ہو تو اس کا شفعہ قائم رہے گا یا نہیں؟
- الجواب:
- (۱) شفعہ بمجرد بیع ثابت ہوتا ہے۔ قبضہ مشتری کی حاجت نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

یشہد علی البائع ان کان المبیع فی یدہ معنایہ لم یسلم الی المشتري ^۳	اگر بیع زیر قبضہ بائع ہو تو وہاں گواہی قائم کرے اس کا معنی یہ ہے کہ ابھی مشتری کو نہ سونپا ہو۔ (ت)
--	--

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵/۵۸

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵/۵۸

^۳ الهدایة کتاب الشفعة باب طلب الشفعة الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳۹۱/۴

در مختار میں ہے:

<p>اگر زمین بائع کے قبضہ میں ہو تو وہاں گواہی قائم کرے یا مشتری کے پاس گواہ بنائے اگرچہ زمین اس کے قبضہ میں نہ ہو باختصار، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)</p>	<p>ثم يشهد على البائع لو العقار في يده او على المشتري وان لم يكن ذابيد¹ باختصار، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔</p>
---	--

(۲) کل کو کہ جب احاطہ واحد، دروازہ واحد ہے تو وہ دار واحد ہے۔ ہدایہ میں ہے:

<p>جس دائرہ پر حدود قائم کی گئی ہیں اس کو دار کہتے ہیں۔ (ت)</p>	<p>الدار اسم لما ادير عليه الحدود²</p>
---	---

اور واحد کے کسی ٹکڑے سے جسے اتصال ہو وہ کل دار کا شفیع ہے، حتیٰ کہ اگر ایک شخص صرف ایک جانب بقدا ایک بالشت کے اتصال رکھتا ہو اور دوسرا تینوں جانب بروجہ کمال تو دونوں شفعہ میں برابر ہیں۔ ردالمختار میں ہے:

<p>ایک جانب سے اتصال اگرچہ ایک بالشت ہو تو وہ باقی تین اطراف والے سے اتصال کے برابر ہے اتقانی (ت)</p>	<p>الملاصق من جانب واحد ولو بشبر كالملاصق من ثلاثة جوانب، فهما سواء اتقانی³</p>
---	--

یہاں تک کہ اگر دار واحد اپنے جمیع منازل کے ساتھ شخص واحد کے ہاتھ پیچھے، اور شفیع چاہے کہ بذریعہ شفعہ ان میں سے صرف وہ منزل لے جس سے اس کا مکان متصل ہے۔ تو ہر گز اجازت نہ دیں گے، اگرچہ پیچنے والے جدا جدا ہوں بلکہ کل لے یا کل ترک کرے۔ عالمگیری میں ہے:

<p>ایک غیر ممتاز منبع میں سے شفیع بعض حصہ کو لینا چاہے اور کچھ چھوڑنا چاہے اور اپنے دار سے متصل حصہ کو شفعہ میں لینا اور باقی کو چھوڑنا چاہے تو اس کو یہ اختیار نہیں، اس میں ہمارے اصحاب کا کوئی اختلاف نہیں، لیکن وہ سب کو لے یا سب کو</p>	<p>ان اراد الشفیع ان یاخذ بعض المشتري دون البعض وان یاخذ الجانب الذي يلي الدار دون الباقي ليس له ذلك بلا خلاف بين اصحابنا، ولكن یاخذ الكل او يدع،</p>
---	---

¹ در مختار کتاب الشفعة باب ما يبطلها مطبع مجتہبی دہلی ۱۲/۲۱۲

² الهدایة کتاب البیوع باب الحقوق مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳/۸۸

³ ردالمختار کتاب الشفعة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۳۰

چھوڑے کیونکہ اگر بعض کو لے اور بعض کو نہ لے تو اس سے مشتری پر سودا متفرق ہو جائے گا خواہ ایک مشتری نے ایک بائع متفرق ہو جائے گا خواہ ایک مشتری نے ایک بائع سے ایک نے متعدد حصہ داروں سے خریدا ہو حتیٰ کہ اگر دو فروخت کرنے والوں میں سے ایک کے حصہ کو لینا چاہے تو شفع کو یہ اختیار نہیں ہے الخ، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	لانه لو اخذ البعض دون البعض تفرقت الصفقة على المشتري سواء اشترى واحد من واحد او واحد من اثنين او اكثر حتى لو اراد الشفيع ان ياخذ نصيب احد البائعين ليس له ذلك الخ ¹ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
---	---

(۳) بیشک ہو سکتا ہے اگرچہ شہر بھر میں رواج نہ ہو کہ شفعہ حکم شرعی ہے۔ رواج وغیرہ پر مبنی نہیں وھذا ظاہر جدا (یہ بالکل ظاہر ہے۔ ت) واللہ اعلم۔

(۴) ضرور مسموع ہوگا، حق شفعہ بعد بیع ثابت ہوتا ہے۔ تو قبل از انکار کوئی چیز نہیں۔ در مختار میں ہے:

بیع کے بعد شفعہ کو چھوڑنا اس کو باطل کرتا ہے بیع سے پہلے باطل نہیں کرتا۔ (ت)	يبطلها تسليها بعد البيع لا قبله ² ۔
--	--

عالمگیری میں ہے:

بیع سے قبل شفعہ کو چھوڑنا صحیح نہیں، اس کے بعد صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت) ہاں در مختار میں ہے اصالة یا وكالة جو خریدے اس میں شفعہ ثابت ہوگا۔ (ت)	تسليم الشفعة قبل البيع لا يصح وبعده صحيح ³ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۵) نعم في الدر المختار تثبت لمن شري اصالة او وكالة ⁴ ۔
---	---

ہدایہ میں ہے:

مشتری کا وکیل اگر خریدے تو اس کو حق شفعہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	وكيل المشتري اذا اتبع فله الشفعة ⁵ واللہ تعالیٰ اعلم۔
---	--

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵/۱۷۵

² در مختار کتاب الشفعة باب ما يبطلها مطبع مجتہائی، دہلی ۱۲/۲۱۵

³ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵/۱۸۲

⁴ در مختار کتاب الشفعة ما ثبت هی فیہ اولاً مطبع مجتہائی، دہلی ۱۲/۳۱۵

⁵ الهدایة کتاب الشفعة باب ما يبطل به الشفعة مطبع مجتہائی، دہلی ۱۲/۳۰۵

مسئلہ ۱۳: ازواجین محلّہ مرزا باڑی مرسلہ میاں آفتاب حسین
۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمر و اپنا مکان فروخت کرتا ہے زید ہمسایہ عمر و خریداری پر مستعد ہے مگر مالک مکان غیر ہمسایہ کو مکان دیتا ہے۔ پس حق شفیعہ خرید کر مکان میں اول میں درجہ ہمسایہ کو پہنچا ہے یا غیر کو؟

الجواب:

شفیعہ کے لئے حق شفیعہ بعد بیع ثابت ہوتا ہے۔ مکان جب تک بیع نہ ہو شفیعہ مزاحمت نہیں کر سکتا، ہاں جب مالک غیر ہمسایہ کے ہاتھ بیچ ڈالے اس کے بعد ہمسایہ کے لئے بذریعہ شفیعہ حق مطالبہ ہے اگر شرائط طلب بجالا کر دعوئی کرے گا مکان خریدار سے کراسے دلادیا جائے گا۔ تنویر الابصار میں ہے: تجب بعد البیع^۱ (شفیعہ بیع کے بعد لازم ہوتا ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

اسقط الشفیع الشفیعۃ قبل الشراء لم یصح لفقد شرطہ، وهو البیع انتہی ^۲ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	خریداری سے قبل اگر شفیعہ نے شفیعہ ساقط کیا تو صحیح نہیں کیونکہ شفیعہ کی شرط جو کہ بیع ہے نہ پائی گئی انتہی واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	--

مسئلہ ۱۴: سیکرام پور تحصیل بسولی ضلع بدایوں مرسلہ شیخ برکت اللہ زمیندار ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کاشتکار ہے، اس کو زمیندار نے زمین اپنی سکونت کے واسطے دی جس میں اس نے چوپال اور مکان بنایا، اور اس کاشتکار نے کھیت میں باغ لگایا اب یہ مکان چوپال اس نے فروخت بدست زمیندار کیا، ایسی حالت میں اس بائع کے شرکاء شفیعہ ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

جبکہ کاشتکار صرف عملہ مکان و درختان مالک ہے۔ زمین اس کی ملک نہیں تو مجرد عملہ و درخت میں کسی کے لئے شفیعہ نہیں۔

فی رد المحتار فی البزازیة لا شفیعۃ فی الکردار لانہ نقلی کالبناء، والاشجار	رد المحتار میں بزازیہ سے منقول ہے، چوپال میں شفیعہ نہیں کیونکہ وہ منقول چیز ہے جس طرح عمارت
---	---

^۱ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الشفیعۃ مطبع مجتہائی دہلی ۲۱۱/۲

^۲ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الشفیعۃ مطبع مجتہائی دہلی ۲۱۱/۲

وردرختوں وغیرہ میں نہیں ہے۔ نہایہ، تاتارخانیہ اور ذخیرہ السراجیۃ ^۱ اہم لخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اور درختوں وغیرہ میں نہیں ہے۔ نہایہ، تاتارخانیہ اور ذخیرہ السراجیۃ ^۱ اہم لخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
---	---

مسئلہ ۱۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے (مامہ عم) روپیہ قرض لئے اور تین مکان رہن کردئے جبکہ مدت گزری اور روپیہ ادا نہ ہوا، بکر نے نالاش کر کے مع سود و خرچہ (مالہ لہ لہ) کے ڈگری پائی، اس میں تینوں مکان جن کی قیمت کی حیثیت قریب پانسو روپیہ کے تھی، چھیا سٹھ روپیہ میں نیلام ہو گئے، نیلام کارندہ بکر نے خرید اور بعدہ، اپنے آقا کے لئے خرید اظاہر کر کے بنام بکر لکھ دیا، بکر نے ان مکانات پر قبضہ نہ کیا، زید چھ سات برس تک بدستور قابض رہا، اس سے قبل از نیلام خواہ اس کے بعد کبھی کوئی بات ایسی صادر نہ ہوئی جو اس نیلام کے اجازت یا رضامندی پر دلیل ہو، یہاں تک کہ دونوں انتقال کر گئے، اور بعد زید وارثان زید قابض ہوئے، اب ورثائے بکر نے نالاش کر کے ڈگری دخیلابی حاصل کی، اور ہنوز دخل نہ ہوا تھا کہ ڈگری بدست خالد بیع کردی، اس خالد کو بھی دخل نہیں ملا ہے۔ اس صورت میں عمرو حویلی مذکور کا شفعہ مدت دخل یابی خالد شفعہ طلب کر سکتا ہے یا نہیں، اور اگر خالد اپنی ڈگری ضائع کر دے اور حق دخیلابی سے بعوض یا بلاعوض دستبردار ہو تو شفعہ کے حق شفعہ کی کیا حالت ہوگی؟ بینوا اتوجروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں ان مکانات پر ہر گز کسی طرح دعویٰ شفعہ نہیں پہنچتا کہ شفعہ کے لئے مکان کا مالک مالک سے خارج ہونا ضروری ہے۔

ردالمحتار میں فتاویٰ صغریٰ سے منقول ہے۔ شفعہ کا مدار بائع کی ملکیت کا زوال ہے۔ الخ (ت)	فی ردالمحتار فی الفتاویٰ الصغریٰ الشفعة تعتمد زوال المالك عن البائع ^۲ الخ۔
--	---

اور یہاں وہ مکانات شرعاً مالک زید سے خارج نہ ہوئے، یہ بیع نیلام جو بلا اجازت واقع ہوئی غیر مالک کی بیع تھی جسے شرع میں بیع فضولی کہتے ہیں، اور وہ اجازت مالک پر موقوف رہتی ہے۔

امام قاضی خاں کے فتاویٰ میں ہے جب بائع نے	فی فتاویٰ الامام قاضی خاں اذا باع الرجل
---	---

^۱ ردالمحتار کتاب الشفعة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۳۸

^۲ ردالمحتار کتاب الشفعة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۳۸

مآل الغیر عندنا یتوقف البیع علی اجازة المآلک ^۱ ۔	غیر کامل مال فروخت کیا تو ہمارے نزدیک یہ بیع مالک کی اجازت پر موقوف ہوگی۔ (ت)
---	---

اب کہ زید خود ہی ان مکانات پر قابض رہا، پھر وہ بالا اجازت انتقال کر گیا بیع باطل ہو گئی، یہاں تک کہ وارثان زید کو بھی اجازت کا اختیار نہیں۔

فی الہندیة اذا مات المآلک لا ینفذ باجزة الوارث ^۲ ۔	ہندیہ میں ہے کہ جب مالک فوت ہو جائے تو وارث کی اجازت سے بیع نافذ ہوگی۔ (ت)
---	--

در حقیقت نہ بکر ان مکانوں کا مالک ہے نہ اس کے ورثہ نہ خالد خریدار پر ڈگری، بلکہ وہ سب متروک زید ہیں، اور ورثائے بکر کو صرف اپنی مقدار قرض کے مطالبہ پہنچتا ہے و بس، اور دغوی شفعہ فقط عقد مبادلہ میں ہے نہ انتقال پوراثت میں،

فی العالمگیریة لا تجب الشفعة مآلیس ببیع ولا بمعنی البیع حتی لا تجب بالہبۃ والصلۃ والمیراث و الوصیۃ ^۳ ۔	عالمگیری میں ہے، جب تک بیع یا معنی بیع نہ پایا جائے تو شفعہ لازم نہ ہوگا۔ حتی کہ ہبہ، صلہ، میراث اور وصیت میں لازم نہ ہوگا۔ (ت)
---	---

پس عمرو کو زینہارا استحقاق شفعہ حاصل نہیں، شرع مطہر کا تو یہ حکم ہے۔ اور حکم نہیں مگر شرع مطہر کے لئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۶: زید ہندو ہے۔ اس نے ایک مکان بنایا، ایسی زمین دیہہ میں کہ آبادی اور اضنی اس دیہہ کی ملکیت مشترکہ ہے دس بارہ اشخاص کی، اب اس زید مذکور نے صرف اس مکان و بنا سکنی اپنی کو بہ ثمن متعدد ہاتھ ایک شخص کے کہ مکان خاص رہنے اس کے کا تخمینا پچاس قدم کے فاصلہ سے ہے فروخت کیا، مگر اضنی داخل بیع نہیں ہے۔ صرف عملہ و بنا کو فروخت کیا ہے۔ اب بعد انقضائے عرصہ دو ماہ کے منجملہ اور شرکاء کے ایک شریک کہ وہ بھی پچاس قدم اس مکان بیع سے رہتا ہے، بگمان شفعہ ہونے کے شفعہ شرعی بر بنائے دغوی قائم کرتا ہے۔ ایسی صورت میں عند الشریع شریف اس عملہ بیع زید ہندو پر شفعہ جائز ہے یا نہیں؟
بینواتو جروا۔

^۱ فتاویٰ قاضی خاں کتاب البیوع فصل فی البیع الوقوف نوکسور لکھنؤ ۱۲/ ۳۵۱

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب البیوع الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳/ ۱۵۲

^۳ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵/ ۱۶۰

الجواب:

قطع نظر اس سے کہ وہ فی نفسہ شفیع ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور طلب مواثبات و اشہاد و غیر ہما امور لازمہ جس کے بغیر شفعہ باطل ہو جاتا ہے بجالیایا نہیں۔ دعوٰی اس کا صورت مستفسرہ میں راسا باطل ہے کہ بناء محل شفعہ نہیں اور اس میں قصداً وبالذات شفعہ ثابت نہیں ہو سکتا۔

جیسا کہ تنویر الابصار میں اور اس کی شرح در مختار میں ہے کہ شفعہ قصداً صرف زمین میں ہو سکتا ہے عمارت اور کچھوڑ کے درخت میں شفعہ نہیں۔ جب ان کو قصداً فروخت کیا جائے اگرچہ بشرط قرار فروخت کیا جائے، یہ ابن کمال کے فہم کے خلاف ہے کہ انھوں نے منقول کے خلاف کہا جیسا کہ ہمارے شیخ رملی نے افادہ کیا ہے، لخصاً انھوں نے قبل ازیں ذکر کیا ہے اور کہا کہ ہمارے شیخ رملی نے اس کا رد کیا ہے اور عدم شفعہ کا فتویٰ نزازیہ وغیرہا کی اتباع میں دیا ہے پس اسے محفوظ کر لو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

کما فی تنویر الابصار و شرحہ الدر المختار لا تثبت قصداً الا فی عقار لا بناء و نخل اذا بیعاً قصداً و لو حق القرار خلافاً لما فہمہ ابن کمال لمخالفتہ المنقول کما افادہ شیخنا الرملی^۱ اھ ملخصاً۔ و ذکرہ من قبل فقال فرده شیخنا الرملی وافقی بعد مہا تبعاً للبیازیة وغیرہا فلیحفظ^۲۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک کوٹھری جس کا صحن مملوک عمر و اور اس صحن میں اس کوٹھری کے اور عہ ہے اور سقف اس کی ملک بکر ہے۔ اور اس کی دو جانب بھی مکانات بکرواق ہیں بکر کے ہاتھ فروخت کی، اس صورت میں شفیع اس کا بکر ہے یا عمر و، اور عمر و کو بدعوٰی شفعہ وہ کوٹھری مل سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں شفیع اس کا عمر و ہے نہ کہ بکر، اور اگر عمر و شرائط شفعہ بجالیایا تھا تو بدعوٰی شفعہ

عہ: اصل میں اس طرح ہے، اغلب یہ ہے کہ عبارت اس طرح ہو "اسی کوٹھری کے برابر ایک کوٹھری اور ہے" عبد المنان اعظمی۔

^۱ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الشفعة باب ما تثبت ہی فیہ اولاً مطبع مجتہائی، دہلی ۱۲/ ۲۱۳

^۲ در مختار کتاب الشفعة باب ما تثبت ہی فیہ اولاً مطبع مجتہائی، دہلی ۱۲/ ۲۱۱

اس کو ٹھری کو بکر سے لے سکتا ہے کہ جب طریق اس مکان کا زمین عمر و میں ہے تو عمر و خلیط فی حق المبیع ہوا، اور بکر اسی وجہ سے کہ مالک علو ہے اور اس کے مکانات کو ٹھری کے دونوں جانب ہیں محض جوار ہے۔ اور خلیط جوار پر شرعاً مقدم مکانات بکر دونوں جانب ہونے سے وہ صرف جار ہو سکتا ہے۔ اسی طرح قابض علو ہونا بھی اگر بوجہ ملک ہو تو فقط مثبت جوار ہے۔ ورنہ لغو بحث۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے نچلی منزل دو حضرات کی مشترکہ ہے اور دونوں میں سے ایک کا اس پر بالاخانہ ہے جس میں کوئی تیسرا شخص بھی شریک ہے تو نچلی منزل والوں میں سے جس کا بالاخانہ میں حصہ ہے اس نے اپنے نچلے اور اوپر والے حصوں کو فروخت کیا تو نچلے شریک کو نچلے حصہ میں اور اوپر والے شریک کو اوپر والے حصہ میں شفعہ کا حق ہے نیچے والے کو اوپر اور اوپر والے شریک کو نیچے والے حصہ میں شفعہ کا حق نہیں ہے کیونکہ نیچے والا شریک بالاخانہ کا پڑوسی ہے اور اگر بالاخانہ کا راستہ مشترکہ ہو تو وہ بالاخانہ کے حقوق میں بھی شریک ہے اور یوں ہی بالاخانہ کا حصہ دار نیچے والے حصہ کا پڑوسی ہے اگر راستہ بالاخانہ نیچے والی منزل میں سے گزرتا ہو تو بھی نچلی منزل کے حقوق میں شریک ہو گا لہذا پڑوسی یا حقوق میں شریک کی بنسبت عین مبیع میں شریک کا حق مقدم اور اولیٰ ہے۔ اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ نچلی منزل والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو اوپر والے کو شفعہ کا حق ہے کیونکہ نچلی اور اوپر منزل میں اتصال ہے تو دونوں پڑوسی قرار پائیں گے۔ (ت)

فی الفتاویٰ العالمگیریۃ سفل بین رجلین ولا حدھما علیہ علو بینہ و بین آخر فباع الذی له نصیب فی السفل والعلو نصیبہ فلشریکہ فی السفل الشفعة فی السفل ولشریکہ فی العلو الشفعة فی العلو ولا شفعة لشریکہ فی السفل فی العلو ولا لشریکہ فی العلو فی السفل لان شریکہ فی السفل جار للعلو و شریک فی حقوق العلوان کان طریق العلو فیہ و شریکہ فی العلو جار للسفل او شریک فی الحقوق اذا کان طریق العلو فی تلك الدار فکان الشریک فی عین البقعة اولی^۱۔ وفی الفتاویٰ قاضی خاں باع صاحب السفل سفله کان لصاحب العلوان یاخذ السفل بالشفعة لان السفل متصل بالعلو فکان جارین^۲۔

غرض بہر حال بکر جار محض سے زائد نہیں اور عمر و خلیط فی حق المبیع ہے کہ راستہ مکان مبیع کا اس

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الثانی نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۶۷/۵

^۲ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الشفعة فصل فی ترتیب الشفعاء نوکسور لکھنؤ ۱۴/۸۶۴

کی زمین مملوک ہے۔ اور شرعاً خلیط جار پر مقدم۔ کما ہوا فی عامۃ الکتب (جیسا کہ یہ عام کتب میں ہے۔) پس صورت مسئلہ میں بر تقدیر مدعی ہونے کسی شریک فی نفس المبیع کے عمرو ہے۔ نہ بکر اور عمرو شرائط شفعہ بجالایا تو در صورت عدم مزاحم مکان مبیع کو بکر سے لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان واقع کوچہ غیر نافذہ ایک شخص اجنبی کے ہاتھ کہ اس مکان سے کوئی علاقہ شفعہ نہیں رکھتا فروخت ہوا، راستہ اسی مکان کا اراضی پیش دروازہ زید ہے۔ اور راہ دونوں کو شارع عام تک مشترک، پس زید بعد بجاء آوری شرائط شفعہ بحسب شفعہ دعوئی کرتا ہے۔ اس صورت میں وہ مکان زید کو مل سکتا ہے یا نہیں۔

بینوا توجروا

الجواب:

صورت مسئلہ میں زید خلیط فی حق المبیع ہے۔ اور حق شفعہ اس کے لئے ثابت، پس جس صورت میں کہ وہ سب شرائط بجالایا اگر کوئی خلیط فی نفس المبیع مدعی شفعہ نہ ہو، تو مکان اسے قطعاً مل سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم واحکم۔

الجواب الصحیح محمد تقی علی میاں

۲۷ صفر ۱۳۱۲ھ

مسئلہ ۱۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان کی اراضی میں زید کے چند ورثہ شریک ہیں، ان میں سے بعض نے اپنے حصے عمرو شخص اجنبی کے ہاتھ بیع کر دئے، پھر ان اشخاص میں سے جنھوں نے اپنے حصے بیع نہیں کئے تھے ایک نے اسی عمرو کے ہاتھ اپنا حصہ بیع کر دیا، اب ان اشخاص مذکورین میں ایک شخص شفعہ ہے۔ تو یہ عمرو اجنبی پر ترجیح رکھتا ہے یا نہیں؟ اور اس اراضی بیعہ کو عمرو سے شفعہ میں لے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

عمرو جبکہ ایک حصہ اسی زمین کا خرید چکا ہے۔ اور ہنوز حدود جدا نہ ہوں تو وہ بھی شریک ہے اور یہ شفعہ بھی شریک ہے تو کسی دوسری پر ترجیح نہیں، اگر اس شریک نے بیع ثانی کی کل مبیع کا مطالبہ بذریعہ شفعہ کیا اور عمرو دینے پر راضی نہ ہوا، تو نصف شفعہ کو دلا دیں گے، اور عمرو راضی ہو گیا تو کل دلا دیں گے۔

<p>ردالمحتار میں ہے ایک مکان میں دو شریکوں میں سے ایک نے اپنا حصہ شریک کے پاس فروخت کیا تو ایک تیسرا شخص آیا اس نے شفعہ کا مطالبہ کیا اگر وہ بھی مکان میں شریک ہو تو وہ مکان شفعہ اور مشتری میں مشترک قرار پائے گا کیونکہ وہ دونوں شفعہ کے حقدار ہیں یعنی جب تیسرے نے اپنا حق شفعہ نہ چھوڑا اور مطالبہ پر قائم رہا ہا مختصر - واللہ تعالیٰ اعلم - (ت)</p>	<p>فی ردالمحتار باع احد شریکین فی دار حصہ منها للاخر فجاء ثالث وطلب الشفعة فان كان شریکا قسمت بینہ و بین المشتري لانہما شفیعان ای اذا طلب ولم یسلم للشفیع الآخر^۱ اہ مختصر - واللہ تعالیٰ اعلم</p>
---	--

۷ صفر مظفر ۱۳۱۵ھ

مسئلہ ۲۰: از دیورنیا تحصیل بہری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ میں کہ موضع دیورنیا میں تخمیناً دو بسوہ زمینداری ہے۔ منجملہ اس کے تخمیناً ۵۵ کچوانسی خلیل الدین کے پاس، اور ۱۰ کچوانسی خواجہ بخش کے پاس، او نمبرداری دونوں بسوہ پر خواجہ بخش کی ہے۔ دیگر نے انہی دو بسوہ سے ۱۶ بسوانسہ خلیل الدین کے ہاتھ بیع کی، تو شفعہ خواجہ بخش اور خلیل الدین کس کو کتنا پہنچتا ہے؟ بینواتو جروا

الجواب:

اگر وہ دیہہ مملوکہ ہے کہ زمیندار اس میں اپنے اپنے حصوں کے مالک ہیں، تو بلاشبہ اس میں حق شفعہ جاری ہے اور خلیل الدین مشتری اور خواجہ بخش دونوں شفیع ہیں، خواجہ بخش اگر طلب مواثبت وغیرہ شرائط بجالایا اور کل بیع ۱۶ بسوانسی پوری پر بذریعہ شفعہ دعوٰی کیا تو اگر خلیل الدین مزاحمت کرے تو آٹھ بسوانسی خلیل الدین کے پاس رہیں گے، اور آٹھ بسوانسی شفعہ خواجہ بخش کو ولادی جائیگی اس بات پر کچھ لحاظ نہ ہوگا کہ ان میں ایک دو کچوانسی کا مالک ہے اور دوسرا دس کا، اور اگر خلیل الدین مزاحمت نہ کرے بلکہ کل دے دے تو کل خواجہ بخش کو ملے گی، اور اگر خواجہ بخش نے کل بیع پر دعوٰی نہ کیا بلکہ یہ سمجھ کر کہ مجھے آدھی ملیں گی، ابتداء آٹھ ہی بسوانسی پر شفعہ چاہا، تو اس کا حق شفعہ ساقط ہوا، اب کچھ نہ پائے گا، ردالمحتار میں ہے:

<p>خیر یہ میں مذکور ہے کہ زمین کا عشری یا خراجی ہونا ملکیت ہونے کے منافی نہیں ہے تو بہت سی کتب میں ہے کہ مملوکہ عشری یا خراجی زمین کا فروخت کرنا، وقف</p>	<p>ذکر فی الخیریۃ ان کون الارض عشریۃ او خراجیۃ لا ینافی المملک ففی کثیر من الکتب ارض الخراج او العشر</p>
---	--

^۱ ردالمحتار کتاب الشفعة باب ما ثبتت فیہ اولاد ارحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۵۲

<p>کرنا، میراث ہونا جائز ہے، تو ان میں شفعہ ثابت ہوگا۔ بخلاف سرکاری زمین جو مزارعت میں دی جائے اور قابل فروخت نہ ہو اس میں شفعہ نہیں ہے الخ۔ (ت)</p>	<p>مملوكة يجوز بيعها وايقافها وتورث فتثبت فيها الشفعة بخلاف السطانية التي تدفع مزارعة لاتباع فلا شفعة فيها الخ۔</p>
--	---

در مختار میں ہے:

<p>اگر خریدار خود شریک تھا جبکہ اس میں کوئی اور بھی شریک ہو تو دونوں کو شفعہ کا حق ہے۔ (ت)</p>	<p>لوكان المشتري شريكا وللدار شريك آخر فلهما الشفعة²۔</p>
--	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>قنیه میں ہے ایک نے پڑوس والا مکان خریدا جبکہ اس مکان کا پڑوسی ایک اور شخص بھی ہے تو اس نے شفعہ کا مطالبہ کیا تو وہ اور مشتری دونوں اس مکان میں شریک ہو گئے، کیونکہ وہ دونوں برابر کے شفعہ ہیں، ابن شحنہ نے کہا، تو اس کا قول یوں مشتری بھی، یعنی جب وہ شفعہ کا مطالبہ کرے اور دوسرے کو اپنا حق نہ چھوڑے، اور ابن شحنہ کے کلام میں یہ اشارہ ہے کہ قنیه کے قول "توشفعہ طلب کیا" اس سے مراد یہ ہے کہ دوسرے کو کل نہ سونپا، یہ مراد نہیں کہ حقیقتاً طلب کیا، تو یوں خانیه سے ہمارے ذکر کردہ کے منافی نہ ہو اور اصل شخص طلب کرنے کا محتاج نہیں ہے۔ (ت)</p>	<p>في القنية اشترى الجار دارا ولها جار آخر فطلب الشفعة وكذا المشتري فهي بينهما نصفين، لانهما شفيعان قال ابن الشحنة فقله وكذا المشتري اي اذا طلب ولم يسلم للشفيح الآخر، وفي كلام ابن الشحنة اشارة الى ان قول القنية فطلب الشفعة المراد به انه لم يسلم اكل للاخر لاحقيقة الطلب، فلاننا في مقدمناه عن الخانية ان الاصيل لا يحتاج الى الطلب³۔</p>
--	--

تنوير الابصار میں ہے:

<p>رضا مندی یا قاضی کی قضاء سے شفعہ کرنے والوں کی تعداد کے مطابق نہ کہ ملکیت کے مطابق حاصل کرنے پر مالک ہو جائیں گے۔ (ت)</p>	<p>تملك بلاخذ بالتراضى او بقضاء القاضى بقدر رؤس الشفعة لا الملك⁴۔</p>
--	--

¹ ردالمحتار کتاب الجهاد باب العشر والخراج دار احياء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۵۶

² درمختار کتاب الشفعة باب ماتثبت هی فیہ اولاً مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۱۵

³ ردالمحتار کتاب الشفعة باب ماتثبت هی فیہ اولاً دار احياء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۵۲

⁴ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الشفعة مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۱۱

در مختار میں ہے:

<p>اگر دونوں شریک حضرات میں، سے ایک نے نصف کا مطالبہ صرف اپنے استحقاق کے مطابق کیا تو شفعہ باطل ہو گیا کیونکہ شفعہ کی صحت کے لئے شرط ہے کہ وہ کل کا مطالبہ کرے، جیسا کہ زلیعی نے اس کو مبسوط پر بیان کیا، اسے محفوظ کرنا چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>لو طلب احد المشرکین النصف بناء علی انه يستحقه فقط بطلت شفعتہ اذ شرط صحتها ان يطلب الكل كما بسطه الزليعی فليحفظ¹ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

مسئلہ ۲۱: از او جین علاقہ گوالیار مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان پابند شرع برحق اس مسئلہ میں، ایک چشمہ گنگا بانی و متھرا بانی کے مکان کا شرق رویہ ملحق مکان حکیم رحمت علی صاحب اور طرف جنوب شارع عام اور مغرب رویہ اس مکان کے صرف مکان رحمت علی صاحب ہے، اس چشمہ کو ایک برہمن غیر محلہ کوسات سورویہ میں فروخت کیا، ازاں جملہ دس روپیہ بیعنامہ ہوا، اس برہمن سے لے لئے، جب حکیم صاحب کو خبر پہنچی تو بوقت دستاویز دعوئی حق شفعہ کیا تو اس عورت نے بعدم دعوئی حق شفعہ حکیم صاحب اس چشمہ کو جو مضمحل مکان حکیم صاحب ہے اس برہمن کو خیرات کر دیا، اس خیال سے کہ دعوئی حکیم صاحب رد ہو جائے، اس صورت میں بحق شفعہ دعوئی حکیم صاحب درست ہے یا نہیں؟ بیان فرمائیں بعبارت کتب علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

الجواب:

اگر شفعہ شرائط طلب بجایا یا تو اس کا حق شفعہ ثابت ہے۔ اور اس خیرات کردینے سے شفعہ حاصل نہ ہوا، جب بیع تمام ہو چکی مشتری کا مالک ہو گیا، بائعہ کی اس میں ملک نہ رہی، اب یہ اسی کا مال اس پر خیرات کرنے والی کون، اور اگر خیرات یوں واقع ہوئی کہ بعد دعوئی شفعہ بائعہ و مشتری نے باہم بیع کو فسخ کر لیا، پھر بائع نے بیع مشتری پر خیرات کر دی، تو یہ مشتری کا ایک تصرف تھا جسے شفعہ توڑ سکتا ہے، بائع و مشتری کا باہم بیع فسخ کر لینا تیسرے شخص کے حق میں بیع جدید ہوتا ہے یعنی مشتری نے اب وہ چیز بائع کے ہاتھ بیچ ڈالی اور مشتری کی بیع درکنار وقف تک کو شفعہ رد کر سکتا ہے ان تصرفات سے اس کے حق شفعہ میں کوئی خلل

¹ در مختار کتاب الشفعة مطبع مجتبائی دہلی ۱۲/۲۱۱

نہیں آتا، درمختار میں ہے:

مشتري کے کئے ہوئے تصرفات حتیٰ کہ وقف، مسجد مقبرہ، ہبہ جیسے کو بھی شفع کا عدم کردے، زیلیعی وزاہدی۔ (ت)	ينقض الشفيع جميع تصرفات المشتري حتى الوقف والمسجد والمقبرة والهبة، زیلیعی وزاہدی ¹ ۔
---	---

عالمگیری میں ہے:

اگر مشتری نے خرید کردہ پر اپنی میں شفع کے قبضہ سے قبل تصرفات کئے یوں کہ ہبہ کر کے قبضہ دے دیا، اس کو صدقہ کر دیا، اُجرت پر دے دیا، اس کو مسجد قرار دے کر اس میں نماز پڑھی گئی، مکمل وقف کر دیا، یا قبرستان بنا کر اس میں دفن کا عمل کیا تو شفع کو قبضہ کر کے ان تمام تصرفات کو ختم کرنے کا حق ہے۔ قاضی خاں کی شرح جامع الصغیر میں یوں ہے۔ (ت)	لو تصرف المشتري في الدار المشتراة قبل اخذ الشفيع بان وهبها وسلمها او تصدق بها او اجرها او جعلها مسجدا و صلى فيها او وقفها وقفا او جعلها مقبرة و دفن فيها، فللشفيع ان ياخذ وينقض تصرف المشتري كذا في شرح الجامع الصغیر لقاضی خاں ² ۔
---	--

اسی میں ذخیرہ سے ہے:

مشتري کو فروخت کرنے کا جواز ہے اور وہ ثمن اس کے لئے طیب ہے مگر شفع کو اختیار ہوگا کہ وہ ان تصرفات کو توڑ دے اہ مختصر۔ (ت)	المشتري له ان يبيع ويطيّب له الثمن غير ان للشفيع ان ينقض ³ اہ مختصرا۔
---	--

تنویر میں ہے:

اقالہ فریقین کے حق میں فسخ ہے اور تیسرے شخص کے حق میں وہ جدید بیع ہے اہ ملتقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	الاقالة فسخ في حق المتعاقدين بيع في حق ثالث ⁴ اہ ملتقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
---	---

¹ درمختار کتاب الشفعة باب طلب الشفعة مطبع مجتہبی دہلی ۱۲/ ۲۱۳

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۸۱

³ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۸۱

⁴ درمختار کتاب البيوع باب الاقالة مطبع مجتہبی دہلی ۱۲/ ۳۳-۳۳

مسئلہ ۲۲: از شہر کہنہ بریلی مرسلہ مولوی سید کرامت علی ۲ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شریعت غراء محمدیہ اس صورت میں کہ زید کا ہمسایہ عمرو ہے اور دونوں کے مکان ایک ہی قطعہ میں واقع ہے۔ صرف دیوار پر درمیان میں ہے۔ اور دروازہ دونوں کا متصل ہر ایک جانب کو بفاصلہ تین چار گز رکے، اور کوئی دوسرا شخص ایسا قریب نہیں رہتا جس کا دروازہ ملحق بدروازہ زید ہو۔ سوائے عمرو مذکور کے، اب زید نے بنظر تکلیف وہی عمرو کی اپنی زمین مذکورہ کا تبادلہ بکر کے زمین سے جو بفاصلہ تقریباً دو صد گز ہے کر کے اقرار نامہ تحریر کر دیا یعنی اپنی زمین بکر کے بیچ کر دیا، اب اس حالت میں عمرو کو حق شفعہ زمین پہنچتا ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

الجواب:

ضرور حق شفعہ پہنچتا ہے اگرچہ بجائے لفظ بیع مبادلہ زمین زمین کہا، اگرچہ بجائے بیع نامہ اس مبادلہ کا اقرار نامہ لکھا، اس لئے کہ ان عقود میں معنی ہی معتبر ہیں، خاص لفظ کی حاجت نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

اعطیتک بكذا اوخذہ بكذا فی معنی قولہ بعت واشتريت لانه یؤدی معناه المعنی هو المعتبر فی هذه العقود ¹	میں نے تجھے اتنے عوض میں دیا یا اتنے عوض میں لے، یہ بعت و اشتريت کے معنی میں ہے کیونکہ یہ ان کے ہم معنی ہیں اور ان عقود میں معنی ہی معتبر ہے۔ (ت)
--	---

اور مال کا مال سے بدلنا بھی معنا بیع ہے، عالمگیری میں ہے:

اما تعریفة فببإدلة المال بالمال بالتراضی هكذا فی الکافی ²	بیع کے تعریف، رضامندی سے مال کا مال کے بدلے دینا، کافی میں اس طرح ہے۔ (ت)
--	---

اسی میں ہے:

لو قال لاخر عوضت فرسی بفرسك فقال وانا فعلت ایضاً فهذا بیع ³	اگر ایک نے دوسرے کو کہا، میں نے اپنا گھوڑا تیرے گھوڑے کے بدلے میں دیا، دوسرے نے کہا میں نے بھی کر لیا، تو یہ بیع ہے۔ (ت)
--	--

¹ الهدایة کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳/ ۲۴

² فتاویٰ ہندیہ کتاب البیوع الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۳

³ فتاویٰ ہندیہ کتاب البیوع الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳

اسی کی کتاب شفعہ میں ہے:

شفعہ کے شرائط کئی ہیں، ان میں ایک عقد معاوضہ ہے۔ اور وہ بیع یا اس کا ہم معنی ہے (تا اس کے قول) اور ان میں سے مال کا مال سے تبادلہ ہے۔ (ت)	اما شرطها فانواع منها عقدا لمعاوضة وهو البيع او ما هو بمعناه (الی ولہ) ومنها معاوضة المال بالمال ¹ ۔
---	---

ہدایہ میں ہے:

جب پر اپرٹی کا کسی مال کے عوض مالک بن گیا تو اس میں شفعہ لازم ہوتا ہے۔ (ت)	اذا مالک العقار بعوض هو مال وجبت فيه الشفعة ² ۔
--	--

یہ خاص جزئیہ اس مسئلہ کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳: از ریاست رامپور محلہ بنگلہ آڈا خاں مطیع دبدبہ سکندری مرسلہ فاروق حسن خاں ۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ زید نے دعویٰ دلاپانے ایک قطعہ سرا کا جس کا منفرد عمر و مشتری ہے۔ اور دوسرے قطعہ سرا کا جس کے عمر و مذکور و بکر و خالد و نفیم و نعیم پانچ اشخاص مشترک خریدار ہیں، باظہار حق شفعہ بہ نمبر ہائے جداگانہ بنام مشتریان مذکور عدالت میں رجوع کیا، مشتریان مذکور بعد علم بالبیع ادائے طلب موثبت و اشہاد زید کے منکر ہیں، زید نے جو شہادتیں دربارہ طلب موثبت عدالت میں پیش کیں ان سے طلب مذکور ثابت نہ ہوئی، پس زید اعتراف عدم ثبوت طلب موثبت اپنی طلب موثبت پر خود خواستگار بجا آوری حلف کا ہے۔ علماء ماہرین علم فقہ سے دریافت طلب یہ امر ہے کہ بصورت مسئلہ نسبت ادائے طلب موثبت قول زید کا مع الیمین مقبول ہو گا یا باقتضائے روایات مفتی بہا و اقوال مستندہ فقہیہ بسبب ہونے تحلیف علی فعل الغیر مشتریان سے علم طلب موثبت زید پر قسم لی جائے گی، اور فریق ثانی نے جو استفتاء عدالت میں پیش کیا ہے اس کی نقل بجسم ہر شتہ سوال ہذا ہے۔ نظر بمضمون سوال ہذا و توجہ بروایات و عبارات سوال و جواب مندرجہ استفتاء گزرانیدہ، فریق ثانی بحوالہ روایات مفتی بہا با استدلال اقوال مستندہ کتب فقہ جواب مرحمت ہو۔ بینوا توجروا

الجواب:

یہ مسئلہ معرکہ آرا و مزینہ الاقدام ہے۔ فقیر غفرلہ المولیٰ القدر نے اس سوال کے ورود پر

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱۶۰/۵

² الهدایہ کتاب الشفعة باب ما تجب فیہ الشفعة مطبع مجتہدانی دہلی ۴/۲۰۰

عبارات کثیرہ علماء کو بظاہر نہایت متخالف و متعارض تھیں بکثرت جمع کیں، اور ان کے محو انظار و منزع کلام و منظر مراد و لفظ مرام پر بتوفیقہ تعالیٰ نظریں ڈالیں اور بعد تحقیق و تدقیق و تطبیق و توفیق وہ حکم نفیس مشید بالاصول و مؤید بتظافر العقول و المتقول و منقح کر لیا جس نے بحمد اللہ تعالیٰ ان تمام عبارات متعارضہ کو یک زبان کر دیا اور تصادم و تضاد کو لخت اٹھ گیا، اور مختلف ظنوں کو مختلف مناشی سے اکابر علماء مثل علامہ ابن قاضی ساوہ و علامہ حموی و علامہ ابوالسعود ازہری و علامہ ساجانی اور شامی رحمہم اللہ تعالیٰ کو پیدا ہوئے تھے بعونہ سبحانہ سب کا کشف حجاب و اظہار صواب کیا، فقیر نے اس تحریر کا مل النحریر کا نام "أَفْقَهُ الْجَوَابَةَ عَنِ حَاكِفِ الطَّالِبِ عَلَى كَلْبِ الْمَوَاطِنَةِ" رکھا۔ وضاحت مرام و ازاحت اوہام تو اسی تحریر پر محمول۔ یہاں نفس حکم بکمال اجمال مذکور۔ سوال کہ یہاں ارسال ہوا، اور دوسرا کہ فتویٰ منسلکہ میں تھا دونوں نہایت گول اور ناتمام ہیں ان میں سے کسی پر ایک حکم قطعی کہ یہاں شفع کا حلف لیں گے یا مشتری کا، ہر گز نہیں ہو سکتا بلکہ حق تفصیل ہے۔ اولاً نظر کی جائے، آیا شفع نے طلب اشد بینہ عادلہ سے ثابت کر دی یا وہ بھی ناکام رہی، در صورت ثانیہ ہر گز شفع کا حلف نہ لیا جائے گا۔ نہ مسموع ہوگا کہ شفع ثبوت حق شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور مشتری منکر ہے۔ اور شرعاً حلف منکر پر ہے نہ کہ مدعی پر، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث مشہور میں فرماتے ہیں:

مدعی پر گواہ اور منکر پر قسم لازم ہے۔ (ت)	البینة علی المدعی والیمن علی من انکر ^۱ ۔
ولہذا عامہ کتب معتمدہ میں تصریح فرمادی کہ بحال و انکار مشتری شفع اپنی طلب بے گواہوں کے ثابت کر ہی نہیں سکتا۔ ہدایہ و تبیین الحقائق و تکملہ طوری میں ہے:	
کیونکہ قاضی کے ہاں وہ اپنی طلب کو ثابت کرنے کا محتاج ہے جبکہ یہ گواہ بنائے بغیر اس کے لئے ممکن نہیں۔ (ت)	لانہ یحتاج الی اثبات طلبہ عند القاضی ولا یمكنہ ذلک الا بالاشہاد ^۲ ۔

اور اگر طلب شہاد بینہ شرعیہ سے ثابت ہو چکی ہے۔ تو اب طلب موثبت کے باب میں تین صورتیں ہیں:

(۱) اگر شفع اپنی طلب موثبت کے لئے کوئی وقت اس طلب اشہاد مشہود و معہود ثابت بالبینہ سے

^۱ صحیح البخاری کتاب الرهن باب اذا اختلف الراهن والمرتهن قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۳۲، جامع الترمذی ابواب الاحکام باب ما جاء

فی البینة علی المدعی امین کبیری دہلی ۱/ ۱۶۰، سنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الدعوی والبنیات دار صادر بیروت ۱۰/ ۲۵۸

^۲ الهدایہ کتاب الشفعة مطبعہ یوسفی لکھنؤ ۱۳۰/ ۳۹۰

پہلے بیان کیا اور مدعی ہوا ہے کہ اسی وقت بمجرد علم بالبیع میں طلب موثبت بجالایا تھا، تو ہر گز بے بینہ مسموع نہیں، نہ شفیق کا حلف اصلاً قابل سماعت کہ وہ باقرار خود سبقت علم مان چکا ہے اور اس کی معیت کا ایک ایسی طلب کے لئے مدعی ہے جو ہنوز مجہول و غیر ثابت ہے۔

فکیف یصدق فیما ہو غیر بین ولا مبین مع توقف ثبوت حقه علیہ۔	تو غیر واضح چیز میں وہ کیسے تصدق کرے جبکہ اپنے حق کو ثابت کرنا خود اس پر موقوف ہے۔ تو اور کون واضح کرے گا۔ (ت)
---	---

وہ حصول طلب فی الماضي کامل مدعی ہے اور مشتری منکر۔

والاصل العدم ومن ادعی خلاف الاصل فعلیہ تنویر دعواہ بالبینة۔	عدم اصل ہے اور جو شخص اصل کے خلاف کا دعویٰ کرے اس پر اپنے دعویٰ کو روشن کرنا گواہی کے ساتھ ضروری ہے۔ (ت)
---	---

وہ ایک ایسی چیز کی حکایت کر رہا ہے جو اس وقت اس کے اختیار سے باہر ہے کہ وہ سبقت علم کا مقرر ہوا، اور طلب موثبت کا وقت اسی فور میں تھا اس وقت احداث طلب پر قدرت نہیں رکھتا۔ اور جو ایسی شئی کا حاکمی ہو اس کا قول بے بینہ مسموع نہیں، دروغر میں ہے:

من حکى ما لا يملك استئنأفه للحال، لا يصدق فیما حکى بلا بينة ¹ ۔	جس کو فی الحال نافذ کرنے کا مالک نہیں تو اس کی حکایت بغیر گواہی قابل تصدیق نہ ہوگی۔ (ت)
--	---

یہی معنی ہیں تصریحات کے کہ طلب موثبت بے بینہ کے ثابت نہیں ہو سکتی۔

ای اذا كان طلب الموثبته وحده بخلاف ما يأتي فانه لم يثبت فيه انفرادة عن طلب الاشهاد، كما ستعلم، وطلب واحد ربما يقوم مقام الطلبين فبعد اثبات طلب الاشهاد بالشهود او ثبوته باقرار المشتري لا يحتاج الى اثبات طلب الموثبة	یعنی جب طلب موثبت الگ ہو یہ آئندہ آئیوالی صورت کے برخلاف ہے جہاں طلب موثبت میں اس بات کا ثبوت نہیں کہ وہ طلب اشہاد سے خالی ہے جیسا کہ عنقریب تجھے معلوم ہوگا جبکہ ایک ہی طلب وہ مطالبوں کے قائم مقام ہو سکتی ہے تو گواہوں کے ذریعہ طلب اشہاد کے اثبات یا خود مشتری کے اقرار سے ثبوت کے بعد شفیق کو اب طلب موثبت کے اثبات
---	--

¹ الدرر المحکم فی شرح غرر الاحکام کتاب الشفعة باب ماتکون فی فیہ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱۲/۲۱۶

منفرزاعنه، فان ادعی المشتوی الانفرز بتقدم العلم علی الاشجار فعليه البيئنة لاعلى الشفيع۔	کی الگ طور پر ضرورت نہیں، تو اگر مشتری یہ دعویٰ کرے کہ شفیع کو طلب اشہاد سے قبل بیع کا علم تھا اور اس نے مواثبت نہ کی تو اس صورت میں مشتری پر لازم کہ وہ اس پر گواہی پیش کرے نہ کہ شفیع پر۔ (ت)
---	---

غایۃ البیان شرح الہدایۃ للعلاۃ الاتقانی میں ہے:

المراد من المطالبة طلب المواثبت والاشهاد فيه في المجلس ليس بشرط والشراط هو نفس الطلب۔ و انما يشهد فيه لانه لا يصدق على الطلب الا بيئنة ¹ ۔	مطالبہ سے مراد طلب مواثبت ہے۔ رہا شہاد (گواہ بنانا) تو اس کا اس مجلس میں پایا جانا شرط نہیں ہے شرط صرف نفس طلب ہے۔ اس میں گواہ بنانا صرف اس لئے ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر طلب کی تصدیق نہ ہو سکے گی۔ (ت)
---	---

نہایہ امام سغنائی و معراج الدراریہ پھر نتائج الافکار و شروع ہدایہ میں ہے:

طلب المواثبة لا ينفك عن الاشهاد في حق علم القاضى ² ۔	طلب مواثبت قاضی کے علم کے اعتبار سے اشہاد سے جدا نہیں ہو سکتی۔ (ت)
---	--

ان دونوں صورتوں میں سبیل یہی ہے کہ شفیع چاہے تو مشتری سے حلف لے۔ اور یہاں حلف فعل غیر پر ہے۔ مشتری کا حلف محض علم پر ہو گا کہ واللہ مجھے معلوم نہیں کہ اس زید مدعی نے یہ طلب مواثبت جس کا یہ مدعی ہے ادا کی ہو، تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

لو انكر المشتري طلب المواثبة فانه يحلف على العلم ³ ۔	اگر مشتری طلب مواثبت کا انکار کرے تو وہ اپنے علم کی قسم کھائے گا (کہ یہ مجھے معلوم نہیں)۔ (ت)
---	---

وجیز امام کردری میں ہے:

انكر طلب الشفيع مواثبة حلفه على العلم، وان طلبه عند	مشتری نے شفیع کی طلب مواثبت کا انکار کیا تو اپنے علم کی قسم کھائے گا اور اگر شفیع نے مشتری سے
---	---

¹ غایۃ البیان

² نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار تکملہ برفتح القدیر کتاب الشفعة باب ما يبطل به الشفعة مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۳۳۶/۱۸

³ در مختار کتاب الشفعة باب ما يبطلها مطبع مجتہبی دہلی ۱۲/۲۱۷

لقاءہ فعلی البنات ¹ ۔	ملاقات کے وقت طلب کا دعویٰ کیا تو اس صورت میں مشتری قطعی قسم کھائے گا کہ شفیع نے قبل ازیں مواہبت نہیں کی۔ (ت)
----------------------------------	---

اشباہ میں ہے :

انکر المشتري طلب الشفعة حين علم فالقول له مع يمينه على نفي العلم ² ۔	مشتری نے طلب کا انکار کیا کہ شفیع نے بیع کی خبر سننے پر مواہبت نہیں کی تو مشتری اپنے علم کی قسم کھاے گا اور اس کی بات مان لی جائے گی۔ (ت)
---	---

خزانة المفتين میں فتاویٰ کبریٰ سے ہے :

المشتري اذا انكر طلب الشفعة عند سماع البيع فالقول له مع اليمين على العلم بالله ما يعلم ان الشفيع حين علم بالبيع طلب ³ ۔	مشتری نے طلب شفیعہ کا انکار کیا کہ شفیع نے بیع کی خبر سننے پر مواہبت نہیں کی تو اپنے علم کی قسم پر اس کی بات قبول کر لی جائے گی اور یوں کہے گا کہ اللہ کی قسم مجھے علم نہیں کہ شفیع نے سن کر موقع پر طلب کی ہو۔ (ت)
--	---

ہندیہ میں ملقط سے ہے :

المشتري اذا انكر طلب الشفعة عند سماع البيع يحلف على العلم، وان انكر طلبه عند لقاءه حلف على البنات ⁴ ۔	شفیع کا بیع کی خبر سننے پر طلب کا اگر مشتری انکار کرے تو اپنے علم کی قسم دے گا۔ اور اگر اس کی ملاقات کے موقع پر طلب کا مشتری انکار کرے تو قطعی قسم دے۔ (ت)
--	--

اسی طرح کتب کثیرہ میں ہے۔ اسی میں محیط امام سرخسی سے ہے :

اذا انكر المشتري طلب الشفعة فيقول له لم تطلب الشفعة حين علمت بل تركت الطلب وقمت عن المجلس والشفيع	مشتری طلب شفیعہ کا انکار کرتے ہوئے شفیع کو کہے کہ تو نے بیع کی خبر سن کر شفیعہ طلب نہ کیا بلکہ تو مجلس سے اٹھ گیا اور طلب کو ترک کیا، اور شفیع کہے کہ میں نے
---	--

¹ فتاویٰ بزازیہ علی بامش فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۱۶/ ۱۷۷

² الاشباہ والنظائر الغن الثاني کتاب الشفعة ادارة القرآن کراچی ۱۲/ ۸۷

³ خزانة المفتين کتاب الشفعة قلمی نسخہ ۱۲/ ۱۹۳

⁴ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵/ ۱۷۷

يقول طلبت فالقول قول المشتري فلا بد من الاشهاد وقت الطلب توثيقاً ¹	اس وقت طلب کیا ہے تو مشتری کی بات مانی جائے گی اسی لئے کہ وقت الشاد ضروری ہے تاکہ معاملہ پختہ ہو۔ (ت)
---	---

اور اگر شفیع نے طلب مواثبت کے لئے کوئی وقت اس طلب الشاد و مشہود سے پہلے نہ بیان کیا، بلکہ صراحتہ تصریح کر دی کہ جس وقت میں نے طلب اشہاد کی اسی وقت مجھے علم ہوا تھا اس سے پہلے علم بالبیع نہ تھا، تو شفیع ہی کا قول حلف کے ساتھ مقبول ہے۔ اس سے طلب مواثبت پر جداگانہ گواہی دینے کی حاجت نہیں، مشتری اگر دغوی کرے کہ طلب اشہاد سے پہلے شفیع کو علم بالبیع ہو لیا تھا، اور اس نے اس وقت طلب مواثبت نہ کی تو اب مشتری مدعی ہے۔ یہ گواہی دے، اسی لئے کہ اب یہ حصول علم فی الماضی کا ادعا کرتا اور شفیع منکر ہے۔

والحادث يضاف الى اقرب الاوقات، والاصل العدم فمن خالف هذين الاصلين فعليه البيئته۔	نیا معاملہ اقرب وقت کی طرف منسوب ہوگا، اور یہ کہ عدم اصل ہے۔ جو شخص ان دونوں قاعدوں کے خلاف کرے تو اس پر گواہ لازم ہوں گے (ت)
--	---

فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے:

لو قال الشفيع لم اعلم بالشراء الا الساعة كان القول قوله، وعلى المشتري البيئته انه علم قبل ذلك ولم يطلب ²	اگر شفیع کہے کہ مجھے خریداری کا علم نہ تھا اب ہوا ہے، تو اس کا قول معتبر ہوگا۔ اور مشتری گواہی پیش کرے کہ اس کو پہلے علم ہو چکا اور اس نے طلب نہ کیا۔ (ت)
---	---

سراجیہ میں ہے:

الشفيع اذا طلب الشفعة فقال المشتري علمت بالبيع قبل هذا ولم تطلب وقال الشفيع علمت به الساعة فالقول للشفيع ³	شفیع نے طلب کیا تو مشتری نے کہا تجھے قبل ازیں بیع کا علم ہو گیا تھا تو نے مطالبہ نہ کیا جبکہ شفیع کہے کہ مجھے ابھی علم ہوا ہے تو شفیع کی بات قبول ہوگی۔ (ت)
---	---

خزانہ الفتیین میں فتاویٰ ظہیریہ اور عالمگیری میں محیط سے ہے:

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الثالث نورا فی کتب خانہ پشاور ۱۵/۱۷۲

² فتاویٰ قاضیخان کتاب الشفعة فصل فی ترتیب الشفعا نوکثور لکھنؤ ۱۳/۸۶۶

³ فتاویٰ سراجیہ کتاب الشفعة باب طلب الشفعة نوکثور لکھنؤ ص ۱۱۰

لو قال الشفيع علمت الساعة وانا اطلبها وقال المشتري علمت قبل ذلك ولم تطلب فالقول قول الشفيع ¹ ۔	اگر شفیغ نے کہا مجھے اب علم ہوا اور طلب کر رہا ہوں مشتری نے کہا تو نے پہلے علم ہونے کے باوجود طلب نہیں کیا ہے تو شفیغ کی بات مانی جائے گی۔ (ت)
--	--

یو ہیں اگر شفیغ نے طلب اشہاد ثابت کردی اور طلب مواثبت کے لئے کوئی وقت متقدم اصلاً معین نہ کیا بلکہ لوگوں مجمل کہا کہ معاً علم ہوتے ہی میں نے شفعہ طلب کیا تو اس صورت میں بھی شفیغ کا حلف معتبر ہے اگر واقع میں اسی وقت طلب اشہاد سے پہلے علم نہ ہوا تھا جب تو ظاہر اور ہو چکا تھا اور فوراً طلب مواثبت کر لی تھی اگرچہ اس وقت کوئی دوسرا موجود نہ تھا وہ اپنے اس حلف میں عند اللہ سچا ہے اور قاضی اس گول لفظ کو اسی طلب معلوم مشہود پر حمل کرے گا اور اس سے زیادہ تفصیل وقت کی شفیغ کو تکلیف نہ دیگا یہی منشا ہے ان عبارات کا کہ شفیغ کو اگرچہ تنہائی میں علم بالبیع ہو معازبان سے طلب شفعہ کر لے کہ عند اللہ تعالیٰ اس کا شفعہ ساقط نہ ہو اور وقت حاجت حلف کر کے۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

یصدق علی انه طلب کما علم مع الحلف ² ۔	شفیغ نے کہا میں نے علم ہوتے ہی طلب کیا تو قسم کے ساتھ اس کی تصدیق کر دی جائے گی۔ (ت)
--	--

در میں ہے:

اذا اسع بالبیع فی مکان خال عن الشهود فسکت تبطل شفعتہ، واذ قال طلبت الشفعة ولم یسمعه احد لا تبطل، حتی اذا حضر عند القاضی، وقال الشفیع طلبت الشفعة ولم اترکها وحلف علی ذلك کان باراً فی بیئنه، ویثبت طلب المواثبة ³ ۔	جب ایسی جگہ اس نے بیع کی خبر سنی جاں کوئی گواہ نہ تھا تو یہ خاموش رہا، اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اور جب یہ کہے کہ میں نے وہاں طلب کیا اور کسی نے نہ سنا شفعہ باطل نہ ہوگا حتیٰ کہ جب قاضی کے ہاں حاضر ہو کر شفیغ نے کہا میں نے شفعہ طلب کیا اور ترک نہیں کیا اور قاضی نے اس پر قسم لی اور اس نے قسم کھائی تو اپنی قسم میں سچا ہوگا۔ اور طلب مواثبت ثابت ہو جائے گی۔ (ت)
--	--

تبیین الحقائق میں ہے:

ان لم یکن بحضرتہ احد یطلب من غیر اشہاد، لان هذا الطلب صحیح من غیر اشہاد والاشہاد لمخالفة الجحود۔ والطلب لا بد منه کیلا یسقط حقه فیما بینہ وبين الله تعالیٰ ولیکنہ الحلف اذا حلف ⁴ ۔	اگر کوئی بھی حاضر نہ ہو تب بھی طلب بغیر گواہی کر دے، کیونکہ یہ بغیر گواہوں کے طلب صحیح ہوگی اور گواہی تو انکار کے مقابلہ کے لئے ہوتی ہے جبکہ طلب ضروری ہے تاکہ اس کا عند اللہ حق ساقط نہ ہو اور اس سے قسم لی جائے تو قسم دینا ممکن ہو۔ (ت)
--	--

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۱۷۴/۱۵

² فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ کتاب الشفعة الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۱۶۶/۶

³ الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب الشفعة باب ماتکون ہی فیہ میر محمد کتب خانہ کراچی ۲۱۵/۲

⁴ تبیین الحقائق کتاب الشفعة باب طلب الشفعة المكتبة الکبوی الامیریہ بولاق مصر ۲۴۳/۱۵

کفایہ میں ہے:

<p>مبسوط میں ذکر فرمایا کہ اگر کوئی بھی اس کے پاس موجود ہو تو بیع کی خبر سنتے ہی شفعہ طلب کرنا مناسب ہے جبکہ بغیر گواہ بنائے طلب صحیح ہے گواہ تو انکار کے مقابلہ کے لئے ہے تو اس کو طلب کرنا مناسب ہے، تاکہ جب اس سے مشتری قسم لے تو اس کو یہ قسم دینا ممکن ہو کہ میں نے سنتے ہی طلب کیا ہے۔ (ت)</p>	<p>ذکر فی المبسوط لو لم یکن بحضرتہ احد حین سماع ینبغی ان یطلب الشفعة، والطلب صحیح من غیر اشهاد، والاشهاد لمخالفة الجحد فینبغی له ان یطلب حتی اذا احلفه المشتري امکنه ان یحلف انه طلبها کما سماع¹۔</p>
--	--

متبع کلمات علماء بہت جگہ تصریح پائے گا کہ جب دربارہ میں طلب شفعہ و مشتری میں اختلاف ہے قول قول مشتری ہے۔ اور بہت جگہ یہ کہ قول قول شفعہ ہے، اس ظاہری اضطراب میں توفیق و تطبیق بتانے والی وہی عبارات کثیرہ ہیں جن میں تفصیل فرمادی کہ شفعہ نے طلب مواثبت کو وقت سابق کی طرف مسند کیا تو قول قول مشتری ہے۔ اور گول چھوڑا کوئی وقت اس کا بیان نہ کیا صرف اتنا کہ بمجرد علم میں نے طلب کی تو قول قول شفعہ ہے۔ خانہ و بزازیہ و درر و غرر و جامع الفصولین و سراجیہ و واقعات المفتتین و فتاویٰ صغریٰ و محیط و مبسوط و فتاویٰ ظہیریہ و وہبانیہ و خزانیہ المفتتین و تکملہ طوری و حواشی رملی و شامی و شرح وہبانیہ و غیرہ کتب کثیرہ میں یہ توفیق و تفصیل ارشاد ہوئی، امام اجل قاضی الشرق والغرب شیخ المذہب سیدنا امام ابو یوسف نوادر میں فرماتے ہیں:

<p>جب شفعہ کہے میں نے علم ہونے پر شفعہ طلب کیا تو اس کا قول معتبر ہوگا اور اس نے کہا مجھے گزشتہ روز علم ہوا اور میں نے طلب کیا یا یوں کہا کہ بیع گزشتہ روز ہوئی اور میں نے طلب کیا، اسی وقت، تو بغیر گواہی اس کی تصدیق نہ کی جائے گی، اہ اس کو علامہ طوری نے بحر کے تکملہ میں نقل کیا ہے۔ (ت)</p>	<p>اذا قال الشفیع طلبت الشفعة حین علمت فالقول قوله، ولو قال علمت امس و طلبت او کان البیع امس و طلبتها فی ذلك الوقت لم یصدق الا ببینة² اہ نقلہ العلامة الطوری فی تکملہ البحر۔</p>
---	---

امام جلیل خفاف شرح ادب القاضی میں فرماتے ہیں:

¹ الکفایة مع فتح القدیر کتاب الشفعة باب طلب الشفعة مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۸/ ۳۰۷

² تکمہ من البحر الرائق کتاب الشفعة بیع ایم سعید کمپنی کراچی ۱۲۹/ ۱۸

<p>مشتري نے کہا میں نے یہ دار ایک سال سے خرید رکھا ہے اور شفیع کو میری خریداری کا علم ہوا اور طلب نہ کی، تو اس سے سوال کریں تو اگر قاضی مدعی شفیع سے سوال کرے کہ اس دار کی خریداری کب ہوئی، تو شفیع نے اگر کہا میں نے علم ہوتے ہی طلب کی تو قاضی اس کی اس قدر بات کو کافی قرار دے گا کیونکہ شفیع کو یہ ممکن نہیں کہ وہ یوں کہے کہ مشتری نے سال سے خرید رکھا ہے وہ طلب کے اثبات کا محتاج بنے، لہذا اس بیان سے احتراز کرتے ہوئے طلب شفیع کو ذکر کیا ہے۔ تو اگر مشتری اس کو کہے کہ تو نے علم کے وقت طلب کیا تھا تو شفیع کی بات معتبر ہوگی کیونکہ اس حالت میں طلب اور علم اکٹھے قاضی پر ظاہر ہوئے، اس کے برخلاف اگر شفیع یوں کہے کہ میں نے اتنی مدت سے جانا اور طلب کی اور مشتری طلب کا انکار کر دے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا کیونکہ قاضی پر اس وقت کی طلب ظاہر نہ ہوئی تو اثبات کا محتاج ہوگا۔ اور اس کی نظیر باکرہ لڑکی کا نکاح ہے۔ اس کو علامہ شرنبلالی نے تیسیر القاصد شرح نظم الفرائد میں نقل فرمایا ہے۔ (ت)</p>	<p>قال المشتري اشتریت هذه الدار منذ سنة وقد علم الشفيع شرائي ولم يطلب فأسأله عن ذلك. فان القاضي يسأل المدعي متى اشتریت هذه الدار فان قال الشفيع طلبت الشفعة حين علمت فان القاضي يكتفي منه بهذا المقدار، لان لا يمكنه ان يقول اشترأها منذ سنة لاحتياجها الى اثباته فاحترز عنه بذكر طلب الشفعة. فان قال له المشتري طلبت حين علمت فالقول للشفيع، لانه في هذه الحلة ظهر علمه للقاضي مقارنا للطلب، بخلاف ما اذا قال الشفيع علمت منذ كذا او طلبت وقال المشتري ما طلبت كان القول للمشتري اذا لم يظهر للقاضي بالاسناد لذلك الوقت فيحتاج الى الاثبات، ونظيره البكر اذا زوجت¹ اه. نقله العلامة الشرنبلالی في تيسير المقاصد شرح نظم الفرائد۔</p>
--	--

امام فقیہ النفس خانہ میں فرماتے ہیں:

<p>اگر مشتری کہے کہ میں نے یہ دار سال سے خرید کر رکھا ہے جس کو وہ شفیع کی بناء پر حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس مدعی شفیع کو میری خریداری کا علم ہوا تو</p>	<p>ان قال المشتري اني قد اشتریت هذه الدار التي يريد ان ياخذها بالشفعة منذ سنة وقد علم هذا المدعي بشرائي</p>
---	---

¹ شرح ادب القاضي للخصاف تيسير المقاصد شرح نظم الفرائد۔

<p>اس نے طلب نہ کی تو اس صورت میں قاضی مدعی سے کہے گا کہ یہ دار کب سے خرید گیا تو مدعی نے اگر جواب میں کہا کہ میں نے علم کے وقت ہی طلب کی تھی تو مدعی کا یہ بیان صحیح ہوگا اور قاضی اس کو کافی قرار دے گا تو مشتری اگر کہے کہ تو نے علم کے وقت طلب نہ کی تو شفیع کی بات معتبر ہوگی، اور اگر شفیع نے یوں کہا کہ میں نے سال سے جانا اور طلب کی اور مشتری کہے تو نے اس وقت طلب نہ کی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا، یہ معاملہ باکرہ لڑکی کے نکاح کی طرح ہے کہ اس کو نکاح کی خبر پہنچی تو اس نے نکاح کر دیا تو خاوند بیوی کا یہ اختلاف قاضی کے سامنے پیش ہو تو خاوند کہے اس کو جب نکاح کی خبر پہنچی تو یہ خاموش رہی اور عورت کہے میں نے علم ہوتے ہی رد کر دیا تھا تو عورت کی بات معتبر ہوگی اور اگر عورت کہے کہ مجھے فلاں روز علم ہوا اور میں نے رد کر دیا تھا تو عورت کی بات معتبر نہ ہوگی (یہاں تک فرمایا) اور اگر شفیع کو کہا گیا تو نے کب معلوم کیا تو اس نے کہا گزشتہ روز یا آج ایک گھنٹہ قبل تو شفیع کی بات بغیر گواہی قبول نہ ہوگی۔ (ت)</p>	<p>ولم يطلب الشفعة يقول القاضى للمدعى متى اشتري هذه الدار فان قال المدعى طلبت الشفعة حين علمت كان صحيحاً كفاه ذلك فان قال المشتري ما طلبت حين علمت كان القول الشفيع. وان قال الشفيع علمت منذ سنة وطلبت وقال المشتري لم تطلب كان القول قول المشتري، وهو كالبكر اذا زوجت فبلغها الخبر فردت فاختصماً الى القاضى فقال الزوج حين بلغها الخبر سكتت، وقالت رددت حين علمت. كان القول قولها. وان قالت علمت يوم كذا و رددت لا يقبل قولها (الى ان قال) ولو قيل للشفيع متى علمت، فقال امس او في يومى قبل هذه الساعة لا يقبل قوله الابينة¹۔</p>
---	---

علامہ مولیٰ خسرو غرر میں فرماتے ہیں:

<p>شفیع کہے جس وقت مجھے علم ہوا اس وقت یہاں طلب کی تو اس کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی، اور اگر کہے مجھے گزشتہ روز علم ہوا اور میں نے طلب کی تو اسے گواہی کا پابند کیا جائے گا۔ (ت)</p>	<p>قال الشفيع طلبت حيط علمت فالقول له ببينه، ولو قال علمت امس وطلبتكف اقامة البينة²۔</p>
---	---

درر میں ہے:

¹ فتاویٰ قاضی خان کتاب الشفعة فصل فی ترتیب الشفعاء نوکسور لکھنؤ ۱۳/۸۶۶

² الدر الحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب الشفعة باب ماتکون ہی فیہ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱۲/۲۱۶

<p>اس کو گواہی کا پابند کیا جائے گا اور اس کی بات قبول نہ ہوگی کیونکہ اس نے طلب کو ماضی کی طرف منسوب کیا ہے تو ایسی بات کو حکایت کیا جس کو فی الحال نافذ کرنے پر قادر نہیں، اور جو شخص ایسی بات کی حکایت کرے جس کو وہ فی الحال ابتداءً نافذ کرنے کا مالک نہ ہو تو اس حکایت میں اس کی تصدیق بغیر گواہی نہ ہوگی، اور شفیع جب طلب کو ماضی کی طرف منسوب نہ کرے گا بلکہ کلام کو مطلقاً ذکر کرے تو یہ ایسی بات کی حکایت ہوگی جس کو ابتداءً نافذ کرنے کا فی الحال مالک ہے کیونکہ ہم اس کو یوں سمجھیں گے کہ ابھی اس کو خریداری کا علم ہوا ہے اور ابھی شفعہ طلب کیا ہے اس لئے شفیع کی بات معتبر ہوگی، عمادیہ وغیرہ میں یوں ہے۔ (ت)</p>	<p>كف اقامة البينة ولا يقبل قوله لانه اضاف الطلب الى وقت ماض فقد حكى ما لا يملك استئنافه للحال، و من حكى ما لا يملك استئنافه للحال لا يصدق فيما حكى بلا بيينة. و اذا لم يضيف الطلب الى وقت ماض بل اطلق الكلام اطلاقاً تاماً فقد حكى ما يملك استئنافه للحال لانه نجعله كانه علم بالشراء الآن. و طلب الشفعة الآن فلذا جعل القول قوله كذا في العبادية وغيرها¹</p>
---	---

اقول: وبالله التوفيق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) ان عبارات توفیق کا جس طرح یہ مطلب نہیں کہ مجرد اضافت طلب بزمان ماضی شفیع کو مدعی کو دے گا کہ اسے قاضی کے حضور اضافت الی الماضی سے کیا چاہے کہ دونوں مواثبت و اشہاد کا طلب عند القاضی سے پہلے ہونا لازم، یہاں تک کہ اگر بغور علم طلب تملک سے آغاز کیا اور وہ طلبیں پہلے نہ کر لیں شفعہ باطل ہو جائے گا۔ فتاویٰ خیر یہ میں ہے:

<p>ہمارے تمام علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ جب بھی طلب اشہاد پر قدرت ہوئی اور گواہی نہ بنائے تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اور اگر اس نے اول وقت میں طلب نہ کی اور محکمہ قضاء کی طرف چل پڑا اور قاضی کے پاس جا کر طلب کی شفعہ باطل ہوگا جبکہ قاضی کے ہاں طلب پہلی دو طلب کے بعد ہوتی ہے پہلی طلب مواثبت ہے دوسری طلب اشہاد ہے اور جب قاضی کے ہاں طلب کو پہلی دونوں یا ایک</p>	<p>صرح علماءنا قاطبة انه متى تمكن من طلب الاشهاد لم يشهد بطلت شفعته فلو اضرب عنه ومضى الى المحكمة ابتداء وطلب عند القاضي بطلت والطلب عند القاضي متأخر عن الطالبين اى طلب المواثبة و الاشهاد فاذا قدمه عليهما او على احدهما</p>
---	--

¹ الدر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الشفعة باب ماتکون هی فیہ میر محمد کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۱۶

طلب سے مقدم کر دیا تو اس کا شفعہ باطل ہوگا۔ اور میرے علم کے مطابق اس میں ہمارے ائمہ کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (ت)	بطلت شفعتہ۔ و لیس فی هذا اختلاف بین ائمتنا فیما علمت ¹ ۔
---	---

ناچار عند القاضی نسبت الی الماضي ہی کرے گا، ولہذا فتح اللہ المعین میں فرمایا:

شفیع سے قسم نہ لی جائے گی مگر جب اس نے طلب کو زمانہ ماضی کی طرف منسوب کیا قسم لی جائیگی۔ (ت)	انه لا یستحلف الا اذا اسند الطلب الی الزمن الماضي ² ۔
--	--

اسی طرح یہ معنی بھی زہار مراد نہیں ہو سکتا کہ شفیع کا اتنا کہہ دینا کہ "میں نے بمجرد علم طلب کی" مطلقاً کافی و وافی ہے اگرچہ اس طلب کا زمانہ طلب اشہاد سے مقدم بتا چکا ہو۔ ایسا ہی ہوتا ہو جس صورت میں اہل توفیق نے قول شفیع معتبر نہ رکھا، یعنی علمت امس و طلبت (مجھے گزشتہ روز علم ہوا اور میں نے طلب کی۔ ت) واجب تھا کہ اس میں بھی قبول ہوتا۔ اور فرق محض ضائع رہتا کہ شفیع یہاں طلب مواثبت سے خبر دے رہا ہے۔ اور وہ نہیں ہوتی مگر بغور علم، تو اس طلبت کے معنی قطعاً یہی ہے کہ طلبت کیا علمت (میں نے طلب کیا جب مجھے معلوم ہوا۔ ت) ولہذا اس صورت میں عدم قبول قول شفیع کو سراجیہ میں بلفظ فاء تعقیب بیان کیا کہ:

شفیع نے اگر کہا میں نے اسی وقت طلب کی جب مجھے علم ہوا تو اس کا قول معتبر ہوگا اور اگر کہا مجھے فلاں دن سے معلوم ہے تو میں نے طلب کی تھی اور مشتری کہے تو نے طلب نہ کی تھی تو مشتری کی بات معتبر ہوگی۔ (ت)	الشفیع لو قال طلبت الشفعة حین علمت کان القول له. ولو قال علمت منذ کذا فطلبت وقال مشتری ما طلبت فالقول للمشتری ³ ۔
---	--

شرح مبسوط میں خاص انھیں الفاظ اتصال پر حکم عدم قبول دیا:

جہاں انھوں نے فرمایا جیسا کہ ان سے جامع الفصولین میں منقول ہے، رمز "شصل" باکرہ لڑکی بالغ ہوئی	حیث قال کیا نقل عنہ فی جامع الفصولین برمز "شصل" بلغت بکر افقالت
---	---

¹ فتاویٰ خیریہ کتاب الشفعة دار المعرفۃ بیروت ۱۵۴ / ۲

² فتح المعین کتاب الشفعة باب طلب الشفعة (بیچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۳ / ۳۲۹)

³ فتاویٰ سراجیہ کتاب الشفعة توکثور لکھنؤ ص ۱۱۰

رددت کہا بلغت، والزوج يقول سكت فالقول للزوج. فكذا لو قال طلبت الشفعة كما سعت فقال المشتري سكت فالقول للمشتري¹۔

تو اس نے کہا میں نے اپنا نکاح رد کیا جب یہ خبر پہنچی اور خاوند کہتا ہے تو خاموش رہی تو خاوند کی بات معتبر ہوگی تو یوں ہی اگر شفع کہے جب مجھے معلوم ہوا میں نے شفعہ طلب کیا تو مشتری کہے تو خاموش رہا، تو مشتری کی بات معتبر ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے:

لو لم يكن عندها شهود فأذا وجدتهم فلو بلغت بحيض تقول حضمت الأن و نقضته فأشهد واعليه و لو بلغت باحتلام او بسن تقول كما بلغت نقضته. فأشهدوا او تقول اشهدوا. اني بلغت و نقضته فان قالوا امتي بلغت تقول كما بلغت نقضته ولا تزيد على هذا الا انها لو قالت بلغت قبل هذا و نقضته حين بلغت لاتصدق²۔

اگر بالغ ہونے کے وقت گواہ موجود نہ تھے اور اس نے گواہ پا کر گواہی بنائی تو اگر وہ لڑکی حیض کے ساتھ بالغ ہوئی ہو تو یوں کہے کہ مجھے ابھی حیض آیا ہے اور میں نکاح کو توڑتی ہوں تم اس پر گواہ ہو جاؤ، اور اگر وہ احتلام یا عمرو کی بناء پر بالغ ہوئی ہو تو یوں کہے جو نہی میں بالغ ہوئی میں نے نکاح توڑ دیا تو تم گواہ ہو جاؤ، یا کہے تم گواہ بن جاؤ میں بالغ ہوئی اور میں نے نکاح توڑ دیا، اگر وہ پوچھیں تو کب بالغ ہوئی، جواب میں کہے جیسے ہی میں بالغ ہوئی میں نے نکاح توڑ دیا اور اس پر مزید کچھ نہ کہے، کیونکہ اس نے کہا میں قبل ازیں بالغ ہوئی اور میں نے توڑ دیا، جب بالغ ہوئی تو اس کی بات قابل تصدیق نہ ہوگی۔ (ت)

دیکھو زمانہ متقدم بنانے کی حالت میں ادعائے فوراً اتصال کو بھی رد فرمادیا، غرض نہ مدار قبول مجرد ادعائے اتصال پر ہے، نہ مناط عدم قبول محض اضافت بماضی، بلکہ طلب شہود معہود سے اتصال کا صراحتہ بیان یا طلب مواثبت کے لئے کوئی وقت متقدم علی وقت الاشہاد نہ بیان کرنا، اور صرف بیان اتصال پر قانع ہونا درکار ہے کہ عینا یا احتمالاً یہی طلب مشہود مراد ہو سکے، اور طلب مشہود سے تقدم علم کا اقرار موجود عدم قبول قول ہے۔ اگرچہ لاکھ مدعی اتصال ہوں، اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ جس طرح طلبت کیا علمیت

¹ جامع الفصولین بحوالہ "شصل" الفصل الخامس والعشرون فی الخیارات اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۸

² جامع الفصولین بحوالہ "شصل" الفصل الخامس والعشرون فی الخیارات اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۸

(علم ہوتے ہی میں نے طلب کی۔ ت) سے طلب عند القاضی مراد نہیں ہو سکتی،

<p>اس وجہ کی بناء پر جو تجھے معلوم ہوئی کہ قاضی کے ہاں علم سے متصل گواہی شفعہ کو باطل کرتی ہے کیونکہ اس سے قبل د و طلب نہ پائی گئیں (ت)</p>	<p>لما علمت ان اتصاله بالعلم مبطل للشفعة لعدم تقدم الطالبين۔</p>
---	--

یو ہیں کوئی طلب مجہول جس کا بیان محض مدعی کی زبان سے ہو، مقصود ماننا بھی بدیہی البطلان ہے۔

<p>اور گزشتہ کی بناء پر کہ وہ مدعی ہے تو اس کا قول کیسے معتبر ہو اور اس بناء پر جو تم معلوم کر چکے کہ وہ تمام اہل توفیق کے متفقہ علیہ فرق کو نظر انداز کر رہا ہے اور سراجیہ، شرح المبسوط کی اس کے بطلان پر نصوص کی بناء پر۔ (ت)</p>	<p>لما تقدم ان مدع فيه فكيف يقبل قوله ولما علمت انه يضيع على هذا الفرق المطبق عليه من اهل التوفيق، ولما من نصوص السراجية وشرح المبسوط على بطلانه۔</p>
---	---

لا جرم اس سے مراد وہی طلب اشہاد ہے جبکہ مشہود و معبود اور بینہ عادلہ یا اقرار مشتری سے ثابت و معروف ہو، تو حاصل تفتیح و تحقیق و عطر تقید و تدقیق بجز اللہ تعالیٰ وہی نکلا کہ طلب اشہاد ہر گز بے گواہان یا اعتراف مشتری ثابت نہیں ہو سکتی نہ بے اس کے ثبوت کے طلب مواثبت پر ہر گز حلف شفعہ لیا جاسکتا ہے ہاں جب وہ ثابت ہو اور طلب مواثبت کے لئے کوئی زمانہ طلب شہاد سے پہلے اگرچہ ایک ہی ساعت حنفیہ ہو، بیان نہ کیا، بلکہ صراحتاً اسی طلب اشہاد کو طلب مواثبت بنایا، بایں معنی کہ اسی وقت علم ہوا تھا، معا طلب اشہاد کی کہ دونوں طلبوں کے قائم ہوئی، یا طلب مواثبت کے لئے اصلاً کوئی وقت نہ بتایا، صرف اتنے کہنے پر قانع ہوا کہ میں نے معلوم ہوتے ہی طلب کی، تو اس صورت میں قول شفعہ بحلف معتبر ہوگا۔ ورنہ قول قول مشتری ہے۔

<p>تحقیق یوں مناسب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ توفیق کا مالک ہے۔ اس کو مضبوط کر لو کیونکہ اس عبد ضعیف کے بغیر اس کو نہ پاؤ گے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ الحمد للہ رب العالمین واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)</p>	<p>هكذا ينبغي التحقيق۔ واللہ ولی التوفیق، اتقن هذا فأنت لا تجدہ فی غیر ہذا العبد الضعیف، واللہ بعبادہ لطیف، والحمد للہ رب العالمین، واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مدہ اتم واحکم۔</p>
---	---

مسئلہ ۲۴: ۱۶ ذی القعدہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر شفعہ کی اطلاع دے دی گئی ہو دو آدمیوں

کے روبرو اور اس شخص نے لینے سے انکار کیا، تو اب وہ شفعہ مانگتا ہے، استحقاق اس کا باقی ہے یا نہیں؟ بیادنا تو جروا

الجواب:

اگر بیع ہو جانے کے بعد شفعہ نے شفعہ سے انکار کیا، اگرچہ ہنوز اسے خبر بیع بھی نہ پہنچی ہو، یا خبر سن کر شفعہ لینے سے منکر ہوا، یا سکوت ہی کیا، تو شفعہ ساقط ہو گیا، اب اسے دعویٰ شفعہ کا استحقاق نہیں جبکہ اس خبر میں کوئی ایسی بات نہ بیان کی گئی ہو جس سے شفعہ لینے نہ لینے میں شفعہ کی غرض بدلتی ہو، ورنہ اگر پیش از بیع اس سے کہا گیا کہ یہ مکان بکنے والا ہے تو شفعہ چاہے گا، اس نے انکار کر دیا اور جب بکا تو فوراً طالب شفعہ ہوا، یا بعد بیع خبر بیع اسی غلط طور پر پہنچی جس سے رغبت و عدم رغبت مختلف ہو مثلاً زر ثمن زیادہ بتایا گیا یا مشتری کسی اور شخص کو ظاہر کیا گیا، پانسو کو بکا تھا، اس سے کہا گیا چھ سو کو بکا ہے تو شفعہ لے گا، اس نے انکار کیا، اور بعد کو معلوم ہوا کہ پانسو بیع ہوئی ہے۔ تو فوراً شفعہ طلب کیا یا مکان زید کے ہاتھ بکا تھا، شفعہ کو خبر دی گئی عمرو نے خریدا ہے۔ اس نے شفعہ سے انکار کیا، پھر اطلاع ہوئی کہ زید نے خریدا تو فوراً خواستگار شفعہ ہوا، تو ان سب صورتوں میں انکار سے شفعہ ساقط نہ ہوگا۔ وہ پاسکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

بیع سے قبل شفعہ کو سونپ دینا صحیح نہیں اس کے بعد صحیح ہے شفعہ کو لزوم شفعہ کا علم ہو یا نہ ہو، جس کے حق میں شفعہ کا ساقط کر رہا ہے اس کا علم ہو یا نہ ہو، محیط میں یوں ہے۔ (ت)

تسليم الشفعة قبل البيع لا يصح وبعده صحيح
علم الشفيع بوجو الشفعة اولم يعلم، وعلم من
اسقط اليه هذا الحق اولم يعلم كذا في المحيط¹

اسی میں ہے:

ثبوت کے بعد شفعہ کو باطل کرنے والا عمل اختیاری ہے اور ایک ضروری ہے اختیاری صریح ہے اور بطور دلالت بھی، لیکن اختیاری صریح مثلاً شفعہ یوں کہے میں نے شفعہ باطل کیا یا میں نے ساقط کیا، میں نے تجھ کو اس سے بری کیا میں نے سونپ دیا۔

ما يبطل به حق الشفعة بعد ثبوته. اختیاری و ضروری والاختیاری صریح ودلالة. اما الاول نحو ان يقول الشفيع ابطلت الشفعة او اسقطها. او ابرأتك عنها او سلمتها. او

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب التاسع ثورانی کتب خانہ پشاور ۱۸۲/۵

ان کی مثل اور الفاظ یہ الفاظ بیع کے بعد کہے خواہ بیع کا علم ہو یا نہ ہو، بدائع میں یوں ہے۔ (ت)	نحو ذلك سواء علم بالبيع اولم يعلم ان كان بعد البيع هكذا في البدائع ¹ ۔
--	---

اس میں ہے:

جب اسے بتایا گیا مشتری فلاں شخص، تو اس نے شفعہ چھوڑ دیا، پھر اسے معلوم ہوا کہ کوئی اور ہے تو اسے شفعہ کا حق باقی ہے۔ جب اسے بتایا گیا کہ مشتری زید ہے تو اس نے شفعہ چھوڑ دیا پھر بعد میں معلوم ہوا کہ زید کے ساتھ کوئی دوسرا بھی مثلاً عمرو شریک ہے تو زید کے حق میں چھوڑنا صحیح ہوگا اور عمرو کے حصہ میں اسے شفعہ کا حق ہے۔ جو میرہ نے اس کی یوں تفسیر کی ہے جب معلوم ہو کہ بیع کی قیمت ہزار ہے تو اس نے شفعہ چھوڑ دیا، بعد میں معلوم کہ ثمن اس سے کم ہے تو اس کا شفعہ قائم رہے گا، ہاں اگر ثمن ہزار یا زائد ہو تو پھر شفعہ نہ ہوگا ذخیرہ میں یوں ہے۔ (ت)	اذا قيل له ان المشتري فلان فسلم الشفعة ثم علم انه غيره فله الشفعة واذا قيل له ان المشتري زید فسلم ثم علم انه عمرو وزید صح تسليبه لزيدو كان له ان يأخذ نصيب عمرو، كذا فسرہ الجوهرة النيرة ولو اخبر ان الثمن الف فسلم فاذا الثمن اقل من ذلك فهو على شفعتة فلو كان الثمن الفاء او اكثر فلا شفعة كذا في الذخيرة ² ۔
--	--

اسی میں ہے:

اس قسم کے مسائل میں ضابطہ یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ شفعہ چھوڑنے کی غرض بعد میں تبدیل نہیں ہوتی تو چھوڑنا برقرار رہے گا اور شفعہ باطل ہوگا اور غرض تبدیل ہو جائے تو شفعہ باقی رہے گا اور ساقط نہ ہوگا، بدائع میں یوں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	فالأصل في جنس هذه المسائل ان ينظر ان كان لا يختلف غرض الشفيع في التسليم صح التسليم و بطلت الشفعة وان كان يختلف غرضه لم يصح وهو على شفعتة كذا في البدائع ³ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
---	---

مسئلہ ۲۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ ایک کوچہ غیر نافذہ میں ایک

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۸۲

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۸۳

³ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۸۳

مکان زید کا ایسا واقع ہے جس پر حق شفعہ خلیط فی الطریق چند اشخاص باشندگان کوچہ مذکور پہنچا ہے۔ اور ان میں سے بعض کو علاوہ حق شفعہ خلیط فی الطریق کے حق شفعہ جار ملاصق بھی حاصل ہے۔ مکان مذکور کی پچھیت کی طرف عمر و کا مکان واقع ہے۔ اور جس کا دروازہ دوسرے کوچہ میں ہے اور اس کا حق شفعہ جار ملاصق ہے۔ زید مالک مکان مشفوعہ نے اپنے مکان کی کچھ اراضی جو پچھیت کی طرف اور مکان عمرو سے متصل تھی، وہ بدست عمرو فروخت کی، چونکہ اراضی مذکور مکان مشفوعہ باشندگان کوچہ غیر نافذہ کا جز ہے۔ اس لئے استفتاء اس امر کا مطلوب کوہ شفیجان خلیط فی الطریق اور شفیجان جار ملاصق کو حق شفعہ مکان مشفوعہ کے ایک جز پر شرعاً پہنچتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا واسطے سہولت کے نقشہ پشت ہذا پر تحریر کیا جاتا ہے

واسطے سہولت کے نقشہ پشت ہذا پر تحریر کیا جاتا ہے

مکان مملودار	مکان مملودار	مکان مملودار	مکان مملودار	مکان مملودار
دروازہ	دروازہ	دروازہ	دروازہ	دروازہ

کوچہ غیر نافذہ

مکان مملودار	مکان مملودار	مکان مملودار	مکان مملودار	مکان مملودار	مکان مملودار
دروازہ	دروازہ	دروازہ	دروازہ	دروازہ	دروازہ

کوچہ غیر نافذہ

الجواب:

کل مکان بیع کیا جائے گا خواہ بعض، ہر صورت میں خلیط فی نفس المبیع و شریک فی حق المبیع کا شفعہ ہے اور جار ملاصق کا بھی، اگر خاص اس جز: بیع سے اتصال رکھتا ہو، الا الا، الاعلیٰ روایۃ مُشکِلَةٌ، در مختار وغیرہ عامہ کتب میں ہے:

کسی نے شفعہ سے متصل ایک گز چھوڑ کر باقی زمین فروخت کی تو عدم اتصال کی وجہ سے شفعہ نہ ہو سکے گا، ردالمحتار میں ہے اس حیلہ پر سائحانی نے اشکال پیش کیا جس کو شرنبلالی نے عیون المسائل سے نقل کیا کہ کسی نے بڑی حویلی جو کہ کئی چھوٹے کمروں پر مشتمل ہے میں سے ایک چھوٹا مکان فروخت کیا تو اس حویلی کے پڑوسی کو شفعہ کا حق ہے کیونکہ وہ بیع مکان حویلی کا حصہ ہے تو پوری حویلی کا پڑوسی اس بیع کا پڑوسی ہے اگر چہ یہ بیع مکان پڑوسی سے متصل ہی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عیون المسائل کا ذکر کردہ خود مشکل ہے نہ کہ جو یہاں مذکور ہے۔ غور کرو، علامہ شامی نے جو بیان کیا وہ ختم ہوا، میں نے شامی پر حاشیہ لکھا ہے کہ محشی یعنی علامہ شامی نے کتاب کی ابتداء میں قسمتانی سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا کہ بیع سے متصل اگر حکمی طور بھی ہو تو وہ متصل حصہ اور حویلی فروخت شدہ کا انتہائی حصہ شفعہ میں برابر ہیں مثلاً کسی نے حویلی میں سے ایک کمرہ فروخت کیا تو اس کمرہ سے متصل حصہ سمیت تمام دار شفعہ میں برابر ہے۔

باع عقار الاذراعاً مثلاً فی جانب حد الشفیع فلا شفعة لعدم الاتصال¹، فی ردالمحتار استشكل السائحان هذه الحيلة بما نقله الشرنبلالی عن عیون المسائل، دار كبرى ذات مقاصير باع منها مقصورة فلجار الدار الشفعة لان المبيع من جملة الدار و جار الدار جار المبيع، وان لم يكن متصلاً به اه. اقول المشكل ما في العيون لا ما بيننا. تأمل اه²، ما قال العلامة الشامي و كتبت عليه ان المحشي قدم صدر الكتاب عن القهستاني، ان الملاصق المتصل بالمبيع ولم حكماً كما اذا بيع بيت من دار فان الملاصق له ولاقصى الدار في الشفيع سواء³ اه وهو

¹ در مختار کتاب الشفعة باب ما يبطلها مطبع مجتنبی، دہلی ۲/ ۲۱۶

² ردالمحتار کتاب الشفعة باب ما يبطلها دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۵۴

³ ردالمحتار کتاب الشفعة باب ما يبطلها دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۴۰

یہ عیون المسائل میں مذکور کی مثل ہے اور اسی کی مثل ہندیہ میں ہے محیط سے انھوں نے خصاف کی شرح ادب القاضی سے نقل کیا ہے۔ اس کے اشکال کی وجہ یہ ہے کہ یہاں جو مذکور ہے وہی تمام معتمد کتب مذہب متون و شروح اور فتاویٰ میں تصریح شدہ ہے تو جوان کی تصریحات کے خلاف ہے وہ مشکل ہے نہ کہ یہ، میں کہتا ہوں یہاں پر ذکر کردہ کی تائید میں تمام متون کی نصوص ہیں کہ شفعہ کا سبب خرید کردہ چیز شفع کی ملکیت کا اتصال ہے اور ظاہر بات یہ ہے کہ جب خرید کردہ چیز شفع کی ملکیت سے علیحدہ فاصلہ پر ہو تو اتصال نہ ہوگا جبکہ بالواسطہ اتصال کافی نہیں ہے نہ ورنہ پڑوسی کا پڑوسی غیر اتصال والا بھی شفع بن جائے گا حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے اس پر یہ بیان وارد نہیں ہو سکتا جس کی تصریح یوں ہے کہ ایک بالشت کا اتصال جمیع حدود کا اتصال اور یہ اس لیے کہ چیز کی جز سے اتصال چیز سے اتصال ہے لیکن ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ ایک جز سے اتصال اس کی دوسری جز سے اتصال ہے۔ آپ دیکھ رہے کہ عمامہ کا اتصال سرے سے ہونے کی وجہ سے زید کے پاؤں سے اتصال نہیں اور زید کے پاؤں کو اس کے جوتے کا اتصال ہے اس کے سر سے اتصال نہیں ہے۔ تو واضح ہو گیا کہ عیون المسائل والی روایت مشکل ہے اور حاصل یہ کہ جب کل میچ ہو تو اس کی کسی جز کا اتصال شفعہ کے لئے کافی ہے اور جب کوئی معین جز میچ ہو تو

مثل ما فی العیون ومثله ایضاً فی الہندیۃ عن المحیط عن شرح ادب القاضی للخصاف، ووجه اشکالہ ان ماہنا مصرح بہ فی عامۃ کتب المذہب العتدۃ متوناً وشرحاً وفتاویٰ، فماخالفہ فہو المشکل لاہذا۔ اقول: ویؤید ماہنا مانص علیہ المتون ان سبب الشفعۃ اتصال ملک الشفیع بالمشتري، وظاہر ان المشتري اذا کان مفرداً مفصولاً عن ملک الشفیع لم یکن بینہما اتصال، ولا یکنی الاتصال بالواسطۃ والا لکان الجار الغیر الملاصق المحاذی ایضاً شفیعاً ولا قائل بہ۔ ولا ینکر علیہ بما صرحوا بہ ان الماصق بشبر کالملاصق بجمیع حدود، وذلك لان الاتصال بجز الشیعی اتصال بالشیعی، ولا نسلم ان الاتصال بجزء من شیعی یكون اتصالاً بجزئہ الآخر، الا تری ان العمامۃ الملاصقۃ لرأس زید ملاصقۃ لزید لا لرجلہ والنعل المتصل برجل زید متصلۃ بزید لا برأسہ، فاتضح ان روایۃ العیون مشکلة والحاصل ان الببیع اذا کان کل کفی الاتصال بجزئہ واذا کان جزء معین من شیعی

اس مبیع کی دوسری جزء کا اتصال کافی نہیں کیونکہ جزء کے اتصال سے کل کا اتصال مجمل ہوتا ہے نہ کہ ہر ہر جزء سے فردا فردا ہوتا ہے۔ تو یوں دونوں صورتوں میں مختلف ہیں۔ (ت)	لم یکف الاتصال بجزئہ الآخر، فان الاتصال بالجزء اتصال بالکل مجملاً، لا بکل جزء منه فردا فردا فافتراقاً ¹ ۔
--	--

شریک فی حق المبیع کے لئے مبیع سے اتصال ضرور نہیں۔ صرف شرکت حق مثل طریق خاص وغیرہ کافی ہے۔ درمختار میں ہے:

شرح مجمع میں ہے یونہی بندگی کا سامنے والا پڑوسی بھی شفعہ کا حقدار ہے۔ (ت)	فی شرح المجمع وكذا للجار المقابل في السكة الغدير النافذة الشفعة ² ۔
---	--

ردالمحتار میں ہے:

اس کی وجہ ابو سعود نے یہ بیان کی کہ بندگی کا استحقاق شفعہ مبیع کو حقوق میں شرکت پر مبنی ہے اس میں اتصال کا اعتبار نہیں ہے۔ (ت)	وجهه ابو السعود بان استحقاقها فيه الشركة في حق المبيع فلا تعتبر الملاصقة ³ ۔
--	---

اور چند شرکاء حق میں اگر ایک جار ملاصق بھی ہے باقی نہیں تو اسے ان باتوں پر کوئی ترجیح نہ ہوگی، وہ سب یکساں ہیں، عالمگیریہ میں بدائع سے ہے:

بندگی والوں کو شفعہ کا حق مساوی ہے خواہ اتصال والے ہو یا نہ ہوں کیونکہ وہ تمام گلی کے راستہ میں شریک ہیں۔ (ت)	الشفعة لابل السكة كلهم يستوون فيها الملاصق وغير الملاصق لانهم كلهم خلطاء في الطريق ⁴ ۔
---	---

پس صورت مستفسرہ میں خالد، بکر، یحییٰ، یوسف، یعقوب اور سامنے کو چاروں مکان اور کوٹھی والے سب اس جز مبیع کے یکساں شفعہ ہیں، ان کے ہوتے عمر و اور اس کے برابر کے چاروں محلہ دار جن کے دروازے دوسرے کوچہ میں ہیں شفعہ نہیں ہو سکتے جبکہ اور کوئی استحقاق نہ رکھتے ہو، واللہ تعالیٰ اعلم

¹ جدا للمبتار علی ردالمحتار

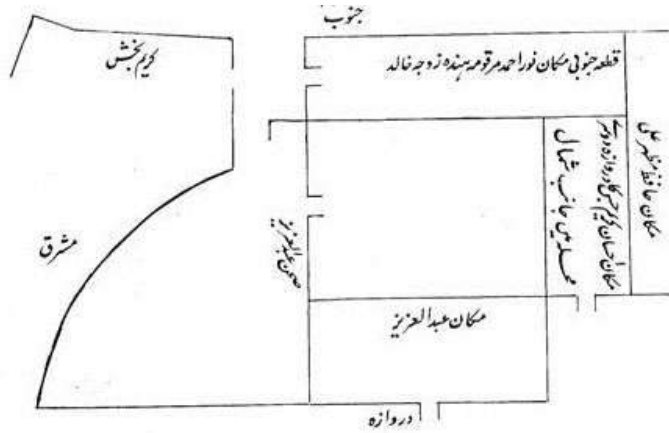
² درمختار کتاب الشفعة مطبع مجتہدی دہلی ۲۱۱/۲

³ ردالمحتار کتاب الشفعة دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱/۵

⁴ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ البدائع کتاب الشفعة الباب الثانی نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۶۶/۵

مسئلہ ۲۶: مرسلہ عبدالعزیز و نور محمد و احسان کریم قصبہ آنولہ ضلع بریلی محلہ کڑھ پختہ بتاریخ ۴ جمادی الاول ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک قطعہ مملوکہ مقبوضہ اپنا جس کا نقشہ ذیل میں درج ہے۔ اپنی حین حیات بروئے فرائض شرعی خالد پسر، ہندہ زوجہ، کلثوم و مریم وزبیدہ و میمونہ دختران کو تقسیم کر کے مالکانہ قابض و دخیل کر دیا، خالد اپنے حق پر جداگانہ اور ہندہ زوجہ اور ہر چہار دختران مشترک اپنے حق پر مالکانہ قابض ہو گئے، اور درمیان مکان کی دیوار سرخ رنگ قائم کر لی، قطعہ شمالی خالد کی اور جنوبی ہندہ، اور ہر چہار دختران کے قبضہ میں رہا، بعد وفات زید کے ہندہ اور ہر چہار دختران زید نے اپنا قطعہ جنوبی عبداللہ کے ہاتھ بیچ کر دیا، بعد فوت عبداللہ مذکور کے اس کے ورثاء نے قطعہ جنوبی مذکور بدست شیخ نور احمد فروخت کر دیا اور نور احمد اب تک مالکانہ قابض ہے۔ خالد کے مرنے پر عمرو پسر، رضیہ زوجہ، صفیہ و ذکیہ و رشیدیہ و حمیدہ و دختران ورثاء خالد شمالی متر و کہ خالد پر مالکانہ قابض ہو گئے۔ جو کہ محدود بدیں حدود اربعہ ہے۔ مکان اور صحن مکان عبدالعزیز مکان حافظ مظہر مکان نور احمد مکان عبدالعزیز و احسان کریم عمرو وغیرہ۔ ورثاء خالد نے اپنا حق قطعہ شمالی بدست عبدالعزیز بیچ کرنا چاہا اور معاہدہ باہمی عبدالعزیز ہو گیا باخذا رسید مبلغ عہ زر بیعانہ عبدالعزیز مذکور سے حاصل کر لیا، نور احمد شفیع بھی آمادہ خریداری تھا کہ احسان کریم مذکور نے خبر بیع مذکور سن کر کچھ قیمت بڑھائی، رشیدہ، حمیدہ و دختران خالد نے اپنے حق حقوق کا بیعنامہ بنام نور احمد شفیع کے کر دیا۔ هنوز رجسٹری نہیں ہوئی ہے کہ عمرو نے خلاف معاہدہ باہمی عبدالعزیز کے مع رضیہ مادر کے کل مکان متر و کہ خالد کا بیعنامہ اپنی اور رضیہ کی جانب سے بنام احسان کریم تحریر کر دیا، اور ایک دستبرداری لادعوی وراثت شفیعہ وغیرہ ہشیرگان کی جانب سے تحریر کرا کر بغرض تصدیق رجسٹری میں پیش کی شفیعہ ذکیہ نے تصدیق اس کی کر دی، اور رشیدہ و حمیدہ نے کہ جن کی بلا علم و اطلاع کاروائی دستبرداری کی ہوئی تھی اور یہ اپنے حق کا بیعنامہ بھی بنام نور احمد تحریر کر چکی تھیں، تحریر دست برداری سے انکار کر دیا، اور بیعنامہ موسومہ نور احمد کی رجسٹری کرادی، چونکہ معاہدہ بیع پیشتر سے عبدالعزیز و عمرو وغیرہ منعقد ہوا تھا، حالانکہ گفتگو بیع کی نور احمد مذکور سے بھی تھی، بکر، عمرو وغیرہ نے مبلغ (۱۰ روپیہ) بطور بیعنامہ عبدالعزیز سے بہ تحریر رسید حاصل کر لی تھی، ایسی صورت میں جبکہ عبدالعزیز دو جانب سے اور نور احمد ایک جانب سے اور احسان کریم ایک جانب سے کچھ مکان کی وجہ سے استحقاق شفیع رکھتے ہیں، بلکہ نور احمد بوجہ خریداری مقدم کے شفیع خلیط بقیہ حقوق عمرو و رضیہ شفیعہ و ذکیہ پہنچ چکا ہے۔ تو بلحاظ واقعات متذکرہ صدر کون شخص مستحق خریداری مکان متنازعہ کا ہے۔ اور شرعاً کس کو پہنچتا ہے۔ عبدالعزیز کے مکان کا دروازہ بھی دوسرے محلہ میں ہے۔ بینوا تو جروا



الجواب:

بیان سالان سے واضح ہوا کہ عبدالعزیز سے صرف گفتگو بیع ہوئی تھی اور بیعنامہ دیا گیا عقد بیع تمام نہ ہوا تھا، نور احمد کلکتہ میں ہے، اس نے اپنے ایک بھائی کو اس قطعہ کی خریداری کے لئے لکھا، اس نے وکالتہ نور احمد کے لئے اس میں سے رشیدہ و حمیدہ کے حصے خرید لئے، عبدالعزیز و نور احمد دونوں غلیظ فی حق المبیع ہیں، اور احسان کریم محض جار ملاصق کہ اس کا راستہ اس کو چہ غیر نافذہ میں نہیں، جب عبدالعزیز کو معلوم ہوا خود اس کا بیان ہے کہ اس نے مشتری مذکور یعنی وکیل نور احمد سے جا کر کہا کہ میری گفتگو بیع سابق سے ہے۔ یہ حصے جتنے کو تم نے خریدے ہیں انھیں داموں کو مجھے دے دو ورنہ میں شفیع ہوں شفعہ سے لے لوں گا، اس کہنے سے عبدالعزیز کا ان دونوں حصوں میں شفعہ جاتا رہا کہ اس نے طلب شفعہ نہ کی بلکہ ابتداءً انھیں داموں کو خریدنا چاہا۔ اور نہ دینے کی حالت میں بذریعہ شفعہ لے لینے کی دھمکی دی، یہ امر مبطل شفعہ ہے، درمختار میں ہے:

بیطلها ان ساومها بیعاً او اجارة او طلب منه ان یولیہ عقد الشراء ¹	اگر شفیع نے مشتری سے بیع یا اجارہ یا اس کی شراء کا ولی (وکیل) بننے کا مطالبہ کرے تو اس سے شفعہ کا حق باطل ہو جائے گا۔ (ت)
---	---

¹ درمختار کتاب الشفعہ باب ما یبطلها مطبع مجتہدانی دہلی ۱۲/ ۲۱۵

پس نور احمد دو حصوں کا مالک مستقل ہو گیا جس سے کوئی نہیں لے سکتا، اگر وہاں اور کوئی شفیق مثل کریم بخش وغیرہ بادائے شرائط طالب شفعہ نہ ہوا ہو، رہی احسان کریم کے ہاتھ بیع جس میں کل مکان صرف زوجہ و پسر خالد نے اس کے ہاتھ بیچا اور دختران خالد کو نامستحق قرار دیا، شفیعہ، ذکیہ تو بوجہ تصدیق و اقرار نامستحق ٹھہریں، مگر رشیدہ و حمیدہ نے اقرار نہ کیا بلکہ اپنی بیع کی بنام نور احمد کے تکمیل کرا دی، تو بعض بیع احسان کریم کے ہاتھ سے نکل گیا، اور بقیہ کی بیع معرض زوال میں آگئی یعنی احسان کریم کو اختیار ہوگا، چاہئے دو حصہ رشیدہ و حمیدہ علاوہ بقیہ مکان بخصہ قیمت لینا قبول کرے۔ خواہ کل بیع کر دے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

اگر خرید شدہ چیز ایک ہو اور اس کے بعض حصہ کا استحقاق ثابت ہو جائے خواہ قبضہ سے قبل یا بعد ثابت ہو تو مشتری کو باقی حصہ میں اختیار ہوگا اگر چاہے تو باقی کو اس قیمت کے حصہ پر لے یا چاہے تو چھوڑ دے۔ (ت)	اذا كان المشتري شيئاً واحداً واستحق بعض قبل القبض او بعده فللمشتري الخيار في الباقي ان شاء اخذها بالحصه وان شاء ترك ¹ ۔
---	--

پس اگر احسان کریم نے بیع رد کر دی تو سرے سے بنائے شفعہ ہی کی بیع تھی جاتا رہے گا، اور وہ بقیہ قطعہ ایسا ہو جائے گا گویا کابھی نہیں کسی کو اس میں حق شفعہ نہ ہوگا، اور اگر بقیہ بخصہ قیمت لینا قبول کیا، اور نور احمد شرائط شفعہ بجالایا تو اب وہی عبدالعزیز وغیرہ سب پر منتج رہے گا کہ اب بوجہ خریداری حصہ رشیدہ و حمیدہ نور احمد خلیط فی نفس المبیع ہو چکا ہے۔ اور عبدالعزیز صرف خلیط فی حق المبیع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷: ۳۰ شعبان المعظم ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و عمر و کا ایک مکان اور دکان کے مالک تھے، زید عمر و کی ملکیت کا شفیق تھا، عمر و نے اپنا حصہ دکان و مکان مذکور کا بکر کے ہاتھ فروخت کیا، تو زید بغور سنے اس خبر کے مع چند آدمیوں کے جو کہ گواہ طلب شفیق کے ہیں، اور جن کے سامنے کہ زید نے شرائط شفیق بغور سنے خبر بیع کے ادا کی ہیں، جن میں سے کہ ایک زید کا قریبی رشتہ دار، و نیز عمر و بکر کا بھی رشتہ دار ہے و دیگر لوگ زید کے ملنے والے دوست ہیں، بکر کے پاس بغرض طلب شفیق گیا، روپیہ رومال میں باندھ کر

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب البیوع الباب الخامس عشر نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۲۶/۳

اپنے ہاتھ میں لے گیا اور بکر سے جا کر اس نے کہا کہ میں ان حصہ دکان و مکان کا شفیق ہوں، تم نے اس حصہ کو کیسے خرید کیا میں خریدوں گا۔ زید نے زبان سے یہ نہیں کہا کہ میں روپیہ لایا ہوں، قیمت لو اور یہ جائیداد میرے نام کرو، بکر نے زید کی گفتگو کے جواب میں جائیداد مذکور دینے سے انکار کر دیا، زید کے اس امر کے اظہار نہ کرنے سے کہ میں روپیہ لایا ہوں قیمت لو اور یہ جائیداد میرے نام کرو، حالانکہ روپیہ اسی نیت سے لے گیا تھا اور وہ اس کے ہاتھ میں موجود تھا صرف زبان سے اس کا ذکر نہیں کیا، تو ایسی حالت میں مراتب شفیق بموجب شرع شریف پورے طور سے ادا ہوئے یا نہیں؟ بینوا تو جو را

الجواب:

نہ روپے لے جانا ضرور نہ مشتری سے روپیہ لانا کا ذکر ضرور، یہ سب بیکار و مہمل باتیں ہیں، مگر طلب مواثبات ایسے لفظ سے جس سے فی الحال طلب ثابت ہو، ضرور ہے۔ سائل نے بعد دریافت بیان کیا کہ میں نے خبر سنتے ہی یہ لفظ کہے تھے کہ میں اس کا شفیق ہوں، ریاض الدین نے کیسی خریدی میں خریدوں گا، اس سے طلب فی الحال ثالث ثابت نہیں ہوتی "خریدوں گا" سے اگر یہ مراد ہے کہ مشتری سے خریدوں گا، جب تو ظاہر ہے کہ مشتری سے خریداری کا ذکر شفیع کو باطل کر دیتا ہے۔ در مختار میں ہے:

یبطلها شراء الشفيع من المشتري وكذا ان ساومها بيعا واجارة وطلب منه ان يولييه عقد الشراء ¹ (ملخصاً)	شفیع کا مشتری سے خریدنا اور یونہی بیچ یا اجارہ کا سودا کرنا یا عقد شراء کا ولی بننے کا مطالبہ کرنا اس کے حق شفیع کو باطل کر دیتا ہے۔ ملخصاً (ت)
---	---

اور اگر یہ مراد ہو کہ بائع سے خریدوں گا تو یہ بھی طلب شفیع نہیں، خریداری تملک بالرضا ہے۔ اور شفیع تملک بالجبر، در مختار میں ہے:

تمليك البقعة جبراً على المشتري بما قام عليه ² ۔	شفیع کسی ٹکڑا زمین کا مشتری سے اس پر لازم قیمت کے ساتھ جبراً مالک بننے کا نام ہے۔ (ت)
--	--

اور اگر مجاز ابھی معنی مراد لئے جائیں کہ بذریعہ شفیع لے لوں گا، تو یہ بھی وعدہ وانذار ہے۔ طلب فی الحال نہیں، عالمگیری میں ہے:

لو قال الشفعة لي اطلبها بطلت	اگر کہا میرا شفیع ہے میں اس کی طلب کروں گا، تو
------------------------------	--

¹ در مختار کتاب الشفیع باب ما یبطلها مطبع مجتہبی دہلی ۱۲/۲۱۵

² در مختار کتاب الشفیع باب ما یبطلها مطبع مجتہبی دہلی ۲۱۰/۲

<p>اس کا شفعہ باطل ہوگا، اور اگر مشتری کو کہا میں تیرا شفیق ہوں اور شفعہ کی بناء پر تجھ سے دار لوں گا تو شفعہ باطل ہو گیا۔ (ت) لہذا صورت مسئلہ میں زید کا شفعہ باطل ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>شفعته، ولو قال للمشتري انا شفيعك واخذ الدار منك بالشفعة بطلت¹۔</p>
--	--

مسئلہ ۲۸: از ریاست رامپور کٹرہ جلال الدین خاں مرحوم مرسلہ پیرازدہ غلام معین الدین صاحب پنجم صفر ۱۳۲۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دعوٰی کیا کہ مسماۃ فلاں نے ارضی فلاں اتنی قیمت کو فلاں شخص سے میری غیبت میں خریدی، اور میں خلیفہ فی الطریق ہوں مشتریہ جار ملاحظہ ہے۔ میرا حق مقدم ہے اور میں شرائط شفعہ بھی ادا کر چکا ہوں، مسماۃ مجیب ہوئی کہ زید نے ہر گز شرائط شفعہ ادا نہ کئے، نہ مکان مشفوع بہا زید کا مملوکہ ہے۔ اور دعوٰی پر تمادی ہے۔ ب بلکہ زید تسلیم الشفعہ کر چکا ہے۔ زید اور مسماۃ سے ثبوت طلب ہوا۔ زید نے جو شہادت پیش کی عند العدالت ناکافی قرار دے کر نامقبول فرمائی گئی، ایک وجہ عدالت نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ شہادت مدعی کو نقائص سے مبرمان لیا جائے تب بھی شہادت جو مدعی علیہا کی جانب سے گزری، اس سے تسلیم شفعہ بعد از بیع ثابت ہے۔ لہذا دعوٰی خارج اور منجانب مدعی کئی استفتاء پیش ہوئے ہیں، اس بارہ میں کہ خلیفہ فی الطریق جارہ ملاحظہ پر مقدم ہے۔ کیا یہ استفتاء مفید ہو سکتے ہیں، مدعی نے تمادی سے بچنے کی غرض سے دو گواہوں سے یہ ثابت کرایا کہ میں وقت بیع مقام رچھا میں موجود تھا یعنی رامپور میں نہ تھا، مدعی علیہا کی جانب سے جو شہادت تسلیم شفعہ کی پیش ہوئی ہیں اس سے کما حقہ ثابت ہے کہ بعد تصدیق بیعت نامہ اسی روز مدعی کو علم بیع ہوا اور مدعی نے تسلیم شفعہ کیا، تو کیا شہادت مذکور منجانب مدعی واسطے ثبوت کے کافی ہے، اور تمادی مرتفع ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

الجواب:

اس مسئلہ میں زوائد سے قطع نظر کر کے صرف دو باتوں پر نظر کافی ہے۔
 اولاً گواہان مدعیان کا ان کی ملک دار مشفوع بہا میں ہونے کی نسبت صرف اتنا بیان کہ وہ مکان مدعیوں کی ملک یا ان کا موروثی ہے اظہارات شہود و مدعیان دیکھے جائیں، اگر ان کے بیان میں صرف اسی قدر ہو کہ اور یہ ظاہر نہ کیا ہو کہ شرائط مشتریہ سے پہلے یہ مکان یا جز مکان مدعیان تھا اور اب تک ہے۔ ہمارے علم میں ملک مدعیان سے خارج نہ ہوا، تو ایسی شہادت ثبوت دعوٰی شفعہ کے لئے ہر گز بکار آمد

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعہ باب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۷۲

نہیں کہ مدعا علیہ دار مشفوع بہا میں ملک، مدعیان کی منکر ہے۔ اور یہ اس طریقہ پر جو شرعاً درکار ہے یعنی ملک متقدم علی البیع و مستمری الآن پر اقامت بینہ نہ کر کے، تنویر الابصار و در مختار و در المحتار میں ہے:

<p>جب شفیع نے طلب کی تو قاضی شفیع کی اس ملکیت کے متعلق سوال کرے جس کی وجہ سے وہ شفعہ کر رہا ہے۔ تو اگر مخالف فریق اس کی اس ملکیت کا اقرار کرے یا اپنے علم پر قسم دینے سے انکار کرے یا شفیع اپنی اس ملکیت پر گواہی پیش کر دے کہ وہ اس کی ملکیت میں ہے یوں کہ دونوں گواہ کہہ دیں کہ مشتری کی خریداری سے قبل یہ زمین اس کی اب تک ملک ہے۔ اور اس کی ملکیت سے خارج ہو جانے کا ہمیں علم نہیں ہے۔ اگر گواہ یہ کہیں کہ وہ اس پڑوسی کی ہے تو کافی نہ ہوگا جیسا کہ محیط میں ہے، قاضی مشتری سے سوال کرے کہ کیا تو نے اسے خریدا ہے یا نہیں۔ اھ (ت)</p>	<p>إذا طلب الشفیع سأل القاضی الخصم عن مالکية الشفیع لیا یشفع به فان اقر بها او نکل عن الحلف علی العلم، او برهن الشفیع انها مبلکہ بان یقولاً انها ملک هذا الشفیع قبل ان یشتری هذا المشتري هذا العقار، وهي له الى الساعة ولم نعلم انها خرجت عن مبلکہ، فلو قالوا انها لهذا الجار لا یکنفی کما فی المحيط) سأله عن الشراء هل اشتریت امر لا^۱ اھ</p>
--	--

جبکہ شہادت گواہان مدعیان اس طریقہ مطلوبہ شرع پر نہ تھی، حاکم پر لازم تھا کہ فقط اسی قدر پر مقدمہ ختم کر دیتا اور دعوٰی خارج کرتا، مقدمہ کا آگے بڑھانا محض تطویل ہوئی۔

ثانیاً: گواہان مدعا علیہا جنہوں نے دربارہ تسلیم مدعیان شہادت دی ہے کہ روز بیع بعد بیع معین الدین خاں نے مدعیوں کو اطلاع بیع اراضی مشفوعہ دی، اور ان سے کہا کہ اگر تمہیں لینا منظور ہو لے لو، انہوں نے کہا جواب دیا کہ ہم کو ضرورت نہیں، بیعت ادا نہایت کافی و وافی شہادت ہے، اس کے الفاظ پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں بے معنی ہے، اس میں فقط اتنا دیکھنا چاہئے کہ گواہوں کی حالت کیسی ہے اگر ان میں دو گواہ بھی قابل قبول شرع ہوں تو فیصلہ بحق مدعا علیہا لازم ہے۔ ملاحظہ تحریر سے ظاہر ہوا کہ حکم مجوز نے گواہان مشتریہ پر اعتماد کیا کہ اور ان کے بیان پر فیصلہ رہا، اور جانب مدعیان سے ان پر کوئی جرح قابل لحاظ شرع نہ کی گئی، تو اس صورت میں واقعہ میں حکم یہی ہونا چاہئے کہ دعوٰی شفعہ ساقط، اور مشتریہ مطالبہ سے بری ہے۔

^۱ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الشفعة باب الشفعة مطبع مجتہبی، دہلی ۱۲/ ۲۱۲، رد المحتار کتاب الشفعة باب الشفعة دار احیاء التراث

اس کے مقابل مدعیوں کی یہ گواہیاں کہ ہم یہاں نہ تھے شہادت علی النقی ہیں قابل لحاظ نہیں، نہ وہ فتویٰ دوخلیط جار پر مقدم ہے۔ کچھ مفید مدعی ہو سکتے ہیں کہ اول تو خلیط ہونا ہی پایہ ثبوت کو نہ پہنچا، پھر بعد تسلیم شفعہ خلیط فی نفس المبیع کا بھی کچھ حق نہیں رہتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹ و ۳۰: از ریاست رامپور کٹرہ خلااں خاں مرحوم مرسلہ غلام معین الدین خاں اربیع الاول شریف ۱۳۲۶ھ
(۱) حاکمان شریعت مفتیان ملت کے حضور تمام کاغذات مقدمہ اصغر علی خاں عرف بنے خاں مدعی بنام شہنشاہی بیگم مشتریہ و تصور شاہ بائع مدعا علیہا نمبری ۲/۱۹۳ دغوی شفقہ برارضی واقعہ کٹرہ جلال الدین خاں فیصلہ مفتی عدالت ریاست رامپور واقع ۲۲ دسمبر ۱۹۰۷ء کی نقول باضابطہ پیش کر کے درخواست ہے کہ شرع مطہر کے حکم سے اس مقدمہ میں فیصلہ بحق مدعا علیہا ہونا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

مقدمہ مذکورہ کے متعلق عرضی دغوی و عرض مدعی مورخہ ۶ مارچ ۱۹۰۷ء بجواب استفسار حکم، و اظہارات عبد الطیب خاں، و ڈاکٹر مدن خاں، و علی بہادر خان، و صفدر علی خاں ولد عباس خان و بشیر الدین خان، و ضیاء الدین خاں، و احمد حسن خاں، و صفدر علی خاں ولد نثار علی خاں و عبدالغنی خاں نہ کس گواہان اصغر علی خاں مدعی، و فیصلہ مفتی صاحب حاکم مجوز کی نقول باضابطہ فقیر کے سامنے پیش ہوئے، اور سائل نے بیان کیا کہ شہنشاہی بیگم مدعا علیہا کی طرف سے اس مقدمہ میں صرف دو گواہ نیاز حسین خاں و عزیز محمد خاں پیش ہوئے، اور ان کا بیان اس مقدمہ میں بھی بیچنم وہی ہے جو انھوں نے مقدمہ سید محمد شاہ میں بنام شہنشاہی بیگم مذکورہ میں کیا ہے۔ اور جس کی نقول باضابطہ اس وقت یہاں دارالافتاء میں حاضر ہے۔ نیز حاکم نے فیصلہ میں ان کے بیانوں کا خلاصہ ذکر کیا، اور تحقیقات موقع پر شہادت سعید الدین خاں کا بھی بیان لکھا ہے جس میں اصغر علی خاں و سید محمد شاہ دونوں مدعیوں کا بعد بیع تسلیم شفعہ مذکور ہے، اور مجوز نے دونوں فیصلوں میں بعد اس بیان کے کہ شہادت شہود مدعیان میں نقائص ہیں، بر تقدیر نقائص ان تین گواہان مدعیہ کے بیان پر مدار فیصلہ رکھا ہے کہ ان سے دونوں مدعیوں کا بعد بیع طلب شفعہ سے انکار کر دینا ثابت ہے۔ تو ان کو کسی طرح استحقاق دغوی نہ رہا، اور گواہان اصغر علی خاں جو وقت بیع اس کارام پور میں نہ ہونا بیان کرتے ہیں گواہان نفی ہیں کہ مسموع نہیں، مگر ہماری رائے میں گواہان مدعا علیہا اس مقدمہ میں حاجت سے محض زیادہ ہیں جن کی شہادت پر بحث کی اصلا ضرورت نہیں، ولہذا ان کے اظہارات کی نقل پیش نہ ہونا اس مقدمہ میں بیان حکم سے مانع نہیں، نہ اس پر نظر کہ عزیز محمد خاں نے اصغر علی خاں کی نسبت کہا، ولدیت نامعلوم شکل جانتا ہوں نہ اظہار سے ثابت کہ

گواہ نے مدعی کو اشارہ سے بتایا، نہ اس پر لحاظ کی حاجت کہ سعید الدین خاں دوسرے مقدمہ کا گواہ ہے جس کا مدعی شخص آخر ہے، گو مدعا علیہ وہی ہے۔ اس کا بیان اس مقدمہ کا شاہد بنا کر کہا تک قابل استناد ہے۔ یہ سب امور زوائد ہیں، مدعی شفعہ میں لازم ہے کہ یا تو مدعا مقرر ہو کہ دار مشفق بہا شفعہ کی ملک ہے، یا شفعہ اسے بینہ سے ثابت کرے اور یہ بھی نہ ہو تو شفعہ مدعا علیہ کا حلف چاہے اور وہ قسم کھانے سے انکار کر دے، بے ان صورتوں کے دعوئی شفعہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا، زلیلی میں ہے:

شفعہ نے قاضی کے ہاں آگے بڑھ کر خریداری کا دعوئی کیا اور شفعہ طلب کیا اور دعوئی کی شرائط میں کوتاہی نہ ہو، پھر قاضی مدعا علیہ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے اس دار کے متعلق سوال کرے گا جس کی بناء پر شفعہ شفعہ کا دعوئی کرتا ہے کہ کیا یہ شفعہ کی ملکیت ہے یا نہیں اگرچہ وہ دار شفعہ کے قبضہ میں ہو قبضہ کے باوجود سوال حالانکہ قبضہ ملکیت پر ہی ظاہر ادالت کرتا ہے یہ اس لیے کہ ظاہر چیز استحقاق ثابت نہیں کرتی تو اس کی ملکیت کے ثبوت کے لئے کوئی دلیل ضروری ہے لہذا قاضی مدعا علیہ سے مدعی کی ملکیت کا سوال کرے گا، اگر مدعی علیہ اس کی ملکیت کا انکار کرے تو قاضی مدعی کو کہے گا کہ اپنی ملکیت پر گواہ پیش کر، تو اگر وہ گواہ لانے سے عاجز ہے اور مدعی علیہ سے اس پر قسم لینے کا مطالبہ کرے تو قاضی مدعی علیہ سے یوں قسم لے کہ مدعی جس بناء پر شفعہ کر رہا ہے تو اس ذکر کردہ پر اس کی ملکیت کو جانتا ہے تو مدعی علیہ اگر قسم سے انکار کرے یا شفعہ کے گواہ شہادت دے دیں یا خود مشتری اس کی ملکیت کا اقرار کر دے تو جس دار کی بناء پر شفعہ طلب کرتا ہے اس کی ملکیت شفعہ کے لئے ثابت

اذا تقدم الشفيع، وادعى الشراء وطلب الشفعة عندا لقاضى، ولم يخل بشيى من شروطه، اقبل على المدعى عليه فسأله عن الدار التى يشفع بها هل هى ملك الشفيع ام لا، وان كانت هى فى يد الشفيع وهى تدل على الملك ظاهرا، لان الظاهر لا يصلح للاستحقاق فلا بد من ثبوت مبلکہ بحجة، فیسأله عنه فان انكر ان يكون ملكه يقول للمدعى اقم البينة انها ملكك، فان عجز عن البينة وطلب بينه استحلف المشتري بالله ما يعلم انه مالك للذى ذكره ما يشفع به، فان نكل او قامت للشفيع بينة، او اقر المشتري بذلك ثبت ملك الشفيع فى الدار التى بشفع بها وثبت السبب وبعد ذلك يسأل القاضى

<p>ہو جائیگی یوں شفعہ کا سبب ثابت ہو جائیگا اس کے بعد قاضی مدعی علیہ (مشتری) سے سوال کرے کیا تو نے یہ دار خریدا ہے یا نہیں الخ ملخصاً (ت)</p>	<p>المدعی علیہ هل اشتریت امر لا الخ ملخصاً¹۔</p>
---	---

اس مقدمہ میں ظاہر ہے کہ مدعا علیہا ملک شفعہ کی منکر ہے۔ نہ شفعہ نے حلف چاہا نہ اس نے حلف سے انکار کیا، تو صرف صورت شہادت رہی، اور وہ محض ناکافی گزری، یہاں شہادت اس مضمون کی درکار ہے کہ دار مشفوعہ کی بیع سے پہلے دار مشفوعہ بہا شفعہ کی ملک تھی اور اب تک اس کی ملک ہے ہمارے علم میں جب سے اب تک اس کی ملک سے خارج نہ ہوئی، محیط و ہندیہ میں ہے:

<p>مدعی علیہ دار کی خریداری کا اقرار کرے اور شفعہ جس مکان کی بناء پر مدعی کے بیان کردہ دار پر مدعی کی ملکیت کا انکار کرے تو مدعی گواہ پیش کرے اور ہر گواہ شہادت دے (ملخصاً)۔ (ت) میں گواہی دیتا ہوں کہ جو مکان فلاں موضع میں ہے اس کی حدود یوں یوں ہیں وہ اس مدعی کی ملکیت میں مدعی علیہ کے اس خاص مکان کو خریدنے سے قبل تھی اور آج یہ مکان اس مدعی کا ہے۔ (ت)</p>	<p>ان یقر المدعی علیہ بشراء الدار وینکر کون المدعی شفیحہا بالدار التی حدہا وینکر کون الدار التی حدہا ملکا اللمدعی، احضر المدعی الشهود وشہد کل منہم²۔ (ملخصاً)۔</p> <p>گواہی میدہم کہ خانہ کہ بغلاں موضع ست حد ہائے وے کذا وکذا ملک اس مدعی بود پیش از انکہ اس مدعی علیہ مرا اس خانہ را خرید و بر ملک وے ماند تا امروز و امروز اس خانہ ملک اس مدعی ست۔</p>
--	--

اور یہ اس لئے کہ اگر وقت بیع دار مشفوعہ بہا ملک شفعہ میں نہ تھا، تو اس سبب سے اس میں استحقاق شفعہ نہیں ہو سکتا اگرچہ بعد بیع یہ دار مشفوعہ بہا وراثت یا بیع یا ہبہ یا وصیت وغیرہا سے ملک مدعی میں آ جاوے، عالمگیریہ میں ہے:

<p>شفعہ کی صحت کے لئے یہ شرط ہے جس دار کی بناء پر شفعہ کا دعویٰ ہے اس پر مشتری کی خریداری</p>	<p>الشفعة شرطها ملك الشفيع وقت الشراء في الدار التي ياخذ بها</p>
---	--

¹ تبیین الحقائق کتاب الشفعة باب طلب الشفعة المطبعة الكبرى الامیر بولاق مصر ۱۵/ ۴۵-۴۴

² فتاویٰ ہندیہ کتاب المحاضر والسجلات محضر فی دعوی الشفعة نورانی کتب خانہ پشاور ۱۶/ ۶۰۷

الشفعة ¹ ۔	تک شفیج کی ملکیت قائم ہو۔ (ت)
-----------------------	-------------------------------

اسی میں ہے:

رجل اوصی له بدار، ولم يعلم حتى بیعت دار بجنبها، ثم قبل الوصیة فلا شفعة له ² ۔	ایک شخص نے اس کے لئے ایک مکان کی وصیت کی حالانکہ اس کو ابھی تک وصیت کا علم نہ ہوا حتیٰ کہ اس مکان کے پڑوس میں کوئی مکان فروخت کیا اس کے بعد اس کو علم ہوا تو وصیت قبول کی۔ تو اب شفیعہ نہ ہوگا۔ (ت)
--	---

اور اگر شفیج بعد بیع و طلب شفہ قبل قضائے قاضی دار مشفوع بہا کو بیع کر دے، تو شفیعہ ساقط ہو جاتا ہے۔ در مختار میں ہے:

یبطلها بیع ما یشفع به قبل القضاء بالشفعة مطلقاً ³ ۔	جس کے سبب شفیعہ کا حق ہو اس کو قاضی کے فیصلہ سے قبل فروخت کر دینا شفیعہ کو مطلقاً باطل کر دیتا ہے۔ (ت)
--	--

تو لازم ہے کہ قبل بیع دار مشفوعہ سے اس وقت تک مشفوع بہا میں شفیج کی ملک مستمر پر شہود شہادت دیں، اس کی طرف کچھ میلان اس مقدمہ میں بظاہر صرف ضیاء الدین خاں کے بیان میں ہے کہ اس مکان مشفوعہ کے پورب کی جانب مکان اصغر علی خاں موروثی واقع ہے اور وہ قبل بیع مشفوعہ سے اس وقت تک وہ اس پر مالک و قابض ہیں اور حقیقتہً دیکھئے تو اصلا سے بھی اس مطلوب سے مس نہیں، مکان مشفوعہ سے پورب کی جانب ہزاروں میل تک ہے۔ نہیں معلوم کہ گواہ جس کو اصغر علی خاں کا موروثی و مملوک بملک مستمر بتا رہا ہے کس عملے بلکہ کس شہر میں واقع ہے۔ جبکہ دار مشفوع بہا کی طرف نہ اشارہ نہ اس کے حدود کا بیان تو صرف اتنی تعریف کہ وہاں پورب کو ہے کیا کام دے سکتی ہے۔ باقی آٹھ گواہوں سے چار نے ملک شفیج کا اصلا ذکر ہی نہ کیا، صفدر علی خاں ولد نثار علی خاں نے اتنا کہا کہ "یہ بات کہہ کر اصغر علی خاں اپنے مکان موروثی میں گئے اصغر علی خاں کو چہ غیر نافذہ میں اپنے مکان موروثی کے دروازہ پر بیٹھے تھے، میں نے آٹھ روز سے نماز نہیں پڑھی، داڑھی مظہر کی جو برابر ہے" اس کا بھی وہی حال ہے اس سے یہ بھی

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱۶۱/۵

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱۶۳/۵

³ در مختار کتاب الشفعة باب ما یبطلها مطبع مجتہبائی دہلی ۲/۱۵

نہ کھلا کہ اصغر علی خاں کا مکان موروثی دار مشفوعہ کے محلہ واقع ہے یا شہر کے دوسرے کنارے پر، تو مشفوعہ بہا کی ملک سے اس میں بھی اصلاح جث نہیں، علی بہادر خاں نے کہا سید تصور شاہ کے مکان سے پورب کو مکان موروثی مدعی کا ملا ہوا ہے۔ معلوم نہیں تصور شاہ کے کسی مکان سے؟ ہاں دو گواہیاں ملک مشفوعہ بہا کا پتا دے رہی ہیں، صدر علی خاں ولد عباس خاں نے کہا مکان موروثی مدعی سے کھیریل مکان متنازعہ کے دکھن کہ دیوار درمیان میں ہے "اس سے جار ملاصق ہونا معلوم ہوا، اگرچہ مدعی خلیط فی المبیع ہونے کا مدعی ہے۔ بشیر الدین خاں نے کہا "جس مکان کی کوٹھی کی اراضی فروخت ہوئی ہے اس مکان سے پورب کی جانب کی مکان اصغر علی خاں کا ہے۔ اور وہ مکان اصغر علی خاں کا موروثی ہے ان دونوں مکانوں کا راستہ بھی ایک ہی کوچہ میں ہے "اور یہی گواہ بمقدمہ سید محمد شاہ بنام شہنشاہی بیگم مذکورہ بیان کر چکا ہے کہ اس کی ڈاڑھی چنگی میں آجاتی ہے۔ اول ڈاڑھی کتر وانا تھا اب توبہ کر لی اب نہیں منڈائے گا، ان سب گواہیوں میں یہی گواہی چست ہے کہ اس نے ان لفظوں سے کہ "جس مکان کی کوٹھی کی اراضی فروخت ہوئی ہے" اپنے تنگ خیال کے مطابق تعیین مکان بھی کی اور دونوں کا راستہ ایک ہی کوچہ میں ہونے سے خلط فی حق المبیع بھی بتایا، مگر، تمام نقائص سے قطع نظر کر کے ان میں سے کسی نے مورث کا نام تک نہ لیا، اس کی تاریخ موت بتانا تو بڑی بات ہے، تو نری موروثی ہونے سے کیا کھلا کہ یہ مکان کب سے اصغر علی خاں کی ملک ہے، ممکن کہ وہ مورث جس کے ترکہ سے یہ مکان مدعی کو وراثتہ بعد بیع دار مشفوعہ مراد ہو، تو اس مکان کے ذریعہ سے مدعی کو کیا استحقاق شفعہ ہو سکتا ہے، شہادت اس لئے ہوتی ہے کہ حق حاکم پر ظاہر ہو، ان شہادتوں کا اجمال و اہمال یہ ہے کہ مجوز نے فیصلہ میں کہا کہ گواہان مدعی نے یہ نہ بیان کیا کہ مدعی مورث کا بیٹا ہے یا بھائی ہے یا کون "جب قاضی کو مورث کا ہی پتہ نہ چلا تو تاریخ موت کیونکر معلوم ہو سکتی ہے جس سے جانا جائے کہ دار مشفوعہ بہا عند المبیع ملک شفعہ تھی یا نہیں، لاجرم شہادتیں محض مہمل ہیں اور دغوی اصلاحاً یہ ثبوت کو نہ پہنچا، ردالمحتار میں ہے:

<p>اگر دونوں گواہ یہ کہیں کہ مکان اس پڑوسی کا ہے تو کافی نہیں، جیسا کہ محیط میں ہے۔ (ت)</p>	<p>لو قالوا انہا لهذا الجار لایکنی کما فی المحيط^۱</p>
---	--

لہذا واجب تھا کہ دغوی خارج ہو، جیسا کہ مفتی ریاست نے کیا، اور لازم ہے کہ اپیل نام منظور، واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ ردالمحتار کتاب الشفعة باب طلب الشفعة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۴

(۲) حکام شریعت علماء ملت کے حضور تمام کاغذات مقدمہ سید محمد شاہ مدعی بنام شہنشاہی بیگم مشتریہ و تصور شاہ بائع مدعا علیہا نمبری ۳۱۲۰۵ د عوی شفیق برار اضی واقعہ کٹرہ جلال الدین خاں، فیصلہ مفتی ریاست رامپور واقع ۲۲ دسمبر ۱۹۰۷ء کی نقول با ضابطہ حاضر کر کے کہ شرع شریف کے حکم سے اس مقدمہ فیصلہ بحق مدعا علیہا ہونا صحیح یا کیا؟ بیٹو اتوجروا

الجواب:

اس مقدمہ کے متعلق عرضی دعویٰ و جواب دعویٰ از جانب شہنشاہی بیگم، ورد جواب از جانب مدعی و اظہار عثمان خاں و عبد الرزاق خاں و سید دلاور علی خاں و نھو خان و بشیر الدین خاں و عبد الغفار خاں گوہان مدعی و نیاز حسین خاں و عزیز محمد خان و امین الدین خان و سعید الدین خاں گوہان مدعا علیہا و ربکار مفتی صاحب حاکم مجوز کے نقول با ضابطہ فقیر کے سامنے پیش ہوئیں، اس دعویٰ کی حالت دعویٰ اصغر علی خاں مدعی بنام شہنشاہی بیگم مذکورہ سے بھی بدتر ہے مشہود مدعی میں صرف تین گواہوں نے مکان مدعی ملک ہونے کی طرف توجہ کی، ازیں جملہ عبد الغفار خاں کا بیان ہے "مکان جانب مشرق مملوک بائع کا ہے، اور جانب غرب شفیق کا ہے پکھا دونوں مکان کا مشترک ہے" یہ گواہ ایک ایسے دو مکانوں کا قصہ بیان کرتا ہے جسکا پکھا مشترک اور ان میں ایک مملوک بائع دوسرا شفیق کا ہے، مگر اس کی شہادت کچھ پتا نہیں دیتی کہ وہ مکان کس شہر، یا شہر کے کس گوشہ میں واقع ہیں، شہادت میں نہ مکانوں کی تعیین، نہ ان کی طرف اشارہ یہ شہادت اس پایہ کی ہے کہ مقدمہ اصغر علی خاں بنام شہنشاہی بیگم میں شہادت علی بہادر خاں تھی، نھو خان نے کہا "یہ مکان سید محمد شاہ کا جس کی وجہ سے دعویٰ شفیقہ کیا ہے موروثی ہے سید دلاور علی نے کہا "مکان شفیق کا مملوک موروثی ہے" لفظ اگرچہ مطلق تھا مگر اظہار میں لکھا کہ "نشان وہی کردی" تو انھیں دو گواہوں سے ملک مشفق بہا کا پتا چلا شہنشاہی بیگم یہاں بھی مشفق بہا میں ملک مدعی سے منکر ہے اور مدعی نے نہ اس سے حلف لیا نہ اس نے حلف سے انکار کیا بلکہ مدعی نے شہادت پر اپنے کام کا مدار رکھا، اور وہ حسب قاعدہ شرع ادا نہ ہوئی کہ کسی شہادت میں بیع مشفوعہ سے پہلے مشفق بہا کا ملک مدعی ہونا اور اب تک بالاستمرار اس کی ملک میں رہنا اصلا مذکور نہیں، مقدمہ اصغر علی خاں میں اگرچہ دعویٰ محض مجمل تھا، بجواب استفسار حاکم اور تفصیل نہ کر سکا، تو نام موث تو بتادیا، یہاں اس قدر بھی نہیں، بیان مدعی یا بیان شاہدان کسی سے پتا نہیں چلتا کہ یہ مکان محمد شاہ کو بیع مشفوعہ کے کتنے مہینے بعد میراث میں ملا ہے، بیع مشفوعہ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۶ء کو ہوئی، اور شہادتیں ۱۳۹۹ جون ۱۹۰۷ء کو ہیں کیا اگر ۸ جون ۱۹۰۷ء تک سید محمد شاہ کا کوئی مورث باپ یا بھائی یا چچا وغیر ہم اس مکان مشفق بہا کا مالک رہا، اور اس تاریخ اس کی وفات ہوئی، اور مکان ملک سید محمد شاہ میں آیا تو ۹ جون

کو گواہوں کا کہنا کہ یہ مکان شفیح کا موروثی ہے، غلط ہوگا، ہر گز نہیں، ضرور صحیح و حق ہوگا، مگر مدعی کے کسی مصرف کا نہیں، اس کی ملک تو وقت بیع مشفوعہ سے پہلے ہو اور اب تک مستمر ہے، اس کا ثبوت درکار تھا، جس کا نام تک کسی شاہد نے نہ لیا، تو ایسی شہادتیں محض ناکافی اور بے معنی ہیں، اور دعوٰی اصلا پایہ ثبوت کو نہ پہنچا جناس و ذخیرہ و محیط وغیرہا میں ہے:

گواہ یوں شہادت دیں کہ بیع مکان کے پڑوس میں یہ مکان اس مشتری کے اس مکان کو خریدنے سے قبل شفیح کی ملکیت میں اس وقت تک ہے اور اس کی ملکیت سے خارج ہونا ہمیں معلوم نہیں، تو اگر صرف یہ کہیں کہ یہ مکان اس پڑوسی کا ہے تو ناکافی نہیں ہے۔ (ت)

ینبغی ان یشہدوا ان هذه الدار التي بجوار الدار الببيعة ملك هذا الشفيع قبل ان يشتري هذا المشتري هذا الدار وبي له الى هذا الساعة لانعلها خرجت عن ملكه فلو قال ان هذه الدار لهذا الجار لا يكفي¹۔

معذا شہنشاہی بیگم کی طرف سے جو شہادتیں نیاز حسین خان و عزیز محمد خاں و سعید الدین خاں نے دیں وہ اس پیمانے پر جو آج کل تمام ہند میں رائج اور جملہ مقدمات اور خود اس مقدمہ میں مدعی و مدلی علیہ سب کے شہود اسی رنگ پر چلے اور چلتے ہیں، اس امر کا ثبوت دے رہے ہیں کہ سید محمد شاہ نے بعد بیع خبر سن کر تسلیم شفعہ کردی، اور طلب سے انکار کیا، اگر یہ پیمانہ مقبول نہیں تو خود شہادت شہود مدعی ایک اور وجہ سے مردود ہوئی، اور مقبول ہو تو بطلان شفعہ ثابت ہو گیا، جیسا کہ فیصلہ میں مذکور ہے، بہر حال دعوٰی شفعہ محض نا ثابت ہے، اور اپیل اصلا قابل منظور نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک بیعنامہ مکان کا قبل نکاح زبیدہ جس کا نکاح اس کے پسر کے ساتھ ہونے والا ہے۔ بدیں مضمون لکھ کر زر ثمن کی وصولیابی کا اقرار لکھ کر معاف کر دیا، اس قسم کا بیعنامہ معافی کا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ اگر بعد نکاح زید یا اس کے وراثتاً انکار وصولیابی زر ثمن کا کر کے کہیں کہ بیعنامہ بطور قرض لکھا گیا تھا شرعاً قرض قرار پائے گا یا نہیں؟ اور کبھی شفیح کی شفعہ اس قسم کے بیعنامہ میں ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا اتوجروا میں کہ فلاں ابن فلاں ساکن رامپور ہوں جو کہ ایک منزلہ مکان چنیں و چناں واقع رامپور محدودہ ذیل

¹ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الاجناس و المحيط و الذخیرة کتاب الشفعة الباب السابع ثورانی مکتب خانہ پشاور ۱۷۹/۵

مملوکہ و مقبوضہ میرا ہے۔ وہ اب میں نے بحالت صحت نفس و ثبات عقل بلا اکراہ و اجبار و رغبت اپنے مع جمیع حقوق و مراعات بعوج مبلغ پانچ سو روپیہ چہرہ دار ہمدست مسماۃ زبیدہ جس کا نکاح حسب خواہش میری بکر پس نطفے میرے سے بتاریخ امروز ہوگا، بیچا اور بیع کیا میں نے اور مکان بیعہ مشتریہ مذکورہ کو مثل ذات اپنی کے مالک و قابض کر دیا، میں نے زر ثمن تمام و کمال مشتریہ سے وصول پایا، میں نے یعنی زر ثمن اس کا بوجہ محبت فطری بکر پسر مذکور کے زبیدہ مشتریہ کو معاف کیا میں نے پس نجشش و معافی مجھ کو اور قائم مقامان میرے کو دعویٰ زر ثمن کا نہیں ہے اور نہ ہوگا تقابض البدلین واقع ہوا، اب مجھ بائع کو مکان بیعہ سے کچھ سرکار نہ ہوگا، اگر کوئی سہیم یا شریک پیدا ہو تو جواب دہ میں بائع ہوں۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں بیع مطلقاً صحیح ہے، اور اگر ایجاب و قبول بیع قبل معافی ثمن واقع ہوئے تھے تو معافی ثمن بھی صحیح ہے، اب زید یا وارثان زید کو اس جائداد خواہ اسکے زر ثمن میں اصلا دعویٰ نہیں پہنچتا، ہاں اگر قبل قبول مشتریہ یا وکیل مشتریہ معافی ثمن بائع نے لکھی اور اس کے بعد مشتریہ کی طرف سے قبول واقع ہوا تو معافی صحیح نہ ہوگی، بیع صحیح ہوگی، اور ثمن دینا آئے گا جب تک بائع بعد قبول مشتریہ کی طرف نہ کرے، رہا شفعہ وہ ہر حال میں ثابت ہے، اگرچہ ثمن معاف ہو جائے، کل ثمن شفعہ اگر شرط بجلائے، لے سکے گا، کہ ثمن کی معافی سے شفعہ کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا، عالمگیری میں ہے:

اذا حط كل الثمن، او هبه، او ابراه عنه، فان كان ذلك قبل قبض الثمن صح الكل الخ ¹ ۔	جب مشتری کو بائع تمام ثمن ساقط کر دے یا ہبہ کر دے یا ثمن سے اس کو بری کر دے تو اگر ثمن پر بائع کے قبضہ سے قبل ہو تو یہ سب جائز ہے۔ الخ (ت)
---	--

ردالمحتار میں ہے:

قال في الذخيرة اذا حط كل الثمن، او هب او ابراه عنه، فان كان قبل قبضه صح الكل ولا يلتحق باصل العقد، في البدائع من الشفعة، ولو حط جميع الثمن و لا يسقط عنه شيع لان	ذخیرہ میں فرمایا، اگر تمام ثمن ساقط کر دے یا ہبہ کر دے یا اس کو بری کر دے اگر ثمن پر اپنے قبضہ سے قبل کرے تو سب صحیح ہے اور یہ ثمن چھوڑنا اصل عقد سے ملحق نہ ہوگا، بدائع کے شفعہ میں ہے اگر بائع نے مشتری سے کل ثمن ساقط کئے تو وہ شفعہ سے
--	--

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب بیوع الباب السادس عشر نوری کتب خانہ پشاور ۱۳/۳

ساقط نہ ہوں گے کیونکہ کل ثمن کا اسقاط اصل عقد سے ملحق نہ ہوتا کیونکہ اگر اصل بیع سے ملحق ہو تو بیع باطل ہو جائے، اس لئے کہ وہ بیع بلا ثمن قرار پائیگی، تو وہ شفعی کے حق میں اسقاط نہ ہوگا، مشتری کے حق میں صحیح ہوگا اور مشتری کو ثمن سے برات ہوگی اھ (ت)	حط كل الثمن لا يلتحق بأصل العقد، لانه لو التحق لبطل البيع لانه يكون بيعاً بلا ثمن فلم يصح الحط في حق الشفيع و صح في حق المشتري وكان ابراء له عن الثمن اه ¹ ۔
---	---

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

بائع نے کہا میں نے تجھے یہ چیز دس دراہم کے بدلے فروخت کی اور میں نے تجھے وہ دس بہہ کئے پھر مشتری نے بیع قبول کر لی تو بیع صحیح ہوگی اور مشتری ثمن سے بری نہ ہوگا جبکہ ثمن کا وجود بیع کو قبول کرنے کے بعد ہوتا ہے اگر قبول کرنے سے قبل مشتری کو بری کر دے تو یہ سبب سے قبل بری کرنا ہوگا جو کہ صحیح نہیں ہے اھ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	قال بعتك هذا الشبيعي بعشرة دراهم وو هبت لك العشرة ثم قبل المشتري البيع جاز البيع، ولا يبرأ المشتري عن الثمن لا يجب الا بعد قبول البيع، فاذا ابرأ عن الثمن قبل القبول كان ابرأ قبل السبب فلا يصح اه ² ، واللہ تعالیٰ اعلم۔
--	--

۳ بیع الاول شریف ۱۳۲۸ھ

مسئلہ ۳۲: از بدایوں سوتھ محلہ مرسلہ نواب عبداللہ خاں

حنفی المذہب جار کو وہابی غیر مقلد پر حق شفیع حاصل ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

الجواب:

بیشک حاصل ہے، تمام کتب فقہ میں حکم شفیع عام معلق ہے، ہدایہ میں ہے:

عین بیع میں شریک کو شفیع کا حق لازم ہے پھر بیع کے حقوق میں شریک کو جیسے زمین کو سیراب کرنے والے پانی اور اس کے راستے میں شرکت ہو اس کے بعد پڑوسی کو حق ہوگا۔ (ت)	الشفعة واجبة للخليط في نفس البيع، ثم للخليط حق المبيع كشرب والطريق، ثم للجار ³ ۔
--	---

¹ رد المحتار کتاب البيوع فصل في التصرف في المبيع والتمن دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳/ ۱۶۷

² فتاویٰ قاضی خاں کتاب البيوع فصل في احكام البيع الفاسد نوکسٹور لکھنؤ ۱۲/ ۳۴۹

³ الهدایہ کتاب الشفعة مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳/ ۳۸۷

در مختار میں ہے:

سببها اتصال ملك الشفيع بالمشتري بشركة او جوار ¹ -	شفعة کا سبب خرید کردہ کے ساتھ شفیع کی ملک کا اتصال بطور شرکت یا بطور پڑوس ہو۔ (ت)
--	---

اسی میں ہے:

الشفعة للجار الملاصق ² -	شفعة کا حق متصل پڑوس کو ہے۔ (ت)
-------------------------------------	---------------------------------

عالمگیری می ہے:

اذا اسلم الخليط وجبت للجار ³ -	جب شریک شفیعہ کو چھوڑ دے تو پھر پڑوسی کا حق ہے۔ (ت)
---	---

اسی میں ہے:

للجار حق الشفعة اذا كان الجار قد طلب الشفعة حين سماع البيع ⁴ -	پڑوسی کو شفیعہ کا حق تب ہے کہ اس نے بیع کو سنتے ہی طلب کی ہو۔ (ت)
---	---

قاضی خاں میں ہے:

الشفعة حق شرع نظرا لمن كان شريكا او جارا عند البيع ⁵ -	حق شفیعہ شریک یا پڑوسی کی رعایت کے لئے مشروعات ہے بوقت بیع (ت)
---	--

اصلاً کہیں یہ قید نہیں کہ بائع یا مشتری کا مقلد ہو نا ضروری ہے ورنہ حق شفیعہ نہ ہوگا جو اس کا ادعا کرے کسی کتاب معتبر میں دکھائے، اور ہر گز نہ دکھائے گا۔ اور جب تمام کتب میں حکم بلاشبہ عام ہے، تو اپنی طرف سے تخصیص کب قابل سماعت ہے۔ ناواقف جاہل کو یہاں دوہی شبہ عارض ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ غیر مقلد شفیعہ جار کا قائل نہیں تو وہ اپنے زعم میں اس مطالبہ سے بری ہے۔ دوسرے یہ کہ غیر مقلد بہت مسائل اصول دین میں اہل حق کا مخالف ہے۔ وہ ایک دین ہی جداگانہ رکھتا ہے تو ہمارے دین کے احکام اسے شامل نہ ہوں گے، اور یہ دونوں شبہ محض باطل و بے معنی ہیں، کتابوں میں صاف تصریح ہے کہ اگر کھلے کافر نے

¹ در مختار کتاب الشفعة مطبع جینائی دہلی ۲/ ۱۱۰-۲۱۰

² در مختار کتاب الشفعة مطبع جینائی دہلی ۲/ ۱۱۰-۲۱۰

³ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۶۶

⁴ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۶۷

⁵ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الشفعة الباب الثانی نوکسور لکھنؤ ۴/ ۸۶۰

دوسرے کے ہاتھ مکان بیچا اور مسلمان اس کا شفع ہے۔ مسلمان کو شفع ملے گا، تو کھلے کفار جن کے یہاں شفعہ سرے سے کوئی چیز ہی نہیں اور وہ صراحتہً نفس اسلام سے منکر ہیں، جبکہ اپنے خیال میں عدم شفعہ یا تخالف دین کے سبب شفعہ سے بری نہ ہوئے، تو غیر مقلد کہ اصل شفعہ کا قائل ہے، اگرچہ شفعہ جواریں کلام کرے، اور دین اسلام کا دغوی رکھتا ہے اگرچہ اپنے دعوے میں غلط کار ہو، کیونکہ اپنے خیال یا تخالف مذہب کے باعث شفعہ سے بری ہو سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

لو اشتري ذمی من دار بخمر اوخنزیر وشفیعها ذمی او مسلم وجب الشفعة عند اصحابنا ¹ ۔	اگر کسی ذمی نے ذمی سے مکان بعوض شراب یا خنزیر خرید اور اس پر شفعہ کر نیوالا ذمی ہو یا مسلمان ہو اس کو ہمارے اصحاب کے نزدیک شفعہ کا حق ہے۔ (ت)
--	---

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

المسلم والكافر والكبير والصغير والذکر والانثی فی الشفعة لهم وعليهم سواء ² ۔	مسلمان، کافر، بڑا، چھوٹا، مرد اور عورت شفعہ ان کے حق میں ہو یا خلاف ہو سب برابر ہیں۔ (ت)
--	--

ہدایہ میں ہے:

اذا اشتري ذمی بخمر اوخنزیر ان كان شفیعها مسلماً اخذ بقیمة الخمر والخنزیر وبلاسلام یتأكد حقه لان یبطل ³ اھ ملتقطاً۔	جب شراب یا خنزیر کے عوض کسی ذمی نے مکان خرید اگر مسلمان شفعہ کا حقدار ہو تو شراب اور خنزیر کی قیمت کے عوض شفعہ حاصل کرے گا، اسلام اس کے حق کو مضبوط بناتا ہے نہ کہ باطل کرتا ہے اھ ملتقطاً (ت)
---	--

بالجملہ مدعا علیہ اپنے کسی خیال و مذہب کے باعث اس حق کو مدعی کے لئے باطل نہیں کر سکتا، اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ شرعی مطہر نے حق شفعہ شفع سے وضع ضرور کے لئے مشروع فرمایا ہے، مدعی کہ اپنا ضرر دفع کرنا چاہتا ہے، مدعا علیہ یہ جواب کیونکر دے سکتا ہے کہ میرے خیال و مذہب میں تو اپنے ضرر کے دفع کا استحقاق نہیں

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الخامس عشر نوری کتب خانہ پشاور ۱۹۴/۵

² فتاویٰ قاضی خان کتاب الشفعة مطبع نوکسور لکھنؤ ۸۶۰/۳

³ الہدایہ کتاب الشفعة باب الشفعة مطبع یوسفی نوکسور لکھنؤ ۳۹۷-۹۸/۳

رکھتا، ایسا جواب کب قابل التفات ہو سکتا ہے، ہدایہ میں ہے:

الاتصال علی هذه الصفة انما انتصب سبباً فيہ لرفع ضرر الجواب اذ هو مادة المضار علی ما عرف ^۱ -واللہ تعالیٰ اعلم۔	اس طریقہ کا اتصال پڑوس کے ضرر کو دفع کرنے کے لئے سبب ہے کیونکہ پڑوس محل ضرر ہے جیسا کہ معروف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	---

مسئلہ ۳۳: مسؤلہ محمد حیدر حسن خاں رامپوری ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان کا حصہ فروخت ہوا، شفع جو غلیط فی نفس المبیع ہے اس نے خبر سن کر فوراً طلب مواثبت کی، ادا کے وقت چند اشخاص شفع کے پاس موجود تھے، اور اس جگہ سے مکان بیعہ بھی نظر آتا ہے۔ شفع طلب مواثبت کر کے خود اشخاص مذکورہ کو ساتھ لے کر مکان بیعہ کے پاس آیا، سب آدمی مکان کے دروازے کے پاس کھڑے رہے اور شفع مکان کے اندر چلا گیا اور وہاں پردہ کرایا، اور پھر باہر آ کر سب آدمیوں کو مکان کے اندر لے گیا، تب شفع نے طلب اشہاد ادا کی، شفع اگر چاہتا تو جس جگہ اس نے طلب اول ادا کی تھی اور وہاں سے مکان بیعہ بھی نظر آتا تھا اس جگہ طلب ثانی بھی ادا کر سکتا تھا، یہ امر دریافت طلب ہے کہ شفع نے جو دو تاخیریں ادا کے طلب اشہاد میں کیں، یہ دونوں تاخیریں یا ان میں سے کوئی مبطل شفعہ ہے یا نہیں؟ بینوا اتوجروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں نہ شفعہ باطل ہو نہ طلب اشہاد میں تاخیر ہوئی، نہ یہاں طلب مکرر کی حاجت تھی، بلکہ وہی طلب مواثبت جو اس نے دار بیعہ کے منظر میں کی، جہاں وہ مکان کے سامنے اور حسب بیان زبانی سائل نے صرف پچاس قدم کے فاصلہ پر تھا، وہی دونوں طلبوں کا کام دے گئی، اصل یہ ہے کہ یہاں طلب خصوصیت سے پہلے دو طلبیں لازم کی ہیں، ایک بقر علم اگرچہ اس وقت وہاں اور کوئی نہ ہو، دوم احد المعقدين یا مبیع کے سامنے، اور اگر وقت علم احد البائعین حاضر یا مبیع پیش نظر ہے، تو یہی طلب اول و دوم دونوں ہو جائیں گی، پھر طلب اشہاد میں حاضرین سے یہ کہنا کچھ ضرور نہیں کہ تم گواہ ہو جاؤ بلکہ فی الواقع دونوں میں سے کسی طلب میں گواہوں کا موجود ہونا ہی شرط نہیں، وہ صرف ثبوت دینے کے لئے درکار ہوتے ہیں جبکہ مشتری انکار کرے تو گواہوں کے سامنے طلب مواثبت منظر بیعہ میں کرنا بدرجہ اولیٰ طلب اشہاد

^۱ الهدایة کتاب الشفعہ مطبعہ یوسفی نوکسور لکھنؤ ۱۴/ ۳۸۸

بھی ہے اگرچہ گواہوں سے نہ کہا ہو کہ گواہ رہو، اور یہیں سے ظاہر ہے کہ اس کے بعد شفیع کا شہود کو دروازہ پر پھر اندر لے جانا اور طلب کرنا سب فضول و زوائد حاجت تھا، جس کی تاخیر بلکہ عدم سے بھی شفعہ کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ در مختار میں ہے:

لو اشہد فی طلب الموائبة عند احد هؤلاء (ای البائعين والمبيح) كفاه وقام مقام الطالبين ¹ ۔	اگر شفعہ کی طلب پر ان میں سے کسی کے اس گواہ بنائے یعنی خرید و فروخت کرنے والوں اور بیچ کے پاس تو اس کو کافی ہے اور یہ عمل دونوں طلب کے قائم مقام ہوگا۔ (ت)
--	--

عالمگیری میں ہے:

انما يحتاج الى طلب الموائبة ثم الى طلب الاشهاد بعد اذا لم يمكنه الاشهاد عند طلب الموائبة بان سيع الشراء حال غيبة عن المشتري والبائع والدار، اما اذا سيع عند حضرة هؤلاء الثلث (ای احد هم كما لا يخفى) واشهد على ذلك فذلك يكفيه، ويقوم مقام الطالبين كذا في خزنة المفتين ² ۔	طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد کی ضرورت تب ہوگی جب طلب مواثبت پر وہ گواہ نہ بنا سکے، مثلاً یوں کہ شفیع نے خریداری کی خبر مشتری بائع اور بیچ مکان سے غائب ہونے پر سنی لیکن جب ان کی موجودگی میں سنی ہو اور اس وقت گواہ بھی اس طلب پر قائم کر لئے ہوں تو اسے کافی ہے اور یہ عمل دو طلب کے قائم مقام ہوگا خزانة المفتين۔ ² (ت)
---	---

قاضی خاں و عقود الدرر یہ وغیر ہا میں ہے:

انما سى الثانى طلب الاشهاد لالان الشهادة شرط بل لتكمنه اثبات الطلب عند جحود الخصم ³ ۔	چنانچہ دوسری طلب کا نام طلب اشہاد اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ اس میں گواہ بنانا شرط ہے تاکہ مخالف فریق کے انکار پر ثابت کر سکے (ت)
--	--

نتائج الافکار میں بدائع سے ہے:

¹ در مختار کتاب الشفعة باب طلب الشفعة مطبع مجتبائی، دہلی ۲/۱۲

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۵/۱۳

³ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الشفعة فصل فی الطلب نوکسور لکھنؤ ۱۳/۸۶۱

دوسری طلب میں گواہ بنانا شرط نہیں بلکہ اس لئے گواہ بنائے کہ مخالف کے انکار پر اپنے حق کو ثابت کر سکے جیسا کہ پہلی طلب میں شرط نہیں ہے۔ (ت)	اما الاشهاد على هذا الطلب فليس بشرط و انما هو لتوثقة على تقدير الانكر كما في الطلب الاول ¹ ۔
--	---

فتح الله المعين میں ہے:

طلب تقریر یعنی طلب ثانی میں گواہ بنانا شرط نہیں، جیسا کہ بدائع میں ہے۔ (ت)	الاشهاد على الطلب التقرير ليس بشرط كما في البدائع ² ۔
--	--

ہندیہ میں محیط سرخسی سے ہے:

طلب اشہاد یہ ہے کہ طلب مواثبت یعنی پہلی طلب پر گواہ بنائے تاکہ فوری طور پر طلب کا وجوب پختہ ہو جائے جبکہ صحت طلب کے لئے اس وقت گواہ بنانا شرط نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ مخالف فریق جب انکار کرے تو یہ اپنے حق شفعہ کو مضبوط بنا سکے واللہ تعالیٰ اعلم۔	اما طلب الاشهاد فهو ان يشهد على الطلب المواثبة حتى يتأكد الوجوب بالطلب على الفور، وليس الاشهاد شرط للصحة الطلب لكن ليتوثق حق الشفعة اذا انكر المشتري طلب الشفعة ³ واللہ تعالیٰ اعلم۔
--	---

مسئلہ ۳۸۴۳۳: از ریاست رامپور مسئولہ مفتی عبدالقادر خاں صاحب مفتی ریاست رام پور ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۸ھ مقدمہ فخر الدین خان بنام حیدر حسن خان و مسماة منور بیگم بنت محمد شفیق خاں میں مسل مع فتاویٰ مدخلہ بغرض ملاحظہ حاضر ہے، بعد ملاحظہ روئداد و اظهارات گواہان سوالات ذیل کا جواب عطا ہو:

(۱) آیا جس حالت میں کہ شفیق کو اطلاع بیع ایسی جگہ پہنچی کہ در مشفوعہ سے قریب ہو اور دار مشفوعہ پیش نظر ہو اس وقت شہود کے سامنے طلب واحد طلب مواثبت و طلب اشہاد و نون کی جگہ کافی ہو جائیگی یا دو طلب جداگانہ کی حاجت ہے؟

(۲) صورت مذکورہ میں اگر ایک بار طلب کر کے وہاں سے اٹھ کر دار کے پاس شہود کو لے جائے اور ہنوز طلب ثانی نہ کرے، بلکہ اندر جا کر پردہ کرا کر شہود کو اندر لیجا کر وہاں طلب دوم کرے تو یہ تاخیر موجب

¹ نتائج الافکار فی کشف الرموز و الاسرار تکملہ فتح القدير کتاب الشفعة باب طلب الشفعة مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۸/۳۰۸

² فتح المعین کتاب الشفعة باب طلب الشفعة بیچ ایم سعید کینی کراچی ۱۳/۳۳۰

³ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵/۱۷۲

بطلان شفعہ ہوگی یا نہیں؟

(۳) گواہوں کے سامنے اگر طلب بروجہ شرعی کر لی اور یہ نہ کہا کہ گواہ ہو جاؤ، تو طلب اشہاد میں کوئی خلل ہے یا نہیں؟
(۴) اگر طلب اول بروجہ کافی ایسے طور پر نہ کی کہ طلب اشہاد کے بھی قائم مقام ہوتی، اور پھر کاروائی مذکورہ سوال دوم عمل میں لایا۔ تو یہ دلیل اعراض و مسقط شفعہ ہے یا اس قیاس پر کہ مصر واحد میں اقرب کو چھوڑ کر بعد کے پاس جانے سے حرج نہیں ہوتا شفعہ باطل نہ ہوگا؟

(۵) طلب اول کے جو الفاظ مدعی و شاہدان نے بیان کئے ہیں آیا وہ کافی و وافی ہیں جن سے وہی طلب قائم مقام طلبین ہو جائیگی یا نہیں؟ بالآخر حکم اخیر مطلوب ہے کہ اس روئے داد مسلم کی رو سے شفعہ ثابت ہے یا ساقط؟ بیذوات و جروا۔

الجواب:

کاغذات ملاحظہ ہوئے، پہلے تین سوالوں کا وہی جواب ہے جو قبل ملاحظہ مسل لکھا گیا تھا، شرع مطہر نے دو باتیں لازم فرمائیں، ایک طلب بفور علم، دوم اس طلب کا بتعین مطلوب بائع یا مشتری یا مشفوع کے سامنے ہونا طلب دوم کی اتنی ہی حقیقت ہے خاص اس لفظ کی کہ گواہ ہو جاؤ، کچھ حاجت نہیں، نہ یہ کہنا داخل حقیقت اشہاد ہے۔ اشہاد اعطاءے ماخذ ہے یعنی دوسرے کے لئے اپنے تصرف پر تحصیل شہادت، اور بدیہی ہے کہ حصول شہادت کے لئے شاہد کے سامنے صرف وقوع درکار ہے۔ نہ کہ متصرف اسے اشہاد باللسان بھی کرے، یہاں تک کہ اگر متصرف بعد تصرف شاہد کو شہادت سے منع بھی کر دے، اصلاً موثر نہیں، فتح القدر میں ہے:

الاتفاق علی ان من سمع اقرار رجل له ان يشهد عليه بما سمع منه، وان لم يشهد بل ولو منعه منه الشهادة بما سمع منه ¹ ۔	اس پر اتفاق ہے کہ جس نے کسی شخص کا اقرار سنا تو اس کو یہ حق ہے کہ اس کی سنی بات پر گواہی دے اگرچہ اقرار کرنے والا اس کو گواہ نہ بنائے بلکہ وہ گواہی سے منع کرے تو بھی گواہی دے سکتا ہے۔ (ت)
---	---

اور جب حصول شہادت بے اس قول کیے گواہ ہو جاؤ ثابت ہے، تو جو تصرف متصرف بمشدد شہود اس لئے کرے کہ وہ شاہد ہو جائیں، قطعاً وہ شاہد ہو جائیں گے، اور قطعاً ان کے لئے اس وصف شہادت کا حصول اس نے

¹ فتح القدر کتاب الشهادات باب الشهادة على الشهادة مكتبة نورية رضوية ستمبر ۱۶/ ۵۲

چاہا اور اسی کے فعل مذکورہ سے یہ وصف ان کو حاصل ہوا، تو بلاشبہ اس نے دونوں کے لئے تحصیل شہادت کی، اور اسی قدر حقیقت اشہاد ہے، قال اللہ تعالیٰ "وَأَشْهَدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ" ^۱ خرید و فروخت کرتے وقت اشہاد کرلو، وقال اللہ تعالیٰ "وَأَشْهَدُوا ذُوَيْ عَدْلِ مِنْكُمْ" ^۲ جب طلاق دو یا رجعت کرو اپنے میں سے دو ثقہ کو گواہ کرلو۔ عالم میں کوئی اس کا قائل نہیں کہ عقود و فسوخ میں گواہ کرتے وقت متصرف کا زبان سے یہ کہنا ضرور ہے کہ گواہ ہو جاؤ، بلکہ طلب دوم خواہ اول کسی میں نفس وجود شہود ہی ضرور نہیں، کما نصوا علیہ فی البدائع والخانیة والمحیط و اشار الیہ فی الہدایة وغیرہا (جیسا کہ اس پر بدائع، خانیہ اور محیط کی نصوص ہیں اور ہدایہ وغیرہ میں اس کی طرف اشارہ ہے۔) بلکہ مقصود شرع وہی دو باتیں ہیں ایک طلب فوری، ^۲ دوسری محضر، اور الثلثیۃ میں طلب بتیین، اکثر یہ ہوتا ہے کہ شفیع کو خبر بیع وہاں پہنچی ہے کہ عائدین و بیع سے کچھ حاضر نہیں، ناچار دو طلبوں کی حاجت ہوئی کہ محضر کا انتظار کرے تو فوری جاتا ہے۔ اور فقط پر قانع ہو تو محضر نہیں، اور جب خیر عین محضر میں پہنچی تو تعداد طلب کی اصلاح حاجت نہیں، طلب واحد ہی دونوں کا کام دے گا۔

اجتماع الفور والمحضر معاً والمسئلة دوارقة فی الکتب وقد ذکرنا بعض نصوصها، ولا تنس ما قدمنا من معنی الاشهاد ومن حقیقة طلب الاشهاد کیلا تزل من ظاہر کثیر من العبارات۔	فوریۃ اور حاضری دونوں کے اجتماع کی وجہ سے، جبکہ یہ مسئلہ کتب میں عام دائر ہے اور ہم نے بعض کتب کی نصوص ذکر کر دی ہیں اور ہمارا بیان معنی اشہاد اور طلب کی حقیقت کو نہ بھولنا تاکہ تو بہت سی کتب کی ظاہر عبارات سے نہ پھسلے (ت)
--	--

جواب سوال چہارم: صورت مستفسرہ میں ضرور شفعہ باطل ہو جائے گا، اور قریب کہ چھوڑ کر بعید کی طرف جانے سے استناد محض باطل و خراط القناد، مصر واحد میں اس کا جواز اس صورت میں ہے کہ بعید تک جانے میں قریب پر گزرنہ ہو، اور اگر راہ میں قریب پر گزر اور اسے چھوڑ کر بعید کی طرف گیا، قطعاً شفعہ باطل ہو جائے گا۔ اور یہ ضرور دلیل اعراض ہے۔ محیط، سرخسی، بزازیہ، خانیہ، ہندیہ وغیرہ عامہ کتب میں ہے:

لو کان الكل فی مکان حقیقة و طلب من	اگر یہ تمام امور بر محل پائے جائیں اور بعید جگہ والے کو
------------------------------------	---

^۱ القرآن الکریم ۲/۲۸۲

^۲ القرآن الکریم ۲/۶۵

<p>طلب کرے اور قریب والے کو چھوڑ دے، تو جائز ہے تو یہ بھی ایسے ہے ہاں اگر قرب پر پہنچ کر البعد کی طرف جائے تو اس وقت شفعہ باطل ہو جائے گا۔ (ت)</p>	<p>ابعدھا وترك الاقرب جاز، فكذا هذا الا ان يصل الى الاقرب ويذهب الى الابدع فحينئذ تبطل¹۔</p>
--	---

اور یہاں یہی ہوا، بیرون در بھی اشہاد کر سکتا تھا، اور اسے چھوڑ کر اندر گیا، اور پردہ کرایا، اور شہود کو لے گیا، اس وقت طلب کی، تو یہ اقرب پر گزر کر البعد کی طرف جانا ہوا، اور یہ ضرور مبطل شفعہ ہے۔

جواب سوال پنجم: بیان مدعی و گواہان مدعی کے ملاحظہ سے جو کچھ نظر فقہی میں واضح ہوتا ہے۔ ان الفاظ کا ناکافی ہونا ہے۔ حاضر کی تعیین اشارہ سے ہوتی ہے اور غائب کی تسمیہ سے کہ دار میں ذکر حدود ہے۔ کتب علماء انھیں احد الوجہین سے مالا مال ہیں، اور تصریح ہے کہ جہول کی طلب صحیح نہیں۔ خلاصہ وجہ امام کروری میں ہے:

<p>شفعة کا استحقاق طلب سے ہوتا ہے اور طلب دو قسم ہے ایک طلب موثبت جس کا ذکر انھوں نے کر دیا ہے اور دوسری قسم طلب اشہاد ہے، وہ یہ کہ میں شفعہ طلب کر رہا ہوں، یا کوئی اور عبارت جس سے جس مکان کی طلب سمجھی جائے، کہہ کر گواہ بنائے اور مکان کے حدود بھی ذکر کرے۔ (ت)</p>	<p>يستحق بطلب وهو نوعان موثبة وقد ذكره اشهاد هو ان يشهد قائلًا اطلبها او عبارة يفهم منها طلب الدار ويذكر الحدود²۔</p>
---	--

محیط سرخسی و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

<p>مشری یا بائع یا بیع کے پاس یوں کہے فلاں نے یہ مکان خریدا اور اس کی حدود اربعہ کو ذکر کرے تو طلب درست ہوگی الخ (ت)</p>	<p>انما يصلح طلب الاشهاد بحضرة المشتري او البائع والمبيع فيقول عند حضرة واحد منهم. ان فلانا اشتري هذه الدار ودار ابي ذكر حدودها الاربعة³ الخ۔</p>
--	--

فتاویٰ ذخیرہ و نتائج الافکار میں ہے:

<p>اس طلب اشہاد کی صورت یہ ہے کہ شفعہ اس مکان</p>	<p>صورة هذا الطلب ای يحضر الشفيع عند</p>
---	--

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱۷۲/۵

² فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ کتاب الشفعة باب طلب الشفعة نورانی کتب خانہ پشاور ۱۶۳/۱۶

³ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱۷۲/۵

<p>کے پاس حاضر ہو کر کہے کہ تحقیق فلاں نے یہ مکان خریدا ہے یا مشتری کے پاس حاضر ہو کر کہے کہ اس نے فلاں حدود اربعہ والا مکان خریدا ہے یا بائع کے پاس حاضر ہو کر کہے اس نے فلاں حدود ولا مکان فروخت کیا ہے۔ الخ (ت)</p>	<p>الدار ویقول ان فلانا اشتري هذا الدار اويحضر المشتري ویقول هذا مشتري من فلان دار التری حدودها كذا الخ اوبائع ویقول هذا باع من فلان دار التی حدودها كذا الخ¹</p>
--	--

فتاویٰ قاضیوں میں ہے:

<p>طلب اشہاد کی صورت یہ ہے کہ شفیع جب مشتری کے پاس آئے تو کہے میں تجھ سے اس مکان کا شفیع طلب کرتا ہوں جو تو نے فلاں شخص سے خریدا ہے۔ اور جس کی حدود میں سے ایک یہ ہے دوسری یہ اور تیسری یہ، اور چوتھی یہ ہے (اس کے قول) اور ضروری ہے کہ وہ بیان کرے کہ میں شرکت کی بناء پر شفیع ہوں یا پڑوس کی بناء پر شفیع ہوں یا حقوق میں شرکت کی بناء پر شفیع ہوں، اور حدود کو بیان کرے تاکہ مکان متعین ہو جائے۔ (ت)</p>	<p>صورة طلب الاشهاد ان یقول الشفیخ للمشتري حين لقيه اطلب منك الشفعة في دار اشتريتها من فلان التی احد حدودها كذا والثانی كذا الثالث كذا والرابع كذا (الی قوله) ولا بد ان یبین انه شفیع بالشركة او بالجوار، اوفی الحقوق، ویبین الحدود لتصیر الدار معلومة²</p>
---	--

ہدایہ میں ہے:

<p>اس طلب اشہاد کی صورت یہ ہے کہ فلاں نے یہ مکان خریدا ہے الخ (ت)</p>	<p>صورة هذا الطلب، ان یقول ان فلانا اشتري هذا الدار الخ³</p>
---	---

یہ محضر دار میں ہے، پھر فرمایا:

<p>اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ بیع کا نام اور اس کی حدود کا ذکر شرط قرار دیا گیا ہے کیونکہ مطالبہ صرف معلوم چیز میں</p>	<p>وعن ابی یوسف یشترط تسبیة المبیع وتجديده، لان المطالبة لاتصح الا</p>
---	--

¹ نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار تکملہ فتح القدير کتاب الشفعة والخصومة فیہا مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۸/۳۱۱

² فتاویٰ قاضی خاں کتاب الشفعة فصل فی الطلب نوکسور لکھنؤ ۱۳/۸۶۲

³ الهدایة کتاب الشفعة باب طلب الشفعة مطبعہ یوسفی لکھنؤ ۱۴/۳۹۱

فی معلوم ^۱ -	صحیح ہوتا ہے۔ (ت)
یہ غیبت دار و محض احد العاقدین میں ہے۔ غایۃ البیان علامہ اتقائی میں مختصر امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہے:	
یسسی الدار والارض والموضع ویحدو حتی یستوثق لنفسہ ^۲	دار، زمین اور موضع کا نام لے کر ذکر کرے اور اس کی حدود کو بیان کرے تاکہ اپنے لئے معاملہ کو پختہ کر لے۔ (ت)

اسی میں ہے:

قال القدوری فی شرح وانما شرط ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ تسمیۃ المبیع والتحدید. لان المطالبة لا تصح الا فی معلوم. فاذا اشهد علی الطلب ولم یبین المطلوب لم یکن للمطالبة اختصاص بمبیع دون مبیع. ولا یتعلق بہا حکم ^۳	قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیع کا نام اور اس کی حدود کو ذکر کرنا شرط قرار دیا ہے کیونکہ مطالبہ معلوم چیز میں ہی صحیح ہوتا ہے تو جب اس نے طلب اشہاد کیا اور مطلوب کو نہ بیان کیا تو پھر مطالبہ کا اختصاص کسی ایک بیع سے نہ ہو سکے گا اور نہ ہی حکم کا تعلق اس سے ہوگا (ت)
--	--

یہاں جبکہ دار مشفوعہ سامنے حاضر تھی، اشارہ ضرور تھا، اس کا ذکر مسل بھر میں کہیں نہیں، لہذا حکم وہی چاہئے جو امام قدوری نے فرمایا: لا یتعلق بہا حکم (نہ ہی حکم کا تعلق اس سے ہوگا۔) ایسی مہمل طلب پر کوئی حکم نہیں ہو سکتا، دوسرا فتویٰ مدخلہ مدعی ملاحظہ ہو، وہ صحیح نہیں اور اس پر کلام اسی فتویٰ فقیر سے واضح، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۹: از ریاست رامپور محلہ مسئلہ جناب غلام حبیب خاں صاحب عرف بدھن میاں صاحب ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ زید و بکر ایک باغ میں نصف نصف کے شریک تھے، زید نے اپنا
حصہ نصفی بدست خالد بیع کیا، بکر بخت شفعہ دعویٰ دار ہوا اور

^۱ الهدایۃ کتاب الشفعۃ باب طلب الشفعۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۴۲/۳۹۲

^۲ غایۃ البیان

^۳ غایۃ البیان

بکرنے کو اہان طلب موثبت و اشہاد و رور وئے عدالت پیش کیں، گو اہان بکر کا بیان ہے کہ جس وقت مخبر نے حال بیع کا ظاہر کیا تو بکر گھبرا کر کھڑا ہو گیا، اور فوراً اس نے یہ کہا کہ جس قیمت واقعی کو نصف باغی بیع ہوا ہے اسی قیمت کو میں نے بحق شفعہ خود لیا، پس یہ امر یعنی بیٹھے سے کھڑے ہو کر طلب موثبت کرنا داخل تاخیر ہے یا نہیں، دوم یہ کہ بعد طلب موثبت بکر کا چھڑی لینے گھر میں جانا اور گھر میں سے فوراً واپس آ کر مشتری کے مکان پر جانا اور وہاں طلب اشہاد بجالانا تاخیر میں داخل ہے یا نہیں؟

بینواتوجروا

الجواب:

جہاں طلب اشہاد کو جانا تھا اس کے بعد اور شفعہ کی حالت پر نظر کی جا جائے، اگر یہ اتنی دور بے عصا کے نہ جاسکتا تھا تو چھڑی لینے کے لئے گھر میں جانا اور اس کے ملنے پر فوراً آ کر روانا ہونا تاخیر نہیں، اگرچہ اس کی تلاش میں دس بیس منٹ ہونگے ہوں کہ امور ضرورت شرعاً مستثنیٰ ہیں، اور اگر تلاش دیر کے بعد کی یا مل جانے کے بعد بلا ضرورت دیر لگائی یا سرے سے عصا کی حاجت ہی نہ تھی، صرف حسب عادت ہاتھ لینے کے لئے یہ دیر کی تو یہ ضرورت تاخیر ہے اور داخل عذر نہیں، یہ طلب اشہاد میں تھا، رہا طلب موثبت سے پہلے اس کا کھڑا ہونا اور بعد قیام الفاظ ملک ادا کرنا، وہ مطلقاً مسقط شفعہ و قاطع فور ہے۔ بلکہ فور درکنار قیام سے مجلس بھی بدل گئی، تو روایت ضعیفہ پر بھی شفعہ کی گنجائش نہ رہی، ہندیہ میں ہے:

طلب اشہاد کسی ایک کے پاس گواہ بنانے کی قدرت پر موقوف ہے تو جب کسی ایک کے پاس اس کو گواہ بنانے کی قدرت ہوئی اور اس نے طلب نہ کی تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا تاکہ مشتری کے ضرر کو ختم کیا جائے، محیط سرخسی میں ایسے ہی ہے۔ (ت)	طلب الاشهاد مقدر بالتمکن من الاشهاد فمتی تمکن من الاشهاد عند حضرة واحد من هذه الاشياء ولم يطلب الاشهاد بطلت شفعته نفياً للضرر عن المشتري، كذا في محیط السرخسی ¹ ۔
--	--

اسی میں ہے:

جب شفعہ کو خریداری کا علم رات کو ہو اور جا کر اشہاد کی طلب پر قادر نہ ہو الخ حاوی فی الفتاویٰ میں یوں ہے۔ (ت)	الشفيع اذا علم في الليل ولم يقدر على الخروج و الاشهاد الى كذا في الحاوی فی الفتاویٰ ² ۔
---	--

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الثالث نوری کتب خانہ پشاور ۱۵/۲۷

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الثالث نوری کتب خانہ پشاور ۱۵/۳۳

فتاویٰ امام اجل قاضی خاں میں ہے:

طلب مواثبت کا وقت شفیق کو بیع کے علم کے فوراً بعد ہے اور ہشام نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ علم کے فوراً بعد طلب کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ اہ مختصر گوا اللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	طلب البواثبة فوقته فور علم الشفیق بالبیع وروی ہشام عن محمد۔ الی۔ یشترط الطلب فور العلم اہ ^۱ مختصر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
--	--

مسئلہ ۴۰: از موضع شوپری تحصیل آنولہ ضلع بریلی مسؤلہ واحد علی خاں ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

ایک بڑے قطعہ اراضی میں جو صرف ایک زمیندار کی ملکیت ہے، اور بہت سے اشخاص بطور رعایا اس اراضی میں اپنے اپنے صرف لاگت سے مکان تیار کر کے رہتے ہیں، جب تک وہ آباد رہتے ہیں، ان سے زمیندار کچھ مزاحمت نہیں کرتا، اور بروقت بھاگ جانے یا اٹھ جانے کے اس ملبہ وغیرہ کا زمیندار مالک ہو جاتا ہے، یا بروقت فروخت کڑی، تختہ، اینٹ وغیرہ زمیندار اس قیمت سے چہارم لیتا ہے لیکن کسی باشندہ کو زمین فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہے، ایسی حالت میں جب ایک باشندہ اپنا ملبہ وغیرہ کسی دوسرے باشندے کے ہاتھ فروخت کرے، تو تیسرا شخص جو بیع کے ملحق رہتا ہے دعویٰ شفعہ کرتا ہے، تو یہ دعویٰ اس کا صحیح ہے یا باطل، اور اگر مالک زمین زمیندار مذکورہ دعویٰ اپنے حق شفعہ کرے تو وہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

جبکہ وہ زمین کا مالک نہیں، اور تنہا عملہ بیچتا ہے۔ تو اس میں ہر گز حق شفعہ نہ جار کو ہے نہ مالک زمین زمیندار کو، درمختار میں ہے:

لا تثبت فی بناء ونخل بیعاً قصداً ولو مع حق القرار ^۲ عمارت اور درخت کی قصد بیع میں شفعہ ثابت نہ ہوگا خواہ بالاختصار، واللہ تعالیٰ اعلم۔	برقرار رکھنے کی شرط بھی رکھی ہو بالاختصار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	---

مسئلہ ۴۱: از شہر بریلی فراشی محلہ مسؤلہ مقصود علی خاں ۶ محرم ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بصر ۷ سال ہے، وہ شرائط شفعہ طلب کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کو اختیار طلب شفعہ کا شرعاً حاصل ہے یا نہیں؟ بینو تو جروا

^۱ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الشفعة فصل فی الطلب مطبع نوکسٹور لکھنؤ ۱۳۰۷ھ

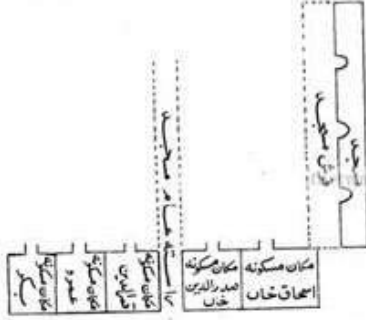
^۲ درمختار کتاب الشفعة باب ما تثبت فیہ اولاً مطبع مجتہائی دہلی ۱۲/۲۱۳

الجواب:

شفعہ طلب کر سکتا ہے اور اگر اس انتظار میں کہ مجھے طلب کا اختیار ہے یا نہیں طلب نہ کیا تو اب نہیں کر سکتا لفوات المواثبة (مواثبت کے فوت ہونے کی وجہ سے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۲: زاز موضع ریونڈ، ڈاک خانہ موئذہ ضلع مراد آباد مسئلہ محمد اسماعیل خاں کارندہ ۱۴ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرو نے اپنا مکان زید کے ہاتھ فروخت کیا، زید اس مکان میں خریدار کا نہ تو شفعہ کر رکھتا تھا اور نہ اس مکان پر قابض ہے اور نہ اس کے پاس کرایہ پر ہے۔ بخلاف زید کے بکر کا مکان عمرو کے اس مکان فروخت شدہ کے درمیان دیوار کے نیچے واقع ہے۔ ایک درمیانی دیوار عمرو کے مکان اور بکر کے مکان کو قطع کرتی ہے۔ بکر اس کا شفعہ ہے اور کچھ ماہ پیشتر سے یہ مکان بکر نے کرایہ پر لے کر قبضہ کر رکھا ہے۔ اور اس نے جامع مسجد کے پیش امام صاحب اور اکثر مسلمانوں کے روبرو اس زید والے مکان کے خرید لینے کا اعلان کیا ہے۔ زید والے مکان میں کئی حصہ دار ہیں،



منجملہ ان حصہ داروں کے کہ جو آپس میں بھائی بہن کا رشتہ رکھتے ہیں ایک حصہ دار کا معاہدہ ہو چکا ہے کہ مکان بکر کو دیا جائے گا اور اطمینان کے لئے پیشتر بذریعہ کرایہ نامہ قبضہ کرایا گیا ہے، زید نے یہ مکان جامع مسجد کے لئے چندہ فراہم کر کے خرید کیا ہے۔ جامع مسجد اس مکان سے چار مکان درمیان میں دے کر واقع ہے، مسجد نہ تو بکر کے مقابلہ میں شفعہ رکھتی ہے، نہ مسجد کے کسی طرف کا یہ مکان ہے۔ سنا جاتا ہے کہ ایک صاحب نے کہ اپنا مکان جامع مسجد کی بلا قیمت دیتے ہیں، یہ شرط کی ہے کہ اگر وہ مکان جو بکر کے پاس بطور کرایہ کے ہے، اور جس میں وہ شفعہ ہے بطور قیمت مسجد کے نام خرید لیا جائے گا تو میں بھی بلا قیمت مکان دے دوں گا۔ غالباً بکر کی ایذا رسانی اور تکلیف مد نظر رکھتے ہوئے یہ شرط لگائی گئی ہے، بکر کو اول تو مکان دیا بھی نہیں جاتا اور اگر بکر اہت دینا گوارا کیا جاتا ہے تو قیمت بے حد اضافہ کر کے دینا بیان کیا جاتا ہے۔ بکر اضافہ قیمت کو بالکل گوارا نہیں کرتا اور وہ ہر گز اس بات پر رضامند نہیں ہے کہ کچھ بھی اضافہ دے،

ایسی صورت میں کیا مسجد کو ایسی خریداری جائز ہے، اور زید کا اصلی قیمت سے اضافہ لینا کس حد تک داخل حسنت ہوگا۔ اور زید کو ایسا کرنے میں کچھ ثواب مل سکتا ہے جبکہ مکان کے شفع کا حق باطل کیا جا کر مکان خرید جائے، اور پھر مسجد کی منفعت کے لئے قیمت اصلی سے زائد بڑھا کر دینا گوارا کیا جائے، باہم مسلمانوں میں اس بارے میں اتفاق نہیں، اکثر اس مکان کی خریداری کے خلاف ہیں کیونکہ مسجد ایک سوکھی روپیہ کی مقروض ہے وہ ادا ہونا چاہئے، پھر شامیانہ ادھر میں پڑے ہیں جس کے نہ ہونے سے نمازیوں کو تکلیف ہے، ایک مکان عین مسجد کے فرش پر واقع ہے۔ اس کو خرید نہیں کیا جاتا ہے۔ اس عمر و والے مکان سے پہلے کچھ دن ایک مکان اور مسجد کے سامنے کافر وخت ہو گیا وہ نہیں خرید کیا گیا مسجد کے بعض ممبران کی رائے اس مکان کی خریداری کی نہیں، مسجد کے پیش امام کو معلوم تھا کہ یہ مکان بکرنے خریداری کی نیت سے کرایہ پر لیا ہے۔ اور بکر کو تنگی مکان کی سخت تکلیف ہے۔ جواب براہ کرم پشت عریضہ ہذا پر مہر وغیرہ سے مرتب فرما کر مرحمت فرمایا جائے، جواب کے لئے پتہ یہ ہوگا: بمقام موضع ریونڈ ڈاکخانہ موئندہ، ضلع مراد آباد، ڈیرہ زمیندار میں پہنچ کر محمد اسماعیل خاں کارندہ کو ملے۔

الجواب:

قبل بیع شفع کا کوئی حق نہیں، نہ پہلے سے اس کے پاس کرایہ پر ہونا۔ یا اس کا اعلان کرنا کہ میں اس مکان کو خریدوں گا۔ یا پیشتر کسی حصہ دار سے معاہدہ ہو جانا، اسے کوئی ترجیح دے سکتا ہے، بعد بیع خبر پاتے ہی اگر طلب مواثبت و طلب اشہاد بجالائے تو اس وقت ان کا حق ثابت ہوتا ہے۔ اور اس حالت میں اسے اضافہ کی کیا ضرورت، جتنے کو بیع ہوا اتنے ہی میں لے گا، یہاں سوال میں یہ ہے کہ بکر سے اضافہ مانگتے ہیں اور وہ اضافہ پر راضی نہیں، یہ اگر یوں ہے کہ وہ طلب مذکور بجانہ لایا، یا اس کے بعد خریدنا چاہا، اور اضافہ پر راضی نہ ہوا تو اس کا کوئی حق نہ رہا، اور اسے نہ دینا اصلاً حکم نہیں۔ اور دوسرے کا شفع نہ ہونا اسے کچھ فائدہ نہ دے گا جبکہ خود اس کا شفعہ نہ رہا، باقی جو باتیں سوال میں لکھی ہیں کہ دوسرے نے اس مکان کی خریداری پر اپنا مکان مفت دینے کو کہا، یا مسجد پر قرض ہے، یا شامیانہ ادھوری ہیں یا قریب کا مکان پہلے بکا، نہ خرید، اب موجود ہے، اسے نہیں لیا جاتا، بعض ممبروں کی رائے اس کی خریداری کی نہ تھی، امام کو بکر کا ارادہ معلوم تھا، بکر کو مکان کی تکلیف ہے، سب بے علاقہ باتیں ہیں، چندہ چندہ دہندوں کی ملک رہتا ہے۔ اگر انھوں نے سپرد متولی مسجد نہ کر دیا تھا اس سے پہلے مکان مول لے کر نذر مسجد کیا، جب تو یہ سوال ہی متعلق نہیں کہ اصل قیمت سے زیادہ لینے میں کوئی گناہ ہوا، خریدار کو اختیار ہے جتنے پر چاہے رضادے۔

قال الله تعالى "إِلَّا أَنْ تَكُونُوا تَجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ" ^۱	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضا مندی کا ہو۔ (ت)
---	---

اور اگر سپرد متولی مسجد کر دیا، متولی نے اصل قیمت سے زائد کو خریدا، تو اگر زیادت فاحش ہے اور اس میں کوئی مصلحت نہیں راجعہ مسجد کی نہیں، تو بیشک وہ گنہ گار ہو اور تاوان مسجد کو دے گا۔ یا بیع فسخ کی جائے گی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۳: از ضلع شاہجہان پور ڈاکخانہ جگرام پور گورہ رائے پور مسئولہ علی حسن خاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زمین بیچنے کا ارادہ کیا تو عمر کو اکلا بھیجا، عمر نے کل تین ہزار روپیہ اس زمین کا لگایا، زیادہ سے انکار کیا اس پر بکر کے ہاتھ زید نے اپنی زمین مذکورہ فروخت کر دی پانچ ہزار پر، اب عمر و بذریعہ حق شفعہ اس زمین کو لینا چاہتا ہے، دونوں کا یعنی عمر و بکر کا زید کی زمین سے دہرا ملا ہے، اور عمر نے بیچ زمین مذکور کے وقت سے بہت روز کے بعد اپنی ناخوشی ظاہر کی، ایسی صورت میں عمر کو حق شفعہ اس زمین میں بیع کا حاصل ہے۔ اور بیع اول باطل ہو جائے گی یا اس کے برعکس؟ بینوا تو جروا

الجواب:

بیع سے پہلے عمر و کا خریداری سے انکار کر دینا اس کے حق شفعہ کو ساقط نہیں کرتا، اگر بکر کے ہاتھ بیع کی خبر سنتے ہی عمر و طالب شفعہ ہوا اور اپنی طلب پر گواہ حسب قاعدہ کرے تو اسے دعوای شفعہ پہنچتا ہے۔ اور اگر دیر کے بعد ناراضی ظاہر کی اور طالب شفعہ ہوا تو اس کا حق ساقط ہو گیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب القسمة

(تقسیم کا بیان)

مسئلہ ۴۴: از پہلی بھیت یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسیٰ اکبر نے انتقال کیا، چار پسر دوست محمد، حفیظ اللہ، کریم اللہ، رحمت اللہ، دو دختر جواں، موتی وارث ہوئے، کریم اللہ نے وفات پائی، اس کا بیٹا ننھو ہے۔ رحمت اللہ فوت ہوا، اس کی بیٹیاں ابجوبہ و محمدی ہیں، دوست محمد، حفیظ اللہ، ننھو نے جائداد متروکہ مشترکہ کی تقسیم کے لئے زید کو بیچ مقرر کیا مگر جواں موتی ابجوبہ، محمدی اس پنچایت میں اصلاً شامل نہ تھیں، بیچ نے تمام جائداد متروکہ جس میں ان سب کے حصص شرعیہ تھے، صرف انھیں تین وارثوں پر جنھوں نے اسے بیچ کیا تھا تقسیم کر دی، اور پنچایت نامہ میں لکھ دیا کہ "حصہ شرعی دختران اکبر اور دختران رحمت اللہ کے ہر سہ فریق بقدر رسدی ذمہ دار و دیندار رہیں گے، وہ چاروں عورتیں اس تقسیم پر راضی نہیں، اس صورت میں یہ پنچایت صحیح و نافذ ہے یا نہیں؟ اور بیچ نے جو تقسیم کی وہ بحال رہے گی یا توڑ دی جائے گی؟ بینواتو جروا

الجواب:

یہ پنچایت محض مہمل اور تقسیم بیہودہ و مختل ہے۔ بیچ کو باقی وارثوں کے حصص میں تصرف کا کس نے اختیار دیا تھا، حکم بیچ کا صرف انھیں تک ہوتا ہے جو اسے بیچ کریں، باقی کسی پر کچھ ولایت نہیں رکھتا، ہدایہ میں ہے:

حکمہ لایلز مہ لعدم التحکیم منه ^۱	اس کا حکم لازم نہ ہوگا کیونکہ اس کی طرف سے تحکیم نہیں ہے۔ (ت)
---	---

^۱ الهدایة کتاب ادب القاضی کتاب التحکیم مطبع پوسنی لکھنؤ ۱۳۳

تقسیم کے معنی یہ ہیں کہ حصے جدا جدا ہو جائیں، یہاں جدائی نہ ہوئی کہ چاروں عورتوں کے حصے سب میں مختلط ہیں، تو یہ تقسیم شرعاً نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

بأستحقاق بعض شائع ظهر شريك ثالث لهما و القسمة بدون رضا باطلۃ ¹	چیز کے کچھ شائع میں استحقاق پائے جانے سے ایک تیسرا شریک بھی پہلے دونوں کے ساتھ ظاہر ہوا جبکہ شریک کی رضا کے بغیر تقسیم باطل ہے۔ (ت)
---	---

اسی میں ہے:

بأستحقاق جزء شائع ينعدم معنى القسمة وهو الافراز ²	شائع چیز میں استحقاق کی وجہ سے تقسیم کا معنی وقت ہو جاتا ہے اور تقسیم یہ جدا کرنا ہوتا ہے۔ (ت)
--	--

علماء فرماتے ہیں، اگر چند ورثہ قاضی کے یہاں رجوع لائیں کہ مورث نے انتقال کیا اور یہ ترکہ چھوڑا، ہم میں تقسیم ہو جائے، اور گواہی دیں کہ ہمارے سوا کوئی وارث نہیں، قاضی تقسیم کر دے، پھر وارث ظاہر ہو جو کل مترکہ میں سے کسی حصہ شائعہ مثل سدس یا ثمن وغیرہ کا مستحق ہو، تو بالا جماع وہ تقسیم توڑ دی جائیگی، ہدایہ میں ہے:

لو استحق نصيب شائع في الكل تفسح بالاتفاق ³	اگر کل میں سے کسی شائع حصہ کا کوئی مستحق ظاہر ہو تو بالاتفاق تقسیم فسخ ہو جائے گی۔ (ت)
---	--

اسی میں ہے:

لانه لو بقت القسمة التضرر الثالث بتفرق نصيبه في النصيبين ⁴	کیونکہ اگر تقسیم کو باقی رکھا جائے تو تیسرے کو نقصان ہوگا بوجہ اس کے اس کا حصہ باقی دو حصوں میں متفرق ہو گیا۔ (ت)
---	---

جبکہ قاضی کی تقسیم جس کی ولایت عموم رکھتی ہے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ اس نے دانستہ کسی وارث کو ضرر نہ پہنچایا تھا، بعد ظہور وارث دیگر کے یقیناً فسخ کی جاتی ہے تو بیخ کی تقسیم جس کی ولایت فقط اس کے بیخ کرنے والوں پر ہے اور وہ بھی یوں کہ اس نے دیدہ دانستہ اور وارثوں کے ہوتے ہوئے ترکہ صرف تین پر بانٹ دیا، اور باقیوں کو حصہ رسدہر ایک کے حصہ میں ٹکڑا ٹکڑا لینے کا مستحق ٹھہرایا، کیونکہ قابل تقسیم ہو سکتی ہے پس صورت مستفسرہ میں واجب ہے کہ وہ پچایت رد کی جائے اور وہ ناروا تقسیم توڑ دی جائے، اور از سر نوسب وارثوں پر تقسیم شرعی عمل میں آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ الهدایہ کتاب القسمة باب دعوی الغلط فی القسمة مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۴/۱۹

² الهدایہ کتاب القسمة باب دعوی الغلط فی القسمة مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۴/۱۹

³ الهدایہ کتاب القسمة باب دعوی الغلط فی القسمة مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۴/۱۸

⁴ الهدایہ کتاب القسمة باب دعوی الغلط فی القسمة مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۴/۱۹

مسئلہ ۴۵: از ریاست رامپور محلہ کنڈہ مسئولہ جناب محمد سعادت علی خان صاحب ۲۶ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص چند گھروں کے جو ایک شہر میں ہیں بلا شتراک مالک ہیں، ایک حصہ داران گھروں میں سے اپنے حصہ کی تقسیم چاہتا ہے۔ اور وہ اپنے حصہ سے بعد علیحدہ ہونے کے بھی نفع اٹھا سکتا ہے، اور وہ چاہتا ہے کہ ہر گھر میں سے مجھ کو علیحدہ حصہ ملے، ایسی حالت میں از روئے شرع شریف سب گھروں کی یکجائی تقسیم کی جائے گی یا ہر گھر کی جداگانہ تقسیم ہوگی؟ بینوا تو جو را

الجواب:

اگر ہر مکان میں اس کا حصہ قابل انتفاع ہے تو ہر مکان سے جدا جدا اسے حصہ دیا جائے گا، ہر گھر میں علیحدہ تقسیم ہوگا، در مختار میں ہے:

<p>چند مشترکہ مکانات میں ہر ایک مکان کو جدا جدا تقسیم کیا جائے گا اگرچہ وہ آپس میں ملے ہوئے ہوں یا دو محلوں میں یا دو شہروں میں میں ہوں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>دو مشترکہ قسم کل و حدھا منفردۃ مطلقاً ولو متلازقۃ اونی محلّین او مصرین^۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

¹ در مختار کتاب القسمة مطبع جتہائی دہلی ۱۲/ ۲۲۰



کتاب المزارعة

(مزارعت کا بیان)

- مسئلہ ۴۹۵۳۶: مسؤلہ محمد مبارک اللہ از پلسپانہ ضلع مراد آباد ۲۶ رجب ۱۳۲۹ھ
- (۱) شرع شریف کے نزدیک کاشتکار کوئی حق موروثیت جیسے قانون انگریزی کے اندر ہے کہ جو شخص بارہ سال سے زائد ایک زمین کو کاشت کرے تو زمیندار کو پھر کوئی مجاز بید خلی وغیرہ کا نہیں رہتا، حاصل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو خیر اور حق۔
- (۲) نہیں تو یہ کاشتکار حلف تلف اور مظالم ہے یا نہیں؟
- (۳) اور اس وقت یہ کاشتکار جو زمین کو نہیں چھوڑتا ہے، اور لگان حیثیت زمین سے کم دیتا ہے، اور زمیندار بحیثیت قانون انگریزی دعوئی سے مجبور ہے، تو یہ کاشتکار متبع قانون انگریزی کا اور مقدم و مرجح قانون کا حکم شریعت پر ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور یہ ظالم اور زمیندار مظلوم ہو یا نہیں؟
- (۴) اور اگر کوئی زمیندار بعد انکار کاشتکار کے دعوئی بے دخلی مجبور ادائر کرے تو صرف اس کا جو کچھ کپہری میں ہو اس کے لینے کا مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب:

مجرد مرد مدت سے کچھ نہیں ہوتا اگرچہ بیس برس کاشت کرے، جب مدت اجارہ ختم ہو گئی شرعاً

اس سے نکال کر دوسرے کو دینا مطلقاً جائز ہے خواہ زمین مملوکہ ہو، یا موقوف، یا سلطانی، ردالمحتار میں اوائل بیوع میں ہے:

<p>مثلاً دکان پر خالی قبضہ رکھنا، اور کئی سال سے اجارہ پر لیا ہونا مذکورہ یا آئندہ ذکر ہونے والی اشیاء کے بغیر ہو تو وہ غیر معتبر ہے تو اجارہ پر دینے والے کو مدت اجارہ ختم ہونے کے بعد قبضہ کو چھڑانے اور دوسرے کو اجارہ پر دینے کا حق ہے جیسا کہ ہم نے اسے اپنے رسالہ تحریر العبارة میں واضح کر دیا ہے۔ (ت)</p>	<p>اما مجرد وضع اليد على الدكان ونحوها و كونه يستأجرها عدة سنين بدون شئ مما ذكر (او يأتى) فهو غير معتبر. فللموخر اخراجها من يده اذا مضت مدة اجارته و ايجارها لغيره كما اوضحناه في رسالتنا تحرير العبارة¹۔</p>
---	--

ہاں اگر زمین ناقابل زراعت تھی اس نے اسے بنایا کمایا، اس میں جو گزری وغیرہ کھودے یا اس میں اپنی دوسری زمین سے لاکر مٹی بچھائی یا پیڑ لگائے یا کوئی عمارت بنائی،

<p>پہلی کو کراب، اور دوسری کو دھوم کہتے ہیں اور اس میں اپنی کسی ملکیت کا اضافہ کیا مثلاً مٹی ڈالی، یا پودے لگائے دالان اور قبہ بنایا اور اگر یہ تصرفات دکانوں میں کئے تو اسے جدک یا کدک، یا مشد مسکد کہتے ہیں، اور دیگر اطلاقات بھی یہاں ہیں جیسا کہ عقود الدرر کے باب مساقاة اور ابن عابدین کے بیوع سے معلوم کئے جاسکتے ہیں۔ (ت)</p>	<p>ويقال للاول الكراب، والاخر دھوما، اذا اضاف فيهما شيئاً من ملكه كتراب وغرس و بناء الكردار، و القبّة، و اذا فعل هذا في الحوانيت يسمي جدكا او كدكا، فان كان مبالا ينقل ويركب للقرار كالبنّا، و الاغلاق، يسمي سكنى و الكل يقال له مسكّة، و مشد مسكّة، و هناك اطلاقات اخر كما يعلم من مساقاة العقود و بيوع ابن عابدین۔</p>
---	--

تو اگر وہ زمین مملوکہ نہیں بلکہ سلطانی ہے یعنی میت المال کی، جسے یہاں سرکاری کہتے ہیں، یا وقف ہے تو البتہ ان کاروائیوں سے اس کے لئے حق قرار ثابت ہوگا کہ بلاوجہ شرعی وہ زمین کبھی اس کے قبضہ سے نہ نکالی جائے گی، اور وہ مر جائے تو اس کا بیٹا اس کے قائم مقام ہوگا۔ مع تفصیل مذکورہ فی الفقہ، جامع الفصولیں وغیرہ میں ہے:

<p>اجارہ پر لینے والے نے وقف زمین میں تعمیر کی یا</p>	<p>بنی المستأجر او غرس فی ارض الوقف</p>
---	---

¹ ردالمحتار کتاب البيوع دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۷/۳

پودے لگائے تو اس کو اس زمین میں برقرار رہنے کا حق ہوگا اور اس کو "کردار" کہتے ہیں اس کرایہ دار کو مثلی اجرت پر باقی رکھنے کا حق ہوگا۔ (ت)	صار له فيها حق القرار، وهو المسمى بالکردار له الاستبقاء باجر المثل ¹ ۔
---	---

خیر یہ میں ہے:

اور ہمارے علماء نے تصریح کی ہے کہ "کردار" والے کو برقرار رہنے کا حق ہے اور "کردار" یہ ہے کہ مزارع یا مستاجر زمین میں کوئی تعمیر کرے یا پودے لگائے یا مٹی بھرے، واقف یا منظم کی اجازت سے ایسا کیا ہو تو اس کو قبضہ برقرار رکھنے کا حق ہے۔ (ت)	وقد صرح علمائنا بأن لصاحب الكردار حق القرار، وهو ان يحدث المزارع والمستاجر في الارض بناء، او غرسا، او كبسا بالتراب باذن الواقف او باذن الناظر، فتبقى في يده ² ۔
--	--

عقود الدرہیہ میں ہے:

اگر وقف زمین افتادہ معطل جو زراعت کے قابل نہ ہو تو وقف کے متولی نے زید کو آباد کرنے اور درست کرنے، مٹی ڈالنے اور کاشت کرنے کی اجازت دی کہ وہ وقف کی مد میں حصہ دے تو زید نے یہ تمام کاروائی کر دی تو اس کو زمین پر قرار کا حق حاصل ہوگا اور مثلی اجرت پر اسی کے قبضہ میں رہے گی، اور وہ متعارف حصہ وقف کی مد میں دیتا رہے گا۔ (ت)	اذا كان لوقف جامع ارض سليخة معطلة غير صالحة للزراعة، فاذن متولى الوقف لزید، بحرثها، وصلاحها، وكبسها، وزراعتها ليدفع قسمها لجهة الوقف ففعل زید ذلك كله ثبت له حق القرار، فيها تبقى بيده باجر مثلها، او بان يودي قسمها المتصرف لجهة الوقف المذكور ³ ۔
---	--

ہاں اس کے سبب وقف پر اندیشہ ہو، یا اجرت نفس زمین کی بڑھ جائے، اور یہ اضافہ پر راضی نہ ہو، تو بید غل کر دیا جائے گا، یونہی اگر تین سال زمین معطل چھوڑ دے گا اس کا حق قرار جاتا رہے گا، بیوع ردالمختار میں ہے:

¹ فتاویٰ خیریہ بحوالہ جامع الفصولین والقنیة والخلاصة وغیرہا کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۷۹

² فتاویٰ خیریہ بحوالہ جامع الفصولین والقنیة والخلاصة وغیرہا کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۷۹

³ العقود الدرہیة کتاب المساقات باب مشد المسکة ارگ بازار قندھار افغانستان ۳/ ۲۲۲

<p>خصاف کے باب اوقات میں ہے کہ دکان کی زمین وقف ہے اور اس کی عمارت کسی شخص کی ہے اور وہ اس زمین کی مثلی اجرت پر راضی نہیں ہوتا تو علماء نے فرمایا کہ متولی کو چاہئے کہ اگر عمارت اٹھائی جاسکتی ہو تو زمین کسی دوسرے کو پہلے کی نسبت زیادہ اجرت پر دے دے اور پہلے کو عمارت اکھاڑنے پر مجبور کرے اور دوسرے کو اجرت پر دے دے، اور اگر عمارت اکھاڑنا ممکن نہ ہو تو پہلے کے پاس اسی اجرت پر رہنے دے۔</p> <p>(ت)</p>	<p>فی اوقات الخصاف حانوت اصله وقف و عبارتہ لرجل، وهو لایرضی ان یستاجر ارضه بأجر المثلی، قالو ان كانت العبارة بحیث لو رفعت یستاجر الاصل بأكثر مما یستاجر صاحب البنا. کلف رفعه، ویؤجر من غیره، والایترک فی یدہ بذلک الاجر^۱ اھیفید انه احق من غیره حیث کان ما یدفعه اجر المثل۔</p>
--	--

اسی کے وقف میں ہے:

<p>اگر مستاجر مثل اجرت دیتا ہے اور وقف کو ضرور نہ ہو تو اسی کے پاس رہنے دی جائے اور اگر وہ فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء کو باقی رکھنے کا حق ہوگا ہاں اگر وقف کو کسی طرح اس میں ضرر ہو مثلاً دکان بوسیدہ ہے اور ورثاء مفلس ہوں یا وہ لاپرواہ ہو یا وہ غلبہ پانے کی کوشش میں ہوں اس سے وقف کو خطرہ ہو یا کوئی کسی قسم کا ضرر ہو تو واپس لے لے (ت)</p>	<p>حیث کان یدفع اجرة مثلها لم یوجد ضرر علی الوقف فتترک فی یدہ فلومات کان لورثته الاستبقاء الا اذا کان فیہ ضرر علی الوقف بوجه ما بان کان هو او وارثه مفلسا، اوسئى المعاملة، اومتغلباً یخشی علی الوقف منه او غیر منه او غیر ذلک من انواع الضرر^۲۔</p>
---	---

عقود الدرہ میں ہے:

<p>ان سے کرایہ دار کی بنائی عمارت کے متعلق سوال ہوا کہ وہ کرایہ دار تین سال سے اپنی مرضی پر دکان کو چھوڑ رکھے بغیر عذر شرعی کے تو کیا اس سے عمارت پر اس کا حق ختم ہو جائے گا؟ جواب</p>	<p>سئل فی ذی مسکة فی ارض ترکها ثلاث سنوات اختیاراً منہ بلاون عذر شرعی، فهل سقطت مسکته، الجواب سقط حقه بالترک</p>
--	--

^۱ ردالمحتار کتاب البیوع دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۶

^۲ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۹۱

<p>یہ ہے کہ ہاں اس سے اس عمارت پر مبنی حق ختم ہو جائے گا، جیسا کہ خیر الدین رملی اور شیخ اسمعیل نے یہ فتویٰ دیا ہے اور معروضات سے اس کی مثل آئیگا (ت)</p>	<p>المذکور کما افقی به الخیر الرملی والشیخ اسمعیل ویاتی مثله عن المعروفات^۱۔</p>
---	--

اور اگر زمین مملوک ہے۔ جیسے عام دیہات کی زمین کہ زمیندار کی ملک ہوتی ہے تو اس میں شرعاً ہر گز کبھی کسی طرح کاشت کار کو حق قرار ثابت نہ ہوگا اگرچہ اس نے اس میں باغ بھی لگایا، عمارت بھی بنائی ہو، جب اجارہ یعنی اس کے پٹہ کی مدت ختم ہو گئی زمیندار کو اختیار ہوگا کہ زمین اس سے نکال لے اور اس کے درخت و عمارت کی نسبت اسے حکم دے کہ زمین خالی کر دے اور درختوں کے کاٹنے عمارت کے کھودنے میں زمین کا زیادہ نقصان دیکھے تو کٹنے کھودنے کے بعد جو قیمت ان درختوں اور عمارت کی ہو اس سے کٹوانے کھودانے کی اجرت مجرا کر کے کاشتکار کو دے دے، اور پیڑ اور عمارت خود لے لے، اور اگر کاشت کار سے کوئی مدت معین نہیں ٹھہری، پونہ سال بسال کاشت کرتا ہے تو ہر ختم سال پر زمیندار کو زمین خالی کرانے اور آئندہ اسے زراعت کی ممانعت کر دینے کا اختیار ہوگا اگرچہ کاشت کرتے پچاس برس گزر گئے ہوں، عقود یہ میں ہے:

<p>تجنیس میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی دکان میں رہائشی انتظام کر رکھا تھا تو اس رہائشی شخص سے کسی تیسرے شخص نے اس کا وہ رہائشی انتظام خرید لیا کچھ مال کے بدلے قبضہ لیا تو دکان کے مالک کو حق ہے کہ وہ اس مشتری کو رہائش اٹھانے پر مجبور کر دے اگرچہ مشتری کو ضرر بھی ہو کیونکہ مشتری نے اس کی ملکیت کو مشغول کر رکھا ہے۔ (ت)</p>	<p>قال فی التجنیس رجل اشتوی من رجل سکنی له فی حانوت رجل اخر مرکبا بال معلوم لصاحب الحانوت ان یکلف المشتوی رفع السکنی وان کان علی المشتوی ضرر لانه شغل مبلکہ^۲۔</p>
---	--

اسی میں ہے:

<p>لیکن یہ حدک جس کو سکنی کہتے ہیں اگر وقف زمین میں ہو تو ہو کر ایہ کی زمین پر عمارت اور پودے لگانے کے مسئلہ کی طرح ہے اسے اگر وقف زمین کو ضرر نہ ہو تو اس کو مثلی اجرت کے ساتھ زمین</p>	<p>لکن اذا کان بذ الجدک المسی بالمسکنے قائما فی ارض وقف، فهو من قبیل مسألة البناء او الغرس فی الارض المحتکره لصاحب الاستبقاء باجرة مثل الارض</p>
--	--

^۱ العقود الدرية كتاب المساقات باب مشد المسكة ارگ بازار قندہار افغانستان ۲۲۲ / ۱۲

^۲ العقود الدرية كتاب المساقات باب مشد المسكة ارگ بازار قندہار افغانستان ۲۱۸ / ۱۲

<p>کو باقی رکھنے کا حق ہوگا اگرچہ وقف کا نگران انکار کرے تاکہ دونوں جانب کی رعایت ہو سکے، متن تنویر کے بیان پر بنا کرتے ہوئے اور اس پر مؤلف نے خیر الدین رملی کی اتباع میں فتویٰ دیا ہے اس پر ہم نے کتاب اجارات میں کلام کر دیا ہے۔ اور یہ بیان تجنیس میں مذکور کے منافی نہیں کہ دکانوں کے مالک کو حق ہے کہ وہ تجاوزات کو اکھاڑنے پر مجبور کرے کیونکہ تجنیس کا یہ بیان نجی ملکیت کے متعلق ہے، وجہ فرق ہے کہ نجی مالک کبھی اپنی ذاتی رہائش یا فروخت یا فارغ رکھنے کے لئے کرایہ پر نہیں دینا چاہتا، بخلاف وقف شدہ زمین کہ جس کو کرایہ پر دینے کے لئے ہی تیار کیا گیا ہے تو نگران کو کرایہ کے بغیر چارہ نہیں ہے تو کسی اجنبی کو دینے کی نسبت قابض کو مثلی اجرت دینا اس کے لئے بہتر ہوگا لہذا اس میں وقف اور قابض دونوں کی رعایت ہے۔ (ت)</p>	<p>حيث لا ضرر على الوقف وان ابي الناظر نظر اللجامنبى على مامشى عليه في متن التنوير، وافقى به المؤلف تبعاً للخير الرملی، وقد منّا الكلام عليه في كتاب الاجارات، ولا ينافيه ما في التجنيس من ان لصاحب الحانوت ان يكفله رفعه، لان ذلك في الحانوت الملك، والفرق ان الملك قد يستنع صاحبه عن ايجارة، ويريد ان يسكنه بنفسه او يبيعه، او يعطله بخلاف الموقوف المعد للايجار، فانه ليس للناظر الا ان يوجره فايجارة من ذى اليد باجرة مثله اولى من ايجارة من اجنبى لما فيه من النظر للوقف ولذی اليد</p> <p style="text-align: right;">1-</p>
--	--

فتاویٰ خیر یہ کتاب المزارعة میں ہے:

<p>سرکاری زمین کے نگران کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کرایہ داروں کو ان درختوں سے بے دخل کرے اور نہ ہی وہ درختوں کو کاٹ سکتا ہے کیونکہ سلطان کی طرف سے اس نگران کو صرف خراج وصول کرنے کا اختیار ہے نہ کہ اس کو مالکانہ اختیارات ہیں تاکہ وہ مزارعین کا جن کا وہاں درخت لگانے میں دخل ہے ان کو وہاں سے بے دخل کرے جبکہ ایسی زمینوں میں مزارعین کو درخت لگانے کا عام شہروں میں رواج ہے باختصار (ت)</p>	<p>ليس لصاحب التيمار رفع ايديهم عنها، ولا قلع اشجارهم، اذا المفوض اليه من السلطان تناول الخراج وليس له ملك فيها حتى يملك نزع يد مزارعيها الذين صار لهم فيها كودار بغرس للاشجار، والتصرف الكائن منهم في سائر الاعصار² باختصار،</p>
---	--

¹ العقود الدرية كتاب المساقات باب مشد المسكة ارگ بازار قندهار افغانستان ۲/ ۲۱۹

² فتاویٰ خیر یہ کتاب المزارعة دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۶۷

ردالمحتار کتاب الاجارہ میں قول مصنف:

<p>اگر کسی نے وقف زمین کو کرایہ پر لے کر وہاں پودے لگائے پھر کچھ مدت اجارہ جاری رہا تو اس کو مثلی اجرت پر اس اجارہ کو باقی رکھنے کا حق ہے بشرطیکہ اس سے ضرر نہ ہو اور اگر نگران ان کو ہٹانے پر بضد ہو تو اس کو یہ حق نہیں۔ (ت)</p>	<p>ردالمحتار کتاب الاجارہ میں قول مصنف: لو استاجر ارض وقف، وغرس فیہا ثم مضت مدة الاجارة، فللمستاجر استبقاءها باجر المثلی اذ الم یکن فی ذلک ضرر ولو ابی الموقوف علیہم الا القلع۔ لیس لهم ذلک</p> <p style="text-align: right;">1 -</p>
--	---

کے تحت فرمایا:

<p>مصنف نے وقف کے ساتھ مقید اس سبب سے جس کو خیر یہ نے حاوی الزاہدی سے اس نے الاسرار سے نقل کیا یہ قول کہ بخلاف جب وہ نجی ملکیت کو اجارہ پر لے تو مستاجر کو اس دخل کی بنا پر اس زمین کو باقی رکھنے کا حق نہیں ہے جبکہ ملک ان درختوں کو اکھاڑ دینے پر مجبور کرے بلکہ مالک اس کو اس پر مجبور کر سکتا ہے ہاں اگر درختوں کی قیمت زمین کی قیمت سے زائد ہو تو پھر مستاجر زمین کی قیمت کا ضمان مالک کو دے کر درختوں اور زمین کا خود مالک بن جائے گا، اور اگر معاملہ بالعکس ہو تو پھر مالک درخت اکھاڑ دینے کا ضامن بنے گا اور درختوں اور زمین کا مالک ہو جائے گا، اور عاریتالی ہوئی زمین کا حکم بھی یہی ہے اہ شامی کا بیان ختم ہوا۔ (ت) (قول: میں کہتا ہوں) اس کا درختوں کی قیمت کا</p>	<p>قید بالوقف لما فی الخیریة عن حاوی الزاہدی عن الاسرار من قوله بخلاف ما اذا استاجر ارضاً ملكاً، لیس للمستاجر ان یتبقیہا كذلك ان ابی المالك الا القلع بل یكلفه علی ذلک، الا اذا كانت قیمة الغراس اکثر من قیمة الارض، فیضمن المستاجر قیمة الارض فیضمن المستاجر قیمة الارض للمالك، فیکون الاغراس والارض للغراس، وفي العکس یضمن المالك قیمة الاغراس فتكون الارض و الاشجار له، وكذا الحكم فی العاریة² اہ ما فی الشامی۔</p> <p>اقول: واستثناء ما اذا كانت قیمة</p>
--	--

¹ درمختار کتاب الاجارہ باب ما یجوز من الاجارۃ الخ مطبع مجتہدی دہلی ۱۲۳

² ردالمحتار کتاب الاجارہ باب ما یجوز من الاجارۃ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹/۵

<p>زمین کی قیمت سے زائد ہونے کو مالک کے اختیار سے مستثنیٰ کرنا یہ خالی زمین کو غصب کرنے پر مبنی ہے اس میں عظیم معرکہ آرائی ہے جبکہ ہمارے ہاں راجح یہ ہے کہ مستاجر زمین کا جبراً مالک نہیں بن سکتا اگرچہ عمارت اور پودوں کی قیمت زمین سے زائد ہو کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ظالمانہ دخل کا کوئی حق نہیں ہے۔ (ت)</p>	<p>الغراس اکثر مبنی علی مسألة غصب الساحة بالمهملة وفيها معتزك عظيم، والارجع عندنا انه لايتملك الارض کرها وان كانت قیمة بنائہ وغرسه اکثر، لقول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس لعرق ظالم حق¹۔</p>
--	---

در مختار میں ہے:

<p>اگر مدت اجارہ ختم ہو گئی ہو تو مستاجر اپنے دخل کو ختم کرتے ہوئے درختوں کو اکھاڑ کر خالی زمین مالک کو واپس کرے مگر یہ کہ اگر مالک اکھڑے درختوں اور تعمیر کی قیمت کو برداشت کر کے خود ان کا مالک بن جائے، بحر میں فرمایا کہ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ مستاجر کو درخت اکھاڑنا لازم نہیں اگر ملک قیمت دینے کو تیار ہو لیکن اگر درخت اکھاڑنے سے زمین کو نقصان ہو تو پھر مالک جبراً درخت لے سکے گا ورنہ مستاجر کی رضا سے درختوں کا مالک بن سکے گا (ت)</p>	<p>فان مضت المدۃ فلحقها وسلمها فارغة الا ان یغرم له الموجر قیمة البناء والغرس مقلوعاً ویتملکہ، قال فی البحر، افاد انه لا یلزمه القلع و لورضی الموجر بدفع القیمة، لکن ان كانت تنقص یتملکها جبراً علی المستاجر ولا فبرضاہ²۔</p>
--	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>ماتن کا قول "اکھڑے ہوئے درختوں کی قیمت" شرنبلالی نے فرمایا: یعنی درختوں اور تعمیر کے مالک کو اکھاڑنے</p>	<p>قوله مقلوعاً فی الشرنبلالیۃ، ای مامورا مالکھما بقلعہما</p>
---	---

¹ جامع الترمذی ابوب الاحکام باب احياء ارض الموات امین کبیری دہلی، ۱۶۶، سنن الکبیری للبیہقی کتاب الغصب دار صادر بیروت ۶۱

۹۹، سنن ابی داؤد باب احياء الموات آفتاب عالم پریس لاہور ۸۱/۳

² در مختار کتاب الاجارة باب ما يجوز من الاجارة مطبع مجتہائی دہلی، ۱۳/۱۷۳

کے حکم رجو قیمت ہو، ہم نے یہ تفسیر اس لئے کی ہے کہ کبھی کھڑے درختوں کی قیمت اکھاڑنے کے حکم والی قیمت سے زائد ہوتی ہے کیونکہ اکھاڑنے کا خرچہ بھی ان پر پڑتا ہے، کفایہ میں یوں ہے۔ (ت)

اقول: (میں کہتا ہوں) ہمارے ذکر کردہ سے واضح ہوا کہ حاوی الزاہدی کے اس قول کہ سرکاری اور ملکیتی زمین میں تیس ۳۰ سال قبضہ اور قف کی زمین میں تین سالہ قبضہ سے حق القرار ثابت ہو جاتا ہے اس میں کلام ہے اس حق القرار کو اگرچہ عقود الدریہ میں کردار پر محمول کیا ہے جہاں انھوں نے کہا ہے کہ اس سے یعنی حق القرار سے مراد قیمتی سامان (اعیان) مراد ہے نہ کہ صرف معنوی معاملہ، اس پر اس کا قول کہ بزازیہ میں ہے کہ تعمیر شدہ کرداری میں شفعہ نہیں ہے جس کو خوارزم میں حق القرار کہتے ہیں، کیونکہ یہ منقولہ چیز ہے اھ جبکہ میرے نزدیک اس معنی پر حمل میں بھی کلام ہے کیونکہ حق القرار بمعنی کردار کس مرور زمانہ پر موقوف نہیں ہے اس کی بنیاد تو صرف فریقین کی رعایت اور دفع ضرر پر ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور خیر یہ کے باب الاجارہ میں ہے مستاجر کو قبضہ باقی رکھنے کا اختیار ہے جب وقف کی جہت کو ضرر نہ ہو اور پودے لگانے پر لزوم ضرر

انما فسرناہ بكذا، لان قیمة المقلوع ازید من قیمة البامور بقلعه، لكون المؤنة مصروفة للقلع كذا فی الكفایة^۱ اھ

اقول: وبما ذكرنا تبين ان ما وقع في حاوی الزاهدی من قوله، يثبت حتى القرار في ثلاثين سنة في الارض السلطانية والملك، وفي الوقف في ثلاث سنين^۲ الخ فهو وزان حملة في العقود الدرية على الكردار، حيث قال المراد به (ای بحق القرار) الاعیان المتقومة لا مجرد الامر المعنوی، ويبدل على ذلك قوله في البزازیة لاشفعة في الكرداری ای البناء ویسی بخرار زمر حق القرار لانه نقلی^۳ اھ مع ان في هذا الحبل ایضاً كلاماً عندی لان حق القرار بمعنی الكردار لا يتوقف على مرور الاعصار، وانما مبناه على النظر للجانبین و رفع الضرار، كما تقدم وفي اجارة الخيرية له الاستبقاء حيث لا ضرر على الجهة (ای جهة الوقف) و لزوم الضرر على الغارس

^۱ رد المحتار كتاب الاجارة باب ما يجوز من الاجارة الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹ / ۵

^۲ العقود الدرية بحواله حاوی الزاهدی كتاب المساقات باب مشد المسكة ارگ بازار قندهار افغانستان ۲ / ۲۱۸

^۳ العقود الدرية بحواله حاوی الزاهدی كتاب المساقات باب مشد المسكة ارگ بازار قندهار افغانستان ۲ / ۲۱۸

میں حرج بھی نہ ہو، اور آپ کو معلوم ہے کہ شریعت ضرر کو برداشت نہیں کرتی خصوصاً جب عوام مبتلا ہوں جبکہ درخت اکھاڑنے میں ضرر ہے۔ حدیث شریف میں حضور نبی مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "اسلام میں ضرر دینا اور ضرر میں مبتلا روانہ نہیں ہے" اھ۔ اور درخت میں منیہ سے منقول ہے کہ کسی شخص کی وقف زمین میں دکان ہو او وہ دکان والا مثالی اجرت پر آئندہ اجرت پر انکار کرے جبکہ عمارت اٹھادی جائے تو وہ زمین اس کی اجرت سے زیادہ اجارہ پر دی جاسکتی ہے تو اس مستاجر کو اپنی عمارت اٹھالینے کا پابند کیا جائے اور وہ زمین غیر کو اجارہ پر دی جائے، ورنہ اسی اجرت میں اسی کے قبضہ میں رہنے دی جائے، اس کی مثل بحر میں ہے۔ اھ علامہ شامی نے فرمایا کیونکہ اس میں ضرورت ہے۔ محیط سے بحر میں ہے اور علت کا ظاہر بتانا ہے کہ اس کے قبضہ میں رہنے دی جائے اگرچہ مدت اجارہ ختم ہو چکی ہو کیونکہ اگر اس کو عمارت اٹھانے کا پابند کیا اور غیر کو دی جائے تو اس سے مستاجر کو ضرر ہوگا جبکہ اٹھادینے کے باوجود مثالی اجرت نہ ملے تو وقف کو نقصان ہے لہذا اسی کے قبضہ میں رہنے دی جائے اس میں دونوں فریقوں کی رعایت ہے الخ اور

وانت علی علم ان الشرع یأبی الضرر خصوصاً والناس علی هذا، وفي القلع ضرر علیہم وفي الحدیث الشریف عن النبی المختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام¹ اھ وفي وقف الدر فی المنیة، حانوت لرجل فی ارض وقف، فأبی صاحبہ ان یستأجر الارض بأجر المثل، ان العبارة لورفعت تستأجر بأكثر مما استأجرة امر برفع العبارة وتوجر لغيره، و الا تترك فی یدہ بذلك الاجر ومثله فی البحر² اھ قال الشامی لان فیہ ضرورة، بحر عن المحيط، و ظاہر التعلیل ترکھا بیده ولو بعد فراغ مدة الاجارة لانه لو امر برفعها لتوجر من غیره یلزم ضرره، و حیث كان یرفع اجرة مثلها لم یوجد ضرر لعلی الوقف، فتترك فی یدہ لعدم الضرر علی الجانبین³ الخ، و

¹ فتاویٰ خیریہ کتاب الاجارة دار المعرفۃ بیروت ۱۳۱/۲

² درمختار کتاب الوقف مطبع مجتہبی دہلی ۱/۷۵-۷۸۳

³ رد المحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۹۱

<p>بہر صورت حاوی الزاہدی کا وہاں ملک کو ذکر کرنا بے محل ہے جیسا کہ خود حاوی الزاہدی کی الاسرار سے نقل ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں چہ جائیکہ معتمد کتب کو ذکر کیا جائے۔ (ت)</p>	<p>علی کل. فلفظة الملك لا محل له هنا كما قدمنا عن نفس حاوی الزاہدی عن الاسرار فضلا عن سائر معتمدات الاسفار۔</p>
---	---

بالجملہ دیہات مملوکہ میں کاشتکار کے لئے کسی مدت میں حق قرار جسے آج کل حق موروثی کہتے ہیں شرعاً حاصل نہیں ہوتا۔ وہ صرف قانونی بات ہے تو اگر بے رضائے زمیندار بد عوی موروثی جبراً قابض ہے، یا لگان اس کی مرضی سے کم دے، تو عند اللہ وہ کاشتکار ضرور ظالم و غاصب و گنہگار، اور حق العبد میں گرفتار ہے، یہاں اگرچہ قانونی مجبوری زمیندار کو عاجز رکھے مگر روز قیامت اللہ عزوجل کے حضور کاشتکار کو کوئی عذر نہ ہوگا، بااں ہمہ اگر زمیندار دغوی بے دخلی دائر کر دے تو کاشتکار کے خرچہ پانے کا مستحق نہیں کہ مدعی کو خرچہ دلانا بھی حکم شریعت کے بالکل خلاف ہے اگرچہ مدعی مظلوم ہی ہو، عقود الدرہ میں ہے:

<p>ایک مقروض شخص نے دوسرے شخص کو زید کے معلوم قرضہ کا کفیل بنایا پھر زید نے اس کفیل پر قرض کا لزوم بنانے کے لئے اس کفیل کو قاضی کے ہاں طلب کر آیا تو قاضی کے ہاں کفیل پر الزام ہو گیا تو اب زید اپنے مقروض شخص سے قاضی کے ہاں الزام کے خرچہ کا مطالبہ کرے اور وہ خرچہ زید کو دے دے اور اب وہ مقروض شخص زید سے خرچہ کی دی ہوئی رقم کا واپس لینے کے لئے مطالبہ کرے تو کیا اس کو واپس لینے کے لئے مطالبہ کا حق ہے۔ الجواب، ہاں حق ہے اہ اس کے حاشیہ پر تفتیح کرنیوالے حضرت نے لکھا کہ الزام کی کاروائی کا خرچہ لازم نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)</p>	<p>سئل فی رجل کفل آخر عند زید بدین معلوم ثم طالبه زید به والزمه به لدی القاضی، فطلب زید ان یدفع له الرجل قدر ما صرفه فی کلفة الالزام، فدفعه له، ویرید الرجل مطالبة زید بما قبضه من کلفة الالزام، فهل له ذلك، الجواب نعم¹ اہ باختصار و کتب المولی المنقح رحمہ اللہ تعالیٰ ہامشہ لایلزوم بکلفة الالزام۔</p>
---	--

ہاں اگر زمیندار اس سے کہہ دے کہ آئندہ سے اس زمین پر اتنی لگان تجھے دینی ہوگی، اور کاشتکار نہ اضافہ کرے نہ زمین چھوڑے بلکہ خاموش رہے اور زراعت کئے جائے، تو اس کا وہ سکوت ہی شرعاً قبول ٹھہرے گا اور اس دن سے وہی لگان اس پر لازم ہوگی، مگر زمیندار اس سے وصول نہیں کر سکتا۔

¹ العقود الدرہیة کتاب الکفالة ارگ بازار قندہار افغانستان ۱/ ۳۰۸

تو یہ خرچہ کی رقم اس آتے ہوئے میں وصول کر لے کہ اس کا لینا قانوناً بنام خرچہ ممکن ہے، اور شرعاً بوجہ اضافہ جائز ہے۔ درمختار میں ہے:

<p>عقد اجارہ میں سکوت رضا اور قبول قرار پاتا ہے تو اگر مالک نے کرایہ دار رہائشی کو کہا، "اتنے معاوضہ پر رہائش رکھنی ہو تو ٹھیک ہے ورنہ یہاں سے منتقل ہو جاؤ، یا نگران نے اسے کہا میں مقررہ معاوضہ لینے پر راضی نہیں بلکہ اتنا چاہتا ہوں تو کرایہ دار خاموش رہا تو اس پر مالک کا ذکر کردہ لازم ہو جائے گا۔ (ت)</p>	<p>السكوت في الاجارة رضا وقبول. فلو قال للسكان اسكن بكذا والا فانتقل اوقال الراعي لارضى بالمسسى بل كذا. فسكت. لزم مسسى¹۔</p>
---	---

ردالمحتار میں ہے:

<p>تاتار خانہ میں ہے سالانہ ایک ہزار کرایہ پر مکان دیا سال ختم ہونے پر اس نے کرایہ دار کو کہا اگر تو آج مکان فارغ کر دے تو بہتر ورنہ ماہانہ کرایہ ایک ہزار تجھ پر لازم ہو گا جبکہ کرایہ دار مکان کی ملکیت کا معترف ہے تو اس کو سامان منتقل کرنے کی مدت مثالی اجرت پر ہم تسلیم کریں گے اور اس کے بعد مالک کے قول کے مطابق ادا کرے گا۔ (ت)</p>	<p>في التتار خانية، اکتري دارا سنة بالف فلما انقضت قال ان فرغتها اليوم والافهى عليك كل شهر بالف، والمستاجر مقرله بالدار. فانه نجعل في قدر ما ينقل متاعه باجر المثل، وبعد ذلك بما قال المالك²۔</p>
--	--

اسی طرح اگر خود زمین کی لگان بڑھ گئی وہ اور اس کے گرد و پیش کی عینیں پہلے ایک روپیہ بیگھہ تھیں، اب مثلاً دو روپے بیگھہ ہو گئیں، اور اس کی مدت اجارہ ختم ہو گئی، اور مالک نے اضافہ چاہا، تو اس پر بھی شرعاً دو روپے کی شرح لازم ہوگی، اگرچہ نہ صرف سکوت بلکہ کاشتکار صراحۃً انکار کرتا رہا ہو،

<p>کیونکہ جب کرایہ داری کی مدت ختم ہو گئی ہو اور مالک زائد کرایہ طلب کرتا ہو تو مستاجر کے انکار کر دینے کے بعد رہائش غاصبانہ ہوگی جبکہ زمین کرایہ حاصل کرنے کے لئے ہی مختص ہے اور مزارع کو ملکیت کا بھی عذر نہیں کیونکہ وہ مالک نہیں اور نہ ہی مدت</p>	<p>لانه لما تمت اجارته، وطلب المالك الزيادة فابى صار غاصباً والارض معدة للاستغلال، وليس للمزارع تاويل ملك لعدمه ولا عذر لانتهاؤه، فيجب عليه</p>
--	---

¹ درمختار کتاب الاجارہ مسائل شتی عن الاجارة مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۶۲/۲

² ردالمحتار کتاب الاجارہ مسائل شتی عن الاجارة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۶/۵

بأجرة المثل، وهي الأرببنتان۔	اجارہ کے ختم ہونے میں عذر ہے تو اس پر مثلی اجرت کا کرایہ لازم ہوگا جو کہ اب دور و پیہ (مثلاً) ہے (ت)
------------------------------	--

در مختار میں ہے:

منافع الغصب لاتضمن عندنا، الا في ثلث، فيجب اجر المثل ان يكون المصوب وقفاً او مال یتیم، او معدا للاستغلال، الا في المعد للاستغلال اذا سكن بتاويل ملك، او عقد فلا شیيع عليه ^۱ اھ ملتقطاً۔	غصب کے منافع ہمارے نزدیک قابل ضمان نہیں ہیں سوائے تین مواقع کے ایک یہ کہ معصوب وقف ہو تو اس کی مثلی اجرت لازم ہوگی، دوسرا یہ کہ وہ معصوبہ چیز یتیم کا مال ہو، تیسرا یہ کہ وہ چیز کرایہ حاصل کرنے کے لئے مختص ہو، ہاں اگر ملکیت کی تاویل سے اس کرایہ والی زمین میں رہائش پذیر ہو تو پھر اس پر کوئی ضمان لازم نہ ہوگا ملتقطاً (ت)
--	---

تو بنام خرچہ جو کچھ ملے اس اجارہ میں جو شرعا اس پر لازم ہو چکا وصول کر لے لانا ظفر بجنس حقہ (کیونکہ وہ اپنے حق کی جنس پر قابض ہوا) ردالمختار میں ہے:

اذالم یمکنه الرفع للحاکم، فاذا ظفر بمال مدیونہ، له الاخذردیانة، بل له الاخذ من خلاف الجنس علی ما نذکرہ قریباً ^۲ ۔	جب حاکم کے ہاں پیش کرنا ممکن نہ رہے تو جب اپنے مدیون کے مال پر کامیابی پالے تو قبضہ میں لے لے۔ یہ اس کو دیانہ اجازت ہوگی بلکہ اس کو اپنے حق کی جنس کے خلاف بھی اس کا مال ملے تو قبضہ کر لے جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے۔ (ت)
--	---

اور اگر اجارہ کی کچھ مدت مقرر نہ کی یوں ہی سال بسال کاشت کرتا چلا آتا ہے۔ جب تو ختم ہر سال پر زمیندار کو اختیارات مذکورہ حاصل، اور احکام مذکورہ نافذ ہیں، کہ اس سے ہر سال پر نیا اجارہ منعقد ہوتا ہے کہا اشرنا الیہ (جیسا کہ ہم نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے)۔ در مختار میں ہے:

أجر حانوتا كل شهر بكذا، صح في واحد فقط و اذا تم الشهر، فلکل فسخها بشرط حضور الآخر فسخها بشرط حضور الآخر لانتهاء العقد الصحيح، وفي	ایک دکان کسی معینہ معاوضہ پر ماہانہ اجرت پر دی تو صرف ایک ماہ کا یہ اجارہ صحیح ہوگا اور جب مہینہ ختم ہو جائے تو دونوں میں سے ہر ایک فریق کو اس کے منجھ کا اختیار ہوگا بشرطیکہ
---	---

^۱ در مختار کتاب الغصب مطبع مجتہدی دہلی ۱۲/۹-۲۰۸

^۲ ردالمختار کتاب السرقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۰۰

<p>دوسرا فریق وہاں موجود ہو، کیونکہ صحیح عقد ختم ہو گیا ہے اور جس مہینہ کی ابتداء میں وہاں رہائش پذیر رہا اس مہینہ کے اجارہ کا عقد بھی صحیح قرار پائے گا (ت) باختصار</p>	<p>كل شهر سكن في اوله صح العقد فيه ايضاً¹ الخ باختصار</p>
--	--

بالجملہ یہ قاعدہ کلیہ نفسیہ جلیلہ حفظ کرنے کا ہے کہ جب کسی کا دوسرے پر کچھ آتا ہو۔ یا اس سے لینے کا شرعاً حق رکھتا ہو، اور اپنے اس حق تک قانوناً پہنچ سکتا ہو۔ تو اس کے وصول کے لئے کسی ایسے امر کا ارتکاب جو قانوناً ناجائز ہے ہو، اور جرم کی حد تک پہنچے شرعاً بھی ناجائز ہو گا کہ ایسی بات کے لئے جرم قانونی کا مرتکب ہو کر اپنے آپ کو سزا اور ذلت کے لئے پیش کرنا شرعاً بھی روا نہیں۔

<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو، اور حدیث شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ آپ نے مومن کو اپنا نفس ذلت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔ (ت)</p>	<p>قال تعالى "لا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ"²، وقد جاء الحديث عنه صلى الله تعالى عليه وسلم ينهى المومن ان يذل نفسه³۔</p>
--	--

مگر جب کوئی ایسا ذریعہ پائے کہ قانوناً کوئی رقم اس سے وصول کر سکے تو اجازت ہے کہ اس نیت جائزہ سے اسے لے اگرچہ قانوناً کسی دوسرے نام سے ملے،

<p>تو بیشک جب مستحق کو اپنے مدیون کی کوئی چیز ہاتھ لگے تو اس کو استحقاق کے طریقہ پر پہنچنا تصور کیا جائیگا جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے۔ حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اعمال کا اعتبار نیت پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کا ثمرہ ہے۔ (ت)</p>	<p>فان الشيعي اذا وصل الى مستحقه من المستحق عليه، جعل واصلا من الجهة التي يستحقه، كما في الدر المختار⁴، وقد قال صلى الله تعالى عليه وسلم انما الاعمال بالنيات وانما لكل امرئ ما نوى⁵۔</p>
---	---

¹ درمختار کتاب الاجارة الاجارة الفاسدة مطبع مجتہبی دہلی ۱۷۸/۲

² القرآن الکریم ۱۹۵/۲

³ مسند اما احمد بن حنبل ترجمہ حضرت حدیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دار الفکر بیروت ۳۰۵/۵

⁴ درمختار کتاب البیوع باب البیوع الفاسد مطبع مجتہبی دہلی ۲۸/۲

⁵ صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱

اور یہ ضرور ہے کہ شرعی اجازت سے آگے نہ لے، مثلاً سو روپے آتے تھے تو سو یا سو سے کم لے سکتا ہے زیادہ جائز نہیں، اور یہ بھی لحاظ رہے کہ شرع مطہر جس طرح بُرے کام سے منع فرماتی ہے یونہی برے نام سے، تو ایسے ذریعہ سے بچے جس میں اگرچہ یہ اپنی نیت کے سبب لیتا آتا، یا ایک شے مباح لیتا ہو جس میں اس پر مواخذہ نہیں مگر وہ ظاہری ذریعہ ایسا ہو جس سے بدنامی ہو، لوگ اسے مرتکب حرام سمجھیں، غیبت کریں، جیسے سود کا نام، تو اس سے بھی بچے اور صبر کرے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۳ تا ۵۰: از موضع نگلہ ہریر، تحصیل موانہ ڈاکخانہ ہسلادور، ضلع میرٹھ مرسلہ سید اکبر علی ۳ شعبان ۱۳۲۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کاشتکار موروثی ہے اور لگان بحساب دوروپہ فی بیگھ زمیندار کو ادا کرتا ہے۔ اور وہ زمین جو زیر کاشت موروثی زید ہے اصل میں للہ فی بیگھ کے لگان کی ہے کیونکہ اس اراضی سے ملحقہ اور ہم حیثیت اراضی مبلغ للہ فی بیگھ لگان پر کاشت کرائی جاری ہے اور دوسرے کاشت کار خوشی سے للہ فی بیگھ لگان پر کاشت کرتے ہیں زمیندار کا بہت بڑا نقصان ہے اور کاشتکار مذکور زمیندار کے کہنے سے لگان میں اضافہ نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ شرعاً مالش کر دو، بعد ہو جانے ڈگری کے لگان زیادہ دوں گا، اور زمیندار خود تو اضافہ نہیں کر سکتا کیونکہ کاشت کار رضامند نہیں، اور کچھری سے بچند وجوہ ہو نہیں سکتا۔ اس معاملہ میں وکلا سے بہت سے زیادہ تحقیق کر لی گئی ہے اگر کاشت کار لگان اس وقت جبکہ قانون نے اس پر واجب کیا ہے نہ ادا کرے، اور زمیندار محض اپنے نقصان کی تلافی کی غرض سے لگان کے روپیہ پر سود لگا دے اور کہہ دے کہ میں اپنے لگان میں لیتا ہوں تو کچھ گناہ نہیں ہے۔ اس طریقہ سے کچھ تلافی نقصان ہو جائے گی۔

دوم: یہ کہ اگر زمیندار کچھری میں ایک سچی بات کو چھپائے اور جھوٹی بات کو ظاہر کرے تو اپنے نقصان کی معمولی سی تلافی کر سکتا ہے اور اراضی موروثی کا اس کے قبضہ سے نکل جانا بھی ممکن ہے۔ اس جھوٹی بات کو ظاہر کرنے سے جو زمیندار محض اپنے نقصان کی تلافی کی غرض سے کرتا ہے کوئی گناہ ہو گا یا نہیں؟
سوم: یہ کہ کاشتکار موروثی کا کوئی حق ہے یا نہیں؟

چہارم: یہ کہ شریعت مطہرہ کے نزدیک زمیندار کی مالی نقصان کی تلافی مال سے کیونکر ممکن ہے؟ فقط

الجواب:

جواب سوال اول و سوم و چہارم: شرع مطہرہ کے نزدیک مملوک زمینوں میں جیسی عام دیہات کی زمینیں ہیں کہ زمیندار ان کے مالک ہیں، اصلاً کبھی کسی طرح حق موروثی حاصل نہیں، شرعاً

زمیندار کو اختیار ہے کہ جب پٹہ کی میعاد ختم ہو، یا اگر کاشتکار سے کوئی میعاد معین نہ ٹھہری تو جس ختم سال پر چاہے کاشتکار سے کہہ دے کہ اب سے کاشت کرے چھوڑ دے مجھے زمین تجھ کو دینا منظور نہیں، اس کہنے سے وہ زمین سے شرعاً بے تعلق ہو جائے گا، اور اسے حرام ہوگا کہ قبضہ نہ چھوڑے، اگر نہ چھوڑے گا غاصب ہوگا، اور اس کے بعد سے عندالشرع اس پر وہی چار روپے بیگھ واجب ہوگا جو وہاں اس حیثیت کی زمینوں کی عام شرح ہے اگر نہ دے گا اور وہی دو روپے بیگھ ادا کرتا رہے گا تو حکم شرع وہی بیگھ دو روپے سال کامدیون ہوتا رہے گا، مثلاً ایسی زمین پچاس بیگھ اس کی کاشت میں ہے تو زمیندار کے سو روپے سال ہمیشہ اس پر چڑھتے رہیں گے جب تک زمین نہ چھوڑے، نیز زمیندار کو اختیار ہے کہ ختم میعاد یا صورت ثانیہ میں جس ختم سال پر چاہے اس سے زمین نکالنے کو نہ کہے، بلکہ یوں کہے کہ آج سے یہ زمین چار روپے یا دس روپے بیگھ ہے (جو وہاں اس زمین کی عام شرح ہو رہی ہے) خواہ اس قدر کہے یا اس سے کم یا جس قدر چاہے زیادہ، مثلاً سو روپے بیگھ ہزار روپے بیگھ) اگر کاشت کار اپنے زعم پر کہ یہ بغیر چارہ جوئی قانونی کیا کر سکتا ہے خاموش رہا اور کاشت کی، تو جتنا اس نے کہہ دیا تھا اس پر دین ہو رہے گا، اور اگر وہ سکوت نہ کرے بلکہ رد کر دے، مثلاً کہے میں تو وہی دو روپے دوں گا زیادہ نہ دوں گا، تو یہ پھر اپنے کلام کا اعادہ کر دے یہاں تک کہ وہ خاموش ہو رہے اور دیکھے کہ نہیں چیتا تو کہہ دے مجھے تجھ کو دینا منظور نہیں، اس کے بعد کاشت کرے گا، وہی عام شرح مثلاً چار روپے اس پر لازم آئیں گے، ان طریقوں سے یہ تو ہوگا نہیں کہ زمیندار قانوناً دو روپے بیگھ سے زائد لے سکے، جب تک باضابطہ اضافہ نہ کرائے جو ہزار دقتیں رکھتا ہے۔ نہ یہی ممکن کہ زمیندار اس بنا پر کہ شرعاً اس کے اجارہ سے نکل گئی اسے خود بے دخل کر دے اور نہ صرف قانوناً بلکہ عندالشرع بھی زمیندار کو جائز نہ ہوگا کہ شرعاً مطہر ایسی بات کے لئے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے یا ذلت کے لئے پیش کرنے کی سخت ممانعت فرماتی ہے تو ایسی صورت کا ہر جرم قانونی اس عارض کی وجہ سے خود جرم شرعی اور گناہ ہے، ان طریقوں سے یہ نفع ہوگا کہ جب کاشتکار عندالشرع اس کامدیون ہو لیا اور وہ دین قانوناً وصول ہو نہیں سکتا، تو کاشتکار سے جو رقم قانوناً وصول کر سکے، اور شرعاً وہ رقم نا واجب ہو اسے قانونی ذریعہ کے نام سے وصول کرے اور اپنے اسے آتے ہوئے میں مجرا کر لے جبکہ یہ رقم اس قدر دین سے زائد نہیں مثلاً کاشت کار پر لگان یا اضافہ یا بید غلی یا کسی قسم کی کوئی نالاش کرے جس کی حاجت زمینداروں کو اکثر پڑتی ہے، او وہ نالاش ڈگری ہو تو شرعی عارضی کو اگرچہ حق پر ہو مدعا علیہ سے خرچہ لینا جائز نہیں، یہ خرچہ لے اور اسے اپنے دین میں محسوب سمجھے یا زمیندار یوں میں اکثر معمول ہے کہ کاشتکاروں سے لکڑی، آپلا بھس وغیرہ اگھائی لیتے ہیں، یا بل بیل گاڑی سبیل وغیرہ میں، اور یہ شرعاً جائز نہیں ان کو وصول کرے اور اس میں مجرا لے لکڑی وغیرہ قیمت کے اعتبار سے اور بیل

وغیرہ اجرت کے لحاظ سے یونہی اگر قسط چوکنے سے یا لگان تقاوی وغیرہ پر سود کا نام کرے اور سود کی نیت نہ ہو بلکہ اسی دین میں وصول کرے تو یہ رقم بھی شرعاً اس کے لئے مال حرام نہ ہوگی، مگر اس سے احترازیوں لازم ہے کہ شرع نے جس طرح بڑے کام سے منع فرمایا بڑے نام سے بھی منع فرمایا، اور اپنے آپ کو بلا ضرورت شرعیہ مطعون کرنا مسلمانوں کو اپنی غیبت و بد گوئی میں مبتلا کرنا شرعاً منع ہے۔ سود کے نام لگانے سے لوگ اصل حقیقت کو نہ جانیں گے، اور اسے معاذ اللہ سود خور کہیں گے، بد نام کریں گے، یہ کس کس کو اپنی نیت اور معاملہ کی اصل حالت بتانا پھرے گا، ایسی بات سے احتراز چاہئے، بخلاف خرچہ اگھائی، سہیل بیگار معمولی و رائج اشیاء کے کہ عوام ان پر مطعون و بد نام نہ کریں گے، غرض کاشتکار کہ شرعاً ناجائز قبضہ رکھے مدیون بنانے کے وہ طریقے ہیں اور اپنے مالی نقصان کی تلافی کی یہ صورتیں، بغیر ان طریقوں کے صرف اس وجہ سے کہ گرد و پیش کی زمینوں کی شرح بڑھ گئی ہے۔ کاشت کار پر دو روپے بیگھ سے زیادہ کچھ واجب نہ ہوگا، اور یہ زیادہ لے گا تو نا واجب لے گا، اس مجمل بیان کو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اس میں شرعی اطاعت بھی رہے اور قانونی رعایت بھی اور مالی حفاظت بھی اور ان اصول و مسائل سے آج کل کے بہت ذی علم بھی غافل ہیں عوام تو عوام، اب ہم بعض عبارات ذکر کریں کہ تفصیل موجب تطویل۔

<p>ردالمحتار میں ہے خیر یہ سے ہے انھوں نے حاوی سے بحوالہ الاسرار نقل کیا کہ اگر کسی نے کسی نجی ملکیت کو اجارہ پر لیا تو مستاجر کو حق نہیں کہ اس کو اپنے لئے باقی رکھے جس طرح سرکاری زمین کو باقی رکھ سکتا ہے جبکہ مالک اس کو اپنے تجاوزات ختم کرنے پر مصر ہو بلکہ مالک اس کو پابند بنا سکتا ہے۔ (ت)</p>	<p>في ردالمحتار عن الخيرية عن الحاوي عن الاسرار اذا استاجر ارضاً ملكا ليس للمستاجر ان يستبقهياً كذلك ان ابي المالك الا القلع بل يكفه على ذلك¹۔</p>
---	---

رد مختار میں ہے:

<p>جب مالک نے کرایہ دار کو کہا اگر رہنا ہو تو اتنے معاوضہ پر رہو ورنہ منتقل ہو جاؤں تو اس پر کرایہ دار خاموش رہا تو مالک کا ذکر کردہ معاوضہ اس پر لازم ہو جائیگا (ت)</p>	<p>قال للسالك اسكن بكذا او الا فان نقل فسكت. لزم مايسی²۔</p>
--	---

اسی میں ہے:

¹ ردالمحتار کتاب الاجارة باب مايجوز من الاجارة الخ دار احياء التراث العربی بیروت ۱۹/۵

² درمختار کتاب الاجارة مسائل شتی من الاجارة مطبع مینائی دہلی ۱۸۶/۲

یجب اجر المثل فی المعدل للاستغلال ¹ ۔	کرایہ حاصل کرنے کے لئے مخصوص شدہ زمین کی مثلی اجرت لازم ہوگی۔ (ت)
--	---

اسی میں ہے:

الاصل ان المستحق بجهة اذا وصل الى المستحق بجهة اخرى اعتبر واصلا بجهة مستحقه ان وصل اليه من المستحق عليه والا فلا، وتبامه في جامع الفصولين ² ۔	مستحق کو اس کا استحقاق کسی دوسرے طریقہ سے بھی ملے تو وہ استحقاق کے طریقہ پر ہی متصور ہوگا بشرطیکہ اس کو مدیون کی جانب سے پہنچے، ورنہ نہیں اس کی تمام بحث جامع الفصولین میں ہے۔ (ت)
--	--

ردالمحتار میں ہے:

اذ لم يمكنه الرفع للحاكم فاذا ظفر بمال مديونه له الاخذ ديانة. بل له الاخذ من خلاف الجنس ³ ۔	جب اس کو حاکم کئے ہاں پیش کرنا ممکن نہ رہے تو جب اپنے مدیون کا مال ہاتھ لگے تو دینا یہ اس کو لینا جائز ہے بلکہ حق کی جنس کے خلاف بھی مال ملے تو لینے کا حق ہے۔ (ت)
--	--

اسی میں ہے:

الفتوى اليوم على جواز الاخذ عند القدرة من اى مال كان ⁴ ۔ والله تعالى اعلم۔	آج کل فتویٰ یہ ہے کہ مدیون کے کسی بھی مال پر قدرت پائے تو لینا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	--

جواب سوال دوم: جھوٹ بولنا حرام ہے، ہاں اپنا حق وصول کرنے یا اپنے اوپر ظلم دفع کرنے کے لئے پہلو دار بات کی اجازت ہے۔ جس کا ظاہر کذب ہو اور باطن میں صحیح معنی مراد ہوں، وہ بھی اسی حالت میں کہ صدق محض سے وہ حق نہ ملے اور ظلم نہ ملے، ورنہ یہ بھی جائز نہیں، درمختار میں ہے:

الكذب مباح لاجياء حقه و دفع الظلم عن نفسه، والمراد التعريض، لان عين	اپنے حق کو ثابت اور ظلم کو ختم کرنے کے لئے جھوٹ مباح ہے اس جھوٹ سے مراد تعريض ہے نہ کہ
---	--

¹ درمختار کتاب الغصب مطبعت مجتہبائی، دہلی ۲/۹-۲۰۸

² درمختار کتاب البيوع باب البيع الفاسد مطبعت مجتہبائی، دہلی ۲/۲۸

³ ردالمحتار کتاب السرقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۰۰

⁴ ردالمحتار کتاب الحجر دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۹۵

الکذب حرام ^۱ ۔	عین جھوٹ کیونکہ یہ حرام ہے۔ (ت)
---------------------------	---------------------------------

ردالمحتار میں ہے:

حيث ابيح التعريض لحاجة لا يباح لغيرها. لانه	جہاں کسی حاجت کی وجہ سے تعريض جائز ہے وہاں بغیر حاجت جائز نہیں، کیونکہ تعريض جھوٹ کا وہم پیدا کرتی ہے۔ (ت)
---	--

يوهم الكذب^۲۔

ہاں اگر ظلم شدید ایسا ہو کہ قابل برداشت نہیں، ضرر ایسا سخت ہے جس کا مفسدہ کذب کے مفسدہ سے بڑھ کر ہے اور اس کا دفع بے کذب ناممکن ہو تو بمجبوری اجازت پاسکتا ہے لان الضرورات تبیح المحظورات (کیونکہ ضروریات ممنوع چیزوں کو مباح کرتی ہیں۔ ت) ردالمحتار میں منقول:

ينبغي ان يقابل مفسدة الكذب بالمفسدة المترتبة	جھوٹ کے فساد اور صدق پر مرتب ہونیوالے فساد کا تقابل کیا
على الصدق فان كانت مفسدة الصدق اشد فله	جانا مناسب ہے اگر صدق پر مرتب فساد شدید ہو تو جھوٹ
الكذب، وان بالعكس اوشك حرم ^۳ ۔ وقد نقلنا القول	مباح، اور اگر معاملہ بالعکس ہو یا دونوں صورتوں میں شک ہو
فيه في فتاؤنا، والله تعالى اعلم۔	تو پھر کذب حرام ہے فیصلہ کن قول ہم نے اپنے فتاویٰ میں
	ذکر کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۵۴: از کروتلی مرسلہ حکیم رضا حسین خاں سلمہ، ۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مشترک گاؤں ہیں اگر ایک شریک بے اذن دیگر شرکاء خود کاشت کرے، تو جائز ہے یا نہیں؟ اور دیگر شرکاء اس سے اپنے حصے کی لگان لیں گے یا کیا؟ بینوا تو جروا

الجواب:

زمین مشترک میں ایک شریک کا زراعت کرنا اگر باذن جمیع شرکاء ہے بلاشبہ روا ہے، پھر جبکہ وہ زمین گاؤں کی ہے۔ اور دیہات کی زمین اجارہ ہی کے لئے ہوتی ہے تو جب تک تصریح نہ ہو جائے کہ لگان نہ لیا جائے گا، شرکاء کے حصے کا اس پر لگان آئے گا۔

^۱ درمختار کتاب الحظر والاباحة فصل في البيع مطبعت مجتہبائی، دہلی، ۲/ ۲۵۴

^۲ ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل في البيع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۷۵

^۳ ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل في البيع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۷۴

<p>تمام شرکاء کی طرف سے اجارہ حاصل کرنا جائز ہے کیونکہ اب منافع میں شیوع نہ ہوگا کیونکہ پیدا ہونے والے تمام منافع اس کو اپنی ملکیت کی وجہ یا اجارہ کی وجہ سے حاصل ہوں گے بخلاف جبکہ تمام شرکاء میں سے ایک یا بعض سے اجارہ کرے تو ناجائز ہوگا کیونکہ ان صورتوں میں شیوع پایا جائے گا، جیسا کہ ہدایہ اور درمختار میں ہے۔ (ت)</p>	<p>لان الاتجارۃ من الشریک جائزۃ لعدم الشیوع فی المنافع الحادثۃ اذا کل تحدت علی مسلکہ اما لملکہ او للاجارۃ. بخلاف الاجارۃ من احد شریکہ، او اجارۃ البعض من غیر الشریک حیث لاتجوز للشیوع کما فی الهدایۃ^۱ والدر^۲۔</p>
--	---

اور اگر شرکاء کے خلاف مرضی زراعت کرے گا گنہ گار و غاصب ہوگا، پھر اگر اس کی زراعت سے زمین کو نقصان پہنچا تو حصص کے لئے اس نقصان کا تاوان دے گا، اور اگر کوئی نقصان نہ پہنچا تو کچھ نہ دے گا، اس صورت میں لگان عائد نہیں ہو سکتا۔

<p>کیونکہ اگرچہ وہ زمین کرایہ داری کے لئے تیار رکھی ہے تو شریک کا اس میں تصرف ملکیت کی تاویل سے ہے جبکہ عقد کی تاویل کرایہ داری والی چیز میں اجرت کے لئے مانع ہے بخلاف وقف اور مال یتیم کے، کیونکہ ان میں اجرت لازم ہے۔ جیسا کہ درمختار اور ردالمحتار میں یہ بیان کیا ہے۔ (ت)</p>	<p>لانہا وان كانت معدة للاستغلال فالشریک یتصرف فیہا بتاویل الملک، والتصرف بہ بتاویل العقد یمنع الاجر فی المعد بخلاف الوقف ومال الیتیم حیث یجب فیہما مطلقاً کما بینہ فی الدرالمختار^۳ وردالمختار^۴۔</p>
---	--

اور اگر نہ شرکاء کا صریح اذن تھا نہ ممانعت، بلکہ ان سے بے پوچھے بطور خود اس نے زراعت کی تو اس میں حکم منقول و منصوص تو یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ زراعت یا اس خاص زراعت سے زمین کو نقصان پہنچے گا، یا زراعت نہ کرنے سے زمین کی طاقت بڑھے گی، تو اس صورت میں شرکاء سے بے پوچھے اس کا زراعت کر لینا صورت غضب میں داخل ہے، اور حکم وہی ہے کہ نقصان کا تاوان ہے، لگان کچھ نہیں، اور اگر معلوم ہے کہ

^۱ الهدایہ کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳۹/۳۳

^۲ درمختار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۷۷/۲

^۳ درمختار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲۰۸-۰۹/۲

^۴ ردالمختار کتاب الغصب دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۲

زراعت سے زمین کو منفعت ہوگی، تو یہ صورت صورت اجازت میں داخل ہے کہ اگرچہ صراحۃً اذن نہ ہو، مگر بوجہ منفعت دلالت اذن ہے۔ اس صورت میں بھی حکم یہ لکھتے ہیں کہ لگان دینا نہ آئے گا۔ ہاں شرکاء کو یہ اختیار ہوگا کہ اپنے اپنے حصوں کی قدر وہ بھی اتنی اتنی مدت تک اس کی زراعت کر لیں، مثلاً دو شریک تھے، ایک ایک ٹلٹ کا ٹلٹ والے نے ایک سال زراعت کی، تو دو ٹلٹ والا دو سال زراعت کر سکتا ہے۔ اقول: مگر یہ حکم اس صورت کا ہے کہ زمین اجارہ کے لئے معدوم معروف نہ ہو کہ اس صورت میں اگرچہ بوجہ منفعت دلالت اذن ہے مگر اذن عاریت و اجارہ دونوں کو محتمل ہے۔ اور عاریت اقل ہے۔ تو وہی متعین ہے۔ اور اجارہ بلا دلیل ثابت نہیں۔ لہذا اجر واجب نہ آیا، مگر جو زمین معدلاً استعمال ہے۔ جیسے زمین دیہات اس میں ثبوت اذن بحکم اعداد و عہدہ بروجہ اجارہ ہی مانا جائے گا۔ جب تک صراحۃً نفی اجازت یا تصریح عاریت نہ کر دیں لان المعروف کا المشروط و هذا ظاہر جداً (کیونکہ معروف چیز مشروط کی طرح ہے اور یہ بالکل واضح بات ہے۔) تو یہ صورت مثل صورت اولیٰ یعنی زراعت باذن صریح شرکاء ہوگی، اور لگان لازم آئے گا، اسے نہ مانئے تو بحال منفعت اذن دلالت ثابت ہونا، اگر وہاں چل سکے جہاں کوئی مزارع موجود نہیں، تو آباد دیہات میں اس کا ثبوت سخت دشوار ہے کہ غیر شخص زراعت کرتا تو شریک دیگر کو اپنے حصہ کی اجرت ملتی، اور شریک نے خود کاشت کی، اور لگان دلائل نہیں، صرف یہ اختیار دیں کہ اتنی مدت یہ بھی زراعت کر لے، اور ممکن کہ یہ زراعت کے لئے آمادہ نہ ہو، اس کے اسباب نہ رکھتا ہو، اس کے کاموں کا محتمل نہ ہو، ان کی فرصت نہ پاتا ہو، تو اس کا حصہ بلا معاوضہ دوسرے کے تصرف میں رہا، اس پر رضا و اذن دلالت ماننا بہت مشکل ہے۔ بخلاف اس صورت کے کہ لگان لازم کریں کہ صریح نفع حاصل ہے یہ دونوں صورتیں علم کی تھیں، اور اگر کچھ نہ معلوم ہو کہ زراعت سے زمین کو مضرت پہنچے گی یا منفعت، اس کا حکم نہیں لکھتے، اقول: وہ صورت مضرت کے حکم میں ہے کہ دلالت ثبوت اذن بوجہ علم منفعت تھا جب یہ نہیں وہ نہیں، تو نہ ہو مگر مطلقاً بلا اذن تصرف، اور یہی غضب ہے۔

وذلك لان الاصل في التصرف فيما فيه ملك لغيره الحظر الاباذنه ولودلالة ولم يوجد هو ولاهي۔	اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ غیر کی ملک میں تصرف اس کی اجازت کے بغیر ممکن ہے اگرچہ وہ اجازت دلالت ہو، جبکہ یہاں کسی طرح اجازت نہیں۔ (ت)
---	---

جامع الفصولین فصل ۳۳ بحث "انتفاع بمشترک" میں ہے:

يغرم الزارع لشريكه نقصان نصف الارض لو انتقصت لانه غاصب	ایک شریک نے زمین کی کاشت کی تو وہ دوسرے شریک کے نصف حصہ کے نقصان کا ضمان دے گا۔
---	---

<p>بشرطیکہ کاشت سے زمین کو نقصان ہو کیونکہ وہ اپنے شریک کے نصف کا غائب ہے (مز) اور مزر رحمۃ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ اگر ایک شریک غائب ہو تو دوسرے شریک کو نصف زمین کاشت کرنے کا اختیار ہے۔ اور اگر دوسرے سال بھی زراعت کرنا چاہے تو اسی حصہ کو کاشت کرے، اور فتویٰ یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ زراعت زمین کے مفید ہے نقصان دہ نہیں ہے تو تمام زمین کو کاشت کرے اور غائب شریک آجائے تو اس کو حق ہوگا کہ وہ بھی اتنی ہی مدت کل زمین کو اپنے کاشت کرے یہ اس لئے کہ مفید ہونے کی صورت میں غائب کی دلالت رضا ہے۔ اور اگر معلوم ہو کہ کاشت زمین کے لئے نقصان دہ ہے۔ یا ترک زراعت مفید ہے اور زمین کے لئے مزید قوت کا باعث ہے تو پھر حاضر شریک کو کوئی چیز کاشت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، کیونکہ نقصان کی صورت میں دوسرے شریک کی رضا ثابت نہیں ہے۔ یوں "تقفظ" میں ہے۔</p> <p>(ت)</p>	<p>فی نصیب شریکہ (مز) وعن مزر رحمہ اللہ تعالیٰ، لو غاب احدہما فلشریکہ ان یزرع نصف الارض، ولو اراد الزراعة فی العام الثانی زرع النصف الذی کان زرعه، ویفتی بانہ لو علم ان الزرع ینفع الارض ولا ینقصہا فلہ ان یزرع کلہا، ولو حضرا الغائب فلہ ان ینتفع بكل الارض مثل تلك المدة، لرضا الغائب فی مثله دلة، ولو علم ان الزرع ینقصہا او التروک یتفعمها ویزیدها قوۃ فلیس للحاضر ان یزرع فیہا شیئاً اذا الرضا لم یثبت هنالك کذا (قفظ)¹۔</p>
---	--

ردالمحتار کتاب الغضب میں ہے:

<p>تنویر الابصار میں اولاً عمادیتہ سے بحوالہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نقل کیا اور جامع الفصولین سے ہمارے نقل کردہ کے موافق ذکر کیا، پھر انہوں نے قنیہ سے یہ نقل کیا کہ حاضر شریک پر مشترکہ ملکیت میں کوئی اجرت لازم نہیں ہوتی اور غائب کو اتنی مدت زمین کو استعمال کرنے کا اختیار نہیں ہے کہ کیونکہ بدلہ کالین دین قاضی کے ہاں خصومت کے بعد ہتا ہے اور کہا کہ ان دونوں منقولہ عبارتوں میں اختلاف ہے لایہ کہ زمین اور</p>	<p>نقل (ای فی تنویر البصار) اولاً عن العبادية عن محمد (فذكر ما قدمنا عن الجامع قال) ثم نقل عن "القنية" ان الحاضر لا يلزمه في المالك المشترك اجر، وليس للغائب استعماله بقدر تلك المدة لان المهايأة بعد الخصومة. قال وبينهما تدافع الا ان يفرق بين الارض و</p>
--	--

¹ جامع الفصولين الفصل الثالث والثلاثون اسلامي كتيب خانہ كراچی ۲/۱۳۹

<p>دار کافر قاتم کیا جائے اور یہ بعید ہے یا یہ کہا جائے یہ دو مختلف روایتیں ہیں اس کے بعد انھوں نے خانیہ سے نقل کیا کردار کا مسئلہ اور زمین کا مسئلہ ایک ہے کہ مکان میں بھی شریک غائب کو اتنی مدت سکونت کا حق ہے جتنی مدت حاضر شریک سکونت پذیر رہا ہو، اور اس کو مشائخ نے پسند فرمایا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح منقول ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت)</p>	<p>الدار، وهو بعید او انہما روایتان، ثم نقل عن الخانیة ان مسئلة الدار كمسئلة الارض، وان للغائب ان یسكن مثل ماسكن شریكہ، وان المشائخ استحسنوا ذلك وهكذا روى عن محمد وعليه الفتوى -1</p>
---	--

نیز جامع الفصولین میں بعد عبارت مذکورہ ہے:

<p>(فص) ایک شریک مشترکہ مکان میں دوسرے کی غیر موجودگی میں سکونت پذیر رہا تو اس پر کوئی اجرت لازم نہ ہوگی اگرچہ مکان کرایہ داری کے لئے تیار کیا ہو، ان کا بیان اس قول تک کہ (ذ) میں اس کی علت یہ بیان کی گئی کہ وہ ملکیت کی تاویل پر سکونت پذیر ہوا ہے تو اجرت لازم نہ ہوئی، واقعہ الفتویٰ میں ہے کہ اپنی اور غیر کی مشترکہ زمین میں کاشت کرے تو کیا دوسرے شریک کو اس سے ربح یا ثلث کرے تو کیا دوسرے شریک کو اس سے ربح یا ثلث کا اپنے حصہ کے طور پر مطالبہ کا حق ہے جیسا کہ وہاں معروف ہے جواب دیا گیا کہ دوسرے شریک کو یہ حق نہیں ہے، ہاں اگر زمین کو کاشت سے نقصان ہو تو اس کو اپنے نصف کے نقصان کا ضامن لینا روا ہوگا۔ (ت)</p>	<p>(فص) سكن دار مشتركة بغیبة شریكہ لا یلزمه اجر حصته ولو معدة للاستغلال (الی قوله) علل فی (ذ) بانه سكن بتاویل الملك فلا اجر (واقعة الفتوى) ذرع ارضا بینہ و بین غیرہ هل لشریکہ ان یطالبہ بربح او ثلث بحصة نفسه كما هو عرف ذلك الموضع. اجیب بانه لا یملك ذلك یغرمه نقصان نصیبہ فی الارض لو انقصت -2</p>
--	---

اقول: یہ ہے کہ وہ ح کم کہ اس صورت زراعت بے اطلاع کا شرکاء پر کتب میں مذکور ہے، مگر یہ احکام عرف کے ساتھ دائر ہیں، اور یہاں دیہات میں عموماً صرف دُور و سائر یہ ہے کہ زمین کا اجارہ پر اٹھنا ہی منفعت جانتے ہیں اور اس کا پڑا رہنا ہی نقصان سمجھتے ہیں کہ وہ صرف معدلاً جار ہوتے ہیں اس کے بعد اس پر کوئی نظر نہیں ہوتی کہ زراعت اس کے لئے نفع ہے یا ترک، تو یہاں یہ صورت صورت اولیٰ یعنی اذن دلالت میں منحصر ہے، اور بوجہ اعداد اجرا لازم، مگر کوئی خاص زراعت ایسی فرض کی جائے کہ زمیندار اس پر

¹ ردالمحتار کتاب الغصب دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۲-۱۳۱

² جامع الفصولین الفصل الثالث والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۳۹

راضی نہ ہوتے ہوں اور اسے مضرارض جانتے ہوں تو وہ مستثنیٰ رہے گی، اس تقریر پر دربارہ دیہات خلاصہ حکم یہ ہے کہ شریک کو زراعت کرنا مطلقاً جائز اور حصہ شرکاء کا لگان مطلقاً لازم ہے، مگر اس صورت میں کہ دیگر شرکاء نے صراحتاً منع کر دیا ہو۔ یا کوئی ایسی زراعت کرے جس سے زمین بگڑتی ہو، اور زمیندار اس پر راضی نہ ہوتے ہوں، ان دونوں صورتوں میں نقصان زمین کا تاوان دے گا اگر واقع ہو، اور لگان نہ آئے گا، اور شرکاء نے صراحتاً بلا لگان اجازت دی، تو لگان نہیں، اور زراعت جائز ہے، ہذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی (یہ میری طرف سے ہے اور علم حق میرے رب کے پاس ہے۔ ت) واللہ سببہانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۵: مسؤلہ حمد سید علی صاحب العلم از کانپور مسجد حاجی بدو شطر نجی محل ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ملک بنگالہ میں ظاہر الملک تین قسم پر منقسم ہے:

اول ملک شاہی

دوم ملک زمینداری

سوم ملک رعیتی

رعایا زمیندار کو خراج دیتے ہیں، اور زمیندار بادشاہ کو، بادشاہی اصل مالک زمین کا ہے، اور بالکل تصرفات کا اختیار رکھتا ہے۔ زمین بادشاہ کے تحت میں زمین کا مالک ہے۔ اور زمیندار کے تصرفات بادشاہ کے تصرفات کے تابع ہیں، اور رعیت زمیندار کے تابع ہے، زمیندار رعایا کو زمین و مکان میں جتنے تصرفات کے لئے حکم دیتا ہے، اسی کا اس کو اختیار ہوتا ہے زیادہ نہیں اس حالت میں کوئی رعیت دوسری رعیت کے پاس اگر اپنی رعیتی زمین کو بیچے تو قیمت کے فی تولہ چار آنہ حساب سے (یا کم و بیش) زمیندار کی سرکار میں نذرانہ دینا ہوتا ہے مثلاً زید اگر اپنی رعیتی زمین کو عمر کے پاس قیمت دو سو روپے بیچے، اور عمر دو سو روپے دے کر قبالہ کر لے، اور زید و عمر میں خرید و فروخت ہو گیا، تو اب عمر زمیندار کے سرکار میں فی تولہ چار آنہ کے حساب سے دو سو کی نذر پچاس روپے علاوہ خراج کے جب تک ادانہ کرے گا تب تک خریدی ہوئی زمین کی بابت زید کے نام کو خراج کر کے عمر کے نام کو اپنے دفتر میں ثابت نہ کرے گا، عمر کو اس زمین پر تصرف کرنے نہ دے گا، پس نذر مذکور علاوہ خراج کے زمیندار کو لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا بالذلائل (دلائل کے ساتھ بیان کر کے اجر حاصل کیجئے۔ ت)

الجواب:

جوز زمیندار آبا و اجداد کے وقت سے وراثتاً مالک زمین چلے آتے ہیں یا جس نے ایسے مالکوں

عہ: فی الاصل کذا لک لعلہ "زمیندار"۔

سے بیع وہبہ وغیرہ کسی عقد صحیح شرعی سے ملک حاصل کی وہ زمیندار اس زمین کا شرعاً مالک ہے اب یہ زمین جو ایک کاشتکار نے دوسرے کے ہاتھ بیع کی اس بیع سے اگر وہ خریدنے والا کاشتکار اس زمین کا مالک مستقل نہیں سمجھا جاتا بلکہ زمیندار کو نذرانہ دینے کے بعد بھی کاشت کار ہی سمجھا جاتا ہے تو یہ بیع محض باطل ہے۔

کاشت کار اول نے جو ثمن کاشتکار دوم سے لیا وہ اس کے لئے ناجائز ہے۔ اس پر واجب ہے کہ کاشتکار دوم کو واپس دے، اور یہ نذرانہ کہ زمیندار کو دیا جائے گا کہ سال اول اجرت زمین میں اضافہ تصور کیا جاتا تو زمیندار کو جائز ہوتا، مگر ظاہر آوہ اضافہ نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ پہلے کاشتکار کی جگہ دوسرے کو قائم کرنے کی رشوت تو یہ زمیندار کو بھی جائز نہیں، ہاں جبکہ کاشتکار اول اس اجارہ سے دوسرے کے لئے دست بردار ہو چکا، اور زمیندار نے دوسرے کو مستاجر قبول کر لیا تو یہ دوسرا شرعاً مستاجر ہو گیا خراج کہ زمیندار اس سے لے گا زمیندار کو حلال ہے۔ ظاہر آ صورت یہی واقع ہوتی ہوگی، نہ یہ کہ کاشتکار کی بیع بیع شرعی سمجھی جائے اور کاشتکار دوم زمین کا مالک مستقل قرار پائے، اور اگر بالفرض کہیں ایسا ہو اور کاشتکار اول کا دوسرے کے ہاتھ بیچنا بیع فضول ہو اور زمیندار اس نذرانہ پر قبول کرنا ز ثمن میں اضافہ اور بیع کی اجازت ہے۔ تو وہ روپیہ جو کاشتکار اول کو ملا برضائے زمیندار اس کے لئے حلال ہے۔ اور وہ نذرانہ کہ زمیندار نے لے لیا اس کے لئے جائز ہے۔ مگر اب جو خراج زمیندار اس کاشت کار دوم سے لے گا یہ حرام و باطل ہے کہ اس تقدیر پر کاشت کار دوم زمین کا مالک مستقل ہو گیا، غیر مالک کا مالک سے خراج لینا کیا معنی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

از شہر بریلی محلہ فراشی ٹولہ مرسلہ مقصود علی خاں

مسئلہ ۵۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر زمیندار بٹائی کے کھیت کو خواہ وہ کفار کی کاشت میں ہو یا مسلمان کاشتکار ہو، چار اشخاص اہل ہنود یا مسلمان کے بیچ اس بٹائی کے کھیت کی کنکوت کرادے اور کاشت کار جو زمین کی کاشت کرتا ہو اس سے کہہ دے کہ اگر تجھ کو یہ تخمینہ منظور ہو تو اس کو کاٹ لے۔ اور زمیندار کا حصہ جو طے پایا ہو دے دینا، اور اگر منظور نہ کرے تو اس تخمینہ کو منسوخ کر دے، ایسی صورت میں جبکہ کاشتکار بھی تخمینہ منظور کر لے تو یہ تخمینہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی کمی بیشی کا مواخذہ ہو گا یا نہیں؟ جبکہ زمیندار کو اگر اس تخمینہ سے بیشی ہو تو اس کا کچھ خیال یعنی بیشی کا نہ ہو، اور اگر اس تخمینہ سے کم ہو تو زمیندار پر کاشتکار کا مواخذہ جبکہ وہ تخمینہ منظور کر چکا ہو۔ ہو گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

کنکوت باطل ہے، شرعاً اس کا کچھ اعتبار نہیں، نوے من تخمینہ ہو اور زمیندار کاشتکار دونوں نے منظور کر لیا، اور آدھے پر بٹائی ہے۔ تو اگر سو من پیدا ہو زمیندار کے پانچ من کاشتکار پر اور رہے۔ اسے

جائز نہیں کہ پچاس من کی جگہ پچپن من خود لے اور سینتالیس من زمیندار کو دے، اور اگر اسی من پیدا ہو تو زمیندار کا حق صرف چالیس من ہے پانچ من زیادہ لینا اسے حرام ہے۔ ورنہ مسلمان کاشتکار کے حق میں ماخوذ رہے گا اس کی باطل منظوری کہ برخلاف مقتضائے عقد و بے اذن شرع ہے۔ کچھ معتبر نہیں، ہدایہ میں ہے:

<p>اگر کسی نے اس شرط پر زمین خریدی کہ میں اپنے پیانہ سے ناپ کروں گا اور اس ہر پیانہ پر پچاس رطل کاٹوں گا، تو یہ عقد باطل ہے۔ اور اگر اس شرط پر خریدی کہ پیانہ کے وزن برابر شمار ہوگا تو عقد جائز ہوگا کیونکہ پہلی شرط عقد سے لا تعلق ہے جبکہ دوسری شرط عقد کے موافق ہے۔ (ت)</p>	<p>من اشتوی زیتا علی ان یزنہ بظرفہ، فیطرح عنہ مکان کل ظرف خسیں رطلا، فهو فاسد وان اشتوی علی ان یطرح بوزن الظرف جائز۔ لان الشرط الاول لا یقتضیہ العقد، والثانی یقتضیہ^۱۔</p>
---	---

ہاں ہندو کاشتکار سے اس کی مرضی و منظوری کی بناء پر اگر ایسے زیادہ مل جائے تو حرج نہیں،

<p>کیونکہ ہندوؤں سے غدر کے بغیر جو ملے لینا جائز ہے اگرچہ وہ ایسے عقد کے ذریعہ ملے جو مسلمانوں میں ہو تو فاسد قرار پائے جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ کے بیوع میں بیان کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>لجواز ان یاخذ منهم بغیر غدر ولو بعقد ان وقع بین مسلمین کان فاسدا کما بیننا فی بیوع فتاونا، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

مسئلہ ۵۷: از بنارس گرانٹ بازار مسجد نواب ٹونک مرسلہ محمد شفیع صاحب ۳ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

ایک زمیندار نے کاشت کار کو بخوشی و رضامندی اپنی بیس بیگھ اراضی کا پٹہ دوامی لکھ دیا اس شرط پر کہ فی بیگھ اڑھائی روپے لگان جس کا جملہ پچاس روپیہ ہوتا ہے۔ اس قدر مالگزاری سال بسال ادا کیا کرو، اور ان اراضی کو چاہے خود کاشت کرو یا دوسروں سے کاشت کراؤ، مگر مالگزاری اس کی حسب تحریر مندرجہ تم سے ادا کریں گے، اگر قسط پر ادا نہ کرو گے تو بنا لاش حق ادا کرنے کا ہم زمیندار کو ہوگا۔ اب کاشتکار ان اراضی کو خود ہی کاشت کرتا ہے، اور دوسروں سے بھی کاشت کراتا ہے۔ اور جب دوسرے کاشتکار کے ساتھ بندوبست کرتا ہے تو فی بیگھ پانچ روپے لیتا ہے اور جب بارہ برس گزر گیا تو وہ اراضی انگریزی کاغذات میں قانوناً موروثی لکھی گئی، یعنی اب ان اراضیوں کو زمیندار زبردستی بے دخل کرنے کا مستحق نہیں، اگر بخوشی و رضامندی اپنی کاشت کار واپس کر دے تو زمیندار واپس کر سکتا ہے، یا اگر مالگزاری کاشتکار

^۱ الہدایہ کتاب البیوع باب البیوع الفاسد مطبع پوسنی لکھنؤ ۳/ ۶۱

نے ادا نہ کیا تو بنا لاش گورنمنٹ زمیندار کو بذریعہ ڈگری کاشتکار سے وصول کرادے گا، اور اراضیوں کو بھی واپس کرادے گا، اگر کاشتکار بعد ڈگری زمیندار کے مال گزاری پکھری میں داخل کردیا، یا زمیندار کو دے کر رسید حاصل کیا تو پھر کاشت کار ان اراضیوں سے بے دخل نہ ہوگا بدستور قائم رہے گا، ایسی حالت میں کاشتکار کو کاشتکار شکمی سے نفع لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور کاشتکار جو خود کاشت کرتا ہے اس کی پیداوار سے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر زمیندار کاشت کار کو زبردستی بے دخل کرے تو پکھری میں استغاثہ کرنے کا حق شرعاً پہنچتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

پٹہ دوامی شرع میں کوئی عقد لازم نہیں۔ ہر سال تمام پر وہ عقد ختم ہوتا اور طرفین کی رضا سے نیا شروع ہوتا ہے۔ ہر سال ختم ہونے پر شریعت مطہرہ کے نزدیک طرفین کو اختیار ہے کہ اس عقد سے باز رہیں، مملوک زمین مدت گزرنے سے شریعت کے حکم میں عقد لازم نہیں ہوتا یہ قانونی بات ہے شرعی حکم نہیں، اگر رضائے زمیندار ہے تو جب تک بھی ہے کاشت کار اس میں کاشت کر سکتا ہے۔ اور دوسروں کو ذیلی بھی بنا سکتا ہے۔ مگر زرگان جتنا خود ادا کرتا ہے اس سے زیادہ دوسرے سے نہیں لے سکتا، اگر لے گا مال خبیث ہوگا، مگر تین صورتوں میں، ایک یہ کہ لگان کی جنس بدل دے مثلاً زمیندار سے روپے ٹھہرے ہیں، یہ ذیلی سے سونا یا نوٹ ٹھہرائے یا اس زمین میں کوئی مالیت کی چیز مثل کنویں کے اضافہ کرے یا اس زمین کے ساتھ دوسری زمین ملا کر مجموع کو ذیلی کاشت میں دے، مثلاً ڈھائی روپے بیگھ پر اس سے لی ہے۔ یہ ایک بیگھ زمین اس میں اور شامل کر کے مجموع ۲۱ بیگھ بلا تفصیل ذیلی کو ایک سو پانچ روپے پر دے، یہ صورتیں جائز ہیں، اور اگر زمیندار کی رضامندی نہ ہو اور وہ اس سے زمین چھوڑ دینے کو کہے اور یہ موروثیت کے دباؤ سے جبراً نہ چھوڑے تو شریعت کے نزدیک گنہ گار ہوگا، اور اس میں جو تنا اس کو ناجائز، جو ناجائز پیدا ہوگا خباثت سے خالی نہ ہوگا، اور ذیلی کو دے گا تو وہ روپیہ بھی اس کے لئے ناجائز ہوگا اور اسے حکم ہوگا کہ زمیندار کو دے دے یا فقیروں پر تصدق کرے اور اول اولیٰ ہے۔ جو شخص ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے حکم شریعت پر عمل کرنا چاہے، تو حکم یہ ہے ورنہ وہ جانے اور اس کا کام، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اے اللہ! ہمیں وسیع نیکی عطا فرما حضور نبی المرسلین ہمارے
آقا محمد النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ اجمعین کے
وسیلہ سے۔ (ت)

اللهم ارزقنا حسناً واسعاً بحق مولانا محمد النبی
الامی نبی الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
الہ وصحبہ اجمعین۔

مسئلہ ۶۱۶۵۸: از پینڈول، بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعت علی خان
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) کہ مالک کافر ہو یا مسلمان، رعایا اس کو بعض زمین کی مال گزاری دے اور بعض کی نہیں، اس کے لئے کیا حکم ہے۔ آیا وہ رعایا عند اللہ وعند الرسول ماخوذ ہوگا یا نہیں؟

(۲) جس زمین کی رعایا مال گزاری دیتی ہے اس میں درخت لگایا، اب اس درخت کے فروخت کرتے وقت مالک اس کی قیمت کا چوتھائی حصہ مانگتا ہے۔ نہ دینے پر اللہ ورسول کے نزدیک ماخوذ تو نہیں؟

(۳) کسی کھیت کے قریب مالک کی زمین غیر آباد ہے۔ رعایا نے اپنی زمین کے ساتھ اس غیر آباد زمین کو آباد کر لیا، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۴) ایک شخص کی زمین مثلاً ۴ کٹھ ہے سروے ناپ نے غیر کی زمین لے کر ۵ کٹھا لکھ دیا ہے اب اس زمین کو وہ شخص اپنے تصرف میں لاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر تصرف میں لائے تو عند اللہ ماخوذ ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

(۱) جو مالگزاری مقرر ہوئی اسی کا نہ ادا کرنا ظلم و حرام ہے اگرچہ زمین والا کافر ہو۔

قال اللہ تعالیٰ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ"^۱ | اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! عقود کو پورا کرو۔ (ت)

(۲) مالک زمین کا اس درخت میں کچھ حق نہیں، اس کا مانگنا ظلم ہے۔

(۳) جائز ہے جبکہ مالک کو لگان دے یا وہ معاف کر دے۔

(۴) اگر وہ کٹھا اس دوسرے کی ملک ہے تو بے اس کی اجازت کے غصب و حرام ہے۔ اور اگر وہ بھی کاشتکار ہے اور اس کے پٹے کی میعاد بھی باقی ہے تو بے اس کی اجازت کے ناجائز ہے لہذا ان لم یملک رقبتهما فقد ملک منفعتهما (اگرچہ اس کے رقبے کا مالک نہیں تو وہ اس کے نفع کا مالک ہے۔ ت) اور اگر یہ بھی نہیں تو سابقاً یا لاحقاً اجازت زمیندار درکار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۱۶۶۲: مسئولہ مولوی محمد رضا خاں سلمہ
۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۳ھ

(۱) زید سے اس کی رعایا نے جس میں مسلم و مشرک دونوں ہیں بیس روپے ایک سال کے واسطے قرض مانگے اور لگان کھاتے کا جو قرض چاہے بیس روپے ہے۔ اس نے کہا کہ بیس روپے تم کو بلا سودی

^۱ القرآن الکریم ۱/۵

بغیر کسی نفع کے دئے جاسکتے ہیں، مگر تم کو اپنے کھاتے پر معہ ۱۸ سال بھر کے اضافہ کرنے ہوں گے، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جن اسامیوں سے کہ بقایا بچھلی وصول کرنا خواہ وہ تمسک ہے یا معاہدہ زبانی ان سے ۳ روپیہ یا چھ آنہ روپیہ اس صورت میں لینا اول اپنا اصلی مطالبہ لے لیا گیا تھا، پھر زید نے مشرک کاشتکار سے کہا کہ مطالبہ تیرا ادا ہو گیا اب تو بیع سلم کے اس قدر روپے اور ادا کرو یہ رقم لینا جائز ہوگی یا نہیں؟

(۳) اگر کاشت کار نے اپنا حساب سمجھا تو وہ رقم جو زائد ہے اس کو حساب میں بتایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۴) جو تمسکات کہ ۱۳۲۱ ف میں لکھے جاپکے ان کا وصول بھی اس طرح ہو سکتا ہے یا نہیں کہ تمہارا اصل مطالبہ ادا ہو گیا، اب اتنا بیع سلم کا دے دو، اگر دس روپے کسی مسلمان سے زائد لئے گئے اور اس کا مطالبہ صحیح اول لے لیا اور ان دس روپوں کے عوض مسلم یا مشرک کو سیر بھر گئے یہ کہہ کر دے دئے کہ ہم یہ گئے تھے اور اس کا مطالبہ صحیح اول لے لیا اور ان دس روپوں کے عوض جائز ہے؟ اگر یہ جائز نہیں تو کیا صورت ہے کہ مال مشترک سے منتفع ہوں؟

الجواب:

(۱) یہاں کے مشرکین کے ساتھ یہ صورت جائز ہے مسلمان کے ساتھ حرام ہے کہ یہ قرض سے نفع لینا ہے، اور حدیث میں ہے:

کل قرض جر منفعة فہورباً ^۱	قرض کے ذریعہ جو نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے۔
--------------------------------------	--

خلاصہ میں ہے:

القرض بالشرط حرام والشرط لغوبأن یقرض علی ان یکتبہ بہ الی بلد کذا لیوفی دینہ ^۲ اھ کذا ^۳ فی الدرالمختار ^۳ واللہ تعالیٰ اعلم۔	قرض کے ساتھ شرط لگانا حرام ہے اور شرط لغو قرار پائے گی، مثلاً یوں کہ اس شرط پر قرض دوں گا کہ مجھے لکھ دے کہ قرضہ فلاں شہر سے وصول کر لوں اھ در مختار میں یوں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
---	---

عہ: فی الاصل در مختار میں ہے والمراد ان عبارة الخلاصة فی الدر المختار عبد المنان الاعطی۔

^۱کنز العمال حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسه الرسالۃ بیروت ۶/۲۳۸

^۲خلاصۃ الفتاویٰ کتاب البیوع الفصل الخامس ۳/۵۳-۵۴

^۳در مختار بحوالہ خلاصۃ الفتاویٰ کتاب البیوع فصل فی القرض مطبع مجتہبی دہلی ۲/۴۰۰

(۲) یہاں کے مشرکین کے ساتھ اگر ابتداءً معاہدہ کاشت اس صورت پر کیا جائے کہ یہ زمین مثلاً اتنے سال کے لئے روپے بیگھ پر تمھیں دی، اگر کسی فصل یا سال تمام پر (جو باہم ٹھہر جائے) بقایا رہے گی تو سوائی یا ڈیوڑھی یا دونی (جو قرار پائے) اس زمین کی اجرت تصور ہوگی۔ تو حسب قرار ادا لے سکتا ہے۔ اور اگر پہلے معاہدہ صرف روپے بیگھ پر ہوا، اور باقی ٹوٹنے کے بعد باقی میں اس سے زیادہ کیا چاہے تو یہ حرام ہے کہ خلاف معاہدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو! عقود کو پورا کرو۔ (ت)	قَالَ اللَّهُ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ" ¹ ۔
--	---

اور اگر باقی میں زیادہ نہ لے بلکہ اس سے صاف کہہ دے کہ باقی پوری ادا ہو گئی اس کا تم پر کچھ نہ رہا، مگر وقت پر ادا کرنے کا اتنا حرج دے، تو یہاں کے مشرکین سے جائز، چاہے اس کا فرضی نام بیع سلم رکھے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) پہلی صورت میں کہ وہ داخل معاہدہ تھی حساب میں بتائی جاسکتی ہے۔ اور دوسری صورت میں اس کا حساب سے ادا کرنا لازم ہوگا، یعنی یوں کہے گا کہ بقایا لگان تو تجھ پر اس قدر ہے۔ اور بوجہ تاخیر اتنا بیع سلم کا دینا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) ہاں ہو سکتا ہے جبکہ مزارع یہاں کا مشرک ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ مسلمان سے مطلقاً ناجائز، اور فرض ہے کہ اسی کے وہ روپے اسے واپس دے وہ نہ رہا ہو اس کے ورثہ کو دے، ان کا پتہ نہ چلے تو اس کی طرف تصدق کرے بخوشی کا لفظ بے معنی ہے بغیر دباؤ کے ناممکن ہے کہ کوئی دس روپے کے بدلے سیر بھر گیہوں پر راضی ہو، اور اگر یہاں کا مشرک ہے اور اس سے قید معاہدہ پر زیادہ لیا گیا تو وہ بھی حسب بیان جواب دوم ناجائز ہے گیہوں کا یہ معاملہ اس سے کرنا فضول ہے کہ یہ دس روپے بروجہ خبیث آئے، اس مشرک کی ایسی رضا سے وہ خبیث نہ جائے گا کہ وہ دباؤ کی رضا ہے نہ کہ حقیقہ، اور حقیقہ بھی ہو تو اس پر مواخذہ حق اللہ کا ہے کہ خلاف حکم کیا، بلکہ سیر بھر گیہوں کسی مسلمان محتاج کے ہاتھ جتنے کو وہ بخوشی راضی ہو بیع کرے پھر وہ روپیہ بہ نیت تصدق مال خبیث اس محتاج کو دے، پھر اس سے گیہوں کے زر ثمن میں لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ القرآن الکریم ۵/۱۷

مسئلہ ۶۶: از سنبھل ضلع مراد آباد محلہ دہلی دروازہ مرسلہ محمد ظہیر الدین ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید زمیندار نے ایک کاشتکار کو اپنی اراضی بنا کر کاشت بدیں شرط دس روپیہ لگان پر دی کہ پانچ روپیہ فصل خریف پر اور پانچ روپیہ فصل ربیع پر ادا کرتا ہے، بحالت عدم ادائے زر بقایا سوا یعنی بجائے ایک روپیہ کے سوار روپیہ لگان کا لیا جائے گا، وقت مقررہ پر لگان کے نہ ادا کرنے کی صورت میں فصل بہ فصل و سال در سال لگان میں زیادتی ہوتی رہے گی، یہ زیادتی لگان کے بمقابلہ اراضی کے کی گئی ہے۔ آیا یہ زیادتی لگان کی جائز ہے یا ناجائز داخل سود ہے؟

الجواب:

یہ محض حرام و سود ہے بلکہ اس شرط کی وجہ سے وہ اجارہ ہی فاسد و حرام ہو گیا، فان الاجارۃ تفسد بالشرط الفاسد کالبیع بانہا احد السبعین (کیونکہ فاسد شرط سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے جس طرح بیع فاسد ہو جاتی ہے کہ وہ ستر میں سے ایک ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۷: از سنگرام پور ڈاکخانہ خاص ضلع بدایون مسئولہ شیخ ضیا الدین جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب!

بعد سلام علیک کے گزارش ہے کہ میرے قریب ایک موضع دھنوپورہ ہے۔ وہاں پر ٹھا کر دلاور سنگ زمیندار موضع مذکور کے ہیں، اس پر ایک ہزار روپیہ ۱۴/ آنے کے سود سے دیگر اشخاص کا قرض ہے۔ اب دلاور سنگھ ایک ہزار ہم سے بلا سود مانگتے ہیں، اور (صہ ع) پختہ اراضی سیر واسطے پانچ سال بالعوض ایک ہزار روپے کے دیتے ہیں، بعد پانچ سال کے ان کی اراضی چھوٹ جائے گی، اور ہمارا روپیہ بے باق ہو جائیگا، شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ اور اگر ناجائز ہے تو کس طریقہ سے جائز ہو سکتی ہے؟ فقط زیادہ سلام

الجواب:

یہ صورت بلاشبہ جائز ہے۔ زمیندار اپنی مملوکہ خالی زمین کو دوسرے کے رہن یا اجارے میں نہیں، ایک مدت معینہ پانچ برس کے لئے ایک اجرت معینہ پر ہزار روپیہ پر اجارہ دیتا ہے اور باہمی رضا سے زراعت پیشگی دینا قرار پاتا ہے۔ اس میں کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۸: از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ عنایت حسین صاحب ۲۹ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ایک اراضی کا لگان بندوبست میں عہد ۱۴ مقرر ہوا، اب اس اراضی کی حیثیت ۱۸ء کی ہے کسی شخص نے مبلغ مہ پیشگی پانچ سال کا لگان اس وقت کی حیثیت سے ادا کر کے لی، اس طرح پر اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ یا کسی شخص نے بجائے ۱۸ء روپیہ کی شرح کے عا سے بھی

وہ جائز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہوگی تو کن کن وجوہات سے جائز ہوگا۔

الجواب:

بندوبست میں جو مقرر ہو اس کی پابندی عاقدین پر لازم نہیں باہم زمیندار کا شکار میں جس قدر پر رضامندی ہو جائے کم پر خواہ زائد پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۹: از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ شرف الدین و مسیح الدین زمیندار ۳۰ رجب ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کا شکار کو اپنی موروثی اراضی مصدقہ بندوبست بشرح عد ۱۴ بیگمہ خام کسی دوسرے شخص یعنی اپنے ذیلی کا شکار کو مبلغ مہ لے کر پانچ سال کو پٹہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ مبلغ پچاس روپے اسی میعاد پنجسالہ میں ذیلی کا شکار کے وصول ہو جائیں گے اور عد ۱۴ لگان زمیندار کو یہی ذیلی کا شکار ادا کرے گا۔ مگر یہ کہ شرح لگان مصدقہ بندوبست عد ۱۴ لحاظ نہ کیا جائے خواہ بجائے عد ۱۴ کے ۱۶ باہم کا شکار اصلی و ذیلی طے ہو یا مبلغ ۱۸ یا اور کم و بیش؟ بینواتوجروا

الجواب:

کا شکار کو جائز نہیں کہ جو زمین اس کے پاس جتنے لگان کو ہے اس سے ایک پیسہ زائد پر ذیلی کو دے، جتنا زیادہ مقرر کرے گا اسے لینا ناجائز ہوگا۔ مگر تین صورتوں میں جائز ہے:

- (۱) اس کے ساتھ اپنے پاس سے اور کوئی چیز ملا کر دونوں کو مجموعہ زیادہ پر دے۔
- (۲) اس زمین کو کتواں کھود کر یا اور کام نفع کا بڑھا کر کرایہ پر دے۔
- (۳) کرایہ کی جنس بدل دے، مثلاً اس کے پاس دس روپے سال پر ہے یہ ذیلی کو ایک اشرفی کرائے پر دے یا جتنی اشرفیاں ٹھہریں یونہی نوٹ یا پیسہ یا کنیاں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۰: از ضلع سکھر سندھ ڈاکخانہ ڈھر کی مقام بھرچوٹی شریف درگاہ عالیہ سلسلہ قادریہ مسئولہ خدا بخش صاحب ۲۳ رمضان ۱۳۳۹ھ چہار شنبہ

بخدمت عظامی منزلت شمس الشریعت حضرت مولانا صاحب سلمہ ربہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزی قانون کے مطابق جو شخص پانچ برس متواتر اپنی غیر آباد زمین کا محصول (یعنی خراج) نہیں دیتا وہ زمین اس کی ملک سے نکل کر گورنمنٹ کی ہو جاتی ہے کہ بعد دس برس گزرنے کے بغیر رضامندی شخص مذکور کے دوسرے کو دے دیتے ہیں۔ آیا زمین مذکورہ بالا بموجب شرع شریف مالک کی ملک سے نکل کر گورنمنٹ بنتی ہے یا نہیں؟ اور اس زمین کا لینا درست ہے یا نہیں؟ اگر کسی نے خریدی ہو تو واپس دے یا نہیں؟ اگر دے تو جو خرچ اس زمین پر کیا ہے اس سے واپس لے یا نہیں؟ نیز یہ کہ اگر مشتری مالک کو دے جب بھی گورنمنٹ

اس کو نہیں دیتی بغیر درخواست کے، اور درخواست بسبب مفلسی کے وہ نہیں دیتا۔ بینوا تو جروا

الجواب:

شریعت میں اس وجہ سے زمین ملک مالک سے نہیں نکل سکتی، اس کا خریدنا ناجائز ہوگا، اور خرید لی تو مالک کو واپس دینا واجب ہوگا، اور جو قیمت وغیرہ دینے میں خرچ ہو وہ مالک سے واپس نہیں لے سکتا، لہذا ہوا المضیع لہمالہ (کیونکہ اس نے اپنا مال ضائع کیا۔ ت) اس پر حکم شرعی یہ ہے یہ بجائے اگرچہ اس کے کرنے کو گورنمنٹ تسلیم نہ کرے۔ اس کا الزام اس پر نہ ہوگا۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔





کتاب الذبائح

(ذبح کا بیان)

مسئلہ ۷۱: شہر بریلی محلہ ابراہیم پورہ مسئلہ از عنین الدین ۳ شوال ۱۳۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ذبیحہ بعد غروب آفتاب و قبل طلوع آفتاب مکروہ ہے یا نہیں؟
اور اگر مکروہ ہے تو کس طرح ہوگا، اور اگر ایسے ہی وقت مذکور میں بلی کسی پرند یا مرغ کو ہلاک کرے، اور ذبح کچھ تھوڑا خون
ذبیحہ فوراً یا کچھ دیر بعد دے، تو اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ آیا ذبیحہ جائز ہو گیا یا نہیں؟ اور وہ ذبیحہ اگر جائز ہو گیا تو وہ بھی مکروہ ہے
یا نہیں؟ اور اگر مکروہ ہے تو کیسا؟ بینوا تو جروا

الجواب:

رات کو ذبح کرنا اندیشہ غلطی کے باعث مکروہ تنزیہی خلاف اولیٰ ہے۔ اور ضرورت واقع ہو مثلاً صبح کے انتظار میں جانور
مر جائے گا تو کچھ کراہت نہیں لانا، الان مامور بہ حذرا عن اضعاف المال اھ (کیونکہ مال کے ضائع ہونے کے خطرہ کی بناء
پر وہ اب اس کا مامور ہے۔ اھ ت) پھر کراہت اس فعل میں ہے ذبح اگر صحیح ہو جائے ذبیحہ میں کچھ کراہت نہیں لتبیین ان
الغلط لم یقع (واضح ہو جانے پر کہ غلطی نہ ہوئی۔ ت) در مختار میں ہے:

غلطی کے احتمال کی وجہ سے رات کو ذبح کرنا

کرہ تنزیہی الذبح لیلاً احتمال

الغلط ^۱ ۔	مکروہ تنزیہی ہے۔ (ت)
----------------------	----------------------

حرمت حلت کا مدار خون نکلنے نہ نکلنے پر نہیں، بلکہ یہ ثابت ہونا چاہئے کہ وقت ذبح جانور زندہ تھا، اگر یہ معلوم ہو اور خون اصلانہ دے حلال ہے، اور اگر نہ ثابت ہو اور خون زندہ کا سادے تو بعض دفعہ کہیں رکا ہوا خون کچھ دیر بعد مردے کے بھی نکلتا ہے جانور حلال نہ ہوگا، حیات کی علامت یہ ہے کہ جانور تڑپے یا منہ آنکھ بند کرے یا پاؤں سمیٹے یا اس کے بدن کے بال کھڑے ہو جائیں، درمختار میں ہے:

<p>ذبح شاة مریضة فحرکت وخرجت الدم حلت والا لان لم تدر حیاته عند الذبح وان علم حیاته حلت مطلقاً۔ وان لم تتحرك ولم يخرج الدم، ذبح شاة لم تدر حیاتها وقت الذبح، ان فتحت فابا لا توکل، و ان ضمتہ اکت، وان فتحت عینها لا توکل، وان ضمتها اکت، وان مدت رجلها لا توکل، وان قبضتها اکت، و ان نام شعرها لا توکل، وان قام اکت، وینا کله اذا لم تعلم الحیاة وان علمت وان قلت اکت مطلقاً بكل حال زیلعی^۲۔</p>	<p>مریضہ بکری کو ذبح کیا تو اس نے حرکت کی اور خون نکلا حلال ہو گئی، ورنہ نہیں، یہ جب ہے کہ ذبح کے وقت اس کا زندہ ہونا مشکوک ہو اور اگر زندہ ہونا یقینی ہو تو مطلقاً حلال ہوگی اگرچہ اس نے حرکت نہ کی اور نہ خون جاری ہوا ہو، اگر ذبح کے وقت زندہ ہونا مشکوک ہو تو ذبح کرنے پر اس نے منہ کھولا تو نہ کھایا جائے اور اگر اس وقت منہ بند کیا تو کھایا جائے گا یوں اگر اس نے آنکھیں کھول رکھیں تو نہ کھایا جائے اور اگر بند رکھیں تو کھایا جائے، اگر ٹانگیں دراز رکھیں نہ کھایا جائے اگر سمٹ لیں تو کھایا جائے اگر اس کے بال کھڑے نہ ہوئے تو نہ کھایا جائے اور کھڑے ہوں تو کھایا جائے یہ سب اس صورت میں ہے جب ذبح کے وقت زندہ ہو نا یقینی نہ ہو اور اگر زندہ ہونے کا یقین ہو تو وہ مطلقاً کھانا جائز ہے خواہ کسی حال میں ہو، زیلعی (ت)</p>
---	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>اس کا قول کہ خون نکلے یعنی جس طرح زندہ سے نکلتا ہے۔ بزاز یہ میں کہا، اور شرح طحاوی میں ہے۔</p>	<p>قوله اوخرج الدم ای کما یخرج من الحی، قال فی البزازیة وفی شرح الطحاوی</p>
---	---

^۱ درمختار کتاب الاضحیة مطبع مجتہبی، دہلی ۲/۲۳۲

^۲ درمختار کتاب الذبح مطبع مجتہبی، دہلی ۲/۲۳۰

خون نکلنا زندہ ہونے کی دلیل صرف اس صورت میں ہے کہ اس طرح نکلے جس طرح زندہ سے نکلتا ہے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب میں اور وہی ظاہر وایت ہے۔ (باختصار)۔ (ت)	خروج الدم لا يدل على الحياة الا اذا اكلن يخرج كما يخرج في الحي عند الامام وهو ظاهر الرواية ¹ (باختصار) والله تعالى اعلم۔
---	---

مسئلہ ۷۲: از شہر کہنہ بریلی ۹ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

ایک مولوی صاحب آئے ہیں، وہ کہتے ہیں بسم اللہ واللہ اکبر لا الہ الا اللہ اللهم منك ولك کہنا چاہتے بسم اللہ اللہ اکبر بغیر واؤ کے جو رائج ہو رہا ہے مکروہ ہے۔ اس میں کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا

الجواب:

بغیر واؤ کے مستحب ہے۔ اسے مکروہ کہنا صحیح نہیں، بلکہ تنویر الابصار وغیرہ میں واؤ بڑھانے کو مکروہ فرمایا، بہر حال بلا واؤ کے خالی از کراہت و پسندیدہ و مستحب ہونے میں کلام نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ذبح کرتا ہے دوسرا پاؤں یا سر ذبیحہ کا پکڑے ہے دونوں پر بسم اللہ ضرور ہے یا ذبح کو کافی ہے؟ اور اگر مددگار نے بسم اللہ ترک کی قصدا یا یہ مددگار کوئی کافر ہندو وغیرہ تھا، تو ذبیحہ حلال رہا یا مردار ہوا؟ بینواتوجروا

الجواب:

اصل ذابح پر تکبیر کہنی لازم اور اسی کی تکبیر کافی ہے۔ سر یا پاؤں پکڑنے والے کی تکبیر کی اصلاح حاجت نہیں نہ اس کا کافر مشرک ہونا کچھ مضر۔

فان الذبح انما هو قطع العروق لا الاخذ بالراس والقوائد كما لا يخفى۔	ذبح جانور کی رگوں کے کاٹنے کا نام ہے جانور کے سر و پاؤں پکڑنے کا نام نہیں، جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ (ت)
--	--

ہاں اگر ایک نے دوسرے کو نفس ذبح میں مدد دی، مثلاً زید ذبح کرتا ہے عمرو نے دیکھا اس کا ہاتھ ضعیف ہے ذبح میں دیر ہوگی اپنا ہاتھ بھی چھری پر رکھ دیا اور دونوں نے مل کر چھری پھیری تو بیشک دونوں میں جو کوئی قصدا تکبیر نہ کہے گا جانور حرام ہو جائے گا، یونہی اگر ان میں کوئی کافر مشرک تھا تو بھی ذبیحہ مردار ہو گیا،

في الدر المختار تشطوط التسمية من	در مختار میں ہے کہ ذبح کرنے والے پر بسم اللہ
----------------------------------	--

¹ رد المحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۷۶

<p>پڑھنا لازم ہے اور اس میں خانیہ سے ہے قربانی کرتے ہوئے اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ ذبح میں رکھا اور ذبح میں مدد کی تو ہر ایک بسم اللہ پڑھے، تو اگر ایک نے نہ پڑھایا خیال کیا کہ ایک کا پڑھنا کافی ہے تو جانور حرام ہوگا الخ، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب (ت)</p>	<p>الذابح^۱ وفيه عن الخائبة ارادة التضحية فوضع يده من يدا القصاب في الذبح و اعانه على الذبح، سى كل وجوبا فلو تركها احد هما، او ظن ان تسمية احد هما تكفى حرمت^۲ الخ، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔</p>
---	--

مسئلہ ۷۴: ۱۳ صفر ۱۳۳۲ھ:

<p>علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ حیوان کو ذبح کرتے ہوئے حیوان کا سر کس طرف ہونا چاہئے اور ذبح کرنے والا کس جانب کھڑا ہو، مشہور ہے کہ ذبح کے وقت جانور کا سر جنوب کی طرف اور ذبح کرنے والا رو بقبلہ ہو، خلاصہ یہ ہے کہ جنوب، شمال اور مشرق کی طرف ہو کر ذبح ہوا تو کیا حکم ہے، کیا جائز ہوا یا بدعت ہوئی، اگر بدعت ہے تو کون سی، او رکون سی جانب اولیٰ ہے؟ دلائل کے ساتھ صراحتاً تحریر فرمایا جائے۔ بینوا تو جروا (ت)</p>	<p>چہ فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ ہنگام ذبح کردن حیوان و ذبح سوئے کدامے باید استاد، و راس حیوان کدام جانب می کند، استقلالہ اشاعت ست کہ بوقت ذبح حیوان سروی بجنوب می کند و چہرہ ذابح بقبلہ می کند خلاصہ آنکہ اگر بجانب شمال و جنوب و مشرق شدہ ذبح سازد، پس چہ حکم دارد، آیا کہ جائزے شود یا بدعت، اگر بدعت شود کدام بدعت، و کدام اولی ست؟ مع اولہ تصریحا تحریر فرمایند۔ بینوا تو جروا</p>
--	---

الجواب:

<p>سنت یہ چلی آرہی کہ ذبح کرنے والا اور جانور دونوں قبلہ رو ہو، ہمارے علاقہ میں قبلہ مغرب میں ہے اس لئے سر ذبیحہ جنوب کی طرف ہونا چاہئے تاکہ جانور بائیں پہلوں لیٹا ہو اور اس کی پیٹھ مشرق کی طرف ہو تاکہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو جائے، اور ذبح کرنے والا</p>	<p>سنت متوارثہ آن ست کہ روئے خود و روئے ذبیحہ ہر دو سوئے قبلہ کند، و سر ذبیحہ در بلاد ما کہ قبلہ سوئے مغرب ست جانب جنوب بود تا ذبیحہ بر پہلو چپ خودش خوابیدہ باشد، و پشت او جانب مشرق، تاروئے سمت قبلہ بود، و ذابح</p>
--	--

^۱ درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتہائی دہلی ۱۲/ ۲۲۸

^۲ درمختار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتہائی دہلی ۱۲/ ۲۳۵

اپنا دایاں پاؤں جانور کی گردن کے دائیں حصہ پر رکھے اور ذبح کرے اور خود اپنا یا جانور کا منہ قبلہ کی طرف کرنا ترک کیا تو مکروہ ہے، اگر جانور دائیں پہلو لٹایا تو بعض اجلہ ائمہ مالکی کے نزدیک حرام ہو جائیگا اور اس کا کھانا جائز نہ ہوگا، لہذا اس سے پرہیز میں تاکید ہے تاکہ خلاف سے بچایا جائے، احمد دارمی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی کے روز دو خسی، چتکبرے، سینگوں والے دُبنے ذبح فرمائے، آپ نے جب ان کو قبلہ رو لٹایا تو آپ نے یہ دعا پڑھی، انی وجہت وجہی للذی فطر السموت والارض الحدیث۔ بخاری و مسلم، دارمی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا انھوں نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ چتکبرے، موٹے دُبنے ذبح فرمائے تو میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنا پاؤں مبارک جانور کی گردن کے ساتھ والے حصہ پر رکھا اور بسم اللہ پڑھی اور تکبیر کہی تو دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح فرمایا، امام عینی نے عمدۃ القاری میں فرمایا بسم اللہ کے ساتھ تکبیر مستحب ہے اور یوں قربانی کے

پائے راست خود بر صفحہ راست گردش نہادہ ذبح کند، اگر توجہ یا توجیہ بہ قبلہ ترک کند مکروہ است، اور اگر پہلوئے راستش خواباند نزد بعض اجلہ ائمہ مالکیہ حرام گردد، خوردنش روان بود پس احتراز ازاں مناسب و مؤکد تر شد خروجا عن الخلاف، احمد و دارمی و ابوداؤد و ابن ماجہ از جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روای قال ذبح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوین، فلما وجهما قال انی وجہت وجہی للذی فطر السموت والارض¹ الحدیث۔ بخاری و مسلم اسامی عہ و ابن ماجہ از انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آوردند قال ضحی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بکبشین املحین، فرأیتہ واضعاً قدمہ علی صفائھما یسوی و یکبر فذبحھما ببیدہ²۔ امام عینی در عمدۃ القاری فرمود، فالتکبیر مع التسمیۃ مستحب و کذا وضع الرجل علی صفحۃ عنق الاضحیۃ

عہ: ہکذا فی الاصل لعلہ "الدارمی"۔

¹ سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب ما یستحب من الضحایا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰

² صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب من ذبح الاضاحی ببیدہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/۳۵-۸۳۴، صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب من

ذبح الاضاحی ببیدہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/۱۵۶

<p>جانور کی گردن کے دائیں پہلو پر پاؤں رکھنا مستحب ہے لیکن بسم اللہ پڑھنا شرط ہے، اور اسی میں ہے ابن قاسم نے فرمایا بہتر یہ ہے کہ جانور کو بائیں پہلو لٹایا جائے مسلمانوں کا یہی طریقہ جاری ہے اگر جہالت کی اور جانور کو دوسرے پہلو لٹایا تو کھانا جائز نہ ہوگا۔ تنویر الابصار میں ہے کہ قبلہ کی جہت کا ترک مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے کہ یہ سنت کے مخالف ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>الایمین واما التسمیة فہی شرط^۱۔ وھدراست قال ابن القاسم الصواب ان یضجعھا علی شقھا الایسر، وعلی ذلک مضی عمل المسلمین، فان جھل فاضجعھا علی الشق الاخر لم یجز اکلھا^۲۔ درتنویر الابصار کرہ ترک التوجہ الی القبلة^۳۔ دردرمختار ست لمخالفتہ السنة^۴۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

مسئلہ ۷۵: از شہر لاہور مرسلہ انوار الحق تحصیل چوئیاں روز جمعہ ۲ اذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۳ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس طرح ذابح پر تسمیہ پڑھنا ضروری ہے اسی طرح معین ذابح پر تسمیہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور معین ذابح کس کو کہتے ہیں؟

الجواب:

معین ذابح سے یہی مراد ہے کہ ذابح کا ہاتھ کمزور ہو، ذبح میں دقت دیکھے تو دوسرا اس کے ساتھ چھری پر ہاتھ رکھ کر دونوں مل کر ہاتھ پھیریں، اس صورت میں دونوں پر تکبیر واجب ہے۔ اگر ان میں سے کوئی بھی قصداً تکبیر نہ کہے گا، ذبیحہ مردار ہو جائے اگرچہ دوسرا تکبیر کہے، دیوبندی قول محض غلط و جہالت ہے۔ تکبیر ذابح پر لازم فرمائی گئی ہے، اور ہاتھ پاؤں پکڑنا ذابح نہیں، ہاتھ پاؤں پکڑنے والا مثل رسی کے وہی کام دے رہا ہے جو ایک رسی دیتی ہے۔ اس پر تکبیر لازم ہونا درکنار، اگر مجوسی یا بت پرست ہاتھ پاؤں پکڑے گا ذبیحہ میں خلل نہ آئے گا، تنویر الابصار میں تھا: تنشترط التسمیة^۵ بسم اللہ پڑھنا شرط ہے۔ (ت) درمختار میں اس طرح کی شرح فرمادی: من الذابح^۶ (ذبح کرنے والے سے۔ ت) ردالمحتار میں فرمایا:

^۱ عمدة القاری شرح صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب من ذبح الاضاحی بیبیدہ ادارة الطباعة المنیریة بیروت ۱۵۵/۲۱

^۲ عمدة القاری شرح صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب من ذبح الاضاحی بیبیدہ ادارة الطباعة المنیریة بیروت ۱۵۲/۲۱، ۵۵

^۳ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الذبائح مطبع مجتہائی دہلی ۲۲۸/۲

^۴ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الذبائح مطبع مجتہائی دہلی ۲۲۸/۲

^۵ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الذبائح مطبع مجتہائی دہلی ۲۲۸/۲

^۶ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الذبائح مطبع مجتہائی دہلی ۲۲۸/۲

<p>شمل ما اذا كان الذابح اثنين فلو سى احدهما وترك الثانى عمدا حرم اكله¹۔</p>	<p>جب ذبح میں دو شخص شریک ہوں تو بسم اللہ پڑھنا دونوں پر شرط ہے۔ اگر ایک نے پڑھا اور ایک نے پڑھنا ترک کیا یا یہ خیال کیا کہ ایک کا پڑھنا کافی ہے کھانا حرام ہوگا۔ (ت)</p>
---	---

در مختار میں خانیہ سے ہے:

<p>فوضع يده مع يدا لقصاب في الذبح و اعانه على الذبح سى كل وجوبا فلو تركها احدهما و ظن ان تسبيبة احدهما تكفى حرمت²۔</p>	<p>ذبح کرنے میں معاون نے قصاب کے ساتھ اپنا ہاتھ بھی ذبح میں چھری پر رکھا تو دونوں بسم اللہ بطور وجوب پڑھیں، ایک نے نہ پڑھا دوسرے نے ترک کیا یا ایک کے پڑھنے کو کافی جانا، جانور حرام ہوگا۔ (ت)</p>
---	--

شرح نقایہ علامہ برجنڈی میں ہے:

<p>يشترط تسبيبة من اعان الذابح بحيث وضع يده على المذبح كما وضع الذابح حتى لو ترك احدهما التسبيبة لا يحل. ذكره في فتاوى قاضى خا³۔ والله تعالى اعلم۔</p>	<p>ذبح میں معاون نے اپنا ہاتھ قصاب کے ساتھ چھری پر رکھا تو دونوں کا بسم اللہ پڑھنا شرط ہے، اگر ایک نے بسم اللہ کو ترک کیا تو حلال نہ ہوگا۔ اس کو فتاویٰ قاضیخا میں ذکر کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>
---	---

مسئلہ ۷۶: مرسلہ بھولا گھمیار دکاندار سیمراؤں، ڈاکخانہ پٹی، تحصیل قصور ضلع لاہور ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین حقیقہ اس مسئلہ میں کہ ذبح کے وقت جس بکرے کی گھنڈی سر کی طرف ایک چھلہ دار بھی نہ رہے وہ
عند الشرع حلال ہے یا حرام؟ بینوا تو جروا

الجواب:

اس مقام میں تحقیق یہ ہے کہ ذبح میں گھنڈی کا اعتبار نہیں، چاروں رگوں میں سے تین کٹ جانے پر مدار ہے۔ اگر ایک یا دو رگ کٹی
حلال نہ ہوگا اگرچہ گھنڈی سے نیچے ہو، اور اگر چاروں یا کوئی سی تین کٹ گئیں تو حلال ہے اگرچہ گھنڈی سے اوپر ہو، رد المحتار میں ہے:

<p>ان كان بالذبح فوق العقدة حصل</p>	<p>اگر گھنڈی سے اوپر ذبح میں چاروں میں سے تین رگیں</p>
-------------------------------------	--

¹ رد المحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹۲/۵

² در مختار کتاب الاضحیة مطبع مجتبیٰ دہلی ۱۲/۳۳۵

³ شرح النقایة للبرجنڈی کتاب الذبائح نوکسور لکھنؤ ۱۳/۱۹۱

<p>کٹ گئیں جو ہدایہ کے شارحین نے رستغنی کی اتباع میں کہا وہ حق ہے ورنہ حق اس کے خلاف ہے کیونکہ اہل مذہب کی متفقہ شرط برائے حلت نہ پائی گئی یہ معیار مشاہدہ سے ظاہر ہوگا یا ماہرین سے پوچھنے پر ظاہر ہوگا اس مقالہ کو غنیمت سمجھو اور جھگڑا ختم کرو واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>قطع ثلثة من العروق فالحق مآقاله شرح الهداية تبعا للدرستغنى والا فالحق خلافه. اذ لم يوجد شرط الحل باتفاق اهل المذهب، ويظهر ذلك بالمشاهدة او سوال اهل الخبرة، فاعتنم هذا المقال ودع عنك الجدل¹۔ وهو تعالى اعلم۔</p>
---	---

مسئلہ ۷۷: از چوٹی زیریں مسجد کلاں ضلع ڈیرہ غازی خاں مرسلہ جناب عبداللہ صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۳۵ھ جناب حضرت مولانا و بالفضل اولنا، جناب شمس العلماء و مفتی العصر سلامت، حضور انور، مذبحہ فوق العقدہ کامسلہ جو اختلاف میں ضبط ہے، آل صاحب مہربانی فرما کر مرج قول کو بدلائل تحریر فرما کر دستخط فرمادیں، تکلیف سے بالکل عفو کریں۔

الجواب: اس مسئلہ پر تحقیق و قول فیصل یہ ہے کہ ذبح فوق العقدہ سے اگر چاروں یا تین رگیں کٹ گئیں ذبح ہو گیا، جانور حلال۔ اور اگر صرف دو ہی کٹیں حلقوم و مری نیچے رہ گئے، ذبح نہ ہوا، اور جانور مردار، یہ بات دیکھنے سے معلوم ہو سکتی ہے، خود پہچان نہ ہو تو پہچان والوں کے بیان سے۔ ردالمحتار میں ہے:

<p>مقام کی وضاحت یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اگر گھنڈی سے اوپر ذبح میں تین رگیں کٹ گئی ہوں تو شرح ہدایہ نے رستغنی کی اتباع میں جو کہا وہ حق ہے ورنہ حق اس کے خلاف ہے کیونکہ اہل مذہب کی متفقہ شرط برائے حلت نہ پائی گئی، یہ معیار مشاہدہ سے یا ماہرین کے بتانے پر ظاہر ہوگا اس مقالہ کو غنیمت سمجھو اور جھگڑا ختم کروا، اس</p>	<p>والتحریر للمقام ان يقال ان كان بالذبح فوق العقدة حصل قطع ثلثة من العروق. فالحق مآقاله شرح الهداية تبعا للدرستغنى والا فالحق خلافه. اذ لم يوجد شرط الحل باتفاق اهل المذهب، ويظهر ذلك بالمشاهدة او سوال اهل الخبرة، فاعتنم هذا المقال، ودع عنك الجدل² ھ</p>
---	---

¹ ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۸

² ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۸

و فیما کتبت علیہ فان قلت سیأتی عن البدائع ان الاوداج متصله من القلب بالدماع فیحصل فریہا بالذبح فوق العقدۃ ایضاً لامحالة، ولا شک ان ذلک بین اللبۃ والحبیبین، فیجب الحل، قلت سنذکر ہناک ان المراد ثمة بالادواج الودجان اذہما المتصلان من الدماغ الی القلب لا الحلقوم والمری^۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

پر میں نے حاشیہ میں نے لکھا اگر تجھے اعتراض ہو کہ بدائع سے عنقریب نقل ہوگا کہ اوداج رگیں دل و دماغ سے متصل ہوتی ہیں تو گھنڈی سے اوپر ذبح کرنے میں لازماً یہ رگیں کٹ جائیں گی اور اس میں شک نہیں کہ یہ جڑوں اور لبہ کے درمیان میں ہے۔ تو گھنڈی سے اوپر ذبح میں حلال ہو جانا لازمی ہے۔ میں جواب میں کہوں گا کہ وہاں اوداج سے دو دو جان رگیں مراد ہیں کیونکہ یہ دونوں دل تا دماغ متصل ہوتی ہیں، باقی دو یعنی حلقوم اور مری مراد نہیں ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۷۸: از شہر گورکھ پور محلہ اسمعیل پور مرسلہ محمد عبدالواسع صاحب حنفی ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص ذبیحہ کو ذبح کرتا ہو اور اس کے ساتھ دوسرا ایک اور جو شریک حال ہو کر ذبیحہ کے اعضاء پکڑے ہوئے ہے، اگر ذبیحہ کرنے کے علاوہ یہ ایک اس کا شریک حال تکبیر نہ کہے تو کیا ذبیحہ حرام ہو جائے گا؟ یعنی کیا ذبح کرنے والا اور اس کے شریک حال دونوں کے لئے ذبح کے وقت تکبیر کہنا لازم و ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب:

ذبیحہ کا ہاتھ پاؤں پکڑنے والا بندش کی رسی کی طرح ہے۔ اس پر تکبیر کچھ ضروری نہیں بلکہ وہ اہل تکبیر میں سے بھی ہونا ضروری نہیں، اگر مشرک یا مجوسی ہو جب بھی ذبیحہ میں فرق نہ آئے گا، وہ معین ذابح جس پر تکبیر کہنا ضرور ہے وہ ہے کہ ذابح کا ہاتھ ضعیف ہو تب اس کی قوت سے ذبح نہ ہو سکتا ہو، یہ شخص نفس فعل میں اس کی امداد کرے اس کے ساتھ چھری پر ہاتھ رکھے اور ذبح دونوں قوتوں کے اجتماع سے واقع ہو، اس حالت میں دونوں پر تکبیر لازم ہے۔ ایک بھی قصداً چھوڑے گا ذبیحہ مردار ہو جائے گا لہذا اجتماع المبیح والمحرور غلب المحرور (کیونکہ مباح کرنے والی اور حرام کرنی والی دلیلیں جمع ہوں تو حرام کی دلیل کو غالب کیا جاتا ہے۔ ت) در مختار میں ہے:

^۱ جد المستار علی رد المحتار

<p>حالت ذبح میں ذبح کرنے والے کے لئے بسم اللہ پڑھنا شرط قرار دیا گیا ہے اہ تو یہ اس بات پر دلالت ہے کہ غیر ذابح کے لئے یہ شرط نہیں ہے۔ (ت)</p>	<p>وتشترط التسمية من الذابح حال الذبح^۱ اہ فدل علی عدم اشتراطها من غیر الذابح۔</p>
--	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>جب دو مل کر ذبح کریں تو ایک نے بسم اللہ پڑھی اور دوسرے نے قصد ترک کی تو اس کا کھانا حرام ہے، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>اذا كان الذابح اثنين فلو سبى احدهما وترك الثاني عبدا حرم اكله كما في التاتر خانية^۲۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

مسئلہ ۷۹ و ۸۰: از چوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش ۱۳ ربیع الاول شریف ۷۳۳ھ

<p>چرمی فرمایند علمائے دین دریں مسائل:</p> <p>(۱) حکم ذبح فوق العقدہ نوشتہ شدہ بمن رسید، لیکن جناب اعلیٰ حضرت فیصلہ ہانہ کردہ۔ ہمیں اختلاف دریں ملک بسیار ست، کسے می گوید کہ ہر چاررگ بریدہ شود، کسے می گوید کہ نہ، براہ کرم مولنا صاحب بکدام روایت قائل است، ہر چہ رائے مولوی صاحب و اتفاق فتویٰ است، تحریر فرمایند تاکہ بر ال عمل درآمد کردہ باشد۔</p> <p>(۲) بر یتیم قربانی واجب ست یا نہ؟</p>	<p>علمائے دین کیا فرماتے ہیں ان مسائل میں:</p> <p>(۱) فوق العقدہ (گھنڈی کے اوپر) ذبح کا حکم لکھا ہوا مجھے ملا، لیکن جناب اعلیٰ حضرت نے فیصلہ نہ فرمایا، اس ملک میں اس مسئلہ میں کثیر اختلاف ہے کوئی کہتا ہے چاروں رگیں کٹی ہوئی ہونی چاہئیں، کوئی اس کے خلاف کہتا ہے، برائے مہربانی مولوی صاحب جس روایت کے قائل ہوں اور جو رائے ہو اور فتویٰ کا جس پر اتفاق ہو وہ لکھیں تاکہ اس پر عمل کیا جائے۔</p> <p>(۲) یتیم پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟</p>
---	---

الجواب:

<p>(۱) ہمارے ائمہ کرام کا اجماع ہے کہ اگر تین رگیں کٹ گئی ہوں تو ذبیحہ حلال ہے، یہ معیار شاہدہ سے یا ماہر سے دریافت کریں، پہلے فتویٰ میں یہی لکھا گیا تھا اور یہی فیصلہ علامہ شامی کا ردالمحتار میں</p>	<p>(۱) اجماع ائمہ ماست کہ اگر سہ رگ بریدہ شود ذبیحہ حلال ست، و ایں معنی بمشاہدہ یا رجوع باہل خبرت تو اں دریافت، ہمیں در فتویٰ سابقہ نوشتہ شدہ و ہمیں است فیصلہ علامہ شامی و ردالمحتار،</p>
---	--

^۱ در مختار کتاب الذبائح مطبع مجتہائی و ہلی ۱۲/۲۲

^۲ ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/۱۹۲

ہے اور ایک بار اس فقیر نے بطور امتحان مشاہدہ کیا تو فوق العقدہ سے بھی تمام رگیں کٹی ہوئی تھیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔	وانچہ یکبار برائے امتحان مشہور فقیر شد آنت کہ بذبح فوق العقدہ نیز رگہا بریدہ مے شود۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
--	--

مسئلہ ۸۱: از سرال ڈاکخانہ بشندور تحصیل و ضلع جہلم مرسلہ حافظ سجاد شاہ ۱۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عقدہ مذبح بطرف صدر ہو جائے تو کیا حکم ہے،

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا عقدہ (گھنڈی) کا ذکر اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام میں موجود نہیں ہے۔ (ت)	قال عینی وذكر العقدة لاني كلام الله و لاني كلام رسول الله عزوجل و صلى الله تعالى عليه وسلم ¹ ۔
---	--

اس مسئلہ میں تردد ہے۔

الجواب: کم از کم تین رگیں کٹنا لازم ہے، اگر عقدہ طرف راس رہا اور تین سے کم رگیں کٹیں مردار ہو گیا اور عقدہ طرف
صدر رہا اور ذبح بین اللبہ واللحیین ہو اور تین رگیں کٹ گئیں حلال ہو گیا، ہوا تحقیق الذی لا یحل العدول عنہ (یہی تحقیق ہے اس
سے عدول نہ چاہئے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۲: از مدرسہ اسلامیہ عربیہ ریوی ہمایوں پوسٹ پٹ میاں تعلقہ شکار پور ضلع سکھر مسئلہ محمد محسن علی ہاشمی مدرس اول
۸ شوال ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے عظام اس مسئلہ کہ فوق العقدہ ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے یا حرام؟ بینوا توجروا (ت)	چہ مے فرمایند علمائے عظام دریں مسئلہ کہ مذبح فوق العقدہ حلال ست یا حرام؟ بینوا توجروا
--	--

الجواب:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ذبح لبہ اور دو جڑوں کے درمیان ہے اور شک نہیں کہ ما فوق العقدہ	قال صلی الله تعالى عليه وسلم الذکاة ما بین اللبۃ و اللحیین ² ۔ ولا شکان
---	---

¹ البنایة فی شرح الہدایة کتاب الذبائح المکتب الامدادیة مکہ المکرمہ ۱۳۷ھ

² نصب الرایة لاحادیث الہدایہ کتاب الذبائح المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۱۳۵ھ

<p>ان دونوں کے درمیان سے متصل ہے اور کافی اور تحفہ وغیرہما کا کلام دلالت کرتا ہے کہ حلق کا استعمال گردن پر ہوتا ہے جیسا کہ ابن عابدین کے کلام میں ہے تو علامہ ابن عابدین کا فیصلہ کن کلام میرے نزدیک معتبر ہے جس کا انھوں نے ردالمحتار میں افادہ کیا جب انھوں نے فرمایا: تحریر مقام یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ فوق العقدہ ذبح میں اگر تین رگوں کا کٹنا پایا گیا تو حق وہ ہے جو شرح ہدایہ نے رستغفنی کی اتباع میں کہا ورنہ حق اس کے خلاف میں ہے کیونکہ تین رگیں نہ کٹنے کی صورت میں اہل مذہب کی متفقہ شرط حلال ہونے کی نہ پائی گئی اور یہ معیار مشاہدہ یا ماہرین سے پوچھنے پر معلوم کیا جاسکتا ہے، اس مقالہ کو غنیمت سمجھو اور تنازع ختم کرو، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>ما فوق العقدة مما يليها بين المحلدين وكلام التحفة والكافي وغيرهما يدل على ان الحلق يستعمل في العنق كما في ابن عابدین فتحريير العلامة عندى ما افاده في رد المحتار اذ قال والتحريير للمقام، ان يقال ان كان بالذبح فوق العقدة حصل قطع ثلاثة من العروق، فالحق ما قاله شرح الهداية تبعاً للرسغفنى و الا فالحق خلافه اذا لم يوجد شرط الحل باتفاق اهل المذهب، ويظهر ذلك بالمشاهدة او سؤال اهل الخبرة فاعتنم هذا المقال ودع عنك الجدل¹ - واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

مسئلہ ۸۳: از شہر بریلی محلہ بہاری پور مسؤلہ جناب مولوی نواب سلطان احمد خاں صاحب زید مجد ہم بتاریخ ۴ صفر المظفر قدسی ۱۳۳۰ھ ہندوق سے ایک ہرن شکار ہوا، چونکہ اس وقت چاقو یا چھری موجود نہ تھے، تو ایک سوار کو گاؤں کی طرف چھری لینے کو دوڑایا اتنے میں ہرن قریب مرنے کے ہو گیا، تو ایک زمیندار سے جو اتفاقیہ وہاں موجود تھا درانتی جس سے چارہ کاٹا جاتا ہے، دندانہ دار ہوتی ہے لی گئی، اور ایک مرد عادل مسلمان نے ذبح کیا، اس شکار کو کھایا گیا، اس پر چند لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسے آلہ سے ذبح کیا ہوا حرام ہے۔ تو یہ اعتراض ان کا بجا ہے یا بیجا ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

درانتی بھی آلات ذبح سے ہے، ردالمحتار کتاب الصيد میں ہے:

اگر ایسا جال لگایا جس کے ساتھ کوئی آلہ جارحہ	لو نصب شبکة وكان بها آلة جارحة
--	--------------------------------

¹ ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۸۷

<p>لگا ہوا ہو مثلاً منجبل، اور بسم اللہ پڑھی ہو اور آلہ نے اسے زخمی کر دیا تو ہمارے نزدیک حلال ہو جائے گا، جیسا کہ آلہ جارح پھینکنے کی صورت میں حلال ہو جاتا ہے۔ انتہی مختصراً۔ (ت)</p>	<p>کمنجل و سسی علیہ وجرحہ حل عندنا کما لورماہ بہا^۱ انتہی مختصراً۔</p>
---	--

تاج العروس شرح قاموس میں ہے:

<p>منجبل بروزن عنبر، وہ ایک دانتوں والا لوہے کا آلہ (درانتی) ہے، اس کے ساتھ فصل کو کاٹا جاتا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اس کے ساتھ دخت کی ٹہنی کاٹی جاتی ہے۔ (ت)</p>	<p>المنجل کمنبر حدیدۃ ذات اسنان یقضب بہا الزرع وقیل ہو ما یقضبہ العود من الشجر^۲۔</p>
---	---

مگر اس سے ذبح کرنا ممنوع و گناہ ہے کہ بے سبب ایذا ہے۔ جیسے کند چھری یا اس سے بھی زائد، ذباح الہندیہ میں محیط امام سرخسی سے ہے:

<p>کند چھری سے ذبح جائز ہے اور مکروہ ہے۔ (ت)</p>	<p>الکلیلة یجوز الذبح بہا ویکرہ^۳۔</p>
--	--

لیکن ایسی صورت میں کہ جانور مرا جاتا ہے اور اس کے سوا کوئی آلہ نہیں، اجازت بعید نہیں۔

<p>ضروریات مباح کر دیتی ہیں ممنوعات کو، اور در مختار کا قول اس کے لئے مفید ہے کہ سرد ہونے سے قبل یعنی اضطراب ختم ہونے سے قبل جانور کا سر کاٹنا اور جانور کی کھال اتارنا مثلاً یہ بے فائدہ عذاب ہے اھ تو یہ اگرچہ بے فائدہ عذاب دینا ہے لیکن ضرورت کی وجہ سے ہے۔ (ت)</p>	<p>فان الضرورات تبیح المحذورات^۴۔ و رہا یفیدہ قول الدر المختار کل تعذیب بلا فائدہ۔ مثل قطع الراس و السلخ قبل ان تبرد ای تسکن عن الاضطراب^۵ اھ فہذا وان کان تعذیباً فلا فائدہ بل للضرورۃ۔</p>
---	--

^۱ رد المحتار کتاب الصيد دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۰۲

^۲ تاج العروس شرح القاموس باب اللام فصل النون دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۱۲۸

^۳ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۸۷

^۴ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الخامسة ادارة القرآن کراچی ۱/ ۱۱۸

^۵ در مختار کتاب الذبائح مطبع مجتہدی دہلی ۲/ ۲۲۸

پھر اگر رگیں کٹنے سے پہلے جانور میں مذبح کی حیات سے زیادہ حیات باقی تھی جب تو بالاتفاق حلال ہو گیا، اور اس کا کھانا بے تامل روا، اور اس پر اعتراض محض باطل و بے جا، اور اگر آلہ کند تھا اور بہت سختی کرنی پڑی کہ اکثر رگیں کٹنے سے پہلے ہی دانتوں کی رگڑوں، صدموں سے اس کی روح فنا ہو گئی یا رہی تو صرف اتنی ہی رہی جو بعد ذبح ہوتی ہے کہ فقط موت کا اثر پنا باقی ہوتا ہے۔ اس کے بعد دو چار پہر جی نہیں سکتا، تو اس صورت میں یہاں کہ اور کوئی آلہ ملتا ہی نہ تھا اختلاف علماء ہے بعض فرماتے ہیں حرام ہو گیا، کہ ذکوۃ اختیاری یعنی رگوں کے کاٹنے سے اس کی موت نہ ہوئی، بلکہ سبب موت قطع عروق سے پہلے ہی متحقق ہو لیا، اور بعض نے کہا حلال ہے جب آلہ میسر نہ تھا یہ بھی ایک زکوۃ اضطراری کی شکل میں آ گیا، اور رجحان موجودہ جانب حرمت ہی پایا جاتا ہے۔ اور اسی میں احتیاط،

<p>مصنف نے نقل کیا متعذر صورتوں میں یہ کہ شکار کو زندہ حالت میں پایا یا وہ موت کے قریب تھا، اور ذبح کرنے والے کو وقت کی تنگی تھی یا ذبح کا آلہ نہ پایا تو ایسی صورت میں اگر زخمی کر دیا تو حلال ہو گا یہ ایک روایت ہے۔ (ت)</p>	<p>نقل المصنف ان من التعذر ما لو ادرك صيده حيا او اشرف ثوره على الهلاك وضاق الوقت عن الذبح اولم يجد الة الذبح فجرحه حل في رواية¹۔</p>
--	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>روایت کی بجائے ایک قول کہنا مناسب ہے کیونکہ اس کو مصنف نے قننیہ سے بحوالہ بعض مشائخ نقل کیا ہے اور بعض دیگر نے کہا اس کا کھانا حلال نہیں جب تک اس کی رگیں نہ کاٹ دے، اس کا افادہ علامہ طحطاوی نے کیا۔ (ت)</p>	<p>الاولی ان يقول في قوله لان نقله المصنف عن القنية معزوا الى بعض المشائخ وقال البعض الآخر لا يحل اكله الا اذا قطع العروق۔ افاده ط²۔</p>
--	---

اور ہندیہ کی عبارت یہ ہے:

<p>جانور موت کے قریب ہے اور ذبح کر نیوالے کے پاس صرف ایسی چیز ہے جو ذبح والے مقام کو زخمی</p>	<p>اشرف ثوره على الهلاك وليس معه الا ما يجرح مذبحه</p>
---	--

¹ درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتہائی دہلی ۲۲۹/۲

² ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹۳/۵

<p>کر سکتا ہے، اور اگر وہ ذبح کا آلہ تلاش کرے تو جانور مردار ہو جائے ایسی صورت میں مقام ذبح کو زخمی کر دینے سے حلال نہ ہوگا جب تک اس کی رگوں کو کاٹ نہ دے، قاضی عبد الجبار نے کہا ہے اگر زخمی کر دیا جس سے موت واقع ہوئی تو حلال ہے یوں قنیہ میں ہے۔ (ت)</p>	<p>ولو طلب ألة الذبح لا يدرك ذكاته فجرح لا يحل، الا اذا قطع العروق قال القاضي عبد الجبار يحل ان جرحه كذا في القنية¹۔</p>
--	---

تنویر الابصار ودر مختار ودر المختار کتاب الصيد میں ہے:

<p>کتا چھوڑنے والے یا تیر مارنے والے نے شکار کو زندہ پایا تو اس کو ذبح کرنا واجب ہے اگر نہ کیا تو حرام ہوگا اور یونہی اس صورت میں ذبح کرنے سے عاجز رہا تو بھی حرام ہوگا، عجز کی صورت یہ کہ ذبح کا آلہ نہ پائے یا اتنا وقت نہ پایا کہ آلہ حاصل کر سکے یا ذبح کی استعداد نہ پائے، کیونکہ عجز حرام کو حلال نہیں کرتا اہ ملتقطاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)</p>	<p>ان ادركه الرامي والمرسل حياً ذكاه وجوباً. فلو تركها حرم. وكذا يحرم لو عجز عن التذكية بان لم يجد ألة او لا يبقى من الوقت ما يمكن تحصيل الالة والا استعداد للذبح لان العجز عن التذكية لا يحل الحرام² اہ ملتقطاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔</p>
---	---

مسئلہ ۸۳ و ۸۵: از ڈیرہ اسماعیل خاں ملک وزیر ستان چھاؤنی ٹانک پوسٹ کرگٹی ور کس کمپنی مرسلہ مولوی اکبر حسین صاحب اسٹون ۲۶۰۳ ۱۳ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: لوہے کی پتی کی چھری بنی ہو، نہ اس میں دستہ ہو نہ دستہ کی جگہ پر کوئی سوراخ ہو، اس سے ذبح کرنا درست ہے یا نہیں؟ یہ جگہ فیلڈ ہے اور گرمی بہت سخت اور دھوپ میں کام کرنا پڑتا ہے۔ یہاں روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

اگر اس میں کسی طرف دھار رکھی گئی ہو جیسے چھری میں، تو دھار سے ذبح جائز ہے، اور دھار نہ ہو

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح نورانی کتب خانہ پشاور ۲۸۸/۵

² در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الصيد مطبع مجتہبی دہلی ۲/۲۶۳، رد المختار کتاب الصيد دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۰۳/۵

تو ذبح ناممکن اور جانور مردار ہو جائے گا، نص علیہ الامام النسفی فی الکافی (اس پر امام نسفی نے کافی میں نص فرمائی ہے۔ اگر دھوپ میں کام کرنے کے ساتھ روزہ ہو سکے اور آدمی مقیم ہو مسافر نہ ہو تو روزہ فرض ہے اور اگر نہ ہو سکے روزہ رکھنے سے بیمار پڑ جائے، ضرر قوی پہنچے، تو مقیم غیر مسافر کو ایسا کام کرنا حرام ہے۔ اگر ترک پر قدرت نہ ہو اور کسی طرح نہ ممکن ہو قضا رکھے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۶: از سر نیا ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ
کوئی جانور دیوار سے دب گیا، گردن مٹی سے دب گئی، تو کس ترتیب سے ذبح کرے؟

الجواب:

اگر اندیشہ ہے کہ نکالنے تک اس کا دم نکل جائے گا، تو جہاں چاہے تکبیر کہہ کر خون نکال دے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۷: مرسلہ مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی پہلی بھیت ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بھنگی نے ظاہر کے نام کا بکر امانا، اسے ایک فقیر مسلمان نے بھنگی کے گھر جا کر ذبح کیا اور اس کا کلیجہ نکال کر بھونا، اور اس فقیر کے ہمراہ چار مسلمان اور تھے، پانچوں نے کھایا، فقیر کافر ہوا یا مسلمان رہا؟ مرتکب حرام ہوا یا نہیں؟ اور بقیہ آکلین کا کیا حکم ہے؟ اور یہ ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟ مثل میت ہے یا اس سے کچھ اترتا؟ اور جو اس ذبیحہ کو حلال بتائے وہ رتقدیر حرمت کافر ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

ذبح اگر غیر خدا کے نام پر ذبح کرے یعنی وقت ذبح جس طرح تکبیر کا حکم ہے یہ غیر خدا کا نام لے مثلاً بسم اللہ کی جگہ باسم فلاں کہے تو ذبیحہ قطعاً حرام، قال اللہ تعالیٰ "وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَعْنَةُ اللَّهِ" ^۱ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا۔ (ت) اسی طرح اگر مسلمان عہ کلمہ گوئے اس ذبح

عہ: خصصت الكلام بالاسم لان المشرك
میں نے مسلمان کو خاص ذکر کیا کیونکہ مشرک اگرچہ
(باقی اگلے صفحہ پر)

^۱ القرآن الکریم ۱۲ / ۱۸۳

سے غیر خدا کی عبادت کا قصد کیا اور اہل اسلام ارتداد و مروجہ اللہ سے جس طرح کا تقرب اللہ جل جلالہ کی طرف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اللہ وحدہ تعالیٰ کے نام اور اسی کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کرے تب بھی اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا، اور اہل کتاب (یہودی یا عیسائی) اگر اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ حلال ہوگا اگرچہ وہ غیر اللہ کے تقرب کے لئے ذبح کرے۔ علامہ نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ امام مالک، شافعی، ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے فرمایا کہ اگر عیسائی مسیح کے نام پر ذبح کریں تو اس نے یقیناً غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا، لہذا ضروری ہے کہ وہ ذبیحہ حرام ہو۔ اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کریں تو ظاہر الفاظ کے اعتبار پر وہ ذبیحہ حلال ہوگا اور غیر لفظ کا اعتبار نہ ہوگا، ہندیہ میں فرمایا کہ بدائع میں ہے کہ اگر کتابی عیسائی سے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام سنا لیکن اس نے اللہ تعالیٰ سے مراد مسیح علیہ السلام کو لیا تو فقہاء نے فرمایا کہ اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا جب تک کہ صریح الفاظ میں یوں نہ کہے اللہ کے نام سے جو تین میں سے تیسرا ہے۔ اگر صریح طور پر ایسے کہے تب حرام ہوگا **اقول**: (میں کہتا ہوں) (باقی اگلے صفحہ پر)

لا تحل ذبیحته مطلقاً وان سى الله تعالى وقصد به التقرب اليه وحده وعزوجل والكتابي تحل ذبيحته اذا سى الله تعالى وحده وان قصد به التقرب الى غيره تعالى. قال النيشاپورى فى تفسيره قال مالك و الشافعى وابوحنيفة و اصحابه. اذا ذبحوا على اسم المسيح فقد اهلوا به لغير الله فوجب ان يحرم. واذا ذبحوا على اسم الله فظاير اللفظ يقتضى الحل ولا عبرة بغير اللفظ¹ اه وقال فى الهنديه عن البدائع لو سيع منه يعنى من الكتابى ذكر اسم الله تعالى لكننه عنى بالله تعالى وعزوجل المسيح عليه السلام قالوا توكل الا اذا نص فقال بسم الله الذى هو ثالث ثلثة فلا يحل الخ² - اقول:

¹ غرائب القرآن (تفسير النيسابورى) تحت آية ۱۷۳/۲۳ مصطفی البانی مصر ۱۲/۷۲

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵/۲۸۵

چاہتے ہیں، اس نے اس ذبح سے اسی نوع کا تقرب غیر خدا کی طرف چاہا، تو بھی حرمت ذبیحہ میں کلام نہیں، اگرچہ اس پر زبان سے خالص تکبیر ہی کہی ہو کہ جب اس نے غیر خدا کو معبود قرار دیا یا اس ذبح سے اس کی عبادت کا قصد کیا مرتد ہو گیا اور مرتد کا ذبیحہ حلال نہیں، مگر نازلہ مسئلہ سائل ان صورتوں سے بری ہے کہ یہ تو یقیناً معلوم کہ کوئی کلمہ گو ذبح کرتے وقت بسم اللہ کی جگہ بسم ظاہر ہر گز نہیں کہتا، نہ زہار کسی مسلمان پر یہ گمان ہو سکتا ہے کہ وہ غیر خدا کی عبادت چاہے اور ظاہر واہر بھنگیوں وغیر ہم کفار کے باطل معبودان کو معاذ اللہ معبود قرار دے، تو لاجرم اس نے اللہ ہی کے نام ذبح کیا اور عبادت غیر خدا کا خیال بھی اس کے دل میں نہ آیا، بلکہ اصلاً اس پر بھی کوئی دلیل نہیں کہ اس کی جان دینے سے فقیر مسلم اس معبود باطل کی مجرد تعظیم (جو مثل تعظیم اہل دنیا بوجہ غناء انحاء تعظیم الہی سے نہیں ہو سکتی) منظور رکھی ہو، کہ مسئلہ ذبح عند قدم الامیر کو اس سے تعلق ہو سکے، انصاف یہ ہے کہ اس طرح کے فقیروں کو صرف اپنے کھانے سے غرض ہوتی ہے، کافر بلا کر لے گیا انھوں نے تکبیر کہہ کر بطور مسلمانان ذبح کیا اور اپنے کھانے کے قابل کر دیا، اس کے سوا انھیں دوسری نیت فاسدہ کا مرتکب جاننا مسلمان پر زری بدگمانی ہے جو بنص قطعی قرآن حرام۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کہ کچھ گمان گناہ ہیں۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِمَّا زَيَّنَ لَكُمُ الشَّيْطَانُ لِيَكُنَ مِنَ الْغُفْرِ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ" ¹۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اس میں نکتہ یہ ہے جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ہے کہ عیسائی و کتابی خالص اللہ تعالیٰ کا نام لینے اور مراد مسیح علیہ السلام لینے پر کتابی ہونے سے باہر نہ ہوگا، لہذا اس کا ذبیحہ حلال جس طرح مشرک خالص اللہ تعالیٰ اور اسی کا تقرب مراد لینے سے شرک سے باہر نہ ہوگا لہذا اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا جبکہ مسلمان غیر اللہ کا تقرب و عبادت مراد لینے پر اسلام سے باہر ہو جاتا ہے لہذا وہ ذبیحہ حلال نہ ہوگا، اس مقام کو یوں سمجھنا مناسب ہے ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز (ت)

والسرفیہ ما اشرنا الیہ ان الکتابی لایخرج بهذا عن کونہ کتابیاً فتحل اذا جرد التسمیة لله تعالیٰ کما ان المشرک لایخرج عن الاشراک بتجرید التسمیة فلا تحل وان سئ اللہ تعالیٰ اما المسلم لایخرج بهذا القصد عن الاسلام فلا تحل هکذا ینبغی ان یفهم هذا المقام ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز۔

¹ القرآن الکریم ۱۲/۱۳۹

<p>(رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا) گمان سے دور رہو کہ گمان سے بڑھ کر کوئی بات جھوٹی نہیں الحدیث (اس کو ائمہ مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)</p>	<p>وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اياكم والظن فان الظن اكذب¹ الحديث، رواه الائمة مالك والبخارى ومسلم وابوداؤد والترمذى عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه۔</p>
--	---

اور دل کے ارادے پر حکم کرنا خصوصاً ایسا کہ صراحتاً خلاف ظاہر و موہوم مضحل بلکہ محض غلط باطل ہے، بیشک جرم عظیم ہے۔

<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے یقین بات کے پیچھے نہ پڑ بیشک کان، آنکھ، دل سب سے سوال ہونا ہے (ت) (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا) تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا کہ دل کے عقیدے پر اطلاع پاتا (اس کو مسلم نے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)</p>	<p>قال الله تعالى "وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا"²۔ وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم افلا شققت عن قلبه حتى تعلم أقالها ام لا³ أخرجه مسلم عن اسامة بن زيد رضى الله تعالى عنهما۔</p>
---	---

سیدی عارف باللہ احمد زروق روح اللہ تعالیٰ روحہ فرماتے ہیں:

<p>خبیث گمان خبیث دل سے نکلتا ہے۔ (اس کو سیدی عبدالغنی النابلسی نے حدیقۃ الندیۃ میں ذکر کیا ہے۔ ت)</p>	<p>انما ینشؤا الظن الخبیث عن القلب الخبیث⁴ ذکرہ سیدی عبدالغنی النابلسی فی الحدیقۃ الندیۃ۔</p>
--	--

¹ صحیح البخاری کتاب النکاح باب لا یخطب علی خطبۃ اخبہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۷۷۲، ۸۹۶، صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب

تحریم الظن قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۳۱۶، جامع الترمذی ابواب البر والصلة باب ما جاء فی ظن السوء اثنین کمبئی دہلی ۱۲/ ۲۰

² القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶

³ صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعد قوله لا اله الا الله قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/ ۶۸

⁴ الحدیقۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الخلق الرابع والعشرون مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۲/ ۸

تفسیر کبیر میں فرمایا:

ہم ظاہر کے مکلف میں باطن کے نہیں، تو جب اس نے اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا تو ضرور حلال ہوگا، ہمیں اس کے باطن کی طرف راہ نہیں ہے۔ (ت)	انما کلفنا بالظاہر لا بالباطن فاذا ذبحہ علی اسم اللہ و جب ان یحل ولا سبیل لنا الی الباطن ¹ ۔
--	---

منیہ و ذبیحہ و شرح و ہبانیہ و در مختار وغیرہ میں ہے:

ہم مسلمان پر بدگمانی نہیں کرتے کہ اس نے اس ذبح سے کسی آدمی کا تقرب چاہا ہے۔ (ت)	انا لانسیج الظن بالمسلم انه یتقرب الی الادی بہذا النحر ² ۔
---	---

دیکھو ائمہ دین و علماء معتمدین کیونکر صاف تصریحیں فرماتے ہیں کہ ہمیں باطن کی طرف کوئی راہ نہیں، ظاہر پر عمل کا حکم ہے۔ جب مسلمان نے خدا کا نام لے کر ذبح کیا واجب ہوا کہ ذبیحہ حلال ہو، ہم مسلمان پر بدگمانی نہیں کرتے کہ اس نے ذبح سے آدمی کی طرف تقرب چاہا ہو، جبکہ فقہائے عدول کے یہ اقوال خدا اور رسول کے وہ ارشاد، تو اب سوائے ظن پر بنانہ کرے گا مگر خبیث الباطن کج نہاد،

اللہ تعالیٰ غافل نہیں اس سے جو تم کرتے ہو، اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتا ہے۔ (ت)	"وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ" ³ "وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ" ⁴
---	---

پس صورت مستفسرہ میں وہ ذبیحہ قطعاً حلال ہے، اور اس فقیر اور اس کے ساتھ والوں نے لحم مذکی کھایا نہ مردار، فقہائے کرام نے خاص اس جزئیہ کی تصریح فرمائی کہ مثلاً مجوسی نے اپنے آتشکدے یا مشرک نے اپنے بتوں کے لئے مسلمان سے بکری ذبح کرائی اور اس نے خدا کا نام پاک لے کر ذبح کی بکری حلال ہے، کھائی جائے، فتاویٰ عالمگیری و فتاویٰ تاتارخانیہ و جامع الفتاویٰ میں ہے:

مسلمان نے مجوسی کی بکری اس کے آتشکدہ کے لئے یا کافر کی بکری ان کے بتوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کی تو وہ کھائی جائے کیونکہ مسلمان نے اللہ تعالیٰ کے نام کو ذکر کیا ہے۔ (ت)	مسلم ذبح شاة الجوسی لبیت نارہم، او الکافر لالہتہم توکل، لانہ سبی اللہ تعالیٰ ⁵ ۔
--	---

¹ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیہ ۲۳/۱۷۳، المطبعة البہیة مصر ۲۳/۵

² در مختار کتاب الذبائح مطبع مجتہدی دہلی ۲۳۰/۱۲

³ القرآن الکریم ۸۵/۱۲

⁴ القرآن الکریم ۲۰۵/۱۲

⁵ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ التاتارخانیہ عن جامع الفتاویٰ کتاب الذبائح نورانی کتب خانہ پشاور ۲۸۶/۵

البتہ مسلمان کے لئے اس صورت میں کراہت لکھتے ہیں، ہندیہ میں عبارت مذکورہ کے بعد ہے: ویکرہ للمسلم¹ (مسلمان کے لئے کراہت ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ مسلمان کو ایسا فعل کرنا نہ تھا کہ اس میں بظاہر گویا اس کافر کا کام پورا کرنا اور اس کے زعم میں اس کے قصد مذموم کا آلہ بنا ہے، اگرچہ حقیقت امر بالکل اس کے مابین ہے کیا لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) بالجملہ اس مسئلہ میں حق یہ ہے کہ یہاں صرف وقت ذبح قول ونیت ذبح کا اعتبار ہے۔ اگر ذبح مسلم نے اللہ ہی کے لئے ذبح کیا اور وقت ذبح اللہ ہی کا نام لیا تو ذبیحہ قطعاً حلال۔ اگرچہ مالک نے کسی کے نام پر مشہور کر رکھا ہو۔

قال الله تعالى "وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا دَاخَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ" 2-	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبیحہ کو نہیں کھاتے۔ (ت)
--	---

یوں ہی کتابی کا ذبیحہ، اگر وقت ذبح خالص نام خدا لے۔

قال تعالى "طَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَلَلٌ لَّكُمْ" 3- واللہ	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اہل کتاب کا طعام تمہارے لئے حلال ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	--

مسئلہ ۸۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ میں کہ کھال مذبوح حلال مثل گائے، بھینس، بکری، مرغ وغیرہ کے حلال ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

مذبوح حلال جانور کی کھال بیشک حلال ہے۔ شرعاً اس کا کھانا ممنوع نہیں اگرچہ گائے، بھینس بکری کی کھال کھانے کے قابل نہیں ہوتی۔

في الدر المختار اذا ما ذكيت شاة فكلها * سوى سبيع ففیهن الوبال. فحاء ثم خاء ثم غین * و دال ثم میمان وذال ⁴ انتھی فالحاء الحیاء	در مختار میں ہے جب بکری ذبح کی گئی تو سات اجزاء جن میں وبال ہے کے ماسوا کو کھاؤ، ساتھ یہ ہیں: ح، پھر خ، پھر غ، اور د، پھر دو میم، اور ذانتی حایاء کی
--	--

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح نورانی مکتب خانہ پشاور ۵/ ۲۸۶

² القرآن الکریم ۱۱۹/۶

³ القرآن الکریم ۵/۵

⁴ در مختار مسائل شقی مطبع جہانگیر دہلی ۲/ ۳۴۹

وه شرگاه، خاء خصیه کی، غین غدود کی، دال دم مفسوخ کی، اور دو میم مراره (پتہ) اور مثانہ، اور زال ذکر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	وهو الفرج، والحاء الخصیة، والغین الغدة، والدال الدم المسفوح، والبیان المرارة والمثانة، والذال الذکر۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔
---	---

مسئلہ ۸۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بدن حیوان ماکول اللحم میں کیا کیا چیزیں مکروہ ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

سات چیزیں تو حدیثوں میں شمار کی گئیں: (۱) مرارہ یعنی پتہ (۲) مثانہ یعنی پھلنا (۳) حیاء یعنی فرج (۴) ذکر (۵) انشبین (۶) غدہ (۷) دم یعنی خون مسفوح۔

طبرانی نے معجم الاوسط میں عبد اللہ بن عمرو اور ابن عدی سے اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذبیحہ جانور کے سات اجزاء کو مکروہ فرماتے تھے سات یہ ہیں: مرارہ (پتہ) مثانہ، حیاء (شرمگاہ) ذکر، خصیہ، غدود اور خون، اور آپ کو بکری ذبیحہ کا مقدم حصہ پسند تھا۔ (ت)	اخرج الطبرانی فی المعجم الاوسط عن عبد اللہ بن عمرو ابن عدی۔ والبیہقی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکرہ من الشاة سبعا المرارة والمثانة والحیاء والذکر والانشبین والغدة والدم وكان احب الشاة الیہ مقدمها ¹
---	---

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خون تو حرام ہے کہ قرآن عظیم میں اس کی تحریم منصوص، اور باقی چیزیں میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ سلیم الطبع لوگ ان سے گھن کرتے ہیں اور انہیں گندی سمجھتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَ"² یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پر سب گندی چیزیں حرام فرمائیگا، حاشیہ طحاوی میں ہے:

قال ابو حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ اما الدم	امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لیکن خون
--	---

¹ المعجم الاوسط حدیث ۹۳۸۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۲۱۷/۱۰

² القرآن الکریم ۷/۱۵۷

فحرام بالنص واکرہ الباقیۃ لانہا مما تستخبثہ الانفس ^۱ ۔ قال اللہ تعالیٰ "وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَ" ^۲ ۔ تو وہ حرام ہے قرآنی نص سے ثابت ہے اور باقی کو میں مکروہ تحریمہ سمجھتا ہوں کیونکہ ان سے نفوس نفرت کرتے ہیں اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَ" (ت)

اسی طرح ینایع میں ہے کما سیاتی (جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ ت) اور مختار و معتمدیہ ہے کہ کراہت سے مراد کراہت تحریمی
ہے یہاں تک کہ امام ملک العلماء ابو بکر مسعود کا شانی قدس سرہ نے بلفظ حرمت تعبیر کی۔ عالمگیری میں ہے:

اما بیان ما یحرم اکلہ من اجزاء الحيوان سبعة الدر المسفوح والذکر و الانثیان والقبل والغدة والمثانة و المراة ^۳ ۔ لیکن یہ بیان کہ حیوان کے اجزاء میں سے جن کا کھانا حرام ہے وہ سات ہیں: بنہ والا خون، ذکر، خبیصے، شرمگاہ، غدود، مثانہ اور پتہ (ت)
--

تنویر الابصار میں ہے:

کرة تحریما من الشاة سبع الخ ^۴ ۔ بکری کے سات اجزاء مکروہ تحریمی ہیں الخ (ت)
--

در مختار میں ہے:

وقیل تنزیہاً والاول اوجه ^۵ ۔ بعض نے کہا مکروہ تنزیہی ہیں جبکہ پہلا قول زیادہ معتبر ہے۔ (ت)
--

رد المحتار میں ہے:

وهو ظاہر اطلاق المتون الکراہة ^۶ ۔ یہی ظاہر ہے کہ متون نے کراہت کو مطلق ذکر کیا۔ (ت)

مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں ہے:

المکروہة تحریما من الشاة سبع ^۷ الخ۔ بکری کے سات اجزاء مکروہ تحریمی ہیں۔ (ت)

^۱ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار مسائل شقی دار المعرفة بیروت ۳/ ۳۶۰

^۲ القرآن الکریم ۷/ ۱۵۷

^۳ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ البدائع کتاب الذبائح الباب الثالث نوری کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۹۰

^۴ در مختار شرح تنویر الابصار مسائل شقی مطبع مجتہبی دہلی ۲/ ۳۴۹

^۵ در مختار شرح تنویر الابصار مسائل شقی مطبع مجتہبی دہلی ۲/ ۳۴۹

^۶ رد المحتار مسائل شقی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۷۷

^۷ مغنی المستفتی عن سوال المفتی

یہ تو سات بہت کتب مذہب، متون و شروح و فتاویٰ میں مصرح اور علامہ قاضی بدیع خوارزمی صاحب غنیہ الفقہاء و علامہ شمس الدین محمد قہستانی شارح نقایہ و علامہ محمد سیدی احمد مصری محشی در مختار و غیر ہم علماء نے دو چیزیں اور زیادہ فرمائیں (۸) نخاع الصلب یعنی حرام مغز اس کی کراہت نصاب الاحساب میں بھی ہے (۹) گردن کے دو پٹھے جو شانوں تک مندر ہوتے ہیں، اور فاضلین اخیرین و غیر ہمانے تین اور بڑھائیں (۱۰) خون جگر (۱۱) خون طحال (۱۲) خون گوشت یعنی دم مسفوح نکل جانے کے بعد جو خون گوشت میں رہ جاتا ہے۔ بحر المحيط میں ہے:

الغدد والذکر والانثیان والمثانة والعصبان اللذان فی العنق والمرارة والقصيد مکروه ^۱ اھملخصاً۔	غدد، ذکر، خصیے، مثانہ، گردن کے دو پٹھے، پتہ پیدھے کا گودا مکروہ ہیں اھ ملخصاً (ت)
--	---

جامع الرموز میں اس کے بعد ہے:

وكذا الدم الذی یخرج من اللحم والكبد والطحال ^۲ ۔	یوں ہی وہ خون جو گوشت، جگر اور تلی سے نکلے (ت)
--	--

ذبايح الطحطاوی میں ہے:

الذکر والانثیان والمثانة والعصبان اللذان فی العنق والمرارة تحل مع الكراهة. وكذا الدم الذی یخرج من اللحم والكبد والطحان دون الدم المسفوح. وهل الكراهة تحریمیة او تنزیہیة قولان ^۳ ۔	ذکر، خصیے، مثانہ، گردن کے دو پٹھے، پتہ کراہت کے ساتھ حلال ہیں، اسی طرح وہ خون جو گوشت، جگر اور تلی سے نکلے جو بہنے والے خون سے بچا ہوا ہو، اور کیا یہ کراہت تحریمی یا تنزیہی دو قول ہیں (ت)
--	---

اسی میں مسائل شتی میں ہے: ویزید نخاع الصلب^۴ (اور مزید پیدھے کا گودا (ت)

اقول: وبالله التوفیق وبه الوصول الى اوج التحقيق (میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی تحقیق کی بلندی تک وصول ہے۔ ت) علماء کی ان زیادت سے ظاہر ہو گیا کہ سات میں حصر مقصود نہ تھا۔

^۱ جامع الرموز بحوالہ المحيط کتاب الذبائح مکتبہ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/ ۳۵۱

^۲ جامع الرموز بحوالہ المحيط کتاب الذبائح مکتبہ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/ ۳۵۱

^۳ حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۵۷

^۴ حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار مسائل شتی مکتبہ عربیہ کوئٹہ ۱۳/ ۳۶۰

بلکہ صرف باتباع نظم حدیث ونص امام ان پر اقتضار واقع ہوا، اور خود ان علمائے زائدین نے بھی قصد استیعاب نہ فرمایا، یہ امر انھیں عبارات مذکورہ سے ظاہر، اور اس پر دوسری دلیل واضح یہ کہ جگر وطحال وگوشت کے خون گنے اور (۱۳) خون قلب چھوڑ گئے حالانکہ وہ قطعاً ان کے مثل ہے۔ یہاں تک کہ عتابیہ و خزائنہ و قنیہ وغیرہا میں اس کی نجاست پر جزم کیا، اور اسی طرح امام برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ نے کتاب التجنیس والمزید میں فرمایا، اگرچہ روضہ ناطفی ومراتی الفلاح ودر مختار ودر المختار وغیرہا سفار میں طہارت کو مختار رکھا، اور ظاہر ہے کہ نجاست مثبت حرمت ہے اور طہارت مفید حلت نہیں، حلیہ میں ہے:

<p>قنیہ میں ہے بکری کے دل کا خون نجس ہے۔ تجنیس میں صاحب ہدایہ کا میلان اسی طرف ہے۔ اور خزائنہ الفتاویٰ میں ہے کہ دل کا خون نجس ہے تلی اور جگر کا خون نجس نہیں ہے۔ (ت)</p>	<p>فی القنیة دم قلب الشاة نجس والیہ مال کلام صاحب الهدایة فی التجنیس و فی خزائنہ الفتاویٰ دم القلب نجس و دم الكبد و الطحال لا¹۔</p>
---	--

رحمانیہ میں ہے:

<p>عتابیہ میں ہے دل کا خون نجس ہے۔ جگر اور تلی کا خون نجس نہیں۔ (ت)</p>	<p>فی العتابیة دم القلب نجس، و دم الكبد و الطحال لا²۔</p>
---	--

اور نیز عدم حصر پر ایک اور دلیل قاطع یہ ہے کہ عامہ کتب میں دم مسفوح، اور ان کتابوں میں دم لحم وکبد وطحال کو شمار کیا، تو اس سے واضح کہ کلام اعضاء سے اخلاط تک متجاوز ہوا، اور بیشک اخلاط سے (۱۴) مرہ بھی ہے یعنی وہ زرد پانی کہ پتہ میں ہوتا ہے جسے صفر کہتے ہیں، اور ہمارے علماء کتاب الطہارۃ میں تصریح فرماتے ہیں کہ اس کا حکم مثل پیشاب کے ہے، بلکہ بعض نے تو مثل خون کے ٹھہرایا، در مختار میں ہے: مرارة فی حیوان کبولہ³ (حیوان کا پتہ پیشاب کی مانند ہے۔ ت) حلیہ میں ہے:

<p>بعض نے کہا ہے پتہ جانور کا خون کی طرح ہے۔ بعض نے کہا پیشاب کی طرح ہے۔ شیخین کے نزدیک نجاست خفیفہ ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پاک ہے۔ (ت)</p>	<p>قیل مرارة الشارة کالدم وقیل کبولہا خفیفة عندہما، طاہرۃ عند محمد⁴۔</p>
---	---

¹ حلیہ المحلی شرح منیۃ المصلی

² رحمانیہ

³ در مختار کتاب الطہارۃ باب الاستنجاء مطبع مجتہدی دہلی ۱/ ۵۷

⁴ حلیہ المحلی شرح منیۃ المصلی

بہر حال کھانا اس کا بیشک ناجائز ہے کما هو المذہب فی البول (جیسا کہ پیشاب کے بارے میں ان کا مذہب ہے۔ ت) باوجود اس کے یہاں شمار میں نہ آیا، پونہی اخلاط سے بلغم ہے کہ جب براہ بنی مندفع ہو، جیسے بھیڑ وغیرہ میں مشاہد ہے۔ اسے عربی میں مخاط اور فارسی میں آب بیتی کہتے ہیں، (۱۵) اس کا کھانا بھی یقیناً ناجائز، صرح بہ فی العقود الدریۃ تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ (یہی تصریح عقود الدریۃ تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ میں ہے۔ ت) یہ بھی یہاں غیر معدود اور منجملہ دماء، (۱۶) وہ خون بھی ہے جو رحم میں نطفہ سے بنتا ہے منجمد ہو کر علقہ نام رکھا جاتا ہے۔ وہ بھی قطعاً حرام۔ نہایہ و تبیین الحقائق ورد المختار وغیرہ میں ہے:

علقہ (منجمد خون) اور مضغہ (ابتداءً تخلیق کا خون اور لوتھرا) منی کی طرح ناپاک ہے۔ (ت)	العلقۃ والمضغۃ نجسان کالمنی ^۱ ۔
--	--

یہ بھی نہ گنا گیا، تو واضح ہو گیا کہ عامہ کتب میں لفظ سبغ (سات) صرف باتباع حدیث ہے۔ جس طرح کتب کثیرہ میں شاة (بکری) کی قید، کہا مر عن تنویر الابصار و مغنی المستفتی و مثله فی غیرہما (جیسا کہ تنویر الابصار اور مغنی المستفتی سے گزرا، اور اس کی مثل ان کے غیر میں ہے۔ ت) حالانکہ حکم صرف بکری سے خاص نہیں، یقیناً سب جانوروں کا یہی حکم ہے، حاشیہ طحاوی میں ہے:

قوله من الشاة ذکر الشاة اتفاق لان حکمہ لا یختلف فی غیرہا من الماکولات ^۲ ۔	بکری کا ذکر اتفاقی ہے کیونکہ دوسرے جانوروں کے ماکولات میں فرق نہیں (ت)
--	--

تو جیسے لفظ شاة محض باتباع حدیث واقع ہوا، اور اس کا مفہوم مراد نہیں، پونہی لفظ سبغ اور اہل علم پر مستتر نہیں کہ استدلال بالفحوی یا اجرائے علت منصوصہ خاصہ مجتہد نہیں، کہا نص علیہ العلامة الطحاوی تبعا لمن تقدمہ من الاعلام (جیسا کہ اس پر علامہ طحاوی نے اپنے گزرے ہوئے زمرگوں کی اتباعی میں نص کی ہے۔ ت) اور یہاں خود امام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشیاء ستہ کی علت کراہت پر نص فرمایا کہ خباثت ہے۔ اب فقیر متوکلا علی اللہ تعالیٰ کوئی محل شک نہیں جانتا کہ دُر یعنی پاخانے کا مقام، کرش یعنی او جھڑی، معاء یعنی آنتیں بھی اس حکم کراہت میں داخل ہیں، بیشک دُر فرج و ذکر سے اور کرش و معاء مثانہ سے اگر خباثت میں زائد نہیں تو کسی

^۱ رد المحتار بحوالہ نہایہ و زیلعی کتاب الطہارۃ باب الانجاس دار احیاء التراث العربی بیروت / ۲۰۸

^۲ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار مسائل شقی دار المعرفۃ بیروت / ۳ / ۳۶۰

طرح کم بھی نہیں، فرج و ذکر اگر گزر گاہ بول و منی ہیں دُر گزر گاہ سرگین ہے، مثانہ اگر معدن بول ہے شمشنبہ و رودہ مخزن فرث ہے اب چاہے اسے دلالت النص سمجھئے خواہ اجرائے علت منصوصہ، الحمد للہ بعد اس کے فقیر نے ینایج سے تصریح پائی، کہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دبر کی کراہت پر تنصیص فرمائی، رحمانیہ میں ہے:

فی الینابیع کرہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الشاة سبعة اشياء الذکر والانثیین والقبل والدبر والغدة و البثانة والدم، قال ابو حنیفة الدم حرام بالنص، والسنة نکرہا لانہا تکرہا الطبائع ¹ ۔	ینایج میں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکری کے سات اجزاء ذکر، خسی، مادہ کی شرمگاہ، پاخانہ کی جگہ، غدود، مثانہ اور خون کو مکروہ فرمایا، اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خون نص کے ذریعہ حرام اور باقی چھ کو ہم مکروہ سمجھتے ہیں کیونکہ طبائع ان سے نفرت کرتے ہیں۔ (ت)
--	--

(۲۰) وہ گوشت کا ٹکڑا جو رحم میں نطفہ سے بنتا ہے جسے مضغہ کہتے ہیں، اجرائے حیوان سے ہے۔ اور وہ بھی بلاشبہ حرام عام ازیں کہ مخلقہ ہو یا غیر مخلقہ، یعنی ہنوز اس میں اعضاء کی کلیاں پھوٹی ہوں یا صرف لو تھڑا ہو،

فقد اسلفنا عن السغناقی والزلیعی والشامی انها نجسة، ومعلوم ان کل نجس حرام، وقد قال فی الهدایة فی الجنین التام الخلقة انه جزء من الامر حقیقة لانه متصل بها حتی یفصل بالمقراض ² الخ قلت ویدل علیہ صحة الاستثناء وهو حقیقة فی الاتصال واذکان ذلك کذا لک فالمضغة اولی بالجزئية، وهذا یدل ان السبع لم تستوعب الاجزاء، فضلا من الاخلاق اخوات الدماء۔	ہم سغناقی، زلیعی اور شامی سے پہلے نقل کر چکے ہیں کہ وہ نجس ہے۔ اور ہر نجس کا حرام ہونا معلوم ہے اور ہدایہ میں فرما چکے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں مکمل خلقت بچہ ماں کا جز ہے کیونکہ وہ حقیقی جز ہے حتی کہ اس کو کاٹ کر جدا کیا جاتا ہے، میں کہتا ہوں اور اس پر استثناء کی صحت دلالت کرتی ہے اور استثناء کی حقیقت اتصال ہے تو جب معاملہ یوں ہے تو مضغہ بطریق اولیٰ ماں کا جز ہے۔ اس سے اس بات پر دلالت ہے کہ سات کا عدد پورے اجزاء کو شامل نہیں چہ جائیکہ خون کی آمیزش سے پیدا ہونے والے امور کو شامل ہوں۔ (ت)
--	--

¹ رحمانیہ

² الهدایہ کتاب الذبائح مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۳۸ھ

(۲۱) ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بچہ تام الحلقہ بھی کہ من وجہ جزو حیوان ہے یتصل بالامر ویتغذى بغذائها، ویتنفس بتنفسها (ماں سے متصل ماں کی ماں کی غذا سے اور اس کی سانس سے سانس پاتا ہے۔ ت) حرام ہے خواہ اس کے پوست پر بال آئے ہوں یا نہیں، مگر جبکہ زندہ نکلے اور ذبح کر لیں، ہدایہ میں ہے:

من نحرناقة او ذبح بقرة، فوجد في بطنها جنينا ميتا لم يוכל، اشعر ولم يشعر ¹	جس نے اونٹنی یا گائے ذبح کی تو اس کے پیٹ میں بچہ مردہ ہو تو نہ کھایا جائے اس پر بال ہوں یا نہ ہوں۔ (ت)
--	--

شامی میں علقہ و مضغ کی نجاست لکھ کر فرماتے ہیں: وكذا الولد اذا لم يستهل² (یونہی بچہ جب نہ چپھے۔ ت)

(۲۲) یونہی نطفہ بھی حرام ہے خواہ نر کی منی مادہ کے رحم میں پائی جائے یا خود اسی جانور کی منی ہو، رد المحتار میں ہے:

في البحر والتتار خانية ان منى كل حيوان نجس ³ ۔	بحر اور تتار خانیہ میں ہے کہ ہر حیوان کی منی نجس ہے۔ (ت)
---	--

اب سات کے سہ گوند سے بھی عدد بڑھ گیا اور ہنوز اور زیادات ممکن وہ سات اشیاء حدیث میں آئیں، اور پانچ چیزیں کہ علماء نے بڑھائیں، اور دس فقیر نے زیادہ کیں، ان بائیس مسائل اور باقی فروع و تقاریر سب کی تفصیل تام و تحقیق تمام فقیر کے رسالہ المنح الملیحة فیما نہی من اجزاء الذبیحة میں دیکھی جائے، الحمد للہ ما الہم، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۰: از بڑودہ ضلع میرٹھ مرسلہ سید صابر جیلانی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جانور کی کون سی چیز جائز اور حلال ہے اور کون سی چیز ناجائز و حرام ہے؟

الجواب:

حلال جانور کے سب اجزاء حلال ہیں مگر بعض کہ حرام یا ممنوع یا مکروہ ہیں (۱) رگوں کا خون (۲) پتہ

¹ الهدایة کتاب الذبائح مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۳۸/۲۳۸

² رد المحتار کتاب الطہارۃ باب الانجاس دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۰۸

³ رد المحتار کتاب الطہارۃ باب الانجاس دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۰۸

(۳) بھلکنا (۳) و (۵) علامات مادہ و نر (۶) بیضے (۷) غدود (۸) حرام مغز (۹) گردن کے دو پٹھے کہ شانوں تک کھینچے ہوتے ہیں (۱۰) جگر کا خون (۱۱) تلی کا خون (۱۲) گوشت کا خون کہ بعد ذبح گوشت میں سے لکھتا ہے (۱۳) دل کا خون (۱۴) پت یعنی وہ زرد پانی کہ پتے میں ہوتا ہے (۱۵) ناک کی رطوبت کہ بھیڑ میں اکثر ہوتی ہے (۱۶) پاخانہ کا مقام (۱۷) او جھڑی (۱۸) آنتیں (۱۹) نطفہ (۲۰) وہ نطفہ کہ خون ہو گیا (۲۱) وہ کہ گوشت کا لو تھڑا ہو گیا (۲۲) وہ کہ پورا جانور بن گیا اور مردہ نکلا یا بے ذبح مر گیا۔
مسئلہ ۹۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زندہ جانور کا کوئی عضو مثلاً دنبہ کی چکی کاٹ کر استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

جو عضو مچھلی اور ٹیڑی کے سوا کسی زندہ جانور سے جدا کر لیا جائے مردہ ہے اور کھانا اس کا حرام۔

ابو عیسیٰ محمد ترمذی نے ابو واقد لیشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ زندہ اونٹوں کی کہانوں اور دنبوں کی چکیوں کو کاٹ کھانا پسند کرتے تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: زندہ جانور کا کاٹنا ہوا حصہ مردار ہو حافظ ترمذی نے فرمایا: اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے ہدایہ کے مچھلی کے مسائل میں ہے کہ اگر مچھلی کا کچھ حصہ کاٹ کر جدا کر لیا اور مچھلی مر جائے تو اس کے دونوں ٹکڑے حلال ہیں کیونکہ اس کی موت سماوی ہوتی ہے تو زندہ سے ٹکڑا جدا کیا ہوا اگر چہ مردہ ہے لیکن اس کا مردہ حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ حقیقت حال بہتر جانتا ہے۔ (ت)

رواہ الحافظ ابو عیسیٰ محمد الترمذی عن ابی واقد اللیشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المدینة وهم یحبون اسنمة الابل، ویقطعون الیات الغنم فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما یقطع من البیہمة وہی حبة فهو میتة، قال الحافظ والعمل علی ہذا عند اهل العلم^۱ فی الہدایة فی مسائل السمک اذا قطع بعضها فمات یحل اکل ما ابین وما بقی لان موته بافة وما ابین من الحق وان کان میتا فمیتتہ حلال^۲۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقة الحال۔

^۱ جامع الترمذی ابواب الصيدیاب ماجاء فی ماقطع من الحي فهو میتة این کینی کراچی ۱/ ۱۷۹

^۲ الہدایة کتاب الذبائح مطبع یوسفی لکھنؤ، ج ۱/ ۳۴۱

مسئلہ ۹۲: موضع بکہ جیبی والا علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳
رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذبح کس شخص کا جائز اور کس کا ناجائز ہے؟

الجواب:

جن، مرتد، مشرک، مجوسی، مجنون، ناسمجھ اور اس شخص کا جو قصداً تکبیر ترک کرے ذبیحہ حرام و مردار ہے۔ اور ان کے غیر کا حلال جبکہ رگیں ٹھیک کٹ جائیں، اگرچہ ذابح عورت یا سمجھ والا بچہ یا گونگا یا بے ختنہ ہو، اور اگر ذبیحہ صید ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ ذبح حرم میں نہ ہو، ذابح احرام میں نہ ہو،

<p>در مختار میں ہے ذبح کرنے والے مسلمان کا حالت احرام میں نہ ہونا، یا کتابی ہوا اگرچہ مجنون ہو یا عورت ہو یا بچہ عقلمند ہو جو بسم اللہ و ذبح کو سمجھتا ہو اور قادر ہو، بے سنت ہو یا گونگا ہو، بت پرست، مجوسی، مرتد، جن اور قصداً بسم اللہ کو ترک کرنے والا نہ ہوا، ملخصاً، ردالمحتار میں ہے اس کا قول "مجنون ہو" سے مراد معتوہ (نیم پاگل) ہے کیونکہ مکمل مجنون کا قصد نہیں ہوتا اور نہ نیت ہوتی جیسا کہ عنایہ میں نہایہ سے ہے کیونکہ قصد کے بغیر بسم اللہ کی شرط پوری نہیں ہوتی جبکہ بسم اللہ پڑھنا نص سے ثابت ہے الخ، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>فی الدر المختار شرط کون الذابح مسلماً حلالاً او کتابیاً ولومجنوناً او امرأة او صبياً یعقل التسمية والذبح ویقدر او اقل او اخرس لا وثنی ومجوسی ومرتد وجنی وتارک تسمية عبداً^۱ اھ ملخصاً فی رد المحتار، قوله مجنوناً، المراد به المعتوہ كما فی العنایة عن النهایة لان المجنون لا قصد له ولانیه لان التسمية شرط بالنص وهی بالقصد^۲ الخ، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

یکم رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

مسئلہ ۹۳: از او جین مرسلہ ملا یعقوب علی خاں

کیا فرماتے ہیں علمائے نامدار مفتیان ذوی الاقتدار اس مسئلہ میں کہ اقوام یواہر اور عورات اور خرو عنی^۱ اور کتابی اور مجوسی اور نصرانی اور مردم مشرک، یہ سب بہ تکبیر اللہ اکبر ذبح کریں درست ہے یا نہیں؟ اور اہل علم ذبح کرے اور ہندو جانور کو دبائے تو مددگار اور ذابح دونوں پر تکبیر کہنا واجب ہے یا فقط ذبح کنندہ

عہ: ہکذا فی الاصل ۱۲۔

^۱ در مختار کتاب الذبائح مطبع مجتہائی دہلی ۱/۲۲۸

^۲ ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۸۸

پر؟ اور سوائے ذبح کے اور نے تکبیر نہ کہی تو وہ جانور حلال ہے یا حرام؟ بسند عبارت کتب بیان فرمائیں بینوا تو جو وا
الجواب:

مسلمان و کتابی کا ذبیحہ حلال ہے اگرچہ عورت یا عینین ہو اور ان کے سوا مشرک مجوسی، مرتد کسی کا ذبیحہ اصلاً حلال نہیں اگرچہ
تکبیر کہہ کر ذبح کریں، درمختار میں ہے:

شرط کون الذابح مسلماً او کتابیاً ولو امرأة لا ذبیحة غیر کتابی من وثنی و مجوسی و مرتد ^۱ اھ ملخصاً۔	ذبح کرنے والے کا مسلمان یا کتابی ہونا اگرچہ عورت ہو، شرط ہے، کافر غیر کتابی مثلاً بت پرست، مجوسی اور مرتد نہ ہو، اھ ملخصاً۔ (ت)
---	---

قوم بوہرہ میں جو شخص صرف بدعت ر فض وغیرہ رکھتا ہو اور اس کے ساتھ ضروریات دین کا منکر نہ ہو تو اس کا بھی ذبیحہ حلال،
کہ اگرچہ بدعتی مذہب ہے مگر اسلام رکھتا ہے، اور اگر ضروریات دین سے کسی امر کا انکار کرے گو دعویٰ اسلام رکھتا اور کلمہ
طیبہ پڑھتا ہو، جیسے آج کل اکثر روافض زمانہ کا حال ہے تو کافر مرتد ہے اور اس کا ذبیحہ حرام مطلقاً کہا حقیقتاً فی السیر من
فتاؤنا بتوفیق اللہ سبخنہ تعالیٰ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ کے باب سیر میں اس کی تحقیق کی ہے۔ بتوفیق اللہ تعالیٰ۔ ت)
نصاری زمانہ کہ علی الاعلان الوہیت و ابنیت بندہ خدا و زادہ کنیر خدا سیدنا مسیح عیسیٰ بن مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قائل ہیں، ان
کے بارہ میں مختلف بہت مشائخ کرام ان کے ذبیحہ کو حرام فرماتے ہیں یہاں تک کہ کہا گیا اسی پر فتویٰ ہے، مگر ظاہر الروایہ اطلاق
حل ہے و التحقیق فی سیر فتاؤنا (اور ہمارے فتاویٰ کے باب سیر میں اس کی تحقیق ہے۔ ت) بہر حال اس قدر ضروری ہے
کہ مسلمان کو ان کے ذبیحہ سے احتراز چاہئے، بلکہ مجمع الانہر میں ہے:

النصاری فی زماننا یصرحون بالابنیۃ قبحم اللہ تعالیٰ، و عدم الضرورة متحقق، والاحتیاط واجب لان فی حل ذبیحتهم اختلاف العلماء کہا بینناہ فالأ خذ بجانب الحرمة اولی ^۲ ۔	ہمارے زمانے میں نصرانی عیسیٰ علیہ السلام کی ابنیت کی تصریح کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو قبیح کرے جبکہ عدم ضرورت بھی متحقق ہے اور واجب ہے کیونکہ ان کے ذبیحہ میں علماء کا اختلاف ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے لہذا حرام ہونے کا پہلو اولیٰ ہے۔ (ت)
---	---

^۱ درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتہائی دہلی ۱۲/ ۲۲۸

^۲ مجمع الانہر کتاب النکاح باب المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۲۸

پھر یہ بھی اس حالت میں ہے کہ وہ ذبح بطور ذبح کریں ورنہ جانور کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا، یا گلے میں ایک طرف چھری بھونک دی رگیں نہ کاٹیں جیسا کہ فقیر نے جہاز میں نکشم خود معائنہ کیا تو اس کے حرام قطعی ہونے میں اصلاً کلام نہیں کہ ایسا مقتول تو مسلمان کے ہاتھ کا بھی مردار ہے نہ کہ کافر کا، اور جو شخص جانور کو دباے، یا ہاتھ پاؤں پکڑے ایسے مددگار پر تکبیر ضرور نہیں، نہ اس کے ہندو وغیرہ ہونے سے کچھ حرج کہ وہ ذبح نہیں، ہاں جو نفس فعل ذبح میں مدد دے یعنی ذبح کا ہاتھ مثلاً کمزور تھا اس نے بھی اس کے ساتھ چھری پر ہاتھ رکھ کر پھیرا کہ دونوں کے فعل سے ذبح واقع ہوا، تو ایسی حالت میں دونوں پر تکبیر لازم ہے۔ ان میں جو قصد تکبیر نہ کہے گا یا حرام الذبیحہ مثلاً ہندو، مجوسی، مرتد ہوگا تو جانور حرام مردار ہو جائے گا، درمختار میں ہے:

تشترط التسمیة من الذابح^۱ (ذبح کا تسمیہ پڑھنا شرط ہے۔ ت) اسی میں ہے:

<p>قربانی کے ارادے سے اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ ذبح کرنے میں شریک کیا اور ذبح میں مدد کی تو دونوں پر بسم اللہ پڑھنا واجب ہے اگر ایک نے پڑھنا ترک کیا یا یہ خیال کیا کہ ایک کا پڑھنا کافی ہے تو ذبیحہ حرام ہوگا واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>اراد التضحیة فوضع یدہ مع ید القصاب فی الذبح و اعانہ علی الذبح سہی کل وجوباً فلو ترکھا احدہما او ظن ان تسمیة احدہما تکفی حرمت^۲۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

مسئلہ ۹۴: از گلٹ چھاؤنی جو نال مرسلہ سید محمد یوسف علی صاحب ۷ شعبان معظم ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیعہ کے یہاں کا ذبح کراکھانا، دیگر جس کا عقیدہ درست نہ ہو اس کا ذبح کھانا کیسا ہے بینوا تو جروا؟

الجواب:

آج کل کے رافضی تبرائی علی العموم کافر مرتد ہیں، شاید ان میں گنتی کے ایسے نکلیں جو اسلام سے کچھ حصہ رکھتے ہوں، ان کا عام عقیدہ یہ ہے کہ یہ قرآن شریف جو بجز اللہ تعالیٰ ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد پورا نہ رہا، اس میں سے کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں صحابہ کرام اور اہلسنت نے معاذ اللہ کم کر دیں، اور یہ بھی ان کے چھوٹے بڑے سب مانتے ہیں کہ حضرت مولا علی و دیگر ائمہ اطہار کرم اللہ تعالیٰ وجوہہم اگلے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل تھے، یہ دونوں عقیدے خالص کفر ہیں جو شخص

^۱ درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتہائی دہلی ۱/۲۲۸

^۲ درمختار کتاب الاضحیہ مطبع مجتہائی دہلی ۱/۲۳۵

قرآن مجید سے ایک حرف، ایک نقطہ کی نسبت ادنیٰ احتمال کے طور پر کہے کہ شاید کسی نے گٹھادیا یا بڑھادیا یا بدل دیا ہو وہ کافر ہے اور قرآن عظیم کا منکر، یونہی جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل بتائے وہ بھی کافر، اور جبکہ ان اشقیاء نے باوصف ادعائے اسلام عقائد کفر اختیار کئے تو مرتد ہوئے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

یہ قوم ملت اسلامیہ سے خارج ہے ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔ (ت)	هؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام و احکامهم احکام المرتدین ¹ ۔
--	---

اور مرتد کے ہاتھ کا ذبیحہ زرا حرام و مردار سوڑنے کی مانند ہے اگرچہ اس نے لاکھ تکبیریں پڑھ کر ذبح کیا ہو، درمختار میں ہے:

غیر کتابی کا ذبیحہ حلال نہیں ہے خواہ وہ بت پرست ہو مجوسی ہو یا مرتد ہو۔ (ت)	لا تحل ذبیحۃ غیر کتابی من وثنی و مجوسی و مرتد ² ۔
---	--

اسی طرح جس مذہب کا عقیدہ حد کفر تک پہنچا ہو، جسے نیچیری کہ وجود ملائکہ و وجود جن و وجود شیطان و وجود آسمان و صحت معجزائے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و حشر و نشر و جنت و نار بطور عقائد اسلام و غیرہا بہت ضروریات دینیہ سے منکر ہیں۔ یونہی وہ وہابی کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل سات یا چھ یادو یا ایک خاتم النبیین کسی طبقہ زمین میں کبھی موجود مانے یا ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نبوت ملنی جائز جانے اور اسے آیۃ و خاتم النبیین کے مخالف نہ سمجھے، یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین شان اقدس کے لئے حضور کو بڑا بھائی، اپنے آپ کو چھوٹا بھائی کہے، یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت یہ ناپاک کلمہ لکھے کہ مر مٹی میں مل گئے، و علی ہذا القیاس جو بد مذہب ضروریات دین اسلام میں سے کسی عقیدہ کا منکر ہو یا اس میں شرک کرے یا تاویلین گھڑے، باجماع تمام علماء اسلام وہ سب کے سب کافر و مرتد ہیں اگرچہ لوگوں کے سامنے کلمہ، نماز قرآن پڑھتے، روزہ رکھتے، اپنے آپ کو سچا پکا مسلمان جتاتے ہوں کہ جب وہ ضروریات اسلام کے منکر ہوئے تو انہوں نے خدا اور رسول و قرآن کو صاف صاف جھٹلایا، پھر یہ جھوٹے طور پر کلمہ و غیرہ کیا نفع دے سکتا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی منافق لوگ کلمہ و نماز پڑھتے اور اپنے آپ کو قسمیں کھا کھا کر مسلمان بتاتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک نہ سنی اور صاف فرمایا "وَاللّٰهُ بِشَهَادَاتِ النَّٰفِقِیْنَ لَکَذِبُوْنَ" ³ اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ نرا جھوٹا

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲۶۴/۲

² درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتہائی دہلی ۲۲۸/۲

³ القرآن الکریم ۱/۶۳

دعویٰ اسلام کرتے ہیں:

خاص ایسے لوگوں کے کفر میں ہرگز شک نہ کیا جائے کہ جو ان کے عقیدہ پر مطلع ہو کر پھر سمجھ بوجھ کر ان کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ درمختار میں ہے:

<p>جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ کافر ہے اھ لیکن ان کا ارتداد تو صحیح ثابت منصوص علیہ ہے جیسا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے فتاویٰ کے باب السیر میں واضح کر دیا ہے نیز اس اپنے رسالہ "المقالة المسفرة عن احکام البدعة المکفرة" میں بیان کیا ہے۔ (ت)</p>	<p>من شك في كفره وعذابه فقد كفر^۱ اھ واما ارتدادہم فهو الصحيح الثابت المنصوص علیہ کما اوضحناہ بتوفیق اللہ تعالیٰ فی السیر من فتاویٰنا و فی رسالتنا "المقالة المسفرة عن احکام البدعة المکفرة"۔</p>
---	---

اس قسم کے ہر بد مذہب کا ذبیحہ مردار و حرام، ان کے ساتھ نکاح حرام و باطل و محض زنا، ان کے ساتھ کھانا پینا بیٹھنا اٹھنا، ملنا جلنا، کوئی برتاؤ مسلمان کا سا کرنا ہرگز ہرگز کسی طرح جائز نہیں، ہاں جو مذہب دین اسلام کی ضروری باتوں سے کسی بات میں شک نہ کرتا ہو، صرف ان سے نیچے درجہ کے عقیدوں میں مخالف ہوں، جیسے رافضیوں میں تفضیلی، یا وہابیوں میں اسحاقی وغیر ہم وہ اگرچہ گمراہ ہے کافر نہیں اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۵: از گوئذہ ملک اودھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ ۱۷ جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ یہ جو اکثر کتب دینیہ میں لکھا ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ درست ہے تو آج کل یہود و نصاریٰ جو ہیں ان کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

شک نہیں کہ نصاریٰ الوہیت و ابنیت عبد اللہ و ابن امتہ، سیدنا مسیح ابن مریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاف تصریح کرتے ہیں جو نصاریٰ ایسے ہیں اور یوں ہیں وہ یہود کہ ابنیت عبد اللہ عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام مانیں ان کا ذبیحہ حلال ہونے میں ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے، جمہور مشائخ جانب حرمت گئے اور کہا گیا کہ اسی پر فتویٰ ہے۔ اور بکثرت محققین تحقیق جواز فرماتے ہیں کہ یہی ظاہر الروایہ اور یہی اقویٰ من حیث الدلیل ہے

^۱ درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتہبی دہلی ۱/ ۳۵۶

وقد حققناه في فتاؤنا بما يتعين المراجعة اليه (ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کر دی ہے اور اس کی طرف مراجعت کی جائے۔ ت) مستضیٰ میں ہے:

<p>شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے جب کہ اہل کتاب کا عقیدہ ہو کہ مسیح علیہ السلام اللہ ہے، تو ان کے ذبیحہ کو مت کھاؤ اور ان کی عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ اور یوں اگر عزیز علیہ السلام کو الہ کہتے ہوں، بعض کے نزدیک اس پر فتویٰ ہے لیکن دلائل کی روشنی میں کھانا اور نکاح کرنا جائز ہے۔ (ت)</p>	<p>في مبسوط شيخ الاسلام يجب ان لا ياكلوا ذبائح اهل الكتاب اذا اعتقدوا ان المسيح اله. وان عزيزا اله. ولا يتزوجوا نسائهم. وقيل عليه الفتوى لكن بالنظر الى الدلائل ينبغى ان يجوز الاكل والتزوج¹۔</p>
--	--

در مختار میں ہے:

<p>کتابیہ عورت سے نکاح جائز ہے اگرچہ وہ مسیح کے الہ ہونے کا عقیدہ رکھے، یونہی ان کا ذبیحہ مذہب میں جائز ہے بحر اہ مختصر۔ (ت)</p>	<p>صح نكاح كتابية. وان اعتقدوا المسيح الها. وكذا حل ذبيحتهم على المذنب بحر² مختصراً۔</p>
--	---

ہاں کراہت میں شک نہیں کہ جب بیضرورت کتابی خالص کے ذبیحے کو علماء ناپسند کرتے ہیں تو یہ بدتر درجے میں ہیں، فتح القدر میں ہے:

<p>کتابی عورتوں سے نکاح جائز ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ نہ کیا جائے اور ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے، ماسوائے ضرورت کے۔ (ت)</p>	<p>يجوز تزوج الكتابيات والاولى ان لا يفعل. ولا ياكل ذبيحتهم الا لضرورة³۔</p>
---	---

مجمع الانهر میں ہے:

<p>ہمارے زمانہ کے نصرانی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ابنیت کی تصریح کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو قبیح کرے۔ ضرورت بھی متحقق نہیں ہے اور احتیاط واجب ہے کیونکہ ان کے</p>	<p>النصارى في زماننا يصرحون بالابنية قبحهم الله تعالى. وعدم الضرورة متحقق. والاحتياط واجب. لان</p>
--	--

¹ رد المحتار بحوالہ المستضیٰ کتاب النکاح فصل فی المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۹

² در مختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مطبع مجتہدی دہلی ۱۱/ ۱۸۹

³ فتح القدر کتاب النکاح فصل فی المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۳۵

ذبیحہ کے حلال ہونے میں علماء کا اختلاف ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے ضرورت نہ ہو تو حرمت کی جانب کو ترجیح ہے۔ (ت)	فی حل ذبیحتہم اختلاف العلماء کما بینناہ فالأخذ بجانب الحرمة أولى عند عدم الضرورة ¹ ۔
--	---

یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ ذبح بطور ذبح کریں، اور وقت ذبح خالص اللہ عزوجل کا نام پاک لیں، مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام شریک نہ کریں اگرچہ دل میں مسیح ہی کو خدا جانیں، بالجملہ نہ قصداً تکبیر چھوڑیں نہ تکبیر میں شرک ظاہر کریں ورنہ جو ذبیحہ ان شرائط سے خالی ہو وہ مسلمان کا بھی حرام و مردار ہوتا ہے چہ جائیکہ کتابی، ردالمحتار میں ہے:

لا تحل ذبیحة من تعمد ترك التسمية مسلماً او کتابیاً نص القرآن ² ۔	قصداً بسم اللہ کو ترک کرنے والے کا ذبیحہ حلال نہیں ہے وہ مسلم ہو یا کتابی قرآن کی نص کی بناء پر۔ (ت)
---	--

رد مختار میں ہے:

شرط کون الذابح مسلماً او کتابیاً ذمیاً او حربیاً الا اذا سمع منه عند الذبح ذکر المسیح ³ ۔	ذبح کرنے والے کا مسلمان یا کتابی ذمی یا حربی ہونا شرط ہے۔ ہاں اگر ذبح کے وقت ان سے مسیح کا نام سنا جائے تو ناجائز ہے۔ (ت)
--	---

ردالمحتار میں ہے:

لو سمع منه ذکر اللہ تعالیٰ لکنہ عنی بالمسیح قالوا یوکل الا اذا نص فقال باسم اللہ الذی وبوئالت ثلاثۃ ہندیۃ ⁴ ۔	اگر عیسائی سے اللہ تعالیٰ کا نام سنا لیکن اس سے مراد اس نے مسیح کا لیا تو فقہاء نے فرمایا کھالیا جائے ہاں اگر صراحتاً "باسم اللہ تعالیٰ جو کہ تین کا تیسرا ہے" کہیں تو نہ کھائیں، ہندیہ (ت)
--	---

نصاری زمانہ کا حال معلوم ہے کہ نہ وہ تکبیر کہیں نہ ذبح کے طور پر ذبح کریں، مرغ و پرند کا تو گلا گھونٹتے ہیں، اور بھیڑ بکری کو اگرچہ ذبح کریں، رگیں نہیں کاٹتے، فقیر نے بھی اسے مشاہدہ کیا ہے۔

ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ میں پکتان کی ملک سے سمور کا ایک مینڈھا جہاز میں دیکھا گیا جسے وہ چالیس روپے

¹ مجمع الانہر شرح ملتقى الابحر کتاب النکاح باب المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت / ۱ ۳۲۸

² ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت / ۵ ۱۹۰

³ درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتہائی وہلی ۲۲۸ / ۲

⁴ ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت / ۵ ۱۸۸

کے خرید بتانا تھا، مول لینا چاہا کہ گوشت درکار تھا، نہ بیچا اور کہا جب ذبح ہوگا گوشت کا حصہ خرید لینا، ذبح کیا تو گلے میں ایک کروٹ کو چھری داخل کر دی تھی رگیں نہ کاٹیں، اس سے کہہ دیا گیا کہ اب یہ سوئر ہے ہمارے کسی کام کا نہیں بلکہ نصاریٰ کے یہاں صد سال سے ذبح شرعی نہیں، فتاویٰ قاضی خاں میں نقل فرمایا:

النصرانی لا ذبیحة له۔ وانما یأکل ہو ذبیحة المسلم و یخنق ^۱ ۔	نصرانی کا ذبیحہ ہی نہیں، وہ مسلمان کا ذبیحہ کھا لیتا ہے اور وہ جانور کا گلا گھونٹتا ہے۔ (ت)
---	--

تو نصارائے زمانہ کا ذبیحہ ضرور حرام یہود کا حال معلوم نہیں۔ اگر ان کے یہاں بھی ترک تکبیر یا ذبح کی تغیر ہو تو حکم حرمت ہے ورنہ بے ضرورت، ناپسندی و کراہت، واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص فرقہ غیر مقلدین یا فرقہ قادیانی یا وہابیہ سے ہو اس کے ہاتھ کا ذبیحہ واسطے اہل سنت و جماعت کے کھانا جائز ہو گا یا نہیں؟

الجواب:

قادیانی صریح مرتد ہیں۔ ان کا ذبیحہ قطعی مردار ہے۔ اور غیر مقلدین وہابیہ پر بوجہ کثیرہ الزام کفر ہے۔ ان میں جو منکر ضروریات دین ہیں وہ تو بالاجماع کافر ہی ہیں، ورنہ فقہائے کرام ان پر حکم کفر فرماتے ہیں اور ذبیحہ کا حلال ہونا نہ ہونا حکم فقہی ہے خصوصاً وہی احتیاط کہ مانع تکفیر ہو، یہاں ان کے ذبیحہ کے کھانے سے منع کرتی ہے کہ جمہور فقہاء کرام کے طور پر حرام و مردار کا کھانا ہوگا، لہذا احتراز لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۳ محرم ۱۳۳۱ھ

مسئلہ ۹۷: از ربلی محلہ قراولان مسئلہ عبدالکریم خیاط قادری رضوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا خسر دیوبندی ہے وہ اپنی قیمت سے گوشت خرید کر بھیجتا ہے۔ لانے والا بھی دیوبندی ہے تو یہ گوشت حلال ہے یا نہیں؟ نیز دیوبندی کی قربانی کا گوشت کیسا ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

دیوبندی کا ذبیحہ مردار ہے۔ اور دیوبندی کا بھیجا ہوا گوشت اگرچہ مسلمان کا لایا ہو یا مردار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بتاریخ ۲۸ محرم ۱۳۳۰ھ

مسئلہ ۹۸: از نجیب آباد مسئلہ جناب احمد حسن خاں صاحب رضوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض اوقات وہابیوں سے ذبیحہ

^۱ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الحظروالاباحۃ مسائل مایکرہ و مالایکرہ نوکشتور لکھنؤ ۱۴/ ۷۷۸

کرایا جاتا ہے جس کا گوشت گھر میں پکتا ہے کھانا کیسا ہے؟

الجواب:

وہابی رافضی قادیانی وغیرہم جن جن کی گمراہی حد کفر تک ہے ان کا ذبیحہ مردار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۹: از بشارت گنج ضلع بریلی مسئلہ حاجی غنی رضا خاں صاحب رضوی ۲۸ محرم ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابی یا رافضی کا ذبیحہ گائے یا بکری یا مرغی کا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہابیہ اور رافضی کے یہاں کا گوشت پکا ہوا بطور دعوت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

وہابیہ اور رافضی کا ذبیحہ مردار ہے اور ان کے یہاں کا گوشت کھانا حرام ہے۔ فتاویٰ ظہیر یہ و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہما میں ہے:

احکامہم احکام المرتدین^۱ (ان کے احکام مرتدین کے احکام ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۱۰۰: از ڈوئنگر پور ملک میواڑراچپوتانہ مکان جمعدار سمندر خاں مسئلہ عبدالرؤف خاں ۱۵ رمضان ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) بومروں کے یہاں کا ذبیحہ کیا ہوا گوشت ان کے یہاں کا پکا ہوا کھانا اہلسنت وجماعت کھا سکتے ہیں یا نہیں؟
(۲) اور کوئی شخص ذبیحہ کرتا ہو اور اس سے اپنی اور اپنے بچوں کی گزراوقات کرتا ہو وہ خدا کے یہاں مواخذہ حشر میں تونہ ہوگا؟
یا نامہ اعمال میں اس کے کچھ لکھا جائے گا؟ بینواتوجروا

الجواب:

(۱) بومرے کہ اسمعیلی رافضی ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے۔ اور ان کے یہاں کا گوشت پکا ہوا بھی حرام ہے، مگر یہ کہ مسلمان نے ذبح کیا اور اس وقت سے اس وقت تک مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہوا ہو، گوشت کے علاوہ باقی کھانوں پر اگرچہ قطعی حکم حرمت مگر بہر حال احترازی ہی مناسب ہے۔

(۲) ذبح کا پیشہ شرعاً ممنوع نہیں، نہ اس پر کچھ مواخذہ ہے اگرچہ گائے ذبح کرنے کا پیشہ ہو، وہ جو حدیث لوگوں نے دربارہ ذبح بقر و قاطع شجر بنا رکھی ہے محض باطل و موضوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الظہیریۃ کتاب السیر الباب التاسع نوری کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۲

مسئلہ ۱۰۲: از شہر کہنہ بریلی محلہ کوٹ مرسلہ محمد ود علی صاحب بنگال ۲ صفر ۱۳۳۱ھ
عورت کا ذبح کیا ہوا حلال اور درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

عورت کا ذبیحہ جائز ہے جبکہ ذبح کرنا جانتی ہو، اور شرائط حلت مجتمع ہو، درمختار میں ہے:

شرط کون الذابح مسلماً او کتائباً، ولو امرأة ^۱ (باختصار)	ذبح کرنے والے کا مسلمان یا کتابی ہونا شرط ہے اگرچہ عورت
واللہ تعالیٰ اعلم۔	ہو (باختصار)۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۳: مرسلہ احمد شاہ خاں از موضع نگر یاسادات ضلع بریلی
عورت کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

مسلمان عورت کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے جبکہ وہ ذبح کرنا جانتی ہو اور ٹھیک ذبح کر دے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴: از مقام سید پور ڈاکخانہ وزیر گنج ضلع بدایوں مسئلہ سید احمد حسین صاحب
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز روزہ کرتا ہے لیکن شراب خور ہے، سفلہ و چنڈو و بھنگ وغیرہ، زنا
و حرام خوری، چوری، آگ دیتا ہے۔ مگر ان فعلوں کو برا جانتا ہے تو ایسے شخص کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

اس صورت میں زید فاسق ہے۔ مستحق عذاب جہنم ہے۔ مگر اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵ تا ۱۰۷: از بھونا بھوٹی موٹولا نگر علاقہ جام نگر کاٹھیاوار مرسلہ حاجی اسمعیل میاں صدیقی خنی ابن امیر میاں ۲۳ صفر ۱۳۳۶ھ

(۱) اگر ایک مرد نے طاہر عورت کو بغیر نکاح کے گھر میں رکھا ہے آیا اس شخص کا ذبیحہ کھانا درست ہے یا نہیں؟

(۲) قربانی کرنا واجب ہے، اگر کوئی شخص ماہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کی صبح صادق کے بعد اور نماز سے

^۱ درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتہبی دہلی ۲۲۸/۲

پہلے قربانی کرے تو وہ قربانی جائز ہے یا نہیں؟

(۳) قربانی کے حصے تین کرنا، ایک حصہ اپنا دوسرا خویش واقارب کا، تیسرا مسکینوں کا، آیا اگر مسکین لوگ اسلام میں سے نہیں ہیں، تو اس حصہ کا کیا حکم ہے، اور اگر کسی شخص نے قربانی کی اور تین حصے نہیں کئے اور سارا گھر میں رکھ لیا آیا قربانی درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) اگر بالفرض اس پر زنا ثابت بھی ہو جب بھی زانی کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے کہ ذبح کے لئے دین ساوی شرط ہے اعمال شرط نہیں، اور اتنی بات پر کہ گھر میں رکھا ہے۔ اور ہمارے سامنے نکاح نہ ہوا، نسبت زنا کر بھی نہیں سکتے، بنس قطعاً قرآن مجید حرام شدید ہے۔ بلکہ اگر گھر میں بیبیوں کی طرح رکھتا ہو اور بیبیوں کا سا برتاؤ برتا ہو تو ان کو زوج و زوجہ ہی سمجھا جائے گا اور ان کی زوجیت پر گواہی دینی حلال ہوگی اگرچہ ہمارے سامنے نکاح نہ ہوا، کمافی الهدایة والدر المختار والہندیة وغیرہا) جیسا کہ ہدایہ، در مختار اور ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) دیہات میں عید جائز نہیں۔ قربانی اگر گاؤں میں ہو طلع صبح کے بعد ہو سکتی ہے اگرچہ شہری نے اپنی قربانی وہاں بھیج دی ہو، اور اگر قربانی شہر میں ہو جہاں نماز عید واجب ہے تو لازم ہے کہ بعد نماز ہو، اگر نماز سے پہلے کر لی قربانی نہ ہوئی اگرچہ قربانی دیہاتی کی ہو کہ اس نے شہر میں کی، در مختار میں ہے:

<p>اگر شہر میں قربانی دینی ہو تو اس کا وقت نماز کے بعد شروع یعنی نماز عید سے پہلے ہو اگرچہ قربانی خطبہ سے پہلے کرے بعد از خطبہ افضل ہے، اور قربانی شہر میں نہ ہو تو اس کا اول وقت بعد از طلوع فجر بروز عید قربان، اس فرق میں قربانی کا مقام معتبر ہے نہ کہ قربانی والے کا مقام شہری کے لئے قربانی جلدی کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ وہ جانور کو شہر سے خارج لیجا کر فجر کے بعد قربانی کرے، مجتبیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>(اول وقتها بعد الصلاة ان ذبح فی مصر) ای لو اسبق صلوة عید ولو قبل الخطبة لکن بعد ہا احب (و بعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیرہ) والمعتبر مکان الاضحیة لامکان من علیہ فحیلہ مصری اراد التعجیل ان یخرجہا الخارج المصر فیضی بہا اذا اطلع الفجر۔ مجتبیٰ^۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

^۱ در مختار کتاب الاضحیة مطبع مجتبیٰ دہلی ۱۲/ ۲۳۲

(۳) تین حصے کرنا صرف استحبی امر ہے کچھ ضروری نہیں چاہے سب اپنے صرف میں کر لے یا سب عزیزوں قریبوں کو دے دے، یا سب مساکین کو بانٹ دیں، یہاں اگر مسلمان مسکین نہ ملے تو کافر کو اصلانہ دے کہ یہ کفار ذمی نہیں، تو ان کو دینا قربانی ہو خواہ صدقہ، اصلاً کچھ ثواب نہیں رکھتا، درمختار میں ہے:

اما للحرابي ولو مستامنا فجميع الصدقات لايجوز له اتفقا. بحر عن الخانية وغيرها ¹	حربی اگر مستامن بھی ہو تو اس کو کوئی بھی صدقہ دینا بالاتفاق ناجائز ہے۔ بحر نے خانیہ وغیرہا سے نقل کیا۔ (ت)
---	--

بحر الرائق میں معراج الدر ایہ شرح ہدایہ سے ہے:

صلته لاتكون بر اشراعا. ولذا لم يجز التطوع اليه فلم يقع قربة ² ۔ والله تعالى اعلم۔	اس سے صلہ شرعاً نیکی نہیں اسی لئے اس کو نفلی صدقہ بھی جائز نہیں لہذا عبادت نہ بنے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔
--	---

مسئلہ ۱۰۸: از سر نیا ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ

زید نماز روزے سے بالکل بے خبر ہے اور ذبح کے وقت کلی بھی نہیں کرتا، تو اس کا ذبح کیسا ہے؟

الجواب:

اگر مسلمان ہے اور ذبح کرنا جانتا ہے اور تکبیر کہے تو ذبح ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۹: از گوری ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ عبدالجبار صاحب یکم شعبان ۱۳۳۶ھ

ایک شخص مسلمان کلمہ گو اپنی بد قسمتی سے ادائے نماز میں غفلت کرتا ہے، پس اس صورت میں ذبیحہ و ضیافت اس کا مسلمانوں کو کھانا و نماز جنازہ، دفن مقبرہ مومنین میں جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس دلیل سے، ذبیحہ اہل کتاب و ضیافت مسلمانوں کو جائز کیا گیا؟

الجواب:

ضرور اس کا ذبیحہ جائز، اور اس کے جنازہ کی نماز، اور اسے اسلامی طور پر دفن کرنا مسلمانوں پر فرض

¹ درمختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتہبی دہلی ۱۳۱۱ھ

² بحر الرائق کتاب الزکوٰۃ ص ۱۳۸/۲ سید کبیری کراچی ۲۳۸

<p>حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی بناء پر کہ گناہوں کا دفتر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی حیثیت نہیں ہے تو بندے کا اپنے نفس پر ظلم اس کے اور اس کے رب کے درمیان معاملہ ہے کسی دن کاروزہ یا کوئی نماز ترک کی ہو تو اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے بخش دے اور درگزر فرمادے۔ (ت)</p>	<p>لقله صلى الله تعالى عليه وسلم اما الديوان الذي لا يعبء الله به شيئاً فظلم العبد نفسه فيما بينه وبين ربه. من صوم يوم تركه، او صلوة تركها، فان الله تعالى يغفر ذلك ان شاء ويتجاوز¹۔</p>
--	---

ضیافت بھی جائز ضرور ہے اس سے بچنے نہ بچنے میں عمل سلف مختلف ہے کما فصله الامام حجة الاسلام في الاحياء (جیسا کہ حجة الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ نے احياء العلوم میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ ت) اسکا بیان ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰: از مدرسہ مڈھاوی ڈاکخانہ کوراولی ضلع میں پوری مرسلہ محمد بختیار صاحب مدرس ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ قصاب پیشہ شخص جو ذبح کرے اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟
الجواب:
درست ہے جبکہ تکبیر کے ساتھ ذبح کرے، فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

<p>ایسے جاہل کو لازماً آتا ہے کہ وہ قصاب کے کسی ذبیحہ کو نہ کھائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>یلزم علی هذا الجاهل ان لا یاکل ما ذبح القصاب²۔ اللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

مسئلہ ۱۱۱: از کانپور مدرسہ فیض عام مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قصاب کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
الجواب:

ذبح قصاب وغیرہ سب کا ایک حکم ہے۔ مسلمان یا کتالی، عاقل ہونا چاہئے کہ ذبح جانتا ہو اور عمداً تسمیہ ترک نہ کرے، کسی قوم یا پیشہ کی تخصیص محض جہالت ہے، در مختار میں ہے:

¹ مسند احمد بن حنبل حدیث ۲۵۵۰۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۳۳۲، مسند احمد بن حنبل از مسند عائشہ رضی اللہ عنہا

المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۲۳۰

² فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ ہندیہ کتاب الصيد الفصل الرابع نورانی مکتب خانہ پشاور ۶/ ۳۰۲

لايعطى اجر الجزار منها لانه كبيع ¹ ۔	قربانی کا کوئی حصہ قصاب کی اجرت میں نہ دے کیونکہ یہ معاوضہ سوداکاری کے معنی میں ہے۔ (ت)
---	---

ردالمحتار میں ہے:

لانه انما يعطى الجزار بمقابلة جزره ² ۔	کیونکہ یہ قصاب کے عمل کے بدلے میں دے گا۔ (ت)
---	--

خانہ میں ہے:

وضع صاحب الشاة يده مع يد القصاب في المذبح واعانه على الذبح، سى كل وجوباً ³ الخ (ملخصاً)	بکری والے نے ذبح میں قصاب کے ساتھ اپنا ہاتھ شریک کیا تو دونوں پر بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔ الخ (ملخصاً)۔ (ت)
--	--

بزازیہ میں ہے:

لا ريب ان القصاب يذبح للربح ولو علم انه نجس لا يذبح، فيلزم على هذا الجاهل ان لا ياكل ما ذبحه القصاب ⁴ ۔ والله تعالى اعلم۔	بے شک قصاب نفع حاصل کرنے کے لئے ذبح کرتا ہے اگر اسے معلوم ہو کہ یہ نجس ہے تو ذبح نہ کرے گا، تو ایسے جاہل پر لازم آتا ہے کہ قصاب کا ذبیحہ نہ کھائے، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	--

مسئلہ ۱۱۲: از او جین علاقہ گوالیار مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ حاجی محمد یعقوب علی خاں صاحب اجمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ
خنثی جانور کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

خنثی کہ زومادہ دونوں کی علامتیں رکھتا ہو، دونوں سے یکساں پیشاب آتا ہو، کوئی وجہ ترجیح نہ رکھتا ہو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں کہ اس کا گوشت کسی طرح پکائے نہیں پکتا، ویسے ذبح سے حلال ہو جائے گا، اگر کوئی کچا گوشت کھائے، کھائے، درمختار میں ہے:

¹ درمختار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتہبی دہلی ۱۲/۲۳۴

² ردالمحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۹

³ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الاضحیۃ فصل مسائل متفرقہ نوکسور لکھنؤ ۳/۵۰

⁴ فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ ہندیہ کتاب الصيد الفصل الرابع نوری مکتب خانہ پشاور ۶/۳۰۲

ولا بالخنثی لان لحمها لا ینضج، شرح وہبانیة ^۱ - خنثی بکرے کی قربانی جائز نہیں کیونکہ اس کا گوشت پکتا نہیں، شرح وہبانیہ۔ (ت)	
---	--

فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

لا تجوز التضحیة بالشاءة الخنثی لان لحمها لا ینضج، کذا فی القنیة ^۲ ، واللہ تعالیٰ اعلم۔ قتیہ میں اسی طرح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	خنثی بکرے کی قربانی جائز نہیں کیونکہ اس کا گوشت پکتا نہیں،
---	--

مسئلہ ۱۱۳: از گلتہ دھرم تلاسٹریٹ نمبر ۱۶۲ مرسلہ حافظ عبدالرحمان صاحب ۳ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بکری بچہ جنی، اور بعد جننے کے مرگئی، اب وہ بچہ ایک کتیا کا دودھ پی کر سیانا ہوا،
پس وہ بچہ حلال ہے یا حرام؟ بینواتوجروا

الجواب:

اگر ایسا سیانا ہو گیا کہ دودھ چھٹے کچھ مدت گزری، جب تو بالاتفاق بلا کراہت حلال ہے۔ یونہی دودھ پیتے کو چند روز اس دودھ سے
جدار کھ کر حلال جانور کا دودھ یا چارادیا، اور اس کے بعد ذبح کیا جب بھی بالاتفاق بے کراہت حلال ہے۔ اور اگر اسی حالت میں
ذبح کر لیا تو اس کا کھانا مکروہ ہے۔ اس صورت میں کراہت بھی محل نزاع نہیں، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ یہ کراہت تنزیہی
ہے یعنی کھانا بہتر نہیں، اور کھالے نوگناہ نہیں، یا تحریمی یعنی کھانا ناجائز و گناہ ہے۔ عامہ کتب میں معتمدہ مذہب مثل نوازل
و خلاصہ و خانہ و ذخیرہ و ہزاریہ و تبیین الحقائق و تکملہ لسان الحکام للعلامة ابراہیم حلبي و در مختار و غیرہا میں قول اول ہی پر جزم فرمایا
اور خود محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس پر نص صریح آیا، اور شک نہیں کہ وہی اقوی من حیث الدلیل
ہے۔ در مختار میں ہے:

حل اکل جدی غزی بلبن خنزیر لان لحمہ لا یتغیر وما غزی بہ یصیر مستهلکا لا یبقی لہ اثر ^۳ ۔ بھیٹر کے جس بچے نے خنزیر کا دودھ بطور خوراک پیا تو اسے کھانے میں حرج نہیں ہے کیونکہ اس کا گوشت متغیر نہ ہو اور جو خوراک دی گئی وہ ہلاک ہو گئی اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا، (ت)	
---	--

^۱ در مختار کتاب الاضحیہ مطبع مجتہائی دہلی ۲/ ۲۳۳

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب الاضحیہ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۹۹

^۳ در مختار کتاب الحظروا الاباحۃ مطبع مجتہائی دہلی ۲/ ۲۳۶

خلاصہ میں ہے:

<p>نوازل میں ہے جو بچہ خنزیر کے دودھ کی خوراک سے پرورش پایا اس کو کھانے میں حرج نہیں ہے اسی لئے فقہاء نے فرمایا جو مرغ گندگی کھائے اور اس کا گوشت متغیر نہ ہو تو کھانے میں حرج نہیں ہے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد کہ مرغی کو تین دن قید رکھ کر ذبح کیا جائے، یہ ارشاد تنزیہ کے طور پر ہے۔ (باختصار) (ت)</p>	<p>فی النوازل لو ان جدیاً غزی بلبن الخنزیر فلا باس باکله. فعل هذا قالوا لا باس بكل الدجاج الذی یخلط ولا یتغیر لحمه. والذی روی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه قال تحبس الدجاجة ثلاثة ایام کان للتنزیہ¹ (باختصار)۔</p>
--	---

اسی سے تاملہ لسان میں فرمایا اسی طرح بقیہ کتب میں مذکور ہے، ہندیہ کی کتاب الکرہیۃ میں قنیہ سے ہے:

<p>امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بکری یا گائے کا بچہ گدھی کے دودھ سے پرورش پائے اس کا کھانا حلال ہے اور مکروہ ہے۔ (ت)</p>	<p>ذکر محمدرحمہ اللہ تعالیٰ جدی او حمل یرضع بلبن الاتان یحل اکلہ ویکرہ²۔</p>
--	---

اسی قنیہ میں بعض علماء سے قول ثانی نقل کیا، وہی ظاہر اکلام فتاویٰ کبریٰ وخرزانتہ المفتین کا مفاد، اور امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد سے مستفاد، ردالمحتار میں ہے:

<p>شرح وہبانیہ میں قنیہ سے نقل کیا کہ اگر چند روز کے بعد ذبح کیا تو حلال ہے ورنہ نہیں۔ (ت)</p>	<p>فی شرح الوہبانیۃ عن القنیۃ راقماً انه یحل اذا ذبح بعد ایام والا³۔</p>
--	---

سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین حاشیہ کنز میں فرماتے ہیں:

<p>بھیڑ کا بچہ گدھی کے دودھ سے پرورش پائے تو ابن مبارک نے فرمایا اس کا کھانا مکروہ ہے مجھے یک شخص نے حسن سے خبر دی انھوں نے کہا بھیڑ کا بچہ اگر خنزیر کے دودھ سے پرورش پائے تو حرج</p>	<p>الجدی اذا ربی بلبن الاتان. قال ابن المبارک یرکھ اکلہ قال واخبرنی رجل عن الحسن. قال اذا ربی الجدی بلبن الخنزیر لا باس</p>
--	---

¹ خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الصيد الفصل الخامس مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳۰۴ / ۳

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الکرہیۃ الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳۳۹ / ۱۵

³ ردالمحتار کتاب الکرہیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۱۷ / ۱۵

بہ۔ قال معناه اذا اعتلف اياما بعد ذلك كالجلالة كذا بخط شبيخنا عن الخانية ¹ ۔	نہیں، انہوں نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے بعد وہ چارہ کھاتا رہا تو وہ جلالہ یعنی گندگی کھانی والے جانور کی طرح ہے ہمارے شیخ کے سے یوں خانیہ سے منقول ہے۔
--	--

ہندیہ کی کتاب الصيد والذباح میں ہے:

الجدى اذا كان يربى بلبن الاتان والخنزيران اعتلف اياما فلا باس لانه بمنزلة الجلالة والجلالة اذا حبست اياما فعلت لا باس بها فكذا هذا كذا في الفتاوى الكبرى ² ۔	بکری کا بچہ گدھی یا خنزیر کے دودھ سے پرورش پائے پھر چند روز چارہ کھالے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ گندگی کھانے والے جانور کی طرح ہے اور یہ گندگی کھانے والا اگر چند روز قید میں رکھا جائے اور چارہ کھائے تو کوئی حرج نہیں اسی طرح یہ بھی ہے، فتاویٰ کبریٰ میں ایسے ہی ہے۔ (ت)
--	--

اسی طرح خزانیہ¹ مفتین میں برمز فتاویٰ کبریٰ سے منقول:

فقد علق نفى الباس على الاعتلاف فافاد وجوده عند عدمه. والباس انما هو فيباينهي عنه۔	انہوں نے حرج کی نفی کو چارہ کھانے سے معلق کیا ہے تو چارہ نہ کھانے کی صورت میں حرج کا وجود ثابت ہوتا ہے اور حرج کا تعلق ممنوع چیز ہے (ت)
--	---

لہذا اختلاف علماء سے بچنے کے لئے اسلم وہی ہے کہ چند روز کا وقفہ دے کر ذبح کریں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۴: از شیر پور ضلع پہلی بھیت مرسلہ محمد منگل خان صاحب تعلقدار ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بچہ برنی کاکتی کا دودھ پی کر پرورش ہو اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر اب دودھ چھوڑے ہوئے ایک زمانہ گزرا تو اس کا گوشت حلال ہے۔ اور اگر اب بھی پیتا ہے تو چند روز وہ دودھ چھڑائیں،

پاک دودھ پلائیں یا چارہ کھلائیں، یہاں تک کہ پیٹ میں وہ دودھ

¹فتح المعین علی الکنز لمنلا مسکین کتاب الکرابیة فصل فی الاکل والشرب بیچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۸۶/۳

²فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی مکتب خانہ پشاور ۲۹۰/۵

بالکل نہ رہے۔ اس وقت اسے ذبح کر کے کھا سکتے ہیں۔ عالمگیریہ میں ہے:

<p>بھیڑ کا بچہ اگر گدھی یا خنزیر کے دودھ سے پرورش پائے اور بعد میں چند روز چارہ کھائے تو حرج نہیں ہے کیونکہ وہ جلالہ (گندگی کھانے والے جانور) کی طرح ہے اور جلالہ کو چند روز قید میں رکھا جائے چارہ کھائے تو اس کے کھانے میں حرج نہیں ہے۔ تو یہ بھی ایسا ہے، فتاویٰ کبریٰ میں یونہی ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>الجدی اذا كان يربى بلبن الاتان والخنزير ان اعتلف اياماً فلا بأس لانه بمنزلة الجلالة والجلالة اذا حبست اياماً فعلقت لا بأس بها فكذا هذا، كذا في الفتاوى الكبرى¹۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

مسئلہ ۱۱۵: از شہر کہنہ اپر ہماہر سلہ محمد یعقوب صاحب امام مسجد شہر مذکور ۱۷ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی جانور آدمی کا دودھ پئے گا تو اس کا گوشت کھانا کیسا ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

جس جانور نے آدمی کا دودھ پیا ہو وہ اس کے باعث حرام نہیں ہو جاتا، اگرچہ پوری پرورش انسان بلکہ خنزیر کے دودھ سے پائی، غایت یہ کہ چند روز بند کر کے چارہ کھلائیں یا حلال جانور کا دودھ پلائیں، اس کے بعد ذبح کریں، خانیہ میں ہے:

<p>بھیڑ کا بچہ اگر خنزیر کے دودھ سے پرورش پائے تو اس کے کھانے میں ممانعت نہیں۔ (ت)</p>	<p>لو ان جدی یا غزی بلبن الخنزیر لا بأس باكله²۔</p>
--	--

ہندیہ میں ہے:

<p>بھیڑ کا بچہ اگر گدھی یا خنزیر کے دودھ سے پرورش پائے تو اس نے چند روز بعد میں چارہ کھالیا تو کھانے میں حرج نہیں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>الجدی يربى بلبن الاتان والخنزير ان اعتلف اياماً فلا بأس³۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی مکتب خانہ پشاور ۲۹۰/۵

² فتاویٰ قاضی خاں کتاب الذبائح مطبع نوکسٹور لکھنؤ ۷۵۲

³ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی مکتب خانہ پشاور ۲۹۰/۵

مسئلہ ۱۱۶: مرسلہ مولانا بخش ہولہ پاڈنگ چاہ بگان ڈاکخانہ لٹاکو باڑی ضلع ڈونگ بتاریخ ۷ شعبان ۱۳۳۳ھ

جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب مصدر اشفاق فراواں و محزن الطاف بیکراں برحال بیکساں، بعد سلام مسنون اسلام مشہور، ضمیر مبین یاد کے عرصہ بعد منقضى ہوتا ہے کہ خاکسار نے حضور کے گوش گزار کیا تھا کہ کوئی مشرک یا کافر کسی جانور کو کالی یا بھوانی کے بھوک چڑھاوے، اور بل دینے کو لے جائے اور بل نہ دے یعنی گردن نہ مارے، صرف کان کاٹ کر چھوڑ دے یہ کہہ کر کے "یا بھوانی یا کالی یہ تمہارا بھوک ہے" تو اس جانور کو ذبح کرنا اور کھانا مسلمانوں کو جائز اور درست ہے یا نہیں؟ ہم نے ان کو بموجب آیہ شریف "وَمَا أَهْلُ بِهِ لَعْنَةُ اللَّهِ" ^۱ (ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا۔) منع کیا کہ جس جانور یا مٹھائی وغیرہ کو مشرک یا کافر اپنے بتوں کو چڑھائیں وہ نہ کھانا چاہئے، تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ عالموں نے فتویٰ دیا ہے کھانے کے لئے، اس وجہ سے ہم لوگ چڑھائے ہوئے جانور کو کھاتے ہیں، چونکہ اس زمانہ میں بہت سا اختلاف ہو رہا ہے اور لوگوں نے کئی ایک طریقہ اختیار کیا ہے اس لئے آپ سے التجا ہے کہ آپ گویا اس وقت کے امام ہیں ہادی گمراہاں سمجھ کر درخواست کرتے ہیں شاید ہم غلطی پر ہوں اور آپ کے باعث ہم کو راہ راست نصیب ہو اللہ جو اب خط سے ضرور سرفراز فرمائیں، اس کا اجر آپ کو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا، جو اب کے لئے لفافہ خط کے ساتھ شامل خدمت والا میں ارسال کرتا ہوں،

الجواب:

مشرکین اپنے بتوں کے لئے سانڈ چھوڑتے اسے سائبہ کہتے جسے کان چیر کر چھوڑتے اسے بجیرہ کہتے اور ان جانوروں کو حرام جانتے، اللہ تعالیٰ نے ان کو رد فرمایا کہ:

<p>اللہ نے مقرر نہیں کیا ہے کان چرا ہوا اور نہ بحار اور نہ وصیلہ اور نہ حامی، ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹا افتراء باندھتے ہیں اور ان میں اکثر نرے بے عقل ہیں، (ت)</p>	<p>"مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ ^۱ وَلَكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَأَكْتُمُوهُمْ لَا يَعْقِلُونَ" ^۲</p>
---	---

یعنی یہ باتیں اللہ نے تو ٹھہرائیں لیکن کافران پر جھوٹ باندھتے ہیں، تو ان جانوروں کو حرام بنانا کافروں کا

^۱ القرآن الکریم ۱۲ / ۱۷۳

^۲ القرآن الکریم ۱۵ / ۱۰۳

قول، اور قرآن مجید کے خلاف ہے۔ اور آیہ مائیل بہ لغیر اللہ اس جانور کے لئے ہے جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا جائے، چھوڑے ہوئے جانور سے اسے کوئی تعلق نہیں نہ کہ مٹھائی تک پہنچے، یہ تعصب وہابیوں کے جاہلانہ خیال ہیں کہ "جاندار یا بے جان ذبیحہ ہو یا غیر، جس چیز کو غیر خدا کی طرف منسوب کر کے پکاریں گے حرام ہو جائیں گی" ایسا ہوتا ان کی عورتیں بھی ان پر حرام ہوں کہ وہ بھی انھیں کی عورتیں کہہ کر پکاری جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کا نام ان پر نہیں لیا جاتا، ایسے بہودہ خیالوں سے بچنا لازم ہے۔ ہاں بت کے چڑھاوے کی مٹھائی پر شاد مسلمانوں کو نہ لینا چاہئے کہ کافر اسے صدقہ کے طور پر بانٹتے ہیں، وہ لینا ذلت بھی ہے اور معاذ اللہ جو چیز انھوں نے تعظیم بت کے لئے بانٹی اس کا ان کے موافق مراد استعمال بھی ہے بخلاف چھوڑے ہوئے جانور کے کہ اس کا کھانا کافروں کے خلاف مراد اور ان کی ذلت ہے، اس میں حرج نہیں مگر شرط یہ ہے کہ فتنہ نہ ہو، ورنہ فتنہ سے بچنا لازم ہے۔

قال الله تعالى "الْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ" ^۱ - والله تعالى اعلم۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فتنہ قتل سے شدید تر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
--	---

مسئلہ ۷۱۱: مسؤلہ مسلمانان کا ٹھیاواڑ جام جود چھوڑ معرفت شیخ عبدالستار پور بند کا ٹھیاواڑ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ اس ملک میں رواج ہے کہ اہل ہنود بکریوں کے چرواہے مندروں پر بکر اچڑھانے کے واسطے لے جاتے ہیں اور اس کے ذبح کرنے کے واسطے مسلمان قصاب کو بلاتے ہیں اور اکثر قصاب نہیں ہوتے تو پیش امام کو لے جاتے ہیں اور بعد ذبح کے وہ گوشت انھیں لوگوں پر تقسیم کیا جاتا ہے اس گوشت کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور ذبح کرنے کے واسطے جانا چاہئے یا نہیں؟ اور قصاب وہاں سے گوشت لے کر فروخت کرتے ہیں ان سے خرید کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا اتوجروا

الجواب:

ذبح میں ذابح کی نیت شرط معتبر ہے، اگر کافر اپنے معبودوں کے لئے ذبح کرائے اور مسلمان اللہ عزوجل کے لئے اس کا نام لے کر ذبح کرے جانور حلال ہو جائے گا مگر یہ فعل مسلمان کے لئے مکروہ ہے، اور اس گوشت کا اس سے لینا بھی نہ چاہئے کہ اس میں کافر کے زعم میں اس کے مقصد باطل کو پورا کرنا ہے اور یہ گوشت گویا اس کی طرف سے تصدق لینا ہے۔

والید العلیا خیر من الید السفلی،	اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ تو یہ
----------------------------------	---

^۱ القرآن الکریم ۱۹۱/۲

ولا یزنی لید کافر ان تکون اعلیٰ من ید مسلم و المسئلة منصوص علیہا فی العالمگیریة والتتار خانیه انه یحل ویکره للمسلم ¹ ۔	مناسب نہیں کہ کافر کا ہاتھ مسلمان کے ہاتھ سے افضل ہو، اس مسئلہ پر عالمگیری میں نص ہے تاتار خانہ میں ہے حلال ہے اور مکروہ ہوگا مسلم کے لئے (ت)
---	---

ہاں قصاب وغیرہ جس مسلمان نے اس سے گوشت لیا اور بعد ذبح مسلم نظر مسلم سے غائب نہ ہوا تھا اسکے خریدنے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۸: مرسلہ شیخ گھوراموضع یکٹر اڈاکخانہ ایٹاری ضلع شاہ آباد آ رہ
۷ صفر ۱۳۳۵ھ
اگر ہندو کسی جانور یعنی بکرا بکری، بھیڑا بھیڑی وغیرہ کو کسی اپنے دیوتا کے نام پر یاد دیوتا کی جگہ پر لے جا کر اس کا کان کاٹ ڈالے
اور بعد میں اس جانور کو کسی مسلمان کے ہاتھ بیچ ڈالے اور وہ مسلمان اس جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کر کے کھائے تو وہ جانور یا
اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ بینواتوجروا

الجواب:

حلال ہے

قال الله تعالى "وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا دُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ" ² ۔ والله تعالیٰ اعلم۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا کہ نہیں کھاتے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام پکارا گیا، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
---	---

مسئلہ ۱۱۹ و ۱۲۰: از چوڑ گڑھ علاقہ اودیہ پور راجپوتانہ مسئلہ مولوی عبدالکریم صاحب ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ بروز شنبہ
(۱) سانڈ حرام ہے یا حلال، فتاویٰ عبدالح صاحب لکھنؤ جلد سوم میں حرام لکھا ہے اس بناء پر کہ وہ سانڈ مالک کی ملک سے خارج
نہیں۔

(۲) خراطین یا کسی مکروہ تحریمی یا حرام شے کا جلا کر کھانا یا جس شیئی میں جلائی ہے مثلاً گھی وغیرہ اس کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب:

(۱) سانڈ اگر اللہ کے لئے ذبح کر لیا جائے گا تو اس کے گوشت کی حلت میں تو کوئی کلام ہی نہیں،

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۸۶

² القرآن الکریم ۶/۱۲۱

<p>قال الله تعالى " مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ " ¹ -</p>	<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بحیرہ اور سائبہ نہیں بنائے۔ (ت)</p>
--	---

کافروں کا یہ اعتقاد تھا کہ کان چیر کر چھوڑ دیا یا بحار کر دیا تو اس کا کھانا حرام ہے، قرآن عظیم نے اس کا رد فرمادیا، رہا ملک غیر کی وجہ سے حرام ہونا یہ معصوم وغیر معصوم میں عدم تفرقہ سے ناشی ہے۔ کافر کہ نہ ذمی ہونہ مستامن نہ مستامن منہ، یعنی نہ وہ اس کی امان میں ہونہ یہ اس کی امان میں، اس سے صرف غدر حرام ہے، ہاں ایک اور راہ سے یہاں عدم جواز آسکتا ہے، وہ یہ کہ یہ صورت اگر قانونا جرم ہو تو ایسا مباح جو مسلمان کو معاذ اللہ ذلت پر پیش کرے شرعاً ممنوع ہو جاتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) حرام شیبی جلنے کے بعد بھی حرام ہی رہے گی اور دوسری شیبی میں اگر ایسی مخلوط ہوگی کہ تمیز ناممکن ہے، تو اسے بھی حرام کر دے گی،

<p>إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام ² - واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>حلال اور حرام مجتمع ہوں تو حرام کو غلبہ ہوتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>
--	--

مسئلہ ۱۲۱: از ملک آسام مقام نوالی گاؤں ضلع شیب ساگر مرسلہ پیر ملا مولوی سید عبدالحمید صاحب ۱۶ رمضان ۱۳۱۳ھ

علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک بیل غیر اللہ کے نام پر چھوڑا ہوا ہے آیا اس جانور کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں کہ یہاں پر بہت اختلاف ہے اس کو معہ دلیل تحریر فرمائیں،

الجواب:

اس چھوڑ دینے سے وہ جانور حرام نہیں ہو جاتا۔

<p>قال الله تعالى مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلَٰكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۗ وَكَثُرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٣﴾ -</p>	<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام اللہ تعالیٰ نے نہیں بنائے لیکن کافروں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا افتراء باندھا جبکہ ان کی اکثریت بے عقل ہے۔ (ت)</p>
--	--

¹ القرآن الکریم ۵/ ۱۰۳

² الاشبہ والنظائر الفن الاول القاعدة الثانية ادارة القرآن کراچی ۱/ ۱۳۴

³ القرآن الکریم ۵/ ۱۰۳

تفسیر مدارک شریف میں ہے:

اللہ تعالیٰ پر ان کے حرام کرنے کی نسبت میں افتراء باندھتے ہیں جبکہ ان کی اکثریت بے عقل ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام نہیں کیا، (ت)	يفترون على الله الكذب في نسبتهم هذا التحريم اليه، واكثرهم لا يعقلون ان الله تعالى لا يحرم ذلك ¹ ۔
---	--

مگر اس چھوڑ دینے سے وہ ملک مالک سے بھی خارج نہیں ہوتا، اسی کی ملک پر باقی رہتا ہے کہ بیل چھوڑنے والے چھوڑتے وقت نہ یہ کہتے کہ جو اسے پکڑ لے اس کا مالک ہو جائے، نہ وہ ہر گز اس کا پکڑنا روار کھتے ہیں، بلکہ ان کی نیت یہی ہوتی ہے کہ یہ یونہی چھوٹا پھرے، تو جانور بدستور انھیں کا مملوک رہتا ہے، فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

اگر کوئی جانور آزاد چھوڑ دیا گیا اور یہ نہ کہا جو پکڑے اس کا ہوگا تو کوئی انسان پکڑ لے تو وہ اس کا مالک نہ بنے گا۔ (ت)	لو سيب دابة، وقال لا حاجة لي اليها، ولم يقل هي لمن اخذها فاخذها بالانسان لا تكون له ² ۔
--	--

اس وجہ سے اس کا پکڑنا، ذبح کرنا، کھانا کچھ جائز نہیں کہ وہ ملک غیر ہے یہاں تک کہ اگر مالک اجازت دے دے بلاشبہ حلال ہو جائے، یا اگر کسی شخص کا اس بیل چھوڑنے والے پر کچھ دین آتا ہو مثلاً اس نے کچھ مال اس کا چھینا یا چرا یا یا سود یا رشوت میں لیا ہو اور اس سے وصول کی امید نہیں تو یہ شخص اپنے آتے میں اس بیل کو لے سکتا ہے جبکہ اس کی قیمت اس کے مقدار حق سے زائد نہ ہو

یہ مسئلہ اپنے حق کے خلاف جنس پر قابو پانے کا ہے جس پر آج کل فتویٰ ہے کہ قابو پانا جائز ہے جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	وهي مسألة الظفر بخلاف الجنس الحق المفتى الأُن بجواز اخذها كما في رد المحتار وغيره ³ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
---	---

مسئلہ ۱۲۲: ازادے پور میواڑ مہارانا ہائی اسکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب ۱۸ صفر ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس زمانہ میں بکرا جو شیخ سدو کے نام سے یا دوسرے کسی بزرگ کے نام سے موسوم کیا جائے، اور وہ بکر اللہ کے نام کے ساتھ ذبح کیا جائے اس کا کھانا مسلمان

¹ مدارک التزیل (تفسیر النسفی) تحت آیة یفترون علی اللہ الذکب الخ دار الکتب العربی بیروت / ۳۰۵

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الہبۃ الباب الثالث نوری کتب خانہ پشاور / ۳۸۲

³ ردالمحتار کتاب الحجر دار احیاء التراث العربی بیروت / ۵ / ۹۵

کو جائز ہے یا نہیں؟ اور "وَمَا أَهْلُ بِهِ لَعْنَةُ اللَّهِ" ^۱ سے مراد قبل ذبح کے پکارا جانا ہے یا وقت ذبح کے؟

الجواب المفوظ

اصل کلی اس میں یہ ہے کہ ذابح کی نیت اور وقت ذبح اس کے تسمیہ کا اعتبار ہے اس کے سوا کسی بات کا لحاظ نہیں، اگر مالک نے خاص اللہ عزوجل کے لئے نیت کی ہے اور ذابح نے بسم اللہ کی جگہ بسم فلاں کہا، یا بسم اللہ ہی کہا اور اراقت دم سے عبادت غیر خدا مقصود رکھی ذبیحہ مردار ہو گیا، اور اگر مالک نے کسی غیر خدا اگرچہ بت یا شیطان کے لئے نیت کی اور اسی کے نام کی شہرت دی اور اسی کے ذبح کرنے کے واسطے ذابح کو دیا، اور ذابح نے خاص اللہ عزوجل کے لئے اس کا نام پاک لے کر ذبح کیا، منقطعی قرآن حلال ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا کہ اس چیز میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا۔ (ت)	قال الله تعالى "وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ بِاسْمِ اللَّهِ عَلَيْهِ" ^۲
--	--

عالمگیری میں ہے:

مسلم نے مجوسی کی بکری ذبح کی ان کے آٹھدہ کے لئے، یا کسی کافر کی بکری ان کے معبودوں کے لئے ذبح کی تو کھائی جائے کیونکہ مسلمان نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کی ہے اور مسلمان کو یہ عمل مکروہ ہے تاتارخانیہ میں یونہی ہے۔ (ت)	مسلم ذبح شاہ المجوسی لبیت نارہم او الکافر لا لہتمہم توکل لانہ سعی اللہ تعالیٰ ویکرہ للمسلم، کذا فی التاتارخانیۃ ^۳
---	--

اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل ہمارے رسالے سبیل الاصفیاء فی حکم الذبح لاولیاء میں ہے اور شیخ سدو کوئی بزرگ نہیں بلکہ ایک خبیث روح ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۳: از قبہ کلی ناگر تھانہ مادھو ٹانڈہ پرگنہ پورنپور، ضلع پہلی بھیت مرسلہ محمد اکبر علی صاحب ۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے شیخ سدو کے نام سے مرغ وغیرہ ذبح

^۱ القرآن الکریم ۲/۱۷۳

^۲ القرآن الکریم ۶/۱۲۱

^۳ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۸۶

کرایا، اور میلاد بھی زید نے پڑا ہوا یا، تو زید کے مکان پر میلاد پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اور کھانا زید کا میلاد خواں نے کھایا تو وہ اس کے حق میں کیسا ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

ذکر میلاد شریف بہ نیت ہدایت پڑھے، اور اس میں ایسی ارواح کی تکریم سے ممانعت کرے جن کا اسلام تک معلوم نہیں، بلکہ بعض علماء نے انھیں ارواح خبیثہ لکھا، اور وہ مرغ وغیرہ ذبیحہ نہ کھائے جو ایسوں کے لئے ذبح ہوا، اور بہتر یہ ہے کہ اس کے یہاں کا اور کھانا بھی نہ کھائے، جب تک وہ توبہ نہ کرے زجر الہی تو پوچھا اور اگر یہ عالم مقتدی ہے تو ایسوں کے ساتھ اور انکے یہاں کھانا کھانے سے احتراز اور اہم ہے۔ کما نص علیہ فی الہندیۃ وغیرہا (جس طرح کہ ہندیہ وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۲: از کلی ناگر ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی صاحب ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان میں چچا اور بھائی اور بھتیجا رہتے ہیں، اور حقہ پانی ان سب کا ایک ہے، اور بھتیجے نے شیخ سدو کے نام سے جانور ذبح کیا اور کوئی مولوی صاحب اس کے چچا یا بھائی کے یہاں آکر ٹھہرے، اور مولوی صاحب کو معلوم ہو گیا کہ ان کا بھتیجا غیر اللہ کے نام کا جانور ذبح کروانا ہے اور چچا اور بھائی کو کھلاتا ہے، تو جو مولوی صاحب اس کے چچا کے یہاں مقیم ہیں ان مولوی صاحب کو ان کے گھر کا کھانا درست ہے یا نہیں اور مولوی صاحب سے کہا گیا کہ اس کے گھر کا کھانا نہ کھاؤ، تو در جواب مولوی صاحب نے کہا کہ تم کون ہو ہم کسی کا کہنے کو نہیں مان سکتے ہیں مولوی صاحب کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

جانور جو اللہ عزوجل کے نام پر ذبح کیا جائے اور اس سے اللہ عزوجل ہی کی طرف تقرب مقصود ہو اگرچہ اس پر باعث مسلمان کا اکرام، یا اولیاء کرام کا، خواہ اموات مسلمین کو ایصال ثواب یا اپنے کوئی جائز مثل تقریب شادی و نکاح وغیرہ یا جائز انتفاع مثل گوشت فروشی قصاباں ہو تو اس کے جائز و حلال ہونے میں شک نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

<p>تسمیہ کیا ہو کہ اس چیز سے نہ کھاؤ جس پر اللہ سبحانہ کا نام پاک لیا گیا۔</p>	<p>"وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا دَرَسَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ" ¹</p>
--	---

¹ القرآن الکریم ۱۲۱/۶

مگر خبیث روحوں کو منانا تقرب الی اللہ نہیں ہو سکتا، شیخ سدو بھی ارواح خبیثہ سے شمار کیا گیا ہے، تو ذبح کرنے والے کی نیت اگر شیخ سدو کی طرف تقرب کی ہو جانور بلاشبہ مردار ہو جائے گا، اگرچہ بظاہر تکبیر ہی کہہ کر ذبح کیا گیا ہو، یہاں ذابح کی ہی نیت کا اعتبار ہے اگرچہ مالک کی نیت کچھ ہو، مثلاً مالک نے خالص اللہ عزوجل کے لئے ذبح کرنے کو جانور دیا ہے، ذابح نے اسے کسی بت کی بھینٹ چڑھادیا جانور بیشک حرام ہو گیا مالک کی نیت کچھ نفع نہ دے گی، یوہیں مالک نے اگر کسی بت یا شیطان ہی کے لئے ذبح کرنے کو کہا اور ذابح نے معبود برحق جل جلالہ کے لئے ذبح کیا جانور بیشک حلال ہے، مالک کی نیت کچھ نقصان نہ دے گی، پس صورت مذکورہ میں اگر ذابح نے سدو کی طرف تقرب کی نیت سے ذبح کیا اور ان مولوی کو اس کا یہ حال معلوم تھا، پھر اس سے گوشت کھایا، تو یہ شخص مردار خور ہوا، اور اس کے پیچھے نماز منع ہے، اور اگر اسے ذابح کی نیت معلوم ہو گئی تھی کہ اس نے وہ نیت فاسدہ نہ کی بلکہ خالص اللہ عزوجل کے لئے ذبح کیا، تو اگرچہ جانور حلال ہو گیا مگر بہتر اس سے بچنا تھا جبکہ مالک نے غیر خدا کے تقرب کے لئے دیا تھا، خصوصاً اس شخص کو جو مولوی کہلاتا ہو اور لوگ اس کے فعل کو ٹحمت جانتے ہوں، عالمگیری میں ہے:

<p>مسلمان نے مجوسی کی بکری اس کے معبود کے آتشکدہ کے لئے یا کسی کافر کی بکری اس کے معبود کے لئے ذبح کی تو کھائی جائے کیونکہ مسلمان نے اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کی ہے اور مسلمان کو یہ عمل مکروہ ہے۔ (ت)</p>	<p>مسلم ذبح شاة المجرسی لبیت ناریم او الکافر لالہتہم توکل لانہ سبی اللہ تعالیٰ ویکرہ للمسلم¹۔</p>
---	--

اور اگر نیت معلوم نہ تھی اور یہ جان چکا تھا کہ یہ لوگ شیخ سدو کے منانے والے ہیں، اور بچنا اور اہم تھا کہ ارواح خبیثہ کے منانے والوں اور اس سے استعانت کرنے والوں کا ظاہر حال سخت مخدوش ہے، اور ایسی جگہ شہادت سے احتراز لازم اور اگر گوشت نہ کھایا بلکہ اور کھانا کھایا تو جب مولوی کہلا کر ایسے لوگوں کے یہاں اکل طعام کہ قلوب المسلمین میں شبہ ڈالے ہر گز مناسب نہ تھا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲۸۶/۵



سُبُلُ الْاَصْفِيَاءِ فِي حُكْمِ الذَّبْحِ لِلْاَوْلِيَاءِ ^{۱۳۱۲ھ}

(اولیاء اللہ کے لئے ذبح کرنے میں اصفیاء کے طریقے)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

در رد فتویٰ بعض معاصرین

مسئلہ ۱۲۵:

از لشکر گوالیار ڈاک دربار بجواب سوال مولوی نور الدین صاحب اوائل ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے ایک بکر امیاء کا اور عمرو نے ایک گائے چہل تن کی اور مرغ مدار کا پالا،
اور پال کران کو بکتبیر ذبح کیا یا کرالیا اس کا کھانا مسلمانوں کو عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

الجواب:

<p>یا اللہ! تیرے لئے حمد کرنے والا اور تیرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوة و سلام پڑھنے والا ان کی آل پر، حق و صواب کی رہنمائی فرمالمے میرے رب! (ت)</p>	<p>حامدا لك ومصلياً ومسلماً على حبیبك واله يا ويا ب اللهم هداية الحق والصواب۔</p>
---	---

اقول: وباللّٰه التّوْفِیْقِ (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) حق اس مسئلہ میں ہے کہ حلت و حرمت ذبیحہ میں
حال و قول و نیت ذابح کا اعتبار نہ کہ مالک کا، مثلاً مسلمان کا

جانور کوئی مجوسی ذبح کرے تو حرام ہو گیا اگرچہ مالک مسلم تھا، اور مجوسی کا جانور مسلمان ذبح کرے تو حلال اگرچہ مالک مشرک تھا، یا زید کا جانور عمر و ذبح کرے اور قصد تکبیر نہ کہے حرام ہو گیا، اگرچہ مالک برابر کھڑا سو بار بسم اللہ اللہ اکبر کہتا رہے اور ذبح تکبیر سے ذبح کرے تو حلال، اگرچہ مالک ایک بار بھی نہ کہے، ذبح کلمہ گو نے غیر خدا کی عبادت و تعظیم مخصوص کی نیت سے ذبح کیا تو حرام ہو گیا اگرچہ مالک کی نیت خاص اللہ عزوجل کے لئے ذبح کی تھی۔

یونہی ذبح نے خاص اللہ عزوجل کے لئے ذبح کیا تو حلال اگرچہ مالک کی نیت کسی کے واسطے تھی تمام صورتوں میں حال ذبح کا اعتبار ماننا اور اس شکل خاص میں انکار کر جانا محض تحکم باطل ہے جس پر شرع مطہر سے اصلا دلیل نہیں، ولہذا فقہائے کرام خاص اس جزئیہ کی تصریح فرماتے ہیں کہ مثلاً مجوسی نے اپنے آتشکدہ یا مشرک نے اپنے بتوں کے لئے مسلمان سے بکری ذبح کرائی اور اس نے تکبیر کہہ کر ذبح کی حلال ہے، کھائی ہے، اگرچہ یہ بات مسلم کے حق میں مکروہ، فتاویٰ عالمگیری و فتاویٰ تاتارخانیہ و جامع الفتاویٰ میں ہے:

مسلم ذبح شاة المجوسی لبیت نارہم او الکافر لا لہتہم توکل لانہ سبی اللہ تعالیٰ ویکرہ للمسلم ¹	مسلمان نے مجوسی کی بکری اس کے آتشکدہ کے لئے یا کسی اور کافر کی اس کے معبودوں کے لئے ذبح کی تو بکری کھائی جائے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کی ہے اور یہ عمل مسلمان کو مکروہ ہے۔ (ت)
--	---

پھر مسلمان ذبح کی نیت بھی وقت ذبح کی معتبر ہے اس سے قبل و بعد کا اعتبار نہیں ذبح سے ایک آن پہلے تک خاص اللہ عزوجل کے لئے نیت تھی، ذبح کرتے وقت غیر خدا کے لئے اس کی جان دی، ذبیحہ حرام ہو گیا، وہ پہلی نیت کچھ نفع نہ دے گی، یونہی اگر ذبح سے پہلے غیر خدا کے لئے ارادہ تھا ذبح کے وقت اس سے تائب ہو کر مولیٰ تبارک و تعالیٰ کے لئے اراقت دم کی تو حلال ہو گیا یہاں وہ پہلی نیت کچھ نقصان نہ دے گی، ردالمحتار میں ہے:

اعلم ان المدار علی القصد عند ابتداء الذبح ²	معلوم ہونا چاہئے کہ ذبح کی ابتدا میں قصد کا اعتبار ہے۔ (ت)
--	--

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲۸۶/۵

² ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹۶/۵

غرض ہر عاقل جانتا ہے کہ تمام افعال میں اصل نیت مقارنہ ہے، نماز سے پہلے خدا کے لئے نیت تھی تکبیر کہتے وقت دکھاوے کے لئے پڑھی، قطعاً مرتکب کبیرہ ہوا، اور نماز ناقابل قبول اور اگر دکھاوے کے لئے اٹھا تھانیت باندھتے وقت تک یہی قصد تھا، جب نیت باندھی قصد خالص رب جل وعلا کے لئے کر لیا تو بلاشبہ وہ نماز پاک و صاف و صالح ہو گئی، تو ذبح سے پہلے کی شہرت پکارا کچھ اعتبار نہیں، نہ نافع نفع دے نہ مضر ضرر، خصوصاً جبکہ پکارنے والا غیر ذابح ہو کہ اسے تو اس باب میں کچھ دخل ہی نہیں

کیا قد علمت و ہذا کلمہ ظاہر جدا لا یصلح ان یتناطح فیہ قرناء و جماء۔	جیسا کہ معلوم ہے اور یہ تمام ظاہر ہے اس میں بالکل گنجائش نہیں کہ اس میں بحث کی جائے۔ (ت)
--	---

پھر اضافت معنی عبادت میں منحصر نہیں کہ خواہی نخواستہ مدار کے مرغ یا چہل تن کی گائے کے معنی ٹھہرا لئے جائیں کہ وہ مرغ و گاؤ جس سے ان حضرات کی عبادت کی جائے گی، جس کی جان ان کے لئے دی جائے گی، اضافت کو ادنی علاقہ کافی ہوتا ہے، ظہر کی نماز، جنازہ کی نماز، مسافر کی نماز، امام کی نماز، مقتدی کی نماز، بیمار کی نماز، پیرکار وزہ۔ اونٹوں کی زکوٰۃ، کعبہ کا حج، جب ان اضافتوں سے نماز وغیرہ میں کفر و حرمت درکنار نام کو بھی کراہت نہیں آتی، تو حضرت مدار کے مرغ، حضرت احمد کبیر کی گائے، فلاں کی بکری کہنے سے یہ خدا کے حلال کئے ہوئے جانور کیوں جیتے جی مردار اور سور ہو گئے کہ اب کسی صورت حلال نہیں ہو سکتے، یہ شرع مطہر پر سخت جرات ہے، خود حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان احب الصیام الی اللہ تعالیٰ صیام داؤد واحب الصلوٰۃ الی اللہ عزوجل صلوة داؤد۔ ¹ رواہ الائمة احمد والسننۃ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما الا الترمذی فعندہ فضل الصیام و حدہ ² ۔	بیشک سب روزوں میں پیارے اللہ تعالیٰ کو داؤد کے روزے ہیں اور سب نمازوں میں پیاری داؤد کی نماز ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام (اس کو ائمہ صحاح ستہ اور امام محمد نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے لیکن امام ترمذی کی روایت میں صرف روزوں کی فضیلت کا ذکر ہے۔ ت)
--	--

علماء فرماتے ہیں مستحب نمازوں میں صلوة الولدین یعنی ماں باپ کی نماز ہے۔

فی رد المحتار عن الشیخ اسمعیل عن شرح شرعۃ الاسلام من المندوبات صلوة التوبۃ	رد المحتار میں شیخ اسمعیل سے بحوالہ شرح شرعۃ الاسلام منقول ہے کہ مستحب نمازوں میں صلوة التوبۃ
---	--

¹ صحیح البخاری کتاب التہجد باب من نام عند السحر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۲ و ۸۶

² صحیح مسلم کتاب الصیام باب النهی عن صوم الدہر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۶۷

ورصلوة والدين ¹ -	اور صلوة والدین ہے۔ (ت)
------------------------------	-------------------------

سبحان الله! داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز، داؤد علیہ السلام کے روزے، ماں باپ کی نماز کہنا صواب، پڑھنا ثواب، اور جانور کی اضافت وہ سخت آفت کہ قاتلین کفار، جانور مردار، کیا ذبح نماز روزے سے بڑھ کر عبادت خدا ہے یا اس میں شرکت حرام ان میں روا ہے۔ خود اضافت ذبح کافر سنئے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن الله من ذبح لغير الله ² رواه مسلم والنسائي عن امير المؤمنين علي ونحوه احمد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔	خدا کی لعنت ہے اس پر جو غیر خدا کے لئے ذبح کرے (اس کو مسلم اور نسائی نے امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کی مثل امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)
---	---

دوسری حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ذبح لضيف، ذبيحة كانت فداء ³ من رواه الحاكم في تاريخه عن جابر رضي الله تعالى عنهم۔	جو اپنے مہمان کے لئے جانور ذبح کرے وہ ذبیحہ اس کا فدیہ ہو جائے آتش دوزخ سے (اس کو امام حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)
---	---

تو معلوم ہوا کہ ذبیحہ میں غیر خدا کی نیت اور اس کی طرف نسبت مطلقاً کفر کیا حرام بھی نہیں، بلکہ موجب ثواب ہے تو ایک حکم عام کفر و حرام کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔

ولہذا علماء فرماتے ہیں، مطلقاً نیت غیر کو موجب حرمت جاننے والا سخت جاہل اور قرآن و حدیث و عقل کا مخالف ہے، آخر قصاب کی نیت تحصیل نفع دنیا اور ذبائح شادی کا مقصود، برات کو کھانا دینا ہے، نیت غیر تو یہ بھی ہوئی، کیا یہ سب ذبیحہ حرام ہو جائیں گے، یونہی مہمان کے واسطے ذبح کرنا درست و بجا ہے کہ مہمان کا اکرام عین اکرام خدا ہے، درمختار میں ہے:

¹ رد المحتار کتاب الصلوٰۃ باب الوتر والنوافل دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۶۲

² صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب تحریم الذبیح لغير الله قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۱۶۰

³ الجامع الصغیر بحوالہ الحاکم فی التاریخ حدیث ۸۶۷۲ دار لکنتب العلمیة بیروت ۲/ ۵۲۶

<p>لو ذبح للضیف لایحرم لانه سنة الخلیل و اکرام الضیف اکرام الله تعالى¹۔</p>	<p>جس نے مہمان کی نیت سے ذبح کیا تو حرام نہیں کیونکہ یہ خلیل علیہ السلام کی سنت اور مہمان کا اکرام ہے، اور مہمان کا اکرام اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے۔ (ت)</p>
--	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>قال البزدوی ومن ظن انه لایحل لانه ذبح لاکرام ابن ادم فیکون اهل به لغیر الله تعالی فقد خالف القرآن والحديث و العقل فانه لاریب ان القصاب یذبح للربح ولو علم انه نجس لایذبح فیلزم هذا الجاهل ان لایاکل ما ذبح القصاب وما ذبح للوائم و الاعراس والعقیقة²۔</p>	<p>بزازی نے کہا اور جس نے گمان کیا کہ وہ اس لئے حلال نہیں کہ اس میں بنی آدم کا اکرام ہے تو یہ غیر اللہ کے نام سے ذبح ہوا تو اس نے قرآن و حدیث اور عقل کے خلاف بات کی، کیونکہ بلاشبہ قصاب اپنے نفع کے لئے ذبح کرتا ہے اگر اسے معلوم ہو کہ یہ نجس ہے تو وہ ذبح نہ کرے، تو ایسے جاہل کو چاہئے کہ وہ قصاب ذبح کردہ کو نہ کھائے اور ولیمہ اور شادی اور عقیقہ کے لئے ذبح کردہ بھی نہ کھائے۔ (ت)</p>
---	---

دیکھو علمائے کرام صراحۃً ارشاد فرماتے ہیں کہ مطلقاً نیت و نسبت غیر کو موجب حرمت جاننا اور ما اهل به لغیر اللہ میں داخل ماننا نہ صرف جہالت بلکہ جنون و دیوانگی اور شرع و عقل دونوں سے بیگانگی ہے، جب نفع دنیا کی نیت نخل نہ ہوئی تو فاتحہ اور ایصال ثواب میں کیا زہر مل گیا، اور اکرام مہمان عین اکرام خدا ٹھہرا تو اکرام اولیاء بدرجہ اولیٰ۔

ہاں اگر کوئی جاہل اجہل یہ نسبت و اضافت بقصد عبادت غیر ہی کرتا ہے تو اس کے کفر میں شک نہیں۔ پھر اگر ذبح اس نیت سے بری ہے تو جانور حلال ہو جائے گا کہ نیت غیر اس پر اثر نہیں ڈالتی کما حقناہ انفاً (جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے۔ ت) مگر جب کہ حدیثاً و فقہاً دلائل قاہرہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ اضافت معنی عبادت ہی میں منحصر نہیں، تو صرف اس بناء پر حکم کفر محض جہالت و جرات و حرام قطعی اور مسلمانوں پر ناحق بدگمانی ہے، تم سے کس نے کہہ دیا کہ وہ آدمیوں کا جانور کہنے سے عبادت آدمیان کا ارادہ کرتے ہیں، اور انھیں اپنا معبود و خدا بنانا چاہتے ہیں۔

¹ درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتہائی، دہلی ۱۲/ ۲۳۰

² ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۱۹۶

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اے ایمان والو! بہت سے گمان سے بچو بے شک کچھ گمان گناہ ہیں۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ" ¹

اور فرماتا ہے:

بے یقین بات کے پیچھے نہ پڑ، بیشک کان، آنکھ اور دل سب سے سوال ہونا ہے۔

"وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنَّا مَسْئُولًا" ²

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

گمان سے بچو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے (اس کو امام مالک، شیخین، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

ایاکم والظن فان الظن الكذب الحديث ³ رواه الاثمة مالك والشيخان وابدوداؤد والترمذی عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا کہ دل کے عقیدے پر اطلاق پاتا۔ (اس کو امام مسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

افلا شققت عن قلبه حتى تعلم اقالها امر لا. ⁴ رواه مسلم. عن اسامة بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام عارف باللہ سید احمد زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

بدگمانی خبیث دل سے ہی پیدا ہوتی ہے،

انما ينشأ الظن الخبيث عن القلب الخبيث ⁵،

¹ القرآن الکریم ۱۲/۳۹

² القرآن الکریم ۳۶/۱۷

³ صحیح البخاری کتاب الوصایا باب قول عزوجل من بعد وصیة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۸۴، صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم

الظن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/۳۱۶

⁴ صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم الظن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۷

⁵ الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة الخلق الرابع والعشرون مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۲/۸

نقلہ سیدی عبدالغنی النابلسی فی شرح الطريقة المحمدیة۔	(اس کو سیدی عبدالغنی نابلسی نے شرح طریقہ محمدیہ میں نقل کیا ہے۔ ت)
--	--

والہذا منیہ وذخیرة وہابیة ودر مختار وغیرہا میں ارشاد فرمایا:

انا لانسیع الظن بالمسلم انه یتقرب الی الادھی بهذا النحر ¹ ۔	ہم مسلمان پر بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس ذبح سے آدمی کی طرف تقرب چاہتا ہو۔
--	---

ردالمحتار میں ہے:

ای علی وجه العبادۃ لانه مکفر وہذا بعید من حال المسلم ² ۔	یعنی اس تقرب سے تقرب بروجہ عبادات مراد ہے کہ اس میں کفر ہے اور اس کا خیال مسلمان کے حال سے دور ہے۔
---	--

بلکہ علماء تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ اگر خود ذابح خاص وقت تکبیر میں یوں کہے "بسم اللہ بنام خدائے بنام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" تو یہ کہنا کہ مکروہ تو بیشک ہے مگر کفر کیسا! جانور حرام بھی نہ ہوگا، جبکہ اس لفظ سے اس کی نیت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم محض ہو، نہ معاذ اللہ حضور کو رب عزوجل کے ساتھ شریک ٹھہرانا، امام اجل فقیہ النفس قاضی خاں اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

رجل ضعی وذبیح وقال بسم اللہ بنام خدائے بنام محمد علیہ السلام، قال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالیٰ ان اراد الرجل بذکر اسم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بتبجیلہ وتعظیمہ جاز ولا باس وان اراد بہ الشرکۃ مع اللہ لاتحل الذبیحة ³ ۔	کسی نے بنام خدا محمد علیہ السلام قربانی کی یا ذبح کیا، شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر اس شخص نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے صرف تعظیم و تبجیل مراد لی تو جائز ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنایا تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ (ت)
---	--

بلکہ اس سے بھی زائد خاص صورت عطف میں مثلاً "بنام خدا و بنام فلاں" جس سے صاف معنی

¹ درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتہدی، دہلی، ۱۲/ ۲۳۰

² ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۱۹۷

³ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الاضحیۃ فصل فی الانتفاع بالاضحیۃ نوکسور لکھنؤ ۱۳/ ۵۰۷

شرکت ظاہر ہے اگرچہ مذہب صحیح حرمت جانور ہے، مگر حکم کفر نہیں دیتے کہ وہ امر باطنی ہے، کیا معلوم کہ اس کی نیت کیا ہے۔
در مختار میں ہے:

ان عطف حرمت نحو باسم اللہ واسم فلان ¹ ۔	اگر اللہ تعالیٰ کے نام پر دوسرے نام کا عطف کیا تو حرام ہے، مثلاً بسم اللہ واسم فلان۔ (ت)
--	---

ردالمحتار میں ہے:

هو الصحيح وقال ابن سلمة لاتصير ميتة لانها لو صارت ميتة يصير الرجل كافرا. خانية. قلت تمنع البلازمة بان الكفر امر باطن والحكم به صعب فيفرق كذا في شرح المقدسي. شرنبلالية ² ۔	وہی صحیح ہے اور ابن سلمہ نے فرمایا مردار نہ ہوگا کیونکہ اگر مردار کہیں گے تو ذبح کرنے والے کو کافر قرار دینا ہوگا، خانیہ، میں کہتا ہوں یہ ملازمہ ممنوع ہے کیونکہ کفر باطنی امر ہے اور اس کا حکم دشوار ہے تو فرق کرنا ضروری ہے، شرح مقدسی میں اسی طرح ہے، شرنبلالیہ، (ت)
---	---

اللہ اکبر! خود ذبح کا خاص تکبیر ذبح میں نام خدا کے ساتھ نام غیر ملا کر پکارے اور کافر نہ ہو، جب تک معنی شرک کا ارادہ نہ کرے بلکہ بے عطف "بنام خدا بنام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" کہے اور اسی نام پاک کے لینے سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہی چاہے، حضور کی عظمت ہی کے لئے خاص وقت ذبح بنام خدا کے ساتھ بنام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے تو جانور میں اصلا حرمت و کراہت بھی نہیں، مگر پیش از ذبح اگر کسی نے یوں پکار دیا کہ "فلاں کا بکرا، فلاں کی گائے" تو پکارنے والا مشرک اور اس کے ساتھ یہ لفظ منہ سے نکلتے ہی جانور کی بھی کایا پلٹ ہو کر فوراً بکری سے کتا، گائے سے سور، اگرچہ وہ منادی غیر ذبح ہو، اگرچہ ابھی نہ وقت ذبح نہ دم تکبیر، معاذ اللہ، وہ لفظ کیا تھے جا دو کے انچھرتھے چھوتے ہی جانور کی ماہیت بدل گئی، ایسے زبردستی کے احکام شرع مطہر سے بالکل بیگانہ ہیں۔

بڑی دلیل ان کے قصد عبادت غیر و معنی شرک پر یہ پیش کی جاتی ہے کہ "اس ذبح کے بدلے گوشت خرید کر تصدق کرنا ان کے نزدیک کافی نہیں ہوتا، تو معلوم ہوا کہ ایصال ثواب مقصود نہیں، بلکہ خاص ذبح للغير و شرک صریح مراد ہے، اگرچہ وہ صاف کہہ رہے ہیں کہ ہمارا مطلب صرف ایصال ثواب ہی ہے۔"

¹ در مختار کتاب الذبح مطبع مجتہائی دہلی ۱۲/۲۲۸

² ردالمحتار کتاب الذبح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹۱/۵

اقول: اس سے صرف اتنا ثابت ہوا کہ خاص ذبح مراد ہے، ذبح للغیر کہاں سے نکلا، کیا ثواب ذبح کوئی چیز نہیں، یا گوشت دینے میں وہ بھی حاصل ہو جاتا ہے، عنایہ میں ہے:

<p>اس صورت میں قربانی کرنا اس کی قیمت کے صدقہ سے افضل ہے کیونکہ قربانی میں دونوں قربتیں حاصل ہوتی ہیں، خون بہاؤ اور صدقہ بھی، جبکہ دو قربتوں کو جمع کرنا افضل ہے اہل لخصاً۔ (ت)</p>	<p>التضحية فيها افضل من التصدق بثمن الاضحية لان فيها جمعا بين التقرب بأراقة الدم والتصديق والجمع بين القربتين افضل¹ اہملخصاً۔</p>
---	--

معجزا عوام ایسی اشیاء میں مطلقاً تبدیل پر راضی نہیں ہوتے، مثلاً جو آٹے کی چٹکی روزانہ اپنے گھر کے خرچ سے نکالتے ہیں اور ہر ماہ اسے پکا کر حضور پر نور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز دلا کر محتاج کو کھلاتے ہیں، اگر ان سے کہے کہ یہ آٹا جو جمع ہوا ہے اپنے خرچ میں لائیے اور اسی کے عوض اور پکائیے کبھی نہ مانیں گے حالانکہ آٹے میں کوئی ذبح کا محل نہیں، اور ذبح میں بھی اگر اس جانور کے بدلے دوسرا جانور دیتے ہر گز نہ لیں گے، حالانکہ ادائے ذبح میں دونوں ایک سے، تو اس کا کافی نہ سمجھنا اسی خیال تعیین و تخصیص کی بنا پر ہے، نہ معاذ اللہ اس توہم باطل پر، خصوصاً جبکہ وہ بیچارے صراحتہ کہہ رہے ہیں کہ حاشا للہ ہم عبادات غیر نہیں چاہتے صرف ایصال ثواب مقصود ہے۔

اور اگر انصاف کیجئے تو دربارہ عدم تبدیل ان کا وہ خیال بے اصل بھی نہیں، اگرچہ انھوں نے اس میں تشدد زیادہ سمجھ لیا ہو، جن چیزوں پر نیت قربت کر لی گئی، شرع مطہر میں بلا وجہ ان کا بدلنا پسند نہیں، لاسیما اذا كان النزول الى الناقص كما ههنا وکل

ذلك ظاهر اجدا (خصوصاً جبکہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف تنزل ہو جیسا کہ یہاں ہے اور یہ تمام نہایت ظاہر ہے۔ ت)

ولہذا اگر غنی قربانی کے لئے جانور خریدے اور اس معین کی نذر نہ ہو تو جانور متعین نہیں ہو جاتا اسے اختیار ہے کہ اس کے بدلے دوسرا جانور قربانی کرے پھر بھی بدلنا مکروہ ہے کہ جب اس پر قربت کی نیت کر لی تو بلا وجہ تبدیل نہ چاہئے۔ ہدایہ میں ہے:

<p>قربانی کے لئے خرید بیع کے لئے مانع نہیں۔ (ت)</p>	<p>بالشراء للتضحية لا يستنح البيع²</p>
---	---

اسی میں ہے:

¹ العناية على هامش القدير كتاب الاضحية مكتبة نورية رضوية سحر ۱۸ / ۲۳۲

² الهداية كتاب الاضحية مطبع يوسفی لکھنؤ ۱۴ / ۲۳۳

ویکرہ ان یبدل بھا غیرھا^۱۔ اور اس قربانی کے جانور کو تبدیل کرنا مکروہ ہے۔ (ت)

اسی طرح تمبین الحقائق وغیرہ میں ہے۔

بالجملہ مسلمانوں پر بدگمانی حرام اور حتی الامکان اس کے قول و فعل کو وجہ صحیح پر حمل واجب، اور یہاں ارادہ قلب پر بے تصریح قائل حکم لگانے کی اصلا راہ نہیں، اور حکم بھی کیسا کفر و شرک کا، جس میں اعلیٰ درجہ کی احتیاط فرض، یہاں تک کہ ضعیف سے ضعیف احتمال بچاؤ نکلتا ہو تو اسی پر اعتماد لازم، کما حقیق کل ذلك الاثمۃ المحققون فی تصانیفہم الجلیلة (جیسا کہ ائمہ محققین نے اپنی تصانیف میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔ ت)

اگر بالفرض بعض کو ردل احمقوں پر بہ ثبوت شرعی ثابت بھی ہو کہ ان کا مقصود معاذ اللہ عبادات غیر ہے تو حکم کفر صرف انہیں پر صحیح ہوگا ان کے سبب حکم عام لگا دینا اور باقی لوگوں کی بھی یہی نیت سمجھ لینا محض باطل۔

قال اللہ تعالیٰ "لَا تَزِمُوا زِمْرَةَ وَذُرَّاءَ أَحْرَامِي" ^۲۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (ت)

پس حق یہ ہے کہ نہ مطلقاً اس نام پکارنے پر حکم شرک صحیح، نہ اس وجہ سے جانور کو مردار مان لینا درست، بلکہ حکم شرک کے لئے قائل کی نیت پوچھیں گے، اگر اقرار کرے کہ اس کی مراد عبادات غیر ہے تو بے شک مشرک کہیں گے ورنہ ہر گز نہیں، اور حکم حرمت صرف قول و فعل و نیت ذابح خاص وقت ذبح پر مدار رکھیں گے، اگر مالک خواہ غیر مالک کسی کلمہ گو نے معاذ اللہ اسی نیت شرک کے ساتھ ذبح کیا تو بے شک حرام کہ وہ اس نیت سے مرتد ہو گیا اور مرتد کا ذبیحہ نہیں، اور اگر اللہ عزوجل کے لئے جان دی اور قصداً تکبیر نہ کی تو بیشک حلال، اگرچہ اس پر باعث ایصال ثواب یا اکرام اولیاء یا نفع دینا وغیرہ مقاصد ہوں، اگرچہ مالک غیر ذابح کی نیت معاذ اللہ وہی عبادات غیر ہو، اگرچہ پیش از ذبح یا غیر ذابح نے وقت ذبح کسی کا نام پکارا ہو، مالک سے وہ نیت ناپاک ثابت ہونا بھی ذابح پر کچھ موثر نہیں، جب تک خود اس سے بھی اسی نیت پر جان دینا ثابت نہ ہو کہ جب اس سے وہ نیت ثابت نہیں، اور مسلمان اپنے رب عزوجل کا نام لے کر ذبح کر رہا ہے تو اس پر بدگمانی حرام و ناروا ہے، اوہام تراشیدہ پر مسلمان کو معاذ اللہ مرتکب کفر سمجھنا حلال خدا کو حرام کہہ دینا نام الہی عزوجل جو وقت تکبیر لیا گیا باطل و بے اثر ٹھہرانا ہرگز وجہ صحت نہیں رکھتا، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اسْمُ" تمہیں کیا ہوا کہ نہ کھاؤ اس جانور سے جس کے

^۱ الهدایة کتاب الاضحیة مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۲۹

^۲ القرآن الکریم ۱۶/۱۶۳

ذبح میں اللہ کا نام یاد کیا گیا۔	اللہ عَزَّوَجَلَّ ^۱
----------------------------------	--------------------------------

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

یعنی ہمیں شرع مطہر نے ظاہر پر عمل کا حکم فرمایا ہے باطن کی تکلیف نہ دی، جب اس نے اللہ عزوجل کا نام پاک لے کر ذبح کیا جانور حلال ہو جانا واجب ہوا کہ دل کا ارادہ جان لینے کی طرف ہمیں کوئی راہ نہیں،	انما کلفنا بالظاہر لا بالباطن فاذا ذبحہ علی اسم اللہ وجب ان یحل، ولا سبیل لنا الی الباطل ^۲ ۔
---	---

یہ چند نفیس و جلیل فائدے حفظ کے قابل ہیں کہ بہت ابنائے زمان ان میں سخت خطا کرتے ہیں۔

وباللہ العصمة والتوفیق وبہ الوصول الی التحقیق (حفاظت و توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اسی کی مدد سے تحقیق تک رسائی ہے۔ ت) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۲۶: از شہر بریلی مسئلہ عبد الجلیل طالب علم ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گائے ذبح کی گئی اور اس کا پیٹ جب چاک کیا تو اس میں سے ایک بچہ زندہ کامل اعضا کا نکلا، مگر اس کے جسم میں بال نہیں آیا ہے، اس حالت میں بچہ کا گوشت حلال ہو جائے گا یا نہیں ذبح کرنے سے؟ اور مردہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

بچہ کہ مردہ نکلے حرام، اور زندہ نکلے اور ذبح کر لیا تو حلال، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۷: از او جین مکان میر خادم علی اسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں ۳ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے مدقق و محققین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو بچہ مردہ بکری مذبحہ کے شکم سے برآمد ہو بمذاہب امام اعظم کو فی رحمۃ اللہ علیہ حلال ہے یا حرام بیان فرمائیں بعبارت کتب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

الجواب:

ناجائز ہے، ہدایہ و عالمگیریہ میں ہے:

^۱ القرآن الکریم ۱۱۹/۶

^۲ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیت ۱۲۳/۲۳ | المطبعة البهية المصرية مصر ۱۵/۲۳

<p>کسی نے اونٹنی یا گائے ذبح کی تو اس کے پیٹ میں بچہ مردہ پائے تو اسے نہ کھایا جائے اس پر بال ہوں یا نہ ہوں، اور یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر وہ بچہ تام الخلق ہو تو کھانا چاہئے۔ (ت)</p>	<p>من نحر ناقة او ذبح بقرة فوجد في بطنها جنينا ميتا لم يוכל اشعرا ولم يشعر وبذا عند ابى حنيفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وقال ابو یوسف ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ اذا تم خلقه اكل۔¹</p>
--	--

اسی طرح در مختار وغیرہ عامہ کتب میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱۸ تا ۱۳۲۸: از ریاست کوٹہ راجپوتانہ ملک ہاروتی قصبہ ساگور مسئولہ مسلمانان ساگور ۲۱ رمضان ۱۳۳۵ھ ہادی دین، پناہ شریعت، علمائے عظام و مفتیان کرام سلم اللہ تعالیٰ، بعد سلام علیک کے گزارش یہ ہے کہ یہاں پر قصبہ ساگور ریاست کوٹہ راجپوتانہ میں کٹھیک لوگ قدیم زمانے سے گوشت کی دکان کرتے چلے آ رہے ہیں، اور مسلمان بھی انھیں کے یہاں سے خریدتے ہیں، ان کھٹکوں کا دو ایک مرتبہ کچہری میں مردار گوشت کا مقدمہ جاچکا ہے۔ اس لئے بوجہ شکوک اب ان کے یہاں سے مسلمانوں نے گوشت لینا قطعاً بن دکر دیا اور مسلمان قضائی آباد کر کے اس کے یہاں سے خریدنا شروع کر دیا ہے، مگر دو ایک مسلمان جن کا تجارتی تعلق چمڑے وغیرہ کھٹکوں کے ساتھ ہے، وہ ایسا کہتے ہیں کہ یہ ضد اور نیامسلہ ہے، جب ایک مدت سے مسلمان کھٹکوں کے یہاں کا گوشت لیتے چلے آ رہے ہیں اور تمام جگہ کھٹک ہی لوگ فروخت کرتے ہیں تو یہ ایک نئی بات پیدا کر کے کھٹکوں کو ناحق نقصان دیا جا رہا ہے، کیا پہلے زمانے میں کوئی عالم نہ تھے، وہ کیوں کھا گئے، ان کے ایسا کہنے پر بہت سے مسلمان برگشتہ ہو رہے ہیں لیکن ساتھ ہی اس کے دنیا کی بدنامی کا خوف ہے اور اصلی جواب کے منتظر ہیں، مسلمانوں کی طرف سے کھٹکوں کے ساتھیوں کو سمجھایا گیا کہ تم ان سے بموجب شرع اس طرح پر انتظام کرادو:

(۱) نگران مسلمان رہیں۔

(۲) گوشت مختلف مکانوں پر نہ ہو، جہاں مسلمان تجویز کریں۔

(۳) دبانے والا (۴) ذبح کرنے والا مسلمان ہو۔

ان چاروں شرطوں میں سے وہ شرط اول دوم و چہارم پر رضامند ہوتے ہیں، لیکن یہ رضامندی بھی

¹ الهدایة کتاب الذبائح مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۳۸ھ

اُن کی قیاساًئے انتظام کو قطع کرنے کے لئے معلوم ہوتی ہے، دائمی نہیں معلوم ہوتی، اس لئے حسب ذیل امور دریافت طلب ہیں:

(۱) کیا دو شخص کے ورغلانے سے مسلمانوں کو پرانی بات پر جمار ہنا چاہئے، اور جو شخص اس پر صاد کرے اور حکم شرع ایک فضول اور بناوٹی بات بتائے اور آج تک تائب نہ ہو، مسلمان اس کے ساتھ کیا سلوک کریں؟

(۲) کیا مسلمانوں کو ہندو کھٹکوں کے یہاں پر گوشت خریدنے کی ممانعت کا حکم سنایا جاتا ہے، یہ نیا مسئلہ اور بناوٹی بات ہے؟

(۳) جو شخص مسلمان باوجود سمجھانے کے مسلمان قضائی کو چھوڑ کر پرانی روش، پر ضداً ہندو کھٹکوں کے یہاں پر گوشت لینے پر آمادہ ہو، اس پر کیا حکم ہے؟

(۴) کیا کسی شخص کی خاطر سے ہمارے مذہب کے ایسے حکم کو جس سے ہمارے ایمان میں خلل آنے کا ڈر ہو چھوڑ دینا روا ہے؟

بینواتوجروا

الجواب:

(۱) حکم شرعی یہ ہے کہ مشرک یعنی کافر غیر کتابی سے گوشت خریدنا جائز نہیں، اور اس کا کھانا حرام ہے، اگرچہ وہ زبان سے سو بار کہے کہ یہ مسلمان کا ذبح کیا ہوا ہے، اس لئے کہ امر و نہی میں کافر کا قول اصلاً مقبول نہیں، درمختار میں ہے:

خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات ^۱	معاملات میں کافر کی خبر بالاجماع مقبول ہے دینی معاملہ میں مقبول نہیں۔ (ت)
--	---

نہایہ وغیرہا میں ہے:

من الدیانات الحل والحرمۃ ^۲	دیانات میں سے حلال و حرام ہے۔ (ت)
---------------------------------------	-----------------------------------

ردالمحتار میں ہے:

فی التآثر خانیة قبیل الاضحیة عن جامع الجوامع لا	تاتارخانیہ میں قربانی کے بیان سے تھوڑا پھیلے ابو یوسف کی جامع الجوامع سے منقول ہے کسی نے
---	--

^۱ درمختار کتاب الحظروالاباحۃ مطبع مجتہدی دہلی ۱۲/۲۳۷

^۲ ردالمحتار بحوالہ النہایۃ کتاب الحظروالاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/۲۱۹

<p>گوشت خریدنا تو معلوم ہوا کہ فروخت کرنے والا مجوسی ہے اور اس نے واپس کرنا چاہا تو مجوسی نے کہا اس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے اس کا کھانا مکروہ ہے اہ تو اس کا مفاد یہ ہے کہ خالی فروخت کرنے والے کا مجوسی ہونا حرمت کو ثابت کرتا ہے کیونکہ مجوسی کے اس بیان کے بعد کہ اس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے جو کہ حلال ہونے کی خبر ہے، کھانا مکروہ ہے، تو اس کے خبر نہ دینے کی صورت میں کیسے مکروہ نہ ہوگا۔ (ت)</p>	<p>من اشتری لحماً فعلم، انه مجوسی و اراد الرد فقال ذبحہ مسلم یکرہ اکلہ اھ و مفادہ ان مجرد کون البائع مجوسیاً یثبت الحرمة، فانه بعد اخبارہ بالحل بقوله ذبحہ مسلم کرہ اکلہ فکیف بدونه¹۔</p>
---	--

ہاں اگر وقت ذبح سے وقت خریداری تک وہ گوشت مسلمان کی نگرانی میں رہے، بیچ میں کسی وقت مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہو، اور یوں اطمینان کافی حاصل ہو کہ یہ مسلمان کا ذبیحہ ہے تو اس کا خریدنا جائز اور کھانا حلال ہوگا، جب یہ حکم شرعی معلوم ہو گیا جو اب سوالات ظاہر ہو گیا وہ پرانا طریقہ شرعاً محض حرام تھا، اس پر جتنا حرام، سخت حرام، اگرچہ دو نہیں، دولاکھ و رغلائیں، جو حکم شرع کو بناؤٹی بتائے اگر جاہل ہے سمجھایا جائے، ورنہ اس پر لزوم کفر ہے توبہ کرے، تجدید اسلام کرے، اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح جدید، یہی حکم اس کے ساتھیوں کا ہے، یہ لوگ جب تک تائب نہ ہوں مسلمان ان سے میل جول نہ کریں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

<p>اور کبھی شیطان تجھ کو بھلا دے تو یاد آنے پر ظالم قوم کے پاس مت بیٹھ (ت)</p>	<p>"وَ اَمَّا يُسِيْبُكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ" ﴿۱۷۷﴾²</p>
--	--

(۲) یہ ممانعت خاص حکم شریعت ہے اور اس کے بناؤٹی کہنے والے کے ایمان پر خطرہ ہے کما تقدم انفاء۔
 (۳) ایسا شخص حرام خوار، حرام کار، مستحق عذاب پروردگار سزاوار عذاب نار ہے، تعزیر شرعی یہاں کون کسے دے سکتا ہے یہی بس ہے کہ مسلمان اس سے یک لخت قطع تعلق کر دیں،

<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ظلم کرنے والوں کی طرف میلان نہ کرو کہ تم کو آگ مس کرے۔ (ت)</p>	<p>قال الله تعالى "لَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَنَبَسْكُمْ اِلَيْهِمْ"³۔</p>
--	---

¹ رد المحتار کتاب الحظروالاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۹

² القرآن الکریم ۶/ ۲۸

³ القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

(۴) ہر گزروا نہیں، اور ایسی خاطر ملعون، وہ شرطیں جو ان سے کی جارہی ہیں ان میں مسلمانوں کی نگرانی اس طرح کی ہو جیسی ہم نے بیان کی کہ وقت ذبح سے وقت خریداری تک کسی آن مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہو ورنہ کافی نہیں، اور دبانے والے کا مسلمان ہونا کچھ ضرور نہیں، ذبح کرنے والا مسلمان چاہئے۔

مسئلہ ۱۳۲: از اٹا وہ محلہ اورنگ آباد مرسلہ فضل حسین صاحب سوم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شہر میں گوشت ہندو کھٹک فروخت کرتے ہیں، اور انتظام ذبح یہ ہے کہ گور نمٹھی مذبح بنا ہوا ہے، بعد ملاحظہ ڈاکٹر انگریزی کے (عام اس سے کہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ہو) اس مذبح میں کل جانور ذبح ہوتے ہیں، کھٹک گوشت بنا کر بازار میں لا کر فروخت کرتے ہیں، مذبح پر ایک مسلمان جاتا ہے جس کی نسبت معلوم ہوا کہ ذبح وہی شخص کرتا ہے، اگرچہ عادت مستمرہ و طریقہ مقررہ تو یہی ہے، لیکن ممکن ہے کہ بخلاف ورزی اس حکم گور نمٹھی کے کوئی جانور خفیہ اپنے گھروں پر ذبح کر کے اس کا گوشت بھی انھیں جانوروں کے گوشت میں ملا کر فروخت کر لیں، چنانچہ ایسے مقدمات بھی ہوتے اور وہ لوگ سزا پاتے ہیں، شہادت اس امر کی کہ گوشت جو فروخت ہو رہا ہے اس جانور کا ہے جس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے بجز قول اُس کافر کے جو گوشت فروخت کر رہا ہے، اور کوئی نہیں ہے، اور نہ وقت ذبح سے وقت فروخت تک بالاتصال وہ گوشت کسی مسلمان کے زیر نظر رہا، اگرچہ عادت معبودہ کے موافق کہا جاسکتا ہے، کہ مذبح گور نمٹھی میں ذبح ہوا ہے، اور وہاں مسلمان معمولاً جاتا ہے، اور ایسے مقدمات بھی پیش آتے ہیں کہ بیماری مویشی وغیرہ بخوف ڈاکٹر کے معائنہ کے گھر پر ذبح کر لیتے ہیں۔ اور اس گوشت میں شامل کر لیتے ہیں، جو مذبح کے مذبوح جانوروں کا ہے، پس ایسی حالت میں اس ہندو کھٹک سے خرید ہوا گوشت کھانا جائز و حلال ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں اس سے گوشت کا خریدنا، کھانا، کھلانا ناجائز ہے، کہ حیوان جب تک زندہ تھا حرام تھا، ذبح شرعی سے حلال ہو گیا، اور اس کا حصول ثابت نہ ہوا، والیقین لایزول بالشک (شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔ ت) اور وہ کافر غیر کتباتی اگر کہے بھی کہ یہ مسلمان کا ذبیحہ ہے، تو یہ خبر خصوصاً امر دینت و حلت و حرمت میں ہیں۔ اور ان امور میں کافر کی خبر محض باطل و نامعتبر ہے، در مختار و ہدایہ و تبیین و ہندیہ وغیرہ عامہ کتب میں ہے:

خبر الکافر مقبول بالا جماع فی المعاملات لافی الدیانات ^۱	معاملات میں بالا جماع کافر کی خبر مقبول ہے دیانات میں مقبول نہیں۔ (ت)
--	---

^۱ در مختار کتب الحظر والاباحہ مطبع مجتہدی دہلی ۱۲/۲۳۷

اشباہ میں اسی قاعدہ کے تحت میں ہے:

<p>بکری زندہ حرام ہے، تو خریدار نے اس کے اصل حال کو دلیل بنا کر حرام کر دیا تا وقتیکہ اس اصل یقین کا زوال نہ ہو جائے۔ (ت)</p>	<p>الشاة فی حال حیاتها محرمة فالبشتری مستمسک بأصل التحريم الى ان يتحقق زواله¹۔</p>
---	---

فتح القدير میں ہے:

<p>کھانا حلال نہیں جب تک یقینی علم نہ ہو جائے کہ اس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے کیونکہ اصل میں حرام ہے، اور ہمیں مباح بنانے والے ذبح میں شک ہے۔ (ت)</p>	<p>لا تحل حتى يعلم انها ذكاة مسلم لانها اصلها حرام، وشككنا في الذكاة البيحة²۔</p>
---	--

تاتارخانیہ میں جامع الجوامع امام ابو یوسف سے ہے:

<p>کسی نے گوشت خریدا اور معلوم ہے کہ فروخت کر نیوالا مجوسی ہے تو واپس کرنا چاہا تو مجوسی نے کہا اس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے اس کا کھانا مکروہ ہے (ت)</p>	<p>من اشتری لحماً فعلم انه مجوسی واراد الرد، فقال ذبحه مسلم يكره اكله³۔</p>
---	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>اس کا مفاد یہ ہے کہ محض بائع کا مجوسی ہونا ہی حرمت کو ثابت کر دے گا کیونکہ اس نے اس کے حلال ہونے کی خبر دی، کہ اس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے، اس کے باوجود جب کھانا مکروہ ہو تو ایسی خبر کے نہ ہونے پر کیسے حلال ہو سکتا ہے، غور کیجئے۔ (ت)</p>	<p>ومفاده ان مجرد كون البائع مجوسياً يثبت الحرمة فانه بعد اخباره بالحل بقوله ذبحه مسلم كره اكله فكيف بدونه، تأمل⁴۔</p>
---	---

بخلاف اس کے کہ مسلمان اپنے کسی نوکریاں مزدور مشرک کو گوشت لینے بھیجے اور وہ خرید کر لائے اور کہے میں نے مسلمان سے خریدا ہے اس کا کھانا جائز ہوگا، جبکہ قبل میں اس کا صدق جتنا ہو کہ اب یہ اصالتاً دربارہ معاملات قول کافر کا قبول ہے اگرچہ حکم دیانت کو متضمن ہو جائے گا، تبیین الحقائق پر ہندیہ میں ہے:

¹ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الثالثة ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه كراچی / ۸۹

² فتح القدير

³ ردالمحتار بحوالہ التاتارخانیہ کتاب الحظر والاباحة دار احیاء التراث العربی بیروت / ۲۱۹ / ۵

⁴ ردالمحتار بحوالہ التاتارخانیہ کتاب الحظر والاباحة دار احیاء التراث العربی بیروت / ۲۱۹ / ۵

لايقبل قول الكافر في الديانات الا اذا كان قبول قول الكافر في المعاملات يتضمن قبوله في الديانات، فح تدخل الديانات في ضمن المعاملات، فيقبل قوله فيها ضرورة ¹ ۔	ديانات میں کافر کا قول مقبول نہیں ماسوائے اس کے کہ جب معاملات میں اس کا قول ہونے پر دیانات میں مقبول ہونے کو متضمن ہو تو ایسی صورت میں دیانات، معاملات میں داخل قرار پاتے ہیں۔ (ت)
---	--

ردالمحتار میں ہے:

الجواب ان قوله شريته من المعاملات، وثبوت الحل والحرمة فيه ضمنى، فلما قبل قوله في الشراء، ثبت ما في ضمنه بخلاف ما يأتي، وكم من شيعي يثبت ضمناً لا قصداً ² ۔	جواب یہ ہے کہ اس کا یہ کہنا کہ میں نے اسے خریدا ہے، یہ معاملات کی بات ہے اور حلال و حرام ہونا اس میں ضمنی چیز ہے تو جب خریداری کے متعلق اس کا قول مقبول ہے تو ضمنی امر بھی ثابت ہو جائے گا، آئندہ بیان اس کے خلاف ہے، تاہم بہت سی چیزیں ضمناً ثابت ہو جاتی ہیں وہ قصداً ثابت نہیں ہوتیں۔ (ت)
---	--

ولہذا اگر وہ نوکر کہے کہ بائع مشرک تھا گوشت حرام ہوگا، معلوم ہو کہ بیچنے والے کا مشرک ہونا ہی حرمت گوشت کے لئے کافی ہے، تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل، او قال اشتریتة من مجوسی فیحرم ³ ۔	اس نے کہا میں نے یہ گوشت کتابی شخص سے خریدا ہے تو حلال ہوگا، یا اس نے کہا میں نے مجوسی سے خریدا ہے، تو حرام ہوگا، (ت)
--	---

ہاں جب تک وہ گوشت ذابح مسلم خواہ اور کسی مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہو تو اس مسلمان اور نیز دوسرے کو اس مسلم کی خبر پر کہ یہ وہی گوشت ہے جو مسلمان نے ذبح کیا، خریدنا اور کھانا سب جائز ہے کہ اب خبر مسلم ہے نہ کہ کافر، مگر وہ مخبر ثقہ نہ ہو تو قلب پر اس کا صدق جمناً شرط ہوگا۔

في التنوير شرط العدالة في الديانات و يتحري في الفاسق والمستور ⁴ ۔ والله تعالى اعلم۔	تنویر میں ہے دینی امور میں عدالت شرط ہے اور فاسق یا مستور الحال شخص کی خبر میں غور و فکر کرے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	--

¹ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ تبیین الحقائق کتاب الکراہیۃ الباب نورانی مکتب خانہ پشاور ۵/ ۳۰۸

² ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۹

³ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتہبائی دہلی ۲/ ۲۳۷

⁴ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتہبائی دہلی ۲/ ۲۳۷

مسئلہ ۱۳۳: ۷ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے گو سفند ذبح کیا ہوا اپنے ایک ملازم غیر کتابی کے ہاتھ مکان کو بھیجا اور آرنڈہ ذبیحہ نے یہاں کہا کہ یہ ذبیحہ فلاں شخص مسلم نے بھیجا ہے۔ کھانا اس کا مسلمان کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر قرآن کی رو سے اس کافر کے اس قول میں شک پیدا نہ ہو، ظن غالب اس کے صدق ہی کا ہو، تو مسلمان کے لئے اس ذبیحہ کے کھانے میں کوئی حرج نہیں کہ ہدیہ لانا از قبیل معاملات ہے اور معاملات میں کافر کی بات مقبول، اور جب یہ مان لیا گیا کہ یہ ذبیحہ فلاں مسلم کا بھیجا ہوا ہے، تو اس کے ضمن میں حلت بھی مسلم ہو گئی، اگرچہ ابتداء حلت، حرمت، طہارت، نجاست وغیرہ امور خالصہ دینیہ میں کافر کا قول مقبول نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

جس نے اپنا مجوسی مزدور یا خادم گوشت خریدنے بھیجا تو اس نے واپس آکر کہا میں نے یہودی یا نصرانی یا مسلمان سے خریدا ہے تو مزدور یا غلام کا خریدا ہوا گوشت کھانا جائز ہے کیونکہ معاملات میں کافر کا قول مقبول ہے۔ الخ (ت)

من ارسل اجیرا له مجوسیا او خادما فاشتری لحما فقال اشتریتہ من یہودی اونصرانی او مسلم وسعه اكله. لان قول الكافر مقبول فی المعاملات الخ^۱

تبیین الحقائق ودر مختار میں ہے:

معاملات میں ہر باتمیز شخص کی بات مقبول ہے، وہ آزاد ہو یا غلام مسلمان ہو یا کافر، وہ بڑا ہو یا نابالغ ہو کیونکہ ضرورت عام چیز ہے جبکہ انسان معاملہ یا خدمت لینے یا اپنے وکلاء کے پاس بھیجنے کے لئے شرائط عدالت پر پورا اترنے والے کو بہت کم پاتا ہے اور سامع کے پاس خبر کے علاوہ کوئی دلیل نہیں ہوتی، جس پر عمل کیا جائے۔ (ت)

المعاملات یقبل فیہا خبر کل صبیح حراکان او عبدا مسلما کان او کافرا، کبیرا او صغیرا لعموم الضرورة فان الانسان قلما یجد المستجمع لشرائط العدالة لیعاملہ او یستخدمہ او یبعثہ الی وکلائہ ونحو ذلك و لا دلیل مع السامع یعمل بہ سوی الخبیر^۲ الخ۔

^۱ الهدایة کتاب الکراہیة فصل فی الاکل والشرب مطبعہ یوسفی لکھنؤ ۱۳/ ۵۱

^۲ تبیین الحقائق کتاب الکراہیة المطبعة الکبیری الامیریہ بولاق مصر ۱۲/ ۱۶

عالمگیری میں ہے:

<p>معاملات میں ایک شخص کی بات قبول کی جائے گی خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر ہوتا کہ حرج کو ختم کیا جائے اور معاملات میں سے مضاربت اور ہدیہ وغیرہ کا قاصد بنانا تجارت کی اجازت دینا بھی ہے، اسی طرح کافی میں ہے اھ ملخصاً۔ (ت)</p>	<p>يقبل قول الواحد في المعاملات مسلماً كان او كافراً. دفعا للحرج، ومن المعاملات الوكالات والمضاربات والرسالات في الهدايا، والاذن في التجارات، كذا في الكافي¹ اھ ملخصاً۔</p>
---	--

نیز تبیین میں ہے:

<p>تو جب اس میں باتنیز شخص کی بات قبول ہے تو اس کے ضمن والی دینی چیز بھی اس کی قبولیت سے ضرورتاً ضمن میں قبول ہوگی اور اس لئے بھی کہ کوئی معاملہ بھی دینی امر سے خالی نہیں ہوتا، تو اگر وہ معاملہ میں ضمناً ثابت نہ ہو تو حرج کا باعث ہوگا جبکہ بہت سی چیزیں ضمناً ثابت ہوتی ہیں اور قصداً صحیح نہیں ہوتیں، اس کے برخلاف مقصود دینیات کہ وہ ضمناً صحیح نہیں ہوتے، ملخصاً (ت)</p>	<p>فأذا قبل فيها قول البيز وكان في ضمن قبول قوله فيها قبوله في الديانات يقبل قوله في الديانات ضمناً ضرورة، وكم من شئ لا يصح قصداً يصح ضمناً و لان كل معاملة لا تخلو عن ديانة، فلو لم يقبل فيها في ضمن المعاملات لادى الى الحرج، بخلاف الديانات المقصودة² (ت)</p>
--	---

ہاں اگر بنظر قرآن اس کی بات میں شک پڑے، کچھ فریب معلوم دے، تو ہرگز نہ کھائے کہ ذبیحہ کی حلت مشکوک و موہوم بات سے ثابت نہ ہوگی،

<p>کیونکہ جانور جب تک زندہ ہے کھانا حرام ہے وہ صرف شرعی طریقہ سے ذبح کرنے سے حلال ہوتا ہے تو اصل کے خلاف وارد ہونیوالی چیز شک سے ثابت نہ ہوگی۔ (ت)</p>	<p>فان الحيوان ما كان حياً كان حراماً، وانما يحل بذب مشروع فلا يثبت الطارى بالشك۔</p>
--	---

در مختار میں ہے:

¹ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الکراہیۃ الباب الاول الفصل الثانی نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۱۰/۵

² تبیین الحقائق کتاب الکراہیۃ المطبعة الکبزی الامیدیہ بولاق مصر ۱۲/۶

<p>غلام عورت ہو یا بچہ ہو اس کی بات قبول ہوگی، ہدیہ میں اور کہ اس بات کو سراج میں اس قید سے مقید کیا ہے کہ اس کی رائے میں اس مملوک غلام کی سچائی غالب ہو اور ملخصاً (ت)</p>	<p>يقبل قول المملوك ولو انثى، والصبي، في الهدية، وقيدة في السراج بما اذا غلب على رائه صدقهم¹ اھ ملخصاً۔</p>
---	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>پھر منخ میں کہا گیا کہ اگر اس کی سچائی پر غلبہ ظن نہ ہو تو پھر اس کی بات کو قبول کرنے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ معاملہ اس پر مشتبہ رہے گا، اتقانی نے کہا کہ اصل ممانعت ہے اور اجازت بعد والی چیز ہے، لہذا شک کے ساتھ اجازت ثابت نہ ہوگی الخ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)</p>	<p>ثم قال كما في المنح وان لم يغلب على رأيه ذلك لم يسعه قبوله منهم، لان الامر مشتبه عليه، اھ. قال الاتقانی لان الاصل انه محجور عليه، والاذن طاری، فلا يجوز اثباته بالشك²۔ الخ، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔</p>
--	--

مسئلہ ۱۳۴: از ضلع لاہور مقام چونیا مسئولہ انوار الحق
بروز چہار شنبہ بتاریخ ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ
اس شہر میں حلال خور یعنی چوہڑے درپردہ گائے ذبح کر کے گوشت فروخت کرتے ہیں، بعض مسلمان ان سے خرید لیتے ہیں، اگر ان سے منع کیا جائے تو زید کہتا ہے کہ مولوی عبدالح کے فتاویٰ میں لکھا ہے اگر جانور کو مسلمان ذبح کرے اور فروخت کافر کرے تو کھانا جائز ہے، جب شریعت جاز کرتی ہے تو تم کیوں نفرت کرتے ہو، یا حضرت! چوہڑوں سے گوشت کھانا مسلمان کو بہت برا معلوم ہوتا ہے۔ برائے مہربانی تحریر فرمائیں کہ اگر جائز ہو تو نفرت نہ کی جائے۔ فقط

الجواب:

گوشت میں اصل یہ کہ جانور مثلاً گائے جب تک زندہ ہے اس کا گوشت حرام ہے، اگر کوئی ٹکڑا کاٹ لیا جائے مردار اور حرام ہوگا، "ما ابین فی حی فہو میت" (زندہ جانور سے گوشت کاٹنا تو وہ حرام ہے)

¹ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتہدی دہلی ۱۲/ ۲۳۷

² ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۰

حلت ذکات شرعی سے ثابت ہوتی ہے، تو جب ذبح شرعی معلوم و متحقق نہ ہو تو حکم حرمت ہے، کافر نے مسلمان سے اس ذبح کرائی اور قبل اس کے کہ مسلمان کی نگاہ سے غائب ہوا انھیں سے خرید لیا، یہ جائز ہے اور اگر مسلمان نے ذبح کیا اور اس کے بعد جانور اس کی نظر سے غائب ہو گیا "اور کافر عہ گوشت اس کی حلت و طہارت کرنا چاہتا ہے۔" اور حلت و حرمت و طہارت و نجاست خالص امور دیانت ہیں، اور امور دیانت میں کافر کی خبر محض نامعتبر ہے۔

قال الله تعالى "لَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا" ¹ ۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر گز کافروں کو مومنوں پر راہ نہ دے گا۔ (ت)
--	--

مسلمان اس کے گوشت کی خریداری سے نفرت و اعراض کرتے ہیں، بہت صحیح و بجا ہے، یہی حکم شرع ہے، بلکہ چوہڑے پھار اگر مسلمان سے ذبح کرائیں اور ہنوز نگاہ سے غائب نہ ہو جب بھی خریدنا نہ چاہئے جبکہ قلوب اس سے تنفر کرتے ہوں،

قال صلى الله تعالى عليه وسلم: بشروا ولا تنفروا ² ۔ و عنه صلى الله تعالى عليه وسلم: اياكم وما يتغدر منه ³ فان الخبر لا يتغدر منه، وعنه صلى الله تعالى عليه وسلم اياك وما يسؤ الاذن ⁴ ۔ هذا وفصلناه في فتاونا	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے؛ بشارت دینے والے بنو اور نفرت پیدا نہ کرو۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے؛ باعث غدر سے بچو جبکہ خبر باعث غدر نہیں ہے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کالوں کو تکلیف دہ بات سے بچاؤ۔
--	--

عہ: اصل میں اسی طرح ہے، مگر ہونا اس طرح چاہئے: "اور کافر گوشت فروش اس کی حلت و طہارت ثابت کرنا چاہتا ہے۔" عبد المنان اعظمی۔

¹ القرآن الکریم ۱۴۱/۴

² صحیح البخاری کتاب العلم باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولہم بالمو عظة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

³ المستدرک للحاکم کتاب الرقائق دار الفکر بیروت ۱۴/۳، ۳۲۷، کشف الخفاء للعجلونی حدیث ۸۶۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۳۷

⁴ مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابنی العادبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتبہ الاسلامی بیروت ۱۴/۷۶، کشف الخفاء للعجلونی حدیث ۸۶۶ و

۸۶۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۳۷

بتوفیق اللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اسے ہم نے بتوفیق الہی اپنے فتاویٰ میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	---

مسئلہ ۱۳۵: از رآمد ڈاک خانہ جاتلی تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی مرسلہ قاضی تاج محمود صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ مذبح شدہ مالک کو دستیاب ہو جائے، ذابح نامعلوم ہے، کیا یہ مذبح حلال ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

حلال ہے مگر جب کہ اس گمان کا محل ہو کہ ذابح مرتد یا مشرک یا مجوسی ہے۔ حلبي و شامی علی الدرر میں ہے:

الاولی ان یقال ان کان الموضع مما یسکنه او یسلك فیہ مجوسی لایوکل والا اکل ولا یعترض بشئان ترک التسمیة عمدا، فان ہذا موہوم لایعارض الرجح ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	یہ کہنا بہتر ہے، ایسا موضع جہاں مجوسی رہتا ہو وہاں اس کا آنا جانا ہو تو وہاں کانا کھایا جائے ورنہ کھایا جائے، اور قصداً بسم اللہ کو ترک کی صورت سے اعتراض نہ کیا جائے کیونکہ یہ احتمال موہوم ہے جو راجح احتمال کا مقابل نہیں بن سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	--

مسئلہ ۱۳۶: از موضع بکاجی والا، علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد ۲ رمضان ۱۳۱۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ اگر کوئی شخص کسی کی بکری یا اور کوئی حلال جانور چرا کر ذبح کرے تو وہ جانور اس کے ذبح کرنے سے حلال ہو جائے گا یا نہیں؟ اور اس کا کھانا کیسا ہے؟ اور اس ذبح کر نیوالے کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

یہ شخص ملک غیر میں بے اس کی اجازت کے تصرف کرنے سے گنہ گار ہوا، مگر اگر یہ ذبح کر نیوالا اہل ذبح ہے اور تکبیر اس نے قصداً ترک نہ کی تو جانور کا ذبیحہ صحیح ہو گیا یہاں تک کہ اگر یہ جانور مالک نے خاص قربانی کے لئے خریدا تھا اور اس شخص نے ایام قربانی میں اپنی طرف سے ذبح کر لیا، اور مالک نے یونہی ذبح کیا ہو اس سے لے لیا تو مالک کی قربانی ادا ہو گئی اور اگر مالک نے تاوان لے لیا تو ذابح کی قربانی ادا ہو گئی اور اگر

^۱ رد المحتار کتاب الصید دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۷۰

کوئی شخص کسی کا جانور چوری یا غصب سے لے کر ذبح کرے، اور ابھی پکانے یا بھوننے نہ پایا ہو، تو مالک کو اس کا لے لینا اور خود کھانا حلال، اور جسے وہ اجازت دے اسے بھی حلال، ہاں بے اس کی اجازت کے یہ ذبح کرنا لانا خود کھا سکتا ہے نہ دوسرے کو کھلا سکتا ہے اسے حرام ہے جب تک اس کا تاوان ادا نہ کرے، یہ حرمت تعلق غیر کے سبب ہے نہ اس وجہ سے کہ ذبح صحیح نہ ہوا، جس طرح ذبح کے پکا لینے یا بھوننے کے بعد مالک کو اس کے لے لینے کا اختیار نہیں کہ اب ذبح اس کا مالک ہو گیا اصل مالک کو صرف تاوان لینے کا اختیار رہا، جب یہ تاوان لے لے گا ذبح کو اس کا کھانا حلال ہو جائے گا، درمختار میں اشباہ سے ہے:

<p>اگر قربانی کی نیت سے بکری خریدی تو کسی دوسرے شخص نے اس کی اجازت کے بغیر اسے ذبح کر دیا تو اگر مالک نے وہ ذبح شدہ بکری رکھ لی اور اس سے ضمان نہ لیا تو مالک کی قربانی جائز ہوگی اور اگر ضمان لیا تو قربانی جائز نہ ہوگی یہ اس صورت میں ہے کہ جب ذبح کرنے والے نے اپنی طرف سے جانور ذبح کیا ہو اور اگر اس نے مالک کی طرف سے ذبح کیا تو اس پر ضمان نہ ہوگا۔ (ت)</p>	<p>لو شرباً بنية الاضحية فذبحها غيره بلا اذنه فان اخذها مذبوحة ولم يضمنه اجزأته۔ وان ضمنه لا تجزئته وهذا اذا ذبحها عن نفسه، واما اذا ذبحها عن مالكها فلا ضمان عليه¹۔</p>
---	---

عالمگیر یہ میں محیط سرخسی سے ہے:

<p>کسی شخص نے غیر کی قربانی کو اپنی طرف سے اس کی اجازت کے بغیر ذبح کر لیا تو مالک نے اس کو جانور کی قیمت کا ضامن بنایا تو وہ قربانی ذبح کرنے والے کی طرف سے ہوگی مالک کی نہ ہوگی کیونکہ واضح ہو گیا کہ ذبح کرنے والے نے اپنی طرف سے قربانی دی ہے اور اگر مالک نے ذبح شدہ کو لے لیا تو قربانی مالک کی جانب سے ادا ہوئی کیونکہ اس نے قربانی کی نیت کر رکھی تھی تو غیر کا ذبح کرنا مضرنہ ہوگا۔ (ت)</p>	<p>رجل ذبح اضحية غيره عن نفسه بغير امره، فان ضمنه البالك قيمتها يجوز عن الذابح دون البالك لانه ظهر ان الراقاة حصلت على مبلکه وان اخذها مذبوحة تجزئ عن البالك لانه قد نواها فليس يضره ذبح غيره لها²۔</p>
---	--

تنویر میں ہے:

¹ درمختار بحوالہ الاشباہ کتاب الاضحیة مطبع مجتہائی و ہلی ۱۲/۲۳۳

² فتاویٰ ہندیہ بحوالہ محیط السرخسی کتاب الاضحیة الباب السابع نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۵/۳۰۲

<p>اگر دوسرے شخص نے جانور غضب کیا اور اس میں کوئی تغیر کر دیا تو اس کا نام زائل ہو گیا اور اس کے منافع بڑھائے ضمان دیا تو مالک ہو جائے گا اور ضمان کی ادائیگی سے قبل اس کو انتفاع حلال نہ ہوگا مثلاً ذبح کر کے پکا لیا یا بھون لیا تو مالک ہو جائے گا۔ اھ لمخصا (ت)</p>	<p>ان غضب وغیر فزال اسبہ واعظم منافعه ضمنه و ملکہ بلا حل انتفاع قبل اداء ضمانہ کذب شاة و طبخها اوشیہا^۱ اھ ملخصا۔</p>
---	---

اسی میں ہے:

<p>غیر کی بکری ذبح کی تو مالک نے اس کے ذمہ ڈال دی اور اس کی قیمت وصول کر لی یا وہ ذبح شدہ بکری مالک نے رکھ لی اور نقصان کا ضمان وصول کر لیا (ت)</p>	<p>ذبح شاة غیرہ طرحاً المالك علیہ، واخذ قیمتہا او اخذها وضمنه نقصانہا^۲۔</p>
---	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>کیونکہ یہ من وجہ اتلاف ہے حاملہ ہونے، دودھ اور نسل کے اعتبار سے اور من وجہ باقی ہے گوشت کے اعتبار سے درر، (ت)</p>	<p>لانه اتلاف من وجہ لفوات بعض المنافع كالحمل و الدر والنسل وبقاء بعضها وهو اللحم،^۳ درر۔</p>
--	---

اسی طرح ہدایہ وغیرہ میں ہے:

<p>تو در مختار کے باب الصید کے آخر میں جو واقع ہے وہ غیر معتمد اور غیر محرر ہے، وہ عبارت یہ ہے، "میں نے ثقہ عبارت میں پایا کہ کسی نے بکری چوری کر کے ذبح کر لی اور اس پر بسم اللہ پڑھی تو مالک ناراض ہوا، کیا وہ کھائی جائے گی؟ (جواب) اصح یہ ہے کہ نہ کھائی جائے کیونکہ حرام قطعی پر بسم اللہ پڑھنے سے کفر ہونے کی بناء پر ملکیت اور اذن شرعی کے بغیر یہ عمل ہوا، اھ اس کو واضح کیا جائے اھ</p>	<p>فظهر ان ما وقع فی آخر الصید من الدر المختار، بما نصه ورأيت بخط ثقة سرق شاه فذبحها بتسبيبة فوجد صاحبها هل توكل، الاصح لا، لكفره بتسبيته على الحرام القطعي بلا تبلك ولا اذن شرعي اھ في محرر^۴ اھ فغير معتمد ولا محرر، لمخالفته لہا</p>
--	---

^۱ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتہائی، دہلی ۲۰۶/۲

^۲ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتہائی، دہلی ۲۰۶/۲

^۳ ردالمحتار کتاب الغصب دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۲۳/۵

^۴ در مختار کتاب الصید مطبع مجتہائی، دہلی ۲۶۳/۲

فی الدر وغیرہ عامة معتدات المذہب. ولذا قال فی ردالمحتار المعتد خلافہ بدلیل قولہم بصحة التضحية بشاة الغصب واختلافہم فی صحتها بشاة الودیعة ولذا قال السائحانی. اقول: هذا ینا فی ما تقدم فی الغصب. وفي الاضحیة فلا یعول علیہ^۱ اھ. ما فی ردالمحتار، اقول: ویؤید حدیث شاة ذبحت بغير اذن مالکھا. وقدمت للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاخبرہ بذلك لحمھا. فلم یتناول منه وامر بحمله الا ساری، واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ اس لئے غیر معتبر ہے کہ در مختار اور دیگر عام کتب مذہب کے بیان کے خلاف ہے اور اسی لئے ردالمحتار میں فرمایا اس کا خلاف معتد علیہ ہے اس پر دلیل فقہاء کا یہ قول ہے کہ غصب شدہ بکری کی قربانی صحیح ہے، اور امانت بکری کے متعلق اختلاف کیا، اور اسی لئے سائحانی نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ یہ غصب میں بیان شدہ کے خلاف ہے اور قربانی کے بیان سے بھی مخالف ہے، ردالمحتار کا بیان ختم ہوا،

اقول: (میں کہتا ہوں) اس کی تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے مالک کی اجازت کے بغیر ذبح شدہ بکری حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی گئی اور آپ کو واقع بتایا گیا تو آپ نے وہ گوشت نہ کھایا اور آپ نے وہ گوشت قیدیوں کو دے دینے کا حکم فرمایا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی کافر نے ایک بکری پر اہلال بغیر اللہ کیا، اور بنام خدا ذبح کرنا چاہا، پھر کسی کے کہنے سے ذبح موقوف کر کے ایک شخص کو ہبہ کر دیا نہ کہ اس غیر کے نام پر بلکہ جیسے، آپس میں ایک دوسرے کو ہبہ کرتے ہیں، آیا موہوب لہ کو خدا کے نام پر ذبح کر کے کھانا اس کا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

عند التحقیق کریمہ "مَا أَهَلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ" ^۲ میں اہلال وقت ذبح مقصود، یعنی اس وقت اگر نام غیر خدا لیا گیا حرام ہے، اس معنی پر آیہ کریمہ کو صورت مسئلہ سے کچھ علاقہ ہی نہیں، اور بعض نے جو پیش از ذبح جانور پر نام غیر خدا پکار دینا مراد رکھا، ان کے نزدیک بھی استمرار اسی کا نام شرط حرمت ہے۔ استدلال

^۱ ردالمحتار کتاب الصيد دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۰۷

^۲ القرآن الکریم ۲/ ۱۷۳

شاہ عبدالعزیز صاحب کا حدیث "ملعون من ذبح لغير الله"¹ (جس نے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا وہ ملعون ہے۔ ت) اور عبارت نیشاپوری:

اجمع العلماء لو ان مسلماً ذبح ذبیحة وقصد بذبحها التقرب الى غير الله صار مرتداً ذبیحته ذبیحة مرتد ² ۔	علماء کا اجماع ہے کہ اگر مسلمان نے جانور کو غیر اللہ کے تقرب کے لئے قصد کرتے ہوئے ذبح کیا تو وہ مرتد ہو جائے گا، اس کا ذبیحہ مرتد کے ذبیحہ کی طرح ہوگا۔ (ت)
---	---

سے اس کا صاف مؤید ہے، یہ مطلب ہر گز نہیں کہ جب ایک بار اس پر نام خدا کا پکار دیا گیا نجس العین ہو گیا اب اگرچہ وہ نیت جاتی بھی رہے اور وقت ذبح تقرب الی اللہ ہی مقصود ہو، اور نام بھی خدا ہی کا لیا جائے حرام رہے گا، حالانکہ علت حرمت مرتفع ہو گئی اور ارتفاع علت کو ارتفاع معلول لازم، شاہ صاحب اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

آرے ذکر نام خدا براں جانور وقتے فائدہ می دہد کہ تقرب بغیر خدا از دل دور کردہ، وخلاف آں شہرت دادہ آواز دیگر دہند کہ ما ازیں کار بر گشتیم ³ ۔	ہاں اس جانور پر خدا کا نام ذکر کرنا تب فائدہ مند ہوگا جب غیر خدا کے تقرب کو دل سے نکال دے اور غیر خدا کے تقرب کے خلاف کو شہرت دے اور لوگوں کو بتائے کہ اس کام سے باز آگیا ہوں۔ (ت)
--	--

اس عبارت سے صاف ظاہر کہ اگر بعد اہلال للغير ونیت فاسدہ زائل ہو جائے تو جانور قطعاً حلال ہے، خصوصاً صورت مسئلہ میں کہ یہاں تو وہ بکر صاحب اہلال کی ملک ہی نہ رہا، دوسرے شخص کا مملوک ہو گیا کیا صرف ایک بار نام خدا پکار دینے سے اس میں وہ حرمت ابدی و نجاست سرمدی آگئی کہ اب اگرچہ وہ نیت بھی جاتی رہی، اور اہلال للغير بھی موقوف ہو جائے بلکہ جانور صاحب اہلال کی ملک بھی نہ رہے، اور ملک ثانی خاص خدا کے نام پر ذبح کرے، باایں ہمہ اس کی حرمت نہ جائے؟ یہ امر بالبدایت باطل، اور اس بکر کی حلت میں باتفاق فریقین کوئی شبہ نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم و حکمہ عز اسمہ احکم۔

¹فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت آیت ۱۷۳/۱۲ مطبع مجتہبائی دہلی ص ۶۱۰

²فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت آیت ۱۷۳/۱۲ مطبع مجتہبائی دہلی ۶۱۱

³فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت آیت ۱۷۳/۱۲ مطبع مجتہبائی دہلی ۶۱۱

مسئلہ ۱۳۸: ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ

جنگل میں صبح کے وقت بیل مذبوہ پایا، مگر ذابح معلوم نہیں کہ کافر ہے یا مسلمان، اگر مسلمان ہے تو بسم اللہ اللہ اکبر کہی ہو یا نہ، آیا مذبوہ حلال ہے یا حرام؟ اگر حلال ہے تو یہ جزئیہ کون سی کتاب میں ہے اور کون سے باب میں ہے یا "مَا أَهْلٌ بِهِ لَعْنِ اللَّهِ" ^۱ میں داخل کیا جائے کون سی دلیل کے ساتھ؟ بینواتوجروا

الجواب:

ان بلاد میں کہ مومن اور کافر، مشرک، ملحد، زندیق ہر قسم کے لوگ رہتے ہیں، ایسا نامعلوم الحال ذبیحہ حلال نہ سمجھا جائے گا۔

<p>جیسا کہ درمختار اور ردالمحتار کے باب الصيد کے آخر میں اس کو بیان کیا ہے تو دونوں کتب کی طرف رجوع کرو اور اس میں تفصیل ہے جو ہمارے بیان کردہ سے زائد نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>کما بینہ فی الدرالمختار ^۲ وردالمختار ^۳ من آخر الصيد فراجمعہما وفیہ تفصیل لا یعدو ما قلناہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

مسئلہ ۱۳۹: ازربلی محلہ بہاری پور مسئلہ عبدالرشید خان ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ

اور مدار صاحب کا مرغہ کرنا کیسا ہے؟ اور کھانا اس کا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

جو جانور مسلمان نے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا اور اللہ عزوجل کے لئے اس کی جان دے وہ حلال ہے، مرغ مزار پر لے جانا نہ چاہئے نہ مرغ کی خصوصیت ضروری سمجھنا چاہئے، جو ذبح جہاں ہو اللہ کے لئے کرے ان کا ثواب ان کی روح کو پہنچادے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۰: مسئلہ انوارالحق چونیاں ضلع لاہور۔ بروزیک شنبہ بتاریخ ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

فتاویٰ شاہ عبدالعزیز صاحب کا حنفی المذہب کے مطابق ہے یا کہ نہیں، اور نیز اس میں لکھا ہے کہ پیر کے نام کا بکر احرام ہے، خواہ وقت ذبح تکبیر کہی جائے، اب اے وارث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! تحریر فرمائے کہ شاہ صاحب اس مسئلہ میں غلطی پر ہیں، یا یہ کہ اس فتاویٰ کی عبارت سمجھنے میں غلطی ہے اس

^۱ القرآن الکریم ۱۷/۱۷۳

^۲ درمختار کتاب الصيد مطبع مجتہبی دہلی ۱۲/۲۶۳

^۳ ردالمختار کتاب الصيد دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۰۶

فتوے کی تمام عبارت دو تین ورق پڑھ کر تحریر فرمائیں، اور نیز حضور نے کئی دفعہ پڑھا بھی ہوگا۔

الجواب:

اس مسئلہ میں حق یہ ہے کہ نیت ذبح کا اعتبار ہے اگر اس نے اراقہ دم تقرباً الی اللہ کی اور وقت ذبح نام الہی لیا جانور بنص قطعی قرآن عظیم حلال ہو گیا۔

قال الله تعالى مالكم ان لا تاكلوا مما ذكر اسم الله عليه ¹	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا کہ تم اسے نہیں کھاتے جس پر اللہ کا نام پکارا گیا۔ (ت)
--	--

تفصیل فقیر کے رسالہ "سبیل الاصفیاء" میں ہے، شاہ صاحب سے اس مسئلہ میں غلطی ہوئی، اور وہ نہ فقط فتاویٰ بلکہ تفسیر عزیز میں بھی ہے، اور نہ ایک ان کا فتاویٰ بلکہ کسی بشر غیر معصوم کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں سے کچھ متروک نہ ہو، سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كل ماخوذ من قوله ومردود عليه الا صاحب هذه القبر صلى الله تعالى عليه وسلم- والله تعالى اعلم-	یہ تمام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا ہر ایک اپنے قول پر ماخوذ ہوگا اور قول کو اس پر رد کیا جائے گا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	--

مسئلہ ۱۴۱: از رام گڑھ سیٹھاں علاقہ سیکر شیٹاؤٹی، مدرسہ نور الاسلام، مسؤلہ عبدالعزیز ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ پیروں کا بکرا جو مانتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

ذبح اللہ عزوجل کے نام پر کیا جائے اور ثواب پیروں کو پہنچایا جائے، نہ اس میں حرج نہ اس کے ماننے میں حرج، مسلمان یہی کرتے ہیں اور ان کا مقصود ہوتا ہے، اس کے خلاف سمجھنا بدگمانی ہے، کما فی الدر المختار (جیسا کہ در مختار میں ہے۔ ت) اور یہ بدگمانی حرام ہے، کما فی القرآن العظیم (جیسا کہ قرآن عظیم میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۲: از ریاسی ریاست جموں مولانا امام الدین گاذر مرسلہ پیر سید غلام شاہ کشمیری ۱۷ صفر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بکری کو شیر یا چیتے نے گلے سے

¹ القرآن الکریم ۱۱۹/۶

پکڑا اور خون پینے کے لئے رگوں کو چھید ڈالا باسنانہ، اور بکری زندہ ہے، اگر ذبح کی جائے تو حلال ہو سکے گی یا نہیں؟ ادھر کشمیر اور پونچھ کے مفتی عدم حلت کا فتویٰ دیتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ وجہ امام کردری اور فتاویٰ عالمگیری میں ایسے جانور کو حرام لکھا ہے،

شاة قطع الذئب اوداجها لاتحل بالذکوة وھی حیة ^۱ ۔	بھیڑیے نے بکری کی اوداج (گلے کی رگیں) کاٹ دیں اور ابھی زندہ تھی تو ذبح کر دی گئی تو حلال نہ ہوگی۔ (ت)
--	---

سے استدلال کرتے ہیں، اور نیز کہتے ہیں کہ چار رگیں کاٹنی فرض تھیں وہ شیر نے کاٹ ڈالیں، حالانکہ شیر رگیں بالکل نہیں کاٹتا صرف انہیں بچ میں سے چھید ڈالتا ہے، مثلاً رگ کی اصل صورت یہ ہے، زخمی اس طرح === کردیتا ہے، بسا اوقات دو ہی رگوں کو دانت مارتا ہے، موافق مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواب ارشاد فرمایا جائے، اگر (ولو فرض) عقدہ توڑ جائے اور سب منزع کھا جائے، تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟ بینوا بالکتاب تو جروا یوم الحساب (کتاب سے بیان فرمائیے یوم حساب اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

عہ: ایضاً فتوایں مولوی محمد مرتضیٰ از بلکوٹ، ڈاکخانہ اوڑی، ریاست کشمیر کہ در تحریم مقطوع الاوداج من السبع بود ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ میں عبارت نوشتہ شد فی الواقع اگر درندہ محل ذبح کہ ما بین اللبۃ والحمیۃ است دو یا بیشتر اوداج را برید کہ اتصال آنها بدماغ یاسینہ منقطع شد حال ذبح متوال شد	نیز مولوی مرتضیٰ از بلکوٹ ڈاکخانہ اوڑی، ریاست کشمیر، نے درندہ کی قطع کردہ اوداج (گلے کی رگیں) پر جانور کو حرام قرار دینے کا فتویٰ ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ کو دیا، وہ عبارت یہ ہے: اگر فی الواقع درندے نے مقام ذبح جو لبہ اور لحمیہ کے درمیان ہے میں دو یا زیادہ اوداج کو کاٹ دیا ہو کہ ان کا تعلق دماغ یا سینے سے منقطع ہو گیا ہو ایسی صورت میں (باقی اگلے صفحہ پر)
--	--

^۱ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الوجیز کتاب الذبائح الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵/ ۲۹۱، فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ کتاب

الذبائح الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۰۸

<p>تم پر حرام کیا گیا مردار اور خون اور سوزر کا گوشت اور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام لیا گیا اور گلا گھونٹی، اور لاٹھیوں سے ماری اور اوپر سے گرنے والی، اور جسے کسی نے سینگ مارا، اور درندہ کی کھائی ہوئی، مگر جسے تم ذبح کر لو،</p>	<p>"حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أَلْبَانَةُ وَالذَّمُّ وَلَحْمُ الْخَنزِيرِ وَمَا أُهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَفَقَةُ وَالْمَوْقُودَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالطَّيْحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ" ¹</p>
---	---

یہ استثناء تمام مذکورات کی طرف راجع ہے جس سے متعلق ہو سکتا ہے، ظاہر ہے کہ خون اور گوشت ذبح نہیں ہو سکتے، عجب نہیں کہ اضافہ لفظ لحم میں یہی حکمت ہو کہ صلاحیت استثناء نہ رہے، اور مردار اور جو ایک بار ذبح ہو چکی صالح ذبح نہیں، بحمد اللہ تعالیٰ یہاں سے وہابیہ کارد ہو گیا، ما اہل سے اگر ما ذبح مراد لیتے ہیں جیسا کہ یہی حق اور یہی تفسیر ما ثور ہے۔ تو قبل ذبح کسی کا نام پکارنے سے کیوں حرام بتاتے ہیں اور مطلق پکارنا مراد لیتے ہیں، تو جب اسے نام خدا پر ذبح کیا گیا کیونکہ حرام کہتے ہیں، حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: "إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ" ²۔ (مگر جسے تم ذبح کر لو۔ ت) یہ چیزیں حرام ہیں مگر جسے تم ذبح کر لو وہ حلال ہے، پہلی صورت میں تو یہی تھا کہ

<p>وہ جانور ذبح کے قابل نہ ہوگا کیونکہ ذبح کا محل فوت ہو گیا، پس قرآن کا حکم الاما ذکیتم صادق نہ آئیگا، ہاں اگر رگوں کو زخم ہوا اور وہ قدرے پھٹ گئی ہوں اور مکمل قطع نہ ہوئی ہوں یا محل ذبح مذکور کے غیر مثلاً سریا سینہ کو درندے نے کاٹ دیا اور زخمی جانور ابھی زندہ ہو اور ذبح کر لیا گیا تو حلال ہوگا کیونکہ ذبح کا محل باقی تھا تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد الاما ذکیتم میں داخل ہو گیا، اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل ہمارے فتاویٰ جلد ہفتم (جو کہ اب بیسویں ہے) کتاب الذبائح میں ہے، توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علیہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)</p>	<p>لفوات محلہ پس الاما ذکیتم صادق نیاید آرے اگر دندان زدہ رگ راقدرے شکافتہ، ست کہ خرق باشندہ قطع یا در غیر محل مذکور چنانکہ در سریا بر صدر و مجروحہ ہنوز زندہ است آں، ذبح کردہ شد حلال می شود بقاء محل الذبح فیدخل فی قولہ تعالیٰ الاما ذکیتم تحقیق و تفصیل اس مسئلہ در فتوائے فقیر جلد ہفتم کتاب الذبائح است، وباللہ التوفیق واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ و علیہ جل مجدہ اتم واحکم۔</p>
--	---

¹ القرآن الکریم ۵/۳

² القرآن الکریم ۵/۳

بغیر خدا کے بتائے وہابیہ نے اپنی طرف سے حرام کہہ دیا، اور دوسری صورت جو خود وہابیہ لیتے ہیں اس سے بھی سخت تر ہے کہ جسے اللہ عزوجل نے حلال بتایا اسے حرام بتاتے ہیں، والعیاذ باللہ تعالیٰ، پانچ اشیاء سے باقی ماندہ میں جو مرگئی صالح ذبح نہ رہی، اور جس میں کچھ بھی حیات باقی ہے اگرچہ کتنی ہی خفیف ہو، اگرچہ اس کی حالت کتنی ہی ردی ہو، اگرچہ اس میں صرف مذبوح کی سی تڑپ باقی ہو، جب ذبح کر لی جائیگی مطلقاً حلال ہو جائے گی اگرچہ ذبح کے وقت نہ خون دے نہ تڑپے جبکہ وقت ذبح اس میں حیات ثابت ہو اس لئے کہ رب عزوجل نے استثناء میں کوئی تفصیل نہ فرمائی، یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے، اور اسی پر فتویٰ درمختار میں ہے:

بیمار بکری کو ذبح کیا جبکہ اس نے حرکت کی اور خون نکلا تو حلال ہے، ورنہ نہیں بشرطیکہ ذبح کے وقت زندہ ہونا معلوم نہ ہو سکا، اور اگر اس موقع پر زندہ ہونا معلوم تھا تو مطلقاً حلال ہے اگرچہ حرکت نہ کی اور نہ خون نکلا ہو، یہ صورت گلہ گھونٹی ہوئی، اوپر سے گرنے والی، سینگ زدہ، اور جس کا پیٹ درندے نے پھاڑ دیا ہو، میں پائی جاتی ہے تو ایسے جانور ذبح کر دئے جائیں تو حلال ہوں گے، اگرچہ ذبح کے وقت خفیف سی زندگی معلوم ہو جائے اور اسی پر فتویٰ ہے اللہ تعالیٰ کے قول الاماذکیتم مطلق کی بناء پر۔ (ت)

ذبح شاة مریضة فتحرکت اوخرج الدم حلت والا لا، ان لم تدر حیاته عند الذبح وان علم حیاته حلت مطلقاً وان لم تتحرك ولم يخرج الدم. وهذا ینتأقی فی منخنقة و متردية ونطيحة والقی بقرا الذئب بطنها. فذکاة هذه الاشیاء تحلل وان کانت حیاتها خفیفة. وعلیه الفتوی لقوله تعالی الا ماذکیتم من غیر تفصیل^۱۔

ولہذا ہمارے علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر درندہ نے جانور کا پیٹ چاک کر دیا، یا بالکل سر سے جدا کر کے لے گیا، اور ابھی اس میں حیات باقی ہے ذبح کرنے سے حلال ہو جائے، وجہ کروری جس سے بحوالہ عالمگیری سوال میں استدلال ہے، اس کی پوری عبارت کتاب السیر سے چند سطر پہلے یہ ہے:

بھیڑیے نے بکری کی اوداج (گلے کی رگیں) کاٹ دیں ابھی زندہ ہے مگر ذبح کے قابل نہ ہو تو ذبح نہ ہوگی کیونکہ ذبح کا محل نہ رہا، اور بھیڑیے نے

شاة قطع الذئب اوداجها وهي حية لاتذکی لغوات محل الذبح، ولو بقر الذئب بطنها وهي

^۱ درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتہدی، دہلی، ۱۲/ ۲۳۰

<p>اس کا پیٹ پھاڑ دیا اور ابھی زندہ ذبح کے قابل ہے تو ذبح کی جائے کیونکہ ذبح کا محل باقی ہے، اور اگر بھیڑیے نے سر کاٹ لیا ابھی زندہ تھی اور ذبح کر لی گئی لبہ اور لحيہ کے درمیان سے تو حلال ہوگی۔ (ت)</p>	<p>حیة تذکی لبقاء محل الذبح فتحل لودبحة ولو انتزع الذئب راس الشاة وبقیت حیة تحل بالذبح بین اللبۃ واللحیین¹۔</p>
---	--

صورت مسئلہ کا آیہ کریمہ کے اطلاق اور ہمارے امام اعظم کے مذہب مفتی بہ میں داخل ہونا ظاہر ہے اور عبارت وجیز اس سے متعلق نہیں۔ وجیز میں وہ صورت منع کی ہے، درندہ رگیں قطع کر دے، اور سوراخ کرنا قطع کر دینا نہیں کہ اس میں سینہ سے سر تک رگوں کا اتصال بحال رہتا ہے، اور قطع اس وصل کا فصل کر دینا ہے۔ ردالمحتار میں علامہ علی مقدسی سے ہے:

<p>کاٹنے سے مراد یہ کہ سر سے جدا کر لیا یا لبہ سے تعلق کاٹ دیا۔ (ت)</p>	<p>المراد بقطعہما فصلہما من الراس او عن الاتصال باللبۃ²۔</p>
---	---

جواب مسئلہ کو اسی قدر بس ہے، اور اگر تحقیق مقام درکار ہو **فاقول**: وبالله التوفیق (تو میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) وجیز کی عبارت مذکورہ میں تین فرعیں ہیں؟
اول: بھیڑیے نے بکری کی رگھائے گردن کاٹ دیں۔

دوم: پیٹ چاک کر دیا۔

سوم: سر جدا کر دیا۔

پہلی میں حکم دیا ہے کہ ذبح نہیں ہو سکتی، اور دو باقی میں فرمایا ذبح کر لیں حلال ہو جائے گا، اول و سوم کے حکم میں بظاہر صریح تناقض ہے، یہ رگیں دماغ سے دل تک ہوتی ہیں، بدائع و فتاویٰ امام قاضی خاں و ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

<p>اوداج، دل تا دماغ متصل ہوتی ہے۔ (ت)</p>	<p>الاوداج متصلۃ من القلب بالدماغ³۔</p>
--	--

¹ فتاویٰ یزازیہ علی بامش الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الذبائح الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۰۸

² ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۸۷/ ۵

³ ردالمحتار کتاب الصيد دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۳۰۵ بدائع الصنائع کتاب الذبائح والصيد فصل واما بیان شروط حل

الاکل ایچ ایم سعید کینی کراچی ۱۵/ ۵۲

تو جب سر جدا کر دیا قطعاً یہ رگیں قطع کر دیں، تو فرع اول کے حکم سے فرع سوم میں بھی حرمت چاہئے تھی اور حکم یہ دیا کہ ذبح کرے تو حلال ہے۔ اب اگر یوں توفیق کیجئے کہ ہمارے امام کے نزدیک صحت ذبح کے لئے مطلقاً حیات درکار ہے، اگرچہ اسی قدر جو مذبوح میں بعد ذبح ہوتی ہے، اور صاحبین کے نزدیک اتنی حیات کافی نہیں، امام محمد فرماتے ہیں بس اس سے زائد ہو، اور شرط نہیں، اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں: نہیں، بلکہ یہ چاہئے کہ اتنے زخم کے بعد جانبر ہو سکے، ہدایہ میں ہے:

اگر ذبح کے وقت خفیف سی زندگی بھی ہو اور ذبح کر لی گئی تو امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کا کھانا حلال ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد الاماذا کیتم مطلق کی بناء پر، جس میں کوئی تفصیل نہیں ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ایسی حالت میں ہو کہ زندہ نہ رہ سکے تو حلال نہ ہوگی کیونکہ ایسی صورت میں اس کی موت ذبح سے واقع نہ ہوگی، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ایسی حالت میں ہو کہ ذبح شدہ سے زیادہ دیر تک زندہ رہ سکتی ہو تو ذبح کرنے سے حلال ہوگی ورنہ نہیں، کیونکہ ایسی زندگانی کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ (ت)

لو انه ذكاه حل اكله عند ابى حنيفة رضى الله تعالى عنه فيه حيوة خفية. او بينة. و عليه الفتوى. لقوله تعالى الا ما ذكيتم مطلقاً من غير فصل وعند ابى يوسف رحمه الله تعالى اذ كان بحال لا يعيش مثله لا يحل لانه لم يكن موته بالذبح. وقال محمد رحمه الله تعالى ان كان مثله فوق ما يعيش المذبوح يحل. والا فلا لانه لا معتبر بهذه الحيوة¹۔

فرع اول قول صاحبین پر مبنی ہے کہ قطع اوداج کے بعد حیات، حیات مذبوح سے اصلاً زائد نہیں ہوتی، لہذا وہ حکماً میت ہے، اور میت محل ذبح نہیں، تو اب ذبح نہیں کر سکتے لفوات محل الذبح، اور فرع سوم قول امام پر مبنی ہے کہ اگرچہ سر جدا ہو گیا مگر جبکہ جانور ابھی تڑپ رہا ہے حیات باقی ہے اگرچہ حیات مذبوح سے زائد نہیں سہی، لہذا محل ذبح ہے ذبح کر لیں حلال ہو جائے گا، اور فرع دوم میں اگر صرف جلد چاک ہوئی کہ سی کر اندمال و حیات متصور ہو تو بالاجماع حلال ہے، اور نامتصور ہو تو صرف قول امام پر، یوں اگر توفیق کریں جب تو ظاہر ہے کہ فرع اول سے استناد صحیح نہیں، کہ وہ خلاف قول امام و خلاف مذہب مفتی بہ ہے اور اگر ایسی تاویل چاہئے کہ وہ بھی قول امام کی طرف رجوع کر آئے تو اب فوات محل ذبح میں تنقیح مناط

¹ الهدایہ کتاب الصيد مطبعہ یوسفی لکھنؤ ۱۴۰۳ ۵۰۳

کرنی ہوگی **فاقول**: وہ نستعین اس فوت کے یہ معنی تو بدلتے نہیں کہ محل ذبح مابین اللبۃ واللحمین تھا وہ معدوم ہو گیا کہ کلام قطع اوداج میں ہے، نہ اس صورت میں کہ بھیڑ یا سیدہ تک ساری گردن کاٹ کر لے گیا، نہ یہ معنی ہیں کہ محل ذبح اوداج تھیں وہ فنا ہو گئیں کہ قطع تفریق اتصال ہے نہ کہ اعدام، لاجرم یہ معنی ہیں کہ محل اگرچہ باقی ہے مگر اس میں قابلیت فعل ذبح کی نہ رہی، تو محل من حیث ہو محل فوت ہو گیا، اگرچہ ذات باقی ہے، اب فنائے قابلیت میں نظر چاہئے کہ کس صورت میں اس کا فوت ہونا ہے، یہاں اس کی تین صورتیں متصور:

اول: یہ کہ اب معنی ذبح متحقق نہیں ہو سکتے۔

دوم: مقصود ذبح فوت ہو گیا، اور شے جب مقصود سے خالی ہو باطل ہو جاتی ہے۔

سوم: معنی ذبح قبل ذبح فعل غیر ذبح شرعی سے متحقق ہو لئے، اور ذبح صالح کی تکرار نہیں، مذبح کو ذبح نہیں کر سکتے، ولہذا اگر مسلمان نے جانور ذبح کر دیا اور وہ ابھی پھڑک رہا ہے، دوبارہ مجوسی نے ذبح کیا حرام نہ ہوگا، اور اس کا عکس ہو تو حلال نہ ہو سکے گا، فان الذبح لایعاد (کیونکہ ذبح دہرایا نہیں جاتا۔ ت) اول کی طرف راہ نہیں کہ معنی ذبح قطع اوداج حی بین اللبۃ واللحمین ہے۔ کز میں فرمایا: الذبح قطع الاوداج^۱ (ذبح کی اوداج کو کاٹنا ہے۔ ت) پھر فرمایا: والذبح بین الخلق واللبۃ^۲ (ذبح خلق اور لبہ کے درمیان ہے۔ ت) تبیین الحقائق میں فرمایا:

والمیت لیس بمحل للذکاة ^۳	میت محل ذبح نہیں۔ (ت)
-------------------------------------	-----------------------

جب تک جانور زندہ ہے اور گلا اور اس پر وہ رگیں باقی ہیں ضرور قابل قطع ہیں تو معنی ذبح متحقق نہ ہو سکتا کیا معنی، قطع اوداج کا جواب اوپر معلوم ہو لیا کہ فرع سوم میں بھی قطع اوداج متحقق ہے۔ اور حکم حلت ہے یونہی دوم کی گنجائش نہیں، اگر کہئے مقصود ذبح انہاردم تھا اور وہ فعل سبع سے ہو لیا، تو یہ وجوداً و عدماً ہر طرح باطل ہے۔ فرع سوم میں انہاردم ہو گیا اور قابلیت ذبح باقی ہے اور وقت ذبح حیات معلوم ہو اور ذبح سے خون نہ نکلے حلت ہو جائے گی، کما تقدّم، حالانکہ انہاردم نہیں، اگر کہئے مقصود ذبح ازباق روح ہے، اور وہ اس صورت میں فعل سبع کی طرف منسوب ہوگا نہ کہ جانب ذبح، تو یہ وہی قول صاحبین غیر مفتی بہ ہے کما قدمنا عن الهدایة (جیسا کہ ہدایہ میں سے گزر چکا ہے۔ ت) معذراً فرع سوم اس

^۱کنز الحقائق کتاب الذبائح (ج) ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۶۱

^۲کنز الحقائق کتاب الذبائح (ج) ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۶۲

^۳تبیین الحقائق کتاب الصيد المطبعة الکبری الامیریہ بولاق مصر ۱/ ۵۲

پر بھی نقض کو موجود، لاجرم صورت سوم مقصود یعنی جہاں قبل ذبح قطع اوداج بین اللبۃ واللحمین واقع ہو لے وہاں محل ذبح نہ رہا، یعنی محلیت و قابلیت ذبح فوت ہو گئی کہ ذبح دوبارہ نہیں ہوتا، اور جہاں یہ معنی قبل ذبح متحقق نہ ہوئے عام ازیں کہ سرے سے اوداج قطع ہی نہ ہوئیں یا کسی ایسے فعل سے کہ انسان کی طرف منسوب نہ ہو قطع تو ہوئیں مگر موضوع ذبح پر قطع نہ ہوئیں اور ہنوز حیات باقی ہے وہاں محل ذبح فوت نہ ہو اذبح کر سکتے ہیں اور موجب حلت ہوگا، اب فرور میں تطابق ہو گیا اور صورت مسؤلہ کا حکم بھی کھل گیا، فرور سوم سے مراد اس طرح سر جدا کرنا ہے کہ بین اللبۃ واللحمین قطع اوداج نہ ہو کہ اگرچہ قطع واقع ہو مگر محل ذبح میں نہ ہو تو معنی ذبح قبل ذبح متحقق نہ ہوئے اور فرور اول سے مراد وہ قطع اوداج ہے کہ بین اللبۃ واللحمین ہو کہ اب تقدیم معنی ذبح سے قابلیت ذبح، اور الاماذ کیتتم کے تحت میں داخل ہونے کی صلاحیت نہ رہی اور یہی صورت کہ اس فرور ملتقط میں مراد ہے، جو بظاہر فرور سوم کے صریح مناقض ہے، اسی عالمگیری میں عبارت وجیز سے پہلے ہے:

سنور قطع راس دجاجة فانها لاتحل بالذبیح وان كان یتحرك كذا فی الملتقط ^۱ ۔	مرغی کا سر بلی نے کاٹ دیا تو وہ ذبح کرنے سے حلال نہ ہوگی اگرچہ وہ ذبح کے وقت حرکت کرے ملتقط میں یوں ہے۔ (ت)
---	--

اور فرور دوم خود ظاہر ہے کہ اس میں سرے سے قطع اوداج ہی نہیں، اب تمام فرور متفق اور سب مذہب امام ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر منطبق ہیں، ہکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق (یوں تحقیق چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ صورت سوال فرور دوم کے مثل ہے، اور اس میں بھی قطع نہیں اور ذبح قطع ہے، تو معنی ذبح قبل ذبح متحقق نہ ہوئے، کیا اگر جانور کی رگھائے گردن برے سے چھید دیں ذبح ہو جائے گا، ہرگز نہیں، کہ چھیدنا قطع کرنا نہیں تو محلیت ذبح ضرور موجود ہے اور بعد ذبح حلت لازم، یہیں سے دو سوال باقی کا جواب ظاہر ہو گیا اور سب مذبح کھالیا محل ذبح نہ رہا، یونہی اگر عقدہ توڑ لیا تو قطع اوداج محل ذبح میں بھی واقع ہوا، بہر حال اب قابلیت ذبح نہ رہی، حلت نہیں ہو سکتی اور اگر عقدہ سے اوپر صرف سر جدا کر لیا کہ بین اللبۃ واللحمین قطع اوداج نہ ہو تو محل ذبح باقی ہے، بعد ذبح حلت چاہئے اگر ہنوز روح باقی ہو، ہذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی (میری سمجھ میں یوں ہے، علم حق تو میرے پروردگار کے ہاں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵/ ۲۸۷

مسئلہ ۱۴۳: مسئلہ والی علی صاحب کانسٹیبل از تھانہ بہیڑی ضلع بریلی ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ
علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ کتا کسی جانور کو پکڑ لے، اور اس جانور کے زخم کتے کی پکڑ کا ہو جائے، اور بعد میں جانور ذبح کر لیا جائے تو وہ حلال ہے یا حرام؟

الجواب:

شکاری کتا جبکہ بسم اللہ کہہ کر چھوڑا گیا اگر جانور اس کے زخم سے مر جائے تو حلال ہے، اور اگر زندہ ملے اور ذبح کر لیا جائے تو حلال ہے، زاس کے زخم سے جانور میں کوئی حرج نہیں آتا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۴ و ۱۴۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) اگر ذبیحہ ذبح کیا جائے اور وہ بعد میں ایک دیر کے خون دے، تو کھانا اس کا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) عورت یا لڑکے کے ذبیحہ کیسا ہے؟ بیہنو تو جو روا

الجواب:

(۱) پہلی صورت میں حلت میں کوئی شبہ نہیں، خروج خون علامت حیات ہے، اور بعد دیر کے نکلنا اس کا غیر مانع، بلکہ اگر خون نہ دے فقط حرکت کرے اور تڑپے تاہم کھانا اس کا جائز ہے کہ شرط حلت حیاة عند الذبح ہے نہ کہ خروج دم۔

فی تنویر الابصار ذبح شاة فتحرکت او خرج الدم	تنویر الابصار میں ہے: ذبح کرنے پر بکری نے حرکت کی یا خون نکلا، تو حلال ہوگی، (ت)
---	--

حلت^۱۔

(۲) عورت و لڑکے کا ذبیحہ اگر وہ قواعد و شرائط ذبح سے واقف ہیں اور مطابق شرع ذبح کر سکتے ہیں بلا ریب حلال ہے،

فی الدر المختار و شرط کون الذابح مسلماً و لو امرأة او صبياً یعقل التسیبۃ	در مختار میں ہے: مسلمان اگرچہ عورت یا بچہ ہو شرط یہ ہے کہ بسم اللہ اور ذبح کو جانتا ہو،
--	---

عہ: لکنہ فیہ اختلاف ذکرہ فی الہدایۃ فی کتاب الصید
لیکن اس میں اختلاف ہے جس کو ہدایہ کی کتاب الصید میں ذکر فرمایا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱۲ منہ۔

^۱ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الذبائح مطبع مجتہدانی، دہلی ۱۲/ ۲۳۰

والذبح ویقدر^۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور اس عمل پر قادر ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤ میں قریب المرگ کو ذبح کیا گیا، اختلاف اس امر میں ہے کہ وہ زندہ تھی کہ مرچکی تھی، ذبح کرنے والا نیز چند اور شخص کہتے ہیں کہ وہ زندہ تھی لیکن دو شخص کی یہ رائے ہے کہ وہ مرچکی تھی، بعد ذبح کے کسی عضو نے جنبش نہ کی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں، واقعات یہ ہیں کہ یہ بھینس بعد ذبح کرنے کے ایک قصاب کے ہاتھ دس روپیہ میں فروخت کردی تھی وہی دونوں شخص جو کہتے ہیں کہ وہ مرگئی تھی قصاب کو بہکادیا، قصاب مذکور نے اس کا گوشت دفن کر دیا اور کھال لے گیا اور بریلی فروخت کر آیا، گوشت کی قیمت اس کو معاف کردی گئی صرف کھال کی قیمت جو چھ روپے اس کو ملے کردی گئی تھی، اور وہ اس نے بریلی میں بہت منافع کے ساتھ فروخت کیا طلب کی جاتی ہے لیکن وہ چھ روپے دینے سے بھی انکار کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ تم لوگوں نے مردہ جانور کی کھال نکلو کر مجھے ناپاک کر دیا، میرے برادری والے مجھے نکال دیں گے، میں قیمت نہیں دوں گا، دریافت طلب یہ بات ہے کہ اس قصاب پر کیا برائی آسکتی ہے، اگر یہ خیال کر لیا جائے کہ وہ مرگئی تھی اور دھوکا میں ایسا کیا گیا۔

الجواب:

ذبح ہوتے وقت بھینس کا زندہ ہونا خوب معلوم تھا، یا ذبح کے بعد وہ تڑپی، یا ایسا خون دیا جیسا زندہ جانور سے نکلتا ہے، یا اور کوئی علامت زندہ کی پائی گئی، مثلاً منہ یا آنکھ بند کی یا پاؤں سمیٹے یا بدن کے بال کھڑے ہوئے تو وہ حلال ہے اور کھانا جائز، اور قصاب پر دس روپے واجب، اور اگر وقت ذبح اس کا زندہ ہونا تحقیق نہ تھا، نہ بعد ذبح کوئی علامت زندگی کی پائی گئی نہ ایسا خون نکلا، نہ وہ حرکت کی، بلکہ بالکل ساکن رہی، یا منہ یا آنکھ کھل گئی، یا پاؤں پھیل گیا، یا بال بچھ گئے، تو بھینس حرام ہے، اور قصاب پر ایک پیسہ بھی واجب نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۷: مسؤلہ احمد حسن بنگالی طالب علم مدرسہ اہل سنت و جماعت ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

صدقہ کا جانور بلا ذبح کئے جانور ہی کسی مصرف صدقہ کو دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

عہ: اصل میں تحریر ہے:- "ڈالی گئی" ۱۳ عبد المنان الاعظمی۔

^۱ درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتہدی دہلی ۱۲/ ۲۲۸

الجواب المفلوظ

اگر صدقہ واجبہ ہے اور وجوب خاص ذبح کا ہے تو بے ذبح ادا نہ ہوگا، مگر اس حالت میں کہ ذبح کے لئے وقت متعین تھا جیسے قربانی کے لئے ذی الحجہ کی دسویں گیارہویں عہ اور وہ وقت نکل گیا تو اب زندہ تصدق کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۸: مسؤلہ شیخ محمد وزیر صاحب پٹیل از قصبہ تحصیل اون ضلع ایوت محال ملک برار ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا ایک بیٹا بکر چالیس روپیہ کا ملازم سرکار ہے، زید کا آبائی واجدادی پیشہ یہ ہے کہ روزانہ ہر بز قصاب کے مکان پر جانا، اور جس قدر بکریاں ذبح کرنے کی ہوں، ان کو ذبح کر دینا اور ان کی اجرت میں فی راس ایک آنہ پیسہ یا پاؤ بھر گوشت لینا، چلا آتا ہے، اور نیز ہر مواضع قریب میں جلکے قوم ہندو کے مکان پر جو ان کی پرستش کا بکرا ہوتا ہے، اس کو ذبح کر دیتا ہے، اور اس کی اجرت لیتا ہے، یہ پیشہ اس وقت تک جاری ہے، اور سنا گیا ہے کہ ذبح البقر و قاطع الشجر و دائم الخمر کی بخشش میں احتمال ہے، اگر اس مسئلہ کی کچھ بنیاد ہے اور یہ سچ ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم بواپسی ڈاک جواب باصواب سے سرفراز فرمائے،

الجواب:

گائے بکری کا ذبح کرنا جائز ہے،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ گائے کو ذبح کرو۔ (ت)	قَالَ اللَّهُ تَعَالَى " إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً " ۱۔
---	---

وہ قول کہ لوگوں میں مشہور ہے محض بے اصل ہے، قطع شجر کی بھی اجازت قرآن عظیم میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم نے جو سبز درخت کاٹے یا ان کو تم نے باقی کھڑا رہنے دیا تو یہ اللہ تعالیٰ	قَالَ اللَّهُ تَعَالَى " مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَيْبَةٍ أَوْ نَرٍ كُنْتُمْ هَا أَهْلًا عَلَىٰ أَصُولِهَا فَإِذِنَ
---	---

عہ: اصل میں بارہویں نہیں ہے غالباً نقل کا سہو ہے ۱۲ عبد المنان الاعظمی۔

اللہ ¹	کے حکم سے ہوا۔ (ت)
-------------------	--------------------

ہاں دائم الخمر البتہ مرتکب سخت کبیرہ اور مستحق عذاب نار ہے، مگر یہ کہنا اس کی نسبت بھی باطل ہے کہ اس کی مغفرت کبھی نہیں ہوگی یہ صرف کافر کے لئے ہے، مسلمان کیسا ہی گنہگار ہو زیر مشیت ہے چاہے عذاب فرمائے تو اس کا عدل ہے، چاہے بلا عذاب بلکہ بلا حساب بخش دے تو اس کا فضل ہے۔

"إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ" ²	اللہ تعالیٰ نہ مغفرت فرمائے گا کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے، اور مغفرت فرمائے گا اس سے کم کو جس کو وہ چاہے گا۔ (ت)
---	---

پھر مسلمانوں میں سے جس پر عذاب فرمائے گا ہرگز وہ عذاب دائم نہ ہوگا، انجام بلاشبہ مغفرت ہے، اور جب ان جانوروں کا ذبح جائز ہے اس پر اجرت مقرر کر کے لینا بھی جائز ہے کہ ماہو حکم مباح یحتاج الی عمل (جیسا کہ ہر مباح محتاج العمل کا حکم ہے۔ ت)

اب یہاں متعدد صورتیں ہیں، سائل دو اجرتیں بتاتا ہے، ایک آنہ یا پاؤ بھر گوشت، یہ اگر یوں ہے کہ کبھی ایک آنہ مقرر کر لیا جاتا ہے کبھی پاؤ بھر گوشت تو وہ آنہ جائز ہے، اور گوشت کہ اسی جانور کا قرار پاتا ہے ناجائز ہے لانہ کقفیز الطحان (کیونکہ یہ پیسنے والے آلے کا حصہ تھیر کی طرح ہے۔ ت) بلکہ اگر اس جانور کا نہ ٹھہرے جب بھی گوشت کثیر التفات چیز ہے۔

لانہ قیسی فلا یصلح دیناً علی الذمۃ ویقع فیہ النزاع وکل ماکان کذالک یورث الفساد۔	کیونکہ یہ قیمت والی چیز جو کسی کے ذمہ دین نہیں بن سکتی اور اس میں تنازعہ ہوتا ہے اور جو ایسی چیز ہو وہ فساد برپا کرتی ہے۔ (ت)
---	---

اور اگر یہ معنی ہیں کہ تعین کچھ نہیں ہوتا کبھی ایک آنہ دیتے ہیں کبھی گوشت، تو یہ جہالت اجر ہے، جہالت اجر مفسد اجارہ ہے۔ بہر حال اجرت میں گوشت کا قدم در میان ہے اجارہ فاسد ہے، اور عقد فاسد حرام واز قبیل ربا ہے، اور اس کا عادی ہونا ضرور موجب فسق، اور اس کا پیشہ کرنے والا فاسق معین، اور فاسق معین کو امام بنانا گناہ، اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کی پڑھنا منع، اور پڑھی تو پھیرنا واجب۔

¹ القرآن الکریم ۵/۵۹

² القرآن الکریم ۴/۳۸، ۳/۱۶

فتاویٰ حرج وغنیہ میں ہے: ولو قدموا فاسقاً یا ثموناً^۱ (اگر فاسق کو امام بنایا تو بنا یا تو لے گنہگار ہوں گے) زلیعی وغیرہ میں ہے:

لان فی تقدیمہ تعظیہ وقد جب علیہم اہانتہ شرعاً ^۲ ۔	کیونکہ آگے کر کے امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً ان پر اس کی اہانت لازم تھی۔ (ت)
--	--

رہا یہ کہ وہ ہندو کی پرستش کا بکر اس کے یہاں جا کر ذبح کرتا ہے، اور اس کے ذبح سے تعظیم الہی کی نیت کرتا اور اللہ عزوجل کا نام لیتا ہے، تو جانور حلال ہو جائے گا، مگر یہ فعل اس کے لئے مکروہ ہے فی الہندیۃ توکل ویکرہ للمسلم^۳ (ہندیہ میں اسے حلال اور مسلمانوں کے لئے مکروہ کہا گیا ہے۔ ت) اور اگر اس کافر ہی کی نیت پر ذبح کرتا ہے تو جانور تو مردار ہو ابھی اس ذبح کا ایمان بھی بچنا مشکل ہے۔ مگر ظاہر یہ ہے کہ مسلمان پر حتی الامکان بدگمانی کی اجازت بھی نہیں کہ اس کا مقصود فقط اپنے نکلے سیدھے کرنا ہوگا نہ کہ معبود باطل کی تعظیم کہ مسلمان سے متوقع نہیں، نہ معبود حق کی تعظیم کا خیال آتا ہوگا، تو یوں بھی یہ فعل سخت شنیع اور جانور کی جان کی ناحق تضحیح ہے، پھر اس کی امامت سے احتراز چاہئے کہ وہی احتیاط جو ہمیں اس پر بدگمانی نہیں کرنے دیتی نماز میں اسے امام نہ بنانے دے گی،

فان سوء الظن شیعی، والحزم شیعی آخر، وبذا من باب الخروج ومن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه و عرضه، والله تعالى اعلم۔	بدگمانی علیحدہ چیز ہے، اور احتیاط دوسری چیز ہے، اور یہ علیحدہ رہنا ہے، اور جو شخص شہادت سے بچا تو اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ بنالیا واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	---

مسئلہ ۱۳۹: مرسلہ غلام نبی صاحب ساکن موضع میانہ ٹھٹھہ ضلع گوجرانوالا ڈاک خانہ موز اتوار، ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ کیافر ماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسٹی چراغ دین امام مسجد نے ایک بکر اذبح کیا اور اس کا چمڑا مسٹی حاکو قوم خاکروب نے اتار اور گوشت بنایا، اور گوشت مذکور کو چند مسلمانوں نے مل کر تقسیم کر لیا اور اپنے گھروں میں پکا کر کھایا، کیا وہ گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اس بات کا خلاصہ حال مع ثبوت حدیث و

^۱ غنیۃ المستمل شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سمیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۲

^۲ تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ المطبوعۃ الکبری الامیریہ بولاق مصر ۱۳۳۱ھ

^۳ فتاویٰ ہندیۃ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵/۲۲۶

قرآن شریف ارسال فرمائیں، اور اس مسئلہ کو اخبار و دہ بدہ سکندری شائع کرا دیں۔

الجواب:

جب وہ جانور مسلمانوں نے اللہ عزوجل کے لئے تکبیر کہہ کر ذبح کیا تو حلال ہو جانے میں کوئی شبہ ہی نہ رہا، خاکروب کا گوشت بنانا وہ اگر اس وجہ سے ہے کہ بکرا اسی کی ملک تھا اور اس نے اپنے ظاہر پیر وغیرہ کسی معبود باطل کے لئے ذبح کرایا تو اس کا کھانا مسلمانوں کو مکروہ ہے کما نص علیہ فی الہندیۃ (جیسا کہ ہندیہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) اسی طرح اگر کسی معبود باطل کے لئے ذبح نہ کرایا، بلکہ اس نے ان کی دعوت کی تھی تو اس دعوت کا ہی قبول کرنا نامناسب تھا، اور اگر بکرا مسلمان کی ملک تھا اور اس سے بنوایا، اور وہ اپنا ناپاک پیشہ کرتا ہے اور اس کے ہاتھ خوب پاک نہ کرالئے تھے، تو سخت بے احتیاطی کی، اور اگر اس کے ہاتھ پاک کرائے تھے یا وہ قوم کا خاکروب ہے یہ پیشہ نہیں کرتا، تو یہ دیکھا جائے کہ وہاں کے عرف میں خاکروب کی چھوٹی ہوئی چیز سے پرہیز کرتے اور اس کے استعمال کو معیوب جانتے ہیں یا نہیں، اگر جانتے ہیں، اور ان لوگوں نے بے پروائی کی تو مصلحت دینی کے خلاف کیا اور نافرمانی کے مرتکب ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بشر واولاد تنفروا^۱ (خوشخبری دو، منافرت پیدا نہ کرو۔ ت) دوسری حدیث میں ہے: ایاک وما یسوء الاذن^۲ (کانوں کے لئے تکلیف دہ بات سے بچو۔ ت) تیسری حدیث میں ہے:

ایک وما یعتذر منہ فان الخیر لا معتذر منہ ^۳	معذرت والی چیز سے بچو، تو بیشک خبر معذرت خواہی والی چیز نہیں ہے۔ (ت)
---	--

یہ سب اس صورت میں ہے کہ بکرا وقت ذبح سے مسلمانوں کے ہاتھ میں پہنچنے تک مسلمانوں کی نگاہ سے غائب نہ ہوا، اور اگر ذبح کر کے اسے دے دیا اور کوئی مسلمان دیکھتا نہ رہا، اس نے گوشت بنایا اور مسلمانوں کو دیا تو اب اس کا کھانا سرے سے حلال ہی نہ رہا،

^۱ صحیح البخاری کتاب العلم باب ما کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتخولہم بالموعة والعلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

^۲ مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابن العادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامیہ بیروت ۴/ ۶۷، کشف الخفاء للعجلونی حدیث

۸۲۶ و ۸۲۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۴

^۳ المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت ۴/ ۳۲، کشف الخفاء للعجلونی حدیث ۸۶۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۴

فأن الكافر لا يقبل قوله في الديانات¹۔
دین کے امور میں کافر کی بات قابل قبول نہیں۔ (ت)

ہاں اگر اس کو اجیر کیا ہو تو جو از رہے گا،

لان الكافر يقبل قوله في المعاملات وان تضمنت شيئاً
من الديانات، وكم من شيعي يثبت ضمناً لا يثبت
قصداً²۔ وتبينه في التبیین وغيره والله تعالى اعلم۔
کیونکہ کافر کی بات معاملات میں اگرچہ وہ دیانات کو مستغنی
ہوں، قابل قبول ہے، جبکہ بہت سے امور ضمناً ثابت ہوتے
ہیں اور قصداً ثابت نہیں ہوتے، اس کی وضاحت تبیین الحقائق
وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۰: از ملک بنگالہ ضلع نواکھالی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ گھوڑے کا گوشت کھانا از روئے شرع شریف کے جائز ہے
یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو احادیث سے ثابت ہے یا قول فقہاء سے اور فتویٰ قول امام اعظم پر ہے یا صاحبین؟ بینوا تو جروا

الجواب:

صاحبین کے نزدیک حلال ہے، اور امام مکروہ فرماتے ہیں، قول امام پر فتویٰ ہوا کہ کراہت تریبی ہے یا تحریمی، اور اصح و راجح
کراہت تحریم ہے۔

صححه الامام قاضی خاں فی فتاواہ، وقد قالوا انه
فقيه النفس ولا يعدل عن تصحيحه وقال الشافعي
ثم نقل ای القهستانی تصحيح كراهية التحريم عن
الخلاصة والهداية والمحيط والمغنى والقاضی خاں و
العبادية وغيرها وعليه المتون³ اهو معلوم ان الترجيح
للمتون وانها الموضوعه

امام قاضی خاں نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تصحیح فرمائی ہے
جبکہ فقہاء نے فرمایا: قاضی خان فقیہ النفس ہیں، لہذا اس کی
تصحیح سے عدول نہ ہوگا، اور علامہ شامی نے فرمایا کہ پھر قسستانی
نے خلاصہ، ہدایہ، محیط، مغنی، قاضی خاں اور عمادی وغیرہا سے
کراہت تحریمہ کی تصحیح نقل کی ہے، اور کہا کہ اس پر متون وارد
ہیں اور واضح بات ہے کہ ترجیح متون کو ہے اور وہ مذہب کو
نقل کرنے کے لئے وضع

¹ تبیین الحقائق کتاب الکراہیۃ فصل فی الاکل والشرب المطبعة الکبزی الامیریہ بولاق مصر ۱۶/۱۲

² تبیین الحقائق کتاب الکراہیۃ فصل فی الاکل والشرب المطبعة الکبزی الامیریہ بولاق مصر ۱۶/۱۲

³ رد المحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/۱۹۳

<p>کئے گئے ہیں۔ لہذا ان کا خلاف جو کفایۃ البیہقی میں بیان کیا ہے وہ متون کے معارض نہیں ہو سکتا، اور یہی ظاہر الروایۃ ہے، اور قیل کے ساتھ نقل شدہ جمہور کا فتویٰ بھی ان کا معارض نہیں ہو سکتا خصوصاً ہماری ذکر کردہ اجلہ ائمہ کی تصحیحات کے بعد (ت)</p>	<p>لنقل المذہب فلا یعار ضہا ما فی کفایۃ البیہقی بخلاف انه ظاہر الروایۃ و لافتوی الجمہور (عہ) المنقول بقیل بعد ما قدمنا (عہ) من التصحیحات الجلیلة للائمة الجلة۔</p>
--	--

بہر حال مسئلہ اس قابل نہیں کہ اس پر فتویٰ فساد دیا جائے، یا فریق بندی عمل میں آئے، واللہ الموفق واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱: از بریلی مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

<p>علمائے کرام اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے آپ کا اس مسئلہ میں کیا قول ہے، ہمیں افادہ فرمادے، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، گھوڑے کا گوشت کھانے میں بعض مکروہ تحریمہ اور بعض مکروہ تنزیہیہ کے قائل ہیں، جبکہ اس کے دودھ کو بہر صورت جائز مانتے ہیں، اس مسئلہ میں تحقیق کیا ہے۔ (ت)</p>	<p>ماقولکم غفر اللہ لکم هذه المسئلة افیدو نایر حکم اللہ تعالیٰ در بارہ اکل فرس، بعض قائل بکراہت تحریمی و بعض بکراہت تنزیہی، ولیکن بہر صورت شیرش جائز داشتہ اند، تحقیق دریں باب چیست؟</p>
---	--

الجواب:

<p>گھوڑے کے گوشت کے مسئلہ میں علمائے کرام کا عظیم معرکہ ہے اور تصحیح بھی مختلف ہے، کراہت امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے، پس مکمل احتراز میں بہتری ہے، اور اس کے دودھ کے متعلق بھی امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے بیان میں اختلاف ہے، امام قاضی خاں علیہ الرحمۃ حرمت کی طرف گئے اور در مختار نے جواز کو وجہ قرار دیا ہے۔ اس</p>	<p>در مسئلہ گوشت اسپ علماء را معترک عظیم ست، و تصحیح نیز مختلف و کراہت قول امام ست، بس اسلم احتراز تام ست، ہمچنان۔ بر مذہب امام در شیر او نیز اختلاف کردہ اند، امام قاضی خاں بتحریم رفتہ، و در در مختار جواز را وجہ گفتہ، بریں روایت وجہ فرق خود پیدا ست کہ</p>
--	---

عہ: لفظ "جمہور" اندازہ سے بنایا گیا ۱۲ عبد المنان۔

عہ: اندازہ سے "بعد" کا لفظ بڑھایا ۱۲ عبد المنان۔

<p>در مختار کی روایت کے مطابق گوشت اور دودھ میں فرق کا واضح بیان ہے کہ گوشت کو حلال کر دینے میں آلہ جہاد کی قلت پیدا کرنا ہے جبکہ دودھ کا معاملہ اس کے خلاف ہے، اور دودھ کی بحث اس حد تک ہے جس میں سکر یعنی نشہ نہ ہو، ورنہ قصداً اتنی مقدار پینا ممنوع ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>در تحلیل لحم تقلیل آلہ جہاد ست بخلاف لبن، باز این ہمہ بر تقدیرے ست کہ بحد سکر نہ رسد، ورنہ تعمداً بالاتفاق ممنوع باشد، کما لا یخفی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

مسئلہ ۱۵۲: از دارالافتاء بجنور مرسلہ ممتاز مسیح صاحب ایم اے مشن مورخہ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ ہادی دین جناب مولانا صاحب! عرض مدعا یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت حنفی مذہب میں گھوڑا اور اقسام اور اس کے مثل خچر و گدھے کے حلال ہیں یا حرام؟ یا ان تینوں جانوروں میں سے کون سا جانور حلال ہے؟ مہربانی فرما کر بحوالہ حدیث شریف یا قول علماؤں کے جواب سے مشرف فرمائے۔

الجواب:

گدھا حرام ہے، یونہی وہ خچر جو گدھی سے پیدا ہوا گرچہ باپ گدھا نہ ہو، اور ہمارے امام اعظم علیہ الرضوان کے مذہب میں گھوڑا مکروہ تحریمی ہے یعنی قریب بحرام، یونہی وہ خچر جس کی ماں گھوڑی ہو، حدیث میں ہے:

<p>حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیبر کے روز پالتو گدھے کے گوشت کو ممنوع فرمایا۔ (ت)</p>	<p>نہی علیہ اجل الصلوٰۃ والسلام یوم خیبر عن لحوم الحمر الاہلیۃ^۱۔</p>
---	---

مسئلہ ۱۵۳: از او جین مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں ۱۶ صفر ۱۳۱۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ڈبٹی امداد علی صاحب نے رسالہ امداد المسلمین میں الو کے بارہ میں لکھا ہے کہ عالمگیری میں لکھا ہے: البوم یوکل^۲ (الوحلال ہے۔ ت) اور طحطاوی میں ہے:

<p>قمری، سوادین، الزرزور، صلصل، ہدہد، بوم طاؤس نامی پرندے حلال ہیں۔ (ت)</p>	<p>یوکل القمری والسوادین والزرزور والصلصل والہدھد والبوم والطاؤس^۳۔</p>
---	---

^۱ صحیح البخاری کتاب الذبائح والصيد الخ باب لحوم الحمر الانسیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۲۹

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح والصيد الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۹۰

^۳ حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح دار المعرفۃ بیروت ۱۵۷/۴

اور شامی میں ہے:

غیر الافکار عندنا یوکل الخطاف والبوم ¹ ۔	غیر الافکار میں ہے اور ہمارے نزدیک خطاف اور بوم نامی پرندے حلال ہے۔ (ت)
---	---

اور میزان میں ہے:

من ذلك قول الائمة الثلاثة في المشهور عنهم انه لا كراهة في مانه عن قتله كالخطاف والهدبد و الخفاش و البوم الببغا والطاوس مع قول الشافعي في ارجح القولين انه حرام ² ۔	ائمہ ثلاثہ سے ان کا مشہور قول کہ جن پرندوں کے ہلاک کرنے سے منع کیا گیا ہے ان کو کھانے میں کراہت نہیں ہے، اسی قبیل سے ہے، مثلاً خطاف، ہدبد، خفاش۔ بوم، ببغا اور طاؤس نامی پرندے، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قول میں سے راجح قول میں یہ حرام ہے۔ (ت)
---	---

اور حیاة الحیوان و میری شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی ثابت ہے، شافعی کے نزدیک حرام ہونا، نہ حنفیہ کے نزدیک تمام کتب ہائے معتبرہ فقہ سے بوم کا حلال ہونا ثابت ہے۔ یہاں تک کہ خلاصہ کلام ڈپٹی صاحب مذکور ہے، اور فتاویٰ ہندیہ ترجمہ فتاویٰ عالمگیری کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ قول ظاہر بوم سے مراد یہی الو ہے کہ پرند معروف ہے، اور شاید کوئی اور معنی مراد ہوں، واللہ تعالیٰ اعلم، اس واسطے مترجم نے بیعہ لفظ چھوڑ دیا اس مسئلہ میں تحقیق جو بیان فرمائیں کہ صدق و کذب وہابیہ ظاہر ہو۔ فقط

الجواب:

عبارت عالمگیری جو امداد المسلمین میں نقل کی، اس کے شروع میں لفظ قیل واقع ہے، اصل عبارت یوں ہے:

قيل الشقراق لا یوکل والبوم یوکل ³ ۔	یعنی بعض نے کہا کہ کہ شقراق نہ کھایا جائے اور بوم کھایا جائے۔
--	---

یہ لفظ اس قول کے ضعف پر دلیل ہوتا ہے، اور یہ بتاتا ہے کہ اس کی طرف بعض گئے ہیں، اکثر علماء

¹ رد المحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ / ۱۹۴

² المیزان الکبزی کتاب الاطعمہ مصطفی البابی مصر ۱۲ / ۵۷

³ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی مکتب خانہ پشاور ۵ / ۲۹۰

خلاف پر ہیں، اور حیاء الحیوان کا حوالہ تو سرے سے غلط ہے اس میں کہیں نہیں لکھا کہ حنفیہ حلال جانتے ہیں اس میں صرف شافعیہ کے دو قول لکھے ہیں، عبارت اس کی یہ ہے:

<p>حکم یہ ہے کہ تمام اقسام حرام ہیں، رافعی نے کہا ابو عاصم العبادی نے ذکر کیا ہے کہ رخم کی طرح بوم حرام ہے، اور اسی طرح ضوع بھی حرام ہے، اور امام شافعی حرام ہے اور امام شافعی کا ایک قول ہے کہ یہ حلال ہے۔ (ت)</p>	<p>الحکم یحرم اکل جمیع انواعها. قال الرافعی ذکر ابو عاصم العبادی ان البوم کالرخم. وكذلك الضوع. ومن شافعی رحمہ اللہ قول انہ حلال¹۔</p>
---	--

خیر ان سب سے قطع نظر کر کے اس مسئلہ کی طرف چلئے، یہی عالمگیری و طحاوی و شافعی و میزان، جن سے امداد المسلمین میں یہ عبارتیں نقل کیں، ان میں اور ورنہ کے سوا ہماری تمام کتب مذہب اور صحاح احادیث سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں صاف صریح حکم قطعی کل بلا استثناء و تخصیص موجود ہے کہ ہر پرند اپنے پنچے سے شکار کرنے والے حرام ہے، جیسے ہر درندہ دانتوں سے شکار کرنے والے، عالمگیری میں بدائع سے ہے:

<p>یعنی حرام ہے ہر پنچہ والا پرند۔</p>	<p>لا یکل کل ذی مخلب من الطیر²۔</p>
--	--

طحاوی میں ہے:

<p>درندے وحشی و پرند سب حرام ہیں اھ ملخصاً۔</p>	<p>لا یل سباع الوحوش والطیر³ اھ ملخصاً۔</p>
---	--

حموی پھر طحاوی پھر شامی میں ہے:

<p>یعنی دلیل اس پر یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر درندے کیلے والے اور ہر پرندے پنچہ والے کے کھانے سے منع فرمایا، مسلم و ابوداؤد و غیر ہما ایک جماعت محدثین نے یہ حدیث روایت کی، اور اس میں راز یہ ہے کہ ان چیزوں کی خصلت شرعاً بد ہے تو اندیشہ ہے کہ</p>	<p>الدلیل علیہ انہ صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہی عن اکل کل ذی ناب من السباع و کل ذی مخلب من الطیر، رواہ مسلم و ابوداؤد و جماعة. و السرفیہ ان طبیعة هذه الاشياء مذمومة شرعاً فیخشی ان</p>
--	---

¹ حیاء الحیوان باب الباء الموحدة مصطفى الباب مصر ۲۲۸/۱

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲۸۹/۵

³ حاشیة الطحاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح دار المعرفۃ بیروت ۱۵۷/۴

<p>ان کا گوشت کھانے سے کچھ خصلت ان کی سی آدمی میں پیدا ہو جائے، لہذا انسان کی عزت کے لئے ان کا کھانا حرام ہوا، جیسے کہ اس کی عزت ہی کے لئے حلال جانور حلال کے گئے،</p>	<p>یتولد من لحمها شیع من طباعها فیحرم اکراما لبنی آدم کما نہ یحل ما حل اکراما^۱۔</p>
--	--

میزان امام شعرانی میں ہے:

<p>یعنی انھیں مسائل سے ہے امام ابو حنیفہ و امام شافعی و امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق کہ ہر کیلے والا پرندہ اور ہر پنچے والا پرندہ جو دوسرے پر اس کیلے یا پنچے سے حملہ کرتا ہے حرام ہے، اس لئے کہ اس میں سنگدلی ہے کہ وہ بیدردی سے مجبور و مغلوب کرتا ہے، تو ایسی ہی سنگدلی اس کے کھانیوالے میں سرایت کرے گی، اور جب آدمی کا دل سخت ہو جاتا ہے تو کسی نصیحت کی طرف میل نہیں کرتا اور آدمی سے گدھا ہو کر رہ جاتا ہے۔</p>	<p>من ذلك اتفاق الائمة الثلاثة على تحريم كل ذی ناب من السباع ومخلب من الطير يعدو به على غيره (الی ان قال) لانه فيه قسوة من حيث انه يقسر غيره و يقهره من غير رحمة بذلك الحيوان المقسور فيسرى نظير تلك القسوة في قلب الاكل له واذاقسى قلب العبد صار لا يحن قلبه الى موعظة و صار كالحمار^۲</p>
---	---

میں کہتا ہوں یوں ہی کتب طیبہ سے ثابت کہ الو کھانے والا آدمی سے الو ہو کر رہ جاتا ہے والعیاذ باللہ رب العلمین۔ غرض یہ قاعدہ کلیہ شرعیہ ہے جس پر ائمہ حنفیہ کا اجماع ہے، اور اس سے ہر گز کوئی پنچے والا پرندہ کہ سباع طیر سے ہو مستثنیٰ نہیں اور شک نہیں کہ الو پنچے والا پرندہ ہے۔ بلکہ اس کے پنچے بہت شکاری پرندوں سے زیادہ قوی اور تیز ہیں، اور شک نہیں کہ گوشت اس کی خوراک ہے، اور شک نہیں کہ وہ اپنے سے کم طاقت پرندوں پر حملہ کرتا ہے، یہ سب باتیں یقیناً معلوم ہیں، اور فقیر کے سامنے بہت شکار پیشہ مسلمانوں نے بیان کیا کہ یہ پرندہ شکاری ہے، پانچ^ع ساکن بریلی نے کہ ان میں چار صاحب قوم کے قراول،

عہ: نیاز محمد خاں ابن رحم خاں و نذیر خان ابن وزیر خاں و عنایت اللہ خاں ابن کرم علی خاں و غلامی خان ابن حسن خاں قراول ساکنان بہار پور محلہ قراؤلان و محمد خاں ابن گل خان افغان ساکن شہر کنہ ۱۲۔

^۱ حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۵۵۲ رد المحتار علی الدر المختار کتاب الذبائح دار احیاء

التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۳

^۲ المیزان الکبزی کتاب الاطعمہ مصطفیٰ الباب مصر ۲/ ۵۷

اور پانچوں نمازی نیک سنی صحیح العقیدہ ہیں، ہند ہم ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ کو میرے سامنے اس مضمون کی شہادت ادا کی، اور ان میں بعض نے کہا ہمارے سامنے توتے کو شکار کر لے گیا، بعض نے کہا کھوٹی پر شکرہ بندھا تھا شکرہ کو مار لے گیا، حالانکہ شکرہ اتنا بڑا اور قوی اور خود شکاری جانور ہے، اور الو کی منقار بہت چھوٹی ہوتی ہے کہ چونچ سے اس کا قابو میں آنا معقول نہیں، نہ کہ ایسا زور کہ بندش توڑ کر زندہ لے جائے، لاجرم نیچے سے شکار کیا، اور یہ امر اس جانور کی قوت سے کچھ عجب نہیں کہ وہ شکرہ سے بھاری جانور کو شکار کر لیتا ہے، علامہ زکریا بن محمد بن محمود انصاری قزوینی کتاب عجائب المخلوقات و غرائب الموجودات میں اس کا حال لکھتے ہیں:

<p>الو کمزور بلیوں کو شکار کر لیتا ہے، کوے سے اس کو دشمنی ہے، دن کو ذلیل ہوتا ہے مگر رات میں کوئی پرند اس پر قدرت نہیں رکھتا۔</p>	<p>تصطاد السنانبیر الضعاف وتعادى الغراب وهو ذلیل بالنهار اما باللیل فلا یقدر علیہ شیعی من الطیور¹۔</p>
---	---

مرآت الاصطلاحات عنبر شاہی میں ہے:

<p>چنگ بروزن سنگ ہے، لوہے کے شکنجے اور آدمی کے پنچے، شکاری اور درندے حیوان جیسے باز، شاہین، شیر، چیتا، اور ان کی ہم مثل کو چنگ کہتے ہیں، طوطی ہند امیر خسرو دہلوی کے شعر میں چنگ الو کے لیے استعمال ہوا ہے اگرچہ مشہور شکار کا پرندہ اس معنی میں نہیں کہ آدمی اس کا شکار نہیں کرتا لیکن حقیقتاً وہ اپنے پنچے سے شکار کرتا ہے جیسا کہ مشاہدہ میں آیا ہے وہ شعر یہ ہے:</p> <p>الوجس کا پنچہ دراز ہے منہ سے کھاتا ہے باز والی جرات (ت)</p>	<p>چنگ بالفق بروزن سنگ قلاب آہنی و پنچہ آدمی و حیوان درندہ، شکاری چوں باز و شاہین و شیر و پلنگ و امثال آں²، واز شعر طوطی ہند امیر خسرو دہلوی جنگ بوم واقع شدہ، بوم ہر چند جانور شکاری نیست، بدیں معنی کہ مردم بداراں شکار نمی کنند، لیکن فی الحقیقتہ ذومخالب ست کہ صید می نماید، چنانچہ دیدہ شد، و شعر مذکور این ست۔</p> <p>بوم کہ باشد کہ بچنگ دراز طعمہ برداز دہن جہ باز</p>
---	---

¹ عجائب المخلوقات و غرائب الموجودات النوع السادس من الحيوان (بوم) مصطفى الباي مصر ص ۲۷۱

² مرآت الاصطلاحات عنبر شاہی

غرض جب وہ شکاری جانور ہے تو اس کے حرام ہونے میں اصلاً جائے کلام نہیں، رہا بعض عبارت حنفیہ میں لفظ بوم کی نسبت لفظ یوکل وارد ہونا قول: نہ وہ اجماعی قاعدہ فقہ حنفی و حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل ہو سکتا ہے نہ مشاہدات کو رد کر سکتا ہے اس سے بالتعین الو کی حلت ثابت ہی نہیں ہوتی، زبان عرب میں لفظ بوم خاص الو کے لیے موضوع نہیں، بلکہ ہر اس پرند پر اطلاق کیا جاتا ہے جو شب کو اپنے آشیانہ سے نکلتا ہے۔ علامہ دمیری حیاۃ الحيوان میں فرماتے ہیں:

<p>جا حظ نے کہا، اور اس کے اقسام ہامہ، صدی، ضوع، خفاش، غراب اللیل، بوم نامی پرندے ہیں اور یہ تمام نام مشترک ہیں، یعنی رات کو اپنے گھر سے نکل کر پرواز کرنے والے ہر پرندے پر بولتے ہیں، اور کہا ان پرندوں میں سے بعض چوہے، چھکلی، چڑیوں اور چھوٹے چھوٹے حشرات کو شکار کرتے ہیں اور ان میں سے بعض چھروں کا شکار کرتے ہیں اور وہ طبعی طور پر ہر پرندے کے گھونسلے میں داخل ہو کر اس کو اڑاتا ہے اور اس کے چوزوں اور انڈوں کو کھاتے ہیں اور رات میں وہ قوی تسلط والے ہوتے ہیں کہ کوئی بھی پرندہ ایسی قوت نہیں پاتا۔ (ت)</p>	<p>قال الجاحظ وانواعها الهامة والصدى والضوع والخفاش و غراب الليل والبومة وهذه الاسماء كلها مشتركة اى تقع على كل طائر من طير الليل يخرج من بيته ليلا. قال وبعض هذه الطيور يصيد الفار وسامر ابرص والعصافير وصغار الحشرات وبعضها يصيد البعوض، ومن طبعها ان تدخل على كل طائر في وكره وتخرجه منه وتاكل فراخه وبيضه وهي قوية السلطان بالليل لايحتملها شئ من الطير¹</p>
--	---

تو جن کتابوں میں ذکر اکل ہے ان میں بوم سے الو مراد نہیں بلکہ وہ پرند شب مقصود ہے جو پنچہ شکاری نہیں رکھتا جیسے چوگاڈ، وغیرہ، یہ معنی امام عتابی کی تصریح سے ثابت ہیں۔ علامہ قسستانی جامع الرموز میں لکھتے ہیں:

<p>امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک روایت یہ ہے کہ جن پرندوں کے پنچے نہیں ہیں ان کے کھانے میں حرج نہیں ہے، جیسا کہ عتابی میں ہے۔ (ت)</p>	<p>لاباس بما ليس بذي مخلب كالبوم في رواية عن ابي يوسف، كما في العتابي²</p>
---	---

پس حنفیہ کی طرف حلت چغدر کی نسبت ایک دھوکا ہے کہ اشتراک لفظ بوم سے پیدا ہوا،

¹ حیاۃ الحيوان باب الباء الموحدة (البوم) مصطفى البابی مصر ۱/ ۲۲۶

² جامع الرموز بحوالہ العتابی کتاب الذبائح مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/ ۳۲۹

وبالله التوفیق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۴: از او جین مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب
۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ
مولنا صاحب مجمع فضائل و منبع فواضل فرید العصر، وحید الزمان، مخدوم مکرمی دام افضالکم بعد تمہید مراسم فدویت وارزوئے حصول سعادت مواصلت کہ عمدۃ مقاصد ہر دو جہاں ہے التماس پر داز ہے کہ حضور نے حرمت بوم کے باب میں جو فتویٰ ارسال فرمایا، اس میں یہ عبارت مرقوم ہے وہ سمجھ میں نہ آئی کہ جن کتابوں میں ذکر اکل ہے ان میں بوم سے مراد الو نہیں بلکہ وہ پرندہ شب مقصود ہے جو پنچہ شکاری نہیں رکھتا جیسے چگادڑ وغیرہ، یہ معنی عتابی تصریح سے ثابت نہیں،

لاباس بمالیس بذی مخلب کالبوم ^۱ الخ۔	جو پرندہ پنچے والا نہ ہو اس کے کھانے میں حرج نہیں ہے جیسا کہ بوم ہے۔ الخ۔ (ت)
--	---

تو کیا چگادڑ اور باگل بھی حلال ہے؟ جواب بالتشریح بیان فرمائیے۔ زیادہ نیاز، بینواتو جروا

الجواب:

چگادڑ چھوٹا ہو یا بڑا جسے ان دیار میں باگل کہتے ہیں، اس کی حلت حرمت ہمارے علمائے کرام رحمہ اللہ تعالیٰ میں مختلف فیہ ہے بعض اکابر نے اس کے کھانے سے ممانعت فرمائی ہے اس وجہ سے کہ وہ ذی ناب ہے، مگر قواعد حنفیہ کے موافق وہی قول حلت ہے، زمطناً دانت موجب نہیں بلکہ وہ دانت جن سے جانور شکار کرتا ہو، ظاہر ہے کہ چگادڑ پرندہ شکاری نہیں، ولہذا در مختار میں قول حرمت کی تضعیف فرمائی، ہند یہ میں ظہیر یہ سے ہے:

اما الخفاش فقد ذکر فی بعض المواضع انه یوکل. و فی بعض المواضع انه لا یوکل لان له نابا ^۲ اور آیتنی کتبت علی ہامشہ مانصہ فیہ انه لا یصید بناہ، و لا یصول و لیس کل مالہ ناب حراما۔	چگادڑ کے متعلق بعض مواضع میں ذکر ہے کہ کھایا جائے اور بعض مواضع میں ہے کہ نہ کھایا جائے کیونکہ اس کے کیلے ہوتے ہیں اہ، مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ اپنے کے لے سے شکار نہیں کرتا اور نہ ہی یہ حملہ آور ہوتا ہے اور ہر کیلے والا حرام نہیں ہوتا۔ (ت)
---	--

^۱ جامع الرموز بحوالہ العتائی کتاب الذبائح مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/۳۲۹

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی مکتب خانہ پشاور ۵/۲۹۰

برجندی میں ہے:

ذکر فی المحيط ان فی الخفأش اختلاف العلماء اه ¹ -	محیط میں مذکور ہے کہ چمگاڈڑ میں علماء کا اختلاف ہے (ت)
---	--

در مختار میں ہے:

وقیل الخفأش لانه ذوناب ² -	بعض نے کہا چمگاڈڑ حرام ہے کیونکہ یہ کیلے والا ہے۔ (ت)
---------------------------------------	---

ردالمحتار میں ہے:

قال الاتقانی وفيه نظر لان كل ذی ناب لیس بسنهی عنه اذا كان لا یصطاد بنایه اه ³	اتقانی نے کہا ہے اور اس میں اعتراض ہے کیونکہ ہر کیلے والا حرام نہیں ہے جبکہ وہ اپنے کیلے سے شکار نہ کرتا ہوا ہے (ت)
---	--

برجندی میں ہے:

المراد الناب الذی هو سلاح وذوالناب الحيوان الذی ینهب بالناب ⁴ اه والله سبحانه وتعالى اعلم وعلیه جل مجده اتم واحکم -	ناب (کیلے) سے مراد وہ ہے جو ہتھیار بنے، اور کیلے والا جانور وہ ہے جو کیلے کے ساتھ حملہ اور ہو، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجده اتم واحکم (ت)
--	--

۱۳ رجب ۱۳۱۵ھ

ازدر تحصیل کچھ ضلع نینی تال مرسلہ عبدالعزیز خاں

مسئلہ ۱۵۵:

جو کواک دانہ کھاتا ہے اور رنگ میں بالکل سیاہ ہوتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ اور جو کواک دانہ اور نجاست دونوں کھاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

دانہ خور کواک صرف دانہ کھتا اور نجاست کے پاس نہیں جاتا جسے غراب زرع یعنی کھیتی کا کوا کہتے ہیں، چھوٹا سیاہ رنگ ہوتا ہے، اور چونچ اور پنچے غالباً سرخ، وہ بالاتفاق جائز ہے، اور مردار خور کوا جسے غراب القبع بھی کہتے ہیں کہ اس کے رنگ میں سپیدی بھی سیاہی کے ساتھ ہوتی ہے بالاتفاق ناجائز ہے۔

¹ شرح النقایہ للبرجندی کتاب الذبائح نوکثور لکھنؤ ۳ / ۱۹۳

² درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲ / ۲۲۹

³ ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ / ۱۹۴

⁴ شرح النقایہ للبرجندی کتاب الذبائح نوکثور لکھنؤ ۳ / ۱۹۳

اور اسی حکم میں پہاڑی کو بھی داخل کہ بڑا اور یک رنگ سیاہ ہوتا ہے اور موسم گرما میں آتا ہے، اور خلط کر نیوالا جسے عقق کہتے ہیں کہ اس کے بولے میں آواز عقق پیدا ہوتی ہے۔ اس میں اختلاف ہے، اور اصح حل مگر کراہت تنزیہہ میں کلام نہیں،

<p>یہ در مختار اور ردالمختار میں بیان شدہ کا خلاصہ ہے جبکہ یہ مقام ابھی زیادہ تحریم و ضبط اور تقریر کا محتاج ہے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی اور تحریر میں اس کو آسان کر دے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>هذا خلاصة ما في الدر المختار¹ ورد المختار والمقام بعد يحتاج الى زيادة تحريم وضبط وتقرير لعل الله يسيرة في تحريره آخر والله تعالى اعلم۔</p>
--	--

۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ

مسئلہ ۱۵۶: مسؤلہ مولوی محمد ایوب صاحب سنبھل مراد آبادی

کو احرام ہے یا نہیں؟ الو حرام ہے یا نہیں؟

الجواب:

یہ کوے کہ ہمارے دیار میں پائے جاتے ہیں سب حرام ہیں، الو حرام ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

بروز یکشنبہ ۱۸/۱۳۳۲ھ

مسئلہ ۱۵۷: از شاہجہان پور ڈاک خانہ نادر شاہیان مقام میران پور، یعقوب شاہ خاں

جناب قبلہ دام اقبالہ بعد سلام علیکم عرض ہے کہ پیلو کے انڈے اور گوشت اور پالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

سب جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گائے کی حلت کا حکم کس وقت سے جاری ہوا، اور رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس کا گوشت تناول فرمایا یا نہیں؟ بیینواتوجروا

الجواب:

گائے کی حلت شریعت قدیمہ ہے۔ اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

یعنی کیا آئی تیرے پاس خبر ابراہیم کے عزت دار مہمانوں کی، جب وہ اس کے پاس آئے بولے

"هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ صَيْفِ بْنِ هَيْمٍ الْكَلْبِيِّ؟" اذ دخلوا
عَلَيْهِمْ فَقَالُوا

¹ ردالمختار علی الدر المختار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹۵/۵

سَلَامًا قَالِ سَلَمٌ قَوْمٌ مُّتَكَبِّرُونَ ﴿٥٦﴾ فَذَاعِرَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجَلٍ سَبِيحِينَ ﴿٥٧﴾ ^۱ دوسری جگہ فرمایا: "بِعِجَلٍ حَيِّينَ ﴿٥٦﴾" ^۲ ۔	سلام، کہا سلام انجانے لوگ ہیں پھر جلدی کرتا اپنے گھر گیا، سوان کے کھانے کو لے آیا ایک فریبہ بچھڑا بھنا ہوا۔
--	--

احادیث سے ثابت ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے گائے قربانی کی، اور قربانی کا گوشت کھانے کا حکم فرماتے، مگر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تناول فرمایا یا نہیں، اس بارے میں کوئی تصریح حدیث اس وقت پیش نظر نہیں، واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلمہ وعلیہ جل مجدہ اتمہ واحکم۔

مسئلہ ۱۵۹: از شہر بریلی محلہ قاضی ٹولہ شہر کہنہ مرسلہ محمد عمران صاحب ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گوشت گائے کا کھایا یا نہیں؟

الجواب:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گائے کی قربانی فرمائی اور اس کے کھانے کھلانے کا حکم فرمایا خود بھی ملاحظہ فرمایا یا نہیں، اس عہ کا ثبوت نہیں، دنیا کی ہزاروں نعمتیں ہیں کہ حضور نے قصد تناول نہ فرمائیں، گوشت گاؤ کی مذمت میں جو حدیث ذکر کی جاتی ہے صحیح نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۰ و ۱۶۱: مسئلہ معرفت سیٹھ آدم جی گوڈل کاٹھیا دار ہاشم بیگ شنبہ یکم شعبان ۱۳۳۲ھ

(۱) بوتر کھانے میں کسی قسم کی کراہت ہے؟

(۲) عقیقہ کا گوشت ماں باپ کھائیں یا نہیں؟

الجواب:

(۱) کچھ نہیں۔

عہ: حدیث مسلم کتاب الزکوٰۃ کہ بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے گوشت گاؤ صدقہ میں آیا، وہ حضور کے پاس لایا گیا اور حضور سے عرض کیا گیا کہ یہ صدقہ ہے کہ بریرہ کو آیا، فرمایا اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ^۳۔ اس سے بظاہر تناول فرمانا معلوم ہوتا ہے
۱۲ حجۃ الاسلام حامد رضی اللہ عنہ۔

^۱ القرآن الکریم ۵۱/ ۲۳ تا ۲۶

^۲ القرآن الکریم ۱۱/ ۶۹

^۳ صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اباحۃ الهدیۃ للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۵

(۲) کھائیں، اس کا حکم مثل قربانی ہے، تین حصے مستحب ہیں، ایک اپنا ایک عزیزوں قریبوں کا ایک مسکینوں کا، واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۶۲: مرسلہ محمد حکیم الدین از ضلع پورینہ موضع چوڑا ۴ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ خرگوش پنچہ والا ناخن دار مگر شتر کی مانند ہے اور ہر چند میں حیض مثل عورتوں کے ہوتی ہے، اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ لہذا بعض علماء کی زبانی سنا گیا ہے کہ خرگوش پنچہ والا ناخن دار حرام ہے جو خرگوش کہ حلال ہوتا ہے اس کے کھر ہوتا ہے مانند بکری و بیل وغیرہ کے، جناب والا! اس پر بھی ہم کو اطمینان کُل نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے بخدمت فیض درجت یہ کمترین بطور عریضہ ہزار و انہ کرتا ہے ضرور بالضرور جواب سے اس ذرہ بے مقدار کو آفتاب درخشنا فرمائیں گے۔ زیادہ والسلام۔

الجواب:

خرگوش ضرور حلال ہے، اسے حرام جاننا رافضیوں کا مذہب ہے، خرگوش کے پنچے ہی ہوتے ہیں، کھر والا خرگوش دنیا کے پردہ پر کہیں نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۳ و ۱۶۴: مرسلہ مولوی حافظ مصاحب علی صاحب از مقام جاوہر مورخہ یکم رجب المرجب ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں:

(۱) بعض کفار جو کہ گوشت خور نہیں ہیں تالاب یا ندی سے مچھلیاں پکڑوا کر دیگر تالاب یا ندی محفوظ میں ڈلوادیں اس غرض سے کہ مسلمان مچھلیاں پکڑوا کر نہ کھا سکیں، تو کیا ایسے تالاب یا ندی سے مسلمانوں کو مچھلیاں پکڑوا کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟
(۲) زید، بکر، عمرو، خالد نے مل کر ایک کمپنی قائم کر کے ایک کارخانہ جاری کیا اور عام طور پر اعلان کر دیا کہ جس کا دل چاہے اس کارخانہ میں شریک ہو جائے، فی حصہ ایک صد روپیہ قرار پایا ہے جو شخص جس قدر حصے خریدنا چاہے اسی قدر روپیہ کا منافع دیا جائے گا۔ اور اگر کارخانہ میں نقصان و نفع ہوگا تو حصہ کے تناسب سے نقصان کا زیر بار ہونا پڑے گا۔ خریدار حصہ سے خواہ ایک حصہ خریدے یا دس حصہ تین مرتبہ کر کے روپیہ کمپنی میں وصول کیا جائے گا، کارخانہ کو اختیار ہے جو کام چاہے جاری کرے، کسی خریدار حصہ کو امور کارخانہ میں و اہل کارخانہ یعنی مینجر وغیرہ کے امور میں دخل اندازی کا اختیار نہ ہوگا، خریدار کو صرف نفع یا نقصان سے غرض ہے، اور خریدار حصہ اپنے خرید شدہ نفع یا نقصان سے فروخت کرنے کا مجاز ہوگا، پس سوال یہ ہے کہ ایسے کارخانہ میں شرکت اور اس کے بعد خرید و فروخت مند کور جائز ہے یا نہیں؟ نیز یہ خرید و فروخت کس بیع میں داخل ہے؟

الجواب:

(۱) مچھلیاں پکڑنے سے ملک ہو جاتی ہے اور دوسرے دریا میں چھوڑنے سے ملک سے خارج نہیں ہوتیں، نہ دوسرے کو ان کا لینا جائز ہوتا ہے۔ مسلم ہو یا کافر، جب تک چھوڑنے والے نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ اس کی ہیں جو ان کو لے، تو ملک غیر ہونے کے سبب سے ان میں ممانعت آئے گی، مگر از انجا کہ یہ کفار نہ ذمی ہیں نہ مستامن نہ ان سے اس بارہ میں کوئی معاہدہ ہے، لہذا اب بھی وہ مچھلیاں حکماً ایسی ہی ہیں جیسی پکڑنے سے قبل تھیں، ان کا ارادہ فاسدان پر رد کیا جائے گا اور مسلم کافر جو کوئی پکڑے اس کے لئے مباح ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر وہ تجارت بروجہ شرعی ہو عقود فاسدہ یار با کو دخل نہ ہو تو اس میں شرکت جائز مگر اپنے رویہ کا حصہ دوسرے کے ہاتھ بیچنا اور اس کا خریدنا دونوں حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۵: از گلگٹ ایجنسی مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کے ہاتھ کا ذبح ناجائز ہے جیسے کہ ہنود اس کے ہاتھ کی پکڑی مچھلی کھانا کیسا ہے؟ بیینواتوجروا

الجواب:

جائز ہے، اگرچہ اس کے ہاتھ میں مرگئی یا اس نے مار ڈالی ہو کہ مچھلی میں ذبح شرط نہیں جس میں مسلمان یا کاتبی ہونا ضرور ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۶ و ۱۶۷: از بنگالہ ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس وقتین شرع متین اس حیوان کے بارے میں جو کہ عجائب المخلوقات میں باں طور بیان کیا گیا ہے:

ان میں سے ایک مچھلی گول قسم کی دم تین ہاتھ لمبی ہے اور اس کی دم کے درمیان میں کندے کی شکل میں ایک ٹیڑھا کانٹا ہے وہ اس کا ہتھیار ہے۔ وہ مچھلی نہایت سفید ہے جس پر گہرے سیاہ رنگ کے نقطے ہوتے ہیں اس کے نتھنے اس کی پیٹھ پر اور اس کا منہ پیٹ پر اس کی شرمگاہ عورتوں کی شرمگاہ کی طرح ہوتی ہے۔ انتہی (ت)	ومنہا سبکة مدورة ذنبها اطول من ثلثة اذرع وعلی وسط ذنبها شوکة معقفة شبة کلاب وھی سلاحها تضرب بها وھی نمرء بیاضها فی غایة اللبیاض ونقد سوادها فی غایة السواد ولها منخران علی ظهرها و فم علی بطنها وفرج کفرج النساء ^۱ انتھی!
---	--

^۱ عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات بحر فارس المقالة الثانیة مصطفی البابی مصر ص ۸۸

اگر یہ مچھلی ہو تو اس کو عربی میں کیا کہتے ہیں اور فارسی میں اس کا کیا نام ہے اور ہندی میں اس کا اس مخصوص بہ کیا ہے۔ بحوالہ کتب تحریر فرمائیے،

(۲) اور جریث کو اہل ہند کیا کہتے ہیں اور وہ کون سی مچھلی ہے اس کی عوارضات مختص بہا کو بوضاحت بیان فرمائیے، غایۃ الاوطار میں لکھا ہے کہ جریث کو بعض اہل ہند سگھی کہتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے۔ اگر غلط ہے تو پھر سگھی کیا شے ہے؟ بینواتو جروا

الجواب:

یہ مچھلی کہ عجائب المخلوقات میں ذکر کی اگر اس کا وجود ہر دو عالم مثالی و خیالی سے باہر ثابت ہو تو ان نوادر سے ہے۔ جو بہ مرور دہور کبھی کسی سیاح کی نظر پڑے اور عامہ ناس ان کے رسم و اسم سے آگاہ نہیں، "وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ" (اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔) علامہ قزوینی کو خود اس کا نام معلوم ہوتا تو لکھتے، وہ خود اس کے عجائب دہر سے ہونے کے معترف ہیں عبارت مذکورہ سوال کے بعد کہا والبحر لا تحصی عجائبہ^۲ (سمندر کے عجائبات بے شمار ہیں۔) اسے جریث گمان کرنا صحیح نہیں، جریث ایک کثیر الوجود مچھلی سواحل پر ارزانی سے بچنے والی ہے، محرر المذہب سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مبسوط میں روایت فرماتے ہیں:

یعنی عمرہ بنت ابی طیخ نے کہا میں اپنی کنیر کے ساتھ جا کر ایک جریث ایک قفیز گیہوں کو خرید کر لائی جو زنبیل میں سمائی، ایک طرف سے سر نکلا رہا ایک طرف سے دم، اتنے میں مولا علی کرم اللہ وجہہ کا گزر ہوا، فرمایا، کتنے کولی؟ میں نے قیمت عرض کی۔ فرمایا: کیا پاکیزہ چیز ہے اور کتنی ارزاں اور متعلقین پر کتنی وسعت والی۔

عن عمرو بن شوذب عن عمرة بنت ابی طیبخ قالت خرجت مع ولیدة لنا فاشترينا جریثه بقفیز حنطة فوضعناها فی زنبیل فخرج راسها من جانب وذنبا من جانب فمر بنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال بکم اخذت قالت فاخبرته فقال ما اطیبه وارضه و او سعه للعیال^۳۔

ولہذا علامہ قزوینی نے اسے عجائب میں ذکر نہ کیا البتہ جری کا نام لیا اور اسے مار ماہی سے تفسیر کیا کہ

^۱ القرآن الکریم ۷۴/ ۳۱۷

^۲ عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات حر فارس المقالة الثانیة فصل فی عجائبہ مصطفی البابی مصر ص ۸۸

^۳ المبسوط للامام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بزعم بعض وہی جریث ہے۔ اس تقدیر پر خود انھوں نے اس نادر مچھلی اور جریث میں فرق کیا، اسے عجائب بحر فارس اور اسے عجائب ہند میں لکھا۔ اس کی وسط دم پر کاٹا بتایا تھا اور جری کی پیٹھ پر ایک چیز مثل عمود لکھی، اور وہ منخرین و نم و فرج کا ذکر یہاں نہ کیا،

جہاں انہوں نے فرمایا کہ ہندوستان کے سمندر کے عجائبات میں سے ایک گول مچھلی ہے جس کو مارماہی کہا جاتا ہے اس کی پیٹھ پر عمودی شکل محدد سر والا کاٹا ہوتا ہے، سمندر میں جو مچھلی اس کی زد میں آئے اس کو وہ اپنے مدور کانٹے سے ہلاک کر دیتی ہے۔ (ت)

حيث قال منها (ای من عجائب بحر الهند) سمكة مدورة يقال لها مارماهي على ظهرها شبه عمود و محدد الرأس لا تقوم لها في البحر سمكة الا تضربها بذلك العمود وتقتلها¹۔

اور تحقیق یہ ہے کہ یہ دوسری مچھلی بھی نہ مارماہی ہے۔ نہ مارماہی جریث مارماہی گول نہیں بلکہ لمبی بالکل سانپ کی شکل پر ہوتی ہے۔ عربی میں اسے جری بکسر و تشدید را، اور جری بالفتح اور جریث بتائے فوقانیہ۔ برون جریث اور صلور و سلور اور انقلیس و انکلیس، بفتح ہمزہ و لام ہر دو انقلیس و انکلیس بکسر ہر دو اور فارسی میں مارماہی اور ہندی میں بام کہتے ہیں، جاظ نے کہا وہ پانی کا سانپ ہے یعنی صورت نہ کہ حقیقت، بعض نے کہا وہ سانپ اور مچھلی کے جوڑے سے پیدا ہے، قزوینی نے اسے پر جزم کا، اور صحیح یہ کہ یہ بھی بے ثبوت ہے بلکہ وہ سانپ سے جدا ایک خاص نوع ماہی ہے۔ اہل فن نے ان اسمائے مذکورہ اعمی جری و صلور و انقلیس میں بہت اختلاف کیا۔ بہت نے انھیں مارماہی کا غیر جانا، کسی نے کہا جری بے سنے کی مچھلی کو کہتے ہیں، کسی نے کہا ایک قسم ماہی ہے جس کے سر و دم باریک اور پشت چوڑی ہوتی ہے۔ کسی نے کہا انکلیس چھوٹی مچھلی کی شکل پر ایک جانور ہے جس کی دم کے پاس مینڈک کے پاؤں کے مثل دو پاؤں ہوتے ہیں، اور ہاتھ نہیں ہوتے، بصرہ کی نہروں میں پایا جاتا ہے۔ بعض نے کہا بحرین کی مچھلی ہے۔ اس جانور کو شلق بالکسر یا شلق مثل کشف کہتے ہیں، کسی نے کہا شلق بھی انکلیس اور انکلیس جریث ہے، کسی نے کہا انکلیس مارماہی اور صلور جریث ہے بہر حال اس قدر میں شک نہیں کہ مارماہی ایک معروف مشہور مچھلی مستطیل الخلقہ مشابہ مار ہے نہ کہ مدور، ارشاد الساری شرح صحیح البخاری زیر حدیث:

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس کی خوراک میتہ ہے مگر کچھ بھون لی جاتی ہے اور جری

قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما طعامہ میتة الا ما قدرت منها والجری

¹ عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات بحر الهند فصل فی جزائر هذا البحر مصطفی البابی مصر ص ۸۴

<p>کو یہودی نہیں کھاتے اور ہم کھاتے ہیں، اور آپ نے فرمایا جڑی جیم اور راء کے کسرہ اور دو مشد دیاہ اور جیم کے فتح کے ساتھ پڑھا جائے، اور جریث آخر میں ثاء سے پہلے یاء ہے، اور یہ مچھلی سانپ کی طرح ہوتی ہے، اور بعض نے کہا کہ اس پر چھلکا نہیں ہوتا اور بعض نے بتایا کہ درمیان سے چوڑی اور آگے پیچھے سے باریک ہوتی ہے۔ (ت)</p>	<p>لا تاكله اليهود ونحن ناكله فرمایا۔ الجری بکسر الجیم والراء والتحتية المشد دتین و بفتح الجیم و الجریث بثناثة فوقية بعد التحتية ضرب من السمک يشبه الحيات وقيل سمک لا قشر له۔ وقيل نوع عريض الوسط دقيق الطرفين¹۔</p>
---	---

مجمع بحار الانوار میں علامہ زرکش سے ہے:

<p>جری جیم اور راء کے کسرہ اور شد کے ساتھ اور آخر میں مشد دیاہ ہے یعنی مارماہی جو سانپ کے مشابہ ہوتی ہے۔ بعض نے کہا درمیان سے موٹی اور آگے پیچھے سے باریک ہوتی ہے۔ اور بعض نے کہا اس پر چھلکا نہیں ہوتا (ت)</p>	<p>الجری بکسر جیم وراء مشددة وتشديد ياء ضرب من السمک يشبه الحيات وقيل نوع غليظ الوسط رقيق الطرفين، وقيل مالا قشر له²۔</p>
---	--

اسی میں ہے:

<p>الانكليس بفتح همزة یا کسرہ ہے کو مت کھاؤ، یہ سانپ کی مانند ایک مچھلی ہے یعنی مارماہی، ایک لغت میں الانقليس کہا جاتا ہے اس کو کھانا اس لئے مکروہ ہے کہ اس کی غذاردی ہے اس لئے نہیں کہ وہ حرام ہے۔ (ت)</p>	<p>لا تاكلوا الانكليس بفتح همزة وكسرها سمک شبيهة بالحيات (ای مارماہی) والانقليس لغة، وكره لرداءة غذائة لالانه حرام³۔</p>
---	---

اسی میں ہے:

¹ صحیح البخاری کتاب الذبائح والصيد والتسمية باب قول الله تعالى احل لكم صيد البحر قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۲۵/۲ (ارشاد والسااری شرح صحیح البخاری کتاب الذبائح والصيد والتسمية باب قول الله تعالى احل لكم صيد البحر دارالکتب العربی بیروت ۸

۲۶۷/

² مجمع بحار الانوار اب الجیم مع الراء تحت الجری مکتبہ دارالایمان المدینة المنورة ۳۵۰/۱

³ مجمع بحار الانوار باب الهمزة مع النون تحت انکلس مکتبہ دارالایمان المدینة المنورة ۱۲۵/۱

لا تاكلوا الصلور والانقليس هما الجري والمارماهی نوعان من السمك كالحيه ¹	صلور اور انقليس کونہ کھاؤ، اور ان کا نام جری اور مارماہی ہے یہ دونوں سانپ کے مشابہ مچھلیاں ہیں۔ (ت)
---	--

قاموس میں ہے:

الصلور كسنور الجری فارسیتہ المارماهی ²	صلور، سنور کے ہم وزن ہے اس کا نام جری، اور فارسی میں مارماہی کہتے ہیں۔ (ت)
---	---

تاج العروس میں ہے:

وهو السمك الذی یكون على هیأة الحیات و منه حدیث عمار ضی الله تعالى عنه لا تاكلوا الصلور والا انقليس ³	یہ سانپ شکل کی مچھلی ہے، حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کے متعلق فرمایا: صلور اور انقليس کونہ کھاؤ۔ (ت)
---	--

اسی میں ہے:

قال احمد بن الحریش قال النضر الصلور الجریث و انقليس مارماهی ⁴	احمد بن حریش نے کہا کہ نضر نے کہا کہ صلور وہ جریث ہے اور انقليس وہ مارماہی ہے۔ (ت)
---	---

انھیں دونوں میں ہے:

(انقليس) الصلور الجری قال الليث هی (سبکة كالحيه) وقال غيره الجریث كانكليس وهو قول ابن الاعرابی ⁵	"انقليس" صلور، جری ہے۔ لیث نے کہا یہ مارماہی ہے یعنی سانپ کی طرح مچھلی ہے اور ان کے غیر نے کہا "جریث" انقليس کی طرح ہے اور یہ ابن اعرابی کا قول ہے۔ (ت)
---	---

¹ مجمع بحار الانوار باب الصاد مع اللام تحت "صلور" مكتبة دار الايمان المدينة المنورة ۳/ ۳۴۷

² القاموس المحيط فصل الصاد باب الرء تحت "الصلور" مصطفى البأبی مصر ۲/ ۷۴

³ تاج العروس فصل الصاد باب الرء تحت "الصلور" دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۴۰

⁴ تاج العروس فصل الجیم من باب الثاء تحت الجریث دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۹

⁵ تاج العروس فصل القاف من باب السین دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۲۱

حیاء الحيوان الکبریٰ میں ہے:

<p>”انکلیس“ ہمزہ اور لام پر فتح اور کسرہ بھی یہ سانپ شکل کی مچھلی ہے جس کی غذا ردی ہے اس ک نام جری اور مارماہی ہے۔ زمخشری نے کہا کہ بعض نے شلق کہا ہے۔ ابن سیدہ نے کہا یہ عام مچھلی کی طرح ہوتی ہے اور ضفدع (مینڈک) کے پاؤں کے طرح اس کی دم کے نیچے دو پاؤں ہوتے ہیں اور اس کے اگلے پاؤں نہیں ہوتے، بصرہ کے دریاؤں میں پائی جاتی ہے اور عربی میں اس کا نام نہیں ہے اھ ملخصاً۔ (ت)</p>	<p>الانکلیس بفتح الهمزة واللام وكسرها معاسمك شبيهة بالحيات ردی الغذاء و هو الذی یسی الجری والمآر ماہی، وقال الزمخشری قیل انه الشلق وقال ابن سیدہ هو علی هیئة السمک صغیر له رجلان عند ذنبه کر جل الضفدع ولا یدله یكون فی انهار البصرة، ولیس لفظه عربیاً اھ^۱ ملخصاً۔</p>
---	---

قاموس وتاج میں ہے:

<p>شلق کسرہ کے ساتھ یا کتف کے وزن پر ہے۔ یہ چھوٹی مچھلی ہے یا مچھلی کے مشابہ مخلوق ہے۔ اس کی دم کے نیچے مینڈک کے پاؤں کی طرح پاؤں ہوتے ہیں اور اس کے اگلے پاؤں نہیں ہوتے اور یہ بصرہ کے دریاؤں میں پائی جاتی ہے بعض نے کہا کہ یہ بحرِی مچھلی ہے اور عربی میں اس کا نام نہیں ہے۔ یا یہ انکلیس ہے جو مچھلی کی قسم ہے۔ اور اس کو جری کہتے ہیں اور جریث بھی، یہ ابن اعرابی سے منقول ہے۔ (ت)</p>	<p>(الشلق بالکسر او کتف سمکة صغیرة) او علی خلقة السمکة لها رجلان عند الذنب کر جلی الضفدع لا یدان لها، تکون فی انهار البصرة، وقیل بی من سمک البحرين ولیست بعربیة (او) هی (الانکلیس) من السمک وهو الجری والجریث عن ابن الاعرابی^۲۔</p>
---	--

عجائب تزویئی بیان حیوانات بحر میں ہے:

<p>جرّی جس کو مارماہی کہتے ہیں یہ نسل مچھلی اور سانپ</p>	<p>جری هو الذی یقال له مارماہی متولد</p>
--	--

^۱ حیاء الحيوان باب الهمزة الانکلیس مصطفی البابی مصر ۱/۲۴

^۲ القاموس المحيط فصل الشین من باب القاف مصطفی البابی مصر ۳/۲۵۹، تاج العروس فصل الشین من باب القاف دار احیاء التراث

<p>من الحیة والسّمک قال الجاحظ انه یاکل الجر دان¹ - سے پیدا ہوتی ہے جا حظ نے کہا ہے کہ یہ جردان کھاتی ہے۔ (ت)</p>	<p>مجمع الانهر شرح ملتقى الابحار میں ہے:</p>
<p>ما قیل ان المار ماہی متولد من الحیة لیس بواقع بل ہو جنس شبیہ بہا صورتہ²۔ جو یہ بتایا گیا کہ مار مار ہی کی نسل سانپ اور مچھلی سے پیدا ہے، ایسا واقع نہیں ہے بلکہ وہ مچھلی کی جنس ہے جو صورت میں سانپ کے مشابہ ہے۔ (ت)</p>	<p>جس طرح ان اسمی میں اختلافات ہوئے یونہی ایک جماعت نے جریت بھی مارماہی کا نام جانا، اور اسے وہی مچھلی مشابہ مارمانا، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں ہے:</p>
<p>الجری قال عیاض ہو من السمک مالا قشر له وقال ابن التین ویقال له ایضاً الجریث وقال الازہری الجریث نوع من السمک یشبہ الحیات ویقال له ایضاً المار ماہی، والسور وقیل سمک عریض الوسط دقیق الطرفین³ اہ مختصراً۔ جری کے متعلق عیاض نے کہا وہ مچھلی ہے جس پر چھلکا نہیں ہے۔ اور ابن تین نے کہا اس کو جریت بھی کہتے ہیں اور ازہری نے کہا جریت مچھلی قسم ہے جو سانپ کے مشابہ ہے اس کو مارماہی بھی کہتے ہیں اور سلور بھی، بعض نے کہا یہ درمیان سے چوڑی اور آگے پیچھے سے باریک ہوتی ہے اہ مختصراً۔ (ت)</p>	<p>مجمع البحار میں ہے:</p>
<p>الجری قیل ہو الجریث المار ماہی⁴ ملخصاً۔ جری کے متعلق کہا گیا کہ جریت مارماہی ہے اہ ملخصاً (ت)</p>	<p>اسی میں نہایہ سے ہے:</p>
<p>ح میں لکھا ہے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ</p>	<p>فی ح علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال</p>

¹ عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات المقالة الثانیة القول فی حیوان الماء مصطفی البابی مصر ص ۹۷

² مجمع الانهر شرح ملتقى الابحار کتاب الذبائح فصل فیما یحل اکل ولا یحل دار احیاء التراث العربی بیروت ۲ / ۵۱۳

³ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب قول اللہ تعالیٰ احل لکم صید البحر ادارة الطباعة المنیریة بیروت ۲۱ / ۱۰۵

⁴ مجمع بحار الانوار باب الجیم الرائ تحت "الجری" مکتبہ دار الایمان المدینة المنورة ۱ / ۳۵۰

الجریث هو نوع من السمك يشبه الحيات ای المار ماہی^۱ - جریث مچھلی کی قسم جو سانپ کے مشابہ ہے۔ یعنی مار ماہی (ت)

تاج العروس میں ہے:

(الجریث کسکیت سمک) معروف و یقال له الجری وهو نوع من یشبه الحیات، و یقال له بالفارسیة المار ماہی^۲ ۱ھ ملتقطاً۔ جریث بروزن سکیت معروف مچھلی ہے۔ اس کو جری کہا جاتا ہے اور مچھلی کی قسم سانپ کے مشابہ ہے اس کو فارسی میں مار ماہی کہتے ہیں اھ ملتقطاً۔ (ت)

حیاء الحيوان میں ہے:

الجریث هو هذا السمك الذى يشبه الثعبان وجميعه جراثى و یقال له ایضاً الجری بالكسر والتشديد وهو نوع من السمك يشبه الحية، ویسی بالفارسیة مار ماہی، وقد تقدم فى الهمة انه الانكليسي قال الجاحظ انه ياكل الجردان وهو حبة الماء وحكمه الحل^۳ ۱ھ باختصار۔ جریث یہ مچھلی ہے جو سانپ کے مشابہ ہے اس کی جمع جراثی ہے۔ اس کو جری بھی کہتے ہیں کسرہ اور شد کے ساتھ، وہ مچھلی ہے جو سانپ کے مشابہ ہے اس کو فارسی میں مار ماہی کہتے ہیں، اور ہمزہ کی بحث میں گزرا کہ یہ انگلیس ہے جاحظ نے کہا یہ جردان کھاتی ہے۔ اور یہ پانی کا سانپ ہے اس کا یہ حکم ہے کہ وہ حلال ہے اھ باختصار (ت)

مگر فقہائے کرام جسے جریث کہتے ہیں وہ یقیناً مار ماہی کے سوا دوسری مچھلی ہے کہ متون و شروح و فتاویٰ میں تصریحاً دونوں کا نام جدا جدا ذکر فرمایا، لاجرم مغرب میں کہا: ہو غیر المار ماہی^۴ (وہ مار ماہی کا غیر ہے۔ ت) علامہ ابن کمال باشا اصلاح و ایضاح میں فرماتے ہیں:

(والجریث والمار ماہی) الجریث نوع من السمك غیر المار ماہی ذکرہ فی المغرب، وانما افردهما بالذکر لهما كان الخفاء فی كونهما (جریث اور مار ماہی) جریث مچھلی کی قسم ہے جو مار ماہی کا غیر ہے۔ یہ مغرب میں مذکور ہے۔ ان دونوں کو علیحدہ اس لئے ذکر کیا کہ ان کے مچھلی ہونے میں خفا ہے۔

^۱ مجمع بحار الانوار باب الجیم مع الرء تحت "جرث" مكتبة دار الايمان المدينة المنورة ۳۹-۳۸

^۲ تاج العروس فصل جیم من باب الثاء تحت "الجرث" دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۹/۱

^۳ حیاء الحيوان باب الجیم الجریث مصطفى البابی مصر ۲۷۴/۱

^۴ المغرب

من جنس السمک، ولیمان الخلاف، فیہما لمحمد، ذکرہ صاحب المغرب ¹ ۔	نیز ان کے حکم میں محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اختلاف ہے اس کو صاحب مغرب نے بیان کیا ہے۔ (ت)
---	---

حاشیہ الکشری علی الانور میں ہے:

الجریث نوع من السمک غیر مار ماہی ² ۔	جریت مچھلی کی قسم ہے جو مار ماہی کا غیر ہے۔ (ت)
---	---

یہ ایک سیاہ رنگ گول مچھلی ڈھال کی مانند ہے اسے فارسی میں ماہی کول کہتے ہیں۔ در مختار میں ہے:

(الجریث) سمک اسود (والمار ماہی) سمک فی صورة الحیة وافردہما بالذکر للخفاء، وخلاف محمد ³ ۔	(جریت) سیاہ رنگ کی مچھلی ہے۔ (مار ماہی) یہ سانپ کی شکل کی مچھلی ہے۔ ان دونوں کو علیحدہ اس لئے ذکر کیا ہے ان کے مچھلی ہونے میں خفاء ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس میں اختلاف بھی ہے۔ (ت)
---	---

(جریت) سیاہ رنگ کی مچھلی ہے۔ (مار ماہی) یہ سانپ کی شکل کی مچھلی ہے۔ ان دونوں کو علیحدہ اس لئے ذکر کیا ہے ان کے مچھلی ہونے میں خفاء ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس میں اختلاف بھی ہے۔ (ت) عمدۃ القاری میں بعد عبارت مذکورہ و نقل اقوال مسطورہ ہے: قلت الجریث سمک اسود⁴ (میں کہتا ہوں "جریت" سیاہی رنگ کی مچھلی ہے۔ (ت) فتح اللہ المعین حاشیہ الکنز للعلامة الازہری میں ہے:

الجریث سمکة سوداء قاله العینی وقال الوافی الجریث بکسر الجیم والراء وتشدیدها نوع من السمک مدورة کالترس ⁵ ۔	جریت سیاہ رنگ کی مچھلی ہے۔ یہ علامہ عینی نے فرمایا ہے۔ جبکہ وافی نے کہا کہ جریت را اور جیم کے کسرہ اور شد کے ساتھ، مچھلی کی قسم ہے جو ڈھال کی طرح گول ہوتی ہے۔ (ت)
--	--

اسی طرح طحاوی و شامی وغیرہا میں ہے:

عازیہ لابی السعود وزل قلم العلامة ط فجعله عنہ عن العینی وانما ذلک صدر الکلام فقط. امام الاخیر	انہوں نے اس کو ابو سعود کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ علامہ طحاوی کا قلم پھسلا ہے تو انہوں نے اس کو ابو سعود سے علامہ عینی سے منقول بتایا ہے۔ یہ
---	---

¹ اصلاح و ایضاح علامہ ابن کمال پاشا

² حاشیہ الکشری علی انوار الاعمال

³ در مختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی، دہلی ۲/۲۲۹

⁴ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب قول اللہ تعالیٰ احل لکم صید البحر ادارة الطباعة المنيرية بیروت ۲۱/۱۰۵

⁵ فتح المعین کتاب الذبائح فصل فیما یحل و فیما لا یحل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۳۷۴

فعلن الوافی کہا اسمعناک نصہ۔	ابتداء کلام میں ہے اور آخر میں وافی سے منقول بتایا جس کو ہم نے ذکر دیا ہے۔ (ت)
------------------------------	--

ذخیرۃ العقلمی میں ہے: یقال له بالفارسیة ماہی کول^۱ (اسے فارسی میں ماہی کول کہا جاتا ہے۔ ت) سبھی میری زبان کا لفظ نہیں، غایۃ الاوطار والے دونوں مترجم دہقانی تھے، دیہاتوں کی زبان دیہاتی جانیں، واللہ تعالیٰ اعلم، وعلیہ جل مجدہ اتمہ واحکم۔

مسئلہ ۱۶۸: از بریلی مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں ۲ رمضان مبارک ۱۳۱۰ھ

ماقولکم غفراللہ لکم فی هذه المسئلة افیدونا	اس مسئلہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے ہمیں مطلع فرمائیں اللہ
یرحکم اللہ خوردن ماہی بسیار کو چک بحاشیہ مالابدمنہ	تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے کہ مالابدمنہ میں نہایت چھوٹی مچھلی
مکروہ تحریمی نوشہ است؟	کو کھانا مکروہ ہے تحریمی لکھا ہے؟

الجواب:

ماہی ریزہ کہ شایان شق شوف نباشد، ہمچنانا شکم چاک ناکردہ بریاں کنندش، نزد امام شافعی حرام ست، ونزد سائر ائمہ حلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کمانص علیہ فی معراج الدرایۃ، ثم ردالمحتار، ونصہ لو وجدت سبکۃ فی حوسلۃ طائر توکل، وعند الشافعی لا توکل لان کالر جیع ورجیع الطائر عندہ نجس، وقلنا انما یعتبر رجیعاً اذا تغیر و فی السبک الصغار التی التی تغلی من غیر ان یشق جوفہ۔ فقال اصحابہ لایحل اکلہ، لان رجیعہ	باریک ریزہ کی طرح مچھلی جس کا پیٹ چاک نہیں ہو سکتا، اور یوں بے چاک بھون کر کھائی جاتی ہے یہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرام ہے اور باقی ائمہ کرام کے نزدیک حلال ہے۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ) جیسا کہ معراج الدرایۃ میں تصریح ہے اور پھر ردالمحتار میں یوں فرمایا کہ اگر پرندے کے گھونسلہ میں مچھلی پائی جائے تو وہ کھائی جائے، اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کھانا جائز نہیں کیونکہ وہ پرندوں کی بیٹھ کی طرح ہے جبکہ ان کے ہاں پرندے کی بیٹھ نجس ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ بیٹھ تب ہو سکتی ہے جب اس کا رنگ متغیر ہو، اور امام شافعی کے اصحاب چھوٹی مچھلی جس کو چاک کئے بغیر بھون لیا جاتا ہے۔ کہ متعلق فرماتے ہیں اس کا کھانا حلال نہیں ہے کیونکہ اس کی بیٹھ نجس ہے۔ اور باقی
--	---

^۱ ذخیرۃ العقلمی کتاب الذبائح نوکشتور کا پور ۵۷۲/۴

<p>تمام ائمہ کرام کے نزدیک حلال ہے۔ اھ، ہاں میں نے جو اہر الاخلاطی دیدم کہ بکراہت تحریم تصریح وہمیں را تصحیح کردہ است، حیث قال اسمک الصغار کلہا مکروہۃ کراہۃ التحریم ہو الاصح^۲۔ پس اسلم اجتناب ست۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>تمام ائمہ کرام کے نزدیک حلال ہے۔ اھ، ہاں میں نے جو اہر الاخلاطی دیدم کہ بکراہت تحریم تصریح وہمیں را تصحیح کردہ است، حیث قال اسمک الصغار کلہا مکروہۃ کراہۃ التحریم ہو الاصح^۲۔ پس اسلم اجتناب ست۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>
--	--

مسئلہ ۱۶۹: مرسلہ محمد علی اکبر کوڑا سال سویم ڈھاکہ تاریخ ۱۴ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ کہ سوکھی مچھلی (جو دیار بنگالہ میں معروف و مشہور ہے) کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور بر تقدیر حلال ہونے کے اگر کوئی حرام کہے تو اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب:

مچھلی تر ہو یا خشک، مطلقاً حلال ہے۔

<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حلال کیا گیا تمہارے لئے بحری شکار کو۔ (ت)</p>	<p>قال تعالیٰ "أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ"^۳</p>
---	---

سوائے طافی کے جو خود بخود بغیر کسی سبب ظاہر کے دریا میں مر کر آتی ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

<p>السبک یحل اکلہ الامطفاً منہ^۴</p>	<p>مچھلی کھانا حلال ہے ماسوائے پانی پر تیرنے والے مر کر۔ (ت)</p>
--	--

خشک مچھلی کا کسی نے استثناء نہ کیا، اگر حرام کہنے والا جاہل ہے اسے سمجھایا جائے، اور ذی علم ہے تو اس پر حلال خدا کے حرام کہنے کا الزام عائد ہے۔ اسے تجدید اسلام و تجدید نکاح چاہئے، ہاں اگر وہاں سوکھی مچھلی ماہی دریا کے سوا کسی خشکی کے جانور کا نام ہے، جیسے ریگ ماہی، تو اس کا حال معلوم ہونا چاہئے، اگر ریگ ماہی کی طرح حشرات الارض سے ہے تو ضرور حرام ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

<p>جميع الحشرات وهو امر الارض لاخلاف</p>	<p>حشرات الارض مٹی سے پیدا شدہ ہے ان چیزوں کے</p>
--	---

^۱ رد المحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹۶/۵

^۲ جواہر الاخلاطی کتاب الذبائح قلمی نسخہ ص ۲۸۷

^۳ القرآن الکریم ۹۶/۵

^۴ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی مکتب خانہ پشاور ۲۸۹/۵

فی حرمة هذه الاشياء ¹ - واللہ تعالیٰ اعلم۔	حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
	(ت)

مسئلہ ۱۷۰: مسؤلہ مولوی غلام گیلانی صاحب شمس آباد ضلع سکیمیل پور ۲۵ شعبان ۱۳۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض ملکوں میں مچھلی خشک اور گوشت خشک کھایا جاتا ہے، قبل پکانے کے تو تو اس میں سخت بدبو ہوتی ہے مگر بعد پکنے کے بھی بدبو باقی رہتی ہے، کیا اس کا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا تو جو روا
الجواب:

فی الواقع ایسی سخت بدبو دار چیز علاوہ اس کے کہ نفاست طبع کے خلاف ہے، نظافت دین سے بھی جدا ہے۔ وبنی الدین علی النظافة (دین کی بنیاد نظافت پر ہے۔ ت) مسموع ہوا کہ اس کے مستعملین کے بدن ودہن میں اس کی بو بس جاتی ہے۔ یہ علاوہ کراہت اکل کے اور بلائے شدید اور ملائکہ کو ایذا ہے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الملائكة تتأذى لما يتأذى به بنو آدم ² ۔	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جس سے بنی آدم اذیت پائیں اس سے فرشتے بھی اذیت پاتے ہیں (ت)
---	---

اور ایسی حالت میں ان کو قرآن مجید پڑھنا منع ہے۔ حدیث میں ہے:

طیبوا افواہکم فانہا طرق القرآن ³ ۔	اپنے منہ صاف رکھو کیونکہ یہ قرآن کا راستہ ہیں۔ (ت)
---	--

بلکہ جو بدبو پر مشتمل ہو اسے مسجد میں جانا حرام ہے۔ اور جماعت میں شامل ہونا ممنوع ہے اور جبکہ اس سے ضرر غالب متحقق ہو، تو حرمت میں کیا شبہ ہے۔ فان المضار کلھا حرام (سب ضرر رساں چیزیں حرام ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۷۱: مرسلہ از چاند پور ضلع بجنور محلہ پتیا پاڑہ مکان محمد حسین خاں زمیندار
مچھلی بے ذبح کیوں جائز ہے؟

الجواب:

خون مفسوح ناپاک ہے وہ بدن میں رہے اور جانور مر جائے تو تمام گوشت پوست نجس و حرام ہو جاتا ہے۔

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲۸۹/۵

² صحیح مسلم کتاب المساجد باب نہی من اکل ثوبا ابصلا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۹

³ کنز العمال حدیث ۲۷۵۲، ۲۷۵۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۶۰۳

ذبح سے مقصود اس کا جدا کرنا ہے۔ لہذا حدیث صحیح میں ارشاد ہوا:

<p>جس کا خون بہا دیا گیا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا تو اسے کھاؤ، الحدیث، اس کو صحاح ستہ کے ائمہ نے روایت کیا رافع بن خدیج سے انھوں نے بنی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔ (ت)</p>	<p>مَا نَهَرَ الدَّمُ وَذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ فَكُلُوا¹، الحدیث، رواه السنّة عن رافع بن خديج عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم۔</p>
---	--

اور فرمایا:

<p>خون بہا دے جس سے تو چاہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کر، اس کو احمد نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے۔ (ت)</p>	<p>انهر الدم بما شئت واذكر سم الله² رواه احمد و النسائي وابوداؤد وابن ماجة وابن حبان والحاكم عن عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم۔</p>
--	---

اور وارد ہوا:

<p>جو چیز اوداج کو کاٹ دے۔ الحدیث، اس کو ابن ابی شیبہ نے حضرت رافع بن خدیج سے، اور طبرانی نے کبیر میں ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)</p>	<p>كل ما فرى الاوداج³۔ الحدیث۔ رواه ابن ابی شيبه عن رافع بن خديج والطبرانی فی الكبير عن ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔</p>
---	---

مچھلی اور ٹیری میں خون ہوتا ہی نہیں کہ اس کے اخراج کی حاجت ہو، غیر دُموی کے نزدیک میں ہمارے یہاں صرف یہی دو حلال ہیں، لہذا صرف یہی بے ذبح کھائے جاتے ہیں، شافعیہ وغیر ہم کے نزدیک کہ اور دریائی جانور بھی کل یا بعض حلال ہیں وہ انھیں بھی بے ذبح جائز جانتے ہیں کہ دریائے کسی جانور میں خون نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ صحیح البخاری کتاب الذبائح قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۸۲۷، ۸۳۱ و ۸۳۲، صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب جواز الذبیح بکل ما

انهرام الدم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۱۵۶

² سنن النسائی کتاب الضحایا اباحة الذبیح بالعود نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۲/ ۲۰۵، مسند احمد بن حنبل حدیث عدی بن حاتم

المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۵۸

³ المصنّف لابن ابی شيبه کتاب الصيد من قال اذا انهر الدم الخ ادارة القرآن کراچی ۱۵/ ۳۸۹

مسئلہ ۱۷۲: شمس الہدی طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی محلہ سودا گراں ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ
حضور پر نور کا اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے کہ مچھلی کو اس کی آنت وغیرہ کے کھانا کیسا ہے؟ بینواتو جو روا
الجواب:

مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۳: مسؤلہ شوکت علی صاحب ۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

چہ می فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ (علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ ت) کہ کھانا جھینگا کا درست ہے یا نہیں؟ مکروہ ہے یا حرام؟

الجواب:

حمادیہ میں علماء کے دونوں قول نقل کئے ہیں، کہ بعض حرام کہتے ہیں اور بعض حلال۔

جہاں انھوں نے کہا کہ وہ کیڑا جسے جھینگا کہا جاتا ہے بعض کے نزدیک حرام ہے کیونکہ وہ مچھلی کے مشابہ نہیں ہے۔ جبکہ ہمارے نزدیک سمندری شکار میں مچھلی کی اقسام ہی مباح ہیں، اور جھینگا ان میں سے نہیں ہے۔ اور بعض نے کہا یہ حلال ہے کیونکہ اس کا نام مچھلی ہے۔ (ت)	حيث قال الدود الذي يقال له جهينكه عند بعض العلماء لانه لا يشبه السمك، وانما يباح عندنا من صيد البحر انواع السمك، وهذا لا يكون كذلك، و قال بعضهم حلال لانه يسهى باسم السمك ¹ ۔
--	--

اقول: عبارت حمادیہ سے ظاہر یہی ہے کہ ان کے نزدیک قول حرمت ہی مختار ہے کہ اسی کو تقدیم دی والتقدیم آیۃ التقدیم (مقدم کرنا مقدم بنانے کی علامت ہے۔ ت) اور جھینگے کو دود یعنی کیڑا کہا اور کیڑے حرام ہیں، اور اہل حلت کی طرف سے دلیل میں یہ نہ کہا وہ مچھلی ہے بلکہ یہ کہ اس پر مچھلی کا نام بولا جاتا ہے۔ تحقیق مقام یہ ہے کہ ہمارے مذہب میں مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور مطلق حرام ہیں، تو جن کے خیال میں جھینگا مچھلی کی قسم سے نہیں ان کے نزدیک حرام ہوا ہی چاہئے مگر فقیر نے کتب لغت و کتب طب و کتب علم حیوان میں بالاتفاق اسی کی تصریح دیکھی کہ وہ مچھلی ہے۔ قاموس میں ہے:

الاربیان بالکسر سمک کالدود ² ۔	اربیان کسرہ کے ساتھ، کیڑے کی طرح مچھلی ہے۔ (ت)
---	--

¹ فتاویٰ حادیہ کتاب الصید والذبائح قلمی نسخہ ص ۵۶۷ و ۳۳۲

² القاموس المحيط باب الواؤ فصل الرء مصطفی البابی مصر ۱۳۵۵ھ

صحاح وتاج العروس میں ہے:

الاربیان بیض من السمک کالدودیکون بالبصرة ¹ -	اربیان سفید مچھلی ہے کیڑے کی مانند بصرہ میں ہوتی ہے۔ (ت)
صراح میں ہے: اربیان نوعی از ماہی ست ² (جھینگا، مچھلی کی ایک قسم ہے۔ ت) منتهی الارب میں ہے:	
نوعی از ماہی ست کہ آنرا ہندی جھینگا میگویند ³ -	مچھلی کی ایک قسم ہے اسے ہندی میں جھینگا کہتے ہیں۔ (ت)
مخزن میں ہے:	
روبیان اور اربیان نیز آمدہ بفارسی ماہی روبیان نامند ⁴ -	روبیان اور اربیان بھی آیا ہے۔ فارسی میں اس مچھلی کو روبیان کہتے ہیں۔ (ت)
اسی طرح تحفہ میں ہے۔ تذکرہ داؤدانطائی میں ہے:	
روبیان اسم لضرب من السمک یکثیر ببحر العراق و القلزم احمر کثیر الارجل نحو السرطان لکنہ اکثر لهما ⁵ -	روبیان مچھلی کی قسم ہے، بحر عراق اور بحر قلزم میں بکثرت پائی جاتی ہے یہ سرخ رنگ اور کثیر پاؤں والے کیڑے کی طرح ہوتی ہے لیکن وہ گوشت میں زیادہ ہے۔ (ت)
حیاء الحيوان الکبریٰ میں ہے:	
الروبیان هو سمک صغیر جدا احمر ⁶ -	روبیان بہت چھوٹی مچھلی سرخ رنگ ہوتی ہے۔ (ت)

¹ تاج العروس باب الواؤ والبیاء فصل الرءاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰/ ۱۴۳

² الصراح فی لغة الصحاح باب الواؤ والبیاء نوکثور لکنوص ۳۵۳

³ متن الارب باب الرءاء فصل البیاء مطبع اسلامیہ لاہور ۱۲/ ۹۲

⁴ مخزن الارویة فصل الرءاء مع الواؤ نوکثور کانپور ص ۳۱۳

⁵ تذکرہ اولی الالباب لداؤدانطائی الباب الثالث حرف الرءاء مصطفیٰ الباب مصر ۱۷۱

⁶ حیاء الحيوان باب الرءاء البهملہ تحت الروبیانہ مصطفیٰ الباب مصر ۱۷۸

جامع ابن بطار میں ہے:

روبیان سمک بحری تسبیہ اهل مصر الفرندس، واهل الاندلس يعرفونه بالقبرون ¹ ۔	روبیان سمندری مچھلی ہے۔ مصر والے لوگ اسے فرندس اور اہل اندلس اسے قمرن کے نام سے جانتے ہیں۔ (ت)
--	---

انوار الاسرار میں ہے:

الروبیان سمک صغار جدا احمر ² ۔	روبیان بہت چھوٹی مچھلی سرخ رنگ ہوتی ہے۔ (ت)
---	---

تو اس تقدیر پر حسب اطلاق متون و تصریح معراج الدرایہ مطلقاً حلال ہونا چاہئے کہ متون میں جمیع انواع سمک حلال ہونے کی تصریح ہے۔

والطافی لیس نو عابرا سے، بل وصف یعتری کل نوع۔	طافی کوئی قسم نہیں ہے بلکہ یہ ایک وصف ہے جو ہر قسم کو لاحق ہو سکتا ہے۔ (ت)
---	---

اور معراج میں صاف فرمایا کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں جن کا پیٹ چاک نہیں کیا جاتا اور بے آلائش نکالے بھون لیتے ہیں امام شافعی کے سوا سب ائمہ کے نزدیک حلال ہیں، ردالمحتار میں ہے:

وفي معراج الدرایة ولو وجدت سمكة في حوصلة طائر توکل وعند الشافعی لا توکل لانه کالر جیع ور جیع الطائر عندہ نجس، وقلنا انما یعتبر رجیعا اذا تغیر و في السمک الصغار التي تغلی من غیر ان یشق جوفه فقال اصحابه لا یحل اکلہ لان رجیعه نجس وعند سائر الائمة یحل ³ ۔	اور معراج الدرایہ میں ہے اگر پرندے کے گھونسلے میں مچھلی پائی جائے کھائی جائے، اور امام شافعی کے نزدیک نہ کھائی جائے کیونکہ پرندے کی بیٹھ کی طرح ہے، اور ان کے ہاں پرندے کی بیٹھ نجس ہے اور ہم کہتے ہیں بیٹھ تب بنے گی جب متغیر ہو جائے گی، اور چھوٹی مچھلی جس کو بغیر چاک کئے بھون لیا جاتا ہے شافعی حضرات فرماتے ہیں حلال نہیں ہے کیونکہ اس کی بیٹھ نجس ہے۔ اور باقی ائمہ حلال کہتے ہیں۔ (ت)
---	---

مگر فقیر نے جوہر الاخطاری میں تصریح دیکھی ہے کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں سب مکروہ تحریمی ہیں اور یہ کہ یہی صحیح تر ہے۔

¹ الجامع المفردات الادویة والاغذیة حرف الراء تحت روبیان دار الکتب العلمیة بیروت ۴/ ۲۴۵

² انوار الاسرار

³ ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۶

جہاں کس کہ چھوٹی تمام مچھلیاں مکروہ تحریمہ ہیں یہی صحیح ہے۔ (ت)	حيث قال السمك الصغار كلها مكروهة كراهة التحريم هو الاصح ^۱ ۔
---	--

جھینگے کی صورت تمام مچھلیوں سے بالکل جدا اور کنگے وغیرہ کیڑوں سے بہت مشابہ ہے۔ اور لفظ ماہی غیر جنس سمک پر بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے ماہی ستفقور، حالانکہ وہ ناکے کا بچہ ہے کہ سواحل نیل پر خشکی میں پیدا ہوتا ہے۔ اور ریگ ماہی کہ قطعاً حشرات الارض اور ہمارے ائمہ سے حلت رو بیان میں کوئی نہیں معلوم نہیں اور مچھلی بھی ہے تو یہاں کے جھینگے ایسے ہی چھوٹے ہیں جن پر جو امر اخلاطی کی وہ تصحیح وارد ہوگی، بہر حال ایسے شبہ و اختلاف سے بے ضرورت بچنا ہی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۶ تا ۱۷۴: از بریلی مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲ رمضان مبارک ۱۳۱۰ھ

ان مسائل میں آپ کا کیا حکم ہے ہمیں بتاؤں، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے:	ماقولکم غفر اللہ لکم هذه المسائل افيدونا يرحمکم اللہ تعالیٰ:
(۱) جھنگا کا کھانا کیا حکم رکھتا ہے؟	(۱) جھینگا خوردن چه حکم دارد؟
(۲) انڈے کا چھلکا کھانا؟	(۲) پوست بیضہ خوردن؟
(۳) مکرے کا جالا کھانا؟	(۳) لچ عنکبوت خوردن؟

الجواب:

(۱) مختلف فیہ ہے۔ جو حضرات اس کو مچھلی کی قسم کہتے ہیں حلال کہتے ہیں، کیونکہ مچھلی کی تمام اقسام ہمارے نزدیک حلال ہیں، اور جو حضرات اس کو غیر مچھلی کہتے ہیں وہ حرام مانتے ہیں کیونکہ مچھلی کے ماسوا تمام آبی جانور ہمارے نزدیک حرام ہیں، ایسے مسائل میں اجتناب بہتر ہے، الحمد للہ اس فقیر اور اس کے گھر والوں نے عمر بھر نہ کھایا اور نہ اسے کھائیں گے، واللہ تعالیٰ اعلم۔	(۱) مختلف فیہ است۔ ہر کہ از جنس ماہی دانستہ حلال گفته فان السمک بجميع انواعه حلال عندنا۔ ہر کہ غیر او گمان بُردہ بحرمت رفتہ اذکل مائٹی ماخلا السمک حرام عندنا، اسلم در ہچوں مسائل اجتناب است الحمد للہ فقیر و اہل بیت فقیر عمر باست کہ نخوردہ ایم ونہ ہر گزارادہ خوردنش دادیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۲) انڈے کا چھلکا انڈے کے حکم میں ہے کیونکہ	(۲) پوست بیضہ جزاوست پس در حلت و

^۱ جواہر الاخلاطی کتاب الذبائح قلمی نسخہ ص ۲۲۹-۲۸۷

<p>اس کا جزء ہے جیسا کہ حیوان کی کھال، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۳) مکڑے کے جالے کا حکم خیال میں نہیں ہے اور نہ ہی یہاں میری کتب ہیں لیکن ظاہری طور پر ممنوع ہے جس طرح زنبور کا گھر ممنوع ہے جیسا کہ ہندیہ میں ملتقط سے اور وہاں امام خلف بن ایوب رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کیونکہ جالا مکڑے کے لعاب سے بنتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>حرمت بکرم اوست ہچوں جلد حیوان، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۳) تصریح میں جزئیہ ایدوں بخیاں نیست نہ اینجا کتب حاضر دارم اما ظاہر ممانعت است ہچوں خانہ زنبور کمانص علیہ فی الہندیۃ^۱ عن الملتقط عن الامام خلف بن ایوب رحمہ اللہ تعالیٰ زیرا کہ نسجش متولد از لعاب اوست۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

مسئلہ ۱۷۷: از موضع ڈرہال ضلع مراد آباد مرسلہ شیخ محمد اسماعیل صاحب ۲۱ شوال ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ ملائم ہڈی کو چبالتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور ایک ہڈی ملائم گائے کے
نشانہ میں ہوتی ہے جس کو چبانی کہتے ہیں اور اسے گوشت کے ساتھ کھالتے ہیں۔ بینواتوجروا
الجواب:
جانور حلال مذبوح کی ہڈی کسی قسم کی منع نہیں جب تک اس کے کھانے میں مضرت نہ ہو، اگر ہو تو ضرر کی وجہ سے ممانعت
ہوگی، نہ اس لئے کہ ہڈی خود ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی مکتب خانہ کراچی ۱۵/ ۲۹۰

کتاب الصيد

(شکار کا بیان)

مسئلہ ۱۷۸: ۱۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

(آپ کا کیا فرمان ہے) اندریں مسئلہ کہ ایک شخص روز شکار بندوق کا شوقیہ کھیلتا ہے۔ پس حکم شرع شریف کے کس قدر شکار کھیلنا جائز ہے اور کس وقت میں؟ اور وہ شکاری ہر روز شکار کھیلنے سے گنہگار ہوتا ہے یا نہیں؟ دریں امور چہ حکم دارد، بینوا مفصلاً توجروا کثیرا۔

الجواب:

شکار کہ محض شوقیہ بغرض تفریح ہو، جیسے ایک قسم کا کھیل سمجھا جاتا ہے ولہذا شکار کھیلنا کہتے ہیں، بندوق کا ہو خواہ مچھلی کا، روزانہ ہو خواہ گاہ گاہ۔ مطلقاً باتفاق حرام ہے۔ حلال وہ ہے جو بغرض کھانے یا دوا یا کسی اور نفع یا کسی ضرر کے دفع کو ہو آج کل بڑے بڑے شکاری جو اتنی ناک والے ہیں کہ بازار سے اپنی خاص ضرورت کے کھانے یا پہننے کی چیزیں لانے کو جانا اپنی کسر شان سمجھیں، یا نرم ایسے کہ دس قدم دھوپ میں چل کر مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہونا مصیبت جانیں، وہ گرم دو پہر، گرم لو میں گرم ریت پر چلنا اور ٹھہرنا، اور گرم ہوا کے تھپیڑے کھانا گوارا کرتے اور دو دو پہر دو دو دن شکار کے لئے گھر بار چھوڑے پڑے رہتے ہیں کیا یہ کھانے کی غرض سے جاتے ہیں، حاشا وکلا بلکہ وہی لہو و لعب ہے اور بالاتفاق حرام، ایک بڑی پہچان یہ ہے کہ ان شکاریوں سے اگر کہے مثلاً مچھلی بازار میں ملے گی وہاں سے لے لیجئے ہر گز قبول نہ کر سکیں گے، یا کہتے کہ اپنے

پاس سے لائے دیتے ہیں، کبھی نہ مانیں گے بلکہ شکار کے بعد خود اس کے کھانے سے بھی چنداں غرض نہیں رکھتے بانٹ دیتے ہیں، تو یہ جانا یقیناً وہی تفریح و حرام ہے۔ در مختار میں ہے:

الصیید مباح الا للتلہی کما ہو ظاہر^۱۔ شکار مباح ہے مگر لعب کے طور پر مباح نہیں۔ (ت)

اسی طرح اشباہ و زاریہ و مجمع الفتاویٰ وغنیہ ذوی الاحکام و تانار خانہ و رد المحتار و غیرہ میں عامہ اسفار میں ہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۷۹: معرفت مولوی امام بخش صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام مسؤلہ و حید احمد خاں ۱۸ محرم ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شکار تفریحاً کھیلنا حرام ہے، زید کہتا ہے کہ شکار اگر گوشت کھانے کے واسطے کھیلا جائے تو کچھ حرج نہیں کیونکہ ہم روز گوشت ہی کھاتے ہیں اور چونکہ آج کل گوشت مہنگا ہے اس واسطے شکار سے ہم کو فائدہ ہوگا، اور اگر یہ کہو کہ کسی جان بے فائدہ لینا ٹھیک نہیں تو روز گوشت کیوں کھاتے ہو، زید کی اس گفتگو پر یہ سوال کیا گیا کہ تم مہنگے کا سوال پیش کرتے ہو، اور اگر تمہیں شکار سے پیٹ ہی بھرنا مقصود ہے تو روز شکار کیوں نہیں کھیلتے تاکہ تم کو پورا فائدہ حاصل ہو، گاہے گاہے کیوں شکار کھیلتے ہو، وہ بھی اپنے ہمعامروں کو ساتھ لے جا کر، اس سے یہ ظاہر ہوا کہ تم تفریحاً ہی شکار کھیلتے ہو، جس کی اجازت شرع شریف نہیں دیتی یہ بے نوا حضور سے مستفتی ہے کہ زید کی گفتگو صحیح ہے یا نہیں؟ اور زید کی یہ تاویل قابل سماعت ہوگی یا نہیں جبکہ نہ مجبوری ہے نہ کسی بیماری کی صحت شکار کے گوشت سے مد نظر ہے۔

الجواب:

تفریح کے لئے شکار حرام ہے۔ اور غذا یا دوا کے لئے مباح ہے۔ اور نیت کا علم اللہ کو ہے۔ اگر واقعی وہ کھانے ہی کے لئے شکار کو جاتا ہے تفریح مقصود نہیں تو حرج نہیں، اور اس کی علامت یہ ہے کہ مچھلی کے شکار کو جانا چاہئے، اور مچھلیاں بازار میں ملتی ہوں اور دام رکھتا ہو، نہ خریدے بلکہ شکار ہی کر کے لائے اور وہ تکالیف و مصائب جو اس میں ہوتی ہے گوارا کرے تو ہرگز اسے کھانا مقصود نہیں بلکہ وہی تفریح و اللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ

مسؤلہ علی احمد صاحب

مسئلہ ۱۸۰:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شکار مچھلی کا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ شکار چارہ تلی سے اور گھیسے سے کھیلا جاتا ہے۔

^۱ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الصیید مطبع مجتہبی دہلی ۲/۲۶۱

الجواب:

کسی جانور کا شکار اگر غذا یا دوا یا دافع ایذا یا تجارت کی غرض سے ہو جائز ہے اور جو تفریح کے لئے ہو جس طرح آج کل رائج ہے اور اسی لئے اسے شکار کہلاتے ہیں اور وہ جو کھانے کے لئے بازار سے کوئی چیز خرید کر لانا عاریتاً، دھوپ اور لو میں خاک اڑاتے اور پانی بجاتے ہیں، یہ مطلقاً حرام ہے۔ کمانص علیہ فی الاشباہ والدر المختار وغیرہا (جیسا کہ اشباہ اور در مختار وغیرہما میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) پھر مچھلی کا شکار کہ جائز طور پر کریں، اس میں زندہ گھسیا پرونا جائز نہیں، ہاں مار کر ہو یا تلی وغیرہ بے جان چیز تو مضائقہ نہیں، یہ سب اس فعل کی نسبت احکام تھے، رہی شکار کی ہوئی مچھلی اس کا کھانا ہر طرح حلال ہے، اگرچہ فعل شکار ان ناجائز صورتوں سے ہوا ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۱: از حیدرآباد دکن محلہ افضل گنج اقامت گاہ مفتی لطف اللہ صاحب علی گڑھ نج ریاست حیدرآباد مرسلہ جناب صاحبزادہ مولوی سید احمد اشرف میاں صاحب متوطن کچھوچھا شریف ضلع فیض آباد، شاگرد رشید مفتی صاحب مذکور ۳ محرم الحرام شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ بندوق کی گولی سے مارا شکار حلال ہے یا حرام، گولی کو حلت صید میں تیر کا حکم ہے یا نہ۔ یں؟ لمبی شکل کی جو گولیاں ہوتی ہے ان کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

الجواب:

بندوق کی گولی دربارہ حلت صید حکم تیر میں نہیں، اس کا مارا ہوا شکار مطلقاً حرام ہے۔ کہ اس میں قطع و خرق نہیں، صدم و دق و کسر و خرق ہے، شامی میں ہے:

لا یخفی ان الجرح بالرصاص انما هو بالاخراق، و الثقل بواسطة اندفاعه العنیف اذ الیس له حد فلا یحل وبه افقی ابن نجیم ^۱ ۔	یہ مخفی نہیں کہ تیر کی گولی کا زخم اس کے جلانے اور ثقل کی وجہ سے ہے جو بذریعہ شدید دباؤ کے حاصل ہوتا ہے کیونکہ دھار نہیں ہوتی تو شکار حلال ہوگا، اور یہی ابن نجیم کا فتویٰ ہے۔ (ت)
---	--

مطلوب شکل کی جو گولیاں ہیں اولاً: وہ بھی دھار دار نہیں ہوتی بلکہ تقریباً بیضوی شکل پر سنی جاتی ہیں، اور آلہ کا حدید یعنی تیز ہونا اگرچہ شرط نہیں مگر محدود یعنی باڈھ دار ہونا کہ قابل قطع و خرق ہو ضرور ہے۔ ثانیاً: اگر بالفرض گولی تیر کی طرح دھار دار رہی بنائی جائے اور اسے بطور معبود بندوق سے سر کریں جب بھی

^۱ رد المحتار کتاب الصيد دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۰۲

ثبوت حلت میں نظر ہے کہ صرف دھار دار کا وجود ہی کافی نہیں، بلکہ تین بھی ضروری ہے، اس کی دھار سے قطع ہونا ہی باعث قتل ہوا۔ اور یہاں ایسا نہیں کہ اس کا احراق و صدمہ شدید قاتل ہے کما سمعت انفاً (جیسا کہ ابھی آپ نے سناتے) تو محتمل کہ یہی وجہ قتل ہوا ہو، نہ قطع، اور بحالت شک و احتمال حکم حرمت ہے۔ ہدایہ میں ہے:

<p>ان مسائل میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر موت یقینی طور پر زخم کی طرف منسوب ہو تو شکار حلال ہے، اور اگر وہ ثقل کی طرف منسوب ہو تو یقیناً حرام ہے، اور اگر شک ہو اور معلوم نہ ہو کہ زخم سے مراد ہے یا ثقل سے تو احتیاطاً حرام ہے۔ (ت)</p>	<p>الاصول فی هذه المسائل ان الموت اذا كان مضافاً الى الجرح بيقين كان الصيد حلالاً، واذا كان مضافاً الى الثقل بيقين كان حراماً، وان وقع الشك ولا يدري مات بالضرع او بالثقل كان حراماً احتياطاً¹</p>
---	---

اسی میں ہے:

<p>بندوق لگنے سے ہلاک شدہ کو نہ کھایا جائے کیونکہ وہ دباؤ سے توڑتی ہے زخم نہیں کرتی، اور اسی طرح اگر پتھر مارا اور دباؤ سے زخمی ہوا، وضاحت یہ ہے کہ اگر پتھر بھاری ہو اور اس کی دھار ہو تو حرام ہے کیونکہ احتمال ہے کہ ثقل کے دباؤ سے ہلاک ہوا ہو، اس لئے حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>لا یوکل ما اصابه البندق فمات بها لانها تدق وتکسر ولا تجرح و كذلك ان رماء بحجر و كذلك ان جرحه، قالوا تاويله اذا كان ثقيلاً وبه حدة لاحتمال انه قتله بثقله الخ²، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

مسئلہ ۱۸۲: ۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، چہ می فرمائید علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں باب (اس باب میں علمائے دین و مفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں۔ ت) کہ ایک شخص نے بسم اللہ کہہ کر شکار پر بندوق چلائی، پس جس وقت جا کر دیکھا تو کوئی آثار اس میں زندگی کے نہ تھے اور نہ جنبش تھی، جس وقت کہ اس کو ذبح کیا تو خون نکلا اچھی طرح سے، پس وہ شکار حلال ہے یا حرام؟ اور اگر اس کو حلال نہ کرتے تو حلال ہوتا یا حرام؟ اور

¹ الهدایة کتاب الصيد مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۵۰۹

² الهدایة کتاب الصيد مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۵۰۸ و ۵۰۹

در صورت نہ نکلنے خون کے بھی، جواب تحریر فرمائے۔

الجواب:

اگر ذبح کر لیا اور ثابت ہوا کہ ذبح کرتے وقت اس میں حیات تھی مثلاً پھڑک رہا تھا یا ذبح کرتے وقت تڑپا اگرچہ خون نہ نکلا، یا خون ایسا دیا جیسا مذبح سے نکلا کرتا ہے اگرچہ جنبش نہ کی، یا کسی اور علامت سے حیات ظاہر ہوئی تو حلال ہے۔ اور اگر بندوق سے مار کر چھوڑ دیا ذبح نہ کیا یا کیا مگر اس میں وقت ذبح حیات کا ہونا ثابت نہ ہوا تو حرام ہے۔ غرض مدار کا اس پر ہے کہ ذبح کر لیا جائے اور وقت ذبح اس میں رمق حیات باقی ہو، اگرچہ نہ جنبش کرے نہ خون دے حلال ہو جائے گا، ورنہ حرام، درمختار میں ہے:

مریض بکری ذبح کی تو اس نے حرکت نہ کی اور خون نکلا تو حلال ہے ورنہ نہیں بشرطیکہ ذبح کے وقت زندہ ہونا نہ معلوم ہو سکا اور اگر زندہ ہونا یقیناً معلوم ہے تو مطلقاً حلال ہے اگرچہ حرکت نہ کرے، اور خون نہ نکلے یہ صورت گلہ گھونٹنے، اوپر سے گرنے والے اور سینگ زدہ میں متحقق ہوتی ہے اور جس کا پیٹ بھیڑیے نے پھاڑ دیا ہو وہاں یہ صورت ہو سکتی ہے تو ایسے جانور کا ذبح ہونا حلال کر دے گا اگرچہ ان کی خفیف زندگی معلوم ہے، اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: الا ما ذکیتم یعنی جس کو تم نے ذبح کر دیا، بلا تفصیل یہ حکم ہے اہ اور ردالمحتار میں بزازی سے انھوں اسیمجانی سے انھوں نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ محض خون نکلنا حیات کی دلیل نہیں مگر ایسا نکلے جیسے زندہ سے نکلتا ہے تو حیات کی دلیل ہے۔ اور یہ ظاہر الروایۃ ہے۔ (ت)

ذبح شاة مریضة فتحرکت اوخرج الدم حلت والا لا ان لم تدر حیاته عند الذبح وان علم حیاته حلت مطلقاً. وان لم تتحرك ولم يخرج الدم وهذا يتأقی فی منخنقة ومردية ونطيحة، والتي بقر الذئب بطنها فذکاة هذ الاشياء تحلل وان كانت حیاتها خفیفة وعلیه الفتوی لقوله تعالی الا ما ذکیتم من غیر فصل¹ اھ وفي ردالمحتار عن البزازی عن الاسیبجانی عن الامام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خروج الدم لا یدل علی الحیة الا اذا كان یدل علی خروج کما یدل علی الحیة قال وهو ظاہر الروایة²۔

اسی کی کتاب الصيد میں ہے:

اوپر سے گرنے والی اور اسی جیسی مثلاً سینگ زدہ،

المعتبر فی المتردیة واخواتها کنطیحة

¹ درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتہائی دہلی ۲/۲۳۰

² ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۹۶

<p>لاٹھی زدہ، درندہ کی کھائی ہوئی، اور مریضہ میں مطلق حیات معتبر ہے اگرچہ حیات قلیل ہی ہو جیسا کہ ہم نے اس طرف اشارہ کر دیا ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت)</p>	<p>وموقوذة وما أكل السبع والمريضة مطلق الحياة وان قلت كما أشرنا اليه وعليه الفتوى¹۔</p>
--	--

مدارک التنزیل میں ہے:

<p>موقوذة وہ ہے جس کو لاٹھی یا پتھر سے مارا ہو۔ (ت)</p>	<p>الموقوذة التي ائخنوباً بضر بأعضی او حجر²۔</p>
---	---

معالم میں ہے:

<p>قائد نے کہا جاہلیت میں لوگ لاٹھی مارتے جب مرجاتی تو اسے کھاتے تھے اھ، تو ظاہر ہوا کہ کسی دباؤ والی چیز سے ضرب لگی ہوئی جیسے بندق اگرچہ تانبے کی گولی ہو تو وہ موقوذة یعنی لاٹھی زدہ کے حکم میں ہے تو وہ ذبح سے حلال ہوگی اگرچہ حیات قلیل ہو۔ (ت)</p>	<p>قال قتادة كانوا يضربونها بالعصى فإذا ماتت أكلوها³ اھ فظهران المضروب بكل مشقل كالبنذقة ولو بندقة الرصاص كله من الموقوذة فيحل بالذكاة وان قلت الحياة۔</p>
---	---

ردالمحتار میں ہے:

<p>مخفی نہیں کہ تانبے کی گولی کا زخم جلانے اور ثقل سے جو شدید دباؤ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ بنتا ہے۔ کیونکہ دھار نہیں ہوتی، لہذا اس زخم سے حلال نہ ہوگی، اسی پر ابن نجیم نے فتویٰ دیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>لا يخفى ان الجرح بالرصاص انما هو بالاحراق و الثقل بواسطة اندفاعه العنيف اذ ليس له حد فلا يحل وبه افق ابن نجيم⁴، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

¹ درمختار کتاب الصید مطبع مجتہبی دہلی ۱۲/ ۲۶۳

² مدارک التنزیل (تفسیر نسفی) تحت آیہ ۳/۵ دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۶۹۹

³ معالم التنزیل علی بامش تفسیر الخازن تحت آیہ ۳/۵ مصطفیٰ البابی مصر ۲/ ۷

⁴ ردالمختار کتاب الصید دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۰۴

مسئلہ ۱۸۳: از گوئذہ بہر انج مکان مولوی مشرف علی صاحب مرسلہ حضرت سید حسین حیدر میاں صاحب ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ء
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بندوق کا شکار کھانا جبکہ تکبیر کے ساتھ سر کی جائے کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

اگر زندہ پایا اور ذبح کیا، ذبح کے سبب حلال ہو گیا ورنہ ہر گز نہ کھایا جائے، بندوق کا حکم تیر کی مثل نہیں ہو سکتا، یہاں آلہ وہ چاہے جو اپنی دھار سے قتل کرے۔ اور گولی چھرے میں دھار نہیں، آلہ وہ چاہے جو کاٹ کر تا ہو۔ اور بندوق توڑ کرتی ہے نہ کہ کاٹ، ردالمحتار میں ہے:

لا یخفی ان الجرح بالرصاص انما هو بالاحراق و الثقل بواسطة اندفاعه العنیف اذ لیس له حد فلا یحل وبہ افتی ابن نجیم ^۱ ۔	مخفی نہیں کہ تانبے کی گولی کا زخم جلانے اور نفل جو شدید دباؤ سے حاصل ہوتے ہیں سے بنتا ہے کیونکہ گولی کی دھار نہیں ہوتی، لہذا اس سے حلال نہ ہوگی، اس پر ابن نجیم نے فتویٰ دیا ہے۔ (ت)
---	--

فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے:

لا یحل صید البندقۃ وما اشبه ذلک و ان خرق لانه لا یخرق الا ان یکون شیئ من ذلک قد حدد و طولہ کالسهم و امکن ان یرمی بہی، فان کان کذلک و خرقة بحدہ حل اکلہ ^۲ انتھی، وبہ اندفع ماظن بعض اجلہ علماء کالنفور من الحرمة بالرصاص الکبیر لثقلہ دون الحببات لخفتها و ذلک لان مناط الحل لیس ہی الخفة بل الحد و الخرق، و بدیہی	بندوق وغیرہ کا شکار اگر چہ زخمی ہو جائے حلال نہیں ہے کیونکہ یہ چیزیں نہیں، ہاں اگر گولی کی لمبی دھار ہو تو تیر کی مانند ہونے کی بناء پر اسکی طرف پھینکی جاسکے اور وہ چیر دے تو اس کا کھانا حلال ہوگا، اھ اس بیان سے کانپور کے بعض اجلہ علماء کا یہ گمان مدفوع ہو گیا کہ بڑی تانبے والی گولی سے حرام ہے کیونکہ وہ بھاری ہوتی ہے اور چھرے دار گولی سے حلال ہوگی کیونکہ چھرے باریک ہوتے ہیں، یہ اس لئے کہ حلت کا مدار خفیف و باریک ہونا نہیں ہے بلکہ اس کا مدار
--	--

^۱ ردالمحتار کتاب الصيد دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۰۴

^۲ فتاویٰ امام قاضی خاں کتاب الصيد والذبائح نوکثور لکھنؤ ۱۴/ ۵۳

<p>دھار دار اور چیرنا ہے اور یہ چیز چھروں یعنی دانوں میں بدیہی طور پر نہیں پائی جاتی، آپ دیکھ نہیں رہے جو در مختار میں فرمایا کہ باریک گولی کی دھار ہو تو حلال ہے یہاں انھوں نے صرف خفت پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ دھار کو زائد ذکر کیا اور ایک اور قید بھی ضروری جس کو واضح ہونے کی وجہ سے ذکر نہ کیا وہ یہ کہ دھار لگنے سے زخمی ہو جیسا کہ امام فقیہ النفس (قاضی خاں) کا کلام گزرا، اور کتب میں معراض کے عنوان سے یہ مسئلہ مشہور ہے تو یہی درست ہے کہ گولی کا شکار مطلقاً منع ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔</p> <p>(ت)</p>	<p>ان لاشیعی من ذلك في الحببات الا تری الى ما قال في الدر المختار لو كانت یعنی البندقه خفيفه بها حدة حل^۱ حیث لم یقتصر علی الخفة زاد بها حدة۔ ولا بد من قید آخر ترکه وصرحة به وهو من تصیبه بحدھا كما مر عن الامام فقیه النسف۔ وهي مسألة المعراض الشهيرة في الكتب، فالصواب اطلاق المنع، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔</p>
--	---

مسئلہ ۱۷۳: از کراچی بندر محلہ جمعدار گل محمد مکرانی مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب مکرانی ۳۵ شعبان ۱۳۱۱ھ

<p>علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص بندوق سے شکار کرے اور تانبے کی گولی یا چہرہ سے شکار زخمی ہو کر ذبح سے قبل مر جائے اور وہ بندوق چلاتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ لے تو کیا وہ جانور حلال ہے یا حرام؟ اس مسئلہ میں بندر کراچی کے علماء کا مباحثہ و اختلاف ہے بالآخر دونوں فریقوں نے قرار دیا کہ علمائے بریلی جو بتائیں ہم تسلیم کر لیں گے، جواب دواجر پاؤ قیامت کے روز۔ (ت)</p>	<p>چہ می فرماید علمائے کرام رحمکم ربکم اندرین مسئلہ کہ اگر شخصے شکار بہ تفنگ یعنی بندوق کرد، و بذریعہ بندقہ رصاص یعنی گولی یا چہرہ شکار زخمی شد و شخص مذکور وقت سرکدن بندوق بسم اللہ الرحمن اللہ اکبر ہم گفتہ اما جانور مذکور قبل از ذبح مرد، آیا آن جانور شرعاً حلال است یا حرام؟ درین مسئلہ در میاں علمائے بندر کراچی مباحثہ و اختلاف افتادہ است۔ آخر الامر طرفین بریں قرار دادہ اند کہ ہر جو ایسے علمائے کرام بریلی دہند، جانبین تسلیم نمایند۔ بینوا توجروا یوم الحساب۔</p>
--	--

الجواب:

<p>حلال نہیں ہے کیونکہ اس کے لئے خون بہانے والا آلہ چاہئے نہ کہ وہ جو ٹکڑا کر توڑے یا گرمی سے</p>	<p>حلال نیست زیرا کہ آلہ آں باید کہ دم برندہ دارد نہ آنکہ صدمہ شکنندہ یا گرمی سوزندہ</p>
---	--

^۱ در مختار کتاب الصيد مطبع مجتہبی دہلی ۱۲/۲۶۳

کہا فی رد المحتار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جلائے، جیسا کہ رد المحتار میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۸۵: ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتے کا پکڑا ہوا شکار مسلمان کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ ایک خرگوش کو کتے نے اس طرح پکڑا ہے کہ اس کے دانت خرگوش کے جس میں پیوستہ ہو گئے ہیں، اور بہت سارا جسم اس کا چبا ڈالا ہے کہ خرگوش کے جسم میں خون جاری ہے، ہنوز ابھی جان باقی ہے۔ پس اس کو ذبح کر کے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:

بسم اللہ کہہ کر تعلیم یافتہ کتے کو جو شکار کر کے مالک کے لئے چھوڑ دیا کرے خود نہ کھانے لگے غیر حرم کے حلال جانور، وحشی پر جو اپنے پاؤں یا پروں کی طاقت سے اپنے بچاؤ پر قادر تھا چھوڑا، اور کتا اس کے چھوڑنے سے سیدھا شکار پر گیا یا اسکے پکڑنے کی تدبیر میں مصروف ہوا بیچ میں اور طرف مشغول یا غافل نہ ہو گیا اور اس نے شکار کو زخمی کر کے مار ڈالا یا ایسا مجروح کر دیا اس میں اتنی ہی حیات باقی ہے جتنی مذبح میں ہوتی ہے کچھ دیر تڑپ کر ٹھنڈا ہو جائے گا اور کتے کو چھوڑنے میں کوئی کافر مجوسی یا بت پرست یا ملحد یا مرتد جیسے آج کل نصاریٰ، رافضی، نیچری، وہابی، قادیانی وغیر ہم، خلاصہ یہ کہ مسلمان یا کتبی کے سوا کوئی شریک نہ تھا، نہ شکار کے قتل میں کتے کی شرکت کسی دوسرے کتے نا تعلیم یافتہ یا سگ نیچری یا کسی اور جانور نے کہ جس کا شکار ناجائز ہو اور چھوڑنے والا چھوڑنے کے وقت سے شکار پانے تک اسی طرف متوجہ رہا، بیچ میں کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہوا، تو وہ جانور بے ذبح حلال ہو گیا، اور ان چودہ شرطوں سے ایک میں بھی کمی ہو اور جانور بے ذبح مر جائے تو حرام ہو جائے گا ورنہ حرم کا شکار تو ذبح سے بھی حلال نہیں ہوتا۔ باقی صورتوں میں ذبح شرعی سے حلال ہو جائے گا، تنویر الابصار و در مختار و رد المحتار میں ہے:

کوئی شکار کل پندرہ شرطوں سے مباح بنتا ہے پانچ شرطیں شکاری میں پائی جائیں کہ وہ ذبح کرنے کا اہل ہو، اور وہ خود کتے کو شکار پر چھوڑے، اور اس کے ساتھ چھوڑنے میں ایسا شخص شریک نہ ہو جس کا شکار حلال نہیں ہوتا، اور وہ قصداً بسم اللہ کو ترک نہ کرے، اور کتا چھوڑنے اور شکار کر پکڑ لینے تک

(الصیید بخمسة عشر شرطاً) خمسة في الصائد وهو ان يكون من اهل الذكاة وان يوجد منه الارسال وان لا يشاركه في الارسال من لا يحل صيده، وان لا يترك التسمية عامداً، وان لا يشغل بين الارسال والاخذ

<p>درمیاں میں کسی اور عمل میں مصرو نہ ہو، اور پانچ شرطیں کتے میں پائی جائیں (۱) سکھایا ہو اہو۔ (۲) سیدھا شکار کی طرف جائے (۳) کتے سے شکار کو وصول کرنیوالا ایسا شخص نہ ہو جس کا شکار حلال نہیں ہوتا (۴) شکار کو کتا زخمی کر کے مارے (۵) اور خود شکار کو نہ کھائے۔ اور پانچ شرطیں شکار میں پائی جائیں (۱) پانی میں پیدا ہونے والا شکار صرف مچھلی ہو۔ (۲) وہ بھاگ کر آیا اڑ کر اپنا دفاع کر سکے (۳ و ۴) کیلی دانت یا پنچوں والا نہ ہو۔ (۵) ذبح تک رسائی سے قبل مر جائے اہ میں کہتا ہوں اس کا کہنا کہ مر جائے، یعنی حقیقتہ مر جائے یا حکماً مر جائے مذبح سے زائد اس میں حیات نہ ہو، جیسا کہ درمختار میں تصریح ہے، اور محشی نے اس کو واضح کیا ہے۔ (ت)</p>	<p>بعمل آخر، وخسة في الكلب ان يكون معلماً وان يذهب على سنن الارسال، وان لا يشاركه في الاخذ ما لا يحل صيده وان يقتله جرحاً، وان لا ياكل منه و خسة في الصيد، ان لا يكون من بنات الماء الا السمك وان يمنع نفسه بجناحيه او قوائمه وان لا يكون متقوياً بنابه، او بمخلبه، وان يموت بهذا قبل ان يصل الى ذبحه¹ اھ، قلت ومعنى قوله ان يموت اى حقيقة او حكماً بان لا يبقى فيه حياة فوق المذبح، كما نص عليه في الدر، ووضحه المحشى۔</p>
---	--

انھیں میں ہے:

<p>ذبح کرنے والے کے لئے مسلمان جو حالت احرام اور حرم میں نہ ہو۔ شرط ہے، اور شکار ہو تو ضروری ہے کہ حرم سے باہر ہو کیونکہ حرم کا شکار ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوتا مطلقاً ذبح کرنے والا اہل کتاب میں سے ہو اگرچہ ذبح کرنے والا مجنون ہو اہ ملخصاً۔ مجنون سے مراد معتوہ (ابتدائی جنون) ہو جیسا کہ عنایہ میں نہایہ سے نقل کیا ہے کیونکہ کامل جنون والا</p>	<p>شرط كون الذابح مسلماً حلالاً خارج الحرم ان كان صيداً، فصيد الحرم لا تحله الذكاة مطلقاً (او کتابیاً، ولو مجنوناً²) اھ ملخصاً۔ والمراد به المعتوه كما في العناية عن النهاية لان المجنون لا قصد له ولا نية لان التسمية</p>
---	---

¹ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصيد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۶۱، رد المحتار علی الدر المختار کتاب الصيد دار احیاء التراث العربی

بیروت ۵/ ۲۹۷

² درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۲۸

<p>قصد اور نیت کا اہل نہیں ہے کیونکہ بسم اللہ پڑھنا منصوص شرط ہے اور وہ قصد کے بغیر ممکن نہیں اور قصد کی صحت ہمارے ذکر کردہ سے ہوتی ہے یعنی اس کا قول کہ وہ بسم اللہ اور ذبح اور ضبط کو سمجھتا ہو، اہش۔ (ت)</p>	<p>شرط بالنص وبی بالقصد وصحة القصد بما ذكرنا يعنى قوله اذا كان يعقل التسببية والذبيحة ويضبط ١ اھش۔</p>
---	--

ان سب شرائط کے ساتھ جس خرگوش کو کتے نے مارا مطلقاً حلال ہے اور اگر ہنوز مذبح سے زیادہ زندگی باقی ہے تو بعد ذبح حلال ہے۔ اس کے دانت جسم میں پیوست ہو جانا وجہ ممانعت نہیں ہو سکتا، قرآن عظیم نے اس کا شکار حلال فرمایا اور شکار بے زخمی کئے نہ ہوگا اور زخمی جی بھی ہوگا کہ اس کے دانت اس کے جسم کو شق کر کے اندر داخل ہوں اور یہ خیال کہ اس صورت میں اس کا لعاب کہ ناپاک ہے بدن کو نجس کر دے گا، دو وجہ سے غلط ہے۔
اؤٹا: شکار حالت غضب میں ہوتا ہے اور غضب کے وقت اس کا لعاب خشک ہو جاتا ہے۔

<p>اس لئے علماء کی ایک جماعت نے کتے کے پاک کپڑے کو پیار سے منہ میں لینے اور غصہ کی حالت میں لینے میں فرق کیا ہے کہ جانور پیار سے منہ میں لے تو ناپاک اور غصہ میں لے تو پاک ہے۔ (ت)</p>	<p>ولذا فرق جمع من العلماء في اخذة طرف الثوب ملا طفافينجس او غضبان فلا۔</p>
--	---

حاجی: اگر لعاب لگا بھی تو آخر جسم سے خون بھی نکلے گا، وہ کب پاک ہے جب اس سے طہارت حاصل ہوگی اس سے بھی ہو جائے گی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

١ ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۸۸/۵



کتاب الاضحیہ

(قربانی کا بیان)

۱۴ محرم ۱۳۱۹ھ

از موضع مچندی ضلع پہلی بھیت مرسلہ حاجی نصر الدین صاحب

مسئلہ ۱۸۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جلد چہارم کتاب شرح و تالیہ کتاب الاضحیہ ص ۴۳ میں تحریر ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو شخص دیکھے تم میں سے چاند ذی الحجہ کا اور ارادہ کرے قربانی کا تو چاہئے کہ اپنے بال اور ناخن کو روک رکھے یعنی نہ کاٹے، روایت کیا جماعت نے، اب ایک شخص اہل اسلام کا ارادہ قربانی کرنے کا ہے، تو وہ شخص دیکھنے چاند ذی الحجہ کے سے اپنے بال اور ناخن نہ روک رکھے یا حجامت کرا لے، یا اس نے یہ حکم نہ مانا، اور رسول مقبول صلی اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم کی حکم عدولی کرے تو اس کے واسطے شرع شریف میں سے کیا حکم ہے؟ اور کیا کہا جائے گا؟ جواب تحریر فرمائے، اور قربانی اس کی صحیح طور پر ہوگی یا کوئی نقص اس کی قربانی میں عائد ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب:

یہ حکم صرف استحبابی ہے کرے تو بہتر ہے نہ کرے تو مضائقہ نہیں، نہ اس کو حکم عدولی کہہ سکتے ہیں نہ قربانی میں نقص آنے کی کوئی وجہ، بلکہ اگر کسی شخص نے ۳۱ دن سے کسی عذر کے سبب خواہ بلا عذر ناخن تراشے ہوں نہ خط بنوایا ہو کہ چاند ذی الحجہ کا ہو گیا تو وہ اگرچہ قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اس مستحب پر عمل نہیں کر سکتا اب دسویں تک رکھے گا تو ناخن و خط بنوائے ہوئے اکتالیسواں دن ہو جائے گا،

اور چالیس دن سے زیادہ نہ بنوانا گناہ ہے۔ فعل مستحب کے لئے گناہ نہیں کر سکتا۔

<p>ردالمحتار میں ہے کہ منیہ کی شرح اور مضمرات میں ابن مبارک سے نقل کیا کہ ناخن کاٹنا اور سر منڈانا ذوالحجہ کے دس دنوں میں اپ نے اس کے متعلق فرمایا کہ سنت کو مؤخر نہ کیا جائے جبکہ اس کے متعلق حکم وارد ہے تاہم تاخیر واجب نہیں ہے اہ تو یہ استحباب پر محمول ہے اور وجوب کی نفی استحباب کے منافی نہیں ہے لہذا مستحب ہے ہاں اگر اباحت کی مدت پر تاخیر کو مستلزم ہو تو مستحب نہ ہوگا، اباحت کی مدت کی انتہا چالیس روز ہے تو اس سے زیادہ تاخیر مباح نہ ہوگی اہ مختصر آوالہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>في رد المحتار في شرح المنية وفي المضمرات، عن ابن المبارك في تقليم الاظفار وحلق الرأس في عشر ذي الحجة. قال لا تؤخر السنة، وقد ورد ذلك ولا يجب التأخير اه فهذا محمول على الندب بالاجماع الا ان نفى الوجوب لا ينافي الاستحباب فيكون مستحباً الا ان استلزم الزيادة على وقت اباحة التأخير، ونهايته مادون الاربعين، فلا يباح فوقها،¹ اه مختصراً، والله تعالى اعلم۔</p>
---	--

مسئلہ ۱۸۷: مرسلہ ڈاکٹر واعظ الحق سعد اللہ پوری ڈاکخانہ خسرو پور ضلع پٹنہ بوساطت مولوی ضیاء الدین صاحب ۵ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ قربانی ایام تشریق تک جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

قربانی یوم نحر تک یعنی دسویں سے بارہویں تک جائز ہے، آخر ایام تشریق تک کہ تیرہویں ہے جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۸: مرسلہ مولوی حاجی الہ یار خاں صاحب تاجر کتب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

راپور میں عید اضحیٰ شنبہ کے دن ہوئی اور بریلی میں ایک شنبہ کو، اب در صورت عدم اطلاع کے جن لوگوں نے سہ شنبہ کو قربانی کی، اور بعد میں اس کے مطلع ہوئے، ان لوگوں کی قربانی درست ہوئی یا نہیں؟ اب ان پر کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

¹ ردالمحتار کتاب الصلوة باب العیدین دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۶۵

الجواب:

دوسرے شہر کی رویت مجرد حکایات و اخبار سے ہر گز ثابت نہ ہوگی، مثلاً چند آدمی اگر چہ کیسے ہی عادل ثقہ ہوں یہاں آکر بیان کریں، وہاں فلاں دن رویت ہوئی یا عید کی گئی، یا حکم دیا گیا، یا ہمارے سامنے گواہیاں گزریں، یا منادی پھری، کچھ قابل التفات نہیں کہ امر شرعی کا ثبوت بروجہ شرعی چاہئے، خانگی طور کا یقین کوئی چیز نہیں، گو عوام تو عوام اس زمانے کے بہت ذی علم بھی یقین شرعی و عرفی کے فرق سے غافل ہیں،

<p>فی الدر المختار وحاشیة رد المحتار (لا لو شہدوا برویة غیرہم لانہ حکایة) فانہم لم یشہدوا بالرویة ولا علی شہادة غیرہم وانما حکوا رویة غیرہم، کذا فی فتح القدير. قلت وکذا لو شہدوا برویة غیرہم. وان قاضی تلك المصر امر الناس بصوم رمضان لانہ حکایة لفعل القاضی ایضاً وليس بحجة بخلاف قضائه² الخ۔</p>	<p>در مختار اور اس کے حاشیہ رد المختار میں ہے اگر لوگوں نے غیر کی رویت پر شہادت دی تو جائز نہیں کیونکہ یہ محض حکایت ہے کیونکہ انھوں نے اپنی رویت پر شہادت دی اور نہ غیر کی شہادت پر مبنی شہادت دی انھوں نے تو صرف غیر کی رویت کی حکایت کی ہے۔ یوں ہی فتح القدير میں ہے۔ میں کہتا ہوں اگر وہ غیر کی رویت پر شہادت بھی دیں تب بھی یہی حکم ہے اور یوں ہی اگر وہ اس شہر کے قاضی کے اس حکم پر شہادت دیں کہ اس نے لوگوں کو رمضان کا روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے کیونکہ قاضی کے فعل کی حکایت ہے اور یہ حجت نہیں ہے بخلاف جبکہ وہ قاضی کی قضاء پر شہادت دیں وہ حجت ہے الخ (ت)</p>
--	--

پس اگر رامپور کی خبر اسی طرح یہاں آئی جب تو سہ شنبہ کی قربانی میں اصلاً خلل نہیں،

<p>لانہم بنوہا علی امر شرعی وهو اکمال العدة ثلاثین عند الغمة ولم یثبت ما یردہ فلا یخاطبون لایہا وقع عندہم۔</p>	<p>کیونکہ انھوں نے شرعی حکم کو مبنیٰ قرار دیا وہ تیس کی گنتی پوری کرنا جب بادل ہوں اور اس شرعی حکم کو رد کرنے والی کوئی چیز ثابت نہیں جبکہ لوگ اپنے ہاں پائی جانی والی دلیل کے مخاطب ہیں۔ (ت)</p>
--	---

اگرچہ انھوں نے خلاف احتیاط پیش کیا کہ قطع نظر اس سے کہ افضل وفاضل یعنی دہم یا زدہم چھوڑ کر سب میں گیا درجہ اختیار کیا، جب اگلے چاند کی تاریخ میں بھی احتمال تھا، اور بے رویت و شہادت صرف تیس

¹ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتہبی دہلی ۱۳۹۱

² رد المختار کتاب الصوم دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۲

پورے کرنے پر بنائے کار ہوئی تھی تو شنبہ کی عید بھی ایک احتمال رکھتی تھی، ایسی حالت میں فی التاخیر اوقات پر نظر کر کے سہ شنبہ تک بیٹھا رہنا نہ چاہتے تھا، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بحالت احتمال مستحب ہے بارہویں تک دیر نہ لگائے اور دیر ہو جائے تو مستحب ہے کہ اس قربانی سے کچھ اپنے یا اپنے اغنیاء کے صرف میں نہ لائے بلکہ بالکل راہ خدا میں اٹھائے۔ شرح نقایہ قسمستانی میں ہے:

لو شك في يوم الاضحى فاجب ان لا يؤخر الى اليوم الثالث والا فاجب ان يتصدق كله ¹ ۔	اگر قربانی کے دن میں شک ہو تو تیسرے دن تک مؤخر نہ کی جائے ورنہ تمام گوشت کو صدقہ کرنے مجھے پسند ہے۔ (ت)
--	---

بائیں ہمہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کی قربانی قضاء ہو گئی، البتہ افضل یہ ہے کہ جس قدر گوشت وغیرہ اپنے یا اور اغنیاء کے صرف میں آگیا ہو اس کی قیمت لگا کر صدقہ کریں، اور نیز جانور مذبوح و زندہ میں بوجہ ذبح جو تفاوت قیمت ہو گیا وہ بھی خیرات کریں، مثلاً زندہ ایک روپیہ کو آیا تھا اور ذبح کیا ہوا بارہ آنے کو جاتا تو چار آنے اور تصدق کئے جائیں، عالمگیری میں ہے:

اذا شك في يوم الاضحى فالمتستحب ان لا يؤخر الى اليوم الثالث فان اخر يستحب ان لا ياكل منه و يتصدق بالكل فيتصدق بفضل ما بين المذبوح و غير المذبوح لانه لو وقع في غير وقتته لا يخرج عن العهدة الا بذلك كذا في المحيط السرخسي ² ۔	اگر قربانی کے دن میں شک ہو تو مستحب یہ ہے کہ تیسرے روز تک مؤخر نہ کی جائے اور مؤخر ہو جائے تو پھر مستحب یہ ہے کہ تمام گوشت صدقہ کیا جائے اور خود کچھ نہ کھائے اور مذبوح اور غیر مذبوح میں قیمت کے فرق زائد کو صدقہ کرے کیونکہ اگر قربانی اپنے فروخت سے باہر ہو تو اس کے بغیر عہدہ برآہ نہیں ہوتا یوں محیط سرخسی میں ہے۔ (ت)
---	---

در مختار میں ہے:

فان اكل تصدق بقبيبة ما اكل ³ ذكره في النادر، و افاد الشامي ان النذر	اگر کھالیا تو جتنا کھایا اس کی قیمت کو صدقہ کرے اہ انھوں نے یہ نذر ماننے والے کو فرمایا اس پر علامہ شامی
--	--

¹ جامع الرموز کتاب الاضحیہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۳/ ۵۷-۳۵۶

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الاضحیہ الباب لثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۹۵

³ در مختار کتاب الاضحیہ مطبع مجتہدائی دہلی ۱۲/ ۲۳۲

<p>نے یہ افادہ فرمایا کہ نذر کی قید نہیں بلکہ ہر چیز جس کا صدقہ واجب ہو اس کا یہی حکم ہے، میں کہتا ہوں جب واجب صدقہ کا یہ حکم تو نفلی صدقہ میں گوشت کو صدقہ کرنا اور مذبوح اور غیر مذبوح سے فرق میں زائد کو صدقہ نفل ہوگا جیسا کہ مخفی نہ ہے کیونکہ مقصد یقینی طور پر عہدہ برآمد ہونا ہے تو ذمہ دار کو اگر عہدہ برآ ہونے کا یقین ہو جائے تو یہ مستحب نہیں ہے تاکہ ریاکاری نہ بن پائے اس میں خفا گمان نہیں ہے۔ (ت)</p>	<p>ليس بقيد¹ بل كذلك الحكم في كل ماوجب التصدق به. قلت واذا وجب هذا في واجب التصدق، ندب اليه في مندوبه كالتصدق باللحم وبفضل ما بين المذبوح الى غير المذبوح كما لا يخفى لان المقصود الاحتياط للخروج عن العهدة باليقين، فكل ماكان على العهدة لو تيقن القضاء لا يكون مستحباً هنا. لدفع المراء. هذا مما لا يضمن به خفاء۔</p>
---	--

ہاں اگر بطریق موجب شرح وہاں کی خبر ثالث ہو، مثلاً دو گواہ عادل نے آ کر خود اپنی رویت پر گواہی دی یا دار القضا میں قاضی شرعی نے باستماع شرائط ان کے سامنے حکم دیا انھوں نے اس حکم پر شہادت ادا کی، یا وہاں کے دو عادل اہل رویت نے انھیں بعبارت معتبرہ شرع اپنی شہادت کا حاصل کیا، انھوں نے شہادۃ علی الشہادۃ باستیعاب شرائط گزاری، یا وہاں کی خبر مستفیض و مشتہر ہو گئی، یا س معنی کہ رامپور سے متعدد گروہ آئے اور سب یک زبان یہی خبر لائے تو نہ یہ اصلی مخبر و حاکم دو تین شخص تھے ان کی زبانی نقل در نقل ہو کر شہر میں شہرت ہو گئی کہ یہ اصلاً قابل اعتبار نہیں، وان اشتبه کثیر علی العوام ومن ضاهاهم (اگرچہ یہ بات بہت سے عوام اور ان جیسے لوگوں پر مخفی ہے۔ ت) ایسی حالتوں میں بیشک وہاں کی رویت بروجہ شرعی ثابت ہو جائے گی۔

<p>فتح القدير میں اور ردالمحتار میں بیان کردہ ہم نے آپ کو سنادیا ہے اور رد مختار اور اس کے حاشیہ طحطاوی میں ہے کہ رمضان کا ہلال ہو یا فطر کا اس کا ثبوت مشرق والوں پر مغرب والوں کی رویت سے لازم ہو جاتا ہے جب مغرب والوں کی رویت مشرق والوں کے ہاں موجب طریقہ سے ثابت ہو مثلاً دو گواہ بنیں، شہادت پر قاضی کی قضاء پر یا رویت</p>	<p>في فتح القدير و ردالمحتار ما أسعناك ففي الدر المختار وحاشيته للعلامة الطحطاوي (يلزم) ثبوت الهلال سواء كان هلال الصوم أو الفطر (اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اولئك بطريق موجب) كان يتحمل اثنان الشهادة أو يشهد على حكم القاضي، أو يستفیض</p>
--	--

¹ ردالمحتار کتاب الاضحیہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۴۰

الخبر، بخلاف ما إذا خبرنا ان اهل بلدة كذا رآوه لانه حكاية اه حلبى ¹ الخ	کی خبر مستفیض ہو جائے بخلاف اس صورت کے کہ دو شخص یہ خبر دیں کہ فلاں شہر والوں نے چاند دیکھا ہے کیونکہ یہ محض حکایت ہے اہ حلبی الخ (ت)
--	---

علامہ مصطفیٰ رحمتی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں:

معنى الا ستفاضة ان تأتي من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤية الخ نقله الشامى ² وقواه	خبر مستفیض کا معنی یہ ہے کہ وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور ہر جماعت یہ خبر دیں کہ وہاں کے لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے الخ اس کو علامہ شامی نے نقل کیا اور اسے قوی قرار دیا ہے۔ (ت)
---	---

اور علامہ شامی نے اگرچہ در بارہ اضحیہ مطلع کو معتبر ماننے کا استظهار فرمایا۔

حيث قال اختلاف المطالع انما لم يعتبر في الصوم لتعلقه بمطلع الرؤية، وهذا بخلاف الاضحية فالظاهر انها كوقات الصلوات يلزم كل قوم العمل بما عندهم فيجزئ الاضحية في اليوم الثالث عشر ³ وان كان على رؤيا غيرهم هو الرابع عشر ³	جہاں انھوں نے کہا کہ روزہ میں مطلع کا اختلاف صرف اس لئے معتبر نہیں کہ روزے کا تعلق مطلع رؤیت سے ہے اور یہ قربانی کے کے معاملہ کے خلاف ہے تو ظاہر یہ ہے کہ قربانی کا معاملہ اوقاف نماز کی طرح ہے ہر علاقہ کی قوم پر وہی لازم ہے جو اس کے ہاں ثابت ہو۔ لہذا تیسرے دن قربانی جائز ہے اگرچہ وہ دن دوسروں کے ہاں چوتھا دن بنتا ہو۔ (ت)
---	---

مگر یہاں اس کی گنجائش نہ ملے گی کہ مسئلہ قربانی میں مطلع شمس سے کام نہیں، جو ایک ہی فرسخ یعنی تین میل پر

عہ: لا يخفى ان الثالث والرابع عشر وقعا سهوا وانما مقصوده رحبه الله تعالى والثاني والثالث عشر ۱۲ امنه قدس سره۔
شامی میں تیرہ اور چودہ تاریخ کا ذکر سہوا ہوا، جبکہ مقصد بارھویں اور تیرھویں تاریخ کا بیان ہے ۱۲ امنہ قدس سرہ (ت)

¹ در مختار کتاب الصوم مطلع مجتہدی دہلی، ۱/۱۳۹، حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصوم دار المعرفۃ بیروت، ۱/۳۴۹

² رد المحتار کتاب الصوم دار احیاء التراث العربی بیروت، ۲/۹۳

³ رد المحتار کتاب الصوم دار احیاء التراث العربی بیروت، ۲/۹۶

مختلف ہو جاتے ہیں:

<p>جیسا کہ اس پر علماء ہیئت نے تصریح کی ہے میں کہتا ہوں بلکہ حق یہ ہے کہ وہ ایک میل بلکہ اس سے کم میں مختلف ہو جاتے ہیں لیکن وہ اختلاف اتنا قلیل ہوتا ہے کہ ہمیں صرف فرسخ کی مسافت تک معلوم ہو سکتا ہے۔ (ت)</p>	<p>کما نص علیہ علماء الهيئة قلت بل الحق انها تختلف في ميل واحد بل اقل من ذلك، غير ان التفاوت لقلته جدا لا يستبين لنا الا في نحو فرسخ۔</p>
---	---

بلکہ یہاں غرض مطالع قمر سے ہے کہ چوبیس فرسخ یعنی بہتر میل سے کم میں نہیں بدلتے، جن کے اس حساب سے کہ ایک میل کوس کے پانچ ثمن کا نام ہے،

<p>جیسا کہ اہل لسان کے ہاں معروف اندازے اس پر شاہد ہے جبکہ گاڑے ہوئے میلوں کا حساب کیا جائے تو نصاریٰ کے شاگردوں کے قول کا اعتبار نہیں۔ (ت)</p>	<p>کما تشهد به التقادير الدائرة بن اهل اللسان اذا اقيست الى الاميال المنصوبة فلا عبرة بما تلهج به متعلم النصاری</p>
---	---

پینتالیس کوس ہوئے۔

<p>ردالمحتار اور شرح منہاج امام رملی میں ہے۔ اور تاج الدین تمبہزی نے اس پر تنبیہ کی ہے کہ چوبیس فرسخ سے کم میں مطالع کا اختلاف ممکن نہیں ہے اور والد گرامی نے اس پر فتویٰ دیا ہے اور اس اندازہ کا تحدیدی ہونا مناسب ہے، جیسا کہ انھوں نے یہ بھی فتویٰ دیا ہے اھ محفوظ کرو انتھی، میں کہتا ہوں امکان عادی کی نفی کی گئی ہے اگرچہ فلاسفہ جو چاہے خیال کریں، تو بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے (ت)</p>	<p>في رد المحتار في شرح المنهاج للرملي وقد نبه التاج التبريزي على ان اختلاف المطالع لا يمكن في اقل من اربعة وعشرين فرسخا وافتى به الوالد والاوجه انها تحديدية كما افتى به ايضا اه فليحفظ انتهى¹ اقول: والمنفي هو الامكان العادي وان زعمت الفلاسفة ما زعمت فان الله على كل شيء قدير۔</p>
---	--

اور ریلی سے رامپور کا فاصلہ براہ دائرہ طول کہ علم ہیئت میں اسی کا لحاظ ہے، اس

¹ ردالمحتار کتاب الصوم دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۹۶

مقدار عہ کے نصف کو بھی نہیں پہنچتا اور اگر حساب عامہ ہی لیجئے تو بھی اس سے بہت کم ہے۔ بہر حال وہ تفاوت ہر گز نہیں جس کے باعث چاند کے مطلع بدلتے ہیں، لاجرم جب ثبوت شرعی پہنچے گا قطعاً ظاہر ہو جائے گا کہ سہ شنبہ کی قربانیاں ایام نحر گزر جانے کے بعد تیرھویں تاریخ واقع ہوئی اب وہ احکام تصدق جو صورت بالا میں بطور افضلیت واستحباب مذکور ہوئے تھے سب واجب ہو جائیں گے کماظہر مما مر (جیسا کہ گزشتہ سے ظاہر ہوا۔)

تحقیق ان مسائل کی فقیر کے رسالہ "ازکی الاہل با بطلال ما أحدث الناس فی امر الهلال" میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۸۹: ازیرایاں محلہ سادات ضلع فتح پور مسئولہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس سال اخبار وغیرہ سے معلوم ہوا کہ بقر عید کو ۲۹ چاند ہوا مگر معقول سند نہ ملنے سے تیس کے حساب سے عید الاضحیٰ ہوئی، تو قربانی ۱۲ تاریخ کو ۳۰ کے حساب سے کرے یا احتیاطاً اختلاف کی وجہ سے ۱۱ تک کر لے ۱۲ کو نہ کرے۔

الجواب:

در بارہ رؤیت کا کچھ اعتبار نہیں۔ ہمیں حکم ہے کہ ۲۹ چاند اگر ثابت نہ ہو تو ۳۰ دن پورے کر لیں فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلاثین (اگر بادل ہو جائے تم پر تو تیس کی گنتی پوری کرو۔) ۳۰ کے حساب سے بارھویں تک قربانی بے تکلف کریں، احتمالات کا شریعت میں کچھ اعتبار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۰: از بنگالہ شہر اسلام آباد چائے گام موضع ادھو نگر مرسلہ مولوی عبدالجلیل صاحب ۷ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ

چہ فرماید علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں صورت کہ درخانہ شخصے وہ کس موجود است، وقربانی برہر یک ایشاں واجب است، پس شخصے مذکور گاوے خرید از طرف ہفت کس قربانی نمود و از جانب سہ کس بیچ نکرد، و وقت قربانی فوت گردید،	علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک گھر میں دس حضرات موجود ہیں اور ان سب پر قربانی واجب ہو تو گھر والے شخص نے سات حضرات کی طرف سے گائے خریدی اور قربانی کر دی، اور باقی تین حضرات کی قربانی نہ ہوئی اور
---	--

عہ: طول راپور قید لوی یعنی ۳۶/۱۱۳ میل، بریلی قید لوی یعنی ۵۹/۱۱۳ فصل بقدر ہا کج یعنی ۲۳/۱۰ میل تقریباً ۲۵-۱/۳ جن کے سولہ کوس سے بھی کم ہوئے ولہذا دونوں شہر کے نصف النہار میں تفاوت صرف بقدر ہا الب ہوتا ہے یعنی جب یہاں ۱۲ بجتے ہیں وہاں بارہ بجتے ہیں دیرھ منٹ باقی ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ منہ قدس سرہ العزیز

<p>پس از بوقی ساقط شود یا بمقدار آں مر فقراء و مساکین راصدقہ کنند شرعاً چه حکم است۔ بینوا بسنة الكتاب توجروا من الملك الوهاب۔</p>	<p>قربانی کا وقت ختم ہو گیا تو کیا باقی حضرات کی قربانی ساقط ہو جائے گی یا وہ حضرات کی مالیت کو فقراء و مساکین پر صدقہ کریں، شرعاً کیا حکم ہے؟ بتاؤ اور اجر اپنے عطا کرنے والے مالک سے پاؤ۔ (ت)</p>
---	---

الجواب:

<p>از شہ باقی ساقط نشود فان الاضحیة واجبة عینا لا کفایة، وچوں وقت گزشتہ است واجب است کہ ہر ایک ازیں سہ کساں قیمت گو سپندے کہ در اضحیہ کافی شود، بر فقرا صدقہ کند فی الدر لمختار ترکت التضحیة ومضت ایامها تصدق غنی بقیمہ شاة تجزئ فیها^۱ اھ ملتقطاً۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم وعلہ جل مجدہ اتم واحکم۔</p>	<p>باقی تین سے قربانی ساقط نہ ہوگی کیونکہ واجب عینی ہے واجب کفایہ نہیں ہے جب وقت گزر گیا تو ان کو چاہئے کہ وہ بکرے کی قیمت فقراء پر صدقہ کریں، در مختار میں ہے کہ قربانی چھوٹ گئی ہو تو وقت ہو جانے پر غنی شخص بکرے کی قیمت صدقہ کر دے تو اس سے کفایت حاصل ہو جائے گی اھ ملتقطاً واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم وعلہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)</p>
--	--

مسئلہ ۱۹۱: ۲ اذی الحجۃ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر زید کے پاس مکان سکونت کے علاوہ دو ایک اور ہوں تو اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

واجب ہے جبکہ وہ مکان تنہا یا اس کے اور مال سے کہ حاجت اصلیہ سے زائد ہو مل کر چھین روپے کی قیمت کو پہنچیں، اگرچہ مکانوں کو کرایہ پر چلاتا ہو یا خالی پڑے ہوں یا سادی زمین ہو بلکہ مکان سکونت اتنا بڑا ہے کہ اس کا ایک اس کے جاڑے گرمی کی سکونت کے لئے کافی ہو اور دوسرا حصہ حاجت سے زائد ہو اور اس کی قیمت تنہا یا اسی قسم کے مال سے مل کر نصاب تک پہنچے جب بھی قربانی واجب ہے۔ اسی طرح صدقہ بھی۔

<p>فی الہندیة عن الظہیریة ان کان له عقار و مستغلات ملک اختلف المشائخ</p>	<p>ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے کہ زمین اور آمدن والی ملکیت ہو تو متاخرین فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے</p>
--	--

^۱ در مختار کتاب الاضحیہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۲/۲۳۲

اختلاف کیا ہے۔ تو زعفرانی اور فقیہ علی رازی نے ان کی قیمت کا اعتبار کیا اور ابو علی الدقاق وغیرہ نے ان کی آمدن کا اعتبار کیا ہے اور پھر آمدن کے اعتبار والوں کا آپس میں اختلاف ہوا، ابو علی الدقاق نے کہا اگر سال بھر کی آمدن حاصل ہو جائے تو قربانی واجب ہے اور ان میں سے بعض نے مہینے کا قول کیا ہے آمدن میں سے سال بھر میں دو سو درہم فاضل بچ جائیں یا اس سے زائد تو اس پر قربانی واجب ہے الح اور رد المحتار میں اسی کی مثل مذکور ہے اور انھوں نے ترجیح کو ذکر نہ کیا، مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ میں یوں لکھا ہے۔ عبارت یہ ہے، اقول (میں کہتا ہوں) خانیہ میں اس پر جز فطرانہ کے متعلق کیا ہے اور انھوں نے اختلاف کو ذکر نہ کیا، جہاں انھوں نے فرمایا، جو ایک مکان اور تین جوڑے لباس سے زائد ہوں وہ غناء میں شمار ہوگا، پھر فرمایا اگر اس کا مکان ہو جس میں رہائش پذیر نہیں اس کو کرایہ پر دیا ہو یا نہ دیا ہو تو اس کی قیمت کے اعتبار سے غناء میں شمار ہوگا، اور یوں اگر مکان میں رہائش پذیر ہو اور رہائش سے کچھ کمرے زائد ہوں تو زائد کی قیمت کو نصاب میں شمار کیا جائے گا اور اس نصاب سے صدقہ فطر اور قربانی زکوٰۃ لینے کی حرمت اقارب کا نفقہ کے احکام متعلق ہو جائیں گے۔

المتأخرون رحمهم الله تعالى فالزعفراني و الفقيه علي الرازي اعتبر قيميتهما و ابو علي الدقاق وغيره اعتبروا الدخل. و اختلفوا فيما بينهم. قال ابو علي الدقاق ان كان يدخل له من ذلك قوت سنة فعلية الاضحية ومنهم من قال قوت شهر. ومتى فضل من ذلك قدر مائتي درهم فصاعدا فعليه الاضحية¹ الخ ونحوه في رد المحتار ولم يذكر ترجيحاً ورأيتني كتبت على هامشه مانصبه. اقول: به جزم في الخانية من صدقة الفطر ولم يحك خلافاً حيث قال وما زاد على الدار الواحدة والد ستجات الثلاثة من الثياب يعتبر في الغناء² اثم قال و اذا كان له دار لا يسكنها ويؤجرها و اولاؤاجرها يعتبر قيمتها في الغناء و كذا اذا اسكنها و فضل عن سكنها شيعي. يعتبر فيه قيمة الفاضل في النصاب و يتعلق بهذا النصاب احكام و وجوب صدقة الفطر و الاضحية و حرمة وضع الزكاة فيه و وجوب نفقة الاقارب³ اه

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الاضحية الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵/ ۲۹۳

² فتاویٰ قاضی خاں کتاب الصوم فصل في صدقة الفطر نوکسور لکھنؤا ۱۰۷

³ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الصوم فصل في صدقة الفطر نوکسور لکھنؤا ۱۰۷

اور خزانیہ المفتین میں خانہ کی اس کلام کو اس کی رمز "خ" کے ساتھ ذکر کیا اور یوں ہی بزازیہ نے متاخرین کے اقوال کو ذکر کیا اور زعفرانی کے قول کو دوسروں پر مقدم کیا کہ قیمت کا اعتبار ہے اور پھر کہا کہ امام ثانی (امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ) کے نزدیک زمینوں کی وجہ سے غنی قرار پائے گا، اور ہندیہ میں خلاصہ سے بحوالہ اجناس ذکر کیا کہ اگر مکان میں دو کمرے ہوں موسم سرما اور دوسرا موسم گرما کے لئے ہو اور سردی اور گرمی کے بستے ہوں تو اس سے غنی شمار نہ ہوگا، اور اگر مکان کے تین کمرے ہوں اور تیسرے کی قیمت دو سو درہم ہو تو اس پر قرانی لازم ہوگی الخ اور اس کی مثل بزازیہ میں مذکور ہے انھوں نے اس سے قبل ذکر کیا اگر کوئی کرایہ کے مکان میں ہو تو اس نے نصاب برابر قیمت سے زمین خرید کر مکان بنایا اور اس میں رہائش پذیر ہوا تو اس پر قربانی لازم ہے، خلاصہ یہ کہ اس پر قربانی کو واجب کرنے والی روایات کثیرہ متفق ہیں اور یہی متون اور شروح کے اطلاق کے موافق ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ کا قول ہے کہ آزاد مسلمان جب اپنی رہائش لباس، ضروری سامان

وهكذا انقل الكلام عنها برمزة "خ" في خزانية المفتين وكذلك ذكر في البزازیة اقوال المتأخرين كالزعفرانی والدقاق وغيرهما مقدا قول الزعفرانی ان العبرة بالقيمة ثم قال وعند الثانی رحمه الله هو موسر بالضياع¹ اه وفي الهنديه عن الخلاصه عن الاجناس لو كان له دار فيها بيتان شتوی وصيفی و فرش شتوی وصيفی لم يكن بها غنيا فان كان له فيها ثلاث بيوت و فيبة الثالث مائتا درهم فعليه الاضحية² الخ، ومثله في البزازیة³ وقال قبله لو كان في دار اجارة فاشتري ارضا بنصاب وبنی فيها منزلا يسكنه لزم⁴ اه، وبالجملة قد تظافرت الروایات على الايجاب وهو الموافق لاطلاق المتون والشروح من قولهم كما في الهداية وغيرها واجبة على الحر المسلم اذا كان مالكا المقدار النصاب فاضلا عن

¹ فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الهندیہ کتاب الاضحیہ الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۶ ۲۸۷

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الاضحیہ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵ ۲۹۳

³ فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الهندیہ کتاب الاضحیہ الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۶ ۲۸۷

⁴ فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الهندیہ کتاب الاضحیہ الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۶ ۲۸۷

سے زائد مقدار نصاب کا مالک گھوڑے، ہتھیار اور غلام وغیرہ سے زائد مقدار نصاب کا مالک ہو تو قربانی واجب ہے، اور وہی مذہب کے ایک شیخ سے بھی منقول ہے اور اختلاف متاخرین میں پیدا ہوا ہے، پھر یہ باعث احتیاط ہے تو اسی پر اعتماد ہونا چاہئے، اگر تو اعتراض کرے کہ فقہاء کرام نے قربانی کے معیار و وجوب کو صدقہ فطر کے معیار و وجوب کی طرف پھیرا ہے اور تنویر میں قربانی کو صدقہ واجبہ کی حرمت کے معیار پر لاگو کیا ہے جہاں انھوں نے کہا کہ صدقہ فطر ہر ایسے مسلمان پر واجب ہے جو اپنی اصل حاجت سے زائد نصاب والا ہو اگرچہ وہ نصاب نامی نہ ہو اور اسی نصاب سے صدقہ واجبہ لینا حرام ہو جاتا ہے اھ۔ اور در مختار میں مصارف زکوٰۃ کے باب میں کہا کہ زکوٰۃ غنی پر صرف نہ کی جائے غنی وہ ہے کہ اپنی اصلی حاجت سے فارغ قدر نصاب کا مالک ہو خواہ کوئی بھی مال ہو اھ اور رد المحتار میں کہا کہ فتاویٰ میں مذکور ہے ایسے شخص کے متعلق جو دکانوں اور مکانوں کا مالک ہو جن کو کرایہ پر دیا ہو لیکن ان کا کرایہ اس کو اور اس کے عیال کو کفایت نہیں کرتا تو وہ فقیر ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو زکوٰۃ حلال ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال نہیں ہے۔

مسکنہ و ثیابہ و اثاثہ و فرسہ و سلاحہ و عبیدہ^۱ و هو المنقول من احد شیخی المذہب والخلاف انما جاء عن المتأخرین ثم هو الاحوط فعلیہ فلیکن التعویل، فان قلت الیس قد احوو یسار الاضحیة علی یسار صدقة الفطر و احوال فی التنویر یسار ہا علی نصاب یحرم الصدقة، حیث قال صدقة الفطر تجب علی کل مسلم ذی نصاب فاضل عن حاجتہ الاصلیة وان لم ینم و بہ تحرم الصدقة^۲ اھ وقال فی الدر من مصارف الزکوٰۃ لا یصرف الی غنی، یملک قدر نصاب فارغ من حاجتہ الاصلیة من امی مال کان^۳ اھ وقال فی رد المحتار ذکر فی الفتاویٰ فیمن له حوائت و دور للغة، لکن غلتها لا تکفیہ و لعیالہ انه فقیر و یحل له اخذ الصدقة عن محمد و عند ابی یوسف لاحل کذا لولہ کرم لا تکفیہ غلتہ اھ.

^۱ الہدایہ کتاب الزکوٰۃ باب صدقة الفطر مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۸۸

^۲ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الزکوٰۃ باب صدقة الفطر مطبع مجتہائی دہلی ۱۳۳-۱۳۲

^۳ در مختار کتاب الزکوٰۃ باب المصروف مطبع مجتہائی دہلی ۱۳۱

اور یونہی اگر انگور ہوں اور ان کی آمدن اسے کافی نہ ہو اہ، اور تارخانہ میں فتاویٰ صغریٰ سے منقول ہے کسی کا مکان رہائش ہو لیکن حصہ حاجت سے زائد نہ ہو اور سب میں رہائش نہ ہو تو صحیح قول میں اس کو زکوٰۃ لینا حلال ہے اور اس میں ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال کیا گیا کہ کسی کی زراعت والی زمین ہو یا دکانیں کرایہ پر دی ہو یا مکانات کرایہ والے ہوں اور ان کی آمدن تین ہزار ہو اور وہ اس کو اور اس کے عیال کو سال بھر کے لئے کافی نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ لینا حلال ہے اگر ان کی قیمت خرچہ کو پورا کرتی ہو، اور اسی پر فتویٰ ہے، اور شیخین کے نزدیک حلال نہیں ہے اہ، یہ تمام عبارتیں ملخص ہیں، جواب میں کہتا ہوں ہاں زکوٰۃ کے حرام ہونے کے لئے یہ فتویٰ ہے اور اسی پر خانہ اور خزانہ^۱ مفتیں میں جزم کیا ہے ان دونوں نے کہا کہ اگر دکانیں اور مکان کرایہ پر دئے ہوں جن کی آمدن تین ہزار ہو اور یہ آمدن اس کو اور اس کے عیال کو کافی نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور یوں اگر زرعی زمین ہو جس کی قیمت تین ہزار ہو جبکہ اس سے حاصل ہونے والا نلہ اتنا نہیں کہ اس کو اور اس کے عیال کو کافی ہو تو اس کو زکوٰۃ لینا جائز ہے اہ، پھر یہ زکوٰۃ لینے کا جواز ان دونوں حضرات کے جزم کے مطابق قربانی کے مسئلہ

وفي التتارخانية عن الصغرى له داريسكنها لكن تزيد على حاجته بان لايسكن الكل يحل له اخذ الصدقة في الصحيح، وفيها سئل محمد عن له ارض يزرعها، او حانوت يستغلها، اور دار غلتها ثلاثة الاف، ولا تكفي لنفقتة ونفقة عياله سنة يحل له اخذ الزكوة وان كانت قيمتها تبلغ الوفاء، وعليه الفتوى وعندهما لا يحل^۱ اهل الكل ملخصات، قلت نعم، يفتى بهذا في حرمة الصدقة، وبه جزم في الخانية وخزانة المفتين، قالوا لو كان له حوانيت او دار غلة تساوي ثلاثة الاف، وغلتها لا تكفي لقوته وقوة عياله يجوز صرف الزكوة اليه وكذا لو كان له ضيعة تساوي ثلاثة الاف ولا يخرج منها ما يكفي له ولعياله يجوز له اخذ الزكوة^۲ اثم لم ينعها هذا على جزمها في مسألة الاضحية

^۱ ردالمحتار كتاب الزكوة باب المصرف داراحياء التراث العربي بيروت ۲/ ۶۵

^۲ فتاویٰ قاضی خاں كتاب الزكوة فصل فيمن يوضع فيه الزكوة لوكشور كهنوا ۱۲۴، خزانة المفتين كتاب الزكوة باب المصرف داراحياء

التراث العربي بيروت ۱/ ۴۷

کے لئے مانع نہیں، جیسا کہ تم نے دیکھا، جبکہ زکوٰۃ کے حلال ہونے اور واجبات مالیہ کے ساقط ہونے میں تلازم نہیں ہے حتیٰ کہ علماء نے تصریح کی ہے کہ جس کے پاس سائمه جانوروں کا نصاب موجود ہو اور ان جانوروں کی قیمت دو سو درہم کے مساوی نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ لینا حلال ہے اس کے باوجود جانوروں کی زکوٰۃ اس پر واجب ہے، اور ردالمحتار میں شرنبلالی بحوالہ جواہر امام مرغینانی سے منقول ہے کہ اگر کسی کے پاس پانچ اونٹ ہوں جن کی قیمت دو سو درہم سے کم ہو اس کو زکوٰۃ حلال ہے باوجود یہ کہ اس پر اونٹوں کی زکوٰۃ واجب ہے اہ اور اس مکمل بحث وہاں موجود ہے اور اس میں شک نہیں کہ زکوٰۃ کا وجوب صدقہ فطر اور قربانی کے وجوب سے کڑا ہے تو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ صدقہ فطر اور قربانی زمین وغیرہ کی آمدن والے پر واجب ہوں جبکہ وہ آمدن اصل حاجت سے زائد نصاب برابر اور ساتھ ہی اس کو زکوٰۃ لینا حلال بھی ہو کیونکہ زمین کی آمدن اس کو اور اس کے عیال کو کافی نہ ہو، ہاں تنویر کے مفاد مفہوم کا خلاف باقی رہا تو اس میں علماء کی کثیر نصوص آجانے کے بعد کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

بمأرایت ولا تلازم بین حل الصدقة و سقوط الواجبات البالیة، حتی صرح العلماء ان من له نصاب سائمه لا تساوی مائتی درہم تحل له الزکوٰۃ وتلازم الزکوٰۃ فی ردالمحتار عن الشرنبلالی عن الجوہرۃ عن الامام المرغینانی اذا کان له خمس من الابل قیمتھا اقل من مائتی درہم تحل له الزکوٰۃ وتجب علیہ^۱ اہ وتسامہ تحریرہ فیہ ولا شک ان الزکوٰۃ اضیق وجوباً من صدقة الفطر والاضحیة فلا غرو ان وجبتا علی صاحب الضیاع والمستغلات لمبلکہ نصاباً فاضلاً، وحلت له الصدقة لعدم کفایة الغلة له و لعیالہ معایبقی خلاف مفہوم ما افادہ فی التنویر ولا حرج فیہ بعد ما جاءت من العلماء تلك النصوص بالتکثیر، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲: مسؤلہ مولوی ظفر الدین صاحب از بانگی پور پٹنہ ۲۳ صفر ۱۳۳۲ھ

ایک شخص برائے نام صاحب جلد اد ہے۔ سو روپیہ سالانہ آمدن کی جائداد ہے۔ وہ شخص (ہمہ للعد) ماہوار کانو کر بھی ہے۔ جو اس کی ضروریات دنیویہ کو کافی ہے۔ کسی سال میں کچھ نہیں بچتا

^۱ ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب المصروف دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۵/۴

اس کی بیوی کے پاس تقریباً (معہ ۷۰) روپیہ کا زیور ہے۔ ۵۰ کا طلائی باقی نقرئی، اب ایسی صورت میں یہ تو ظاہر ہے کہ زکوٰۃ میاں بی بی دو میں کسی پر واجب نہیں مگر صدقہ فطر و قربانی ان دونوں یا ایک پر واجب ہے یا نہیں؟ اور ہے تو کس پر؟

الجواب:

ستر روپیہ کا زیور اگر مملوک زن ہے اس پر قرض نہیں تو اس پر نہ صرف اضحیہ و صدقہ فطر بلکہ زکوٰۃ بھی فرض ہے کہ اگرچہ (صد) کے سونے (عد) کی چاندی میں کسی کی نصاب کامل نہیں، مگر سونے کو چاندی کرنے سے چاندی کی نصاب کامل مع زیادہ ہو جائے گی، ہاں شوہر پر صدقہ و اضحیہ بھی نہیں، اگرچہ زیور مند کور بھی اسی کی ملک ہو کہ تمام کا قرض محیط ہے۔ مگر ان علماء کے نزدیک کہ ایجاب صدقہ و اضحیہ میں قیمت جائداد کا اعتبار کرتے ہیں اور راجح و مفتی بہ اول ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ہندیہ میں ظہیر یہ سے ہے:

<p>اگر کسی کی زمین اور آمدن والی ملکیت ہو متاخرین مشائخ کا اختلاف ہے تو زعفرانی اور فقیہ علی رازی نے قیمت کا اعتبار کیا ہے اور ابو علی الدقاق وغیرہ نے آمدن کا اعتبار کیا ہے اور ان کا آپس میں اختلاف ہو اور ابو علی الدقاق نے کہا اگر اس کو ان اشیاء سے سال بھر کے خرچہ کی آمدن ہو تو اس پر قربانی واجب ہے اور ان میں سے بعض نے کہا کہ ماہانہ خرچہ کی آمدن ہو اور جب سال بھر میں دو سو درہم یا زائد فاضل بچ جائے تو اس پر قربانی واجب ہے۔ (ت)</p>	<p>ان كان له عقار ومستقلات ملك مختلف المشائخ المتأخرون رحمهم الله فالزعفراني والفقهاء على الرازي اعتبر اقيمتها، و ابو علي الدقاق وغيره اعتبر الدخل، واختلفوا فيما بينهم. قال ابو علي الدقاق ان كان يدخل له من ذلك قوت سنة فعليه الاضحية و منهم من قال قوت شهر و متى فضل من ذلك قدر ما أتى درهم فصاعدا فعليه الاضحية¹۔</p>
--	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا ایسے شخص کے متعلق کہ اس کی زرعی زمین یا دکان یا مکان کا کرایہ آمدن تین ہزار ہے اور اس کے اور</p>	<p>سئل محل عن له ارض يزرعها او حانوت يستغلها او دار غلتها ثلثة الاف ولا تكفي لنفقته ونفقة</p>
--	---

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الاضحیہ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۹۲

<p>اس کے عیال کے سال بھر کے نفقہ کے لئے کافی نہیں اس کو زکوٰۃ حلال ہے اگرچہ ان کی قیمت کفایت کو پہنچی ہو، اور اسی پر فتویٰ ہے اور شیخین کے نزدیک حلال نہیں۔ (ت)</p>	<p>عیالہ سنة یحل له اخذ الزکوٰۃ وان کانت قیمتہ تبلیغ الوفاء وعلیہ الفتویٰ وعندہما لایحل^۱۔</p>
---	--

در مختار کے صدقہ فطر میں ہے:

<p>ہر مالک نصاب مسلمان پر کہ اس کی اصل حاجت سے زائد ہو اگرچہ یہ نصاب نامی نہ ہو تو راجح قول پر محارم کا نفقہ اور قربانی واجب ہے اور اس نصاب سے زکوٰۃ لینا حرام ہو جاتا ہے، میں کہتا ہوں جس کے پاس زمین ہے جس کی قیمت ہزاروں ہے جیسے بیان کیا گیا ہے اگر اس پر قربانی واجب ہے تو اس کو زکوٰۃ لینا حرام ہے لیکن زکوٰۃ حرام نہیں، لہذا قربانی واجب نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>تجب علی کل مسلم ذی نصاب فأصل عن حاجتہ الاصلیۃ وان لم ینم، وبهذا النصاب تحرم الصدقۃ، وتجب الاضحیۃ ونفقۃ المحارم علی الراجح^۲ اھ قلت فالذی له ارض قیمتہا الوف کما وصف لو کان تجب علیہ الاضحیۃ لحرمت علیہ الزکوٰۃ لکنہا لم تحرم فالاضحیۃ لم تجب، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

مسئلہ ۱۹۳: از سرکار مارہہ شریف مرسلہ حضور سیدنا سید مہدی حسن میاں صاحب سجادہ اقدس وامت برکاتم ۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ اعلیٰ حضرت محترم خادمانہ عرض ہے۔ فقیر رضوی کی عمر گیارہ سال کچھ ماہ کی ہے۔ زیور اس کے پاس غالباً ساٹھ روپے کا ہے۔ بالغ نہیں ہے۔ قربانی اس کے ذمہ واجب ہے یا نہیں؟ پیر برکات عمر سترہ سالہ خلف بھائی جان مرحوم بے ماں باپ کا ہے لیکن اس کی والدہ کا زیور و ظروف مسی و پار چھائے پوشیدنی ہیں جو بعض ایک شخص کے پاس ہیں جن کے ملنے کی کسی قسم کی امید اس کو کسی زمانہ میں نہیں وہ مالک و وارث ان چیزوں کا ضرور ہے مگر اس کے قبضہ سے قطعی باہر ہیں اور صحیح طور سے یہ بھی نہیں معلوم کہ ان چیزوں کا وجود ہے یا نہیں۔ اس کے ذمہ قربانی ہے یا نہیں؟

^۱ ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب المصروف دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۵

^۲ درمختار کتاب الزکوٰۃ باب صدقہ الفطر مطبع مجتہدائی، دہلی ۱/۱۳۲ و ۱۳۳

الجواب:

حضور والد آداب غلامانہ معروض، نابالغ اگرچہ کسی قدر مادار ہونہ اس پر قربانی ہے نہ اس کی طرف سے اس کے باپ وغیرہ پر، حضرت صاحبزادہ صاحب اگر اس مال کے سوا اپنی حاجت اصلیہ کے علاوہ چھین روپے کے مال کے مالک ہیں تو ان پر قربانی ہے ورنہ نہیں، وہ مال کہ نہ کبھی اس کے ملنے کی امید ہونہ اس کا وجود ہی معلوم، مثل معدوم ہے۔ اس کے سبب وجوب نہ ہوگا۔ زیادہ حد ادب۔

مسئلہ ۱۹۴: ۲۲ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں۔ سائل دریافت کرتا ہے کہ قربانی ولی کرے تو سب گھر والوں کی طرف سے ہو جائے گی کیونکہ سب اولاد شامل ہے مثلاً بیٹے اور بیٹوں کی اولاد، نواسے وغیرہ اور سب مال اسباب کا دادا جو کہ ولی ہے مالک ہے۔ اور دوسروں کو اختیارات بالکل نہیں ہیں، اور ولی اپنے دل میں خیال کر کے قربانی یا دیگر صدقات یا زکوٰۃ یا میلاد شریف کرتا ہے اس صورت میں سب کی طرف سے قبول ہوگی یا ولی کی طرف سے؟ بینواتوجروا

الجواب:

ایک قربانی نہ سب کی طرف سے ہو سکتی ہے، نہ سوا مالک نصاب کے کسی اور پر واجب ہے۔ اگر اس کی نابالغ اولاد میں کوئی خود صاحب نصاب ہو تو وہ اپنی قربان جدا کرے، یونہی زکوٰۃ جس جس پر واجب ہے یہ الگ الگ دیں، ایک کی زکوٰۃ سب کی طرف سے نہیں ہو سکتی، جو چیز واجب شرعی نہیں مثلاً صدقہ نفل و میلاد مبارک وہ بھی ایک کے کرنے سے سب کی طرف سے نہ قرار پائے گا، ہاں کرنے والا ہر ایک کا اگرچہ فرض ہو اپنی اولاد اور گھر والوں جن کو چاہئے پہنچا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۵: از مدرسہ منظر الاسلام مرسلہ مولوی احسان علی صاحب متعلم مدرسہ مورخہ ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نصاب کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ ۵۲-۲/۱ (ساڑھے باون) تو لے چاندی یا ۱۲-۱ (ساڑھے سات) تو لے سونا بمقدار اس کے روپیہ موجود ہوں جب قربانی واجب ہے یا کہ اتنے مقدار کی مالیت ہو چاہے اس کے پاس کاشت ہو یا چوپائے ہوں اگر ایسے شخص کے پاس ۶۰ روپیہ کی بھینس یا بیل ہے تو اس پر قربانی ہے یا نہیں کسی شخص کو ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی ہے لیکن بزمانہ قربانی ایک روپیہ بھی اس کے پاس موجود نہیں، وہ شخص قرض لے کر قربانی کرے گا یا کہ نہیں، علیٰ ہذا القیاس کاشت فروخت کر کے قربانی کرے گا یا نہیں؟ بینواتوجروا

الجواب:

قربانی واجب ہونے کے لئے صرف اتنا ضرور ہے کہ وہ ایام قربانی میں اپنی تمام اصل حاجتوں کے علاوہ ۵۶ روپیہ کے مال کا مالک ہو، چاہے وہ مال نقد ہو یا نیل بھینس یا کاشت، کاشتکار کے بل نیل اس کی حاجت اصلہ میں داخل ہیں ان کا شمار نہ ہو، ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی والا آدمی قربانی کے دن ۵۶ روپیہ کا مالک نہ ہو، یہ صورت خلاف واقعہ ہے۔ اور اگر ایسا فرض کیا جائے کہ اس وقت وہ فقیر ہے تو ضرور اس پر قربانی نہ ہوگی، اور جس پر قربانی ہے اور اس وقت نقد اس کے پاس نہیں وہ چاہے قرض لے کر کرے یا اپنا کچھ مال بیچے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۶: ۱۳ ذوالحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بکری پار سال قربانی کے ارادہ سے لی گئی، اس نے گھر میں آکر دودھ دیا، اور لوگوں نے کہا، یہ بکری دودھ کی ہے، اس کی قربانی مت کرو، تو اس کے عوض ایک مینڈھا قربانی کر دیا، اور بکری کو گاؤں بھیج دیا، وہاں جا کر وہ گا بھن ہو گئی، پھر اس کو مکان پر بلا لیا، یہاں آکر دو بکری بیائی، اور ان کا بھی یہی ارادہ کیا کہ جب یہ دونوں بکری سال بھر کی ہو جائیں گی ان کی بھی قربانی کر دی جائے گی، اس کا دودھ بھی اپنے کام میں آیا، بعد کو بکری مع اس کے بچوں کے گاؤں بھیج دی گئی، پھر اب اس کو گاؤں سے منگوا لیا قربانی کے لئے، تو اس کے آثار سے معلوم ہوا کہ گا بھن ہے اس کی قربانی نہیں کی بلکہ اس کے عوض میں ایک مینڈھا قربانی کر دیا گیا۔

پس اس صورت میں بکری کا دودھ کام آسکتا ہے یا نہیں؟ اور آیا اس بکری کو فروخت کرنا یا لینا جائز ہے اپنے لئے یہ بکری کا دودھ ڈھائی روپیہ میں پار سال خریدی گئی تھی اور پار سال جو مینڈھا اس کے عوض میں قربانی کیا گیا اس کی قیمت یاد نہیں۔ اور اب کے جو مینڈھا قربانی کیا گیا دو روپیہ چھ آنہ میں خریدا گیا تھا۔ بینوا تو جو روا

الجواب:

دودھ کے جانور یا گا بھن کی قربانی اگرچہ صحیح ہے مگر ناپسند ہے۔ حدیث میں اس سے ممانعت فرمائی، سائلہ جبکہ غنیہ مابا لکہ نصاب ہے تو بہ نیت قربانی بکری خریدنے سے خاص اسی کی قربانی اس پر لازم نہ ہوئی اسے بدل لینے کا اختیار تھا، دودھ دیتی دیکھ کر اس کے عوض مینڈھا کر دیا، اس سال گا بھن خیال کر کے بھی مینڈھا کیا کچھ حرج نہ ہوا، اس بکری کا پالنا، بیچنا، دودھ پینا سب روا ہے۔

قربانی سے قبل اس جانور کے دودھ اور اون سے انتفاع

و كراهة الانتفاع بلبن الاضحية و صوفها

قبل التضحية انما كان لانه التزام اقامة القرية
بجميع اجزائها كما في الدر¹ افاذا اقام القرية بغير
هابقبت على حكم ملكه المطلق المتصرف على ان
منهم من اجازها اعنى الانتفاع بالدين والصوف
للغنى مطلقاً لوجوبها في الذمة فلا يتعين كما في الدر²
عن الزيلعي قال الشامي والجواب ان الاشتراة
للتضحية متعينة للقرية الى ان يقام غيرها مقامها³
اما كراهة الاستبدال فشيء خارج عما نحن فيه
لان الكلام في حلا الانتفاع بها بيعاً وحبلاً بعد ما
ابدلت بل هي الكراهة في غيرها اذا وجد با ذات در او
حمل لورود الحديث بالنهي عنهما، والله تعالى اعلم
اس لئے مکروہ ہے کیونکہ اس نے اس جانور کو جمع اجزاء سمیت
قربت کے لئے لازم بنایا ہے جیسا کہ در مختار میں ہے تو جب اس نے
قربت دوسرے جانور سے قائم کر لی تو اب یہ اس کی مطلق ملک
والے تصرف میں ہو گیا، علاوہ ازیں بعض نے دودھ اور اون سے
غنی کو انتفاع مطلقاً جائز قرار دیا ہے کیونکہ اس کے ذمہ واجب ہے
لہذا یہ جانور متعین نہ ہوا جیسا کہ در مختار میں زیلعی سے منقول
ہے۔ علامہ شامی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ خریداری قربانی
کے لئے ہونے کی وجہ یہ جانور متعین رہے گا جب تک دوسرا اس کے
قائم مقام نہ بنا لے، لیکن دوسرے سے تبدیل کرنے کی کراہت
علیحدہ معاملہ ہے وہ ہماری بحث سے خارج ہے کیونکہ یہاں اس
جانور کو تبدیل کرنے کے بعد اس کی بیخ اور دودھ سے انتفاع حلال
ہونے میں بحث ہے بلکہ کراہت دودھ یا حمل پائے جانے کی وجہ
ہے اس لئے بوجہ الغیر ہو سکتی ہے کیونکہ دودھ اور حمل والی کی نبی
پر حدیث وارد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۸۴ تا ۱۹۸۵: از شہر بریلی مسؤلہ منشی شوکت علی صاحب رضوی محرر چوگٹی شب ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) قربانی کس پر ہے اور واجب ہے یا فرض؟

(۲) آج کل ہندوستان میں گائے کی قربانی بعض مسلمان مشرکوں کی خوشنودی کے لئے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں بکری کی قربانی

کی جائے۔ بینوا تو جروا

الجواب:

(۱) صاحب نصاب جو اپنے حوائج اصلیہ سے فارغ چھین روپے کے مال کا مالک ہو اس پر قربانی

¹ در مختار کتاب الاضحیہ مطبع مجتہبی دہلی ۱۲/ ۲۳۴

² در مختار کتاب الاضحیہ مطبع مجتہبی دہلی ۱۲/ ۲۳۴

³ رد المحتار کتاب الاضحیہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۰۹

واجب ہے۔

(۲) مشرکوں کی خوشنودی کے لئے گائے کی قربانی بند کرنا حرام سخت حرام ہے۔ اور جو بند کرے گا جہنم کے عذاب شدید کا مستحق ہوگا اور روز قیامت مشرکوں کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۹: از موضع غنی پور ضلع منواکھال ڈاکخانہ صفدر گنج مرسلہ مولوی عبدالعزیز ۲۶ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں مثلاً تین بھائی ہیں کہ تینوں ایک ساتھ رہتے ہیں، جبکہ قربانی کا وقت آیا تو تینوں آپس میں مل کر بڑا بھائی کو حکم کیا کہ تم ہمارے نام کی ایک بکری خرید کر قربانی کرو، اس میں دو تین روپیہ جو بھی خرچ ہوں اس کا دعویٰ ہم نہیں رکھتے ہیں اس حالت میں قربانی ہوگا یا نہیں۔ میرے یہاں بعض علماء فرماتے ہیں کہ قربانی بالکل جائز نہیں ہوگی، کیونکہ شریک دار کا حصہ معاف کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتا، اس فساد میں بہت سے لوگوں نے قربانی چھوڑ دیا، کیونکہ بعض تو ایسے ہیں کہ انھوں نے مال حصہ کرنے سے صاحب نصاب نہیں رہتے ہیں، ان علماءوں نے فرمایا ہیں کہ جنھوں کا مال حصہ کرنے سے صاحب نصاب نہیں رہتے ہیں، انھوں کو قربانی نا کرنا چاہئے، اگرچہ قربانی جائز ہے تو ان علماءوں کے حق میں کیا حکم ہے؟

الجواب المطول

مال شرکت میں جس کا حصہ بقدر نصاب نہ ہو نہ اس کے پاس اپنا اور کوئی خاص مال اتنا ہو کہ حصہ کے ساتھ مل کر نصاب کو پہنچ جائے، اس پر قربانی واجب نہیں، یعنی نہ کرے گا تو گنہ گار ہوگا نہ یہ کہ اس کو قربانی نہ چاہئے یہ محض غلط ہے بلکہ کرے گا تو ثواب پائے گا بلکہ بہ نیت قربانی جانور خریدے گا تو اس پر بھی خاص اس جانور کی قربانی واجب ہو جائے گی نہ کرے گا اور اس جانور کو دوسرے سے بدل نہیں سکتا کہ اس پر اسی جانور کی قربانی واجب ہوئی، درمختار میں ہے:

وفقیہر مآشر اہا لہا لو جو بہا علیہ بذلک حتی یمنع علیہ بیعہا ^۱	اور فقیر نے واجب نہ ہونے کے باوجود خریدی ہے اس لئے اس کو فروخت ممنوع ہے (ت)
--	---

ایک شریک اگر دوسرے شرکائی کے اذن سے زر مشترک سے جانور خاص اپنی قربانی کے لئے خرید کر اپنی طرف سے قربانی کرے تو بلاشبہ جائز ہے۔ اور قربانی صحیح ہو جائے گی، خواہ ان میں شرکت عقد ہو

^۱ درمختار کتاب الاضحیہ مطبع مجتہبی دہلی ۲۳۲/۲

یا شرکت ملک، بیان اس کا یہ کہ یہاں پانچ صورتیں ہیں:

ایک شرکت ملک کی اور چار شرکت عقد کی، کہ شرکت مفاوضہ ہو یا شرکت عنان، مطلق ہے خرید و فروخت میں، جیسے یہ کہیں کہ جو کچھ ہم خریدیں وہ ہمارے آپس میں مشترک ہے۔ یا شرکت جن خاص اجناس میں قرار پائی ہے یہ جانور کہ اسے قربانی کو خریدان اجناس سے ہے۔^۵ اخیر صورت یہ ہے کہ یہ شرکت خاص ہے، اور جانور اس کی جنس تجارت سے نہیں، اول و اخیر یعنی شرکت ملک و شکل اخیر میں تو ظاہر ہے کہ یہ جانور خاص اس خریدنے والے کی ملک ہوگا۔

کیونکہ خریداری جب مشتری پر بطور نفاذ پائی نجائے تو نافذ ہو جائیگی، جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں ہے۔ بلکہ در مختار وغیرہ میں کہا اگر غیر کے لئے خریدی تو خود اس پر نافذ ہوگی الخ، شامی میں فرمایا کیونکہ غیر کا وکیل خریداری میں یہ نہیں ہے تو اس کی ملکیت قرار پائی گی تو اس کے بعد کی اجازت معتبر نہ ہوگی کیونکہ بعد کی اجازت موقوف بیع کا لاحق ہو سکتی ہے نافذ کو نہیں لاحق ہو سکتی۔ (ت)

لان الشراء متی وجد نفاذا علی المشتري نفذ كما في الاشباہ¹ وغیرها۔ بل قال فی الدر وغیرہ لو اشتري لغیرہ نفذ علیه² الخ قال الشامی لانه اذا لم یکن وکیلا بالشراء وقع الملك له فلا اعتبار بالاجازة بعد ذلك لانها انما تلحق الموقوف لا النافذ³۔

ردالمحتار میں ہے:

شرکت عنان میں شریک کو اختیار ہے کہ وہ مسلمہ تجارت کے غیر کو خریدے جبکہ خریداری شریک کی اپنی ہوگی اور بائع اس سے شمن کا مطالبہ کرے گا اور یونہی جب ان کی مسلمہ تجارت کی جنس کو خریدے نقد مال کے سامان بن جانے

شريك العنان له ان يشتري ما ليس من جنس تجارتها ويقع الشراء له ويطالب بالشمن وكذا يقع الشراء له من جنس تجارتها بعد ماصار المال عروضاً⁴ اهقلت ولم اذكر

¹ الاشباہ والنظائر الفن الثاني كتاب البيوع ادارة القرآن كراچی ۱/ ۳۲۳، فتاویٰ بزازیہ علی بامش الفتاویٰ الہندیہ كتاب البيوع الفضل

الثالث نورانی مکتب خانہ پشاور ۳/ ۴۱۹، ردالمحتار كتاب البيوع باب المتفرقات دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۴۰

² درمختار كتاب البيوع فضل الفضولی مطبع مجتہبائی، دہلی ۳/ ۱۳

³ ردالمحتار كتاب البيوع دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۳۷

⁴ ردالمحتار كتاب الشركة فصل في الشركة الفاسدة دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۵۱

هذا الاخیر لان الغرض انه اشتوی بدر اہم الشركة۔
کے بعد اہم، میں کہتا ہوں، میں آخر صورت کو ذکر نہ کروں گا
کیونکہ یہاں مشترکہ در اہم سے خریدنا مفروض ہے۔ (ت)

غایت یہ کہ شمن جو مال شرکت سے ادا کیا ہے اس میں حصہ دیگر شرکاء کا اسے تاوان دینا ہوگا جبکہ شرکاء نے قیمت خریداری شمن
میں اپنے حصہ سے ہبہ کئے ہوں کہ شئی قابل قسمت میں ہبہ صحیح نہیں یا قبل شراہ اپنے حصوں سے ابراہ کیا ہو کہ ابراہ
یعنی معافی دین سے ہوتی ہے یہاں ابھی دین نہیں، یا ابراہ معلق کیا ہو، یعنی جب تو اپنے لئے شرکت کے مال سے خریدے تو ہم
نے تجھے اپنے حصے معاف کئے کہ ابراہ صالح تعلیق نہیں، عالمگیر یہ میں ہے:

احد المشرکین اذا قال لشریکہ، وھبت لك حصتی
من الربح قالو ان كان المال قائماً لا تصح لکونھا ہبۃ
المشاع فیما یقسم، وان كان الشریک استھلك المال
صحت الهبۃ لکونھا اسقاطاً حیثئذ کذا فی الظھیریۃ^۱۔
دونوں شریکوں میں سے ایک نے دوسرے کو کہا میں نے
اپنے حصے کا نفع تجھے ہبہ کر دیا تو فقہاء نے فرمایا اگر نقد مال
موجود ہو تو یہ ہبہ درست نہ ہوگا کیونکہ قابل تقسیم چیز کا
مشاع حصہ ہے اور اگر شریک نے مال کو ہلاک کر دیا ہو تو ہبہ
صحیح ہوگا کیونکہ اس صورت میں ہبہ کا مطلب حصہ کو ساقط
کرنا ہے۔ ظہیریہ میں یوں ہے۔ (ت)

یعنی پھر بحر الرائق پھر رد المحتار میں ہے:

انہ ای الابرء تملیک من وجہ حتی یرتد بالرد، وان
كان فیہ معنی الاسقاط فیكون معتبراً بالتملیکات فلا
یجوز تعلیقہ بالشرط^۲۔
کسی کو بری کرنا من وجہ تملیک ہے حتی کہ رد کر دینے سے
ابراہ ہو جاتا ہے اگرچہ اس میں اسقاط کا معنی ہے۔ لہذا تملیکات
میں معتبر ہوگا اس لئے شرکاء کے ساتھ اس کی تعلیق جائز
نہیں۔ (ت)

ایضاح الکرمانی پھر عزمیہ پھر شامیہ میں ہے:

قال ان دخلت الدار فقد ابرأتک
اگر کہا تو گھر میں داخل ہو جائے تو میں نے تجھے بری کیا۔

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الهبۃ الباب الثالث نوری کتب خانہ پشاور ۳۸۱/۴

^۲ رد المحتار کتاب البیوع باب المتفرقات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۵/۴

وقال لمديونه او كفيبه اذا اديت الی كذا. او متی ادیت، اور اپنے مدیون یا کفیل کو کہا اگر تو مجھے اتنے یا جب ادا کرے، یا یوں کہا اگر تو مجھے پانسو ادا کرے تو باقی سے بری ہے۔ تو یہ باطل ہے کوئی برائت نہ ہوئی، (ت)	اور ان ادیت الی خمس مائة فانت بری عن الباقي فهو باطل ولا ابراء ¹ ۔
---	--

ہندیہ میں قنیہ سے ہے:

بلخ کے ائمہ نے فرمایا جو ذمہ میں واجب ہو اس سے برائت ہوتی ہے نہ کہ عین موجود مال سے (ت)	قال ائمة بلخ التحليل يقع على ما هو واجب في الذمة لا على عين قائم ² ۔
--	--

مگر اس سے جانور میں شرکاء کی ملک نہیں ہوتی، خیر یہ میں ہے:

باپ کے مال کے ساتھ خریداری کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خرید کردہ چیز باپ کی ہو جائے (ت)	لا يلزم من الشراء من مال الاب ان يكون المشتري للأب ³ ۔
--	--

ردالمحتار میں ہے:

ان میں سے کسی نے چیز کو اپنے لئے خرید تو اسی کی ہوگی اور وہ اپنے شرکاء کے حصے کا ضامن ہوگا اگر خریداری میں مشترک مال دیا ہو (ت)	ما اشتراه احدهما لنفسه يكون له و يضمن حصة شركائه من ثمنه اذا دفعه من المال المشترك ⁴ ۔
---	--

اور تین صورتوں میں اگرچہ جانور سب شرکاء کی ملک مشترک ٹھہرے گا مگر جبکہ وہ سب اسے اذن دے چکے کہ خاص اپنی طرف سے قربانی کر دے، اور یہ ناممکن ہے بے اس کے کہ جانور خاص اس کی ملک ٹھہرے، تو ان کا یہ اذن جانور میں سے اپنا اپنا حصہ اس کو بہہ کرنا ہوگا، اور جانور قابل قسمت نہیں جو شئی ناقابل قسمت ہو اس میں بہہ مشاع صحیح ہے، تو تنہا یہی اس جانور کا ملک ہو گیا، اور قربانی اس کی بلاد غنغہ صحیح ہو گئی اور اب اس پر ثمن میں حصہ شرکاء کا بھی تاوان نہیں آسکتا، محیط پھر بحر الرائق پھر ردالمحتار میں ہے:

¹ ردالمحتار کتاب البيوع باب المتفرقات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۵ / ۴

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الہیبة الباب الثالث نوری کتب خانہ پشاور ۳۸۲ / ۴

³ فتاویٰ خیریہ کتاب البيوع دار المعرفة بیروت ۲۱۹ / ۱

⁴ ردالمحتار کتاب الشركة دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۳۸ / ۳

<p>اگر جنس تجارت کو شرکت کے مال سے خریدا تو وہ شرکت کی ہوگی اگرچہ وہ خریداری کے وقت اپنی ذاتی ہونے پر بھی گواہ بنا لے کیونکہ وہ معین چیز کی خریداری میں نصف کا وکیل ہے۔ ہاں اگر وہ چیز جنس تجارت میں سے نہ ہو تو اس کی ذاتی ہوگی۔ (ت)</p>	<p>الشراء حال الشركة لو من جنس تجارتها فهو للشركة، وان اشهد عند الشراء انه لنفسه لانه في النصف بمنزلة الوكيل بشراء شيعي معين وان لم يكن من تجارتها فهو له خاصة¹۔</p>
---	---

ہدایہ میں ہے:

<p>جب شرکت مفروضہ کے ایک شریک نے دوسرے کو لونڈی خرید کر وطی کی اجازت دے دی ہو اور اس نے ایسے کر لیا تو وہ لونڈی بلا عوض اس کی ہو جائے گی کیونکہ وہ لونڈی شرکت میں ہے۔ شرکت کا مقتضی یہی ہے کیونکہ عقد شرکت کے بعد دونوں میں سے کوئی اس کو متغیر نہیں کر سکتا لہذا وہ وطی گویا کہ بلا اذن متصور ہوئی مگر اجازت دینا اپنے حصے کو ہبہ کر دینے کو متضمن ہے کیونکہ وطی مستقل ملکیت کے بغیر حلال نہیں ہوتی اور اس ملکیت کو بیع کی طرف منسوب کرنا یعنی یہ کہنا وطی کرنے والا خریدنے سے مالک ہو گیا درست نہیں کیونکہ یہ مقتضی شرکت کے منافی ہے تو ہم نے ملکیت کو اس ہبہ سے ثابت کیا ہے جو اذن کے ضمن میں پایا گیا اھ مختصراً اور وضاحت کے لئے ہلالین میں درج شدہ عبارت کا اضافہ کیا ہے۔ (ت)</p>	<p>اذا اذن احدا المتفاوتين لصاحبه ان يشتري جارية فيطأها ففعل فهي له بغير شيعي لان الجارية دخلت في الشركة على البتات جريا على مقتضى الشركة. اذهما لا يملكان تغييره فاشبه حال عدم الاذن. غير ان الاذن يتضمن هبة نصيبه منه لان الوطي لا يحل الا بالمالك. ولا وجه الى اثباته بالبيع (اي انه هلك بالشراء) لما بينا انه يخالف مقتضى الشركة فاثبتناه بالهبة الثابتة في ضمن الاذن² اه مختصرا بزيادة ما بين الهالين للايضاح۔</p>
---	--

یہ لوگ جنھوں نے قربانی ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا اور لوگوں سے قربانیاں چھڑادیں فقہ سے بے بہرہ معلوم ہوتے ہیں اور جو ایسا ہو اسے فتویٰ دینا حرام ہے۔ نسأل الله العفو والعافية وحسبنا الله ونعم الوكيل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ ردالمحتار کتاب الشركة دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۳-۴۴

² الهدایہ کتاب الشركة مطبعہ یوسفی لکھنؤ انڈیا ۲/ ۶۱۶

الجواب المختصر

صورت مستفسرہ میں قربانی بلاشبہ جائز ہے۔ اور بعض کا وہ شبہ محض بے اصل و باطل ہے۔ اجازت اباحت ہے۔ اور اباحت وہیہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ قربانی تو یوں جائز کر لی، مال مشترکہ سے شریکوں کا کھانا پہننا کہ زمانہ رسالت سے بلا تکلیف رائج ہے سب حرام ہو جائے گا کہ ہبہ مشاع ہو اور ہبہ مشاع نا جائز ہے حالانکہ رب عزوجل فرماتا ہے:

"وَإِنْ تَحَايَظُواهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ" ¹	اگر تم آپس میں ملا لو تو تمہارے بھائی ہیں۔ (ت)
---	--

اور فرماتا ہے:

"لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جِبْيَعًا وَأَوْسْتًا" ²	تمہیں حرج نہیں کہ تم اکٹھے کھاؤ یا متفرق۔ (ت)
--	---

اس فتویٰ کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ فتویٰ دینے والے لوگ فقہ نہیں جانتے نہ اس کام کے اہل ہیں، اور نا اہل کو فتویٰ دینا حرام اور سخت کبیرہ ہے۔ حدیث میں ہے:

"من افقى بغير لم لعنته ملئكة السماء والارض" ³	جو بغیر علم کے فتویٰ دے آسمان و زمین کے فرشتے اس پر لعنت کریں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔
--	---

مسئلہ ۲۰۰: بمقام گھوسیا ضلع مرزا پور ڈاکخانہ اورائی مرسلہ جناب اکمل الدین صاحب مورخہ ۲۸ محرم ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع اس بارے میں کہ ہمارے موضع میں زمانہ قدیم سے تمام مسلمان حنفی المذہب ہوتے چلے آ رہے ہیں مگر عرصہ چند روز ہوا کہ سات آدمیوں نے مذہب اہلحدیث کو اختیار کر لیا ہے اور ہمارے بزرگوں نے بڑی سعی کوشش سے قیدی مصیبت کو برداشت کر کے گورنمنٹ سے تین دن کی قربانی کا حکم جاری کر لیا تھا لیکن اس سال اسی فرقہ اہل حدیث سے ایک شخص نے کپتان کے رو برو

¹ القرآن الکریم ۲۲۰ / ۲

² القرآن الکریم ۶۱ / ۲۳

³ کنز العمال بحوالہ بن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰/۱۸ موسستہ الرسالة بیروت ۱۰/ ۱۹۳، الفقیہ والمتفقہ باب ماجاء من الوعید لمن افقى

بغیر علم حدیث ۱۰۴۳ دار ابن جوزی ریاض ۱۲ / ۳۲۷۸

دستخط کر دئے کہ ہم لوگ ایک روز قربانی کریں گے لہذا ہم لوگوں کے خیال میں یہ بات آئی ہے کہ اسی سال میں دستخط کرنے کی وجہ سے دو روز کی قربانی منسوخ ہو گئی، آئندہ خدا جانے ایک دم سے منع ہو جائے تو کیا تعجب ہے اور یہ گروہ تقلید کے بالکل منکر ہیں لہذا دستخط کنندہ کے ذمہ عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر عائد ہوتا ہے تو مع دلیل کے تحریر فرمائے اور ان لوگوں کو اپنے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنے دیا جائے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ ثناء اللہ اپنی کتاب "اہل حدیث کا مذہب" کے صفحہ ۵۲ میں لکھا ہے کہ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ رکوع کے وقت چونکہ تطبیق کر گئے تھے دونوں ہاتھوں کو زانوں پر نہ رکھتے تھے، چنانچہ صحیح مسلم میں ان کا یہی مذہب ثابت ہے بلکہ اپنے شاگردوں کو تاکید مزید اسی عمل کی کیا کرتے۔ لہذا اس کی سند صحیح ہے یا نحو۔

الجواب:

غیر مقلدین گمراہ بدین ہیں، ان پر بوجہ کثیرہ کفر لازم ہے۔ جس کی تفصیل "الکوکبة الشہابیة" میں ہے کہ حسب تصریحات قرآن عظیم و احادیث وائمہ ستر وجہ سے لازم کفر بیان کیا ہے۔ ان کا مساجد میں کوئی حق نہیں۔ اور قربانی کے دو دن چھوڑ دینے کا ان سے کیا تعجب، وہ سارا دین ہی قربان کئے بیٹھے ہیں جس کی تفصیل الکوکبة الشہابیہ و حسامہ الحرمین والاستمداد علی اجبال الارتداد وغیرہا کتب میں شائع ہو چکی۔ خوشنودی ہنود کے لئے گاؤ کشی بند کرنا یا اس کی توسیع میں جو اللہ و رسول نے دی، کمی قبول کرنا مسلمانوں کا کام نہیں۔

<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ظلم کو نیوالوں کی طرف میلان نہ کرو۔ تو تم کو آگ جہنم چھوئے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادہ حق رکھتے ہیں کہ وہ ان کو راضی کریں اگر مومن ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>قال الله تعالى "وَلَا تَزْكُمُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَمَا تَسْكُمُ النَّارُ" ¹ وقال الله تعالى "وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوا إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ" ² واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

مسئلہ ۲۰۱: ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں شہر میں قبل نماز عید بعد طلوع شمس قربانی جائز ہے یا نہیں؟ اور اہل قریمہ یا کہ شہر والے اپنی قربانی کو گاؤں بھیج دیں تو ان کو بعد صبح قبل نماز عید قربانی کر لیں تو جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

¹ القرآن الکریم ۱۱۳

² القرآن الکریم ۶۲/۹

الجواب:

شہر میں قربانی اگرچہ ساکن دہ کی طرف سے وہ روز و اول پیش از نماز عید (اور اگر نماز عید کسی عذر سے نہ پڑھیں تو پیش از خروج وقت نماز عید) ناجائز و نامعتبر ہے۔ اور بیرون شہر اگرچہ فنائے مصر غیر متصل بمصر ہو، اگرچہ قربانی ساکن شہر کی ہو، پیش نماز بعد طلوع فجر تاریخ وہم جائز ہے۔

در مختار میں ہے قربانی کا وقت نماز کے بعد ہے اگر شہر میں کرے یعنی نماز پڑھنے کے بعد اگرچہ خطبہ سے قبل ہو، لیکن خطبہ کے بعد مستحب ہے اور اگر عید کی نماز نہ پڑھیں تو نماز کا وقت گزر جانے کے بعد، اور دوسرے اور تیسرے اور تیسرے روز نماز سے قبل کیونکہ دوسرے روز عید کی نماز قضاء ہوگی نہ کہ اداء، زلیعی وغیرہ، اور اگر گاؤں میں ذبح کرنی ہو تو عید کے روز صبح طلوع ہونے کے بعد، قربانی میں ذبح کرنے کی جگہ معتبر ہے قربانی کرنے والے کی جگہ معتبر نہیں، تو شہری کے لئے جلدی قربانی کا حیلہ یہ ہے کہ وہ جانور کو شہر سے باہر لے جائے تو فجر طلوع ہونے کے بعد قربانی کرے اھ، رد المحتار میں ہے: شہر سے باہر اتنی دور لے جائے جہاں سے مسافر کے لئے قصر شروع ہوتی ہے۔ قسستانی اور اس کے باب صلوة المسافر میں ہے کہ قصر جائز ہوگی بشرطیکہ وہ اپنے شہر کے توابع سے نکل جائے شہر کے توابع کی مثال ڈیرے وغیرہ اور وہ شہر کے ارد گرد کے مکانات ہیں، اور شہر سے متعلق رہائش گاہیں شہر کے حکم میں ہیں، اور یوں وہ دیہات جو شہر کے باڑوں سے متصل ہوں صحیح قول میں

فی الدر المختار اول وقتہا بعد الصلوة ان ذبح فی مصر ای بعد اسبق صلوة ولو قبل الخطبة. لکن بعد ہا احب وبعد مضي وقتہا لو لم یصلو اعلیہ العذر. ویجوز فی الغد وبعده قبل الصلوة لان الصلوة فی الغد تقع قضاء لاداء. زلیعی وغیرہ، وبعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیرہ والمعتبر مکان الاضحیة لامکان من علیہ فحیلة مصری اراد ان یخرجہا لخارج المصر فیضحی بہا اذا طلع الفجر اه¹، فی رد المحتار لخارج المصر ای الی ما یباح فیہ القصر، قہستانی² اھ، وفیہ "من باب صلوة المسافر" یشترط مفارقة مکان من توابع موضع الإقامة کربض المصر، وهو ماحول المدینة من بیوت و مساکن فانه فی حکم المصر وكذا القرى المتصلة بالربض فی الصحیح

¹ در مختار کتاب الاضحیہ مطبع مجتہائی، ج ۲/ ۲۳۲

² رد المحتار کتاب الاضحیہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۲۰۲

<p>شہر کے حکم میں ہیں بخلاف باغات کے اگرچہ وہ عمارت سے متصل ہوں کیونکہ آبادی میں شمار نہیں، امداد الفتاویٰ، لیکن فناء شہر وہ ہے جو شہری سہولیات کے لیے بنائی گئی ہو جیسا کہ جانوروں کے باڑے اور مردے دفن کرنے اور کوڑا وغیرہ ڈالنے کی جگہ اور اگر شہر سے متصل ہوں تو ان سے گزر جانا معتبر ہوگا اور اگر شہر سے فاصلہ پر تیر اندازی یا زراعت تک ہو تو وہاں سے گزر جانا ضروری نہیں اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>بخلاف البساتین ولو متصله بالبناء لانها ليست من البلدة امداد، واما الفناء، وهو المكان البعد لمصالح البلد كركض الدواب ودفن الموتى والقاء التراب فان اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته وان انفصل بغلوة او مزرعة فلا¹ اھ، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

مسئلہ ۲۰۲: از مخدوم پور ڈاکخانہ ترہٹ ضلع گجرامرسلہ سید رضی الدین حسین صاحب غرہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ جناب مستطاب مخدومنا زاد مجدہم دیہات میں قربانی حسب دستور ہو یا نہ ہو، کیونکہ مسئلے اس کے جمعہ کے مسئلے سے ملتے ہیں، زیادہ حد نیاز

الجواب:

قربانی میں شہر و وہ بلکہ آبادی جنگل سب برابر ہیں، جن شرائط سے شہر والوں پر واجب ہوتی ہے انہیں شرائط سے گاؤں بلکہ جنگل کے رہنے والے پر بھی واجب ہے فقط مقیم ہونا چاہئے کہ شہر میں نہ ہو پھر مسافر سے بھی اس کا وجوب ساقط ہے نہ یہ کہ ممانعت ہو، اگر کرے گا فضل ہوگا ثواب پائے گا۔

<p>در مختار میں ہے آزاد شہر یا گاؤں یا بادیہ میں مقیم مسلمان پر واجب ہے، یعنی، تو مسافر پر واجب نہیں ہے اھ ملتقطاً واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>في الدر المختار التضحية على حرم مسلم مقیم بمصر او قرية او بادية عینی فلا تجب على مسافر² اھ ملتقطاً۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

¹ ردالمحتار کتاب الصلوة باب صلوة المسافر دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۲۵

² در مختار کتاب الاضحیہ مطبع مجتہبی دہلی ۲/ ۲۳۱

ہادی الاضحیۃ بالشاة الہندیۃ ۱۳۱۲ھ

(بھیڑ کی قربانی کے بارے میں راہنمائی کرنیوالا)

مسئلہ ۲۰۳: از کانپور مسجد رنگیاں مرسلہ مولوی احمد حسن صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ فیض عام کانپور اواخر رمضان مبارک ۱۳۱۲ھ

<p>(خلاصہ) ہدایت کے نشان، حضرت مسیح کی بشارت والے، نام میں رسول مقبول کے ہم نام، اور جناب مرتضیٰ کے اسم مبارک کے ہم مادہ، مولا احمد رضا خاں صاحب زید مجدہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پنجاب سے ایک سوال آیا ہے جس کے جواب کے لئے بہت سے علماء سرگرداں ہیں لیکن منزل مقصود مفقود ہے۔ ایک پر مغز عالم نے ایک جواب تحریر کیا وہ معمول قدیم کے خلاف ہے اس لئے عوام اور علماء کوئی قبول نہیں کرتا، میں سوال و جواب دونوں ہی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں، جواب اگر صحیح نہ ہو تو وجہ غلط</p>	<p>علم الہدی سہی المصطفیٰ بأسبہ الذی بشر بہ عیسیٰ، بزیادۃ لفظ معنایہ المرتضیٰ دامت عنایتکم از احمد حسن عفی عنہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، وبعد ازیں آنکہ دریں وقت یک استفتاء از پنجاب آمدہ است، ونہایت غور طلب ست اکثر علمائے پنجاب دریں امر کہ شیدہ اند لکن بمنزل مقصود نرسیدہ اند، وجواب استفتاء یک شخصے کہ مایہ علم اتم دارد نوشہ لکن چونکہ جواب مخالف معمول ست قبول نمی کنند، اکثوں جواب را نقل کردہ بخدمت سامی ارسال ست۔ ہرچہ تحقیق جناب</p>
---	---

<p>بتائیں اور صحیح ہو تو تائید مزید سے مزین فرمائیں</p> <p>سوال: علمائے اسلام بالخصوص اعلام احناف بھیڑ اور بھیڑے (نروماہ) کے بارے میں کیا فرق ہیں، ان کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟</p> <p>جواب: شرح وقایہ اور اس کے دو حاشیے از علامہ چلبی، در مختار اور شامی، مفاتیح الجنان شیخ شرعۃ الاسلام، تعلیق المجد، اشعة الملعات کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ قربانی کے جانوروں کی ابتدائی تین قسمیں ہیں:</p> <p>(۱) شاة یا غنم (یہ دونوں لفظ بطور مترادف قربانی کے جانوروں کی ایک ہی قسم کے لئے بولے جاتے ہیں)۔</p> <p>(۲) بقر (اس کی دو قسمی کرتے ہیں گائے اور بھینس)۔</p> <p>(۳) حمل (اس کی ایک قسم شمار کرتے ہیں)۔</p> <p>شاة کو پھر دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں: ضان اور معزر اور بقر کی بھی دو قسم کرتے ہیں: بقر و جاموس اس طرح اصل اور ذیلی قسموں کو ملا کر کل پانچ قسمیں ہوں گی:</p> <p>(۱) حمل (اونٹ) (۲) بقر (گائے)</p>	<p>ست ارسال فرمائید اگر مخالف رائے جناب باشد امید کہ بوجہ احسن روشن کنند و اگر موافق باشد نیز زیادہ ادلہ ثبت فرمائید۔</p> <p>ما قول العلماء المحمدية الحنفية عليه افضل الصلوة واكمل التحیات فی حیوان ذات صوف ولا الیة له عہ ویقال فی اللغة الملتائیة لانثاء بهیڈو لذكرا گھٹہ اتجوز به التضحیة امر لا بینوا توجروا من الملك العلام۔</p> <p>الجواب: اقول: وبہ نستعین انی رأیت کتب الحنفیة الموجودۃ عندی من شرح الوقایة وحاشیتها للچلبی والدرالمختار وشرحه للشامی، ومفاتیح الجنان شرح شرعة الاسلام، والتعلیل المجد شرح مؤظا امام رحمہ اللہ واشعة الملعات ووجدت فیہا انہم ینحصرن الاضحیة فی الشاة والبقر والابل والغنم والبقر والابل ویعمون الشاة بقوله ضانا کان او معزا وكذلك الغنم ویفسرون الضان بما تكون له الیة و یدخلون الجاموس فی البقر ویقولون انه نوع منه فصارت انواع الاضحیة خمسة الضان والمعز والبقر الجاموس والابل ذکور اكانت</p>
--	--

عہ: سائل کی الجھن اصل یہ ہے کہ عرب میں دنبہ ہوتا ہے اور بکری بھیڑ جو ہمارے یہاں ہوتی ہے جس کی صرف دم دنبہ سے مختلف ہے یہ کس میں داخل ہے، دنبہ میں یا بکری میں یا کوئی تیسری قسم ہے۔ تو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ عبد المنان اعظمی۔

(۳) جو موس (بھینس) (۴) ضان (دنبہ) (۵) معز (بکری) اور مذکر و مؤنث دونوں کو شامل کر دیا جائے تو کل دس قسمیں ہوتی ہیں:

پہلی دلیل: سوال میں ذکر کی ہوئی ہندوستانی بھیڑ اپنی شکل و صورت کے لحاظ سے اگر شامل ہو سکتی ہے تو ضان (دنبہ) میں اگر اس میں شمار نہ ہوئی تو پھر کسی قسم میں شمار ہونے کا سوال ہے یوں غلب ہے کہ ضان یعنی دنبہ کی تعریف میں یہ قید ہے کہ اس کے الیہ (چکی) ہوتی ہے اور بھیڑ کے چکی نہیں ہوتی ہے، اس لئے ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ بھیڑ قربانی کا جانور ہے ہی نہیں اس لئے اس کی قربان جائز نہیں، اس امر پر قرینہ یہ ہے کہ اگر بھیڑ کو قربانی کے جانور میں شریک کرنا مقصود ہوتا تو دنبہ کی تعریف میں چکی ہونے کی قید نہ لگاتے بلکہ ایسا لفظ بولتے جو بھیڑ اور دنبہ دونوں کو عام ہو، اور ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ مقصد اس نوع کی شریک کرنا ہی نہیں ہے۔

دوسری دلیل: ایک بات یہ ہے بھی ہے کہ از روئے شرع غنم یا شاة کی دو ہی قسم بنائی گئی ہے۔ ضان اور معز اگر بھیڑ کو بھی قربانی کا جانور مان لیا جائے تو ایک کے اضافہ کے بعد غنم کی ۳ قسم ہو جائے گی اور سب کا مجموعہ پانچ کے بجائے چھ ہو جائے گا

او انثا فتلك عشرة كاملة، وحسبت ان الحيوان المذکور والمسؤول عنه ليس داخلًا في الخمسة لانه لو كان داخله فيها لما فسروا الضان بان تكون له الية، بل عموه بما تكون له الية اولا حتى صارت انواع الشاة والغنم ثلاثة والكل ستة، واذ ليس فليس فان قيل يدخلون الجاموس في البقر فما السر في عدم ادخال الحيوان المسؤول عنه في الضان مع انه يؤيد ادخاله فيه تفسير اهل اللغة لفظ الضان ببيش، كما في الغياث¹ وغيره. قلت لعله ان الجاموس اكمل من البقر في اللحم والقيمة، والحيوان المسؤول عنه ناقص عن الضان في العضو اى الالية. فالحاق الاكمل بالاكمل اولى من الحاق الناقص بالاكمل، و اما تفسير اهل اللغة² فمعناه ان العرب

¹ غياث اللغات باب خاد معجبه فصل ضاد معجبه مع الف ايچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۱۲

² غياث اللغات فصل كاف فارسی مع واؤ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۱

<p>جو تصریحات علماء کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے ثابت یہی ہوا کہ یہ قربانی کا جانور ہی نہیں ہے۔</p> <p>ایک شبہ: شکل و صورت، رنگ و روپ، فوائد اور تاثیر میں ہزار اختلاف ہوتے ہوئے بھینس کو بقر میں شامل مانا تو صرف دم کے اختلاف کی وجہ سے بھیڑ دنبہ میں کیوں شامل نہیں کی گئی،</p> <p>جواب: بھینس قیمت اور گوشت میں گائے سے عمدہ ہے۔ اور بھیڑ دنبہ سے چکی میں ناقص ہے اس لئے یہ بات قرین قیاس ہے کہ اکمل اور عمدہ کو کامل کے ساتھ شمار کیا جائے، اور یہ بات غلط ہے کہ ناقص کو کامل کے ساتھ جوڑا جائے، اسی لئے بھینس کو گائے میں شمار کیا اور بھیڑ کو دنبہ میں نہیں۔</p>	<p>كما يطلقون لفظ الضان على ماتكون له الية كذلك الفرس يطلقون عليه لفظ مبيش فمواهما واحد كما يشعر به عبارة الغياث، گو سفند بمعنی مبيش مقابل بز چنانکہ معزدر عربی مقابل ضان ست کما استفاد من القاموس و الصراح، و بعضے نوشته اند کہ اطلاق گو سفند بر مبيش و بز هر دو آمده از سران، انتھی¹ عبارة الغياث۔</p>
---	---

دوسرا شبہ: اہل لغت نے ضان کا ترجمہ فارسی کے لفظ مبيش سے کیا ہے جو بھیڑ اور دنبہ دونوں کو عام ہے پس اہل لغت کے اس محاورہ کے موافق اہل شرع کو بھی بھیڑ کو دنبہ میں شامل ماننا چاہئے۔

جواب: اہل لغت کی تشریح کے موافق لفظ مبيش بھیڑ اور دنبہ دونوں کو عام نہیں بلکہ مبيش صرف دنبہ کو کہتے ہیں۔ فارسی میں لفظ گو سفندی لفظ مبيش طرح لفظ بز کا مقابل ہے جیسا کہ عربی میں لفظ معز ضان کا مقابل ہے۔ قاموس و صراح دونوں سے یہی ثابت ہے۔

البتہ بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ فارسی کا لفظ گو سفند لفظ مبيش کا ہم معنی نہیں بلکہ مبيش وز (دنبہ و بکری) دونوں کو عام ہے۔ (غیاث اللغات)²

<p>اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اہل عرب کے نزدیک جو جانور ضان کہلاتا ہے اہل فارس اس کو مبيش کہتے ہیں (اور اہل اردو دنبہ کہتے ہیں اور اہل عرب جس کو معز کہتے ہیں اہل فارس اسی کو بز کہتے ہیں، نہ یہ کہ لفظ مبيش کے اطلاق میں بھیڑ داخل ہے۔</p>	<p>پس ازیں عبارت صاف معلوم می شود کہ آن حیواں کہ عرب آن را ضان گویند فرس آن را مبيش گویند، وانچه عرب آن معز گویند فرس آن را بز گویند، لان لفظ مبيش عام يطلق على الضان</p>
---	---

¹ غیاث اللغات فصل کاف فارسی مع واو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۳۱

² غیاث اللغات فصل کاف فارسی مع واو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۳۱

ایک اور جواب: اور اگر بطور تنزل ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ اہل لغت کے نزدیک میث کا اطلاق اون والے پر ہوتا ہے تب بھی ہم یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ اس سے ان کی مراد بھیڑ ہے۔ اس کے بیان کے لئے ہم کو تھوڑی تفصیل میں جانا ہوگا۔

کسی چیز کی تعریف اس کے مساوی لفظ سے بھی کی جاتی ہے۔ جیسے انسان کی تعریف لفظ ناطق سے کی جائے (کہ جن جن افراد پر انسان دلالت کرتا ہے ناطق بنی اس پر دلالت کرتا ہے) اور کبھی تعریف کے لئے معرف سے عام لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے السعدانة نبت (کہ سعدانہ ایک مخصوص گھاس کا نام ہے) جبکہ نبت ہر گاس کو کہا جاتا ہے۔ اول الذکر تعریف کامل ہے اور ثانی ناقص، الغرض تعریف دونوں ہی ہے۔

وعلى الحيوان المسئول عنه ولو سلم ان لفظ ميث في لغة الفرس بمعنى ذوات الصوف اعم من ان يكون لها الية اولا ليشتتمل الضان والحيوان المسئول عنه فتفسير اهل اللغة لفظ الضان بلفظ ميث تفسير بالاعم وهو جائز اذا كان المقصود هو التمييز عن بعض ماعداه¹۔ وذكره الفاضل اللاهوري في بحث خواص الاسم۔

اگر معرف کو بعض امور سے ممتاز کرنا ہے تو عام لفظ سے بھی تعریف جائز ہے² (فاضل لاہوری بحث خواص اسم)

تو یہاں بھی ضان کا ترجمہ لفظ ميث سے کر دیا جس کا مفہوم اون والا۔ لیکن اس سے اہل لغت کی غرض ضان میں بھیڑ کو شامل کرنے کی نہیں تھی بلکہ دنبہ کو گائے، بھینس اور بکری سے ممتاز کرنا ہے کہ وہ اون والے جانور نہیں، اور دنبہ اون والا جانور ہے۔ اور جب ضان کو بھیڑ سے بھی ممتاز کرنا ہو تو اس کی تعریف بچل والے جانور سے کی۔

جواب الجواب: اگر ہماری بات کا یہ جواب دیا جائے کہ اہل لغت کے اطلاق کو یہاں تعریف مساوی سے پھیر کر تعریف عام قرار دینا ایک بے دلیل

وهنا كذلك او المقصود من تفسيره به تميزه عن بعض ماعداه كالمعز والبقر، فانهما من ذوات الشعر، ولو قيل ان غرضهم من تفسير الضان بلفظ ميث ان الضان ما كان من ذوات الصوف سواء كان له الية اولا كما ان ميث كذلك فبعد التسليم لا يصير حجة علينا لان الحجة علينا تفسير الفقهاء لا تفسير اهل اللغة، ووجب علينا اتباع الفقهاء

¹ کلام لفاضل اللاهوري

² کلام لفاضل اللاهوري

<p>اور ادعائی بات ہے۔ اس لئے قابل تقسیم نہیں ظاہر ہے کہ ان کا منشاء ضاں کا ترجمہ پیش کر کے یہی ظاہر کرنا ہے کہ وہی جانور ہے جس کے اون ہوتا ہے چکی ہو یا نہ ہو، اس سے ان کو کوئی غرض نہیں تو لغتہً بھیٹر دنبہ میں شامل ہوئی،</p> <p>جواب: چلئے اہل لغت کا مطلب وہی ہے جو آپ کہتے ہیں، لیکن ہمارے لئے حجت اہل لغت کی بات نہیں ہے اہل فقہ کی بات ہے جب وہ ضاں کے معنی چکتی والا کہتے ہیں تو وہی مانا جائے گا، اور بھیٹر دنبہ میں شامل نہ ہوگی۔</p> <p>رہ گئی یہ بات کہ اہل فقہ اور اہل لغت کے معانی میں اختلاف ہوتا ہے۔ تو اس کی نظیر قربانی کے جانور میں ہی لفظ جذع ہے کہ اہل فقہ چھ ماہ کے بچے کو کہتے ہیں،</p>	<p>لا اهل اللغة وهم كثير اما يخالفون اهل اللغة عبدا كما قال الجلبی علی شرح الوقایة. فی باب الاضحیة قوله الجذع شاة لها سنة اشهر ای فی مذهب الفقهاء. و انما قیدناه بهذا الان عند اهل اللغة الجذع من الشاة ماتمت لها سنة كذا فی النهاية¹ والعینی علی الكنز. فی باب الاضحیة وجاز الجذع من الضاع لا غیر۔ وهو ماتمت له ستة اشهر عند الفقهاء² وفی کتاب الزكاة والمعز كالضان ويؤخذ الثنی فی زكاتها لا الجذع وهو ما أتى علیه اكثرها، وهذا تفسیر الفقهاء و عند اهل اللغة الجذع ماتمت له سنة، وطعن فی الثانية³۔</p>
--	---

اہل لغت ایک سالہ بچہ کو، اور مسئلہ کا حل اہل فقہ کے قول پر ہی دیا جاتا ہے۔ چلپی علی شرح الوقایہ، یعنی علی الكنز)

<p>شہ نمبر ۳۳: بعض فقہاء نے بھی تو ضاں کی تعریف</p> <p>مجیب نے یوں تعبیر کیا ہے حالانکہ اصل کتاب میں یوں ہے، ضاں وہ ہے جو اون والا ہو اور معز جو بالوں والا ہو، قہستانی ۱۲ عبد المنان الاعظمی</p>	<p>واما تفسیر الضان^۴ بما كان من ذوات</p> <p>عہ: عبر الجبید ہكذا او العبارة فی الاصل ہكذا الضان ما كان من ذوات الصوف ولعز من ذوات الشعر⁴۔ قہستانی ۱۲۔ عبد المنان الاعظمی۔</p>
---	--

¹ ذخیرة العقبی حاشیہ شرح الوقایہ کتاب الاضحیہ نوکسور کانپور ۱۳/۵۷۷

² رمز الحقائق فی شرح کنز الدقائق کتاب الاضحیہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۲/۲۰۵

³ رمز الحقائق فی شرح کنز الدقائق کتاب الزکوة باب صدقة السوائف مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۱/۷۱

⁴ جامع الرموز کتاب الزکوة مکتبہ اسلامیہ کتب قاموس ایران ۱۲/۳۰۶

<p>"مالہ صوف" (جس کے اون ہو) سے کی ہے۔ جس کے معنی صاف یہی ہوئے کہ بھیڑ بھی اس میں شامل ہے۔</p> <p>جواب: جی ہاں تستانی نے یہ تعریف کی ہے۔ "الضان ماکان من ذوات الصوف والمعز ماکان ذوات الشعر" لیکن اس کا جواب ہم پہلے ہی دے چکے ہیں کہ یہ تعریف بالاعم ہے۔ بکری اور بیل سے دنبہ کو ممتاز کرنے کے لئے ہے۔ بھیڑ سے ممتاز کرنے کے لئے نہیں (جب اس کی ضرورت ہوئی تو یہ تعریف کیا "مالہ الیة" جس کی چکتی ہو، تاکہ بھیڑ نکل جائے)</p>	<p>الصوف والمعز بماکان ذوات الشعر، كما فعل بعضهم فتفسیر کل واحد منها تفسیر بالاعم، كما یشعر به من لا المساوی، وغرضهم من هذا التفسیر تمیز کل واحد من الاخر، الا ترى ان البقر والجاموس من ذوات الشعر فلو کان تعریف بالمساوی بطل الطرد، فهكذا تعریف الضان۔</p>
--	---

ہماری اس بات پر قرینہ یہ ہے کہ تعریف میں لفظ من استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی ہوتے ہیں، تو تعریف کی عبارت کا ترجمہ یہ ہوا ضان اون والے جانوروں میں سے بعض ہے اور دوسرا قرینہ یہ ہے کہ بکری کی تعریف میں یہی کہا گیا ہے۔ "ماکان ذوات الشعر" جو بالوں والی ہو۔ تو اگر اس عبارت کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ بکری بال والے جانوروں میں سے بعض ہے تو بیل بھینس وغیرہ بھی بکری میں شامل ہو جائیں گے، پس اس مجبوری سے جب بکری والی تعریف کو بالاعم قرار دیا جائے تو ضان والی تعریف کو بھی تعریف بالاعم قرار دیں (کیونکہ دونوں جملے ساتھ ساتھ ہیں تو دونوں کا حکم یکساں ہونا چاہئے۔

<p>حوالے: اب ہم کتابوں سے حوالے پیش کرتے ہیں جس سے حق واضح اور روشن ہو جائے گا:</p> <p>(۱) ضان کا جذع قربانی میں جائز ہے یعنی شش ماہہ بچہ اور ضان چکتی والے جانور کو کہتے ہیں، شنی اور اس سے بڑی عمر والے جانور تینوں اقسام کے جائز ہیں یعنی شاة میں دنبہ ہو یا بکری اور گائے میں ۳ گائے ہو یا ۳ بھینس اور اونٹ (شرح وقایہ من عینی) (۲) مصنف کے مذکورہ بالا قول میں ان جانوروں کی طرف اشارہ ہے جن کے علاوہ قربانی جائز نہیں</p>	<p>الآن نکتب عبارات الكتب الموجودة فأنظر فيها حق النظر حتى يتبين لك الحق والحق احق بان يتبع (م) وصح الجذع من الضان (ش) الجذع شاة لها ستة اشهر، والضان بما تكون له الیة (م) والثنی فصاعدا من الثلثة (ش) ای من اشاة اعم من ان یکون ضانا او معزا، ومن البقر، ومن</p>
---	---

اور ایسی عمروں کا بیان ہے جن کے علاوہ قربانی جائز نہیں،
 (حاشیہ شرح وقایہ چلبی من عینی)
 (۳) ضان کا اتنا بڑا بچہ جو چھ ماہ کا ہو لیکن دور سے دیکھنے میں
 سال بھر کا معلوم ہوتا ہو (در مختار عینی)
 ضان جس کے چکتی ہو، یہ چکتی کی قید اس لئے لگائی کہ بکری
 گائے اور اونٹ کے جذع کا استثناء مقصود تھا، بکری کا جذع چھ
 ماہ کا ہوتا ہے اور گائے کا سال بھر کا اور اونٹ کا چار سال کا،
 اور "من الثلاثة" کا لفظ جس کا ذکر آگے آ رہا ہے یہ اونٹ اور
 بقر ان دونوں نوعوں کے ساتھ اور اسی طرح اپنی دونوں
 قسموں کے ساتھ، (ردالمحتار من عینی)

(۴) اور انعام کی قربانی مسنون ہے، انعام چوپایہ کو کہتے ہیں،
 اضحیہ کے معنی قربانی ہیں، مطلب یہ ہے کہ ضان کا چھ ماہہ
 بچہ، یا سات ماہہ بچہ کی قربانی مسنون ہے اور ایک سالہ بچہ کی
 بھی، لیکن اس کے لئے کوئی پابندی نہیں ہے۔ ضان ہو کہ
 معز، اور اونٹ اور بقر کا شنی بھی قربانی کے لئے جائز ہے۔
 اونٹ کا شنی پانچ سالہ اور بقر کا دو سالہ اور شاة کا ایک سالہ۔ اور
 جذع کے لئے ضان کی قید اس لئے لگائی کہ بکری چھ ماہہ جائز
 نہیں، اور ضان چکتی والے جانور کو

الابل^۱۔ شرح وقایہ من عینی، قوله وصح الجذع الی
 قوله من الثلاثة اشارة الی بیان الانواع التي لاتجوز
 الاضحیة الابها، وتصريح بينها التي لاتجوز فیما
 دونہ^۲، چلبی علی شرح الوقایة، من عینی، وصح
 الجذع ذوستنة اشهر من الضان ان كان بحیث لوخلط
 بالثنایا لایسکن التمییز من بعد، وصح الثنی
 فصاعدا من الثلاثة والثنی هو ابن خمس من الابل و
 حولین من البقر والجأموس۔ وحول من الشاة^۳ اهدر
 مختار من عینی، قوله من الضان ہو ماله الیة منح،
 قید به لانه لا یجوز الجذع من المعز وغیره بلا
 خلاف، كما فی المبسوط قهستانی والجذع من البقرا
 بن سنة، ومن الابل ان اربع، بدائع، قوله من الثلاثة،
 ای الاتیة وهی الابل۔ والبقر، بنوعیه، والشاة بنوعیه
 رد المحتار من عینی ومن سنن الاسلام التضحیة
 بالانعام التضحیة ذبح الاضحیة والانعام بالفتح
 جمع نعم بفتحین

^۱ شرح الوقایہ کتاب الاضحیة مطبع یوسفی لکھنؤ، ۱۴/ ۹۳

^۲ ذخیرة العقبی حاشیة شرح الوقایہ کتاب الاضحیة نوکثور لکھنؤ ۱۴/ ۵۷۴

^۳ در مختار کتاب الاضحیة مطبع مجتبیٰ دہلی ۱۲/ ۲۳۲، ۲۳۳

^۴ ردالمختار کتاب الاضحیة دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۲۰۴

کہتے ہیں اوپر کی عبارت میں ایک جگہ مطلقاً کا لفظ آیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مذکور ہو کہ مؤنث، اور بھینس گائے میں داخل ہے۔ اور شاة میں افضل مادہ نہیں بلکہ نر ہے۔ دونوں نوعوں کا یہی حکم ہے۔ مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام)

(۵) اور مصنف نے "جامع من الضان" کہا، اور ضان وہ اون والا جانور ہے جس کے چلتی ہو، ایسا ہی منح الغفار وغیرہ میں ہے۔ (تعلیق المجدد من عینی)

(۶) اور نر مینڈھا مادہ سے افضل ہے اور یہ ضان کا مؤنث ہے۔ قاموس۔ (رد المحتار)

(۷) مسند ہی ذبح کرو۔ یہ نہ ملے تو ضان کا "جذعہ" اس حدیث کی شرح میں تفصیلات ہیں، ہم مذہب حنفی کے موافق بیان کرتے ہیں، قربانی کے جانور کی تین نوعیں ہیں، اونٹ، بقر، غنم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور اصحاب سے ان کے علاوہ قربانی ثابت نہیں، غنم کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ معزر کوفاری

وهو ذوات القوائم الاربع یعنی ان من السنة التضحية بالجنع من الضان، وهو ماتم له ستة اشهر، وقيل سبعة اشهر، وبالثنى فصاعدا من شاة، اعم من ان يكون ضاناً او معزاً، ومن الابل والبقر مطلقاً، وهو اى الثنى ابن خمس من الابل، وحولين من البقرة وحوول من الشاة والمعز۔ والجنع بفتح حى الجيم والبدال، وقيدناه بالضان وهو ماله الية۔ لان الجنع من المعز لا تجوز به التضحية و قولنا مطلقاً اشار الى انه يجوز المذكور والانثى من جميع ما ذكر، وان الجاموس داخل في البقر هكذا ذكره في الفروع¹ اه، ويختار من الشاة الكباش اى الذكر من الغنم فان الانثى منه اعنى النعجة وكذا المعز وان جازة لكن الكباش هو الاولى² انتهي ما اردناه مفاتيح الجنان شرح شرعة الاسلام من عینی، والكباش افضل من النعجة هي الانثى من الضان قاموس³ رد المحتار من عینی، قوله الجنع من الضان هو ذوات الصوف من الغنم التي له الية، كما في منح الغفار وغيره التعليق المجدد على مؤطا امام محمد من عینی⁴۔ وعن

¹ مفاتيح الجنان شرح شرعة الاسلام فصل في سنن الاضحية مكتبة الاسلاميه كوتہ ص ۲۱۸

² مفاتيح الجنان شرح شرعة الاسلام فصل في سنن الاضحية مكتبة الاسلاميه كوتہ ص ۲۲۰

³ رد المحتار كتاب الاضحية دار احياء التراث العربى بيروت ۲۰۵ / ۵

⁴ التعليق المجدد على مؤطا امام محمد مع المؤطا كتاب الضحايا وما يجرز منها نور محمد كارخانه تجارات كتب خانہ كراچی ص ۲۸۰

میں بڑ کہتے ہیں، اور ضان کو میش اور جاموس گاؤ میش کا معرب ہے یہ گائے کی ہی ایک قسم ہے۔ اور ان سب کا ثنی جائز ہے۔ (اشعة المعات)

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تذبحوا لامسنة بضم میم وکسر سین ونون مشددة، فرمودہ زبح نہ کنید مگر مسنہ، لان یعسر علیکم فتذبح جذعة من الضان، مگر آنکہ دشوار شود بہم سائیدن مسنہ بر شما، پس ذبح کنید جذعہ را از میش جذع بفتح جیم وذل رواہ مسلم شرح ایں حدیث تفصیلے وارد آرا موافق مذہب حنفی بیان کنیم، ودر شرح موافق مذاہب اربعہ ذکر کردہ شدہ است بدانکہ اضحیہ جائز نیست، مگر از اہل و یقر و غنم، وروایت کردہ شدہ است از اہل حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نہ از اصحاب وے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جز اصناف ثلثہ از ذبائح و غنم و و صنف معز کہ آرا بزرگویند، وضان کہ آرا میش خوانند، و جاموس بسیں مہملہ کہ معرب گاؤ میش ست نوع از بقرت و جائز است، از جمیع اقسام ثنی انتہی ما ردناہ اشعة^۱ المعات علی المشکوة۔

سوال: آپ نے اس سے قبل کہا کہ ضان کا ترجمہ میش (بھیڑ) اہل لغت کرتے ہیں، اور اہل فقہ یہ ترجمہ کرتے ہیں تو ہم بھی تسلیم کر لیتے کہ ضان بھیڑ کو شامل ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب اشعة المعات توائمہ و حدیث میں سے ہیں، اور انھوں نے بھی وہ اہل لغت والا ترجمہ کیا ہے تو آپ کو کیا عذر ہے۔

جواب: شیخ محقق کے اس ترجمہ سے جاہلوں کی طرح خوش

فان قبل قلت فیما سبق الحجة علینا تفسیر الفقہاء لا تفسیر اهل اللغة، و رأیت الآن ترجمة الشیخ لفظ الضان ہمیش و هو من اعظم مقلدی الحنفیة وانت نقلتہ ایضاً للسند، فلم لاتقول بجواز اضحیة الحيوان المسئول عنه بعد، قلت لاتفرح بترجمة الشیخ مثلاً كما فرح العامة بها.

^۱ اشعة المعات کتاب الصلوة باب الاضحیة الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ ستمبر ۲۰۸

ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ شیخ کے اس لفظ میں سے دنبہ اور بھیڑ دونوں ہی مراد ہوں گے، یا ان میں سے کوئی ایک اور دونوں ہی مراد ہوں گے تو بطور حقیقت مجاز، یا اشتراک یا عموم مجاز، تو حقیقت و مجاز، یا اشتراک کے طور پر دونوں معانی کا ایک ساتھ مراد لینا اصول لسان کے اعتبار سے ناجائز ہے۔ اور بطور عموم مجاز دونوں ایک ساتھ مراد لینے پر یہ خرابی لازم آتی ہے کہ قربانی کے کل چھ قسم کے جانور ہوتے ہیں، حالانکہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ پانچ ہی ہیں، اور ایک ہی مراد لیں، اور وہ بھیڑ ہو تو دنبہ چھوٹ جاتا ہے جو بالاتفاق قربانی کا جانور ہے۔

مزید سوال: آپ کی یہ ساری تقریر ضان کے معنی دنبہ مراد لینے پر بھی جاری ہوتی ہے، تو یہ مراد لینا بھی ممنوع ہو۔

جواب: جب فقہاء نے چلتی والا کہہ کر اسی جانور کو متعین کر دیا تو اب ہم کو اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ وہ معنی مجازی ہیں یا حقیقی یا بطور اشتراک۔

پس ان نصوص فقہیہ کی روشنی میں ہمارا فیصلہ تو یہی ہے کہ بھیڑ کی قربانی ناجائز ہے۔ اگر دوسری کسی کتاب میں اس کے جواز کا حکم ہو بھی تو احتیاط اس سے بچنے میں ہی ہے کہ عدم جواز کے یہ دلائل

وجوزوا التضحیة بالحيوان المسئول عنه فضلو او اضلو نعوذ بالله منها. فان لفظ میں لغة الفرس لا لغتنا. فاما حقيقة فيما له الية ومجاز في الحيوان المسئول عنه. لكونه من ذوات الصوف مثل مال الیه۔ او بالعکس واما مشترك بينهما. فعند تفسیر الضان به كما فسره الشيخ به لا يجوز ان يراد به معالاً نه يلزم الجمع بين الحقيقة والمجاز. ولو بين معینی مشترك في اطلاق واحد. وبطلانها لا يخفى على الكل. مع انه حينئذ يصير للغنم لو اشارة اصناف ثلاثة. المعز وماله الية ومالا الية له ويخالف قول الشيخ فيما بعد وغنم دو وصف است¹ وقال الشافعي والشاة بنوعية²۔ وهكذا وان اريد به عموم المجازی ای ماكان من ذوات الصوف فلا يلزم الجمع بالمعنيين الا ان التخالف بينه وبين قول الشيخ وغيره المذكورين باق وهو ظاهر. وكاف في عدم ارادتهم. فاما ان يراد به الحيوان المسئول عنه فقط حقيقة كان او مجازاً. فيخرج ماله الية من باب التضحیة۔ و

¹ اشعة للمبعات كتاب الصلوة باب الاضحیة الفصل الاول مكتبة نوريه رضويه سكره ۱/ ۲۰۸

² رد المحتار كتاب الاضحیة دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۲۰۴

<p>قاہرہ ہم نے ظاہر کر دئے۔ اور یہ کہنا کہ بزرگوں سے ایسا ہوتا آیا ہے، یا ہمیش کے معنی بھیڑ ہیں یہ تار عنکبوت سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے یہ فتویٰ صحیح ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے، اور غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (نظام الدین مدرس اسلامیہ احمد پور شرقیہ)</p>	<p>يصير النوع الخامس. من الانواع الخمسة بها الحيوان المسؤول عنه. لاماله الية و هو خلاف الاجماع او يراد به ماله الية فقط حقيقة كان او مجاز فيحرم الحيوان المسؤول عنه من البين كما هو حقه وهو المطلوب. واجراء هذا التفصيل بعينه في لفظ الضان ان كما وقع في الحديث والمتون بان يقال لفظ الضان لفظة لغة العرب لا لغتنا فاما حقيقة فيماله الية و مجاز في الحيوان المسؤول عنه الى قولنا وهو المطلوب. فقول تفسيره بما تكون له الية يمكن ويحصل الفائدة منه. وهي الاستقرار على المطلوب واما بعد تفسيره بماله الية كما فعل الفحول من العلماء. فلا فائدة فيه لانه يعلم من هذا التفسيران مراد الفقهاء بالضان ماله الية سواء كان معنى حقيقيا او مجازيا فما مطلبنا في الاجراء وتطويل المسافة فطننت بل علمت من هذه النقول ان التضحية بالحيوان المسؤول عنه لا تجوز. وقد سمعت تحقيقة بما لا مزيد عليه أنفا فاقول ما انا عليه. وعليه التعويل هو عدم جواز التضحية به. فان اصبحت فمن الله تعالى. وان اخطأت فمعنى ومن الشيطان وان وجد في الكتب الاخر المعتمدة عليها</p>
---	--

	<p>الغیر الموجودة عندی جوازها. فح ترك التضحية به اولی لان مقتضى الاحتياط ح هو عدم الجواز على ما علم من اصول الفقه. هذا بالنواجذ ولا يلتقف الى قول المخالفين القائلين بالجواز فان اقوى دلائلهم "وجدنا عليه اسلافنا" وتعلم حاله وما سوى هذا الدليل من تفسير الضمان بلفظ ميش وما كان من ذوات الصوف. فاوهن من بيت العنكبوت كما مر. هذا ماظهر لي ولعل عندی غیرى احسن من هذا۔ المجيب نظام الدين مدرس مدرسة الاسلاميه احمدپور شريقيه۔</p>
--	--

الجواب:

<p>اس خدا کی تعریف جس نے ہم کو اکرام کے ساتھ خاص فرمایا اور انعام کے کو ہم پر عام فرمایا، اور حاجیوں کے لئے اور ہمارے لئے چارپائے بنائے کہ کھائیں بھی اور قربانی بھی کریں۔</p> <p>یہ آٹھ جوڑے ہیں، ضان کے دو اور معز کے دو، تو کیا اون والے ممنوع ہیں یا بال والے، یادم والوں پر روک ہے یا چلتی والوں پر، اور اونٹ کے دو اور گائے کے بھی دو، تو کیا سختی اونٹوں پر انحصار ہے یا اعراب پر، اور بھینس مردود ہے یا گائے کی مختلف اصناف لانی (لمبی) اور نائی، یا کسی عضو یا بال کی چھوٹائی بڑائی، نوع کو بدلنے والی اور حصر کو قائم کرنیوالی ہے تنجیس علم ہو تو مجھے بتاؤ، اور صلاۃ و سلام ہو</p>	<p>الحمد لله الذى خصنا بالاکرام وعمننا بالانعام خلق لنا الانعام. للتقرب والاطعام. وكثير من الحاج. ثمانية اواج من الضان اثنين. ومن المعز اثنين. آ الصوف حطر. ام الشعر حجر. آبالاذناب امر. ام على الا لا يا قصر. ومن الابل اثنين. ومن البقر اثنين. آ بالبخت جد. ام فى العراب حصر. آالجاموس رد. ام طائف البقر. آبطول وقصر وصخر وكبرنى عضو او شعر، للنوع غير. او بالحصر ضرر. نبؤنى بعلم ان كان لكم خبر. والصلاة والسلام على السيد الاعز واله وصبحة كل كريم معز۔ عدد</p>
---	---

تمام معززین کے سردار پر، ان کی آل پر، اصحاب پر جو کریم اور معزز ہیں، بھیڑوں کی اون اور بکریوں کے بال برابر۔ حمد و صلاۃ کے بعد بلاشبہ بھیڑ بکریوں اور انعام میں شمار ہوتی ہے۔ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے اور اس کی قربانی جائز ہے۔ یہ مسئلہ خود واضح اور بیان سے بے نیاز ہے۔ اس کی قربانی مسلمانوں میں شروع ہی سے متواتر ہے علماء کے تمام گروہ اور مختلف جماعتوں نے اس میں کبھی کوئی اختلاف اور جدال نہیں کیا، تو بلا امتیاز سبھی کو گمراہ اور گمراہ گر کہنا سرکشی اور جرم ہے۔ اور امر محبوب سے روگردانی، جس کا انجام آئندہ معلوم ہوگا۔ اس مسئلہ پر خامہ فرسائی سے چشم پوشی ہی بہتر تھی کیونکہ یقیناً جہاں دلائل کے پر جلتے ہیں، جو ایسی باتوں کا انکار کرے پھر کس بات کا اقرار کرے گا اور کس پر ایمان لائے گا، لیکن باطل کو بھگانا اور غافل کو بتانا، کمزور اہل اسلام کو گمراہی سے روکنا، اور یہ خوش گمانی بھی کہ پھسلنے والا سنبھالے سنبھل بھی جاتا ہے۔ راہ دکھاؤ تو کوئی کوئی دیکھ بھی لیتا ہے۔ اور واقعی عقلمند وہ ہے جو ہر بات پر خواہ مخواہ اصرار نہ کرے، اور حقیقت آشکار ہو تو یادہ گوئی اور انکار چھوڑ دے تو پروردگار غفور و رحیم ہے۔ ان سب باتوں نے ہمیں چند تنبیہات پر مجبور کیا، سبحان اللہ چمکتے سورج پر کیا حجاب میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ بیکار امیدوں یا ملال کے چکر، یا طیش

اصواف الضائف واشعار المعز۔ وبعد فلا شك ان هذا لحيوان من بهيمة الانعام، ومن الاغنام ومما تجوز التضحية به باجماع اهل الاسلام مسئلة واضحة جلييلة النبيان غنية عن البيان، لا تتناطح فيها عنز ان وتد توارث التضحي به المسلمون، وعلماؤهم متظافرون، طبقة فطبقة وجيلا بعد جيل من دون نكير منكر، ولا مرء عقيل فمن نسبهم جبيعا الى الضلال والاضلال فقد عتا وعصى، وشق العصا، يولى ماتولى، ولسوف يرى، وقد كان الاعراض عن مثل هذا امثل واحرى، فان الامر اذ انتهي الى انكار الواضحات كان السبيل ترك التحاور، فانها هي المقاطيع للحجج الشامخات، والبراهين الغر، فمن يمارى فيها فيما ذا يوقن، وبأى حديث بعد هأيو من ولكن وجوب اخماد الباطل وارشاد الغافل، والرفق بضعفاء المسلمين كيلا يقعوا في ضلال مبين، و تحسين الظن بالمسلم العاقل، فانه ربما عثر، فاذا ذكر تذكر، واذا بصر ابصر، وانما العاقل من اقر وما اصر فاذا علم الخبر هجر الهجرى وانكر المنكر، و ربك غفار لمن استغفر، كل ذلك يدعون ان تأتي في

الباب بعدة تنبيهاات

کے فوران میں پھنس کر پوری بات دیکھے سنے بغیر جلد بازی نہ کر بیٹھنا، میں تمہیں ادنیٰ سے اعلیٰ تک آہستہ آہستہ لے کر چل کر سورج کے پاس کترا کر دوں گا جہاں تاریکیاں کانور ہیں، کیونکہ جہاں وہم پیدا ہوتا ہے اس کا ازالہ بھی ہوتا ہے اور رات کے بھیانک خواب سے صبح کو چھٹکارا بھی مل جاتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ توضیح ترپوشیدہ امور کی ہوتی ہے۔ اور بدیہات کی تقسیم مشکل ہے۔ میں نے حق کی طرف رہنمائی میں کوتاہی نہیں کی ہے۔

منیہ اول: اس بات کے بیان میں کہ صرف انعام ہی قربانی کے جانور ہیں: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: تمہارے لئے حلال کئے گئے انعام سوا ان کے جن کی ممانعت تم پر پڑھی جاتی ہے تو دور ہوں بتوں کی گندگی سے اور بچو جھوٹی بات سے ایک اللہ کے ہو کر، پھر اس کا سا جہی کسی کو نہ کرو، اور جو اللہ کا شریک کرے کہ وہ گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اسے اچھک لے جاتے ہیں، یا ہوا سے کسی دوسری

تقرر الصواب وتبیط الحجاب ویا سبحن اللہ هل من حجاب، علی وجہ شمس تجلت من سحب هذا وایاک ثم ایاک ان یلهیک الا مل، او یطغیک الملل، او یستخفک الطیش، فیأخذک العجل۔ قبل ان تجع الکلمات الاخر بالاول فانی ارید، ان استدرجک من الرفیع الی الرقیع، ومن ذی سم الی اشم حتی اوقفک علی شمس تتضاً ء لا دونها الظلم، فعسی ان یعتریک وهم وباتیک ما یریح، او تمسی فی حلم او ستصبح فیما یریح، علی انی قد علمت ان السبیل وعر الی ایضاح الجلیات، وانما الجادة المسلوکة اظہار الخبیات، لکنی اتنزل لک الی وهدة وقعت، ولا الو ان ارفعک الی الحق ما استطعت فاقول: وتوفیق بالقرب المجید، علیہ توکلت والیہ انیب،

'الاول: قال ربنا عز من قائل " اُحَدِّثْ لَکُمْ اَلَا نَعَامٌ " الی قوله عز وجل " ثُمَّ مَجَّلْهَا اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝۱ "، وقال سبحنه وتعالیٰ " وَکَلَّ اُمَّةً جَعَلْنَا مَنَسْکًا لِّیَدِ کُرُو السَّمِ اللّٰهِ عَلٰی مَا رَزَقْنٰهُمْ مِنْ بَهِیمَةٍ اِلَّا نَعَامٌ ۝۲ "۔ فقد اذا دجل جلاله ان الانعام کلها محل المنسک، وانها الی یتقرب بنحرها وذبحا الی ربنا وربها دون سائر البهائم والحيوانات، قال

¹ القرآن الکریم ۲۲ / ۳۰ تا ۳۳

² القرآن الکریم ۲۲ / ۳۲

جگہ چھینکتی ہے بات یہ ہے اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے، تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔ تمہارے لئے انعام میں فائدے ہیں ایک مقررہ میعاد تک، پھر ان کا پہنچنا ہے اس آزاد گھر تک اور ہر امت کے لئے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں اس کے دئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر، تو تمہارا معبود ایک معبود ہے تو اسی کے حضور گردن رکھو۔ (سورۃ حج - پ ۱۷)

ان آیات کا مفاد یہ ہے کہ جانوروں میں صرف انعام ہی قربانی اور ہدایا کے لئے مخصوص ہیں، حضرت امام بغوی نے اس مضمون پر تفسیر معالم میں دوسری آیت کے تحت تصریح فرمائی، یعنی ان جانوروں کے ذبح اور نحر کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہو ان جانوروں کو انعام کہنے کی وجہ ان کا نہ بولنا ہے۔ انعام کی قید اس لئے لگائی کہ کچھ بہائم ایسے ہیں کہ قربانیوں میں ذبح نہیں کئے جاتے، جیسے گھوڑا، خچر، گدھا۔ اتنا ثابت ہو جانے کے بعد اس کی ضرورت تو نہ تھی کہ ہم بھیڑ کا انعام ہونا بھی ثابت کریں، اور یہ کہ اہلی ہے وحشی نہیں ہے دو کھر والا چوپایہ ہے، مگر ہم شہادتیں فراہم کر رہے ہیں:

الامام معی السنۃ البغوی، فی معاملۃ التنزیل "لیذکروا اسم اللہ علی مارزقہم من بہیمۃ الانعام" عند نحرہا وذبحہا، وسباہا بہیمۃ الانعام، لانہا لا تتکلم، وقال بہیمۃ الانعام لانہا لا تتکلم وقال بہیمۃ الانعام قید بالنعمة لان من البہائم مالیس من الانعام، کالخیل والبغال والحصیر، لایجوز ذبحہا فی القرابین^۱ اھو لاری مرتابا یرتاب فی ان حیواننا هذا من بہیمۃ الانعام، بانہ اہلی ذات قوائم اربع و ظلف، قال فی المصباح المنیر لغۃ الفقہ، الانعام ذات الخف، والظلف، وہی الابل، والبقر، والغنم^۲ اھ فان كنت فی ریب من هذا فانبتنا مما ذاتراہ امن الوحوش ام من السباع، ام من الطیور، ام من الهوام، ام ذوات الحوافر، ام نوع آخر مقطوع الدابر، ما بہ علم ولا عنہ مخبر۔

انعام کھر دار جانور اور خف والے، یہ اہل، بقر، غنم ہیں (مصباح المنیر)

اگر اس کے بعد بھی شبہ ہو تو بتاؤ کیا وحشی ہے یا درندہ ہے، کہ پرندہ ہے یا حشرات الارض میں سے ہے، سُم والوں ہے یا کوئی ایسی قسم جس کی نسل ختم ہو گئی ہے۔

^۱ معالم التنزیل لی ہامش الخازن تحت آیت ۲۲/۳۳ مصطفی البابی مصر ۱۸/۵

^۲ المصباح المنیر النون مع العین مصطفی البابی مصر ۱۱/۸۳-۱۸۳

تنبیہ دوم: اس بات کے ثبوت میں کہ بکری انعام میں سے ہے: ارشاد الہی ہے "من الانعام حمولة و فرشا۔ شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ فرمایا: "پیدا کئے مواشی میں لدنے والے اور دبے" اور فوائد میں فرمایا: "لدنے والے اونٹ اور بیل، اور دبے والے بھیڑ اور بکری"۔

تنبیہ سوم: بھیڑ کے قربانی کے جانور ہونے پر اجماع ہے: مفتی سابق نے اعتراض کیا، اور تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ غنم قربانی کے جانوروں میں سے ہے۔ اور چوپایوں کے درمیان فرق جاننے والے یہ خوب جانتے ہیں کہ بھیڑ غنم میں شامل ہے قرآن عظیم کی آیت

"وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ شُحُومَهُمْ" کا ترجمہ فاضل رفیع الدین دہلوی فرماتے ہیں: "اور گائے سے اور بھیڑ بکری سے حرام کیں ہم نے اوپر ان کے چریاں ان کی"۔

ایضاً تنبیہ چہارم: اس بات کا فیصلہ کہ بھیڑ غنم میں داخل ہے یا نہیں۔ وہی حضرات علماء کر سکتے ہیں جن کو تینوں زبانوں میں مہارت ہو تو ان زبانوں کا عالم یہ خوب جانتا ہے کہ جس جانور کو ہندی میں بکری اور

الثانی^۱: قال جل ذكره "وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةٌ وَفَرَشَاءٌ"

^۱۔ قال الشاہ عبدالقادر الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فی ترجمۃ الکریمۃ پیدا کئے مواشی میں لدے والے اور دبے^۲ وقال فی فوائدہ لدنے والے اونٹ اور بیل، اور دبے بکری اور بھیڑ^۳۔

الثالث^۲: اجمع المسلمون واعترف الرجل، ان الغنم من الاضاحی، وقد علم من یفرق بین البہم والبیہم، ان هذا من الغنم قال اللہ عزوجل

"وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ شُحُومَهُمْ"^۴۔ قال الفاضل رفیع الدین الدہلوی فی ترجمۃ اور گائے سے اور بھیڑ بکری سے حرام کیں ہم نے اوپر ان کے چریاں ان کی^۵۔

الرابع^۳: انما المرجع فی امثال الامور الی علماء اللسان و کما علم کل من یعلم اللسن الثلث ان الحيوان الذي یسی بالہندیۃ بکری و ذکرہ بکرا،

^۱ القرآن الکریم ۱۶/۱۳۲

^۲ موضع القرآن تحت آیہ ۱۶/۱۳۲ مطبع مصطفائی انڈیا ص ۱۳۶

^۳ موضع القرآن تحت آیہ ۱۶/۱۳۲ مطبع مصطفائی انڈیا ص ۱۳۶

^۴ القرآن الکریم ۱۶/۱۳۶

^۵ ترجمۃ القرآن الرفیع الدین تحت آیہ ۱۶/۱۳۶ منتاز کینی لاہور ص ۶۳-۱۶۲

اس کے نز کو بکرا کہتے ہیں، فارسی میں اسی کو بز اور عام بول چال میں گو سپند اور عربی میں معز، اور عام بول چال میں غنم و شاة کہتے ہیں اس کے مذکر کو "تیس" اور ماعز کہتے ہیں اور مؤنث کو عزر اور ماعزہ کہتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی معروف بات ہے کہ ہندی میں جس جانور کو بھیڑ جس کا مذکر مینڈھا اور بعض کی زبان میں بھیڑا کہتے ہیں، اسی کی مؤنث کو بعض لوگ بھیڑ اور بعض بھیڑی کہتے ہیں، اسی کو فارسی میں میش اور عام بولچال میں گو سفند اس کا مذکر مناٹھ کوچ کلاتا ہے یہی عربی میں ضان اور دونوں اطلاقوں میں شاة و غنم کلاتا ہے اس کا مذکر ضان و کبش اور مؤنث کو نعجہ کہا جاتا ہے۔

"ثَلَانِيَّةٌ أَزْوَاجٌ مِّنَ الضَّانِّ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ" ^۱ پیدا کئے آٹھ زومادہ بھیڑے اور بکری سے دو (از موضح القرآن) آٹھ جوڑے بھیڑوں میں سے اور دو بکری میں سے دو، (شاہ رفیع الدین) آفرید ہشت قسم از گو سفند دو قسم، واز بز دو قسم (شاہ ولی اللہ)۔

ضان، ضائن کی جمع، ماعز کے خلاف۔ اور یہ غنم کی ہی دو ^۲ نوعیں ہیں، پہلے کو فارسی میں میش اور ثانی کو بز

هو الذی یسی بالفارسیة بز، وفي الاطلاق الاعم گوسپند، وبالعربية معزا، وفي الاعم غنما وشاة، و ذکره تيسا و ماعزا، و انثاة عنزا، و ما عزة، كذلك علموا ان الحيوان الذی یسی بالهنديّة بهيڑ، و ذکره مینڈھا، و عند قوم و انثاة بهيڑ و لقوم بهيڑی هو الذی یسی بالفارسیة میش، و بالاطلاقين الاخص و الاعم گوسفند، و ذکره المناطح فوج، و بالعربية ضانا، و بالاطلاقين شاة، و غنما، و ذکره كبشا و ضانا، و انثاة نعجة و ضائنة، قال الله عزوجل

"ثَلَانِيَّةٌ أَزْوَاجٌ مِّنَ الضَّانِّ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ" ^۱ قال في موضح القرآن پیدا کئے آٹھ زومادہ بھیڑ میں سے دو، اور بکری میں سے دو ^۲، وفي ترجمة الرفيعة آٹھ جوڑے بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو ^۳۔ وقال الشاه ولي الله الدهلوي في ترجمتها آفرید ہشت قسم راز گو سفند دو قسم واز بز دو قسم ^۴۔ وقال الفاضل يوسف چلبی في ذخيرة العقبي حاشية شرح الوقاية،

^۱ القرآن الكريم ۱۶/ ۱۳۳

^۲ موضح القرآن تحت آية ۱۶/ ۱۳۳ مطبع مصطفى انڈیا ص ۱۳۶

^۳ ترجمة القرآن الرفيع الدين تحت آية ۱۶/ ۱۳۳ ممتاز کمپنی لاہور ص ۱۲۲

^۴ ترجمة القرآن (فارسی) لولی اللہ دہلوی تحت آية ۱۶/ ۱۳۳ مطبع ہاشمی دہلی ص ۴۹-۱۳۸

کہتے ہیں اور غنم کے ہی ہم معنی لفظ شاة ہے جس کا اطلاق دونوں نوعوں پر ہوتا ہے اور اس معنی میں فارسی لفظ گو سفند بولا جاتا ہے اسماء اور صحاح میں ایسا ہی ہے (مختصراً) (ذخیرہ عقلمی چلپی)

بھیڑ ہندی میں غنم ہے۔ اور غنم ضان ہے اور ضان فارسی میں میش ہے (تحفۃ المومنین)

ضان میش، ضان نر۔ (منتخب رشیدی)

ضان میش نر، خلاف ماعز۔ اور اس کی جمع ضان خلاف معز (صراح)۔

ان سب شہادتوں میں ضان اور میش ایک ہی چیز قرار دی گئی ہے اور اسی کو ہندی بھیڑ بتایا گیا ہے اگر اس کے بعد بھی شبہ ہو کہ یہ دونوں ایک نوع نہیں ہیں، تو بھیڑ کا ایک گلہ لے کر عرب اور فارس کے شہروں اور دیہاتوں میں پھر کر جنگلوں اور پہاڑوں، آبادیوں اور ویرانوں میں گھوم گھوم کر ہر ایک

ضاناً جمع ضائن خلاف الماعز، وهما نوعان من جنس الغنم. يقال للاول بالفارسی میش ولثانی بَز، والشاة اسم جنس یشملها كالغنم ويقال لها بالفارسی گو سفند، كذا فی الصحاح، والاسماء¹ اه باختصار، وقد ترجم فی النفاثس بھیڑ ا بالفاسیة میش نر، وبالعربیة بكبش وضان² وقال فی تحفة المومنین بھیڑ ہندی غنم است³، ثم قال غنم ضان ست⁴ ثم قال ضان بفارسی میش نامند⁵۔ بھیڑ فارسی میں میش نر اور عربی میں ضان ہے (نفاثس) وفي المنتخب الرشیدی ضان میش ضائن میش نر⁶ وفي الصراح ضائن میش نر، خلاف ماعز، والجمع ضان، خلاف معز اه⁷۔ فان كان فی مریة بعد فلیقم ولینعد فلیذهب بقطیع منه الی العرب، والفرس، و لیدر فیها بلاد اوقری وجبالا ومفاوز، ولیسأل کل اهل ناد من حاضر، وباد، ورجل، وامرأة

¹ ذخیرة العقلمی کتاب الزکوة باب زکوة الاموال نوکسور کانپور ۱۱/ ۱۲۷

² النفاثس

³ تحفة المومنین مع مخزن بن الادویة الباء مع الهاء نوکسور کانپور ص ۱۶۹

⁴ تحفة المومنین مع مخزن بن الادویة الغین مع المیم نوکسور کانپور ص ۲۲۵

⁵ تحفة المومنین مع مخزن بن الادویة الصاد مع الالف نوکسور کانپور ص ۳۹۷

⁶ منتخب اللغات مع غیاث اللغات باب الضاد مع النون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۲

⁷ الصراح فی اللغة الصحاح باب النون فصل الضاد نوکسور لکھنؤ ص ۲۱۸

شہری و دیہاتی، عالم و جاہل سے سوال کرو، تو سارے عرب یہ کہیں یہ ضان ہے غنم ہے۔ شاة ہے کبش، نعجة، وقالت الفرس فارسى کھیں یہ میش ہے گو سپند، نرومادہ، فلیصدق بالحق، وان عربت اگر عرب اس کو گور یا، کٹکھنا کتا یا ہاتھی یا اہل فارس اس کو گور خریا چیتا یا الو کہیں تو تم معذور ہو گے۔

منہیہ پنجم تائید مزید: لمبی اور دراز اسونڈ والے ہاتھی کو کوئی فیل نہ مانے تو اس کے علاوہ کیا سمیل ہے کہ اہل عرب سے یہ کھلا دیا جائے کہ ہمارے یہاں سب لوگ اسے فیل ہی کہتے ہیں، جیسے اگر کوئی بمبئی کا انکار کرے، تو اس کی سمیل بھی یہی ہے کہ اسے بمبئی شہر دکھا کر لوگوں سے کھلا دیا جائے کہ سب لوگ اسی کو بمبئی کہتے ہیں:

منہیہ ششم: بھینس کو گائے کے ساتھ لاحق نہیں کیا گیا: یہ کہنا بھینس کو گائے کے ساتھ از روئے قیاس لاحق کیا گیا غلط ہے کیونکہ یہ مسئلہ

وحر وامة، وعالم و جاہل، وسائر وقافل فان اخبره العرب جبيعان هذا ضان، غنم، شاة، كبش، نعجة، وقالت الفرس ايسر ميش، وگو سپند، نرومادہ، فليصدق بالحق، وان عربت العرب ان هذا عصفور، او كلب عقور او فيل مأسور، و تفرست الفرس، فقالت خرگور، او چرخ پرزور او چغد شبکور، فهو معذور۔

الخامس: ارأيت ان انكر منكر، ان هذا المهيب الثقيل، ذا الخرطوم الطويل، الذي يقال له بالهنديا تهي و گج، ليس هو الذي يقال له بالعربية فيل، وبالفارسية پيل، فهل عندك عليه من حجة ودليل، الا الرجوع الى اهل اللسن، و ابانة ان اطبا قهم على امثال ذلك من باب التواتر المورث لليقين، كما ان من جحد وضع بمبئي او كلكته، مثلا لهذا البلد المعلوم، فلا دواء له الا الانباء بان الناس مطبقون على ان هذا البلد بهذا مسى وبه موسوم فان عاند وعاد وعاود اللداد، فماله من طب الا الا فتصا د۔

السادس: من الظن زعم الحاق الجواميس بالبقر، وانما عرفت الاضحية على خلاف القياس لكونها تقربا بآرقة دم،

قیاسی ہے ہی نہیں، اگر قیاس پر مدار ہوتا تو سفید نیل گائے کو گائے کے ساتھ، اور پہاڑی بکری اور ہرن کو بکری کے ساتھ لاحق کرنا بدرجہ اولیٰ بہتر ہوتا لیکن ایسا جائز نہیں۔

علامہ اتقانی نے غایۃ البیان میں فرمایا: "قربانی کا مسئلہ بالکلیہ غیر قیاسی ہے کیونکہ خون بہانا کارِ ثواب ہو، یہ بات غیر معقول ہے۔ اس لئے جن جانوروں کو شرع نے جائز قرار دے دیا ان کے علاوہ مثلاً وحشی جانوروں کی قربانی شرعاً جائز نہیں" علامہ عینی نے رمز الحقائق میں تحریر فرمایا: "قربانی حکم الہی سے خلاف قیاس ثابت ہوتی ہے، تو اسی پر اقتصار کیا جائے گا"۔ علامہ طوری تکملہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں تصریح فرماتے ہیں: "قربانی کا جواز شرح مطہر میں انھیں جانوروں میں ثابت ہے جو اہلی ہوں وحشی میں نہیں، اور یہاں قیاس کو باریابی کی اجازت نہیں"

تو حقیقت حال یہ نہیں ہوئی کہ اکمل کو کامل کے ساتھ لاحق کیا گیا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ علماء کے نزدیک بھینس کا گائے کی ہی نوع میں ہونا ثابت ہوا تو انھوں نے کہا کہ قرآن کا لفظ بقر

وازهاق روح فکیف یسوغ اللاحق فیہا، ولو ماغ لکانت المہا والوعول والظبا احق انه تلحق بالبقراو المعز. قال العلامة الاتقانی فی غایۃ البیان، التضحیۃ امر مستفاد بالشرع بخلاف القیاس، لان کون اراقة الدم قرۃ غیر معقول المعنی فاقتصر علی مورد الشرع، ولہذا لم تجز التضحیۃ بشیء من الوحش اہ^۱ وقال العینی فی رمز الحقائق انها عرفت بالنص علی خلاف القیاس فیقتصر علیہا^۲ اہ۔ وقال العلامة الطوری فی تمکلة البحر الرائق جوازها عرف بالشرع فی البقر الاہل دون الوحشی والقیاس ممتنع^۳۔ اہ ومثل ذلك فی کثیر من الکتب و انما الشان انہم علموا انها من نوع البقر فتنأولہما النص تنأول اولیاً من دون حاجۃ الی الحاق، بہذا علل کما نص علیہ فی الهدایۃ والخانیۃ والذر و شرح النقایۃ للبرجنیدی، وفی الجامع الرموز عن جامع المضمرات ومجمع الانہر عن المحيط، وفتح اللہ المعین عن التبیین و البحر الرائق عن الوالوجیۃ، والہندیۃ عن البدائع۔

^۱ غایۃ البیان

^۲ رمز الحقائق فی شرح کنز الدقائق کتاب الاضحیۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۲/ ۲۰۵

^۳ تکملہ من البحر الرائق کتاب الاضحیۃ (پنج ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸/ ۱۷۷)

بھینس کو شامل ہے اس لئے مسئلہ ہذا کے الحاق والے قاعدہ کے سہارے کی بالکل ضرورت نہیں، یہ امور ہدایہ، خانیہ، رمز الحقائق، تکملہ طوری، مختصر الحقائق، شرح ملا مسکین، طحاوی علی الدر، شرح نقایہ بر جندی، جامع الرموز، جامع المصنعات، مجمع الانهر عن المحيط، فتح اللہ المعین عن التیسین، بحر الرائق۔ مغرب منصوص ہیں، ضرورت پر ساری کتابیں پیش کی جاسکتی ہیں، الحمد للہ ساری کتابیں میری ذاتی ہیں، ہاں ان حضرات نے ایک لفظ ایسا ضرور کہا ہے جس سے یہ شبہ ہوگا کہ گائے اور بھینس میں تغیر ہے اور وہ کنز، تیسین، بحر، نہر، شرنبلالیہ، مجمع النہر ابی سعود وغیرہ میں ذکر کیا ہوا لفظ "الجاموس کالبقر" ہے لیکن اس سے دھوکا کھانا غلط ہے، کیونکہ یہ ایسے ہی ہے جیسے علماء اونٹ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں "البخت کالاعراب" بیان مسئلہ میں اونٹ مقسم کی طرح پیش کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود جب بخت و اعراب دو نوع نہ ہوئے تو صرف کاف تشبیہ کی وجہ سے بقر و جاموس دو نوع کیسے ہوں گے، اور خاص کر مجیب صاحب کو

ورد المحتار عنها وعن المغرب وان اقتوتحت جلوت لك نقولها، فانی لم اثر فی هذه الرسالة شیئاً الا من الكتب التي منحني بي فہی عندی فی ملكی ویدی، حتی انهم اخذوا علی لفظة توهم التغایر بینهما كقول الكنز، الجاموس کالبقر كما فی التبیین¹، و البحر² والنهر والشرنبلالیة، ومجمع الانهر وابی السعود وغیرها مع انه ان انما هو كقوله ایضاً البخت كالعرب بید ان اول المسئلة كان هناك بلفظ الابل فلم یوهم التشبیہ وهنأ بلفظ البقر فأوهم، ثم لما ذا استكثر من هذا الفصل وانت الناقل عن رد المحتار قوله البقر بنوعیه³، وعن مفاتیح الجنان ان الجاموس داخل فی البقر⁴ اهـ وعن الاشعة جاموس

¹ تبیین الحقائق کتاب الاضحیة المطبعة الكبزی الامیریة بولاق مصر ۱۸۷۷

² تکملہ من البحر الرائق کتاب الاضحیة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸/۷۷

³ رد المحتار کتاب الاضحیة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۳/۵

⁴ مفاتیح الجنان شرح شرعة الاسلام فصل فی سنن الاضحیة مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۲۱۸

تو یہ شبہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں، کیونکہ انھوں نے خود ہی ردالمحتار کی عبارت "البقر بنوعیہ" اور مفتاح الجنان کا حوالہ "ان الجاموس داخل فی البقر" (بھینس گائے میں شامل ہے)۔ اور اشعة الملعات سے "جاموس نوع از بقر" (بھینس گائے کی ایک قسم ہے) نقل کیا ہے حیرت ہوتی ہے کہ اس کے باوجود کس طرح مجیب نے قربانی کے جانور کی پانچ قسمیں کیں، اور بھینس کو الگ ایک نوع قرار دیا پس واضح ہوا کہ پانچ نوع قرار دینا غلط، اور بھیر کو چھٹی قرار دے کر اس سے انکار کرنا غلط درغلط ہے۔

ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ گائے اور بھینس میں صورت اور معنا بناوٹ، طبیعت، گوشت اور دودھ، مزے اور اعمال و آثار میں تباہ ظاہری ہے جس کے پیش نظر عقل کا فیصلہ یہی ہے کہ ان دونوں میں تباہ نوعی ہے۔ اور بھینس کی قربانی نہ ہونا چاہئے مگر جائز ہے، تو یہ ایک خلاف قیاس حکم ہے۔ خلاصہ اتقانی، حلبی میں: "بھینس کی قربانی استحساناً جائز ہے" فاضل عبدالحی لکھنوی کی شرح مختصر و قافیہ میں

نوع از بقرست^۱ فمألی اراك نقل العبارات وتنبؤ عنها
 كان لم تسبعها، كلا بل تسبع وتفهم ثم تحيل، اما
 سبعناك نقول انهم يدخلون الجاموس في
 البقر، ويقولون انه نوع منه، ثم عدت تعد الانواع
 خمسة، وتعجل النوع يقابل جنسه، وبالجملة قد
 تبين بطلان تخبيس الانواع، وعد الجاموس نوعاً
 براسه، ثم لا يخفى على كل ذي حجب ما لم يكن اغلظ
 طبعاً من الجواميس، ما بين البقر والجاموس من
 البون البين صورة ومعنى، يباثن الوضع الوضع، و
 الطبع الطبع، واللحم اللحم، واللبن اللبن، والطعم
 الطعم، والحمل الحمل، والمزاج المزاج، والاثار الاثار،
 والافعال الافعال، والخواص الخواص، حتى حكم
 القياس انها نوعان متباينان، وان الجواميس لا
 تجوز التضحية بها، وانما الاجزاء حكم الاستحسان
 قال في الخلاصة ثم الاتقاني في شرح الهداية و
 الحلبي في تكملة لسان الحكماء الجاموس يجوز في
 الضحايا

^۱ اشعة الملعات كتاب الصلوة باب الاضحية الفصل الاول مكتبة نوريه رضويه ستمبر ۱۱/ ۲۰۸

ہے "بھینس گائے کی طرح ہے یہ اسی کی ایک نوع ہے" روضہ میں ہے: "اس کی قربانی استحساناً جائز ہے قیاس میں تو جائز نہ ہونا چاہئے۔" عرف کے اعتبار سے گائے اور بھینس کا تغایر ظاہر ہے، اسی لئے اگر کوئی قسم کھائے کہ گائے کا گوشت نہیں کھائے گا، تو بھینس کا گوشت کھانے سے حاشاً نہ ہوگا، یہ مسئلہ ہدایہ کتاب الزکوٰۃ میں ہے، اور خانیہ میں ہے بھینس کی قسم کھائی تو گائے کا گوشت کھانے سے حاشاً نہ ہوگا، اور اگر خالی اعضاء کی تعداد میں موافقت کی وجہ سے گائے اور بھینس کے ایک نوع ہونے کا خیال کیا جائے اور تو گھوڑے گدھے میں اس سے زیادہ یکسانیت ہے حالانکہ وہ دونوں عرفاً اور شرعاً ہر لحاظ سے دو متباہن نوعیں ہیں، اور تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ گائے اور بھینس میں اعضاء کی تعداد میں بھی موافقت نہیں ہے کیونکہ گائے کی گردن میں فاضل کھال لگتی ہے جو بھینس میں نہیں ہوتی، اور گائے کے سم پر گھنا بال پورے بدن پر اگا رہتا ہے اور بھینس کے جنس پر چند قلیل بال ہوتے ہیں پس جب ان سارے اختلافات کے باوجود استحسان میں گائے اور بھینس کے ایک جنس ہونے تو ذنبہ اور بھیڑ کے ایک جنس ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے

والهدایا استحساناً¹، وفي شرح مختصر الوقایة للفاضل عبدالعلی الجاموس كالبقرة لانه نوع منها، في الروضة هذا استحسان والقياس انه لا يجوز² اه وتغایر ہما فی العرف ظاہر، ولذا لو حلف لا یأکل لحم البقر لم یحنت باكل لحم الجاموس، كما فی زکوٰۃ الهدایة، ولا بعكسه، كما فی ایمان الخانیة، وما اذا یعنی مجرد الوفاق فی عدد الاعضاء مع الخلاف فی جمع مامر، فان ذلك حاصل فی الخیل والعبیر ایضاً مع انهما نوعان متباہنان قطعاً عرفاً وشرعاً، بل لك ان تقول لا وفاق فی العدد ایضاً، فان لبقر جلد امتدلیاً من مبدأ حلقه الی منحره، ولیس ذلك للجاموس، والشعر یعم بدن البقر ولیس علی جمع الجاموس الا شذر مزر، فاذا استحسنوا مع كل ذلك ان الجوامیس لیست الامن نوع البقر، كانت ضئین الهند احق بان تعد من نوع اضون العرب، فانهما الا خلف بینهما فی شبعی

¹ خلاصة الفتاوى الفصل الرابع مكتبة حبيبية كورن ۱۳ / ۳۱۳

² شرح النقایہ للبرجندی کتاب الاضحیہ نوکشور لکھنؤ ۱۳ / ۱۹۵

کیونکہ ان میں تو مذکورہ بالا اوصاف میں سے کسی میں اختلاف نہیں، اگر ایک رنگ کے دنبہ اور بھیڑ کو آگے سے دیکھئے تو فیصلہ مثل ہوگا کہ کون بھیڑ ہے اور کون دنبہ، ہاں صرف یہ بات ہے کہ دنبہ کی دم چوڑی اور چھوٹی ہوتی ہے اور بھیڑ کی دم لمبی اور بالدار ہوتی ہے۔ لیکن یہ کوئی بات نہیں اس سے بڑے بڑے اختلافات ایک نوع کے افراد میں اختلاف آب و ہوا کی وجہ سے پائے جاتے ہیں، اور ان کا لحاظ کر کے کوئی اختلاف نوع کا حکم نہیں لگاتا۔

امثلہ (۱): آدمیوں میں حبشیوں کا ہونٹ نہایت موٹا ہوتا ہے، (۲) ترکیوں کی آنکھیں چھوٹی ہوتی ہے (۳) چینوں کی ناک چیبیٹی ہوتی ہے (۴) اور بعض وحشی ترکیوں کی دم کی ہڈی پر دم ہی کی طرح ایک بالشت تک لمبا گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے (۵) عام عورتوں کی شرمگاہ میں جو پارہ گوشت اُبھرا ہوا ہوتا ہے مراکشی عورتوں میں خلقتہ نہیں ہوتا (۶) ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ آدمی کے کبھی چھ انگلی ہو جاتی ہے، چنانچہ فقہاء کا جزیہ ہے اگر کسی آدمی کے دو دو ہاتھ ہوں یا دو دو پاؤں یا ایک ہاتھ میں دو ہتھیلیاں تو کیا وضو میں دونوں کا دھونا واجب ہے۔ یہ مسئلہ بحر، نہر، درر اور ہندیہ میں مصرح ہے۔ (۷) میں نے بعض شہروں میں اونٹ دیکھے ہلکے پھلکے، لمبے بال والے، جن کے پشت پر دو کوہانیں تھیں جن کے بیچ میں ایک

مبا وصفنا حتی لو ان ضائنین منہما متشابھی اللون، والجمۃ نظرہما ناظر من قدام لم یکدی یبیز بینہما کضائنین کذلک من ارض واحدة. نعم الالیة من احدہما عریضۃ قصیرۃ ومن الاخری ضئیلۃ طویلۃ ومثل هذا الخلف بل اکثر منہ کثیرا ما یوجد فی افراد نوع واحد باختلاف الاراضی واختلاف المادۃ وغیرہ ذلک۔

الاتری الی غلط شفاه الحبش، وصغر عیون التریک فطس انوف الصین، ولبعض من اترک الوحوش علی عصصہ لحمۃ زائده قدر شبر یشبہ الذنب والہنۃ الناتیۃ بین الشفرین لاتوجد خلقتۃ فی نساء المغرب، وربما یشکون لانسان ستۃ اصابع وذکر الفقہاء ما اذا کان للمرء یدان فی ید، او رجلان فی رجل او کفان فی کف، هل یجب غسلہا فی الوضوء، کما فی البحر، والنہر، والدر، والہندیۃ وغیرہا، ولقد رأیت لبعض البلاد جمالا جمیلۃ المنظر، لطاف الجسم، صغار الحجم،

آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی، (۸) امام قزوینی نے عجائب المخلوقات اور دمیری نے حیوة الحيوان میں تحریر کیا، ہندوستان کے بعض دنبے آتے ہیں جن کے سینے پر چمکتی ہوتی ہے اور دونوں مونڈھوں پر دو چمکتی اور رانوں پر دو چمکتی اور دم پر ایک چمکتی ہوتی ہے جو اتنی بڑی ہوتی ہے کہ لکڑی کی چھوٹی گاڑی پر وہ چمکتی رکھ دی جاتی ہے اور گاڑی دنبہ کے سینہ سے باندھ دی جاتی ہے جسے وہ کھینچتا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا سارے اختلافات جو اعضاء کی کمی بیشی میں واقع ہونے، چہ جائیکہ ان کے بڑے اور چھوٹے ہونے کا اختلاف، تو کیا کوئی عاقل اس کی وجہ سے جانوروں کی نوع میں اختلاف ہونے کی بات کرے گا اور کہے گا کہ یہ دو کوبان والے اونٹ، اونٹ ہی نہیں، نہ ان کی قربانی ہو سکتی ہے نہ یہ سائمنہ جانوروں میں شمار ہوں گے نہ ان پر زکوٰۃ ہوگی۔

تنبیہ ہفتم توضیح مزید: عربی و عجمی اہل تفسیر و حدیث، اہل فقہ و لغت اس بات پر متفق ہیں کہ بکری کی دو قسمیں ہیں: ضان اور معز، جس کی

طوال الوبر، لکل منها علی ظہرہ سنامان رفیعان، بینہما مجلس الراكب یكونان له كعودی الرحل، وقد قال العلامة القزوینی فی عجائب الموجودات، ثم الامام الدمیری فی حیوة الحيوان انه یجلب من الهند نوع من الضأن علی صدره الیة، وعلی كتفه الیتان، وعلی فخذیه الیتان، وعلی ذنبه الیة وربما تكبر الیة الضأن حتی تمعنه من المشی، زاد القزوینی فیلتخذ لالیته عجلة توضع علیها وتشد الی صدرها، فیبشی الضان وتجر العجلة والالیة علیها^۱، فهذه اختلافات فی الاعضاء باصل الوجود و العدم، فضلا عن الصغر، والكبر، والطول، والقصر، فهل یجوز لعاقل ان یحکم لذلك باختلاف النوع، وان احد من صنفی الابل ذات كومین و ذات كوم، مثلا لیس من نوع الابل، لا تجوز التضحیة به، ولا تجب الزکوٰۃ فی سائمتہ۔

السابع: اطبق اهل التفسیر والحديث والفقہ و اللغة من العرب والعجم، ان الغنم نوعان، ضان و معز،

^۱ حیوة الحيوان باب الضاد المعجمة (الضان) مصطفى البابی مصر ۱۱/ ۲۳۴، عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات الضان مصطفى البابی مصر

<p>تعبیر فارسی میں میث اور بز سے کی جاتی ہے اور دونوں میں ایسا اختلاف ہے کہ جو معز ہے ضان نہیں اور جو ضان ہے معز نہیں، حوالے:</p> <p>○ ضائن ماعز کے خلاف، اور اس کی جمع ضان ہے (علامہ خفاجی حاشیہ بیضاوی)</p> <p>○ ضوائن اون والی ضائنه کی جمع، یہ بکری کی ایک قسم خلاف ماعز ہے۔ (مجمع بحار الانوار)</p> <p>○ ضائن معز کے خلاف غنم میں سے۔ (مرقات)</p> <p>○ غنم اسم جنس ہے۔ یہ ضان و معز مذکر و مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے، اور ضان اور معز میں اختلاف ہے۔ (شرح کنز علامہ مسکین)</p> <p>○ معز ضان کے خلاف ہے۔ غنم کی ہی ایک قسم ہے (قاموس)</p> <p>○ ضائن، بکریوں میں معز کے خلاف، اور جمع ضائن، محاورہ ہے: اپنے ضانوں کو ماعز سے الگ کرو۔ (قاموس)</p> <p>○ ضائن ماعز کا ضد ہے۔ اور جمع ضان اور معز ہے (مختار الصحاح رازی)</p>	<p>میث و بُز، وان الضان و میث خلاف المعز و بُز، و المعز و بُز خلاف الضان و میث، قال العلامة الخفاجی فی عنایة القاضی و کفایة الرازی حاشیئته علی تفسیر البیضاوی الضائن خلاف الماعز، و جمعه ضان اه¹، و قال فی مجمع بحار الانوار ضوائن ذات صوف عجاف هو جمع ضائنة، و هی الشاة من الغنم خلاف المعز² اه و قال فی المرقات الضان خلاف المعز من الغنم³ اه، و قال العلامة مسکین فی شرح الكنز، الغنم اسم یطلق علی الذکر و الانثی من الضان و المعز و الضان خلاف المعز⁴ اه، و قال فی القاموس المعز هو خلاف الضان من الغنم⁵ اه، و فیہ الضائن خلاف الماعز من الغنم، جمع ضائن اضئن ضانك اعزلها من المعز⁶ اه، و فی مختار الصحاح للعلامة الرازی الضائن ضد الماعز و الجمع الضان و المعز⁷ اه</p>
---	--

¹ عنایة القاضی حاشیة علی البیضاوی تحت آیه ۸۰/۶ دار صادر بیروت ۳۵۹/۵

² مجمع بحار الانوار باب الضاد مع الهمزة ضائن مکتبة دار الایمان المدینة المنوره ۳۸۳/۳

³ مرقات المفاتیح کتاب الصلوة باب فی الاضحیة الفصل الاول المکتبة الحبیبیه کوئٹہ ۵۶۱/۳

⁴ شرح الكنز لمنلا مسکین مع فتح المعین کتاب الاضحیہ (بیچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۸۱/۳

⁵ القاموس المحيط باب الزاء فصل المیم (العز) مصطفی البابی مصر ۱۹۹/۲

⁶ القاموس المحيط باب النون فصل الضاد (الضائن) مصطفی البابی مصر ۲۴۲/۳

⁷ مختار الصحاح تحت لفظ ضائن مؤسسة علوم القرآن بیروت ص ۳۷۶

<p>معز بکریوں میں ضان کا ضد ہے۔ (مختار الصحاح رازی) ذخیرہ عقبی اور صراح کی عبارتیں اوپر گزریں۔ ○ گوسفند معنی میں میش کے جو بز کا مقابل ہے جیسا کہ معز عربی میں ضان کا مقابل ہے۔ (غیاث اللغات بحوالہ مجیب) ○ جس حیوان کو عرب ضان کہتے ہیں فارسی میں میش کہتے ہیں (تقریر مجیب) ○ غنم کی دو قسم ہے۔ معز کہ اس کو بز کہتے ہیں، اور ضان کہ اس کو میش کہتے ہیں (شیخ محقق، بحوالہ مجیب) ○ بکری اپنی دونوں نوعوں کے ساتھ (شامی بحوالہ مجیب)۔ تو ایک طرح اجماع ہو گیا کہ غنم صرف دونوں میں منحصر ہے، جو غنم معز نہیں وہ ضان ہے۔ اور جو ضان نہیں وہ معز ہے۔ تو لامحالہ بھیڑ کو بھی ضان یا معز کسی میں داخل ماننا پڑے گا، اور اگر کچھ شبہ ہو تو اتنا تو قطعی ہے کہ یہ بہیمۃ الانعام میں داخل ہے۔ اور بہ اتفاق علماء انعام کی صرف چار قسمیں ہیں۔ اس امر کی تصریح امام بغوی نے معالم میں اور</p>	<p>وفیه المعز من الغنم ضد الضان^۱، وتقدمت أنفاً عبارات ذخيرة العقلي والصراح وانت المحتج بقول الغياث گوسفند بمعنی میش مقابل بز چنانکہ معز در عربی مقابل ضان ست^۲ الخ، وحشيت عليه بقولك ازیں عبارت صاف معلوم می شود کہ آں حیوان کہ عرب آں راضان گویند فرس آں را میش گویند، وانچه عرب آں معز گویند فرس بز گویند، ونقلت عن الشيخ المحقق قدس سره غنم دو صنف ست معز کہ آں را بز گویند وضان کہ آں را میش خوانند^۳ وایدتہ بقول الشامی الشاة بنوعیه^۴، فکان اجماعاً علی ان ماکان من الغنم خارجاً عن الضان، ومیش فهو داخل فی المعز وبز وماکان منها خارجاً عن المعز وبز فهو داخل فی الضان ومیش، وقد بیننا ان حیواناً هذامن الغنم، وان ستر بک فیہ فلن یستر بین احد ممن له قسط من العقل انه من بهیمة الانعام، ثم لعلک تز هو بنفسک ان تدعی کونه ابلا اوبقراً فاما</p>
---	--

^۱ مختار الصحاح تحت لفظ (المعز) مؤسسه علوم القرآن بیروت ص ۲۷

^۲ غیاث اللغات فصل کاف فارسی مع واؤ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۳۱

^۳ اشعة المبعات کتاب الصلوة باب الاضحیة الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۰۸

^۴ ردالمحتار کتاب الاضحیة دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۲۰۴

رازی نے مفتاح میں رومی نے ارشاد میں ملا علی قاری نے
ملک المتقسط میں اور فاضل طاہر نے مجمع البحار میں کی ہے۔
اور ان کے علاوہ نے دوسری کتابوں میں کی ہے۔ اور آپ اس
کو گائے یا اونٹ میں شامل کرنے کی جرات کر ہی نہیں سکتے۔
لا محالہ یہ ضان میں ہی شامل ہوگا، معز یا بکری تو ہوگا نہیں کہ
اس کے اون ہوتا ہے اور معز کے اون نہیں ہوتا، کیونکہ آپ کا
یہ خود کا اعتراف ہے کہ یہ اون والی ہے، تو دیکھئے آپ ہی کی
دلیل نے آپ کا کیسا رد کیا اور صاف ظاہر ہو گیا کہ چکتی مابہ
الانتیاز نہیں، ورنہ بھیڑ کو معز میں داخل کرنا ہوگا، اور آپ
اس کو دونوں ہی سے خارج کرنے پر تلے ہوئے تھے، اور اسی
سے آپ کے دعوئی کارڈ بھی ہو گیا کہ یہ قربانی کا جانور نہیں۔

ہشتم حقیقت و مجاز والی تدقیق کا جواب: اس پر مجب کی اس
قسم کی ساری تدقیقات کہ ہمیشہ ذات الیہ میں حقیقت ہو گیا
مجاز یا مشترک، سب کا بنی یہ تھا کہ چکتی کو ہمیشہ کی حقیقت

ان یكون من المعز او من الضان اذا الانعام منحصرة في
الاربع بتصريح العلماء كافة كما نص الامام البغوي في
المعالم. والامام الرازي في المفتاح والعلامة الرومي في
ارشاد العقل والمولى القارى في السلك المتقسط. و
الفاضل طاہر في مجمع البحار وغيرهم في غيرها لكن
الاول باطل اذا المعز ذات شعر، وهذا باعترافك ذات صوف
والمعز بُز وبكري وهذا ليس بها عند احد من الصبيان
فضلا عن علماء اللسان فتعين ان يكون من الضان
فانظر الى حججك كيف كرت عليك بالحجاج. فان الضان
وميش لو كان مختصة عند العرب والعجم بماله الية
وهذا لا الية له بزعمك توجب ان يكون خارجاً
منها. فوجب ان يكون داخل في المعز و بُز. وقد قفيت على
نفسك انه ليس منها. فبطل انحصار الغنم في نوعين.
وقد كنت بهجت به نقلا واستنادا. و تعويلا واعتبادا ثم
بطلانه يقتضى بطلان دعوك فان مدار التضحية على
النعيبية دون خصوص الالية والضانية۔

الثامن^١: كل ما شقق، ورقق، وظن ان قد دقق من كون
ميش حقیقة في كذا ومجازا في كذا او مشترك بينهما
الخ انما هو على زعم

میں بنیادی دخل ہے۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ بنیاد ہی غلط ہے، تو یہ تدقیقات بھی بے حقیقت ہو گئیں، اور انھیں پر مبنی یہ حکم بھی کہ غنم کی دوہی قسم نہ رہیں گی، بھیڑ کے بعد اس کی تین قسم بنیں گی۔

متنبیہ نہم ذات الصوف تعریف بالاعم نہیں: یہ بات بلاشبہ صحیح ہے کہ کبھی کبھی تعریف و تفسیر لفظ اعم سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ مجیب نے دعویٰ کیا ہے۔ لیکن یہ بات کہ لفظ ضان کی تفسیر میں میش کا ذکر بھی یونہی ہے۔ بے حقیقت بات ہے۔ بلکہ شہادات اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہ تفسیر ایک ایسے حکم کے بیان کے سلسلہ میں ہے جو اضان کے ساتھ خاص ہے جیسے صاحب اشعة اللغات کا یہ کہنا کہ ضان کا چھ ماہہ بچہ بھی جائز ہے۔

متنبیہ دہم در بارہ لغت فقہاء و اولیاء: نیز یہ بات بھی صحیح نہیں کہ اعتبار فقہاء کی لغت کا ہے نہ کہ ادیبوں کی لغت کا، جب خطاب زبان عرب میں ہے۔ تو جب تک منقول ہونے کا ثبوت نہ ہو ضروری ہے کہ لغوی معنی ہی مراد ہوں اس کی تائید ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس

ان ماله الیہ مغایر بالنوع لما لیست له الیة بالمعنی الذی توهم فظن ادخالها جیباً یؤدی الی التثلیث و لم یدرانہ هو الواقع فیہ لما بینا ان هذا الحيوان من الانعام قطعاً واذ لیس من البدن فمن الغنم فلو كان نوعاً مغایر الذوات الالیات لوجب التثلیث۔

التاسع: احسنت اذ ایقنت ان التفسیر بالاعم انما یجوز حیث یقصد التمییز عن بعض الاغیار ولكن دعواك ان بهنا كذلك فمفسرو الضان بمیش انما قصدوا المیز عن البعض، كلمة انت قائلها لا برهان لك عليها بل الحجة. ناطقة بخلافها حیث كان المحل لبيان حكم لا یعد والضان كجواز الجزع كما فی عبارة الشیخ المحقق رحمه الله تعالى فی اشعة اللغات¹ وغیرها۔

العاشر: انما الخطاب بلغة العرب، فما لم یثبت النقل فالاحتجاج باللغة تام قطعاً ولا یدفع بالاحتمال بناء علی ان اهل الشرع قد یصطلحون علی معنی آخر، بذلك استدلل الامام المحقق علی الاطلاق محمد بن الهمام

¹ اشعة اللغات کتاب الصلوة باب الاضحیة الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۱/ ۲۰۸

فرمان سے ہوتی ہے کہ "لغزنا سے پیدا ہونے والی لڑکی کو بنت ہی کہا جاتا ہے اس لئے قرآن کے فرمان و بناگم میں یہ بھی داخل ہوگی، اور زانی کا نکاح ایسی لڑکی سے حرام ہوگا"۔ (امام ابن ہمام، بحر، شامی)

منہجیہ یازدہم تفسیر بالاعم کی حقیقت: یہ امر بھی قابل غور ہے کہ علماء تفسیر و حدیث اور فقہ و لغت کی بڑی تعداد نے ضان اور معز کی تفریق میں صوف اور بال کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو تفسیر بالاعم وغیرہ کی تاویل ان کے کلام میں نہیں کرنی چاہیے بلکہ ان قلیل التعداد علماء کے کلام میں جو ایک لفظ خاص "ذات الیة" (چلتی والی) سے تعبیر کرتے ہیں، حوالے:

○ بغوی معالم التنزیل "ضان ونجھ، زومادہ اون والی بکری کو کہتے ہیں اور بال والی کو معز"۔

○ امام رازی تفسیر کبیر: "اون والی بکری ضان ہے اور بال والی معز"۔

○ مصباح المنیر و حیوۃ الحيوان "بکری کی اون

على تحريم البنت من الزنا. قال في الفتح لانها بنته لغة والخطاب انما هو باللغة العربية ما لم يثبت نقل¹ وتبعه عليه البحر في البحر. والشامی في رد المحتار وغيرهما من العلماء الكبار. وهذا الذلم يظهر من الوفاق. فكيف وقد ثبتت مواطاتهم عليه كما مر و يأتي بتوفيق الله تعالى۔

الحادی عشر: "تظافرت كلمات علماء التفسير و الحديث والفقہ، واللغة وغيرها على الميز بين الضان والمعز بالصوف والشعر. قال الامام معي السنة البغوی في معالم التنزیل الضان النعاج وهي ذوات الصوف من الغنم والمعز ذوات الشعر من الغنم"² مختصراً. وقال الامام الرازی في تفسير الكبير الضان ذوات الصوف من الغنم. والمعز ذوات الشعر من الغنم³ اھملاً وخصوصاً وفي المصباح المنیر وحيوۃ الحيوان وغيرهما الضان ذوات الصوف من الغنم⁴ اھ.

¹ فتح القدير كتاب النكاح فصل في بيان المحرمات مكتبة نوريه رضويه سكر ۱۱۸ / ۳

² معالم التنزیل علی بامش تفسیر الخازن تحت آیه ۱۶ / ۳۳ مصطفی البابی مصر ۱۹۲

³ مفاتیح الغیب (التفسیر الكبير) تحت آیه ۱۶ / ۳۳ المطبعة البهية المصرية مصر ۲۱۶ / ۱۳

⁴ المصباح المنیر الضاد مع الاواو الضان مصطفی البابی مصر ۱۲ / ۲

<p>والی قسم ضان کلماتی ہے۔"</p> <p>طحطاوی شرح نقایہ ردالمحتار: "ضان اون والی اور معز بال والی۔"</p> <p>○ بحر الرائق، غنیہ ذوی الاحکام فتح اللہ المعین عن معراج الدراية (ایضاً)</p> <p>○ حدیث امام احمد ابن حنبل: ابن ماجہ کا ارشاد یہی ہے: "زید بن ارقم کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا: تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت۔ پوچھا: ہم کو کیا ملے گا؟ فرمایا: اس کے ہر بال کے برابر نیکی۔ لوگوں نے عرض کیا: اون کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا اس کے بھی ہر بال کے برابر نیکی ملے گی۔"</p> <p>○ مرقات میں ہے: "حدیث شریف میں بال سے اشارہ بکری کی طرف تھا۔ تو لوگوں نے صوف کہہ کر ضان کے بارے میں پوچھ لیا"</p> <p>ساتویں تنبیہ میں عنایہ، مجمع، مرقات، شرح کنز، ذخیرہ عقبی، قاموس، صراح، مختار الصحاح،</p>	<p>فی شرح النقایة، ثم الطحطاوی، وردالمحتار الضان ماکان من ذوات صوف والمعز من ذوات الشعر¹۔ وبہ فرق بینہما فی البحر الرائق وغنیة ذوی الاحکام، وفتح اللہ المعین جمیعاً عن معراج الدراية، والیہ یشیر حدیث الامام احمد، وابن ماجة، والحاکم، و قال صحیح الاسناد عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا رسول اللہ ما هذا الاضاحی، قال سنة ابیکم ابراهیم علیہ الصلوٰة والسلام، قالوا فما فیہا یا رسول اللہ، قال بكل شعرة حسنة، قالوا فالصوف یا رسول اللہ قال بكل شعرة من الصوف حسنة²۔</p> <p>قال فی المرقات لما کان الشعر، کنایة عن المعز، کنواعن الضان بالصوف³ الخ، والیہ مال النصوص التسعة المذكورة فی التنبیہ السابع، عن العنایة و الجمع، والمرقاة، وشرح الكنز، وذخیرة العقبی و القاموس والصراح، ومختار الصحاح،</p>
--	--

¹ جامع الرموز کتاب الزکوٰۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳۰۶/۱، ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الغنم دار احیاء التراث العربی بیروت

² مسند احمد بن حنبل حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳۶۸/۳، سنن ابن ماجہ ابواب الاضاحی بیچ ایم سعید

³ مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ باب فی الاضحیة المکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۵۷۸/۳

غیاث اللغات کی عبارتوں کا مفاد بھی یہی ہے۔ کیونکہ ضان اور معز کے علاوہ کوئی اور نوع ہوتی جس کی وجہ امتیاز چکتی ہو تو ضان اور معز میں جنس غنم کا انحصار باطل ہوا جاتا ہے۔

یہ ۲۱ نصوص ہیں اور جو مذکور نہ ہوئے اس سے بہت زیادہ ہیں، سب اس بات کا فیصلہ کر رہے ہیں کہ ضان اور معز میں فرق اون سے ہے چکتی سے نہیں، اس طرح مجیب نے لاعلمی میں ہی سہی، یہ اعتراف کر لیا کہ بھیڑ ضان میں شامل ہے آگے علی الاعلان اعتراف کرنا پڑے گا، عام سے تفسیر ماننے میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ متقدمین نے اسے صرف مباح مانا ہے۔ ایسی تعریف عمدہ نہیں ہے۔

میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مواقف میں فرمایا: "متاخرین نے تعریف میں مساوات کی شرط لگائی اور متقدمین نے کہا کہ جو تمام مشارکات سے تمیز دے دے وہ رسم تام ہے۔ اور جو بعض سے ممتاز کرے رسم ناقص ہے۔ اور تعریف تبھی عمدہ ہے کہ مساوی سے ہو کہ امتیاز کامل حاصل ہو" اور حسن چلپی نے بھی حاشیہ تلویح میں فرمایا: تعریف کی عمدگی کے لئے مساوات شرط ضروری ہے"

وغیاثك الذی استغثت به من تفسیر الضان بما یخالف المعز وبالعکس اذ لو كان الفصل بینہما بشیعی اخص من الصوف لم یکن کل مالیس بضان معز اولاً بالعکس بقاء مادة تفارق الصوف من ذلك الاخص خارجاً منها جیباً عدم الضاینة لعدم الاخصی وعدم المعزیة لوجود الصوف. فهذه احد واعشرون نصوصاً. سبعة اضعاف ما جئت به کلهما قاضیة بهذه التفسیر. ولعل ماترکناه اکثر مما سردنا وقد اعترف الرجل وان لم یعرف فسیقضى العیان ان هذا الحيوان من ذوات الصوف فهو من خصوص الضان فضلاً عن عبوم الغنم والانعام و التعریف بالاعم وان جاز عند الاوائل فلیس بجید بالاجماع۔ قال المولی المحقق السید الشریف قدس سره الشریف فی شرح المواقف، اعلم ان اشتراط المساواة فی الصدق مآذہب الیہ المتأخرون، واما المتقدمون فقالوا الرسم منه تام یمیز عن کل ما یغایر منه و ناقص یمیز عن بعض، و صرحوا بان المساواة شرط لوجود الرسم کیلا یتناول مالیس من المرسوم ولا یخلو عما هو منه¹ اه مختصراً، وقال العلامة حسن چلپی فی حاشیة التلویح لاختلاف فی اشتراط المساوات الجودة التعریف²۔ اه

¹ شرح المواقف المرصدا السادس المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم، ان ۱۲، ۵، ۴

² حاشیہ التلویح مع التوضیح والتویح المطبعة الخیریة مصر، ۱/ ۶۷

تو یہ علماء جس بات کو غیر عمدہ بتادیں، ان کے کلام کو اسی پر حمل کرنا کوئی عمدہ بات نہیں ہے۔

مثبتیہ دوازدم تشریح مزید: ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ عام اور مساوی دونوں کے ساتھ تعریف ہم پلہ ہی ہے۔ پھر بھی سخن فہم خوب جانتے ہیں کہ لفظ تعریف سے ذہن کی سبقت تسادی کی طرف ہی ہوتی ہے اور بغیر کسی قرینہ کے متبادر کو چھوڑ کر اعم مراد لینا خلاف نقل و عقل ہے۔

امام تفتازانی نے حاشیہ توضیح میں تصریح فرمائی کہ کتب لغت میں عام کے ساتھ تفسیر عام ہے۔"

اس کے باوجود "فائق" کے قول "الحمد هو المدح" کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

"اس کا مطلب یہ ہے کہ حمد اور ت مدح دو مرادف لفظ ہیں۔" (شرح حاشیہ کشف بحوالہ چلبی)

اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہوا کہ احتمال اعم ہونے کے باوجود انھوں نے ظاہر متبادر و مساوی پر کلام "فائق" کو محمول کیا۔

ٹھیک اسی طرح میر سید شریف نے بھی یہ اقرار کرتے ہوئے کہ تعریف اعم بھی جائز ہے۔ شرح کشف میں "المدح والحمد"

فصل کلامہم علی مالیس بجید لیس بجید۔

الثانی عشر^۱: لو فرضنا التساوی فی الجودۃ فلا یرتاب

من له عقل و رزق سلیقة ما فی فہم الکلام. ان الظاہر المتبادر من التعریف انما هو التساوی ولا یجوز

العدول عن الظاہر الا بدلیل. الا تری ان العلامة المحقق سعد الدین التفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ صرح

فی حاشیة الکشف کما نقلہ حسن چلبی فی حاشی

التلویح، ان قول الفائق الحمد هو المدح صریح فی

الترادف^۱ اہ مع انه لو القائل فی التلویح ان کتب

اللغة مشحونة بتفسیر الالفاظ بہاوا عم من

مفہوماً تہماً^۲ الخ. فلم یمنعہ تصریحہ ہذا عن

جعلہ تفسیر الفائق الحمد بالمدح صریحاً فی

الترادف. وهل هو الا؛ لان الظاہر هو التساوی ما لم

یدل علی خلافہ دلیل. وبہ یجاب عن بحث چلبی.

و ہکذا قال المولی السید الشریف (رحمۃ اللہ تعالیٰ)

فی شرح الکشف. قوله الحمد والمدح

و الحمد"

^۱ حاشیة التلویح مع التوضیح والتلویح بحوالہ شرح الکشف المطبعة الخیریة مصر ۱۱/ ۶۷

^۲ حاشیة التلویح مع التوضیح والتلویح بحوالہ شرح الکشف المطبعة الخیریة مصر ۱۱/ ۶۷ و ۶۸

اخوان فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کا محتمل اور جائز ہونا اور بات ہے۔ اور اس کا محمول اور مراد ہونا اور بات ہے۔ پس ثابت ہوا کہ متبادر سے پھرنے اور محتمل پر کلام حمل کرنے کے لئے واضح قرینہ ضروری ہے۔

اخوان¹ ای ہما مترادفان ویدل علی ذلک انه قال فی الفائق والحمد هو المدح والوصف بالجبل الخ فقد استدل بتفسیر اللغة علی الترادف مع انه مصوب لجواز التفسیر بالاعم كما سیأتی وبالجملة فجواز شیعی شیعی وجواز الحمل علیہ شیعی آخر. فقد يجوز شیعی فی نفسه ولا يجوز حمل الكلام علیہ لكونه خلاف الظاهر فلا عدول عنه الابدلیل زاهر۔

منیہ سیز وہم توضیح مزید: اور جو سچ پوچھو تو ہمارے نزدیک اعم سے تفسیر اسی وقت جائز ہے جبکہ اس سے مراد خاص ہو۔ مثلاً اہل لغت کا یہ دستور ہے کہ نکرہ بول کو معرفہ اور معرفہ بول کو نکرہ مراد لیتے ہیں۔ اب انھوں نے کہا "أُحْدُ جَبَلٌ" و "سَعْدًا أَنَّهُ نَبْتُ" تو اس کا ترجمہ ہوا "احد ایک خاص پہاڑ ہے، اور" سعد انہ ایک خاص گھاس ہے "تو یہاں تعریف احد میں ایک عام لفظ جبل بول کر بھی مراد خاص پہاڑ ہو، اور محاورہ نکرہ بول کر معرفہ مراد لیا ہو، اس موقع پر کوئی جبل کے بجائے الجبل بولے تو خلاف محاورہ اور غلط ہوگا، حالانکہ اس بیچارے نے معرفہ کی تعریف میں لفظ معرفہ ہی استعمال کیا ہے، لیکن اس عبارت سے کوئی یہ نہ سمجھے گا

الثالث عشر^۳: الحق عندی ان التفسیر بالاعم انما يجوز ان جاز حیث وضح المفاد وقامت القرینة علی المراد. والا فلا قطعاً لعرق التغلیط. لما فیہ آخ من التلبیس والتخلیط. وطریقة اهل اللغة معروفة انهم اذا نكروا عرفوا واذا عرفوا نكروا فاذا قيل أحد جبل وسعدانة نبت. لو يفهم منه الا انه جبل معين ونبت مخصوص. ولئن قال ان أحدا الجبل وسعدانة النبت لكان مخطئاً قطعاً. وان كان لم يرتكب الا تفسیراً بالاعم کیف وانه افهم ان احدا یرادف الجبل والسعدانة النبت وهذا ان كان خفياً علی غیبی. فلیس یخفی علی ذکی و اذا كان هذا فی اللغة. فما ظنك بالشرعیات

¹ حاشیہ علی الکشاف للجر جانی مع الکشاف سورة افاتحة الكتاب انتشارات آفتاب تہران ایران ۱/۲۶

کہ اُحد اور الجبل میں تراویف ہے۔ تو سر اس میں یہی ہے کہ تعبیر اول میں محاورہ عام سے مراد خاص ہے اور ثانی میں خاص سے مراد عام ہے۔ اور محاورے کا یہ فرق ہر صاحب فہم پر واضح ہے۔ تو جب لغت کا یہ حال ہے کہ بولیں عام اور مراد لیں خاص، تو شریعت غرا جس میں خاص شیئی کے احکام مخصوصہ کا بیان ہوتا ہے۔ عام بول کر عام ہی کس طرح مراد لیں گے؟ یہاں بغیر قرینہ کے تفسیر بالاعم غلط اور باطل ہوگی، دلیل تنویری: روزہ کا کفارہ قرآن مجید میں ایک گردن آزاد کرنا آیا ہے۔ اگر اب کوئی شخص لفظ تحریر رقبہ کے معنی عام (زندہ کی قید دور کرنا) مراد لے تو غلط ہوگا کیونکہ ترجمہ کی بنیاد پر بندھے آدمی کو کھولنا، عورت کو طلاق دینا، اور جانور کو چھوڑ دینا، سبھی مراد ہو سکتے ہیں، تو لازم آئے گا کہ یہ سب چیزیں روزہ کا کفارہ بنیں۔ یہیں سے علمائے محققین فقہاء و محدثین کے اس طرز عمل کی وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ وہ عام طور سے تعریفات میں قیود احترازی اور جمعیت و منعیت کا لحاظ کیوں کرتے حالانکہ وہ عام طور سے تعریفات میں قیود احترازی اور جمعیت و منعیت کا لحاظ کیوں نہیں کرتے، حالانکہ جو کچھ بیان کرتے ہیں اس کی مراد ایک جامع مانع محدود ہی ہوتا ہے۔ علامہ غزی تمر تاشی سے "شامی" نے نقل کیا کہ: حضرت علامہ نے الفاظ عامہ کو محل تفسیر میں بھی عام مراد لینے والوں کے خلاف فرمایا:

حيث المحل لبيان الاحكام الالهية الخاصة بالشبيخ، فان التفسير بالاعم ثم من ابين الابطيل من دون اقامة قرينة وايتاء دليل، الاترى ان من عليه كفارة صوم اذ سأل ما تحرير رقبه، فزعم زاعم انه رفع قيد عن شبيخ حى، فقد اخطأ وجعل سائله عرضة للخطأ فانه ان قنع بقوله فسيظن انه يجزئ عنه اطلاق انسان، او طلاق نسوان، او تسبب حيوان و لذا ترى العلماء المحققين من الفقهاء والمحدثين لم يزلوا يواخذون بترك القيود وبانثلام في عكس، او انخرام في طرد يواخذون على الحدود، ولقد احسن واجاد المولى المحقق محمد بن عبد الله الغزى في منح الغفار كما اثر عنه في رد المحتار اذ يقول في بيان شناعة الاطلاق في محل التقييد، ما نصه

"جو مقام تفسیر میں لفظ کے اطلاق کا سہارا لے کر احکام عامہ جاری کرے گا وہ بیشمار احکام کے فیصلہ میں قضاء اور افتاء غلطی کرے گا۔"

مثلاً ہم مسئلہ دائرہ میں ہی لے لیں، ضامن کہ جنتی تفسیریں ہیں، جیسے اون والی، جو معزز نہ ہو، اور میث یہ سب تعریفیں کے الفاظ بالاعم ہیں، اب کوئی اون والی تعریف کے الفاظ پر غور کر کے بھیڑ ذبح کر دے، تو اس نے بقول مجیب غلط نہیں کیا، الابرہان و ابن البرہان ہا تو ابرہانکم ان کنتم طدقین۔

مگر آپ پڑھ آئے ہیں کہ انھوں نے ایسے تمام لوگوں کو جاہل اور جاہل گر بنایا، یا مثلاً کسی نے اپنی عورت کے طلاق کو قربانی کرنے پر معلق کیا، اور بھیڑ کی قربانی کر دی، تو ایک ایسا شخص جو کلمات علماء کے مفہوم و مراد کو سمجھتا ہے۔ بھیڑ کی قربانی کو قربانی قرار دے کر طلاق بائن واقع مانے گا، جبکہ مجیب صاحب عام کو عام رکھتے ہوئے بھی اس کو قربانی کے جانور سے نکال کر طلاق نہ واقع ہونے کا فتویٰ دیں گے، اب ان دونوں باتوں میں حقیقت امر سے قطع نظر جس کو پہلے صاحب حرام کہہ رہے ہیں، دوسرے صاحب حلال ہونے کا فتویٰ دے رہے ہیں، تو یہ سارے قبائح اسی تفسیر بالاعم کا شاخسانہ ہیں، تو یہ معلوم ہوا کہ یہ قول ہی غلط ہے

فیظن من یقف علی مسائلہ الاطلاق، فیجری الحکم علی اطلاقہ وهو مقید، فیرتکب الخطأ فی کثیر من الاحکام فی الافتاء والقضاء،¹ اہ مثلاً فی مانحن فیہ ان کان تفسیر الضامن بذات الصوف، وبخلاف المعزو ہمیشہ کل ذلك تفسیر بالاعم، فمن وقف علی کلماتہم المتظافرة المتکاثرة المتوافرة فی ذلك،

فربما یجتزئ فی توضیحیہ بذات صوف لیست من الضامن فیأثم بترك الواجب والاصرار علیہ سنین متطاولة كما هو حال عامة المسلمين بالديار الهندية عالمهم وجاهلهم عند هذا الرجل قد حکم علیہم بالضللال والاضلال فما اضلهم ان ضلوا الا الی هذه التفاسیر بالاعم، وان کان رجل علق ابانة عرسہ بالتوضیحیہ، فضحی بهذا یحکم الواقف علی کلماتہم بوقوع البینونة، وہی لم تبین، فیحرم الحلال او بعدمها ففعل ذلك یحکم بعدم الوقوع، وہی قد بانّت فیحلل الحرام الی غیر ذلك الشنائع العظام، ما هجبت تلك الامن تلقاء ذلك التفسیر بالاعم، فکیف یسوغ ان یحمل کلامہم علی مثل هذا

¹ رد المحتار کتاب الجہاد فصل فی کیفیة القسمة دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۳۵

متمم چہارو ہم حد کے تقلیدی ہونے کی بحث: تعریف کا مسئلہ اجتہادی نہیں تقلیدی ہے۔ مطلب یہ کہ عام سے اگر تعریف جائز ہے تو بزور قیاس اس کو رد نہیں کر سکتے جیسا کہ مجیب نے اس مسئلہ میں فاضل لاہوری کی سند پکڑی ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مسئلہ تقلیدی ہے لیکن یہ بھی تو دیکھنا ہوگا کہ تقلیدی کن لوگوں کی کی جائے اور جن کی تقلید کرتا ہے وہ کیا کہتے ہیں۔ تو امام رازی شرح اشارات میں صدر الشریعہ تنقیح میں، قاضی عضد الدین موافق میں، قاضی بیضاوی طوابع الانوار میں، تفتازانی تہذیب میں، قطب رازی شرح شمسہ میں امام فناری اصول بدائع میں، وغیرہ اکابر علمائے اعلام تصریح فرماتے ہیں کہ تعریف کے لئے تساوی ضروری ہے۔ نہ تو معرف عام تعریف میں چلے نہ خاص، تو ان علماء کی بات مانی جائے گی کہ فاضل لاہوری کی، جبکہ ان کی کتاب فخرن نحو کی کتاب ہے، اور یہ مسئلہ علم نحو کا نہیں۔

الا برهان و این البرهان ہاتوا برهانکم ان کنتم صدقین۔

الرابع عشر: "مسألة التحديد ان كانت تؤخذ من جهة التقليد، كما يدل عليه الاستناد بالاهوري. فأجلة ائمة الدين وجهابذة النقاد المحققين مثل الامام فخر الدين الرازي في شرح الاشارات، والامام صدر الشريعة في التنقيح، والعلامة القاضي عضد الدين في المواقف، والقاضي النحرير ناصر الدين البيضاوي في طوابع الانوار، والعلامة سعد الدين التفتازاني في التهذيب، والفاضل قطب الدين الرازي في شرح الشمسية، و المحقق شمس الدين محمد بن حبزة الفناري في فصول البدائع في اصول الشرائع وغيرهم من الاكابر المصرحين بأن المعرف لا بدله من التساوي، فلا يجوز التعريف بالاعم، ولا بالاخص. احق بالاتباع وان شئت نقلت لك نصوصهم، ولا يخفى عليك ان المسألة شهيرة دائرة، وفي كتب الكلام والاصول والميزان سائرة، فالاستناد الى اللاهوري كيفما كان من ابعاد النجعة لاسيما وكتابه في النحو، وليست المسألة من مسائل ذا النحو۔

تنبیہ پانزدہم متقدمین کا مسلک: متقدمین نے جس طرح اعم سے تعریف جائز رکھی (اور اس میں کوئی بعد بھی نہیں، جیسا کہ ہم نے بھی بیان کیا) انھوں نے انحصار سے بھی تعریف کو جائز رکھا اور مباحث سے بھی امتیاز ہو جائے تو اس سے بھی تعریف جائز ہوگی، کیونکہ ان کے یہاں جمیع ماعدا سے امتیاز ضروری نہیں، بعض مشترکات سے بھی تمیز حاصل ہو جائے تو تعریف جائز ہے۔ پس لفظ عام کی ہی کوئی خصوصیت نہیں رہی انحصار بلکہ مباحث سے بھی تعریف جائز ہوئی۔ بلکہ انحصار تو جمیع ماعدا سے ممتاز بھی کر دیتا ہے۔ البتہ کچھ فرد کو اپنے سے بھی خارج کر دیتا ہے۔

شہادتیں: متقدمین نے اعم اور انحصار دونوں سے تعریف جائز رکھی۔

دلیل یہ دی کہ تمام مشترکات سے تمیز دینا مقصود نہیں، بعض اغیار سے تمیز مقصود ہوتی ہے۔ البتہ معرف تام کے لئے مساوی ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بات حد و رسم کے لئے عام ہے۔

(حاشیہ شرح موافق میر سید شریف و شرح مطالع حسن چلپی)
○ معرف میں بعض ماعدا سے امتیاز مطلوب ہوتا ہے تمام ماعدا سے نہیں، تو خاص اور عام دونوں تعریف کی صلاحیت رکھتے ہیں (شرح شمسہ میر سید شریف)

والخامس عشر^{۱۵}: الاوائل ان جوزوا التعريف بالاعم وهو الاقرب حيث لا يُبعد، كما قدمت فقد جوزوا التعريف بالانحصار ايضا، والدليل الدليل فان عندهم ليس من شريطة التفسير الا التمييز عن بعض ما يغير، وهو حاصل في الكل بل قد يمكن ان يحصل بالمباين فالقصر قصور، بل لك ان تقول ان من قبل الاعم فهو الانحصار اقبل، لانه يميز المعرف عن كل ماعدا، كما هو ظاهر وقد نص عليه الحسن چلپی في حواشی المواقف وغيره في غيرها، قال المحقق الشریف في شرحها اما المتقدمون فقد جوزوا الرسم بالاعم والانحصار، وايد بان المعرف لا بد ان يفيد التمييز عن بعض الاغيار، واما عن جبيعتها فليس شرطاً له، فالساواة شرط للمعرف التام دون غيره، حدا كان او رسماً^۱ اهـ وكذلك ايداه ايضا في حواشيه على شرح المطالع كما نقله چلپی فيها، وقال قدس سره في حواشيه على شرح الشمسية الصواب ان المعتبر في المعرف تمييزه عن بعض ماعدا، اما عن الكل فلا فالاعم والانحصار يصلحان للتعريف^۲ اهـ.

^۱ شرح المواقف المرصد السادس المقصد الثاني منشورات الشريف الرضي قم ايران ۶/۲، ۵

^۲ لواع الاسرار هاشية على شرح مطالع الانوار

منتقدین کہا کہ کل ماعدا سے امتیاز مطلوب ہو تو مساوی یا
 اخص کے سوا جبک عام اس کا ذاتی نہ ہو، کسی سے بھی تعریف
 جائز نہیں، اور اگر غرض بعض ماعدا سے امتیاز ہو تو اعم و اخص
 اور مساوی سبھی سے جائز ہے۔ اور مبائن سے امتیاز ہو سکے، تو
 اس سے بھی تعریف جائز ہے لیکن ایک نادر الوجود بات ہے
 اور اس مذہب کی حقانیت ظاہر ہے کیونکہ وقت و وقت سے
 ضرورت سارے ہی اقسام کی پڑی ہے۔ تو بعض کو ترجیح دینا اور
 بعض کو ترک کرنا غلط ہے (شرح سلم بحر العلوم)

توثابت ہوا کہ عام کی کوئی تخصیص نہیں خاص و عام دونوں ہی
 سے تعریف ہو سکتی ہے پس آپ کو یہ حق کب پہنچتا ہے کہ
 علمائے محققین مفسرین و محدثین کی ان تینوں تعریفوں کی
 (میش، اون دار، خلاف ماعز) تو آپ ساقط الاعتبار گردانیں اور
 بعض حضرات نے "صاحب الیہ" تفسیر کردی تو وہ قابل اعتبار
 ہوگئی، کیا ایسا ممکن نہیں کہ وہ تینوں تعریفیں مساوی کے
 ساتھ ہوں، اور چکتی والی تعریف تعریف بالاخص ہو، ہمارے
 اس نظریے کے خلاف خوش اعتماد کے سوا اور کوئی دلیل
 نہیں، تو مسئلہ بالکلیہ ہمارے موافق ہو گیا۔

وذلك صححه المولى العلامة بحر العلوم قدس
 سره في شرح السلم. فقال المتقدمون قالو ان كان
 الغرض الامتياز عن كل ماعداه. فلا يجوز
 الا المساوى والاخص. ان لم يكن الاعم ذاتياً
 له. وان كان الغرض الامتياز عن بعض الاغيار.
 فيجوز بالاعم والاخص والمساوى. واما المبائن فان
 كان يورث الامتياز فلا حرج في التعريف به لكنه نادر
 جدا. ووجه حقية هذا المذهب ظاهر. فان الحاجة الى
 جميع الاقسام المذكورة ثابتة. فاسقاط البعض عن
 درجة الاعتبار غير لائق¹ اه الكل مختصر و اذا جاز
 الامران. فمن اين لك ان اطباق المترجمين قاطبة. على
 التفسير بميش. وتفسير اكابر العلماء من الفقهاء
 والمفسرين والمحدثين. واللغويين بذات الصوف.
 او بخلاف المعز. وهو الخارج من جادة الجودة. دون
 تفسير البعض لصاحبة الالية. وما يدريك لعل الثلاثة
 الاول هي التفسير بالمساوى. وهذا تفسير بالاخص و
 لم تكن بيديك علاقة شبهة تدعوك الى ما ادعيت الا
 الاغترار بهذا اللفظ فحسب. وقد شرد عنك وبردنا ما
 قدمنا ونذكر بعد والله الحمد من قبل ومن بعد.

¹ شرح السلم لبحر العلوم فصل المعروف الشيعي الخ مطبع مجتہائی دہلی ص ۱۱۸

<p>متنبیہ شازدہم تعریف میں من تبعیضیہ کی تحقیق: صرف شرح نقایہ کی عبارت میں لفظ من آیا ہے، ماکان من ذوات الصوف (جو اون دار میں سے ہو) اس کو بعض کے معنی میں لے کر یہ سہارا پکڑنا کہ یہاں مراد تمام صوف والے نہیں بلکہ بعض صوف والے ہیں (یعنی دنبہ) غلط ہے، کیونکہ اس سے قبل ماکان ہے۔ جو استغراق کے لے ہے، تو یہاں من جو تبعیض کے لئے آتی ہے کلی کے افراد پر فردا فردا دلالت کے لئے ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ ضان نام ہے اون والے جانور میں سے ہر فرد کا، تو من کی تبعیض بھی سلامت رہی اور ماکا استغراق بھی۔</p> <p>یہ ایسے ہی ہے کہ فلاسفہ نے انسان کی اوندھی سیدھی جو تعریف کی ہے: الانسان حیوانٌ ناطقٌ۔ اس کی تعبیر کوئی یوں کرے: الانسان اسم لكل ماکان من اهل النطق (انسان ہر اس کا نام ہے جو نطق والوں میں سے ہو) تو کیا اس مثال میں کوئی یہ گمان کر سکتا ہے کہ ناطق انسان سے اعم ہے۔</p>	<p>السادس عشر^{۱۲}: استشهدك بمن التبعیضیة ان تمشیعی، ففي عبارة شرح النقایة دون سائر عبارات التي نقلنا بعضها، ثم لاجحة لك فيها ايضاً فان ما في قوله ماکان من ذوات الصوف^۱ للاستغراق والغردية تأتي بالبعیضیة فمن في محلها قطعاً من دون دلالة على عموم الحد، والمعنى ان الضان اسم كل فد من ذوات الصوف، كان تقول على ما اشتهر باقتفاء، آثار الفلاسفة الباطلة ان الانسان اسم كل من كان من اهل النطق، ايفهم منهم ان الناطق يعم الانسان وغيره وانظر الى عبارة نفسك حيث نزلت عن ادعاء التفسیر بالأعم و اتيت على تعبیر المساوات بين الضان و ذات الصوف على قول مخالفك، فقلت لو قبل ان غرضهم من تفسیر الضان ببیش ان الضان ماکان من ذوات الصوف سواء كان له الیة اولاً، كما ان میش كذلك الخ فاین ذهب عنك ههنا من التبعیضیة۔</p>
---	--

مجیب اگر خود اپنی عبارت پر غور کرے تو اپنے اس غلط استشاد سے رجوع کرے کیونکہ جب اس پر یہ اعتراض ہوا کہ علماء نے فارسی میں ضان کو میش کہا، اور یہی چیز اردو میں بھیڑ کہی جاتی ہے لہذا بھیڑ ضان میں داخل ہوئی، تو اس نے کہا اس تفسیر کا مطلب یہ ہے کہ "ماکان من ذوات الصوف

^۱ جامع الرموز کتاب الزکوٰۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۳۰۶

میش سواء کان له الیة اولاً" (جو اون والی ہے میث ہے۔ اس کے چکتی ہو یا نہ ہو) دیکھئے یہاں بھی من تبعیضہ ہے، لیکن مجیب نے اس چکتی دار اور غیر چکتی دار دونوں میں عام مانا، یہاں من تبعیضہ کا سہارا لے کر صوف دار کو ضان سے عام نہیں مانا۔ پس معلوم ہوا کہ ان تعریفوں میں من کا سہارا لینا بھی غلط ہے۔

تنبیہ ہند ہم قرآن فی اللفظ کی بحث: (علماء نے ضان کی تعریف میں ماکان من ذوات الصوف کہا (جس کے اون ہو) اور معز کی تعریف میں ماکان ذوات الشعر (جو بال والا ہو) کہا: ا سے ان لوگوں کی تائید ہوتی تھی جو بھیڑ کو ضان میں داخل مانتے ہیں کہ علماء نے ضانیت کا مدار اون پر رکھا چکتی پر نہیں۔)

اس کا جواب مجیب نے یہ دیا تھا کہ یہ توجب ہو جب ہم یہ تسلیم کر لیں کہ "مالہ صوف" کا لفظ ضان کے مساوی ہے۔ حالانکہ یہ لفظ یہاں بھی ضان سے اعم ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اسی کے ساتھ مالہ شعر کہہ کے بکری کی تعریف کی گئی ہے۔ تو اگر اس تعریف میں بھی مدار بال پر رکھا جائے تو گائے اور بھینس بھی جو بالدار ہیں، بکری بھی شامل ہو جاتے ہیں، اس لئے حقیقت یہی ہے کہ اس مقام پر علماء نے ضان اور معز دونوں ہی کی تعریفیں لفظ عام سے فرمائی ہیں۔

مجیب کی یہ بات صحیح نہیں، کیونکہ اس جواب کا مدار اس قاعدے پر ہے کہ "جو دو جملے لفظ میں

السابع عشر^۱: استنادك بعموم حد المعز لا یغنی عنك شیئاً فان عموم قرین لا یدل علی عموم صاحبه. وقد نص العلماء علی ان الاستدلال بالقران فی الذکر من افسد الدلائل، وایضاً لیس اسلوب الکلام فیہ کمثله فی الضان لعدم ما الافرادیه هنا وکان هذه هی نکتة التغبیر ان کان القهستانی لا یخص الشعر بالمعز، علی انا رأینا العلماء یخصون، قال العلامة علی القاری فی المرقاة تحت حدیث زید^۲ المذکور رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان الشعر مختص بالمعز، کیا ان الوبر مختص بالابل. قال تعالیٰ

"وَمِنْ اَصْوَابِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا تَأْتَا وَّمَتَاعًا اِلٰی حَبِیْنِ ﴿۱۰﴾" و لکن قد یتوسع بالشعر فیعم^۱ اھ. وسیاتیک من کلام المفسرین ما یمیل الیہ میلًا ظاہرًا، مع ان الکلام ہنہا فی الغنم فغیرہ خارج عن المقسم، فلم یکن فی شیع

^۱ مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ باب فی الاضحیہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱۳/ ۵۷۸

<p>من التعريف بالاعم۔</p> <p>ساتھ ساتھ ہوں ان دونوں کا حکم بھی ایک ہی ہوتا ہے "جبھی تو مجیب یہ کہہ رہا ہے کہ معز کی تعریف "مآلہ شَعْر" میں شعر عام ہے۔ تو "مآلہ صوف" میں صوف عام ہونا چاہئے، حالانکہ یہ استدلال ہی سرے سے فاسد اور غلط ہے۔</p>	
--	--

(الف) علماء اسلام کا فیصلہ ہے کہ "قران فی اللفظ قران فی الحکم" لفظ میں ساتھ ہونا محکم میں ساتھ ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ اس لئے یہ بالکل ضروری نہیں ہے کہ "مآلہ شَعْر" عام ہو تو "مآلہ صوف" بھی عام ہو۔

(ب) شاید اسی لئے قسمتانی نے ضان کی تعریف میں "مآکانَ مِنْ ذَوَاتِ الصُّوفِ" لفظ مآکان کے ساتھ، اور معز کی تعریف میں صرف "من ذوات الصوف" لفظ مآکان کے بغیر کہا، یعنی یہ اسلوب بدلنا اسی لئے ہو کہ ایک جگہ عام اور ایک جگہ مساوی مراد ہو۔

(ج) معز کی تعریف میں لفظ شعر، معز کے مساوی ہے۔ یہ خیال غلط ہے کہ عام ہے۔ ملا علی قاری وغیرہ علماء کے نزدیک بکری کے بال کو ہی شرع کہا جاتا ہے، اس لئے بھینس اور گائے کے شمول کا کوئی سوال نہیں۔

"بیشک بال بکری کے ساتھ خاص ہے، جیسا وراونٹ کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں "مِنْ أَصْوَابِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا"¹ فرمایا کہ صوف ضان کے لئے، وراونٹ کے لئے، اور شعر بکری کے لئے، البتہ محاورہ میں مجازاً دوسرے بال کے لئے بھی شعر کا اطلاق ہو جاتا ہے۔" (ملا علی قاری مرقات زید حدیث زید)

(د) گائے، بیل اور بھینس سے اعتراض بیکار ہے کہ وہ یہاں مقسم میں شامل ہی نہیں، کلام تو غنم میں ہے کہ غنم کی دو قسمیں ہیں مالہ صوف و مالہ شعر، تو لفظ مساوی مان کر بھی حصہ کامل ہو گیا۔

<p>الثامن عشر^{۱۸}: کلاب لا مَسَاغُ هُهْنًا لادعاء العبوم، فان العلماء صرحوا ان الصوف مختص بالضان، قال العلامة كمال الدين الدميري</p>	<p>تنبیہ ہیزد ہم لفظ ضان اور صوف کی تحقیق: ضان کی تعریف مآلہ، صَوْفٌ میں لفظ صوف ضان سے اعم ہو ہی نہیں سکتا اور یہ کہنے کی گنجائش ہی نہیں کہ تعریف بالاعم ہے۔</p>
---	---

¹ مرقات المفاتیح کتاب الصلوة باب الاضحیة الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱۳/ ۵۷۸

<p>کیونکہ علماء نے تصریح کی ہے کہ صوف ضان کے بال ہی کو کہتے ہیں،</p> <p>○ صوف صرف ضان کے بال کو کہتے ہیں (حیوة الحيوان د میری)</p> <p>○ اہل تفسیر ولغت فرماتے ہیں کہ صوف ضان کا بال، در اونٹ کا بال اور شعر معز کے بال کے لئے خاص ہے۔ (مفتاح الغیب للرازی)</p> <p>○ صوف ضانہ کے لئے، اور در اونٹ کے لئے اور شعر معز کے لئے (قاضی بیضاوی)</p> <p>○ ضمائر الانعام کے لئے ہیں، اور اس کے ہر نوع پر تقسیم بھی ہے یعنی تمھارے لئے ضان کے صوف اونٹ کے در اور معز کے بال بنائے، (ارشاد العقل المفتی ابوالسعود)</p> <p>○ یعنی ضان کے صوف، اونٹ کے در اور معز کے بال (تفسیر خازن)</p> <p>کلام الہی میں ان تینوں ضمیروں کا مرجع جو تینوں بالوں کے ساتھ ہیں لفظ انعام ہے تو اگر فی نفسہ انعام میں سے کسی اور جانور کا بال بھی صوف کہلاتا، تو مفسرین کو ہر گز یہ جرات نہ ہوتی</p>	<p>فی حیوة الحيوان ليس الصوف اللضان¹ ۱ھ وقال الامام الرازی فی مفاتیح الغیب تحت الآية المتلوة أنفاً قال المفسرون واهل اللغة الاصواف للضان، والابار للابل۔ والاشعار للمعز² ۲ھ، وقال القاضی فی انوار التنزیل الصوف للضانة، و الوبار للابل والشعر للمعز³ ۳ھ قال العلامة المفتی ابو السعود فی ارشاد العقل الضائر للانعام علی وجه التنویع ای وجعل لکم من اصواف الضان والابار الابل، واشعار المعز اثاثاً⁴ الخ وقال محی النسبة فی المعالم یعنی اصواف الضان، و ابار الابل، واشعار المعز⁵ ۵ھ، فلو وجد الصوف لشبیخ من الانعام سوی الضان، والکنایة الالهية انما هی للانعام، ما ساغ لهم الحكم علی کلام الله عزوجل بخصوص العناية مع عموم الکنایة، وقد اسبغناک کلام المرقاة مفرداً</p>
---	--

¹ حیوة الحيوان باب الغین المعجمة تحت الغنم مصطفی البابی مصر ۱۲۳ / ۱۲

² مفاتیح الغیب (التفسیر الكبير) تحت آية ۱۶ / ۸۰ المطبعة البهية المصرية مصر ۱۲۰ / ۹۲

³ انوار التنزیل (تفسیر البيضاوی) تحت آية ۱۶ / ۸۰ مصطفی البابی مصر نصف اول ص ۲۷۷

⁴ ارشاد العقل السليم (تفسیر ابی السعود) تحت آية ۱۶ / ۸۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۳ / ۱۵

⁵ معالم التنزیل علی بامش (تفسیر الخازن) تحت آية ۱۶ / ۸۰ مصطفی البابی مصر ۱۲۳ / ۱۰۷

کہ اللہ تعالیٰ نے کس عام فرمایا، یہ خاص کریں صاحب
مرقات کے متفرق کلام جو ہم نے دو جگہ لکھا، ملاؤں تو ان کا
فرمان بھی یہی ہے کہ صوف صرف ضان کے لئے ہے پس
ایسی صورت میں صوف کو اگر دونوں (بھیڑ اور دنبہ) کے لئے
عام مانا جائے تو مساوی کے ساتھ تعریف ہوئی ورنہ انحصار کے
ساتھ اعم کے ساتھ تعریف کا تو کوئی سوال ہی نہیں۔

تو ثابت ہوا کہ ضان صوف والا ہے۔ اور ہمارا یہ جانور بھی
صوف والا ہے۔ لہذا اب بات واضح طور پر ثابت ہو گئی کہ
بھیڑ بھی ضان ہی ہے،

منبیہ نوزد ہم تعریف بالا اعم اور تعریف بالا خص: میں نے
پہلے کہا تھا، ہو سکتا ہے کہ ضان کی پہلی تعریف لفظ مساوی
سے ہو اور "الیة" چکتی والی تعریف انحصار کے ساتھ ہو، اب
میں قطعیت کے ساتھ اسی بات کو دہراتا ہوں کیونکہ میں
بتا چکا ہوں کہ اعم مانتے ہیں "غنم" کا حصر اس کی دو نوعوں
میں ختم ہو جائے گا، اور بھیڑ تیسری قسم ہو جائے گی۔

منبیہ بستم اعمہ و علماء کے فتاویٰ: یہ لطیفہ بھی قابل ملاحظہ ہے
دنبہ جس کے چکتی ہوتی ہے اگر کسی کے خلقہ

فی موضعین، فأجبعة فإنه يدلك بفحواه على ان
الصوف مختص بالضان، وهو المستفاد من تفاسير
اللغة، وبالجملة من عرب لسان العرب لم يعرب
عنه ان الصوف ليس الا للضان، فأما ان يعمر افراده
كما هو الواقع فمساو او لا فأخص وعلى كل فلا تكون
ذات الصوف الا من الضان، وقد اعترفت ان حيواننا
هذا من ذوات الصوف فوجب ان يكون من الضان
وفيه المطلوب بأتم شان۔

التاسع عشر^{۱۹}: كان من قولي فيما سلف ما يدريك لعل
الثلاثة الاول هي التفسير بالمساوي هذا بالاخص
والان اقول قابضاً للعنان بعد ما ارخيت مالي
ترجيت وقد قضيت، اما تفتنت بما في السابع
والحادى عشر القيت، ان لو قصر الضانية على شيع
اخص من الصوف بطل حصر الغنم في نوعين فوجب
ان يكون التفسير بالمساوي، والتعريف بذات
الالية التعريف بالاخص على ما توهمت من معناها و
النظر حقيقة لم تبع مرماها۔

العشرون^{۲۰}: هل لك اجالة نظر في كلمات الائمة الكرام،
فانهم يتكلمون

چکتی ہو ہی نہیں، اس کی قربانی جائز ہوگی یا نہیں؟ امام اعظم
ہام اقدم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ایسے دنبہ کی قربانی
جائز ہے" امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "یہی
صحیح ہے" امام محمد بن حسن فرماتے ہیں: "ایسے کی قربانی صحیح
نہیں ہے"۔

بکری کا کان اور دم پیدائشی طور پر غائب ہو تو قربانی جائز ہے یا
نہیں؟

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:- "ناجائز ہے۔"
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے:- "جائز ہے۔" (فقہ
النفس امام قاضی خان)

اگر دنبہ کی چکتی دم ہی کی طرح خلقت چھوٹی ہو؟ امام اعظم
جب بے کان اور دم کی جائز قرار دیتے ہیں تو چھوٹے کان میں
کیا رکھا ہے۔ یہ بھی جائز ہوگی"

"امام محمد کے یہاں صرف صغیر الاذن کی جائز ہے، خلقی کان
چکتی نہ ہو تو جائز نہیں" (قاضی خاں الامام فقہی النفس)

"اجناس میں ہے کہ اگر دنبہ کی چکتی کان کی طرح چھوٹی ہو
قربانی جائز ہے۔ اور اگر مطلقاً ہو ہی نہیں تو امام کے یہاں نا
جائز ہے" (اجناس، خلاصہ، عالمگیری، اخیر میں میں نے
خود دیکھا عبارت

فیما اذا خلقت شاة بلا الیة بل تجوز التضحیة بہا۔
فمذهب امامنا الاعظم والہمام الاقدم سراج الامۃ
کاشف الغبۃ امام الائمة ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ
عنه وعنہم ان نعم۔ وهو الاصح عند الائمة الشافعیۃ
رحمہم اللہ تعالیٰ وقال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ لا تجوز
التضحیة بشاة کذا وانا اسمعک واولا کلمات العلماء
قال الامام الاجل فقیہ النفس فخر الدین الاوز
جندی فی الخانیۃ۔ الشاة اذا لم یکن لها اذا ولا ذنب
خلقة تجوز۔ قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ لا یكون هذا
ولو کان لا یجوز۔ و ذکر فی الاصل عن ابی حنیفۃ رضی
اللہ تعالیٰ عنه انه یجوز^۱ اھ ثم قال وان کان لها الیة
صغیرۃ مثل الذنب خلقة جاز اما علی قول ابی حنیفۃ
رحمہ اللہ تعالیٰ فظاہر لان عندہ لو لم یکن لها اذن
ولا الیة اصلا جاز۔ فصغیرۃ الاذنین اولی۔ واما علی قول
محمد رحمہ اللہ تعالیٰ صغیرۃ الاذنین جائزۃ۔ وان لم
تکن لها الیة والاذن خلقة لا تجوز^۲ اھ وفي الاجناس
ثم الخلاصۃ ثم الہندیۃ وعن

^۱ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الاضحیۃ فصل فی العیوب نوکثور لکھنؤ، ۱۴/ ۴۸

^۲ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الاضحیۃ فصل فی العیوب نوکثور لکھنؤ، ۱۴/ ۴۹

<p>خلاصہ کی ہے)</p> <p>"وہ دنبہ کی اس کی چکنی چھوٹی دم کے مشابہ ہو یا ہو ہی نہیں اس کی قربانی جائز ہے، امام محمد کے یہاں ناجائز ہے۔" (وجیز امام کردری)</p> <p>"سکار جس کے خلقتہ کان نہ ہو اس کی قربانی جائز نہیں، ایسے ہی جس کی دم یا چکتی نہ ہو" (خزانة المفتین)</p> <p>"جس کے خلقتہ تھن یا چکتی نہ ہو اس کی قربانی جائز ہے" (امام ابو یوسف اردبیلی شافعی)</p> <p>"جو پیدائشی طور پر بے تھن اور چکتی کا جانور ہو صحیح یہی ہے کہ اس کی قربانی جائز ہے" (حیوة الحيوان دمیری)</p> <p>ان دونوں فتووں سے یہ ثابت ہو تا ہے کہ چکتی ضان کی حقیقت کا جز نہیں کہ یہ نہ ہو تو جانور ضان کے بجائے کچھ اور ہو جائے، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر تو یہ امر بالکل واضح ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر بھی، کیونکہ بے چکتی شاة کی بات کر رہا ہے اگر چکتی حقیقت کی جز ہو تو انکی عبارت "لا الیة له" کے معنی یہ ہو جائیں گے اگر بکری بکری ہی نہ ہو تو اس کی قربانی ناجائز ہے: اور ایسی ردی عبارت</p>	<p>الاخیرین، نقلت واللفظ للوسطی، فی الاجناس ان كانت للشاة الیة صغیرة خلقت شبه الاذن تجوز. وان لم تكن لها الیة خلقت كذلك قال محمد رحمه الله تعالى لا تجوز¹ اه وفي وجیز الامام الکردری التی لا الیة صغیرة تشبه الذنب تجوز. وان لم تكن لها الیة خلقة فكذلك وقال محمد رحمه الله تعالى لا تجوز² اه. وفي خزانة المفتین لا تجوز السكار وهي التی لا اذن لها خلقة، كما لا ذنب لها خلقة³ او الیة لها خلقة³ اه فی الانوار للامام یوسف اردبیلی الشافعی تجزئ، التی خلقت بلا ضرع او الیة او قرن⁴ اه وفي حیوة الحيوان للکمال الدمیری الشافعی تجزئ الشاة التی خلقت بلا ضرع او بلا الیة علی الاصح⁵ اه فظهر باتفاق القولین ان الالیة لیست من ارکان حقیقة الضان بحیث ان لو عدت لم تكن ضاناً. اما علی قول الامام الاعظم فظاهر فانه یجیز التضحیة لها وان لم تكن لها الیة خلقة اصلاً. واما علی قول محمد</p>
--	---

¹ خلاصة الفتاوى كتاب الاضحية الفصل الخامس مكتبة حبيبيه كونه ۱۳ / ۳۲۱، فتاوى ہندیہ كتاب الاضحية الباب الخامس نورانی كتب خانہ

پشاور ۱۵ / ۲۹۷

² فتاوى يزايه على بامش الفتاوى الهندية كتاب الاضحية الفصل الخامس نورانی كتب خانہ پشاور ۱۶ / ۲۹۳

³ خزانة المفتين كتاب الاضحية قلمی نسخہ ۱۲ / ۲۰۷

⁴ الانوار الاعمال الابرار

⁵ حياة الحيوان باب الشين المعجمه (الشاة) مصطفى البابی مصر ۱۱ / ۵۹۲

تو کوئی عام عربی بھی نہیں بول سکتا، چہ جائیکہ امام بلغتہ والفقہ امام محرر المذہب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ۔

رحمة الله تعالى فلا نه يتكلم على شاة لالاية لها. فلو كانت الالاية ركن حقيقتها لكان معنى قوله ان لو لم تكن الشاة شاه لم تجز الا ضحية بها. وهذا قول غسل رذل اشبهه شيعي بالهزل لا يجوز صدوره عن عاقل فضلا عن امام مجتهد كامل. فانظر الآن الى دندنك اين مدت عنك في غاية ام قفار بل اجتثت من فوق الارض مالها من قرار والحمد الله على توالي الالائه كقطر المطر وامواج البحار۔

منبئہ بست ویکم حیوان کے اعضاء کا حکم: میری مانو تو میں تم کو نور حق کے سامنے کھڑا کروں گا، جہاں کوئی حجاب نہ ہوگا، اور ہر قسم کے خطرات دور ہو جائیں گے۔

واقعہ ہے کہ جانوروں کے اعضاء و جوارح اوصاف کے مرتبہ میں ہوتے ہیں جس کے مقابلہ میں دام کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ اس پر سارے فقہاء کا اتفاق ہے۔

"کسی نے ایک باندی خریدی، ابھی بائع کے ہی پاس تھی کہ بھینگی ہو گئی، دام میں سے کچھ کم نہ ہوگا، یونہی کسی نے باندی خریدی، وہ مشتری کے قبضہ میں اگر بھینگی ہو گئی اور مشتری کسی دوسرے کے ہاتھ اس کو منافع پر (مرابحہ) بیچنا چاہتا ہے تو اسے بتانے کی ضرورت نہیں

الحادی والعشرون": يا هذا اصنع واتبع ان اطعتني ذهبت بك الى حيث يلزم الحق من دون حجاب و يزيل عنك كل تحير واضطراب. حقيقة الامر ان الاطراف في الحيوان تجري مجرى الاوصاف كما نصوا عليه قاطبة ولذا لا يقابلها شيعي من الثمن. حتى انه اذا اشترى جارية فاعورت في يد البائع قبل التسليم لا ينتقص شيعي من الثمن. وكذلك اذا اشترى جارية فاعورت في يد المشتري. ثم اراد ان يبيعها مرابحة كان له ذلك من دون حاجة الى البيان كما في الهداية وشروحها. كفتح القدير و غاية البيان وغيرهما وان سالت سردت لك نصوصها و اوصاف الشيعي

<p>کہ یہ میرے یہاں آ کر عیبی ہو گئی ہے۔" میں اس موضوع پر کثیر نصوص پیش کر سکتا ہوں کہ اطراف حیوان کا حکم اوصاف کا ہے۔ اور اوصاف کسی شے کی حقیقت میں داخل نہیں ہوتے جیسا کہ علماء نے بیان فرمایا ہے۔ اور آپ بھی جانتے ہوں گے یہ ان اعراض مفارقة کی طرح ہیں جن کے انقضاء سے حقیقت متنی نہیں ہوتی، تو ضان بھی چکتی نہ ہونے کی صورت میں ضان سے نہیں نکل سکتا، جیسے وہ آدمی آدمی ہی رہتا ہے جس کے پیدائشی ہاتھ نہ ہو، اس وصف کے ساتھ تعریف کرنے کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ یہ وصف اس حقیقت میں پایا جاتا ہے تو اس وصف سے ذہن صرف اس حقیقت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ حقیقت اس وصف کے بغیر پائی نہیں جاتی</p>	<p>لا تدخل فی سنخ قوامہ، وقد افادوا کہا علمت انہا کالاعراض المفارقة لا انتفاء للحقیقة بانتفائها، فاندما الالیة رأسا لا یخرج الضأن عن الضانیة، کہا لو خلق انسان بلا ید لا یخرج عن الانسانیة، وانما مدار التعریف ههنا ان هذا الوصف لا یوجد الا فی هذه الحقیقة ینتقل الیها الذهن منه بهذه الوجه لانها لا توجد الا به، فمعنی قول القائل الضأن ما هو الیة النوع الذی تتحقق فیہ الالیة الا انه لا یكون ضانا ما لم تكن له الیة، اتقن هذا فقد جلیت لك جلیة الحال بغیر مریة۔</p>
---	---

تو "ما تكون له الیة" کا مطلب یہ ہوا کہ ضان جانور کی وہ قسم ہے کہ اس میں چکتی ہوتی ہے یہ مطلب نہیں کہ بے چکتی کا ضان ہو گا ہی نہیں۔

<p>تنبیہ بست و دووم چکتی کی بحث: اب تھوڑی دیر چکتی پر بحث ہو جائے، آپ سوچتے ہوں گے کہ "الیة" (چکتی) جیسی ہوگی جب اس پر خوب گوشت، چربی، اور وہ خوب چوڑی ہو، جس کو ہندی میں چکتی کہتے ہیں، تو یہ ایک زعم باطل اور بلا دلیل ہے۔ "الیہ" بکری کی دم کو کہتے ہیں، اس میں چھوٹے اور بڑے، لائے اور نائے ہونے کی شرط نہیں، حوالے ملاحظہ ہوں، "الیات" الیة کی جمع، بکری کی دم کو کہتے</p>	<p>الثانی والعشرون: "هذا ما سائرناك فيه، وانت تزعم ان الالیة هی الضخمة الكبيرة العریضة السینیة المحتویة علی لحم کثیر وشحم غزیر، المعروفة فی لسان الهند بچکتی، وهو زعم باطل لا دلیل علیہ، و انما الالیة طرف الشاة لا یشتط فیها کبر ولا صغر ولا طول ولا قصر، قال فی مجمع البحار نقلا عن نهائة ابن الاثیر</p>
---	--

<p>ہیں۔ (مجمع نقلا عن ابن اثیر)</p> <p>"سہڑھ کی آخری ہڈی پر جو چربی، یا چربی اور گوشت دونوں چڑھ جاتی ہے اسی کو الیہ کہتے ہیں (قاموس) اور بھیڑ کا بھی یہی حال ہے کہ اس کی دم پر بھی گوشت چربی الود ہوتا ہے تو اس کو الیہ کون نہ کہے گا علماء کے حوالہ سے ہم لکھ آئے ہیں کہ معمولی چکتی والے کی قربانی جائز ہے۔ تو کیا یہی مسئلہ بھیڑ کا جزئیہ نہ تھا تو بیشک اس بھیڑ پر بھی لہا الیہ کی تعریف صادق ہے۔ اور اگر اس پر بھی تسلی نہ ہو تو سوال یہ ہے کہ چکتی کی لمبان چوڑاں کیا ہوگی کہ اس سے کم کو چکتی کے بجائے دم کہا جائے، اور زرا اس چکتی کا بھی خیال رہے۔ جس کو فقہاء نے دم کی طرح چھوٹا کہا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں ائمہ اعلام کے کلام سے ثابت کرنی ہوگی زبانی جمع خرچ کی سند نہیں۔</p> <p>متنبیہ بست وسوم تعریفوں میں عدم تضاد: گزشتہ تحریروں سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ علماء نے ضان</p>	<p>الیات جمع الیة وهی طرف الشاة^۱ اھ وفسرها فی القاموس بہار کب العجز من شحم ولحم^۲ اھ وقد شرحنا عن ذا لعضو لهذا الحيوان الذي نتحاور فيه فوجدناه يحتوى على لحم وشحم فتم معنى الالیة۔ وقد مناه علماء العلماء الکرام ان الالیة ان كانت صغيرة تشبه الذنب جازت الاضحیة وهذه الایا الشاة التي توجد فی بلادنا۔ فجزئیتها منصوص علیها فی الكتب المذنبة، وظهر انها یصدق علیها ما لها الیة، وان ابیت الا اللجاج فابرز لنا ما عندك فی الحجاج واین ما حد الیة ورسها، وعلی ای حدیج ان یکون حجبها بحیث لو صغرت عنه لم تكن الیة و بین الالیة التي تشبه الذنب خلقة، وكيف تكون هذه فی بیأتها، وکمک تكون فی بسطتها واثبت کل ذلك بکلام ائمة الشان، لا بهوی النفس وهفوات اللسان، فان لم تفعل و لن تفعل فاقتفت الحق حیث ظهر، فان من لم یر الشمس وهی بازغة، فعلیه التسلیم لاهل النظر۔</p> <p>الثالث والعشرون^۳: تقرر مباح تحریر ان الفقهاء فسروا الضان بثلاثة تفاسیر</p>
---	---

^۱ مجمع بحار الانوار باب الهیمة مع للامر تحت (الی) مکتبه دار الایمان المدینة المنورة ۱/ ۹۷

^۲ القاموس المحيط باب الواؤ والیاء فصل الهیمة مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۰۲

کی تین تفسیریں کی ہیں۔ اون والا چکتی و، معز کے علاوہ، اور فارسی والوں نے اس کا ترجمہ میث کیا اور ہم یہ ثابت کر آئے کہ احکام مخصوصہ کے بیان کے وقت ترجمہ ہو یا تعریف، مساوی کے علاوہ نہیں ہو سکتی، تو پتہ چلا کہ مذکورہ بالا چاروں لفظ بلکہ ہندی کا بھیڑ مل کر پانچوں لفظ آپس میں مساوی ہیں، ان کا محدود و مفہوم شے واحد ہے۔ تو جو اون والی ہے وہی چکتی والی ہے۔ اور جو چکتی والا ہے وہی اون والا ہے۔ اور جو چکتی والا ہے کیونکہ ایسے مواقع پر تعریف کا مقصد وصف نوعی بیان کرنا ہوتا ہے، افراد کے وصف فعلی کا ذکر نہیں ہوتا کہ یہ تو عام طور پر رسم میں ملحوظ ہوتا ہے۔ جیسے انسان اور حیوان کی تعریف میں تحرک ارادی یا مشی یا شکر اور کتابت وغیرہ اوصاف ___ تو ہماری تقریر سے ثابت ہو گیا کہ بھیڑ کی دم جو ہمارے بلاد میں ہوتی ہے وہ چکتی ہی ہے۔ اور فقہ حنفیہ میں اس کی صورت اور حکم دونوں کا جزئیہ موجود ہے۔

اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ ان بظاہر مختلف تعریفوں میں کوئی تضاد نہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں تعریف نہ تو اعم کے ساتھ خاص ہے نہ اخص کے ساتھ، بلکہ سب مساوی ہیں، اور یہ کہ غنم میں چکتی اور بے چکتی کی بنیاد پر ایک تیسری قسم نہیں پیدا ہوتی، یہ سب دماغی خدشات اور وہمی خیالات ہیں۔

تمہیہ بست وچہارم ناقص کامل کی نفی: یہ بھی واضح ہوا کہ بھیڑ کی دم میں کوئی کمی نہیں کہ کہا جائے وہ ناقص ہے اور چکتی کامل ہے۔ لہذا ذنب کے ساتھ

ذات الصوف وذات الالبية، وخلاف المعز من الغنم، وترجمہ ہمیش، والقینا عليك ان عند بیان الاحکام لایجوز التعریف وكذا الترجمة الا بالمساوی، لما فی غیره من المساوی، فثبت ان الاربعة بل الخمسة خامسها بھیڑ، کلها متساویة فیما بینها ومساویة لمحدودها وان کل ذات صوف، ذات الیہ، وبالعکس وانما مطح النظر کما وصفنا الشان النوعی لا الفعلیة الفردیة کما هو المرسوم فی کثیر من الرسوم، کالتحرک الارادی والمشی، والضحک، و کتابة، فی حیوان والانسان، کما لایخفی علی ذوی الشان فظہر ان الذی بضئین بلا دنأ الیة جزماً، وان کان شابه الذنب حجماً وانہ المنصوص علیہ صورۃ و حکماً وان لاخلاف بین التفسیر، وان لیس ہنا باعم ولا اخص التفسیر وان لیس ہنا باعم ولا اخص تفسیر وان الکل متحد مآلاً، وان لاتثلیث فی الانواع بمآلاً الیہ، ومآلاً، وانما کان کل ذلك شقشقة ہدرت عن واهمة ہدرت ہکذینبغی التحقیق والله ولی التوفیق۔

الرابع والعشرون^{۲۲}: بہ تبین ان صغر الالبیة ودقتها بحیث تشبه الذنب کما فی اضوناً ہذہ لیس من النقص فی شیء

لاحق نہیں ہو سکتی۔

ولذا جازت التضحیة معه كما نصوا عليه فزعم ان هذا ناقص فلا يلحق بالکامل قول ناقص خالف نصوص الائمة الاکامل۔

تمثیہ بست و پنجم امام اعظم کے فتویٰ کی بنیاد پر فیصلہ: اور اگر ہم سب چھوڑ چھا کر یہی مان لیں کہ بھیڑ بے چکتی کا ہے تب بھی یہ انعام میں داخل ہے۔ تو قربانی کا جانور ہے اور اسی جانور کی قربانی جائز ہونے نہ ہونے میں امام اعظم اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ ائمہ جب تک کسی مسئلہ میں امام اعظم کے خلاف کسی اور امام کے قول پر متفق نہ ہوں، فتویٰ امام کے قول پر ہے۔ یہ مسئلہ فتح، بحر، نہر، خیر، شامی وغیرہ معتمد اسفار میں منصوص ہے، میں نے ان سب کو اپنے فتاویٰ کی جلد کتاب النکاح میں تفصیل سے نقل کیا ہے۔

یہ حکم تو امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول کا ہے جس کی ائمہ ترجیح میں سے کسی نے ترجیح نہ دی ہو، اور اس قول کی تو امام فقیہ النفس قاضی خاں نے ترجیح فرمائی ہے کہ اپنے اصول کے موافق اسی کو مقدم کیا، یہ مسئلہ بھی امام شامی اور امام طحاوی نے منصوص فرمایا۔

الخامس والعشرون^{۲۵}: لئن تنزلنا عن کل هذا و سلمنا ان الالية لها فخر تأتي الخلافية بين الامام الاعظم، والامام الثالث رضی اللہ تعالیٰ عنہما، و يجب بحکم الجواز بناء ان الفتوى على قول الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ على الاطلاق، ای مالہم یتفق ائمة الفتيا على الفتوى بقول صاحبه او احدهما كما نص عليه في الفتح والبحر والخيرية^۱ ورد المحتار^۲ وغيرها من معتدات الاسفار، وقد سردنا نصوصها في كتاب النکاح من فتاوانا هذا اذا لم يرجع قول الامام فكيف اذا رجع قول الامام فكيف اذا رجع وقد رجح ههنا قوله رضی اللہ تعالیٰ عنہ من نصوا على انه لا يعدل عن تصحيحه لانه فقيه النفس اتدري من هو الامام قاضی خاں كما قاله العلامة قاسم في تصحيح القدوري، ونقله السيد الحموي في غمز العيون^۳ وسيد الشامي في حاشية الدر۔

^۱ بحر الرائق كتاب القضاء فصل المفتي الشيخ ابي سعيد كيني كراچی ۱۶/ ۲۶۹، فتاویٰ خیریہ كتاب الشهادات دار المعرفة بیروت ۱۲

۱۳۳، رد المحتار كتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳/ ۳۰۲

^۲ رد المحتار كتاب الهبة دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳/ ۵۱۳

^۳ غمز عيون البصائر مع الاشباه الفن الثاني كتاب الاجارات ادارة القرآن كراچی ۱۳/ ۵۵

پس ایسی صورت میں بھیڑ کی قربانی کے جواز کا فتویٰ دئے بغیر چارہ نہیں۔

فان كنت عارفاً بهذه المسالك مدركا لتلك المدارك فقد
عرفت تصحيحه هنالك وان لم تعرف فاسمع مني فاني
لك زعيم بذلك الم تره قد قدم قول الامام وهو رحمة
الله تعالى كما صرح به في صدر فتاواه لانقدم الا الاظهر
الاشهر. قال السيدان الفاضلان الطحطاوي والشامي في
حواشي الدر. ان ما يقدمه قاضيخان يكون هو المعتمد¹
واني قد اجمعت لك ههنا القول. ظناً بك ان لك اشتغالا
بالعلم فتكون قد وقفت على هذه المطالب الدائرة
السائرة الظاهرة الزاهرة فان خفي عليك شئ منها
فراجعي و لا تيأس من التفهيم فقد قلت لك اني لك
بأظهار كل ذلك زعيم. فثبت بحمد الله تعالى ان لو فض
عدم الالية. لهذا الحيوان لكان جواز التضحية به هو
المذهب وقول امامنا الاعظم الاوحد وهو المأخوذ
الصحيح المعتمد. والحمد له الاحدا الصمد علينا ما اسبغ
من نعم لا تعد.

ہدایت: آپ کے ساتھ مستند کتابوں میں سے تین (ذخیرہ
عقبی، در مختار، اشعۃ المعات) میں توضاآن کی تفسیر میں "بمالہ
الیة" کا کہیں پتہ نہیں، بلکہ ذخیرہ عقبی اور اشعۃ المعات میں
نوآپ کے مدعا کے خلاف ہے جیسا کہ مذکور ہوا لیکن صاحب
تعلیق مجدد

تذییل الكتب السبعة التي اسندت اليها ليس في ثلثة
منها اعني ذخيرة العقبي والدر المختار واشعة المعات اثر
من التفسير الضان بماله الية بل في الاول والثالث ما يرد
عليك كما سمعت بأذنيك واما عبارة

¹ ردالمحتار كتاب الزكوة باب العشر دار احياء التراث العربي بيروت ۲/ ۵۵

نے تو انھوں نے حق کی تلاش میں تساہل برتا، اور کلام علماء میں ذکر وصف کو زیادتی کشف کے بجائے قید احترازی سمجھا اور بھیڑ کو ضان میں شامل نہ ماننے میں وہ بھی اسی طرح وہم میں گرفتار ہوئے جیسے آپ نے "الیہ" کے لفظ سے دھوکا کھایا، غلب ہے کہ آپ نے اس معاملہ میں انھیں کی تقلید کی ہو، مگر ان سے آگے بڑھ گئے، کیونکہ وہ تو صرف یہ کہہ رہ گئے کہ چونکہ یہ ضان نہیں اس لئے اس کے شمشاہہ بچے کی قربانی جائز نہیں، اور آپ نے سرے سے اس کو قربانی کے جانور سے ہی خارج کر دیا۔

یہ بات فاضل لکھنؤ کے فتویٰ سے ظاہر ہے وہ کہتے ہیں بکری اور بھیڑ، ایسے ہی گائے اور اونٹ کا چھ ماہہ درست نہیں ہے۔ فقط دنبہ چھ ماہہ درست ہے۔

اس سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ انھوں نے یہ سمجھا کہ "منح الخالق" کی عبارت میں (جس کا حوالہ انھوں نے دیا ہے) ضان کے بیان میں صوف کا ذکر ہے جس کو "مالہ الیہ" سے مقید کیا ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ الیہ کی قید احترازی ہے حالانکہ خود ان کی عبارت اور امام طحاوی اور شامی کی روایت میں صوف کا ذکر نہیں ہے صرف مالہ الیہ

تعليق المجد لبعض ابناء الزمان فقد كانت تستأهل ان ترد الى الحق، وتحمل على ما عطاها كلام العلماء بجعل الوصف لزيادة الكشف دون الاحتراز بيد اني احطت علما بان الرجل ينكر كون ضعين الهند من الضعين اعتراه الوهم كما اعتراك انها لا الية لها، وما يدري نبي لعلك انما قلده فيه لكنه وقف دونك ولم يتجاوز قدر تجاوزك بانكار التضحية بها اصلا، وانما زعم انها لا تجوز التضحية بجنح منها¹، حيث قال في فتياہ بکری اور بھیڑ اور ایسے ہی گائے اور اونٹ چھ مہینہ کا نہیں درست ہے۔ فقط دنبہ مہینے کا درست ہے۔ فالظاهر ان مراده هو التقييد زعمًا منه بان الصوف اعم من الالية، لكن ليس كلام المنح الذي عزا اليه بهذا الاسلوب، وانما عبارتہا كما نقل بنفسه ثمه، والسيدان الفاضلان الطحطاوی و الشامی فی حواشی الدر ان الضان ماتكون لها الية² اھ فليس فيها ذكر الصوف، ثم التقييد بالالية وباليتمك

¹ مجموعہ فتاویٰ بعد الہی کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی فرنگی محل لکھنؤ ۱۳/۲۹

² حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الاضحیۃ دار المعرفۃ بیروت ۱۳/۱۲۳، رد المحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت

ہے۔ تو آپ کو بھی ان کی تقلید کرنی تھی تو اتنی ہی بات میں کرتے نہ کہ آگے بڑھ کر ایک محال بات کا دعویٰ کر دیا، اور سب مسلمانوں کو گمراہ اور گمراہ گر کا خطاب دیا۔

مجھ سے لکھنوی صاحب کے ایک شاگرد نے ان کا یہ فتویٰ ذکر کر کے صورت حال دریافت کی تھی، میں نے چند جملوں میں اس کا خلاصہ لکھ دیا تھا، اور مسئلہ حق واضح کر دیا تھا، یہ کلام تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حافل اور کافل ہے۔ ان دونوں وہموں کو دفع کرنے والا۔ بلکہ اس کا تو رد شدید ہے جو ان کی قربانی جائز کرتا ہے۔ اور ان کے بچے کی نہیں۔

بلاشبہ بھیڑ کا چھ ماہہ بچہ جو دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہو اس کی قربانی جائز ہے و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علی الہ وصحبہ اجمعین اس رسالہ ہادی الاضحیۃ بالشاہۃ الہندیۃ سے ۱۳۱۲ھ میں فراغت حاصل ہوئی۔

اذا قدتہ اتمت تقلیدہ فلم تعدالی ما عدت من المحال، ولم تنسب المسلمین الی الضلال والاضلال، وقد کان سألنی بعض تلامذہ هذا العاصرا عنی صاحب التعليق المجد من بنارس فی اول هذه السنة عن فتیاء المذكورة فاجبت باحرف تكفي و تشفی و بینت ان الجزع من هذه یجزی و یكفی، و ما ذكرنا ههنا بتوفیق الله تعالی، فهو حافل کافل بدفع كلا الوهین، بل الرد الاشد علی من یجز التضحیة بها لاجذعها فانه اذ قد جاز التضحیة فقد كانت من الانعام ولا انعام الا الانواع الاربعة واذ لیست من ابل وبقر و معز۔ و جب ان تكون من الضان فوجب اجزاء الجزع منها اذا كان بحیث لو خلط بالثنا یا لم یتبیز من بعد و لله الحمد تعالی من قبل و من بعد، و صلی اللہ تعالی علی سیدنا و مولانا محمد و الہ اجمعین کان الفراغ عن هذه العجالة المسماة بأدی الاضحیة بالشاہۃ الہندیۃ ۱۳۱۲ھ۔

مسئلہ ۲۰۴: از بنارس محلہ کنڈی گڈ ٹولہ مسجد نبی بی راجی شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۲۵ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ
ماقولکم ایہا العلماء (اے علماء کرام! آپ کا کیا ارشاد ہے۔) اس مسئلہ میں کہ قربانی بھیڑ شمشاہہ کی درست ہے یا
نہیں؟ اکثر حدیثوں میں جو لفظ بزعة من الضان آیا ہے اس سے شمشاہی بھیڑ مراد ہے یا دنبہ یا دونوں؟ عبارت نہایت شرح ہدایہ
مندرجہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی شمشاہی بھیڑ کی جائز نہیں، اسی پر مولانا استاذنا مولوی عبداللحی صاحب نے عمل فرمایا
ہے۔ چنانچہ یہ مسئلہ مولوی صاحب مرحوم کے مجموعہ فتاویٰ کی جلد اول ص ۱۹۱ میں موجود ہے۔ عبارت شرح ہدایہ:

ان تمام جانوروں میں کامل سال یا اس سے زائد عمر والا جائز ہے ماسوائے بھیڑ کے کہ اس کا جذع یعنی کامل چھ ماہ والا جائز ہے، اور ضان یعنی بھیڑ کی قید اس لئے کہ اونٹ گائے اور بکری میں صرف کامل سال والا ہی جائز ہے۔ کتاب سے بیان کیجئے یوم حساب اجر حاصل کیجئے۔ (ت)	ویجزئ من ذلك كل الثئی فصا عدا الا الضان فان الجذع منه یجزئ والتقیید بالضان لان الجذع من الابل والبقر والغنم لا یجزئ منها الا الثئی ^۱ ۔ بینوا بالکتاب تو جو وایوم الحساب۔
---	---

الجواب:

شمشاہی بھیڑ کی قربانی بلاشبہ جائز ہے جبکہ یکساں ہجمنسوں میں دور سے متمیز نہ ہو سکے۔

در مختار میں ہے بھیڑ میں چھ ماہ کا جذع جو سال والے جانوروں میں خلط ہو تو امتیاز نہ ہو سکے تو وہ جائز ہے۔ (ت)	فی الدر المختار صح الجذع ذو ستہ اشهر من الضان ان کان بحیث لو خلط بالثئی لا یسکن التمییز من بعد ^۲ ۔
--	---

یہی شرط دنبہ میں ہے، اور دنبہ بھیڑ کی ایک ہی نوع ہیں اور دونوں کا ایک ہی حکم، اس قدر میں تو کسی کو کلام ہو ہی نہیں سکتا کہ جواز شمشاہہ کا حکم احادیث صحیحہ و کتب فقہیہ میں بلفظ ضان وارد ہے۔ اب مدار صرف ادراک معنی ضان پر رہا، اگر یہ لفظ اس بھیڑ کو بھی شامل تو قطعاً یہ بھی اس حکم میں داخل والا لا، مگر بالیقین معلوم کہ ضان وہی چیز ہے جسے فارسی میں میش، اردو میں بھیڑ، اور اسی کی ایک صنف کو دنبہ کہتے ہیں،

^۱ مجموعہ فتاویٰ کتاب الاضحیہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳/ ۲۷۹

^۲ در مختار کتاب الاضحیہ مطبع مجتہدی دہلی ۱۲/ ۲۳۲، ۲۳۳

عرب دونوں معزز ضان کے سوا نہیں جانتے، نہ یہاں تیسری نوع ہے

(۱) قَالَ اللَّهُ تَعَالَى "ثَلَاثِينَ أَزْوَاجًا مِنَ الضَّانِّ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ" ^۱ مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی مرحوم موضح القرآن میں اس آیہ کریمہ کا ترجمہ فرماتے ہیں: پیدا کئے آٹھ نر و مادہ بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو ^۲۔ دیکھوں ضان کا ترجمہ بھیڑ کیا، اسی طرح مولانا رفیع الدین نے ترجمہ کیا، پونہبی نفاس میں اس کا عکس یعنی بھیڑا کو میش نر و ضان سے مترجم کیا۔ تحفۃ المومنین میں کہا: بھیڑ ہندی غنم ست ^۳۔ پھر لکھا: غنم ضان ست ^۴۔

(۲) سب جانتے ہیں کہ بھیڑ کا ترجمہ میش ہے۔ اور اہل لغت نے یہی ترجمہ ضان کیا، منتخب رشیدی میں ہے: ضان میش، ضان میش نر ^۵۔ صراح میں ہے: ضان میش نر خلاف ماعز۔ والجمع ضان خلاف معز ^۶۔ تحفہ و مخزن میں ہے: ضان بفارسی میش نامند ^۷۔

(۳) علمائے لغت و تفسیر حدیث و فقہ ضان کی تعریف اون والی غنم فرماتے ہیں اور معز کی تفسیر بالوں والی، مصباح المنیر و احیوۃ الحیوان وغیرہما میں ہے:

الضان ذوات الصوف من الغنم ^۸	بکری کی اون والی جنس کا نام ضان ہے۔ (ت)
لضان ذوات الصوف من الغنم والمعز	بکری کی اون والی جنس ضان ہے اور بالوں والی

^۱ القرآن الکریم ۱۶/۱۳۳

^۲ موضح القرآن ۱۶/۱۳۳ مطبع مصطفائی انڈیا ص ۱۳۲

^۳ تحفۃ المومنین مع مخزن الادویۃ الباء مع الہاء نوکسور کانپور ص ۱۶۹

^۴ تحفۃ المومنین مع مخزن الادویۃ الغین مع الہیم نوکسور کانپور ص ۲۲۵

^۵ منتخب اللغات مع غیبات اللغات باب الضاد مع النون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۲

^۶ الصراح فی لغة الصحاح باب النون فصل الضاد نوکسور لکھنؤ ص ۲۱۸

^۷ تحفۃ المومنین مع مخزن الادویۃ الضاد مع الالف نوکسور کانپور ص ۳۹

^۸ المصباح المنیر الضاد مع الواؤ (الضان) مصطفی البابی مصر ۱۲/۱۲

ذوات الشعر من الغنم ¹ -	جنس معز ہے۔ (ت)
معالم التنزیل میں ہے:	
الضمان والنعاج ہی ذوات الصوف من الغنم والمعز والمعزی ذوات الشعر من الغنم ² -	بکری کی اون والی جنس ضان اور نعاج ہے اور بالوں والی معز اور معزی ہے (ت)
جامع الرموز پھر ردالمحتار میں ہے:	
الضمان ماکان من ذوات الصوف والمعز من ذوات الشعر ³ -	ضان وہ ہوتی ہے جو اون والی ہو اور معز بالوں والی۔ (ت)
اب یہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بھیڑ کے بدن پر اون ہوتی ہے یا بال۔	
(۴) علامہ دمیری نے حیوۃ الحیوان الکبریٰ میں صاف حصر فرمادیا کہ اون صرف ضان کے لئے ہوتی ہے، لفظ غنم میں فرماتے ہیں:	
صوف الضمان من شعر المعز واعز قبیمة و لیس الصوف الالضمان ⁴ -	بھیڑ کی اون بکری کے بالوں سے افضل اور قیمت میں گراں ہے اور اون صرف ضان کی ہے۔ (ت)
اب بھیڑ کو ضان سے خارج ماننے والے پر لازم ہوگا کہ بھیڑ کی اون سے انکار، اور ان کی پشت پر بکری کے سے بال آشکارا کرے۔ وانی له ذلک۔	
(۵) زبان عرب و خود قرآن شاہد ہے کہ نوع غنم میں صرف دو صنفیں ہیں: ایک وہ جسے عربی میں معزز کو تئیں، مادہ کو عنز، فارسی میں بز کہتے ہیں، دوسری جسے عربی میں ضان نر کو کبش مادہ کو، نعجہ فارسی میں گو سپند و میش کہتے ہیں، رب العزت جل وعلا نے آیہ مذکورہ میں آٹھ ہی جوڑے بتائے، ضان، معز، ابل۔ بقرہ ہر ایک سے دو، مادہ و نر، اہل زبان نے معز کو خلاف ضان، ضان کو خلاف معز سے تفسیر کیا، معلوم ہوا کہ ان کے لئے ثابت نہیں، قاموس میں ہے:	
المعز خلاف الضمان من الغنم ⁵ -	بکری کی جنس میں معزالگ ہے ضان سے۔ (ت)

¹ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیہ ۱۶/۱۲۳ المطبعة البهية المصرية مصر ۳/۲۱۶

² معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیہ ۱۶/۱۲۳ مصطفی البابی مصر ۲/۱۹۲

³ جامع الرموز کتاب الزکوٰۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۳۰۶، ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الغنم دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۹/۲

⁴ حیاء الحیوان باب الغین المعجمہ (الغنم) مصطفی البابی مصر ۲/۱۲۲

⁵ القاموس المحيط فصل المیم باب الزای "المعز" مصطفی البابی مصر ۲/۱۹۹

اسی میں ہے:

میںڈھا غنم میں بکرے کے خلاف ہے۔ ضائن کی جمع اضآن ہے تیری بھیڑی اسے علیحدہ کر لے بکری سے (ت)	الضائن خلاف الماعز من الغنم "ج" ضائن، اضآن ضائنك اعزلها من المعز ¹ ۔
---	---

مختار رازی میں ہے:

ضائن (میںڈھا) بکرے کی ضد ہے اس کی جمع ضان اور معز ہے۔ (ت)	الضائن ضد الماعز، والجمع الضائن والمعز ² ۔
---	---

اسی میں ہے:

معز غنم سے ہے ضان کی ضد ہے۔ (ت)	المعز من لا غنم ضد الضائن ³ ۔
---------------------------------	--

مجمع بحار الانوار میں ہے:

ح میں بیان کیا، اس زمانہ کے قراء کی مثل میں شقیق جیسے ضوائن باریک کھال پر اون والی جس کی جمع ضوائن ہے۔ یہ بکری ہے جو معز سے مختلف ہے۔ (ت)	في ح شقيق مثل قراء هذا الزمان كمثل غنم ضوائن ذات ع صوف عجاف، هو جمع ضائنة۔ وهي الشاة من الغنم، خلاف المعز ⁴ ۔
---	--

کوئی ادنیٰ فہم والا بھی نہیں کہہ سکتا کہ بھیڑ معز میں داخل ہے کیا بھیڑ کو فارسی میں بز کہتے ہیں، کیا میںڈھے کو عربی میں تیس، مادہ کو عز بولتے ہیں، جتنا صاف ترجمہ بکرا بکری ہے لاجرم بھیڑ ضان ہی ہے اور ضان ہی میں داخل ہے، اور حکم ضان اسی کا حکم ہے۔ اسے قطعاً شامل شیخ محقق قدس سرہ

عہ: احترازا عما اذا جز صوفها فاستبان عجبها و المقصود ان باطنهم على خلاف ظاهرهم ۱۲ منہ قدس سرہ۔
یہ اجتناب ہے اس بھیڑ جس کی اون کاٹ دی جائے تو چڑی رہ نہ ہو جائے اور مقصد یہ ہے کہ ان کا ظاہر اون باطن چڑی ایک دوسرے سے مختلف ہیں ۱۲ منہ قدس سرہ، (ت)

¹ القاموس المحيط فصل الضاد باب النون (الضائن) مصطفى البای مر ۴/ ۲۴۴

² مختار اصحاح تحت لفظ ضائن مؤسسة علوم القرآن بیروت ص ۶۷۳

³ مختار اصحاح تحت لفظ معز مؤسسة علوم القرآن بیروت ص ۷۲۷

⁴ مجمع بحار الانوار باب الضاد مع الهمزة تحت لفظ ضائن مكتبة دار الايمان المدينة المنورة ۳/ ۳۸۲

اشعة المعات میں فرماتے ہیں:

<p>جان لینا چاہئے کہ قربانی صرف اونٹ، گائے اور بکری کی جائز ہے۔ بکری دو قسم ہے۔ ایک معز کی جس کو بز بکری کہتے، اور دوسری ضآن جس کو میشہ کہتے ہیں، ان تمام اقسام میں کامل سال شرط ہے۔ مگر ضآن کہ اس کا جذبہ بھی جائز ہے اور بکری (معز) میں یہ جائز نہیں ہے۔ (ت)</p>	<p>بدانکہ اضیہ جائز نیست مگر از ابل و بقر و غنم دو صنف است، معز کہ آزار بز گوید، وضآن کہ آزار میش خوانند، و در جمع این اقسام شنی شرط ست، مگر از ضآن کہ جذبہ ہم درست ست، و درست نیست از معز^۱۔</p>
--	---

کیا اس ارشاد سے بھی زیادہ کوئی تصریح صریح درکار ہے۔ اور بقرض باطل اگر بھیڑ کو ضآن میں داخل نہ ماننے اور اس کا اہل و بقر و معز اونٹ گائے بکری سے نہ ہونا بدیہی، تو حاصل یہ رہے گا کہ وہ بہیمۃ الانعام کی چاروں قسم سے خارج ہے، اور بالاجماع قربانی تو صرف انہیں چار قسم پر محدود، تو بھیڑ اگر ضآن نہیں، تو واجب کہ سرے سے اس کی قربانی بھی باطل ہو اگرچہ کتنی ہی عمر کی ہو، نہ یہ کہ قربانی جائز ہونے کو تو وہ ضآن میں داخل اور ششماہہ جائز نہ ہونے کو ضآن سے خارج، یہ جہل صریح و تعسف قبیح ہے غرض حکم واضح ہے۔ اور مسئلہ روشن، اور اس کا خلاف نہ بین، نہ مبین، بلکہ باطل بین، عبارت نہایہ منقولہ استفتاء مذکورہ فتاویٰ کو اگر بعد ادراک معنی ضآن لحاظ کیجئے تو صراحتہ ہمارا ہی مطلب اس سے ثابت اور تحقیق معنی ضآن کی نظر سے دیکھئے تو اسبابے علاقہ و ساکت، ہاں مجیب لکھنوی کو وجہ اشتباہ عبارت منح الغفار واقع ہوئی کہ الضآن ماتکون له الیة^۲ (ضآن وہ جس کی تجلی ہوتی ہے۔ ت) وہم گزرا کہ الیہ خاص چوڑی چکی چکتی کو کہتے ہیں جس میں بکثرت چربی ہو، لہذا ضآن بالتحصیص صنف دنبہ کا نام خیال کیا حالانکہ غنم میں الیہ مطلقاً دم گو سپند کا نام ہے۔ کبر و صغر و طول و قصر وغیرہ کچھ اس میں شرط نہیں، نہایہ ابن اثیر و مجمع بحار الانوار میں ہے:

<p>الیہ کی جمع الیات ہے اور وہ بھیڑ کی دم ہوتی ہے۔ (ت)</p>	<p>الیات جمع الیة وہی طرف الشاة^۳۔</p>
--	--

^۱ اشعة المعات کتاب الصلوة باب الاضحیہ الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ ستمبر ۲۰۸/۱

^۲ ردالمحتار بحوالہ منح الغفار کتاب الاضحیة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۰۴، حاشیہ الطحطاوی علی الدرالمختار بحوالہ المنح

الغفار دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۲۴

^۳ مجمع بحار الانوار باب الهمزة مع اللام (الثی) مکتبہ دار المدینة المنورة ۱/ ۹۷

صراح میں ہے: اَلَيْهِ بِالْفَتْحِ ذَنْبٌ¹۔ برہان میں ہے: ذَنْبٌ بضمِّ ب معنی دُم²۔ لاجرم فتاویٰ امام اجل قاضی خان وردالمحتار وغیرہا میں تصریح فرمائی کہ اگر الیہ خلقتہ صغیر و مشابہ دم ہو روا ہے۔ خانیہ میں ہے:

ان کان لها الیہ صغیرة مثل الذنب خلقة جاز ³ ۔	اگر اس کی جگی چھوٹی دم کی مانند پیدائشی ہو تو جائز ہے۔ (ت)
---	--

یہ بعینہ ہمارے بلاد کی بھیڑوں کی صورت ہے ہم نے ان بھیڑوں کی دم کو تشریح کر کے دیکھا وہ ضرور گوشت اور چربی پر مشتمل ہوتی ہے۔ بخلاف دم بز بس یہی فرق الیہ و ذنب میں ہے۔ طول و قصر، عظم و صغر، و کثرت و قلت لحم و شحم کو ہرگز اس میں نہ لغتہ دخل ہے۔ نہ فقہاء، و ہذا ممالا یخفی علی جاہل فضلا عن فاضل (یہ کسی جاہل پر مخفی نہیں ہے جانیکہ کسی فاضل پر مخفی ہو۔ ت) بات یہ ہے کہ جانوروں بلکہ آدمیوں کے بھی اعضاء صورت و ہیئت بلکہ نفس وجود و عدم میں اختلاف ممالک سے مختلف ہوتے ہیں اس سے نہ وہ دونوں میں ہو جائیں گے، نہ ان کے احکام مختلف فقیر نے بعض بلاد کے اونٹ دیکھے چھوٹے چھوٹے نہایت خوشنما بدن پر بڑے بڑے بال مشابہ بہ یال، پشت پر دو کوہان بلند و مرتفع، بیچ میں نشست کی جگہ خالی کہ سوار کو آگے پیچھے دو تکیوں کا کام دیتے، چینیوں کی ناکیں کس قدر پست و پہن، تاتاریوں کی آنکھیں چھوٹی، زنگیوں کے لب فرو ہشتہ و سطر ہوتے ہیں ہند ناتیہ بین الاسکنین کہ خفاض کیا جاتا ہے۔ زنان مغربہ میں خلقتہ نہیں ہوتا، بعض اترک و حوش کے عصص پر لحم زائد بقدر ایک بالشت مثل دُنب ہوتا ہے۔ امام کمال الدین دمیری و علامہ زکریا بن محمد بن محمود انصاری قزوینی نے ایک قسم کی بھیڑ ذکر کی جس کے چھ الیہ ہوتے ہیں، ایک سینہ پر، دو شانوں پر، ایک پیچھے دو رانوں پر، یہی اختلاف ممالک دم گو سپند میں ہے، ان دیار میں پتلی لمبی ہوتی ہے۔ جس میں اسی کے لائق گوشت اور چربی، عرب میں اکثر چوڑی چھوٹی قدرے زیادہ گوشت اور چربی مشتمل، اور بعض خوب پہن و دراز بکثرت نجیم شحیم، یہ کامل وغیرہ میں کثیر الوجود ہے۔ اور بعض کی چکتی تو اتنی بڑی ہوتی ہے کہ اسے چلنے سے معذور کر دیتی ہے۔ ایک گاڑی بنا کر اسے جو تنے اور دم گاڑی پر رکھ دیتے ہیں جسے وہ کھینچتی چلتی ہے۔ کیا ان اختلافات سے یہ انواع مختلف ہو جائیں گی، اور ان کے احکام جدا، ایسا کوئی عاقل

¹ الصراح فی لغة الصحاح باب الواو والیاء (فصل الف) نوکشتور لکھنؤ ص ۴۳۹

² البرہان

³ فتاویٰ قاضی خان کتاب الاضحیہ فصل فی العیوب نوکشتور لکھنؤ ص ۴۹۱

خیال نہیں کر سکتا، عجائب المخلوقات و غرائب الموجودات میں ہے:

يجلب من الهند نوع من الضمان على صدره الية وعلى كتفه اليتان وعلى ذنبه الية، و ربما تكبر الية الضمان حتى تمنعه من المشى فيتخذ لاليتها عجلة توضع عليها، وتشد الى صدرها فتمشى الضمان وتجري العجلة الالية عليها¹۔

ہندوستان سے ایک قسم کی بھیڑ لائی جاتی ہے اس کی چھاتی پر چکی، اس کے کندھوں پر دو چکیاں اور اس کی دونوں رانوں پر دو چکیاں اور اس کی دم پر ایک چکی ہوتی ہے۔ اور کبھی یہ چکی اتنی بڑی ہوتی ہے کہ اس کا بوجھ اس کے چلنے سے مانع ہوتا ہے تو اس کی چکی کے نیچے ریڑھی بنائی جاتی ہے جس کو اس کی چھاتی سے باندھ دیتے ہیں تو وہ ریڑھی چکی کو اٹھائے پھرتی ہے۔ (ت)

اسی طرح حیاۃ الحيوان میں ہے: الی قوله تمنعه من المشى² (چکتی اس کے چلنے سے مانع ہے۔ تک)۔ جسے اس قدر کافی نہ ہو ہمارا سالہ عربیہ ہادی الاضحیہ بالشاة الهندیة^{۱۳۱۳ھ} ملاحظہ کرے کہ بتوفیق علام تحقیق مرام بمالا مزید علیہ ہے۔ واللہ الحمد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۴: از ضلع آرہ ڈاکخانہ و قصبہ دائی ساگر مسؤلہ محمد یوسف
خصی سال سے کم عمر والے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

چھ مہینے تک کا ایسا فرہ مینڈھا کہ سال بھر والوں کے ساتھ ہو تو دور سے تمیز نہ ہو اس کی قربانی جائز ہے اگرچہ خصی نہ ہو، اور بکرا سال بھیر سے کم کا جائز نہیں اگرچہ خصی ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۶ تا ۲۰۵: از ریاست بے پور سوائی تکیہ آدم شاہ گھاٹ دروازہ مرسلہ مولانا عبدالرحمن اعظمی منوی صاحب مورخہ ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکرا بکری اگر سال بھر سے کسی قدر کم کا ہو مثلاً گیارہ مہینہ یا کم و بیش کا، تو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں، اگر جائز نہیں تو اس جانور کو جس پر نیت قربانی کی ہو چکی ہے اور پورے سال بھر کا نہیں ہے۔ تو کیا کرنا چاہئے۔ اور اگر جائز ہے یک سال سے

¹ عجائب المخلوقات و غرائب الموجودات تحت لفظ ضمان مصطفی البابی مصر ص ۲۳۹

² حیاۃ الحيوان باب الضاد المعجمة تحت لفظ الضائن مصطفی البابی مصر ۲/ ۴۳۴

کم مدت کا، تو اس کتاب کا درج کر دیا جائے تاکہ یہاں دیکھ کر اطمینان حاصل کیا جائے۔ بینواتو جروا
الجواب:

بکرا بکری ایک سال سے کم کا قربانی میں ہر گز جائز نہیں، نہ اس پر قربانی کی نیت صحیح وہ اس کی ملک ہے جو چاہے کرے، قربانی کے لئے دوسرا جانور لے ہاں اگر یہ نیت کی ہو کہ آئندہ سال اس کی قربانی کروں گا تو اسے قربانی ہی کے لئے رکھے، اس کا بدلنا مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے:

صح ابن خمس من الابل۔ وحوالین من البقر و الجاموس وحوال من الشاة والمعز ¹ ۔	پانچ سال کا اونٹ، دو سال کی گائے اور بھینس، اور ایک سال کی بکری اور بھیڑ، کی قربانی صحیح ہے۔ (ت)
---	---

ردالمحتار میں ہے:

فی البدائع تقدیر هذه الاسنان بما ذكر لمنع النقصان ولا الزيادة فلو ضعی بسن اقل لا يجوز و باکبر يجوز وهو افضل ² ۔	بدائع میں ہے کہ ان عمروں کا بیان جو مذکور ہا کی کور وکنے کے لئے ہے زیادتی کو مانع نہیں، تو عمر میں اگر قلیل سی کمی ہو تو جائز ہوگا اور بڑا ہو تو جائز ہے جبکہ بڑا افضل ہے۔ (ت)
--	--

ہدایہ میں ہے:

لو اشترى بقرة يريد ان يضحي بها عن نفسه ثم اشرك فيها ستة معه جاز استحساناً وفي القياس لا يجوز لانه اعداهم للقربة فيمنع عن بيعها تمولا، وجه الاستحسان دفع الحرج والاحسن ان يفعل ذلك قبل الشراء. ليكون ابعد عن صورة الرجوع في القربة وعن ابي حنيفة انه يكره الاشتراك بعد	اگر اپنے لئے گائے خریدی تاکہ قربانی دے پھر بعد میں چھ اور شریک کر لئے تو استحساناً جائز ہے جبکہ قیاس کے لحاظ سے جائز نہیں کیونکہ اسے اس نے قربت کے طور پر خریدنا تو مال کے حصول کے لیے فروخت کرنا منع ہے اور استحساناً جواز کی وجہ یہ ہے کہ حرج نہ پیدا ہو اور بہتر یہ ہے کہ خریدنے سے قبل حصہ دار بنائے تاکہ قربت کے معاملہ میں رجوع کی صورت پیدا نہ ہو، جبکہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے خرید لینے کے بعد
--	---

¹ درمختار کتاب الاضحیة مطبع مجتہدانی دہلی ۲/۲۳۳

² ردالمحتار کتاب الاضحیة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۵

الشراء لمبايينا ¹ (مخلصاً) والله تعالى اعلم۔	شريك بنانا مکروه ہے۔ (ملخصاً) (ت)
---	-----------------------------------

مسئلہ ۲۰۷: مرسلہ عبد اللہ خان از شہر انبالہ محلہ وکیل پور یکم صفر ۱۳۳۵ھ
جناب مولانا صاحب! بعد سلام علیکم کے واضح ہو کہ بقر عید کی قربانی میں بکرا خسی جائز ہے یا نہیں، اور جو کہ قربانی کرے اس کو روزہ رکھنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب:

خسی کی قربانی افضل ہے اور اس میں ثواب زیادہ ہے۔ اور عید کے دن کا روزہ حرام ہے۔ ہاں پہلی سے نویں تک کے روزے بہت افضل ہیں اس پر قربانی ہو یا نہ ہو، اور سب نفلی روزوں میں بہتر روزہ عرفہ کے دن کا ہے۔ ہاں قربانی والے کو یہ مستحب ہے کہ عید کے دن قربانی سے پہلے کچھ نہ کھائے قربانی ہی کے گوشت میں سے پہلے کھائے، مگر یہ روزہ نہیں، نہ اس میں روزہ کی نیت جائز، کہ اس دن اور اس کے تین دن روزہ حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۸: مرسلہ قاضی سید واجد علی صاحب مقام جاود ضلع سندھ سواری ریاست گوالیار پنج دروازہ ۱۳۳۵ھ
ایک بچہ بکری کا ہے اور وہ کئی کے دودھ سے پرورش پایا، اس کی قربانی کریں تو جائز ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

الجواب:

جب سال بھر کا ہو جائے اس کی قربانی جائز ہے۔ والمسئلة في الخانيه² وغیرہا (یہ مسئلہ خانیہ وغیرہا میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۰۹: از بنگالہ مین سنگھ قصبہ کھولا مرسلہ میاں جاں سرکار ۲۶ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ (اللہ آپ پر رحم کرے آپ کیا فرمان ہے) کہ ہندہ نے بکری پالی تھی، اس نے ایک بچہ جنا، بعد وہ بکری بقضائے الہی مرگئی اس بچہ کی ہندہ مذکورہ نے اپنے پستان کے دودھ سے پرورش کیا، پھر خسی کر دیا، اب وہ بچہ بڑا ہو گیا، ہندہ اس کو قربانی کرنا چاہتی ہے۔ اگر قربانی رے تو ہندہ مذکورہ اور اس کے خاوند کو

¹ الہدایہ کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۳۳۳

² فتاویٰ قاضی خاں الصبید والذبایح نوکسور لکھنؤ ۴/۵۲

اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو تو جروا

الجواب: بلاشبہ جائز ہے جس کے جواز میں اصلاً گنجائش کلام نہیں، فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے:

<p>اگر بھیڑ کے بچے نے خنزیر کے دودھ سے غذا پائی تو اسکے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس سے اس کا گوشت متغیر نہیں ہوتا اور جو غذا اس نے کھائی وہ ختم ہو گئی اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا (ت)</p>	<p>لو ان جدیاً غزی بلبن الخنزیر لا باس بالکلہ لان لحمہ لا یتغیر وما غزی بہ یصیر مستهلکاً لایبقی لہ اثر¹</p>
--	--

فتاویٰ کبریٰ و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

<p>بھیڑ کے بچے نے اگر گدھی کے دودھ یا خنزیر کے دودھ سے پرورش پائی اور پھر چند روز چارہ دکھایا تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ گندگی کھانیوالے جانور کی طرح ہے کہ جب اس کو چند روز قید رکھا تو انے چارہ کھایا تو اس میں کوئی حرج نہیں تو یہ بھی ایسے ہے۔ (ت)</p>	<p>الجدی اذا کان یربى بلبن الاتان والخنزیر ان اعتلف ایاماً فلا باس. لانه بمنزلة الجلالة، والجلالة اذا حبست ایاماً فاعتلفت لا باس بها فكذا هذا²</p>
---	---

اور شوہر کے حق میں اگر رضاعت کا خیال ہو تو محض جہل، اول تو عمر رضاعت کے بعد رضاعت نہیں، اور شوہر اتنی ہی عمر کا بچہ ہو بھی تو شیر زن مستحکم ہو گیا، گوشت کھانا دودھ پینا نہیں، درمختار میں ہے:

<p>طعام میں دودھ مخلوط ہو جانے سے حرمت پیدا نہیں ہوتی اور یونہی اگر دودھ سے پیئ بنا لیا تو حرج نہیں کیونکہ دودھ پلانے کا اطلاق اس پر نہیں ہوتا، بحرہ لمحضاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>لا یحرم المخلوط بطعام وکذا لو جبنته. لان اسم الرضاع لا یقع علیہ بحر. اہم لخصاً³۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

¹ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الصيد والذبائح نوکسور لکھنؤ ۴/۵۲

² فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الفتاویٰ الکبیری کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲۹۰/۵

³ درمختار کتاب النکاح باب الرضاع مطبع مجتہائی دہلی ۱/۱۱۳

مسئلہ ۲۱۰ تا ۲۱۲:

مسئولہ سید منیر الدین پٹیکار محلہ کلال ٹولہ گیا ۱۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً کسی نامعلوم شخص کا بیل یا گائے زید کے جانوروں میں شامل ہو گیا، اور زید نے اس کو پکڑ کر اپنے قبض و تصرف میں رکھا، اور ایام قربانی میں چونکہ وہ دوبرس سے کم کا تھا اس لئے اس کو اپنی لڑکی کی گائے سے بلا علم لڑکی کے بدل کر اس لڑکی کی گائے کو قربانی دیا اور غیر سے ذبح کرایا اور اس غیر کو گائے کے کل قصہ مذکور سے واقفیت نہیں۔

(۱) ایسی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۲) ذبح کرنے والا گنہ گار ہو گا یا نہیں؟

(۳) تین سال کی گائے جس کے سینگ ہنوز نمودار نہ ہوئے ہوں اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) جانور کو تصرف میں رکھنا حرام تھا، اسے بیٹی کی گائے سے بدلنا حرام تھا، اس گائے کی قربانی حرام تھی۔
(۲) ذبح پر اس کا ذبح کرنا حرام تھا، دونوں سخت گنہگار ہوئے، پھر اگر بیٹی نے اپنے گائے کی قیمت نادانی میں اپنے باپ سے لے لی، تو اس کے باپ کی قربانی ادا ہو گئی ورنہ نہیں، درمختار میں ہے:

یصح لو ضعی شاة الغصب ان ضمنه قیبتها حیة ^۱ امی	اگر معصوبہ بکری قربان کردی اور اس پر ضمان زندہ بکری والا دے دیا تو قربانی صحیح ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	--

(۳) جب دو سال کامل کی ہو گئی قربانی کے قابل ہو گئی اگرچہ سینگ نہ نکلیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۳:

مسئولہ عبداللہ عرف دین محمد صاحب ساکن شہر کہنہ بریلی محلہ روہیلی ٹولہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے ایک اہل ہنود سے گائے مبلغ (سینتالیس مہ لعدہ) روپیہ میں خرید کی تھی، اس ہنود نے خرید کرتے وقت دریافت کیا تھا کہ تم کس واسطے اس گائے کو لیتے ہو، میں نے اس شخص سے کہا کہ پالنے کو لیتا ہوں اور اصل میں واسطے قربانی کے لی تھی، تو ایک مسلمان نے اس شخص سے کہا انھوں نے قربانی کے واسطے لی ہے۔ اور میں ریلوے کے بڑے بابوں کی

^۱ درمختار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتہدانی دہلی ۱۲/۲۳۴

ماستحتی میں کام کرتا ہوں، وہ بھی اہل ہنود ہیں، اس نے بابوں سے آکر کہا کہ وہ میری گائے واپس کرا دی جائے، انہوں نے میرے مکان پر آدمی روانہ کیا کہ اس کو مبلغ پانچ روپیہ نفع لے کر واپس کر دوں میں نے نہیں واپس کی، میں کام پر اپنے گیا تو بابو نے کہا کہ وہ گائے واپس کر دو، میں نے اس سے انکار کیا، تو انہوں نے ایک پولیس کے داروغہ سے بہت بڑا زور ڈال کر کہا، اور یہ بھی کہا کہ اگر نہیں دو گے تو ہم تم کو نوکری سے برخاست کر دینگے، تو میں بسبب نوکری جانے کے پانچ روپیہ نفع لے کر گائے واپس کر دی، اور مبلغ چالیس لکھ روپیہ کی فور اور گائے قربانی کے واسطے لایا، اب اس میں سے دس روپیہ بچے اس کا کیا کیا جائے، اور لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ تم نے پانچ روپیہ لے کر گائے دی، اور میں نے مجبوراً دی، اور مجھ کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ میری ملازمت جاتی تھی، اور مجھ کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ میں مال گودام ریلوے میں کام کرتا ہوں شاید کچھ الزام نہ لگادیں، یہ وجہ تھی فقط۔ بینواتوجروا

الجواب :

اگر وہ شخص صاحب نصاب ہے اور اگر یہ بیان واقعی ہے تو اس پر کچھ الزام نہیں اور جو پانچ روپیہ نفع کے لئے ان کا تصدق کر دینا چاہئے اور یہ گائے جو پانچ کم کر کے خریدی اس کی کا کوئی معاوضہ اس پر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۵۵۲۱۳: از کرتوی ضلع بدایوں مسئلہ۔ برادر م عزیزم مولوی محمد رضا خاں صاحب سلمہ ۶ ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ

(۱) بحضور قبلہ و کعبہ دارین مد ظہم العالی بجاہ النبی الرؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ سلامت سنت اسلام کے بعد عرض ہے کہ قربانی کی غرض سے دو گائیں خریدنے کو چہاروں کو روپیہ دے کر بھیجا، وہ دو گائیں خرید لائے جو گراں قیمت ثابت ہوئیں، اس پر اور دو گائیں منگوائیں، وہ بھی بسبب گرانی قیمت کے، اور یہ کہ ان مؤخر گائیوں ہی سے ایک پر گابھن کا خیال ہے۔ جس نے فروخت کی وہ جو لاپہ کہتا ہے کہ گابھن ہو گئی ہے مگر ابھی کہل تھن ہے۔ جس کو اور لوگ بھی گابھن کہہ سکیں، صرف دو جانیں کا خیال قربانی کا تھا آیا ان گائیوں کا فروخت کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ ان کے عوض میں اپنی گائیں دے سکتا ہوں یا نہیں۔ ایک گائے پارسال قربانی کے واسطے منگوائی تھی (ان چاروں کو وقت آنے کے قربانی کے واسطے نامزد نہیں کیا، پارسال والی کو نامزد کر دیا تھا) روانگی کے وقت لنگڑی ہو گئی بریلی جانے کے قابل نہ رہی اب اچھی ہے دو مہینہ بعد اندازاً پاپا چلے گی، اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ آیا وہ میرا مال ہے یا قربانی کا؟

(۲) قرآن مجید بائیں ہاتھ میں با وضو لے کر تلاوت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) جان برادر از جان بہتر مولوی محمد رضا کمال سلمہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

جو گائے قربانی کے لئے تھی اور وہ لنگڑی ہو گئی اس اور اس کے عوض دوسری کردی، اب وہ گائے تمہارا مال ہے جو چاہو کرو، جب روپیہ دے کر گائیں خریدنے کو بھیجا اس سے اگر یہ نیت تھی کہ دیکھنے کے لئے خریدتے ہیں جس کی قربانی مناسب جائیں گے کریں گے، ورنہ اور لیں گے تو وہ گائیں قربانی کے لئے مخصوص نہ ہوں اور ان کے بدلے اپنے پاس سے یا اور خرید کر قربانی کرو اور اگر مخصوص قربانی کے لئے خریدیں، اور آپ اس وجہ سے کہ یہ زائد قیمت کی ہیں، انھیں نہ کرنا چاہو، اور ان کے بدلے اپنے پاس سے یا کوئی اور لے کر ان سے کم قیمت کی قربانی کرو تو قربانی ہو جائے گی اور وہ پہلی گائیں بیچو یا رکھو اختیار ہے۔ مگر ایسا کرنا جائز نہ ہوا کہ جب ان پر مخصوص قربانی کی نیت ہوئی تھی، تو ان کو اگر بدلتے تو ان سے بہتر سے بدلتے نہ کہ کمتر سے، جبکہ کمتر سے بدلا تو جتنی زیادتی رہی، اتنے دام تصدق کرنے کا حکم ہے۔ مثلاً دس روپیہ کی گائے کی قربانی کو خریدی تھی پھر اس کے بدلے سات روپیہ کی قربانی کردی تو تین روپیہ تصدق کئے جائیں، یہ تو سال گزشتہ کا علاج ہے اور ہر سال کہ ابھی قربانی نہیں ہوئی وہی پہلی گائیں اگر قربانی کے لئے خریدی تھیں خواہ غواہی قربانی کی جائیں اور ان سے کم قیمت کی ہر گز نہ بدلی جائیں کہ قصد اخلاف کر کے جرمانہ دینا جسارت ہے بلکہ خلاف حکم کیا ہی نہ چاہئے، قربانی میں بالخصوص ارشاد ہوا کہ دل کی خوشی سے کرو کہ وہ صراط پر تمہاری سواریاں ہیں پہلو کو گراں سمجھ کر جو دوسری خریدیں اور ان میں سے ایک گا بھن ہے یا نہیں۔ بہر حال ان کا تم کو اختیار ہے کہ سرکاری مطالبہ پہلی گائیوں سے متعلق ہو چکا اسی شرط پر کہ آدمی ارادہ سے بھیجے ہوں کہ جو جانور یہ لائیں قربانی کریں گے، نہ اس ارادہ سے کہ دیکھ مناسب سمجھیں گے کریں گے۔

(۲) قرآن مجید با وضو ہاتھ میں لے کر تلاوت کر سکتا ہے۔ جبکہ اس کے لئے کوئی وجہ ہو مثلاً داہنا ہاتھ خالی نہیں یا تھک گیا، والسلام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۶: مرسلہ امام علی صاحب از بہمنی ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو گائیں خریدی گئیں، شرکت میں قیمت جدا جدا نہ کی گئی چودہ حصے کئے گئے، قربانی کے بعد دونوں کا گوشت یکجائی ملا کر برابر حصوں میں تقسیم کر دیا گیا، ایک گائے کم قیمت یعنی صہ لہعہ کی اور دوسری صہ صہ کی۔ ان چودہ حصوں میں ہر شخص کا برابر حصہ قیمت و گوشت میں کیا گیا، یہ صورت جواز کی ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

دونوں مشتریوں کی رضا سے اس میں کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۱۵/۲۱۷: از موضع سر نیا ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب مورخہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

(۱) ایک شخص نے قصاب سے گائے منگائی اس نیت سے خرید کر کہ وہ آجائیگی تو جو شریک حصہ ہوں گے شریک سمجھ لوں گا۔

(۲) ای جگہ دیکھا کہ فقراء کے گوشت میں آنت، او جھڑی بالکل ڈال کر تقسیم کرتے ہیں، دو حصوں میں نہیں۔

(۳) ایک جگہ دیکھا ہے کہ سر اور پیر سقے اور حجام کو، اور ایک پارچہ قصاب کو۔

(۴) بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ قربانی یا عقیقہ یا نیاز میں کھانا بھنگی کو دیتے ہیں۔

(۵) قربانی گائے میں نصف ایک شخص ہو اور نصف میں دو شریک یا تین، درست یا نہیں؟ اور نصف میں چار ہو جائیں یہ کیونکر

ہے؟ بینواتو جروا

الجواب:

(۱) جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ بجا کرتے ہیں۔ مستحب یہ کہ تہائی حصہ گوشت کا فقیروں کو ملے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) سقے، حجام، قصاب کا قربانی میں کوئی حصہ نہیں، دینے کا اختیار ہے۔ مگر قصاب کی اگر یہ اجرت قرار پائی تو حرام ہے۔ واللہ

تعالیٰ اعلم۔

(۴) بہت برا کرتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) نصف میں تین تک شریک ہو سکتے ہیں، اور نصف گائے ایک کی ہو، اور دوسرے میں چار شریک ہوں تو ان پانچوں یعنی

کسی کی قربانی ادا نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۲: از بلگرام شریف ضلع ہردوئی محلہ میدان پور مرسلہ حضرت سید ابراہیم میاں صاحب ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو یا چار سات آدمیوں نے ایک گائے قربانی کے واسطے خرید کی منجملہ ان کے ایک

شخص نے قیمت نہ وقت خرید کے ادا کی نہ بعد، اور وہ شریک رہا، پس اس صورت میں کس کی یا اس کی قربانی میں حرج یا غیر جائز

تو قربانی نہیں ہوا، جواب اس کا بحوالہ عبارت مرحمت فرمایا جائے کہ ضرورت ہے۔ بینواتو جروا۔

الجواب: بیع نفس ایجاب وقبول سے تمام ہو بیع ملک مشتری میں داخل اور ثمن ذمہ پر لازم ہوتی ہے ادائے ثمن حصول ملک کے لئے شرط نہیں اگر نہ دے گا تو بائع کا مدیون رہے گا بیع میں ملک تام ہے۔

فی التنویر اذ وجد (ای الایجاب والقبول) لزم البیع	تنویر میں ہے۔ جب ایجاب وقبول پایا جائے بیع لازم ہو جاتی ہے۔ (ت)
--	---

اسی میں ہے:

وصح بشن حال ومؤجل الی معلوم ²	نقد اور ادھار مقرر مدت ہو تو بیع جائز ہے۔ (ت)
--	---

پس جب شرکاءے مشترک مالک گاؤتھے اور انھوں نے بہ نیت اضحیہ قربانی کی، سب کی قربانی ادا ہو گئی، ثمن کا مطالبہ اس شریک پر رہا اگر وہ نیت قربانی سے دست بردار ہو کر اصلاً ذبح نہ چاہتا یا خالی گوشت وغیرہ امور غیر قربت کی نیت سے ذبح چاہتا اور ایسی حالت میں بقیہ شرکاء بہ نیت قربانی ذبح کر لیتے تو کسی کی قربانی ادا نہ ہوتی کہ ان میں ایک شریک کی نیت تقرب نہیں۔

فی التنویر ان کان شریک الستتہ نصرانیا او مرید اللحم لم یجز عن واحد ³ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	تنویر الابصار میں ہے اگر قربانی کرنیوالے کے ساتھ باقی چھ میں کوئی نصرانی یا گوشت کے ارادے سے شریک ہو تو کسی کی قربانی صحیح نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	---

مسئلہ ۲۲۳: مرسلہ صاحب علی طالب علم از جاوہہ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

ایک گائے کو چھ شخصوں نے قربانی کی، ایک کے دو حصے نفلی اور پانچ شخصوں کے واجبی، تو کیا دو حصہ والا شخص بعد ذبح گائے، قبل تقسیم گوشت کے ایک حصہ میں دوسرے شخص کو شریک کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

قربانی اراقہ دم کا نام ہے اور اب اراقہ دم ہو گئی تو دوسرے کی طرف اس کا انتقال ناممکن ہے

¹ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب البیوع مطبع مجتہبائی دہلی ۵/۲

² درمختار شرح تنویر الابصار کتاب البیوع مطبع مجتہبائی دہلی ۶/۲

³ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الاضحیہ مطبع مجتہبائی دہلی ۲۳۳/۲

ہاں اس کا ثواب یا گوشت جسے چاہے دے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳: از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسؤلہ عزیز احمد فرید پوری ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قربانی عید الاضحیٰ کے پوست کی قیمت گوشت کی طرح تین حصوں میں پر تقسیم کی جائے یا تمام وکمال قیمت خیرات کردی جائے، اور کھال کا اپنے صرف میں لانا صاحب قربانی کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اور کھال قربانی کی قیمت سید کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ در صورت عدم جواز کوئی شرعی حیلہ تحریر فرمائیے۔ بینواتوجروا

الجواب:

کھال اپنے تصرف میں صرف کرنا لا سکتا ہے جس میں کھال باقی رہے۔ مثل مشک، ڈول یا کتاب کی جلد بنا سکتا ہے، کھال اگر اپنے خرچ میں لانے کی نیت سے داموں کو بیچی تو وہ دام تمام خیرات کرے، یعنی فقیر محتاج مصرف زکوٰۃ کو دے، سید کو نہیں دے سکتا، اور اگر سید کو دینے کی نیت سے بیچی تو وہ دام سید کو دے، تین حصوں کا حکم گوشت میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۵: از موضع ڈوالہ ویرم تحصیل ضلع امرتسر مرسلہ میاں شمس الدین صاحب حنفی قادری ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ
مولوی غلام قادر صاحب بھیروی نے مسئلہ قربانی اور کتاب اسلام میں لکھا ہے کہ اگر غنی قبل از ایام عید قربانی خریدے وہ واجب بالنذر ہو جائے گا وہ سب گوشت فقراء کو صدقہ کرے آپ نہ کھائے، ایسے ہی فقیر جس پر قربانی واجب نہیں، لیکن اس نے کتاب کا حوالہ نہ دیا، اس لئے بعض جملہ احناف کو تردد ہے۔ براہ مہربانی حوالہ کتب سے ارشاد ہو، اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ کس قرینہ میں قربانی قبل از عید بعد طلوع آفتاب عند الحنفیہ جائز ہے۔ یا باوجود قریہ جامع ہونے کے بھی بعد طلوع قربانی درست ہے کیونکہ کتب فقہ میں لفظ دیہ یعنی گاؤں واقع ہے اور بعض کتب میں لکھا ہے کہ جس گاؤں میں چند کس حر بالغ آزاد ہو جمعہ واجب ہے۔ جب جمعہ واجب ہو تو عید بھی وہاں درست ہوگی، پھر بعد عید قربانی ہوگی یا بعد طلوع قبل از عید؟ جواب بواپسی ڈاک مرحمت ہو۔ والسلام۔

الجواب:

فقیر اگر بہ نیت خریدے اس پر خاص اس جانور کی قربانی واجب ہو جاتی ہے۔ اگر جانور اس کی مالک میں تھا اور قربانی کی نیت کر لی یا خریدا، مگر خریدتے وقت نیت قربانی نہ تھی، تو اس پر وجوب نہ ہوگا، غنی پر ایک اضحیہ خود واجب ہے۔ اور اگر اور نذر بصیغہ نذر کرے گا تو وہ بھی واجب ہوگا۔ اس

عبارت میں بھی یہی ہے کہ واجب بالنذر ہو جائے گا یعنی نذر کئے سے واجب ہوگا نہ غنی پر مجرد خریداری سے، درمختار میں ہے:

تصدق بها ناذر و فقير شراها لو جو بها عليه بذلك (ملخصاً) ¹ ۔	نذر والا اور فقير جس نے قربانی کی نیت سے خریدا تھا، یہ صدقہ کریئے کیونکہ نذر اور خریدنے کی بنا پر ان پر واجب ہو گیا تھا (ملخصاً)۔ (ت)
---	---

ردالمحتار میں ہے:

فلو كانت في مبلکہ فتوى ان يضحى بها. او اشتراها، ولم ينو الا ضحية وقت الشراء ثم نوى بعد ذلك لا يجب، لان النية لم تقارن الشراء فلا تعتبر بدائع ² ۔	اگر بکری اپنی ملک میں تھی تو نیت کر لی کہ اس کی قربانی کرے گا یا خریدتے وقت قربانی کی نیت نہ کی ہو پھر بعد میں قربانی کی نیت کی تو اس سے اس پر قربانی واجب نہ ہوگی کیونکہ خریدتے وقت ساتھ نیت نہ کی لہذا بعد کی نیت معتبر نہ ہوگی، بدائع (ت)
--	--

درمختار میں ہے:

لومات فعلی الغنی غیرها الا الفقير، ولو ضلت او سرقت فشرى اخری فظهرت فعلی الغنی احدہما و على الفقير كلامها شمني ³ ۔	اگر مر جائے تو غنی پر دوسری واجب ہے فقیر پر نہیں، اور اگر گم ہو جائے یا چوری ہو جائے تو دوسری خریدی اور پہلی مل گئی تو غنی پر ایک ہی لازم ہوگی جبکہ فقیر پر دونوں کی قربانی واجب ہوگی شمنی (ت)
--	---

جو شہر نہ ہو اس میں نہ نماز جمعہ ہے نہ نماز عید، سو دوسری آبادی کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ اس میں متعدد محلے ہوں، دائم بازار
ہوں، وہ پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات گئے جاتے ہوں، اس میں فصل مقدمات پر کوئی حاکم مقرر ہو وہ شہر ہے جہاں ایسا
نہیں صبح سے قربانی جائز ہے هو الصحيح الذي على المحققون كما في الغنية (وہی صحیح ہے جس پر محقق حضرات ہیں،
جیسا کہ غنیہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ درمختار کتاب الاضحیة مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۲

² ردالمحتار کتاب الاضحیة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۴

³ درمختار کتاب الاضحیة مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۳

مسئلہ ۲۲۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سات شخصوں نے ایک راس گائے واسطے قربانی خرید کی، وہ گائے فرار ہو گئی، اس کو ہر چند تلاش کیا سب کا نجی ہاؤس اور اس شخص کے مکان پر اور اس کے نواح میں بھی جہاں سے اس کو خرید تھا، آج وہ گائے بفضلہ تعالیٰ ہاتھ آگئی، اب اس گائے کے واسطے کیا حکم ہے اور کس طرح سے ہم کو ثواب قربانی کا حاصل ہوگا؟

الجواب:

ساتوں شخص اس گائے کو زندہ خیرات کر دیں کسی فقیر کو دے ڈالیں، بیان سائل سے معلوم ہوا کہ ان میں پانچ شخص صاحب نصاب تھے۔ ان پانچوں پر واجب تھا کہ اگر وہ گائے گم ہو گئی تھی اور گائے یا بکریاں لے کر بارہویں تاریخ قربانی کر لیتے، اب کہ بارہویں گزرادی اور قربانی نہ کی، یہ پانچوں گنہگار ہوئے، ان پر توبہ استغفار واجب ہے۔ اور گائے کی نسبت ساتوں پر واجب ہے کہ زندہ خیرات کر دیں، ردالمحتار میں ہے:

<p>ذکر فی البدائع ان الصحيح ان الشاة المشتراة للاضحية اذا لم يضح بها۔ حتى مضى الوقت يتصدق الموسر بعينها حية كالفقير بلاخلاف بين اصحابنا فان محمدا قال وهذا قول ابى حنيفة وابى يوسف و قولنا اه^۱ والله تعالى اعلم۔</p>	<p>بدائع میں ذکر کیا کہ صحیح یہ ہے کہ جو قربانی کے لئے خرید شدہ بکری کی قربانی نہ کر سکا اور وقت گزر گیا تو غنی شخص اس زندہ کو ہی صدقہ کرے جیسا کہ فقیر کے لئے یہ حکم بلاخلاف ہمارے اصحاب میں ہے کیونکہ امام محمد نے فرمایا: یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور ہمارا قول ہے رحمہم اللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>
---	--

مسئلہ ۲۲۷: ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید پردیس میں ہے اس کی جانب سے اس کا کوئی عزیز قربانی کر دے تو فرض زید پر سے اتر جائے گا یا اجازت کی ضرورت ہے؟

الجواب:

قربانی و صدقہ فطر عبادت ہے اور عبادت میں نیت شرط ہے تو بلا اجازت ناممکن ہے۔ ہاں اجازت کے لئے صراحت ہونا ضروری نہیں دلالت کافی ہے۔ مثلاً زید اس کے عیال میں ہے اس کا کھانا پہننا سب اس کے

^۱ ردالمحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۲

پاس سے ہونا ہے۔ یا یہ اس کا وکیل مطلق ہے۔ اس کے کاروبار کیا کرتا ہے۔ ان صورتوں میں ادا ہو جائی گی۔ درمختار میں ہے:

<p>بیوی اور عاقل بالغ بیٹے کی طرف سے اس پر واجب نہیں، اور اگر ان دونوں کی طرف سے اجازت کے بغیر ادا کر دے تو استحساناً جائز ہے عادتاً اجازت کی بناء پر یعنی جب عاقل بالغ بیٹا اس کی عیال میں شامل ہو ورنہ اجازت کے بغیر نہیں یہ ہستی نے محیط سے نقل کیا ہے۔ تو اس کو محفوظ کر لو۔ میں کہتا ہوں اگر وہ بیٹا والد کے کام میں مشغول ہو والد کے حکم سے تو پھر یہ مسئلہ زیادہ ظاہر اور بہتر ہے کیونکہ اذن پایا گیا کہ اگرچہ عام کے ضمن میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>لا عن زوجته وولده الكبير العاقل ولو ادى عنهما بلا اذن اجزا استحساناً للاذن عادة ای لو فی عیالہ ولا فلا قسہتانی^۱ عن المحيط. فلیحفظ. قلت ومسئلة القائم باموره بامرہ اظہر وازہر لو جود الاذن ولو فی ضمن العام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

مسئلہ ۲۲۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آدمی پر اولاد صغار کی طرف سے قربانی مثل صدقہ فطر واجب ہے۔ اپنے مال سے کرے یا ہر شخص اپنی علیحدہ کرے، اور جس قدر چاہے اس قدر کرے۔ بینوا تو جو را

الجواب:

اولاد صغار کی طرف سے قربانی اپنے مال سے کرنا واجب نہیں، ہاں مستحب ہے۔ اور قربانی جس پر واجب ہے اس پر ایک ہی واجب ہے زیادہ نفل ہے۔ چاہے ہزار جانور قربانی کرے گا ثواب ہے۔ نہ کرے گا کچھ مواخذہ نہیں۔

<p>درمختار میں ہے قربانی خود اپنے طرف سے واجب ہے۔ نابالغ اولاد کی طرف سے اس پر واجب نہیں۔ بخلاف فطرانہ کے۔ قربانی کے لئے بکری یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ واجب ہے۔ اھ ملتقطاً، اور خانیہ میں ہے کہ ظاہر روایت یہ ہے کہ نابالغ کی طرف</p>	<p>فی الدر المختار تجب التضحية عن نفسه لا عن طفله علی الظاہر بخلاف الفطرة. شاة اوسبع بدنہ^۲ اھ ملتقطاً. وفي الخانية فی ظاہر الروایة یستحب</p>
--	---

^۱ درمختار کتاب الزکوٰۃ باب صدقہ الفطر مطبع مجتہدائی، دہلی، ۱۱/۱۳۳

^۲ درمختار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتہدائی، دہلی، ۲/۲۳۱

ولایجب بخلاف صدقة الفطر۔ والفتاویٰ علی ظاہر الروایۃ ^۱ اھم لخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	سے مستحکم ہے واجب نہیں۔ بخلاف صدقہ، فطر کے، اور فتویٰ ظاہر روایت پر ہے اھ لخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	--

مسئلہ ۲۲۹: از دیورنیاں ضلع بریلی مسؤلہ رحیم بخش۔ بروز شنبہ ۱۳۳۳ھ

جناب مولوی صاحب قبلہ! بعض ادائے آداب کے عرض ہے دیگر احوال یہ ہے ایک شخص نے ایک راس بکری عید الاضحیٰ کو قربانی کی اور اس کی کبھی ٹول اور خاصہ میں باندھ کر قبر کہنہ میں دفن کیا اور راس مذکور کا گوشت سب تقسیم کر دیا، اپنے لئے قطعی نہیں رکھا، محلہ والوں نے سب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ مجھ کو اپنے فعل کا اختیار ہے۔ تحریر فرمائے کہ یہ قربانی جائز یا کیا قصہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کوئی ٹوکا کیا ہے۔ تحریر فرمائے کہ کیا وجہ ہے؟

الجواب:

کبھی دفن کرنا مال ضائع کرنا ہے اور اضاعت مال ناجائز۔ اگر اس نے بہ نیت قربانی جانور مولا تعالیٰ کے لئے ذبح کیا تو قربانی ہو گئی اور بعد کو اس کا یہ فعل منافی قربانی نہیں اور اگر سے سے اس کا ذبح ہی کسی ٹوکے یا عمل کے لئے تھا نہ بہ نیت ادائے واجب، تو قربانی نہ ہوئی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۰: از موضع بہدور ضلع پٹنہ مرسلہ مولوی عبدالحکیم صاحب ڈاکخانہ سرمرہ۔ بروز چہار شنبہ ۴ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ

ورشہ الانبیاء کیا حکم دیتے ہیں اس مسئلہ میں کہ مخانب میت جو قربانی دی جائے اس گوشت کو کس طرح تقسیم کیا جائے، اس کا رواج ہے کہ ایک حصہ خویش و اقرباء اور ایک وقف علی المساکین اور تیسرا حصہ وقف کیا جاتا ہے۔ مع دلیل جواب ارشاد ہو۔

بینواتوجروا

الجواب:

اس کے بھی یہی حکم ہیں جو اپنی قربانی کے کہ کھانے، کھلانے، تصدق، سب کا اختیار ہے اور مستحب تین حصے ہیں، ایک اپنا، ایک اقارب، ایک مساکین کا، ہاں مگر میت کی طرف سے بکرم میت کرے۔ تو وہ سب تصدق کی جائے۔ رد المحتار میں ہے:

من ضحی عن الميت یصنع کما یصنع فی اضحیۃ	اگر میت کی طرف سے قربانی کی تو صدقہ اور کھانے میں
--	---

^۱ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الاضحیۃ فصل فی صفة الاضحیۃ نوکسور لکھنؤ ۴/۲۴۱

<p>اپنی ذاتی قربانی والا معاملہ کیا جائے اور اجر و ثواب میت کے لئے ہوگا اور ملکیت ذبح کرنے والے کی ہوگی، فرمایا صدر نے اور مختاریہ ہے کہ اگر میت کی وصیت پر قربانی اس کے لئے کی تو خود نہ کھائے ورنہ کھائے۔ بزازیہ۔ (ت)</p>	<p>نفسه من التصدق والاكل والاجر للميت و الملك للذابح قال الصدر والمختار انه ان بامر الميت لا ياكل منها والا ياكل "بزازیة"¹۔</p>
---	--

اور فقیر کا معمول ہے کہ قربانی ہر سال اپنے حضرت والد ماجد خاتم المحققین قدس سرہ، العزیز کی طرف سے کرتا ہے اور اس کا گوشت پوست سب تصدق کر دیتا ہے اور ایک قربانی حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے کرتا ہے اور اس کا گوشت پوست سب نذر حضرات سادات کرام کرتا ہے۔ تقبل اللہ تعالیٰ منی ومن المسلمین (آمین)، (اللہ تعالیٰ میری طرف اور سب مسلمانوں کی طرف سے قبول فرمائے، آمین۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۱: از قصبہ حافظ گنج ضلع بریلی مرسلہ رحیم بخش منہار ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

گوشت قربانی کا جو بقر عید میں اہل اسلام میں ہوتا ہے وہ اہل ہنود کو دیا جائے یا نہیں؟ اس مسئلہ کی ہم کو ضرورت ہے۔ جواب سے مطلع فرمائے گا۔

الجواب:

قربانی اگر فقیر نے کی ہو اس کا گوشت کسی کافر کو دینا جائز نہیں، اگر دے گا تو اتنے گوشت کا تاوان دینا لازم ہوگا اور اگر غنی نے کی تو ذبح کرنے سے اس کا واجب ادا ہو گیا، گوشت کا اسے اختیار ہے مگر مستحب یہ ہے کہ اگر اس کے تین حصے کر لے، ایک حصہ اپنے لئے، ایک عزیزوں خویشوں کے لئے، ایک تصدق کے لئے، یہاں کے کفار کو دینا ان تینوں مدوں سے خارج ہے۔ لہذا انھیں دینا خلاف مستحب ہے۔ اور اپنے مسلمان بھائی کو چھوڑ کر دینا حماقت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۲: از چتوڑ گڑھ محلہ چھپیاں مسئلہ جمیع مسلمانان گنہ گار ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قربانی کا عقیقہ کا گوشت کافر کو دینا جائز ہے یا ناجائز؟ اسی طرح قربانی کے رودہ اور آنت کا کافر کو دینا کیسا؟ اور اگر کسی نے نہ جاننے کی حالت میں گوشت یا رودہ وغیرہ دلایا تو اس کی قربانی ادا ہوئی یا نہیں؟

¹ رد المحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۰۷/۵

الجواب:

آنت کھانے کی چیز نہیں، پھینک دینے کی چیز ہے۔ وہ اگر کافر لے جائے یا کافر کو دی جائے تو حرج نہیں۔

<p>خبیث چیزیں خبیث لوگوں کے لئے اور خبیث لوگ خبیث چیزوں کے لئے۔ (ت)</p>	<p>«الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ»¹</p>
---	--

یہاں کے کافروں کو گوشت دینا جائز نہیں وہ خاص مسلمانوں کا حق ہے۔

<p>طیب چیزیں طیب لوگوں کے لئے اور طیب لوگ طیب چیزوں کے لئے۔ (ت)</p>	<p>«وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ»²</p>
---	--

پھر بھی اگر کوئی اپنی جہالت سے دے گا قربانی میں کوئی حرج نہ کرے گا۔ وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۳: مسؤلہ اکبریار خاں باشندہ سوداگری محلہ بریلی سوداگر چشمہ بروز جمعہ اذوالقعدہ ۱۳۳۲ھ

ایک شخص نے ایک قربانی میں تین عہ آدمیوں کے نام جو مرگے ہیں، کیا، وہ فرماتے ہیں قربانی درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

قربانی اللہ عزوجل کے لئے کی، اور اس کا ثواب جتنے مسلمانوں کو پہنچانا چاہا اگرچہ عام امت مرحومہ کو تو قربانی درست ہوگی، اور ثواب سب کو پہنچے گا، اور اگر ان تینوں نے اپنی طرف سے قربانی کی وصیتیں کی تھیں، تو ہر ایک کے مال سے جدا قربانی لازم ہے۔ ایک قربانی دو کی طرف سے نہیں ہو سکتی اگر کی جائے تو کسی کی طرف سے نہ ہوگی محض گوشت ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴: از سینٹاپور ڈاکخانہ خیر آباد مدرسہ نیاز یہ مرسلہ شکور اللہ صاحب ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید نے نیت قربانی کی اور عمر و نے عقیقہ کی نیت، جانور واحد معین میں کر کے جانور حلال کیا اور دونوں نے آپس میں برابر گوشت تقسیم کر لیا، عمر و کا عقیقہ اور زید کی قربانی صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

گائے یا اونٹ میں دو سے سات تک شریک ہو سکتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ کسی طرح باہم

عہ: اصل میں بیاض تھی اندازہ سے درست کیا۔

¹ القرآن الکریم ۲۴/۲۶

² القرآن الکریم ۲۴/۲۶

حصہ کریں جبکہ ایک حصہ سے کم نہ ہو جائز ہے۔ ہاں اگر ایک نے سواچھ حصے لئے دوسرے نے پون، تو وہ جانور نرا گوشت ہو گیا، قربانی و عقیقہ کچھ نہ ہو، نہ اس پون والے کا نہ سواچھ والے کا، کہ ایک حصہ سے کم میں تقرب نہیں ہو سکتا، اور جب اس کے ایک جز میں نہ ہو تو کسی جز میں نہ ہو اللہ عزوجل ہر شریک سے غنی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ بعض اس کے لئے اور بعض غیر کے لئے جس کا ایک ذرہ غیر کے لئے ہو وہ کل غیر کے لئے ہے۔ یہاں جبکہ دو شخصوں میں گائے نصف نصف ہے تو ہر ایک کے ساڑھے تین حصے ہوئے۔ ایک حصہ ٹوٹا مگر اور سالم حصے موجود ہیں، اور قربانی عقیقہ دونوں اللہ ہی کے لئے ہیں لہذا دونوں صحیح ہو گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۵: ۹ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکرے دو طرح خصی کئے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ رگیں کوٹ دی جائیں، اس میں کوئی عضو کم نہیں ہوتا، دوسرے یہ کہ آلت تراش کو پھینک دی جاتی ہے۔ اس صورت میں ایک عضو کم ہو گیا، آیا ایسے خصی کو بھی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ بوجہ مذکورہ ممانعت کرتے ہیں بینواتو جروا

الجواب:

جائز ہے کہ اس کی کمی سے اس جانور میں عیب نہیں آتا بلکہ وصف بڑھ جاتا ہے کہ خصی گائے کو گوشت بہ نسبت فحل کے زیادہ اچھا ہوتا ہے۔ فی الہندیۃ عن الخلاصۃ یجوز المحبوب العاجز عن الجماع^۱ (ہندیہ میں خلاصہ سے منقول ہے کہ ذکر کٹاجو جفتی کے قابل نہ رہا وہ قربانی میں جائز ہے الخ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۶: ۹ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گائے کا کان چرا ہوا ہے جیسے گاؤں کے لوگ بچپن میں کان چیر دیتے ہیں کہ طول یا عرض میں شق ہو جاتا ہے مگر وہ نکر کان کا ہی لگا دیتا ہے جدا نہیں ہوتا اور اس کے سینگ جو گھوم کر چہرے پر آئے۔ اور ایک سینگ آنکھ تک آیا جس سے آنکھ کو نقصان پہنچنے کا احتمال تھا اس کی نوک تراش دی گئی۔ ایسی گائے کی قربانی شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

الجواب:

بلاشبہ جائز ہے۔ مگر مستحب یہ ہے کہ کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں بالکل سلامت ہوں۔

عالمگیری میں ہے قربانی شرعاً جائز ہے یہ وہ ہے

فی العالمگیریۃ تجزی الشرعاً وہی

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الاضحیۃ الباب الخامس نوری کتب خانہ پشاور ۵/۲۹۷

<p>جس کے کان لمبائی میں چرے ہوئے ہوں اور مقابلہ جائز ہے یہ وہ جائز ہے جس کے کام کا اگلا کچھ حصہ کٹا ہو لیکن جدا نہ ہو بلکہ لٹکا ہوا ہو، اور مدابرہ جائز ہے یہ وہ ہے جس کے کا پچھلا حصہ اس طرح کٹا ہو، یہ صفات بکری کی ہیں، اور جو مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرقاء، مقابلہ، مدابرہ اور خرقاء کی قربانی سے منع فرمایا ہے۔ تو شرقاء، مقابلہ اور مدابرہ میں یہ نہی تنزیہ پر محمول ہے جبکہ کثیر کی حد میں اقوال کا اختلاف ہے بدائع میں یوں ہے۔ (ت)</p>	<p>مشقوقہ الاذن طولاً، ولا مقابلة ان يقطع من مقدم اذنها شبيعي ولا يبان بل يترك معلقاً والمدابرة ان يفعل ذلك ببؤخر الاذن من الشاة، وماروى ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نهى ان يضحي بالشرقاء والمقابلة والمدابرة والخرقاء فالنهى في الشرقاء والمقابلة والمدابرة محمول على الندب وفي الخرقاء على الكثير على اختلاف الاقويل في حد الكثير كذا في البدائع¹</p>
---	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>جماء کی قربانی جائز ہے یہ وہ ہے جس کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہو اور یوں عظماء بھی جائز ہے یہ وہ ہے جس کے سینگ کا کچھ حصہ ٹوٹا ہوا ہو اور غیر میں اگر سینگ مخ سمیت ٹوٹا ہو تو ناجائز ہے۔ قسستانی اور بدائع میں ہے کہ اگر سینگ کا ٹوٹنا مشاش تک ہو جائے تو ناجائز ہے۔ اور مشاش یہ ہڈی کا سرا ہے جیسے گھٹنے اور کھنیاں ہیں اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>يضحي بالجماء هي التي لا قرن له خلقته وكذا العظماء التي ذهب بعض قرنهما بالكسر او غير فان بلغ الكسر الى المخ لم يجز قهستانى، وفي البدائع ان بلغ الكسر المشاش لا يجزئ والمشاش رؤس العظام مثل الركبتين والمرفقين اه² واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

مسئلہ ۳۳۷: ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ

ایک راس عقیقے کے لئے خریدی اس کا سینگ ٹوٹ گیا، اب دوبارہ پھر نکل آیا۔ یہ راس قابل قربانی ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا۔

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الاضحیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۹۸

² ردالمحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۰۵

الجواب: سینگ ٹوٹنا اس وقت قربانی سے مانع ہوتا ہے کہ جبکہ سر کے اندر جڑ تک ٹوٹے اگر اوپر کا حصہ ٹوٹ جائے تو مانع نہیں۔

<p>ردالمحتار میں سے جماء کی قربانی جائز ہے یہ وہ ہے کہ جس کے سینگ پیدا نشی نہ ہو اور یوں عظماء بھی، یہ وہ ہے کہ جس کے سینگ کا کچھ حصہ ٹوٹا ہو اور منخ تک ٹوٹ چکا ہو تا ناجائز ہے۔ قہستانی، اور بدائع میں ہے اگر یہ ٹوٹ مشاش تک ہو تو ناجائز ہے اور مشاش ہڈی کے سرے کو کہتے ہیں جیسے گھٹنے اور کہنیاں</p> <p>اھ (ت)</p>	<p>في رد المحتار يضيح بالجماء وهي التي لا قرن لها خلقة وكذا العظماء التي ذهب بعض قرنهما بالكسر او غيره۔ فان بلغ الكسر الى المخ لم يجز قهستانی، وفي البدائع ان بلغ الكسر المشاش لا يجزئ المشاش رؤس العظام مثل الركبتين والمرفقين¹ اھ</p>
--	--

اور اگر ایسا ہی ٹوٹا تھا کہ مانع ہوتا، مگر اب زخم بھر گیا، عیب جاتا رہا تو حرج نہیں لان المانع قد زال وهذا ظاہر (کیونکہ مانع جاتا رہا، اور یہ ظاہر ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۸: مسؤلہ مولوی خلیل الرحمن متعلم مدرسہ منظر الاسلام اہلسنت وجماعت، بریلی کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کا جانور کس قدر صحیح ہونا چاہئے اور کس قدر سینگ جانور کا کٹا ہوا ہو تو قربانی ہو سکتی ہے۔ اور جڑ سے ٹوٹ گیا ہو تو کیا حکم ہے۔ بینوا تو جروا

الجواب:

آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں سب اعضاء سلامت ہونا ضروری ہے۔ سینگ ٹوٹا ہونا مضائقہ نہیں رکھتا مگر جہاں سے اگا ہے اگر وہاں تک ٹوٹا تو ناجائز ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

<p>اس کا قول کہ "جماء کی قربانی جائز ہے۔ یہ وہ ہے جس کے سینگ پیدا نشی طور پر نہ ہوں اور یوں عظماء بھی جس کے سینگ کا ٹوٹنا وغیرہ کچھ حصہ میں ہو، اور یہ ٹوٹ منخ سمیت ہو تو ناجائز ہے۔ قہستانی اور بدائع میں ہے اگر ٹوٹنا مشاش</p>	<p>قول (ویضحی بالجماء) هي التي لا قرن لها خلقة وكذا العظماء التي ذهب بعض قرنهما بالكسر او غيره فان بلغ الكسر</p>
--	--

¹ ردالمحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۰۵

<p>تک ہو تو ناجائز ہے۔ مشاش ہڈی کے سرے کو کہتے ہیں جیسے گھٹنے اور کنیاں اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>الی المخ لم یجز قہستانی وفي البدائع ان بلغ الکسر المشاش لایجزی والمشاش رؤس العظام مثل الرکتین والمرفقین^۱ اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

مسئلہ ۲۳۹: از چونیاں ضلع لاہور ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ

انجمن مذکور کے اشتہار مذکور میں ہے جس جانور کے پیدائشی کان دم نہ ہوں وہ جائز ہے ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک، اور ناجائز ہے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک، مگر چونکہ وہ روایت اصول ہے اس واسطے امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتویٰ کے اوپر فتویٰ دیتے ہیں کہ جس جانور کے پیدائشی کان دم نہ ہو وہ جائز ہے۔ اب حضرت مولانا صاحب جواب خود تحریر فرمائیں کہ ایسا مذکورہ بالا جانور واقعی قربانی میں جائز ہے یا ناجائز؟ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ اکثر فتاویٰ میں ایسے جانور کا ناجائز لکھا ہے۔ حضرت صاحب انجمن کے اشتہار شائع شدہ میں یہ دونوں مسئلے اسی طرح لکھے ہیں، آیا یہ دونوں مسئلے درست لکھے ہیں یا کہ نہیں؟ مفصل طور پر تحریر فرمائیں بحوالہ کتب معتبرہ۔

الجواب:

جس جانور کی اصل پیدائش میں کان اور دم نہ ہو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کی قربانی جائز ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ناجائز، اور معتمد قول امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خانیہ میں ہے:

<p>بکری کو اگر پیدائشی طور پر کان اور دم نہ ہو تو جائز ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایسا جانور نہیں ہوتا اگر ہو تو قربانی جائز نہیں ہے۔ اور مبسوط (اصل) میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ یہ جائز ہے۔ (ت)</p>	<p>الشاة اذا لم یکن لها اذن ولا ذنب خلقة یجوز۔ وقال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ لایكون هذا ولو کان لایجوز، و ذکر فی الاصل عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه یجوز^۲۔</p>
---	--

اسی طرح اجناس و خلاصہ و بزازیہ میں ہے۔ غالباً یہ ہے جس پر اشتہار میں اعتماد کیا، اور

^۱ ردالمحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۵/۵

^۲ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الاضحیۃ فصل فی العیوب نوکثور لکھنؤ ۴/۳۸

واقع میں وہ قابل اعتماد نہ تھا۔

اؤٹا: متون و شروح نے عدم جواز پر جزم کیا اور قول خلاف کا نام نہ لیا، مختصر امام کرنی پھر غایۃ البیان علامہ اتقانی میں ہے:

قال ہشام وسألت ابا یوسف عن السکاء التی لاقرن لها قال تجزئ فان لم یکن لها اذنا لتجزئ وبو قول ابي یوسف رحمه الله تعالى ¹	ہشام نے کہا میں نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے سکاء کے متعلق سوال کیا اور یہ وہ ہے جس کے پیدائشی طور پر سینگ نہ ہوں، تو انھوں نے فرمایا جائز ہے اور اگر کان نہ ہوں تو نا جائز ہے یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ (ت)
---	---

ہدایہ میں ہے:

السکاء وہی التی لا اذن لها خلقه لا تجوز لان مقطوع اکثر الاذن اذا کان لا یجوز فعدیم الاذن اولی ²	سکاء وہ ہے جس کے پیدائشی طور پر کان نہ ہوں، جائز نہیں، کیونکہ جب کان کا اکثر حصہ کٹا ہو تو ناجائز ہے۔ تو بالکل کان نہ ہوں تو بطریق اولیٰ ناجائز ہوگا۔ (ت)
--	---

غنیۃ وغنیۃ البیان و نتائج الافکار وغیرہ میں اس پر تقریر کی، منسک متوسط میں ہے:

لا یجوز الذی لا اذن له خلقه اوله اذن واحده ³	جس کے پیدائشی کان نہ ہوں یا صرف ایک کان ہو تو ناجائز ہے۔ (ت)
---	--

مسک متوسط میں اس پر تقریر کی، تنویر الابصار میں و در مختار میں ہے:

والا السکاء التی لا اذن لها خلقه ⁴	اور سکاء جس کے پیدائشی کان نہ ہوں ناجائز ہے (ت)
---	---

طحاوی و ثامی میں اس پر تقریر کی، بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

¹ غایۃ البیان

² الهدایہ کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۳۶۶

³ المسک المتقسط فی المنسلک المتوسط باب الهدایہ دار الکتب العربی بیروت ص ۳۱۴

⁴ در مختار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتہبی دہلی ۲/۲۳۳

<p>ایک کان کامل کٹا ہوا اور جس کا پیدائشی ایک ہی کان ہو ناجائز ہے۔ (ت)</p>	<p>لا تجوز مقطوعة احد الاذنين بكمالها. والتي لها اذن واحدة خلقة¹۔</p>
<p>سکاء وہ ہے جس کا پیدائشی کان نہ ہو۔، ناجائز ہے۔ (ت)</p>	<p>السكاء وبی التي لا اذن لها خلقة لا تجوز²۔</p>
<p>کیونکہ اس کا کامل معدوم ہے۔ (ت)</p>	<p>لان فات عنه عضو کامل³۔</p>
<p>سکاء وہ جس کا پیدائشی کان یا بچی نہ ہو وہ جائز نہیں ہے۔ (ت)</p>	<p>لا يجوز السكاء وهي التي لا اذن لها خلقة الا والية لها خلقة⁴۔</p>
<p>امام محمد نے فرمایا اصل میں، کہ ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت پہنچی کہ آپ نے فرمایا کہ آنکھ اور کان کو بغور دیکھو، اور سنن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرمایا کہ ہم آنکھ اور کان کو بغور دیکھیں، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کان کی بقاء کا اعتبار فرمایا تو معدوم ہو ناجواز قربانی کے لئے مانع ہوگا۔ (ت)</p>	<p>قال محمد رحمة الله تعالى في الاصل بلغنا عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم انه قال استشرفوا العين والاذن. وروى في السنن عن علي كرم الله وجهه عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان تستشرف العين والاذن وقد اعتبر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بقاء الاذن فمنع فواتها من جواز الاضحية⁵۔</p>

¹ بدائع الصنائع كتاب الاضحية فصل واما شرائط اقامت الواجب ايچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۵۷

² تبیین الحقائق كتاب الاضحية المطبعة الكبرى الاميريه بولاق مصر ۶/ ۶

³ حاشیہ الشلبی علی تبیین الحقائق كتاب الاضحية المطبعة الكبرى الاميريه بولاق مصر ۶/ ۶

⁴ خزانه المفتين كتاب الاضحية قلمی نسخہ ۲۰۷/۲

⁵ غاية البيان

۱۹ فتح اللہ المعین میں ہے:

سکاء جس کے پیدائشی کان نہ ہو اس کی قربانی نہ کی جائے بخلاف چھوٹے کان کے۔ (ت)	لايضحى بالسكاء وهي التي لا اذن لها خلقة بخلاف صغيرة الاذن ¹
--	--

۲۰ مجمع الانهر میں ہے:

اور سکاء جس کے پیدائشی کان نہ ہوں جائز نہیں۔ (ت)	ولا السكاء وهي التي لا اذن لها خلقة ²
--	--

۲۱ سراجیہ میں ہے:

جس کے کان پیدا نہ ہوں جائز نہیں، (ت)	لا تجزى التي لم يخلق لها اذن ³
--------------------------------------	---

حاشیہ: یہی قضیہ حدیث ہے: کما علمت من غایة البیان (جیسا کہ تم نے غایة البیان سے معلوم کر لیا ہے۔ ت) **حاشیہ:** اس کی وجہ اظہر وازہر ہے۔ کما علمت من الهدایة و مناسک الکرمانی (جیسا کہ تم نے ہدایہ اور مناسک کرمانی سے معلوم کر لیا ہے۔ ت) ایراث نقص میں عدم طاری واصلی میں تفرقہ کی کوئی وجہ ظاہر نہیں۔ **رابعاً:** یہی اکثر کتب میں ہے والعمل بما علیہ الاکثر (عمل اس پر ہوگا جس پر اکثریت ہو۔ ت) **خامساً:** یہی احوط ہے تو بوجہ اسی کو ترجیح، اور اسی پر اعتماد و عمل و فتویٰ واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۲۴۰: ۹ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گائے کی دم تہائی کے قریب کٹی ہوئی ہے اور ایک کان چرا ہوا ہے مگر حصہ اس کا جدا نہ ہو اکاں ہی میں لگا ہے۔ تو اس صورت میں اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

۱ فتح المعین کتاب الاضحیۃ (پنج ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۸۰)

۲ مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۵۲۰

۳ فتاویٰ سراجیہ کتاب الاضاحی نوکثور لکھنؤ ۸۹

الجواب:

جائز ہے۔

فی التنویر یضحیٰ بالجماء لامقطوع اکثر الاذن او الذنب^۱۔ فی الدرالمختار للاکثر حکم کل بقاء و ذهاباً۔ فیکفی بقاء الاکثر علیہ الفتوی^۲۔ فی الہندیۃ تجزئی الشرفاء وہی مشقوقۃ الاذن طولاً، والمقابلۃ ان یقطع من مقدم اذنها شیئاً، ولا یبان بل یتروک معلقاً والمدابرة ان یفعل ذلک بمؤخر الاذن، والنہی محمول علی الذنب کذا فی البدائع^۳۔ مختصراً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تتویر الابصار میں ہے جماء جس کا پیدائشی سینگ نہ ہو کی قربانی کی جائے نہ کہ اس کی جس کا کان یا دم اکثر کٹی ہو، درمختار میں ہے اکثر کا حکم کل والا ہوتا ہے بقاء اور ضیاع میں تو اکثر حصہ کی بقاء کافی ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ہندیہ میں ہے شرفاء جائز ہے یہ وہ ہے جس کا کان لمبائی میں کٹا ہو۔ او مقابلہ جائز یہ وہ ہے جس کا کان آگے سے کٹا ہو، اور جدا نہ ہوا ہو بلکہ لٹکتا ہو، اور مدابرة جائز ہے، یہ وہ ہے جس کا نچھچھے سے ایسے کٹا ہو اور ان سے نہی تنزیہ پر محمول ہو۔ بدائع میں یوں ہے اھ مختصراً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۴۱: قصہ کو سی کلاں ضلع متھرا، محلہ مسجد مندی حافظ محمد رمضان پیش امام بروزیک شنبہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ قربانی کی کھال سید کو یا والدین کو دینا درست ہے یا نہیں۔ کتاب مالابدمنہ کے اندر صدقہ نفل سید کو جائز لکھا ہے^۴۔ اب یہ امر قابل تحقیق ہے کہ کھال قربانی صدقہ واجب ہے یا نفل ہے۔ سید کو قربانی کی کھال دے یا نہیں؟ اکثر لوگ قربانی کی کھال دے دیا کرتے ہیں، درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

قربانی کی کھال سادات کرام کو دینا جائز ہے۔ اپنے ماں باپ اولاد کو بھی دے سکتا ہے شوہر زوجہ کو زوجہ شوہر کو دے سکتی ہے۔ وہ بہ نیت تصدق ہو تو صدقہ نافلہ ورنہ ہدیہ، سقا کو دینے میں

^۱ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتہائی دہلی ۲/۲۳۳

^۲ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتہائی دہلی ۲/۲۳۳

^۳ فتاویٰ ہندیہ کتاب الاضحیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۹۸

^۴ مالابدمنہ (فارسی) کتاب الزکوٰۃ مطبع علوی کھنؤ ص ۵۹

بھی حرج نہیں۔ وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۲: مرسلہ حاجی الہ یار خان صاحب تاجر کتب

۲۱ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

قربانی کی کھال کو بہ نیت تصدق فروخت کرنا یا اس کی قیمت سے یوریا وغیرہ خرید کر مسجد میں رکھا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

الجواب:

جائز ہے کہ تصدق کے لئے بیچا یا مسجد کے صرف میں لانا دونوں قربت ہیں، اور یہاں وہی مقصود، لایعین التصدق ولا تصدق العین (نہ کہ عین التصدق اور عین چیز کا تصدق۔ ت) عالمگیری میں ہے:

<p>اپنے یا اپنی عیال پر خرچ کرنے کے لئے قربانی کی کھال کو دراہم سے فروخت نہ کرے اور اگر دراہم کا صدقہ کرنا ہو تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح عبادت ہے تبیین الحقائق میں یوں ہے اھ ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>لا یبیعہ بالدرہم لینفق الدرہم علی نفسہ و عیالہ، ولو باعہا بالدرہم لیتصدق بہا جاز، لانہ قربۃ کالتصدق کذا فی التبیین^۱ اھ ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

ایضاً الجواب اصل یہ کہ اضحیہ مثل دم قرآن و تمتع و ذبح تطوع دم شکر ہے ان میں قربت مقصودہ صرف اراقہ دم لوجہ اللہ سے حاصل ہو جاتی ہے۔ ولہذا ان کے لحم وغیرہ کا تصدق واجب نہ ہوا، اور خود کھانے کی بھی اجازت عطا فرمائی۔

<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا قربانی سے خود کھاؤں اور قناعت والے اور محتاج کو کھلاؤ، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ، کھلاؤ اور ذخیرہ کرو، اس کو احمد اور شیخین نے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)</p>	<p>قال تعالیٰ "فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِعُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ"^۲، وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كلوا واطعموا وادخروا، اخرجہ احمد والشیخان^۳ ان سلمة بن الاكوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔</p>
--	---

اور کھال کی کوئی چیز مثل مشکیزہ وغربال و پوستین توتشردان و فرش و تکیہ و جلہ کتاب وغیرہا

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الاضحیۃ الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۳۰۱/۵

^۲ القرآن الکریم ۲۲/۳۶

^۳ صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب مایوکل من لحوم الاضاحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۵۱۳۵

بنا کر اپنے تصرف میں لانا بھی روا۔

جیسا کہ اس پر عامہ کتب مذہب میں تصریح کی ہے اور حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! لوگ قربانی کے چمڑے سے مشکیزے بناتے ہیں اور مشکیزوں میں چربی بھر لیتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا ہوا انہوں نے عرض کی آپ نے تین دن کے بعد قربانی کی گوشت کھانے سے منع فرمادیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں نے تمہیں ضرور تمندوں کی آمد کی وجہ سے منع کیا تھا تو اب کھاؤ اور ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو، اس کی تخریج امام احمد، بخاری، اور مسلم نے کی ہے۔ (ت)

کیانص علیہ فی عامۃ کتب المذہب وعن ام المومنین عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قالوا یا رسول اللہ ان الناس یتخذون الاسقیۃ من ضحایاہم ویحملون فیہا الودک فقال وما ذاک قالوا نہیت ان توکل لحوم الاضاحی بعد ثلث قال نہیتکم من اجل الدافعة فکلو اوادخروا وتصدقوا، اخرجه احمد والبخاری و مسلم¹

اسی طرح مذہب صحیح میں جلد و لحم کی تبدیل بھی ایسی اشیاء سے جائز ٹھہری جو اپنی بقائے عین کے ساتھ استعمال میں آئے، جیسے برتن، بتائیں، کپڑے، ہدایہ وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے:

ہدایہ کے الفاظ میں ہے کہ اس کی کھال سے استعمال والے آلات بنائے جائیں مثلاً بچھونا، تھیلا، غربال (چھلنی) جیسی چیزیں، کیونکہ کھالوں سے انتفاع حرام نہیں ہے۔ اور ان سے گھر میں استعمال کے لئے چیز خریدنا جو بعینہ باقی رہے تو استحساناً اس میں کوئی حرج نہیں اس کی مثال ہماری ذکر کردہ چیزیں ہیں، کیونکہ بدل کا حکم مبدل والا ہے۔ اور گوشت حکم میں بمنزلہ کھال کے ہے صحیح مذہب میں اھ ملخصاً۔ (ت)

اللفظ للهدایۃ یعلم منه ألة تسعمل فی البیت كالنطع والجراب والغربال و نحوہا لان الانتفاع بہ غیر محرم ولا بأس بان یشتری بہ ما ینتفع بہ فی البیت بعینہ مع بقاءہ استحساناً، وذلک مثل ما ذکرنا، لان للبدل حکم المبدل واللحم بمنزلۃ الجلد فی الصحیح² اھ ملخصاً۔

¹ صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب ماکان من النہی عن اکل الحوم الاضاحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۵۸

² الہدایہ کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/۳۳۸

یوہیں اغنیاء کو گوشت یا کھال یا اس کو کوئی چیز بنا کر یا اسی قسم کی اشیاء ان کے عوض خرید کر ہدیہ دینا بھی جائز ہوا۔

<p>کیونکہ جب خود اپنا تصرف جائز ہے تو ہدیہ کا جواز بطریق اولیٰ ہوگا جیسا کہ ہدایہ میں غنی کو کھلانے کے جواز پر استدلال فرماتے ہوئے فرمایا جب خود غنی ہونے کے باوجود کھانا جائز ہے تو کسی غنی کو کھلانا بھی جائز ہے۔ (ت)</p>	<p>لانہ لما جاز التصرف بنفسه، فجواز الهدیۃ من باب اولیٰ کما استدلال فی الهدایۃ لجواز طعام الغنی بقولہ متی جاز اکلہ و هو غنی جاز ان یوکل غنیاً^۱۔</p>
---	--

ولہذا فقیر کو دینے میں تملیک شرط نہ ہوئی، بلکہ اباحت بھی روا ٹھہری یعنی دے نہ ڈالے بلکہ دسترخوان پر بٹھا کر کھلا دے، شرح نقایہ علامہ للبر جندی میں ہے:

<p>قربانی کے گوشت میں سے جس کو چاہے دے اباحت کے طور پر، اور ہبہ کے طور پر تملیک کرے فقیر کو خواہ غنی کو۔ (ت)</p>	<p>ویوکل ای یطعم من شاء منها علی طریق الاباحۃ سواء کان فقیرا او غنیاً، ویہب من یشاء علی سبیل التملیک فقیرا او غنیاً^۲۔</p>
--	--

شرح لباب میں ہے:

<p>ہر قربانی جو بطور شکر واجب ہو تو مالک کو اختیار ہے جتنا چاہے کھائے، اغنیاء کو کھلانے اباحت کے طور پر خواہ تملیک کے طور پر فقیر کو خواہ غنی کو، یا بعض گوشت کا صدقہ واجب نہیں ہے۔ اہلخصاً۔ (ت)</p>	<p>کل دم و جب شکراً، فلصاحبہ ان یاکل منہ ما شاء ویوکل الاغنیاء ولو بالاباحۃ والفقراء تملیکاً او اباحۃ ولا یجب التصدق بہ، لابلکہ، ولا ببعضہ^۳ اہلخصاً۔</p>
--	---

اور یہ معنی خود آیت وحدیث سے مستفاد کہ اطعموا^۴ فرمایا نہ کہ اعطوا البتہ یہ ناجائز ہے کہ اپنے یا

^۱ الہدایہ کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۸۱

^۲ شرح نقایہ للبر جندی کتاب الاضحیۃ نوکٹور لکھنؤ ۳/ ۱۹۹

^۳ المسئلۃ المتقسط فی النسئلۃ المتوسط مع ارشاد الساری باب الہدایا فصل فیما لایجوز من الہدایا دار الکتب بیروت ص ۳۱۲

^۴ صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب ما یوکل من لحوم الاضاحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۸۳

اپنے اہل و عیال اور اغنیاء کے صرف میں لانے کو گوشت یا کھال یا کسی جز کو بعوض ایسی اشیاء کے فروخت کرے جو استعمال میں خرچ ہو جائیں اور باقی نہ رہیں جس طرح روپیہ پیسہ یا کھانے پینے کی چیزیں یا تیل پھللیں وغیرہ کہ ان کے عوض اپنی نیت سے بیچنا تمول ہے۔ اور نیت اغنیاء مثل اپنی نیت کے ہے۔ اور یہ جانور جس سے اقامت قربت ہوئی، اس قابل نہ رہا کہ اس کے کسی جز سے تمول کیا جائے۔ ہدایہ میں ہے:

<p>قربانی کی کھال سے ایسی چیز نہ خریدے جس کو ہلاک کر کے نفع اٹھائے جیسے سرکہ یا پیچ جس طرح کہ دراہم سے نفع بطریقہ ہلاک ہوتا ہے تو یہ بھی منع ہے۔ منع کی وجہ مال حاصل کرنے کی غرض سے تصرف کرنا ہے۔ (ت)</p>	<p>لايشترى به مالا ينتفع به الا باستهلاكه كالخل ولا بأزير اعتبار ابلالبيع بالدراهم والمعنى فيه انه تصرف على قصد التمول¹۔</p>
---	---

علامہ عینی بنایہ میں فرماتے ہیں:

<p>ایسی چیز خریدنے کی ممانعت میں وجہ یہ ہے کہ ہلاک کر کے نفع کی صورت میں مال حاصل کرنے کی غرض سے تصرف کرنا ہے حالانکہ قربانی تو مال سے خارج کرنا مقصود بنائے۔ (ت)</p>	<p>والمعنى في عدم الشتره مالا ينتفع به الا بعد استهلاكه انه تصرف على قصد القول، وهو قد خرج عنه جهته التمول²۔</p>
---	---

بخلاف اس کے کہ اس قسم کی اشیاء سے صرف خیر میں صرف کرنے کو مبادلہ کرے کہ اس میں معنی ممنوع یعنی تمول متحقق نہیں، تو اس نیت سے استبدال بھی جائز۔ ولہذا تبيين میں فرماتے ہیں:

<p>اگر دراہم سے اس لئے فروخت کیا تاکہ دراہم کو صدقہ کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ بھی صدقہ کی طرح قربت ہے۔ (ت)</p>	<p>لوباعهم بالدراهم ليتصدق بها جاز لانه قرابة كالصدق³۔</p>
---	---

خلاصہ یہ کہ بعد قربانی اس کے اجزاء میں ہر قسم کا تصرف غنی کو حلال ہے۔ مگر وہ جس میں معنی تمول پائے جائیں، اسی لئے مجمع الانہر شرح ملتقى الأبحر میں تصریح کی کہ المعنى انه لا يتصرف على قصد التمول⁴ ھ

¹ الهدایہ کتاب الاضحیۃ مطبع مجتہدی دہلی ۴/۲۸۸

² البنایۃ فی شرح الهدایہ کتاب الاضحیۃ المكتبة الامدادیہ مکہ المکرمہ ۴/۱۹۰

³ تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبعة الکبیری بولاق مصر ۶/۹

⁴ مجمع الانہر شرح ملتقى الأبحر کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۲۱

(مقصود یہ ہے کہ مال کے حصول کی غرض سے تصرف نہ کرے۔ ت)

اس تحقیق و تنقیح سے واضح ہوا کہ علماء جو ایک شق تصدق کی لکھتے ہیں اس کے یہ معنی نہیں کہ تصدق عین ضروری ہے یعنی خاص اسی چیز کو بغیر بدلے خیرات کرے بلکہ مطلقاً ہر شئی کے عوض بیچ کر خیرات کرنی جائز ہے خواہ روپے پیسے ہوں یا اشیائے خوردنی یا اعیان باقیہ، نہ عین تصدق ضرور ہے۔ جس کے حقیقی معنی فقیر کو مالک کرنا۔

کیا فی الزکاة من فسخ القدير حقيقة الصدقة تملك الفقير ¹	جیسا کہ فتح القدير کے زکوٰۃ کے باب میں ہے کہ صدقہ کی حقیقت فقیر کو مالک بنانا ہے۔ (ت)
---	---

بلکہ مطلقاً ہر مصرف خیر میں صرف کرنا جائز ہے اگرچہ اس میں کسی کی تملیک نہ ہو، جیسے کفن موتی و نفقہ مسجد وغیر ذلک، و لہذا اباحت روا ٹھہری، اور علامہ زلیعی کی عبارت مذکور نے صاف واضح کر دیا کہ قربت چاہئے خاص تصدق کی کوئی خصوصیت نہیں، اور خود ظاہر ہے کہ جب بے صورت تمول اپنے اور اغنیاء کے صرف میں لانا روا ہو اور جانور کا قربت کے لئے ہونا اس کا مانع نہ ٹھہرے تو مصارف خیر جس میں اصلاً بوائے تمول نہیں اور خود امور قربت ہیں، بدرجہ اولیٰ جائز ہوں گے۔

اب حکم مسئلہ بجمہالہ روشن ہو گیا، بہ نیت تصدق داموں سے بچنا عبارت فتاویٰ ہندیہ سے گزرا اور مسجد کی چٹائی وغیرہ میں صرف کرنا بھی قربت ہے۔ نہ اپنا تمول جو ممنوع ٹھہرا، پس دونوں صورت مسئلہ سائل کا حکم جواز ہے۔ یہ بحمد اللہ تعالیٰ وہ تحقیق ہے جس سے اس فصل کی تمام جزئیات کا حکم نکل سکتا ہے۔

فائقن هذا العلك لا تجدها بهذا الايضاح والتحريير في غير هذا التحرير، ولا عليك من خفائه على بعض ابناء الزمان المدعين العلم العزيز، والله سبحانه وتعالى اعلم۔	اس کو مضبوط کرو ہو سکتا ہے اس وضاحت اور صفائی سے تمہیں کسی اور تحریر میں نہ ملے اور موجودہ زمانے کے مدعیین علم پر اس کے مخفی ہونے پر تمہیں تعجب نہ ہو، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	---

عہ: مولوی رشید احمد گنگوہی۔

¹فتح القدير كتاب الزکوة باب من يجوز دفع الصدقة اليه الخ مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۲۰۸/۲

مسئلہ ۲۴۳: از بنارس محلہ کنڈی ٹولہ مسجد نبی راجی شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۲۵ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چرم قربانی واسطے تعمیر مسجد و اشیاء متعلقہ مسجد مثل بوریا، بدھنا، فرش، شامیانہ وغیرہ
یا برائے درستی قبرستان کے دینا جائز ہے یا نہیں؟ در صورت عدم جواز کے اگر کوئی شخص مصرف مذکور میں صرف
کرے۔ یا سراپا یہ وغیرہ ہندو کافر کو دے، تو اس کی قربانی درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

قربانی اراقہ دم لوجہ اللہ سے ہو جاتی ہے کما نص علیہ العلماء قاطبہ (جیسا کہ علماء نے اس پر نص فرمائی ہے۔ ت) اس کے
بعد کھانے، دینے، دلانے سے اس میں کچھ فرق نہیں آتا اگرچہ کسی کو دے، اور چرم کے باب میں ابھی بیان ہوا کہ ہر قربت روا
ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۴: از موضع کٹھہ ڈاکخانہ اوہرہ ضلع گیا مرسلہ مولوی عبدالکریم رضا صاحب غرہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیمت پوست قربانی مرمت مسجد اور بوریاں وغیرہ مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا
نہیں؟ اور غسل خانہ، پاخانہ واردین مسجد کے لئے اس قیمت سے بنوانا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

الجواب:

اصل یہ ہے کہ اراقہ دم سے اقامت واجب کے بعد اجزائے اخیجہ سے صرف تمول ممنوع ہے خاص تصدق ضروری نہیں بلکہ
جمع انواع خیر کہ مثل تصدق قربت ہیں، سب جائز ہے۔ اور بلا بیع خود اپنے تصرف میں لانا دیگر احباب اغنیاء کو ہدیہ دینا بھی
جائز۔

کیا طفحت بنقول ذلك كتب المذهب المعتمدہ و لنا فی خصوص ذلك رسالہ حافلة سبیناها "الصفایة الموحیة لحکم جلود الاضحیة"۔	جیسا کہ تم نے مذہب کی کتب معتمدہ سے فائدہ پایا، اور خاص اس مسئلہ میں ہمارا جامع رسالہ ہے ہم نے اس کا نام "الصفایة الموحیة لحکم جلود الاضحیة" رکھا ہے۔ (ت)
---	---

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

كلوا وادخروا وابتجروا ^۱ ۔	کھاؤ اور اٹھا رکھو، اور وہ کام کرو جس سے ثواب
--------------------------------------	---

^۱ سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۳۳/۲

رواہ ابوداؤد عن نبشۃ الہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	حاصل ہو (اس کو ابوداؤد نے حضرت نبشۃ ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)
--	--

تبيين الحقائق میں ہے:

لو باعها بالدرهم ليتصدق بها جاز لانه قرية كالتصدق ¹ ۔	اگر دراهم کے بدلے فروخت کیا تاکہ دراهم کو صدقہ کرے، تو جائز ہے۔ کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ (ت)
--	--

لباب میں ہے: لايجب التصدقه به² (سب گوشت صدقہ کرنا واجب نہیں ہے۔ ت) شرح میں ہے: لا بلكه ولا ببعضه³ (نہ سب کا صدقہ کرنا نہ بعض کا واجب ہے۔ ت)

بالجملہ مدار قربت وعدم قبول ہے۔ اور شک نہیں کہ مسجد کی مرمت، اس میں بوریا وغیرہ آلات کارکھنا، غسل خانہ بنانا سب افعال قربت ہیں، تو ان میں اس کا صرف ضرور جائز، اسی طرح واردین مسجد کے لئے پاخانہ بنوانا اگر فنائے مسجد سے جدا اور زمین وقف میں خلاف مشروط تصرف سے برکراں ہو باعث اجر ہے۔ کہا لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۵: ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھالیں تعمیر دیوار مسجد کے لئے دے دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کھالیں بیچ کر دام کر لئے ہوں تو یہ دام صرف مسجد میں دے دینا جائز ہے یا نہیں؟ بیینواتوجروا

الجواب:

اگر کھالیں صرف مسجد کے لئے پہلے سے دے دی جائیں یا ان کا داموں کے عوض بیچنا اپنے صرف میں لانے کے لئے نہ ہو بلکہ امور قربت و ثواب کی غرض سے ہوں تو ان داموں کا مسجد کے صرف کے لئے دے دینا، یہ دونوں صورتیں جائز ہیں، اور اگر کھالیں اپنے صرف میں لانے کے لئے داموں کو بیچ ڈالیں تو یہ دام مسجد میں صرف نہیں ہو سکتے بلکہ مساکین کو دے دئے جائیں، جس مسکین کو دے وہ اپنی طرف سے مسجد میں لگا دے

¹ تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبوعۃ الکیبڑی الامیریۃ بولاق مصر ۶/ ۹۱

² المسلك المتقسط المنسك المتوسط مع ارشاد الساری باب الهدایا دار الکتب العربی بیروت ص ۳۱۲

³ المسلك المتقسط المنسك المتوسط مع ارشاد الساری باب الهدایا دار الکتب العربی بیروت ص ۳۱۲

تو مضائقہ نہیں۔

<p>یہ اس لئے کہ قربانی کی کھالوں میں طریق ذخیرہ کرنا یا اجر و ثواب حاصل کرنا ہے تو جب مسجد کو دیں یا ان کو فروخت کر کے تقرب والے امور کے لئے یا ان کی قیمت ان امور میں خرچ کرنے کے لیے تو اس نے مناسب محل پورا کر دیا لیکن اگر مال حاصل کرنے کی غرض سے فروخت کیا تو خلاف ورزی کی لہذا جو مال بنایا خبیث ہو اس کا راستہ یہی ہے۔ کہ اس کو صدقہ کرے جبکہ صدقہ فقیر کو مالک بنانا ہے تو فقیر کو مالک بنایا تو اس نے مسجد کو دے دیا تو کوئی حرج نہیں کیونکہ صدقہ اپنے محل پہنچ چکا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>وذلك لان الطريق في الجلود اما الادخار واما الائتجار. فاذا اعطيا المسجد. او باعها لامور القرب. واعطى الثمن فيه. فقد اتى بما ينبغي. اما اذا باعها للمتبول. فقد خالف فما حصل خبيث. وسبيله التصدق. وانما التصدق تمليك للفقير اما اذا ملك فقير. فاعطى المسجد فلا حرج. فان الصدقة قد بلغت محلها والله تعالى اعلم۔</p>
--	--

مسئلہ ۲۳۶: مرسلہ جناب حکیم سراج الحق صاحب شہر الہ آباد دروازہ جناب حضرت شاہ محمد اجمل صاحب ۵ ذی الحجہ یک شنبہ ۱۳۲۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کا چمڑا فروخت کر کے مسجد کی جانماز اور مسجد کی مرمت کرنا، اور مسجد میں لگانا، عام اس کے مسجد کی دیوار ہو یا مسجد کا پانچانہ، غسل خانہ وغیرہ ہو، جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو روا۔

الجواب:

قربانی کی کھال ہر اس کام میں صرف کر سکتے ہیں جو قربت و کار خیر و باعث ثواب ہو، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قربانی کی نسبت فرماتے ہیں:

<p>کھاؤ اور اٹھا رکھو اور وہ کام کرو جس سے ثواب ہو (اسے ابو داؤد نے ہمیشہ ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)</p>	<p>كلوا وادخروا وائتجروا¹۔ رواہ ابو داؤد عن نبیہشہ الہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔</p>
---	---

تیسرے الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے:

¹ سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۳

لو باعها بالدرابم لیتصدق بها جاز لانه قربۃ کالتصدق ^۱	اگر صدقہ کرنے کی غرض سے درابم کے بدلے فروخت ہو تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ (ت)
---	--

مگر فنائے مسجد میں پانچانہ بنانا قربت نہیں بلکہ ممنوع ہے کہ مسجد کو بوئے بد سے بچانا واجب ہے۔ اور اس کی فنا کا ادب بھی اسی کی مانند ہے یہاں تک کہ علماء نے فنائے مسجد میں بعد مسجدیت جدید دکان بنانے کی ممانعت فرمائی کہ باعث بیحرمتی، فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

قیم المسجد لایجوز له ان یبنی حوانیت فی حد المسجد اوفی فنائه لان المسجد اذا جعل حانوتا و مسکنا تسقط حرمتہ و ہذا لایجوز والفناء تبع المسجد فیكون حکمہ حکم المسجد۔ کذا فی محیط السرخسی ^۲	مسجد کے منتظم کو جائز نہیں کہ مسجد کی حدود میں دکانیں بنائے، کیونکہ مسجد یا فنائے مسجد کو دکانیں بنایا تو مسجد کی حرمت ساقط ہوگی اور یہ جائز نہیں ہے۔ جبکہ فنائے مسجد بھی مسجد کے تابع ہے تو اس کا حکم بھی مسجد والا ہوگا، محیط سرخسی میں یوں ہے۔ (ت)
--	---

ہاں اگر حدود و فنائے مسجد سے دور کوئی پانچانہ مسافروں اور بے گھر نمازیوں کے متعلق مسجد ہے تو اس کی تعمیر یا مرمت ضروری بھی نیت صالحہ سے ضرور قربت و موجب اجر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۷: مولانا مولوی بشیر احمد صاحب علی گڑھی بالائے قلعہ مدرس اول مدرسہ منظر الاسلام یوم یک شنبہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کھال قربانی بیچ کر مسجد بنانا درست ہے یا نہیں؟ اور کوئی عمارت مثل مسافر خانہ، نشست کی چوپال جس میں مسافر یا اپنے ہم قوم مقیم ہو سکیں بیینواتوجروا الجواب:

مسجد یا لوجہ اللہ مسافر خانہ وغیرہ آرام مسلمانان کی عمارت بنانا جس میں اجر ہو اور حصول اجر ہی کی نیت ہو، بالجملہ ہر اس کام میں جو شرعاً قربت ہو، قربانی کی کھال صرف کرنا ہرگز ممنوع نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اضحیہ کی نسبت جیسا تصدقوا فرمایا صدقہ کرو، یونہی وائتجروا^۳ بھی

^۱ تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبوعۃ الکبیری بولاق مصر ۶/۹

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۲

^۳ سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۳/۳۳

ارشاد فرمایا وہ کام کرو جس میں ثواب ہو، رواہ ابو داؤد عن نبیۃ الہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے ابو داؤد نے نبیۃ ہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت) امام زلیعی شرح کنز میں فرماتے ہیں:

لو باعہا بالدرہم لیتصدق بہا جاز لانہ قربۃ کالتصدق ^۱ ۔	اگر ان کو درہم کے بدلے فروخت کیا تاکہ درہم کو صدقہ کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ (ت)
--	--

معلوم ہوا کہ عین تصدق لازم نہیں، بلکہ قربت ہونا درکار ہے۔ تصدق بھی اسی لئے مطلوب ہوا کہ قربت ہے۔ تو جو قربت ہو سب کی وسعت ہے۔ ہاں بہ نیت تمول اپنے صرف میں لانے کو اس کے دام کرنا جائز نہیں۔ حدیث:

من باع جلد اضحیۃ فلا اضحیۃ لہ۔ رواہ الحاکم ^۲ و البیہقی عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔	جس نے قربانی کی کھال فروخت کی تو اس کی قربانی نہ ہوئی، اس کو حاکم اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)
--	--

کابھی محمل ہے۔ اور حدیث صحیحین میں مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے شتران قربانی حج کی نسبت حکم فرمانا کہ ان کا گوشت پوست صدقہ کر دیں^۳۔ جو از تصدق کی دلیل ہے نہ کہ تعین تصدق کی، ورنہ اکل و ذخیرہ بھی ممنوع ہو جائے حالانکہ بالاجماع جائز و منصوص ہے۔ وہ واقعہ حال ہے۔ اور واقعہ حال کے لئے عموم نہیں، اسی حدیث میں ان کی نکلیں اور جھولیں تصدق کر دینے کا بھی حکم ہے تو یہ جواد کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بخشش تھی نہ کہ عام تشریح، ہاں جس نے تمول کے لئے نیچی وہ ان داموں کو تصدق ہی کرے کہ اول ان کا حصول بروجہ خبیث ہے۔ اور جو مال یوں حاصل ہو اس کی سبیل تصدق ہے۔ عبارت ہدایہ کابھی مطلب ہے۔ خود ہدایہ میں فرمایا:

المعنی فیہ انہ تصدق علی قصد التمول ^۴ ۔	وجہ یہ ہے کہ اس نے مال بنانے کی غرض سے تصرف کیا۔ (ت)
---	--

^۱ تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبوعۃ الکبزی الامیریۃ بلاق مصر ۹/۶

^۲ المستدرک للحاکم کتاب التفسیر دار الفکر بیروت ۳۹۰/۲

^۳ صحیح البخاری کتاب المناسک باب یتصدق بجلود الہدی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۲

^۴ الہدایہ کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۳۳۸

اس مسئلہ کی تحقیق تام مع ازاحت اوہام فقیر کے رسالہ "الصافیة الموحیة لحکم جلود الاضحیة" میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۴۸: از جیت پور کاٹھیاوار مرسلہ مولوی نور محمد عرف بادامیاں بن قاضی محمد ہاشم امام مسجد حاجی جیت پور ۳ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ بخدمت اقدس علی جناب فیض مآب العلم اہلسنت وجماعت مجدداتہ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ اعلیٰ حضرت مولانا مولوی مفتی حاجی شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ برکاتکم ومد فیوضا تکم علینا آمین۔

از جانب احقر العباد نور محمد بن قاضی محمد ہاشم کے بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کے گزارش یہ ہے کہ قربانی کے چڑوں کو یہاں کے مسلمان اپنے اپنے محلہ کی مسجد میں اللہ خیرات دیتے ہیں۔ اور متولیان مسجد ان کو بیچ کر قیمت جمع رکھتے ہیں اور حسب ضرورت امام کا پگارا رس رقم میں سے دیتے ہیں۔

پس یہ قربانی کے چڑوں کا مسجد میں خیرات دینا اور اس پیسوں کا امام کو دینا یا دوسرے ضروری خرچ مسجد ڈول رسی وغیرہ میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو روا

الجواب:

قربانی کے چڑوں کو اللہ مسجد دے دینا کہ انھیں یا ان کی قیمت کو متولی یا منتظمان مسجد مسجد کے کاموں مثلاً ڈول۔ رسی، چراغ، بتی، فرش، مرمت، تنخواہ مؤذن، تنخواہ امام وغیرہ میں صرف کریں، بلاشبہ جائز و باعث اجر و کار ثواب ہے۔ تبیین الحقائق میں ہے، جازلانہ قربۃ کا لتصدق^۱ (جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت) اسی طرح ہدایہ و کافی و عالمگیری وغیرہ میں ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کلو ادا دخروا و ائتجروا^۲ (کھاؤ اور اٹھا رکھو اور وہ کام کرو جس سے ثواب ہو۔ ت) امام اگرچہ غنی ہو اس کی تنخواہ دینے کو متولی یا منتظم ان چڑوں کو بیچ سکتے ہیں، یا پہلے سے انھوں نے مصارف مسجد کے لئے دام رکھے ہیں، تو ان میں سے تنخواہ دے سکتے ہیں۔

فإن الجلد قد وصل موضع التقرب وعطاء وظيفة	کیونکہ کھال تقرب کے مقام کو پہنچ گئی، امام مسجد کو وظیفہ
امام المسجد ایضاً قربۃ۔	دینا بھی قربت ہے اگرچہ غنی کو لینا قربت نہیں۔

^۱ تبیین الحقائق کتاب الاضحیة المطبعة الکبزی بولاق مصر ۹/۶

^۲ سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۳

وان لم یکن اخذ باقر بة لغنی بل مباحا علی المفتی به فلم یکن فی معنی البیع بالدر اہم لہدیة غنی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	بلکہ مفتی بہ قول پر مباح ہے۔ تو غنی کو ہدیہ دینے کی غرض سے فروخت کے معنی میں نہ ہوئی، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	---

مسئلہ ۲۴۹ و ۲۵۰: مسؤلہ حافظ محمد ایاز صاحب از قبضہ نجیب آباد ضلع بجنور محلہ پٹھان ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لچرم قربانی امام یا مؤذن مسجد کو دینا یا اس کی قیمت فروخت کر کے دینا جائز ہے
یا نہیں۔ اگر پیش امام تنخواہ پاتے ہیں تو کیا حکم ہے۔ اور جن کی تنخواہ بھی مقرر نہیں صرف عید کو کچھ بطور ہدیہ چندہ کر کے دے
دیا، عید الاضحیٰ کو قربانی کے چرم وغیرہ دے دے یا محلہ میں نکاح خوانی لیں، اسی پر ان کی گزراوقات ہو۔ تو ایسوں کے واسطے
چرم قربانی یا اس کی قیمت دینا کیسا ہے اور کیا حکم ہے؟ بیینو اتوجروا۔ کمانجی ہاؤس کے نیلام کی راس عدالت سے کسی شخص کے
قرضہ کی بابت کے نیلام کی راس قربانی کے واسطے علیحدہ علیحدہ کیا حکم رکھتی ہے؟
الجواب

(۱) امام و مؤذن غیر تنخواہ دار کو بطور اعانت چرم قربانی یا اس کی قیمت دینے میں حرج نہیں، اور تنخواہ دار کو بھی جبکہ تنخواہ میں
نہ دیں، یعنی زید نے امام کو نوکر رکھا اور اس کی تنخواہ اس کے ذمہ ہے۔ یہ قربانی کی کھال بیچ کر اسے ادا کرے تو اپنا روپیہ بچاتا اور
اپنا مطالبہ اس سے ادا کرتا ہے۔ اور یہ تمول ہے اور قربانی سے تمول جائز نہیں۔ ہاں اگر اہل محلہ نے امام و مؤذن کو مسجد کا نوکر
رکھا جس کی تنخواہ ذمہ مسجد ہے تو چرم قربانی یا اس کی قیمت مسجد میں دے کر اس سے تنخواہ ادا کر سکتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۲) کمانجی ہاؤس کے نیلام کی راس خریدنا جائز نہیں، نہ اس کی قربانی ہو سکے کہ وہ فضولی کی بیع ہے۔ یعنی غیر مالک کی بے اجازت
مالک، اور ایسی بیع اجازت مالک پر موقوف رہتی ہے۔ اور بیع موقوف قبل اجازت مفید ملک نہیں ہوتی۔ اور ملک غیر کی قربانی
نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح کچھری میں نیلام جبکہ قیمت اس مطالبہ سے زائد نہ دی گئی ہو، جس میں وہ نیلام ہوا، وہ نیلام بھی بے
رضائے مالک ہے۔ ہاں مثلاً اگر سو روپے کا مطالبہ تھا اور ایک سو ایک کو نیلام ہوا، سو روپے ڈگری دار کو دئے گئے اور باقی روپیہ
اصل مالک کو، اور وہ اس نے لے لیا، تو یہ اس بیع کی اجازت ہو گئی، اب خریدار اس شے کا مالک ہو جائے گا۔ اور اس کی قربانی صحیح
ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

مسئلہ ۲۵۱ و ۲۵۲: از موضع سٹیلڈ ڈاکخانہ موانہ کلاں ضلع میرٹھ مرسلہ مجید اللہ خاں

حامدًا و مصلیبًا، کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مسائل ہذا میں:

(۱) کھال قربانی کی اگر ہم لوگ بلا رعایت کسی استحقاق خدا کے واسطے خیال کر کے اگر اپنے امام مسجد کو دیں تو جائز ہوگا یا نہیں؟
 (۲) آج ہمارا امام غریب ہے کل کو خدا کے فضل سے صاحب نصاب ہو گیا تو کھال قربانی اس صورت میں بھی دینا جائز ہوگا یا نہیں؟

(۳) سید صاحب کو کھال قربانی اور مد زکوٰۃ سے مسلوک ہونا جائز ہوگا یا نہیں؟

(۴) صاحب قربانی اپنی قربانی کی کھال کو اپنے صرف میں لاسکتا ہے تو کس کس خرچ میں؟ ڈول، مصلیٰ، مشک وغیرہ کے علاوہ تاڑی سائی وغیرہ بھی بنوا سکتا ہے یا نہیں؟

فیض اللہ خاں، حبیب خاں، جھدو خاں، کالے خاں پسر جگ باز خان

الجواب:

واجب اضحیہ اراقہ دوم سے ادا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد لحم و جلد اس کی ملک ہیں، اس میں ہر تصرف ماکانہ کر سکتا ہے صرف تمول ممنوع ہے۔ تو کھال بیعینہ، خواہ اس کا ڈول، مشک، کتاب کی جلد وغیرہ بنوا کر اپنے صرف میں لاسکتا ہے۔ سید کو بھی دے سکتا ہے ہر غنی کو دے سکتا ہے تو امام نے کیا تصور کیا ہے۔ عام ازیں کہ صاحب نصاب ہو یا نہ ہو، ہاں اس داموں سے بیچنا اس غرض سے کہ اپنے دام اپنے یا کسی غنی کے صرف میں لائے جائیں، جائز نہیں، وہ غنی ہو یا غیر، یونہی اگر امام اس کا نو کر ہے اور اس کی تنخواہ کے بدلے کھال دی تو ناجائز ہے کہ یہ تمول ہو یعنی کھال دے کر مال بیچانا، اور اگر کھال اس لئے بیچی کہ اس کے دام تصدق کرے تو امام غیر صاحب نصاب کو دے سکتا۔

وکل ذلك مفصل في فتاؤنا وفي رسالتنا الصافية	یہ تمام ہمارے فتاویٰ اور ہمارے رسالہ۔ "الصافية الموحية
الموفية الموحية لحکم جلود الاضحية۔	لحکم جلود الاضحية" میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ (ت)

بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، نہ انھیں لینا جائز۔ نہ ان کے دیئے ادا ہو، یہی ظاہر الرویہ ہے۔ اور یہی صحیح ہے کما بیننا فی رسالتنا "الزهر الباسم فی حرمة الزکوٰۃ علی بنی ہاشم" (جیسا کہ ہم نے اس کو اپنے رسالہ "الزهر الباسم فی حرمة الزکوٰۃ علی بنی ہاشم" میں بیان کیا ہے۔ ت) امامت کے معاوضہ میں بھی چرم قربانی دینا ایک صورت میں جائز ہے۔ وہ یہ کہ متولیان مسجد یا اہل محلہ نے اسی طرح اسے مقرر کیا کہ تم امامت کرو قربانی کی کھالوں سے تمہاری خدمت کی جائے گی، یہ صورت بھی صورت تمول نہیں، چرم قربانی جس طرح مذکور ہوا اپنے مصرف میں مطلقاً لاسکتا ہے۔ رنگوانے کی شرط محض رنگ آمیزی حماقت

ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۵: مرسلہ سید محمد حسن علی قاضی، مہدیو علاقہ اندور محلہ جمال پورہ۔ بروز یک شنبہ تاریخ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھال کیسے شخص کو دینا درست ہے اور جائز ہے اور اگر قربانی کی کھال صاحب نصاب کو دے دیں تو قربانی اس کی جائز ہوئی یا نہیں؟ اگر قربانی کی کھال صاحب نصاب کو کہ "وہ پیش امام بھی مسجد کا ہے۔ دے دی، تو قربانی انس کی درست اور جائز ہوئی یا نہیں؟ اور اگر قربانی کی کھال مسجد کے پیش امام کا حق سمجھ کر اس کو دے دی جائے، یا وہ پیش امام ان کھالوں کو اپنا حق سمجھ کر بزور لے تو ان کھالوں کا اس شخص کو دینا درست اور جائز ہے یا نہیں؟ اور قربانی ان لوگوں کی درست ہے اور جائز یا نہیں؟ اگر قربانی کی کھالیں کسی مسجد کی تعمیر کے کام میں لائیں یا ان کو فروخت کر کے مسجد کے جانماز بنوالیں، یا مسجد کے اور کام میں لائیں، مثلاً مسجد کا ستاد بنوالیں، یا مسجد میں اس کی قیمت کا پانی ڈلوائیں تاکہ سب نمازی وضو کریں، یا مسجد میں آفتابے بنوائے جائیں تاکہ نمازی وضو کریں، ان سب صورتوں میں قربانی درست اور جائز ہوئی یا نہیں؟ بحوالہ حدیث و آیات کتب معتبرہ تحریر فرمائیں اجر ملے گا دن قیامت کے نزدیک اللہ جل شانہ، کے۔

الجواب:

قربانی راقہ دم لوجہ اللہ کا نام ہے۔ واجب اس قدر سے ادا ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے گوشت پوست کے لئے تین صورتیں ارشاد ہوئیں ہیں، یعنی اپنے صرف میں لایا جائے، یا وقت حاجت کے لئے ذخیرہ رکھا جائے، یا اس سے ثواب کا کام کیا جائے۔

کھاؤ اور اٹھار کھو اور ہر وہ کام کرو جس سے ثواب ہو۔ (ت)

کلوا وادخروا وائتجروا¹

ثواب میں وہ مسجد کے سب کام داخل ہیں جو سوال میں مذکور ہوئے اجزائے اضحیہ سے صرف تمول ممنوع ہے کہ اس کے دام کر کے اپنے کام میں لائے جائیں۔

جس نے اپنی قربانی کی کھال فروخت کی اس کی قربانی نہ ہوئی۔ (ت)

من باع جلد اضحیة فلا اضحیة له²

¹ سنن ابن داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس ۳۳/۲

² المستدرک للحاکم کتاب التفسیر دار الفکر بیروت ۳۹۰/۲

کھال کی جس طرح جانماز یا کتابوں کی جلدیں یا مشلیزہ اپنے لئے بنوا سکتا ہے یونہی کسی غنی کو بھی ہدیہ دے سکتا ہے اگرچہ وہ غنی امام ہو، جبکہ اس کی تنخواہ میں نہ دی جائے، اور اگر تنخواہ میں دے تو امام اگر اس کا نوکر ہے جس کی تنخواہ اسے اپنے مال سے دینی ہوتی ہے تو دینا ناجائز۔ کہ یہ وہی تمول ہو جو ممنوع ہے۔ اور اگر وہ مسجد کا نوکر ہے جس کی تنخواہ مسجد دیتی ہے تو جائز نہیں کہ یہ مسجد میں دے دے، اور مسجد کی طرف سے امام کی تنخواہ میں دی جائے۔ قربانی کی کھالوں میں امام کا کوئی حق نہیں اور اسے جبراً لینا حرام ہے۔

قال الله تعالى "لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" ^۱ والله تعالى اعلم۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے مالوں کو آپس میں باطل طریقہ سے نہ کھاؤ، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	--

مسئلہ ۲۵۶: ازکیلا کھیڑاڈا کخانہ بازپور ضلع نئی تال مرسلہ عبدالجید صاحب اذی تعدہ ۱۳۳۵ھ

اس علاقہ میں یہ رسم ہے کہ بقر عید کی قربانی کی کھال مسجد کے پیش امام کو دیتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

قربانی کی کھال امام مسجد کو دینا جائز ہے اگر وہ فقیر ہو، اور بطور صدقہ دیں، یا غنی ہو اور بطور ہدیہ دیں، لیکن اگر اس کی اُجرت اور تنخواہ میں دیں تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر وہ اپنا نوکر ہے تو اس کی تنخواہ میں دینا جائز نہیں۔ اور اگر وہ مسجد کا نوکر ہے اور کھال مہتمم مسجد کو مسجد کے لئے دے دی اس نے مسجد کی طرف امام کی تنخواہ میں دے دی تو اس میں کچھ حرج نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۷: محمد عبدالحافظ صاحب، میمن سنگھی مدرس مدرسہ یا کد سرپوست لکھیاضلوع میمن سنگھی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی جلد سے مسجد بنانا اور مسجد کے چونا لگا اور مرمت کرنا اور چٹائی و فرش خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ بدلائل کتب صافیہ و عبارات صحیحہ سے بیان فرمایا جائے۔ فقط

الجواب:

جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

كلوا وادخروا وابتجروا ^۲ ۔ رواه ابوداؤد عن نبشة الهذلي رضی اللہ	کھاؤ اور ادھار کھو اور ثواب کے کاموں میں خرچ کرو (اسے ابو داؤد نے نبشہ ہذلی رضی اللہ
---	--

^۱ القرآن الکریم ۲۹/۴

^۲ سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۳

تعالیٰ عنہ۔	تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)
-------------	---------------------------------

تبیین الحقائق و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہما میں ہے:

لو باعها بالدر اہم لیتصدق بها جاز لانه قرۃ کالتصدق ¹	اگر در اہم کے بدلے فروخت کیا تاکہ در اہم کا صدقہ کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ (ت)
---	--

ثابت ہوا کہ خاص تصدق ضرور نہیں بلکہ ہر وقت۔ ہاں اس سے اپنا تمول ممنوع ہے کہ اپنے خرچ کے لئے روپوں یا کسی ایسی چیز سے بدلے جو خرچ ہو جاتی ہے۔ بنا یہ شرح ہدایہ للامام العینی میں ہے:

المعنی فی عدم الشتر اہ ما لا ینتفع بہ الا بعد استھلاکہ انہ تصرف علی قصد التمول وهو قد خرج عن جھت التمول ²	کھال کے بدلے ایسی چیز نہ خریدنا جس کو ہلاک کرنے کے بعد انتفاع حاصل کی ممانعت کا مطلب ما حاصل کرنے کی غرض سے تصرف مراد ہے جبکہ اس صورت میں تمول کی جہت خارج ہو گیا۔ (ت)
--	--

ظاہر ہے کہ مسجد میں صرف کرنا تمول سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا بلکہ تصرف باطل ہے۔ کوئی ذی شعور ایسا نہیں کہہ سکتا نہ کوئی ذی علم۔ اُن مدعیوں پر فرض ہے کہ اولاً شرح مطہر سے اس کا ثبوت دیں کہ جس مسجد کی مرمت پرست قربانی سے ہوئی ہو اس میں نماز ناجائز ہے۔ جب وہ ثبوت دینے کا ارادہ کریں گے ان پر کھل جائے گا کہ ان کی دونوں باتیں محض بے اصل تھیں و باطل تھیں ان پر تو بے فرض ہے کہ شرع مطہر پر افتراء بہت سخت چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو توفیق خیر دے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۳۵۸: از رنگون مگول اسٹریٹ یونانی ڈپنٹری (یونانی شفاخانہ مرسلہ حکیم محمد ابراہیم راندیری ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ اس بستی میں دستور ہے کہ قربانی کی کھالیں مسجد کے پیش امام کو دے دیتے ہیں اگر نہ دی جائے تو جھگڑا بھی ہوتا ہے اور پیش امام صاحب بھی یوں فرماتے ہیں کہ قربانی کی کھالوں کا میں حقدار ہوں، ضرور مجھے دی جائیں، اور اہل جماعت یوں کہتے ہیں کہ پیش امام صاحب کو قربانی کی کھالیں تبرعاً دینا جائز ہیں نہ کہ جبراً۔

عہ: فی الاصل ہکذا العلة من قلم الناسخ والصحيح بلکہ اس کو تمول کہنا تصرف باطل ہے۔ ۱۲ عبد المنان الاعظمی۔

¹ تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبوعۃ الکبریٰ الامیریۃ بولاق مصر ۹/۶

² البنایۃ فی شرح الہدایۃ کتاب الاضحیۃ المكتبة الامدادیۃ مکہ المکرّمہ ۱۹۰/۳

جب تبرکاً دینا جائز ہے تو کچھ حصہ قیمت چرم باقی کا امام صاحب کو دینگے، اور کچھ حصہ دیگر مساکین کو دیا جائے تو زیادہ افضل ہے۔ پس اختلاف طرفین کی جانب سے ایک مولوی صاحب منصف قرار دیئے، منصف مولوی صاحب نے یوں حکم دیا کہ قربانی کی کھال سب کی سب مسجد کے پیش امام صاحب کو دے دو اور کسی دیگر مساکین کو نہ دو، اس واسطے کہ وہ لوگ تمہاری حیات و ممت کے حقدار نہیں، اور پیش امام صاحب پر جبرالینے سے بھی گناہ نہیں اور گناہ واقع ہو تو میں یہ اقرار کرتا ہوں کہ حشر کے دن اس گناہ کی جزا سزا میں نے لی، تم لوگ بے خوف قربانی کے سب چڑے پیش امام صاحب کو دے دو۔

حاضرین محفل میں سے کسی صاحب نے ان مولوی صاحب سے یہ عرض کیا کہ میں نے ایک گائے کی قربانی کی، اور دو مسکینوں نے ایک ساتھ چڑا مانگا، ان کو دیا جائے گا یا نہیں؟

مولوی صاحب نے جواب دیا کہ ایک چڑے کی قیمت یا چھڑہ دو مسکینوں کو دینا مکروہ و منع ہے۔ اس نے پھر کہا دوسرا مسکین بھی تو سائل ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ دوسرے سائل کا سوال اس کی ذمہ میں جانے دو۔

اب سوال یہ ہے کہ:

- (۱) اس طرح جبراً قربانی کی کھال پیش امام کو لینا جائز ہے یا نہیں؟
- (۲) اگر جبراً لے لیا تو اس پیش امام کے حق میں حکم شرعی کیا ہے؟
- (۳) اور اسی طرح جو شخص جبرالینے والے کی مدد کرے، اس مددگار کے حق میں کیا حکم ہے؟
- (۴) اگر کوئی شخص اس خیال سے کہ امام صاحب کو تنخواہ ملتی ہے۔ قربانی کی کھال نہ دے تو اس شخص پر امام صاحب کو حاضرین مجلس کے ساتھ غضب خدا پڑنے کی بدعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟
- (۵) اس منصف مولوی صاحب کے حق میں جس نے حشر کے دن مواخذہ خداوندی کی ضمانت لے لی ہے۔ کیا حکم ہے، نیز منصف مولوی صاحب ایک مسجد کے پیش امام ہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟
- (۶) جو شخص حق کو باطل کر دے اس کے حق میں حکم شرعی کیا ہے؟
- (۷) ایک کھال کئی مسکینوں کو صدقہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

اس شخص نے جھوٹ کہا کہ قربانی کی کھالیں اس کا حق ہے۔ شریعت مطہرہ نے کھالوں میں اتنے اختیار دئے ہیں، وہ صورت کرے کہ یعنی ان کو باقی رکھ کر استعمال میں لائی جائیں، مثلاً مشک یا

ڈول یا کتابوں کی جلدیں بنوالے، یا کسی ایسی ہی چیز سے جو باقی رکھی جاتی ہے بدل لے۔ مثلاً ان کے بدلے برتن یا کتاب خرید لے۔ یا یعنہ کھال اپنے عنبروں، قریبوں خواہ کسی غنی کو دے دے، یا مسجد یا مدرسہ دینی میں دے دی جائے، یا اسے تقریب الی اللہ کے لئے بیچ کر اس کے دام فقراء مساکین طلبہ وغیرہم مصارف خیر کو دے جائیں، خواہ ایک کو سو کو، یہ جو اس شخص نے کہا کہ ایک چڑے کی قیمت یا ایک چڑادو کو دینا منع ہے۔ محض جھوٹ کہا، اور شریعت مطہرہ پر افترا کیا، اور اس کا یہ کہنا کہ پیش امام کو جبرالینے سے بھی گناہ نہیں، شریعت پر اس کا دوسرا افتراء اور ظلم کو جائز کرنا ہے۔ اور اس پر وہ سخت جرات کہ اس پر جو سزا ہو وہ اپنے ذمہ لی، عذاب الہی کو ہلکا سمجھنا اور معاذ اللہ کلمہ کفر ہے۔ اس کی امامت جائز نہیں، اور پیش امام اگر کھالیں لینے پر جبر کرے اس سے باز نہ رہے تو یہ بھی فاسق معلن ہے۔ اور اس کا امام بنانا گناہ اور اس جبراً لینے میں جو اس کی مدد کرے وہ سخت شدید گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ حدیث میں ہے:

من مشی مع ظالم ليعينه وهو يعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام ¹	جو دانستہ ظالم کی مدد کو چلا وہ اسلام سے نکل گیا۔ (ت)
---	---

اور جو شخص امام کو کھال نہیں دیتے خواہ وہ تنخواہ پاتا ہو یا نہ پاتا ہو، اس میں ان پر کوئی شرعی الزام نہیں کہ امام کو دینا شرع نے واجب نہ کیا تھا، نہ کھال امام کا حق تھی کہ اس کی حق تلفی ہوتی، اس پر جو امام نے اس مسلمان کو وہ سخت بد عادی کہ "وہ خدی مستحق غضب ہوا، العیاذ باللہ تعالیٰ کہ اس نے مسلمان کو ناحق ایذا دی، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من أذى مسلماً فقد أذانی ومن أذانی فقد أذى الله ² ۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	جس نے بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ (ت)
--	---

مسئلہ ۲۶۹۴۲۶۵: از سنہبل محلہ رحمن سرائے مرسلہ احمد خاں صاحب ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قربانی کے جانور کی کھال دام صاحب قربانی اپنے مصرف میں لائے یا نہیں؟ اور قربانی کا گوشت کس طرح تقسیم کرے؟ اور قربانی کے چڑے کو بحق پیش امام دے یا نہیں؟ اور مسجد میں صرف کرے یا مدرسہ علم القرآن و حدیث میں؟ اور سری قربانی کی حجام اپنا حق سمجھ کر لے تو دے یا نہیں؟

¹ المعجم الكبير حديث ۶۱۹ المكتبة الفيصلية بيروت ۱/۲۲۷

² المعجم الاوسط حديث ۳۶۳۲ مكتبة المعارف رياض ۳/۳۷۳

اور مسجد میں کرے یا مدرسہ علم القرآن و حدیث میں؟ اور ہسری قربانی کی حجام اپنا حق سمجھ کر لے تو دے یا نہیں؟

الجواب:

ا قربانی کی کھال کے دام صاحب قربانی اپنے صرف میں نہیں لاسکتا۔ حدیث میں ہے:

من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ^۱۔ جواپنی قربانی کی کھال بیچے اس کی قربانی نہ ہوئی۔

آ مستحب یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کرے۔ ایک حصہ اپنا، ایک احباب کا ایک مساکین کا، پیش امام کا اس میں کوئی حق نہیں، دو تو اختیار ہے۔ لیکن اگر وہ اس کا نو کرے تو تنخواہ میں نہیں دے سکتا، مسجد اور مدرسہ دینیہ دونوں میں صرف کرنا جائز۔ حجام کا اس میں کوئی حق نہیں، دینے کا اختیار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۰: از موضع میونڈی بزرگ ضلع بریلی مسئلہ سید امیر عالم حسین صاحب ۲۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قیمت جلود قربانی مسجد میں لگانا درست ہے یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ فرش و چھت میں لگانا درست نہیں، یعنی جس جگہ سجدہ کیا جائے وہ جگہ قیمت جلود قربانی سے نہ بنائی جائے کہ وہ قیمت صدقہ ہے اس جگہ سجدہ کرنا حرام ہے۔ ہاں اس قیمت سے حدود دیوار مسجد یا غسانخانہ وغیرہ بنایا جائے تو درست ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ کنواں وغیرہ بنوادیا جائے، تو کچھ حرج نہیں خواہ مسجد میں ہو یا اور کہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ کنواں بھی نہ بنایا جائے، کہ وہ قیمت صدقات سے ہے کہ اس کے پانی سے وضو جائز نہ ہوگا، اور نہ اس کا پانی پینے کے قابل ہوگا، تو جناب قبلہ سے امیدوار ہیں کہ اس کا ثبوت غلامان کو کیوں نہ دیا جائے کہ قیمت جلود قربانی کس کام میں صرف کی جائے آیا مسجد یا کنویں وغیرہ میں لگانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر قربانی کی کھال مسجد میں دے دی تو متولی کو اختیار ہے کہ اسے مسجد کے جس میں چاہے صرف کرے، اور اگر مسجد میں دینے کی نیت سے خود اس کے دام کئے تو وہ دام بھی مسجد کے ہر کام میں صرف ہو سکتے ہیں، ہاں اگر اپنے خرچ لانے کی بہ نیت سے کھال بیچے تو یہ حرام دام خبیث ہیں، مسجد میں نہ دے، نہ مسجد کے کسی کام میں صرف ہوں، بلکہ فقیر مسلمان پر صدقہ کئے جائیں، و تحقیق المسئلة فی رسالتنا الصافیة الموحیة لحکم جلود والاضحیة" (اس مسئلہ کی تحقیق ہمارے رسالہ "الصافیة الموحیة لحکم جلود والاضحیة"

^۱ المستدرک کتاب التفسیر دار الفکر بیروت ۲/ ۳۹۰

میں ہے۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۱: از جز میرہ ضلع فرید پور ڈاک خانہ خاص مرسلہ مولوی مفیض الدین صاحب قاضی الذیقعدہ ۷/۳۳ھ

ماقولکم ونفع المسلمین بعلو مکم رحمکم اللہ
تعالیٰ اندریں کہ تعمیر مسجد از چرم جائز است یا نہ و تصدق بچرم
اضحیہ از قبیل تطوعات ست یا از واجبات، و در ادائے صدقہ
واجبہ تملیک مشروط ست، ہکذا در ادائے صدقہ نافلہ تملیک،
مشروط است یا نہ؟

آپ کا کیا ارشاد ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کے علوم سے مسلمانوں
کو نفع دے، اس مسئلہ میں کہ قربانی کے چرم سے مسجد کی تعمیر
جائز ہے یا نہیں؟ قربانی کے چرم کا صدقہ واجب ہے یا نفل؟
اور صدقہ واجبہ کی ادائیگی میں تملیک شرط ہے کیا نفل صدقہ
کی ادائیگی میں بھی تملیک شرط ہے یا نہیں؟ (ت)

الجواب:

صدقہ باطلاق عام در گرد تملیک نیست کما نطقت بہ
الاحادیث الکثیرہ وحققناہ فی فتاوانا منها قولہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما اطعت زوجتک فهو لک صدقہ،
وما اطعت ولدک فهو لک صدقہ۔ وما اطعت خادمک
فهو لک صدقہ^۱۔ بلکہ کفارہ صوم وظہار ویمین خود واجب
ست، و شک نیست کہ از قسم صدقہ است، ولہذا غنی را روا
نیست، معذاتملیک لازم نکرده اند۔ اباحت دارد کما نصوا علیہ
قاطبہ۔ بچرم اضحیہ راسا بیچ وظیفہ از شرع معین نیست، روا
ست کہ باستعمال خود دارد، یا بغنی ہدیہ کند پس او بمعنی

مطلق صدقہ تملیک کا پابند نہیں ہے جیسا کہ کثیر احادیث اس
پر ناطق ہیں اور اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاویٰ میں کی ہے
ایک حدیث یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: جو
تو نے اپنی بیوی کو کھلایا صدقہ ہے اور جو تو نے اپنی اولاد کو
کھلایا وہ تیرا صدقہ ہے اور جو تو نے اپنے خادم کو کھلایا ہے وہ
تیرا صدقہ ہے۔ بلکہ کفارہ صوم، ظہار اور قسم، واجب ہے اور
شک نہں کہ از قسم صدقہ ہے اسی لئے غنی کو کھانا جائز نہیں
اس کے باوجود تملیک لازمی نہیں ہے بطور اباحت دینا جائز ہے
جیسا کہ تمام فقہاء نے اس پر نص فرمائی ہے۔ چرم قربانی پر تو
کوئی شرعی حکم معین نہیں ہے خود استعمال کرنا جائز ہے یا کسی
غنی کو ہدیہ کر دے تو شرعی مطالبہ کے

^۱کنز العمال حدیث ۱۲۳۲۱ موسسة الرسالة بیروت ۶/۲۱۵

<p>طور پر ہر گز صدقہ نہیں ہے۔ نہ واجب، نہ ہی نفلی، اور نہ عام نہ خاص پس اس میں تملیک فقیر زیادت سے بر شرع است آری ہے۔ ہاں اگر فقیر کو دے گا تو خاص نفلی صدقہ ہوگا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ فقیر کے بغیر کسی کے لئے رواہ نہیں، دیکھئے جو زر آپ نے مسجد کی تعمیر پر کیا یا میت کے کفن پر خرچ کیا اگر فقیر کو دیتا تو وہ بھی خاص نفلی صدقہ ہو جاتا جبکہ وہ اس چیز کو مانع نہیں کہ آپ خود اپنے صرف میں یا کسی بھی کار خیر میں صرف کریں بلکہ مسجد کی تعمیر ضروری ہو یا کفن دینے کی حاجت ہو، تو شرعی مطالبہ ہے اور یہ دونوں واجب ہو جاتے ہیں حالانکہ چرم قربانی کو کسی کام پر خرچ کرنے کا شرعا کوئی مطالبہ نہیں ہے تاکہ یہ کہا جائے کہ اس کو صدقہ کرنا شرعا مطلوب ہے اور اس صدقہ کا مصرف تملیک کے بغیر نہیں ہو سکتا جبکہ شرع نے اس کو صرف کرنے کا کوئی بھی حکم نہیں دیا، ابوداؤد نے حضرت نبشۃ الہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ، ذخیرہ کرو اور اجر کماؤ، یہ تین کام کرنے کا حکم فرمایا جبکہ تیسرا حکم تمام نیکیوں اور ثواب والے مقامات کو شامل ہے اور مسجد کی تعمیر بھی نیکی کا کام ہے۔ لہذا اس کا مصرف تعمیر مسجد کے لئے بالیقین جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>مطالبہ شرعیہ اصلا صدقہ نیست نہ واجب، نہ نافلہ، نہ عامہ، نہ خاصہ، پس شرط تملیک فقیر زیادت سے بر شرع است آری اگر بفقیر بخشید صدقہ خاصہ نافلہ شود و ایں معنی موجب آل نبود کہ جزیں کار آل جائیج روا نیست نہ بینی کہ زرے کہ بہ بنائے مسجد یا تکفین میت صرف کئی، اگر بفقیرے دہی، نیز صدقہ خاصہ نافلہ بود، و ایں معنی منع نہ کند از صرف زر در کار خود یا در کار خیر، بلکہ آنجا خود مطالبہ شرعیہ بود کہ بنائے مسجد بحل حاجت، و تکفین میت، ہر دو واجب ست، و بصرف اضحیہ یا چرم او بکار دگر اصلا مطالبہ نیست ناگویند کہ مطلوب شرع صدقہ اوہست و مصرف صدقہ جز محل تملیک ناشد بہ صدقہ اش ز نہار از شرع مطالبہ نیست، بلکہ ایں جاسہ کار فرمودہ اند کلو اواد خروا و انتجروا خورید، و برائے حاجت بردارید، و بکار ثواب صرف کنید، رواہ ابو داؤد^۱ عن نبشۃ الہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ایں سوم خود جمیع میراث و مشوبات را شامل ست، تعمیر مسجد نیز از ان ست، پس بالیقین رواست واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

مسئلہ ۲۷۷: از ملا محمد اسمعیل ابن محمد رمضان در مسجد رگہ زراں پالی تاریخ ۱۱ محرم ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ہم لوگ سب محلّہ قربانی کی کھالیں ہمارے محلّہ کی مسجد میں دیتے ہیں تاکہ مسجد کی ڈول، رسی و چراغ و جتی میں امداد پہنچے، اور اگر سوائے ہماری مسجد کے اور جگہ ان

^۱ سنن ابوداؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۳۳/۲

کھالوں کو صرف کر دے، تو اس کو ہم محلہ سے خارج کر دیتے ہیں، عند الشرح ایسا کرنا کس حکم میں داخل ہے؟

الجواب:

مسجد میں چرم قربانی صرف کر دینا جائز ہے مگر واجب نہیں، دوسرا اگر اور کسی جائز صرف میں خرچ کرے اس پر کوئی مواخذہ نہیں، اس بناء پر اسے محلہ سے خارج کر دینا ظلم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۳ و ۲۷۴: از انسٹیٹھ تحصیل نکوڑ ضلع سہارنپور مسئولہ سید مظفر صاحب

۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

علمائے ذی شان مسئلہ محررہ ذیل میں کیا ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) زید پوست قربانی یعنی مسجد میں دینے کو اور اس کی ضروریات میں خرچ کرنے کو خواہ تنخواہ مؤذن ہو یا دیگر حوائج مسجد جائز کہتا ہے۔ اور نیز قربانی کرنے والے کو اپنے استعمال میں لانا، خواہ ڈول بنا کر یا دیگر کسی طریقے سے شے معتمد اپنے لئے تیار کرانے کو شرعاً جائز کہا گیا، تو اسی ڈول کو جو اس نے استعمال کے لئے تیار کرایا تھا مسجد میں اگر دے دے تو زید مذکور اس کو جائز رکھتا ہے اور عمرو ان دونوں امر کو ناجائز کہتا ہے۔ اور استدلال ہر دو کا کتب فقہ مثل ہدایہ و شامی کی عبارت سے جیسا کہ عبارت ہدایہ مطبوعہ اصح المطابع صفحہ ۴۳۸ میں ہے:

و یتصدق بجلدھا لانه جزء منها او یعمل منه آلة تستعمل فی البیت كالنطع والجواب والغریال ونحوھا الخ ^۱	قربانی کی کھال کو صدقہ کیا جائے کیونکہ یہ قربانی کا جز ہے یا اس کو خود کام میں لا کر گھر میں خوان یا تھیلا یا چھلنی وغیرہ بنا لے الخ۔ (ت)
--	---

زید کہتا ہے جبکہ پوست قربانی کی اشیاء قربانی کرنے والا اپنی ذات کے لئے تیار کرا کر استعمال کر سکتا ہے تو وہ ان کو مسجد میں دے دے تو کیا حرج ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ صدقہ طفر کے معنی تملیک بلا عوض ہے تو مسجد میں پوست قربانی دینا جائز نہ ہوگا، کیونکہ مسجد تملیک کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی، ایسے ہی شارع علیہ السلام نے پوست قربانی کی اشیاء تیار شدہ کو اپنے نفس کے لئے اپنے گھر میں استعمال کرنے کے لئے حکم فرمایا کہ مسجد میں اسی شے کو اپنی طرف سے دے دینے کو۔

(۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر کسی گائے وغیرہ کے سینگ کے اوپر کا حصہ نیچے تک ٹوٹا ہو تو ہدایہ میں تو مطلقاً مکسورۃ القرن کو جائز لکھا ہے۔ اور شامی میں تفصیل اس طرح کہ اگر کسر مح تک پہنچی تو ناجائز ہے و نیز مشاش یعنی روس عظام تک اگر کسر پہنچے تو ناجائز، تو جس جانور کا اوپر والا حصہ نیچے تک

^۱ الهدایہ کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۳۸۱

اکھڑ گیا وہ جائز ہوگا یا ناجائز ہوگا؟ بینوا تو جروا

الجواب:

(۱) زید کا قول صحیح ہے۔ بیشک اسے امور بروئیر میں صرف کر سکتے ہیں، اور اپنے لئے ایسی چیز جو باقی رکھ کر استعمال کی جائے جیسے ڈول۔ مشک، کتاب کی جلد وغیرہ بنا سکتے ہیں اور اسے بدرجہ اولیٰ مسجد میں دے سکتے ہیں، تصدق جس میں تملیک فقیر ضرور ہے۔ صدقات واجبہ مثل زکوٰۃ میں ہے ہر صدقہ واجبہ میں بھی نہیں، جیسے کفارہ صیام و ظہار و یمین کہ ان کے طعام میں تملیک فقیر کی حاجت نہیں اباحت بھی کافی ہے، کما فی فتح القدير^۱ وغیرہ عامۃ الکتب (فتح القدير وغیرہ عام کتب میں جیسا کہ موجود ہے۔ ت) چرم قربانی کا تصدق اصلاً واجب نہیں، ایک صدقہ نافلہ ہے۔ اس میں اشتراط تملیک کہاں سے آیا، بلکہ ہر قربت جائز ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کھاو اور ذخیرہ رکھو اور ثواب کا کام کرو۔

کلاوا و ادخروا و اتتجروا^۲

کیا مسجد میں دینا ثواب کا کام نہیں امام زلیخی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں: لانہ قربۃ کا تصدق^۳ (کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت)

کیا مسجد میں دینا قربت نہیں۔ اور عجیب منطق یہ ہے کہ مسجد میں دینا تو جائز نہیں کہ تملیک فقیر نہ ہوگی، اور غنی کا اپنے صرف میں رکھنا جائز اس میں تملیک فقیر ہوگی و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) قرن اوپر ہی کے حصے کو کہتے ہیں۔ جو ظاہر ہوتا ہے وہ اگر کل ٹوٹ گیا حرج نہیں و لہذا ہدایہ میں مکسورۃ القرن کو جائز فرمایا، ہاں اگر اندر سے اس کی جڑ نکل آئی کہ سر میں جگہ خالی ہوگی، تو ناجائز ہے۔ رد المحتار کا یہی مفاد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۵: از تلمسہ ضلع شاہجہانپور محلہ ہندو پٹی مرسلہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۲۰ رمضان ۱۳۳۷ھ

مفتیان کرام ذوی الاحترام کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے۔ زید کہتا ہے کہ جلد قربانی و عقیقہ مسجد و مدرسہ کے صرف میں آسکتی ہے۔ بکر کا قول ہے کسی فقیر کو دی جائے وہ خرچ کر سکتا ہے

^۱ فتح القدير كتاب الزکوٰۃ باب من يجوز دفع الصدق الخ مکتبہ نور یہ رضویہ سکر ۲۰۹/۲

^۲ سنن ابن داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۳۳/۲

^۳ تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبوعۃ الابدی الامیریہ بولاق مصر ۹/۶

کیونکہ یہ صدقہ ہے اور صدقات کی تفصیل کلام الہی نے فرمادی: "إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ" ¹ الایة سورۃ توبہ (صدقات خاص کر فقراء کے لئے ہیں۔ت) اور حکم باری تعالیٰ ہے:

"فَإِنْ تَنَادَرْتُمْ فِي شَيْءٍ فَعُدُّوْهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ" ²	تو اگر تم کسی معاملہ میں تنازع کرو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف پھيرو۔(ت)
---	--

لہذا کلام ربانی کی طرف رجوع کی گئی نیز بکر کا بیان ہے کہ بر تقدیر صحت قول زید کا اس کا ماخذ کہاں ہے امید کہ مسئلہ کی توضیح مع نقل عبارات فرمائی جائے۔ فقط

الجواب:

بیشک ہر منازعت میں اللہ ورسول ہی کی طرف رجوع لازم ہے۔ مگر ہر ایک کو بلا واسطہ رجوع کی لیاقت کہاں، یہیں دیکھئے آئیہ کریمہ میں صدقات سے زکوٰۃ مراد کہ اسی میں ارشاد ہوتا ہے "وَالْعَلِيلِينَ عَلَيْهِمْ" ³ (صدقات پر کام کرنے والوں پر۔ت) اور بکر نے اسے قربانی و عقیقہ کو شامل کر دیا یہ بھی نہ دیکھا کہ اس کے تو گوشت کی نسبت خود قرآن عظیم میں ارشاد ہے: فَكُلُوا مِنْهَا ⁴ اس میں سے خود بھی کھاؤ۔ اب کہاں رہی صدقات کی وہ تفصیل جو اس آئیہ کریمہ میں بالحصہ ارشاد ہوئی تھی کہ "إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ" ⁵ (صدقات فقراء کے لئے ہیں الایة۔ت) یہ بھی نہ سمجھا کہ عوام تک اس کو قربانی کہتے ہیں نہ کہ صدقہ، تو ہر کار تقرب اس میں روا، لہذا امام زبلی نے شرح کنز الدقائق میں فرمایا: لانه قربة كالتصدق ⁶ (کیونکہ صدقہ کی طرح یہ قربت ہے۔ت) ہاں ہم نے خاص مسئلہ میں اللہ عزوجل کی طرف رجوع کی تو اس کا ارشاد پایا،

"فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِعُوا أَبَايَسَ الْفَقِيرِ" ⁷	خود اس میں سے کھاؤ اور ضرور تمند فقیر کو کھلاؤ۔(ت)
---	--

اطعام کے لفظ نے بتایا کہ تصدق ہی واجب نہیں اباحت بھی کافی ہے۔ جو محض ایک قربت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف رجوع کی، تو حضور کا ارشاد پایا:

¹ القرآن الکریم ۶۰/۹

² القرآن الکریم ۵۹/۴

³ القرآن الکریم ۶۰/۹

⁴ القرآن الکریم ۳۶-۲۸/۲۲

⁵ القرآن الکریم ۶۰/۹

⁶ تبیین الحقائق کتاب الاضحیة المكتبة الكبزی الامیدیة بولاق مصر ۹/۶

⁷ القرآن الکریم ۲۸/۲۲

فکوا وادخروا وائتجروا ^۱ رواہ ابو داؤد وغیرہ عن نبشۃ الہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	کھاؤ اور اٹھا رکھو اور ثواب کا کام کرو۔ اسے ابو داؤد وغیرہ نے حضرت نبشۃ الہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)
--	--

مسجد و مدرسہ دینیہ اہلسنت میں دینا بھی ثواب کا کام مثل اطعام، اور اسی انتجروا کے حکم میں داخل ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص اس کی جلد اپنے صرف میں لانے کی نیت سے روپوں پیسوں کو بیچے تو بیشک قیمت اس کے حق میں خبیث ہوگی۔

لانه جزء من التمول کیا نصوا علیہ وفي حدیث المستدرک من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ له ^۲	کیونکہ یہ مالدار کی جائز ہے جیسا کہ انھوں نے نص فرمائی ہے اور مستدرک کی حدیث میں ہے جس نے اپنی قربانی کی کھال فروخت کی تو اس کی قربانی نہیں۔ (ت)
--	--

وہ قیمت نہ مسجد میں دے نہ مدرسہ میں فان اللہ طیب لایقبل الا الطیب^۳ (اللہ طیب ہے وہ صرف طیب کو قبول فرماتا ہے۔) بلکہ فقراء پر تقسیم اور تصدق کرے کما هو حکم مال النبیث (جیسا کہ ناپاک مال کا حکم ہے۔) اور اگر نہ اپنے لئے بلکہ مسجد و مدرسہ یا کسی فقیر ہی کو دینے کے لئے روپوں پیسوں کو بیچے، خود یہ خواہ مسجد و مدرسہ و وکیل فقیر، بہر صورت جائز ہے۔ اور وہ دام مدرسہ و مسجد میں صرف ہو سکتے ہیں کہ ممنوع تمول ہے نہ کہ تقرب

وقد مرعن التبیین انه قرۃ کالتصدق ^۴ و تمام التحقیق فی رسالتنا" الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ" واللہ تعالیٰ اعلم۔	تبیین سے گزرا کہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے، مکمل تحقیق ہمارے رسالہ "الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ" میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
--	--

۵ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

انجمن اسلامیہ رانا واڑ کاٹھیا وار

مسئلہ ۲۷۶۲۷۶:

مجدد مائتہ حاضرہ امام اہلسنت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی! بعد تسلیم

^۱ سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۳۳/۲

^۲ المستدرک للحاکم کتاب التفسیر دار الفکر بیروت ۳۹۰/۲

^۳ مسند امام احمد بن حنبل مسند ابویروۃ المکتب الاسلامی بیروت ۳۲۸/۲

^۴ تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المکتبۃ الامیریہ بولاق مصر ۹/۶

بعد تکرم و قد موسیٰ عرض یہ ہے کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) قربانی کے چمڑے کے پیسے جو معلم کو مدرسہ کی دینی اور دنیاوی تعلیم پر مقرر کئے گئے ہیں آیا ان کو بطور ماہانہ تنخواہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) قربانی کے چمڑے کے پیسے سے غریب اور تونگر کے بچوں کو تعلیم دینے کے لئے مدرسہ کے لئے عمارت بنانے کے کام میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) قربانی کے چمڑے کی آمد سے عمارت بنا کر اس کا سود یا کرایہ کہ آئے۔ اس کو بچوں کی تعلیم میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) قربانی کے چمڑے کی آمد سے غریب یا تونگر طلباء کو کتاب دے سکتے ہیں یا نہیں مانند قرآن شریف وغیرہ بینو تو جروا

الجواب:

اقول: وبالله التوفیق اغنیاء جو ایام نحر میں قربانی کرتے ہیں کہ ابتداءً شرع مطہر نے ان پر واجب فرمائی اس کو کھال میں یہ احکام ہیں:

(۱) وہ اسے باقی رکھ کر اپنے استعمال میں لاسکتے ہیں۔ مثلاً انکے مشک، ڈول یا کتابوں کی جلدیں بنوالیں لفظ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وادخروا^۱ (حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق کہ "اور ذخیرہ کرو" ت)

(۲) اپنے استعمال کے لئے اس سے وہ چیزیں خرید سکتے ہیں جو باقی رکھ کر استعمال ہوتی ہیں، جیسے برتن، کتابیں، وغیرہا فان قیام البدل کقیام البدل منہ (بدل کا قیام مبدل کے قیام کی طرح ہے۔ ت) اور مختار میں ہے:

یتصدق بجلده، او یعمل منہ نحو غربال وجراب و قربة وسفرة ودلو او یبدله بما ینتفع بہ باقیاً کما مر ^۲	کھال کا صدقہ کرے یا خود غربال۔ تھیلا، مشکیزہ خوان یا ڈول بنالے یا ایسی چیزیں تبادلہ کرے جس کو باقی رکھ کر نفع حاصل کرتا رہے جیسا کہ گزرا۔ (ت)
---	---

(۳) اسے اپنے لئے داموں کو نہیں بیچ سکتے، اگر بیچیں تصدق کریں لانہ سبیل ما حصل

^۱ سنن ابن داؤد کتاب الضحایا باب جنس لحوم الضحایا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۳

^۲ در مختار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتہدی دہلی ۲/۳۳

بوجہ خبیث (خبیث طریقہ سے حاصل شدہ کا یہی حکم ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

تصدق بالدر اہم فیما لو ابدلہ بہا ^۱ ۔	اگر اسے در اہم سے بدلا تو در اہم کو صدقہ کرے۔ (ت)
---	---

یہاں تک کہ اگر داموں کو بیچے پھر چاہے کہ ان داموں سے کوئی چیز ایسی خریدے جس کی خرید جائز تھی، جیسے برتن وغیرہ، تو اب اس کا اختیار نہیں وہ دام تصدق ہی کرنے ہوں گے، طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

قوله بما ينتفع بعينه ظاہرہ انه لا يجوز بيعه بدر اہم ثم يشتري بہا ما ذکر ^۲ ۔	قوله وہ چیز جس کے عین سے نفع حاصل کرے اس کا ظاہر یہ ہے کہ کھال کو در اہم کے عوض فروخت کر کے پھر در اہم کے ساتھ کوئی چیز خریدنا جن کو ذکر کیا۔ جائز نہیں۔ (ت)
--	--

ردالمحتار میں ہے:

ويفيدہ ما نذکرہ عن البدائع ^۳ ۔	اس کا فائدہ دے گا جو ہم بدائع کے حوالہ سے ذکر کریں گے۔ (ت)
---	--

(۴) یوں ہی اپنے لئے کسی ایسی چیز سے بیچیں جو خرچ ہو کر کام میں آتی ہے۔ جیسے کھانے پینے کی چیزیں، یہ ناجائز ہے۔ اور ان کی قیمت تصدق کرنی ہوگی، در مختار میں بعد عبارت مذکورہ ہے:

لا بستمہلك كخل ولحم ونحوہ كدر اہم فان بيع اللحم او الجلد به ای بستمہلك او بدر اہم تصدق بثمانہ ^۴ ۔	ہلاک ہونے والی چیز کے عوض نہیں جیسے سرکہ گوشت وغیرہ مثلاً در اہم، تو اگر گوشت یا کھال کو ایسی ہلاک ہونے والی چیز یا در اہم کے عوض فروخت کیا تو اس کی قیمت صدقہ کرے۔ (ت)
--	---

(۵) اسے باقی رکھ کر یا باقی رہنے والی چیز سے بدل کر اسے پر نہیں دے سکتا مثلاً کھال کی مٹک بنائی یا اس سے کوئی برتن خریدا، اور اس مٹک یا برتن کو کرایہ پر دیا یہ ناجائز ہے۔ اس کرائے کو تصدق کرنا ہوگا۔ در مختار میں ہے:

^۱ ردالمحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۹/۵

^۲ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الاضحیۃ دار المعرفۃ بیروت ۱۲۲/۳

^۳ ردالمحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۱/۵

^۴ در مختار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتہدی دہلی ۲۳۴/۲

لا یوجرہا فان فعل تصدق بالاجرة ^۱ ۔	نہ اجرت پر دے اگر اجرت لی تو صدقہ کر دے (ت)
---	---

حاوی الفتاویٰ، فتاویٰ ظہیریہ، پھر در منقی پھر ردالمحتار میں ہے:

لو عمل الجلد جراباً وأجرة لم یجز. وعلیہ التصدق بالاجرة ^۲ ۔	اگر کھال تھیلا بنایا اور اجرت پر دیا تو اجرت کو صدقہ کرے۔ اجرت لینا جائز نہیں۔ (ت)
---	--

(۶) اپنے اوپر کسی آتے ہوئے کے بدلے میں، مثلاً نوکر کی تنخواہ یا کسی کام کی اجرت میں نہیں دے سکتے فانہ ایضاً فی معنی البیع للتمول (کیونکہ یہ بھی تمول کے معنی میں ہے۔ ت) در مختار میں ہے:

لا یعطى اجر الجزار منها لانه کبیع ^۳ ۔	قصاب کو اجرت میں نہ دے کیونکہ یہ بیع کی طرح ہے۔ (ت)
--	---

کفایہ، پھر ردالمحتار میں ہے:

لان کلامنها معاوضة لانه انما یعطى الجزار بمقابلة جزرة. والبیع مکروه فکذا مافی معناه ^۴ ۔	کیونکہ یہ دونوں معاوضہ ہیں کیونکہ قصاب کو اس کی مزدوری کے عوض دے گا اور بیع مکروہ ہے تو اس کا ہم معنی بھی مکروہ ہے۔ (ت)
--	---

(۷) یونہی اپنی زکوٰۃ کی نیت سے فقیر کو نہیں دے سکتے لانه ایضاً معنی البیع بالدر اہم (کیونکہ یہ بھی در اہم کے بدلے میں بیع کے معنی میں ہے۔ ت) اور اگر دیں گے تو فقیر اس کا مالک ہو جائیگا اور زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، قنیہ پھر شرح نقیہ قسمتانی پھر ابن عابدین علی الدر میں ہے:

اذا دفع اللحم الی فقیر بنیة الزکوٰۃ لا یحسب عنہا فی ظاہر الروایة ^۵ ۔	جب فقیر کو زکوٰۃ کی نیت سے گوشت دے تو ظاہر الروایہ میں زکوٰۃ نہ ہوگی۔ (ت)
---	---

(۸) فقراء کو دینے کی نیت سے داموں کو بھی بیچ سکتے ہیں کہ یہ اپنے لئے تمول نہیں، تبیین الحقائق پھر عالمگیریہ میں ہے:

^۱ در مختار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتہبائی دہلی ۲/۲۳۴

^۲ ردالمحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۹

^۳ در مختار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتہبائی دہلی ۲/۲۳۴

^۴ ردالمحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۹

^۵ ردالمحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۹

<p>در اہم کے عوض اپنے یا اپنے عیال پر خرچ کرنے کے لئے فروخت نہ کرے اگر در اہم کے عوض فروخت کیا در اہم کو صدقہ کرنے کے لئے تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ (ت)</p>	<p>لا یبیعہ بالدر اہم لینفق الدار ہم علی نفسہ و عیالہ. ولو باعہا بالدر اہم لیتصدق بہا جاز لانہ قربۃ کالتصدق^۱۔</p>
---	--

(۹) غنی کو بہہ کر سکتے ہیں کہ وہ اپنا تمول نہیں۔ پھر اس غنی کو اختیار ہے چاہے داموں کو بیچ کر اپنے خرچ میں لائے چاہے کسی کی اجرت یا تنخواہ میں دے چاہے اپنی زکوٰۃ میں دے اور اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی کہ اب حکم اضحیہ منقطع ہو گیا، وہ اس کی ملک ہے جو چاہے کرے۔

<p>حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ یہ ہے کہ اس کے لئے صدقہ اور ہمارے لے ہدیہ ہے۔ (ت)</p>	<p>لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو لها صدقۃ ولنا ہدیۃ^۲۔</p>
---	---

قتیہ پھر جامع الرموز پھر رد المحتار میں بعبارت مذکورہ ہے۔

<p>لیکن اگر غنی کو دیا اور غنی نے اپنی زکوٰۃ میں دیا تو زکوٰۃ شمار ہوگی، یعنی موبہوب لہ اپنی زکوٰۃ کی نیت سے دے تو جائز ہے۔ (ت)</p>	<p>لکن اذا دفع لغنی ثم دفع الیہ بنیتہا یحسب^۳ اہای دفع الموبہوب لہ بنیۃ الزکوٰۃ جاز واجزا۔</p>
---	--

(۱۰) مسجد میں دے سکتے ہیں:

<p>حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی بنا پر کہ اجر کماؤ، اس کو ابوداؤد نے حضرت نبشہ ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)</p>	<p>لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وائتجر و^۴ رواہ ابو داؤد عن نبشہ الہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔</p>
--	---

پھر مستمان مسجد کو اختیار ہے کہ اسے بیچ کر جس کام میں چاہیں لائیں اگرچہ امام یا مؤذن یا فراش کی تنخواہ میں۔

<p>کیونکہ مسجد کی ملک ہو گئی جس طرح غنی والا مذکور مسئلہ تو قربانی کا حکم ختم ہو گیا۔ (ت)</p>	<p>لان صار ملک المسجد کمسأله الغنی المذکور فانقطع حکم الاضحیۃ۔</p>
---	--

^۱ تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ ۶/ ۹ و فتاویٰ ہندیہ کتاب الاضحیۃ الباب السادس ۵/ ۳۰۱

^۲ صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقات علی مولیٰ ازواج النبی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۰۲/۱

^۳ رد المحتار باب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۰۹

^۴ سنن ابی داؤد کتاب الاضحیۃ باب حبس الاضحیٰ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳

واقعات امام حسام الدین پھر فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

<p>ہبہ کے طور تملیک کی صحت مسجد کے لئے ممکن ہے اور اس طریقہ سے مسجد کی ملک ثابت کرنا صحیح ہے تو ہبہ قبضہ سے تام ہو جائیگا (ت)</p>	<p>و یسکن تصحیحہ تملیکا بالہبۃ للمسجد اثبات الملك للمسجد علی هذا الوجه صحیح فیتم بالقبض 1-</p>
---	--

فتاویٰ عثمانیہ پھر عالمگیریہ میں ہے:

<p>جب منتظم کو سوئپ دیا تو تملیک کا طریقہ صحیح ہو گیا۔ (ت)</p>	<p>یصح بطریق التملیک اذا سلمہ للقیم²۔</p>
--	--

(۱۱) یونہی ہر قربت کے کام میں صرف کر سکتے ہیں جیسے مدرسہ دینیہ کی اعانت۔

<p>حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کہ "ثواب کماؤ" کے اطلاق کی بناء پر۔ (ت)</p>	<p>لا طلاق عبوم قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ائتنجروا³۔</p>
---	--

امام زیلی سے گزرا: لانہ قربۃ کا تصدق⁴ (کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت)

(۱۲) اس کا قربت مثل مسجد یا مدرسہ دینیہ یا تعلیم یتیموں میں صرف کرنے کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ خود اس نیت سے بیچ کر اس کا خیر میں صرف کرنے والوں کو دے دیں۔

<p>حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کہ "عمل صرف نیت سے اور ہر ایک کو اس کی نیت کے مطابق ملا، اور امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان کردہ گزرا کہ اپنے اور اپنی عیال کے لئے دراہم کے عوض فروخت میں فقراء کے لئے فروخت میں فرق ہے۔ (ت)</p>	<p>لقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لكل امری مانوی⁵۔ وتقدم فرق الامام فخر الدین بین ما اذا باع بالدارهم لینفقها علی نفسه و عیالہ و ما اذا باعها لاجل الفقراء۔</p>
--	--

جب یہ احکام معلوم ہوئے، بعونہ تعالیٰ سوال کی چاروں صورتوں کا حکم واضح ہو گیا۔

¹ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الوقعات الحسامیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۳۶۰

² فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الفتاویٰ العتابیۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۳۶۰

³ سنن ابن داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۳۱

⁴ تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطعۃ الکتبوی الامیریہ بولاق مصر ۶/۹۱

⁵ صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱

(۱) مدرسہ دینی میں نہ دیں کہ وہ قربت نہیں، اور مدرسان مدرسہ دینی اگر اس کے نوکر ہیں جن کی تنخواہ اس پر واجب ہوتی ہے اس میں نہیں دے سکتا کہ یہ اس پر آتا ہے ورنہ مہتمم مدرسہ کو دے دے وہ تنخواہ میں دے، یا جس کا دینی مدرسہ دینیہ میں چاہے صرف کرے۔

(۲) مدرسہ دینیہ کی عمارت میں خرچ کر سکتا ہے کہ قربت ہے۔

(۳) لا الہ الا اللہ سود حرام قطعی ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ سود کھانا ستر بار اپنی ماں سے زنا کرنے سے بدتر ہے^۱۔ ہاں جو عمارت کا خیر مثل تعلیم القرآن علم دین کے لئے وقف کریں کہ اس کے کرایہ سے وہ کار خیر جاری ہو، اس کی تعمیر میں صرف کر سکتا ہے۔

(۴) اسے کتابوں سے بدل کر طلبہ کو دے سکتے ہیں اگرچہ وہ طلبہ غنی ہوں کہ کتاب باقی رہ کر کام آتی ہے۔ اور ایسی چیز کے عوض اپنے لئے بیچنا جائز ہے۔ طلبہ کے لئے بدرجہ اولیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۰: مرسلہ حافظ محمود حسین صاحب مدرس تلمیذ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ہفتم ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیمت پوست قربانی کو تنخواہ میں دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتو جوا

الجواب:

جو مدرسہ تعلیم علوم دینیہ کے لئے چندہ سے مقرر ہوا اس میں قربانی کی کھال خواہ بیچ کر اس کی قیمت بھیجنا کہ مصارف مدرسہ مثل تنخواہ مدرسین و خوراک طلباء وغیرہ میں صرف کی جائے۔ مذہب صحیح پر جائز ہے کہ ایسے مدارس اعانت قربت ہے۔ اور قربات میں صرف کرنے کے لئے گوشت پوست قربانی بیچنے کو مطلقاً اجازت ہے۔

ہندیہ میں ہے کہ اپنے اور اپنے عیال پر دراہم خرچ کرنے کے لئے فروخت نہ کرے اور گوشت بمنزلہ کھال ہے صحیح قول میں اور دراہم فقیر کو صدقہ کرنے کی غرض سے فروخت کیا تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے یوں تبیین

فی الہندیۃ لایبیعہ بالدرہم لینفق الدرہم علی نفسہ و عیالہ واللحم بمنزلۃ الجلد فی الصحیح ولو باعہا بالدرہم لیتصدق بہا جاز لانہ قربۃ کالتصدق کذا فی التبیین

^۱ شعب الایمان حدیث ۵۵۲۰ دار الفکر بیروت ۱۴/ ۳۹۳

وہكذا في الهداية والكافي ^۱ اہ ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ ہدایہ اور کافی میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت) اعلم۔

مسئلہ ۲۸۱: از بنارس محلہ کنڈی گڈ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفا خانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۲۵ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مال زکوٰۃ چرم قربانی سے اعانت مدرسہ کی کی جائے یا نہیں۔ مصارف مدرسہ میں تنخواہ مدرسین کے لئے اور وہ اپنی اجرت لیتا ہے۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ اجرت میں مال زکوٰۃ یا چرم قربانی دینا جائز نہیں؟

الجواب:

زکوٰۃ میں تملیک بلا عوض بہ نیت زکوٰۃ درکار ہے۔ بے اس کے اور وجہ تقرب مثل مسجد و مدرسہ و تکفین موتی وغیرہا میں اس کا صرف کافی نہیں، ہاں مثلاً جو طلبہ علم مصرف ہوں، انھیں نقد یا کپڑے یا کتابیں بروجہ مذکور دے کر اعانت مدرسہ ممکن کیا بیظہر من الدر وغیرہ (جیسا کہ دروغیرہ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ت) چرم قربانی میں تصدق بمعنی مسطور اصلاً ضرور نہیں۔ منک متوسط میں ہے: لا یجب التصدق بہ^۲ (اس کا صدقہ نہیں۔ ت) مسلک منتسب میں ہے: لا بکله ولا ببعضہ^۳ (نہ کل نہ بعض۔) مطلق قرب روا ہے حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

واتتجروا ^۴ رواہ ابو داؤد عن نبشۃ الہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	ثواب میں خرچ کرو، اس کو ابو داؤد نے نبشہ ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)
--	---

امام زیلعی نے شرح کنز میں فرمایا: لانه قربۃ کالتصدق^۵ (کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ مدارس دینیہ بھی وجہ قربت و امتحار سے ہیں اور وہ تنخواہ حق مدرس میں اجرت ہونا حق

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الاضحیۃ الباب السادس نورانی مکتب خانہ پشاور ۵/ ۳۰۱

^۲ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط مع ارشاد الساری باب الهدایہ دار الکتب العربی بیروت ص ۳۱۲

^۳ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط مع ارشاد الساری باب الهدایہ دار الکتب العربی بیروت ص ۳۱۲

^۴ سنن ابن داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳

^۵ تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبوعۃ الکنز الامیریۃ بولاق مصر ۶/ ۹

معطی الاعانتہ علم الدین میں قربت ہونے کی منافی نہیں، جیسے سقائے سقایہ و موزن مسجد کی اُجرت

وقد فصلنا القول فيها فتاوانا في المسئلة رسالة كافلة كافية سميتها "الصفافية الموحية لحكم جلود الاضحية" والله تعالى اعلم۔	اس کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ کافلہ کافیہ جس کا نام ہم نے "الصفافية الموحية لحكم جلود الاضحية" رکھا، میں بیان کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	--

مسئلہ ۲۸۲: از طالب پور ضلع مرشد آباد کو ٹھی راجہ صاحب مرسلہ محمد جان صاحب محمد ۱۶ رمضان مبارک

چہ سے فرمائید علمائے شریعت غرا اندریں مسئلہ کہ اگر چرم اضاحی بمتولیاں مدارس دینیہ تملیک دادہ شود وایشاں بصواہد خود یا بشارة استشارہ دہندگال چرم او را در ضروریات مدرسہ صرف نمائند سمتے از جواز واردیانه؟ بینواتوجروا	روشن شریعت کے علماء کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں اگر چرم قربانی مدارس کے متولیوں کو تملیک کر دی جائیں اور وہ اپنی صوابدیدہ پر یا دینے والوں کے مشورہ سے مدرسہ کی ضروریات میں صرف کریں تو جواز کی صورت ہے یا نہیں؟ بیان کروا جریاؤ۔ (ت)
---	---

الجواب:

در جواز بعد اراقہ دم و اقامت قربت صورت مذکورہ جائے نخن نیست، متولیان اگر فقراء باشند این تملیک تصدق باشد ورنہ ہدیہ، و ہچک از بینا در اجزائے اضحیہ ممنوع نیست، فی النقایہ و شرحها للبرجندی یہب من یشاء علی سبیل التملیک فقیرا او غنیاً ^۱ آنچه کہ ممنوع و مکروہ است بیج بروجہ تمول ست لحدیث من باع اضحیتہ فلا	قربانی کے خون بہا دینے اور قربت قائم کر دینے کے بعد مذکورہ صورت کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ متولی حضرات اگر خود فقیر ہوں تو ان پر صدقہ ہوگا ورنہ ہدیہ ہوگا، ان میں سے کوئی بھی قربانی کے اجزاء میں ممنوع نہیں ہے۔ نقایہ اور اس کی شرح برجندی میں ہے جس کو چاہے دے کر مالک بنا کر فقیر کو خواہ غنی کو اور منع صرف تمول کے طور پر فروخت کرنا ہے اس حدیث کی بناء پر کہ جس نے قربانی کی کھال فروخت کی اس کی
---	--

^۱ شرح النقایہ للبرجندی کتاب الاضحیۃ منشی نوکسور لکھنؤ ۳/ ۱۹۹

قربانی نہیں، اس کو حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انھوں نے بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہدیہ فروخت کی قسم نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ قربانی کے گوشت میں بھی یہ معنی موجود ہے جبکہ کھال اس سے اہم نہیں ہے بالاتفاق، اور ہدایہ، کافی اور تبیین وغیرہا میں ہے کہ گوشت کھال کے حکم میں ہے صحیح قول میں، پھر جب کھال قربانی دینے والے کی طرف سے متولی کی ملک کردی گئی تو قربانی کا حکم تام ہو گیا، متولی حضرات کو اب ہر طرح اس میں تصرف کا اختیار ہے۔ ممانعت ہونے اور اجازت پائے جانے کی وجہ سے، اور یہ اس طرح کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد اس گوشت کے متعلق جو حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو صدقہ ملا کہ وہ اس پر صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے اس حدیث کو بخاری نے حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے، اسی سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ اگر قربانی کا گوشت فقیر کو زکوٰۃ میں دے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور اگر غنی کو ہدیہ کے طور پر دے اور اس نے وہ زکوٰۃ میں دے دیا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی کیونکہ غنی کو ہدیہ دینے سے قربانی کا حکم تام ہو گیا اور اب غنی کے لئے یہ مملوک

اضحیۃ له^۱ رواه الحاکم فی المستدرک و البیہقی فی السنن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و بیداست کہ ہدیہ از بیع چیزے بناشد۔ بالجملہ اس بنی خود در لحم اضحیہ رواست۔ و جلد بالاتر از نیست، بالاتفاق، و فی الہدایۃ و کافی و التبیین وغیرہا اللحم بمنزلۃ الجلد فی الصحیح^۲۔ باز آں گاہ کہ جلد بتملیک مضی در ملک متولی آمد، حکم اضحیہ منتهی شد، متولیاں راہرگونہ تصرف درو روا باشد لحصول المطلق و انتہاء الحاجز۔ و ذلک قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی اللحم المتصدق بہ علی بریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہولہا صدقۃ و لنا ہدیۃ^۳ رواہ البخاری عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ازیں جاست کہ اگر کسے لحم اضحیہ خودش بہ نیت زکوٰۃ بر فقیر تصدق کند زکوٰۃ ادا نشود، و اگر بغنی ہدیہ داد او از زکوٰۃ خویش بدست فقیرے نہاد زکوٰۃ ادا شود، زیرا کہ حکم اضحیہ باں ہدیہ پایاں رسید، حالا اس چیزے

^۱ المستدرک کتاب التفسیر دار الفکر بیروت ۲/۳۹۰

^۲ الہدایۃ کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/۳۳۸

^۳ صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی موالی ازواج النبی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۰۲/۱

قرار پائی، ردالمحتار میں ہے جب قربانی کا گوشت فقیر کو زکوٰۃ کی نیت سے دیا تو ظاہر الروایۃ میں زکوٰۃ میں شمار نہ ہوگا، لیکن جب غنی کو دیا اور غنی نے فقیر کو اپنی زکوٰۃ میں دیا تو غنی کی زکوٰۃ ادا ہوگی۔ اگر قربانی کی کھال کو قربت کے علاوہ بھی صرف کریں تو کوئی مانع نہیں ہے کیونکہ قربانی والا تمول نہیں بناتا اور تمول والے نے قربانی نہ بنائی مثلاً جب فقیر پر صدقہ کیا اور فقیر نے درانہم کے عوض فروخت کر دی تو یہاں کھال قربت میں صرف ہوئی جبکہ قربت خود احکام قربانی سے ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی بناء پر کہ "ثواب کماؤ" اس کو ابوداؤد نے حضرت نبشۃ الہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور اس فقیر نے اپنے فتاویٰ میں بقدر کفایت اور رسالہ "الصافیۃ الموحیہ لحکم جلود الاضحیۃ" میں انتہائی بیان کر دیا ہے کہ اگر قربانی والا خود بلا واسطہ تملیک دوسرے کو خود صرف کر لے تو کوئی حرج نہیں تو یہ صورت بطریق اولیٰ جائز ہوگی، جیسا کہ صاحب فہم پر مخفی نہیں ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (ت)

ست از آن آن غنی در رنگ سائر مملوکات او کہ بانکہ ہر چہ خواہد کند، فی ردالمحتار اذا دفع الحم الی فقیر بنیۃ الزکوٰۃ لا یحسب عنہا فی ظاہر الروایۃ لکن اذا دفع لغنی ثم دفعه الیہ بینتہا یحسب^۱، پس اگر ایشان در غیر صور قرب استتلاک کردندے۔ ہیج مانع نبودے کہ آنکہ تمول کرد مضحی نبود، و آنکہ مضحی بود تمول نہ کرد، کما اذا تصدق بہ علی فقیر فباعہ بدرانہم لتفقہ، این جاکہ صرف ہم بامور قربت ست، و قربت خود یکے از مصارف اضحیہ است لقلولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اتتجر و رواہ ابو داؤد^۲ عن نبشۃ الہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ومن فقیر در فتاویٰ خود بقدر کفایت، در رسالہ "الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ" (۱۳۰۷ھ) بمالامزید علیہ تحقیق نمودہ کہ اگر مضحی بخودی خود بے تحلل تملیک بدیگرے جلد اضاحی را بمجموع امور قربت صرف نماید مخذورے نیاید، لاجرم این صورت اولیٰ بجواز ست کما لا یخفی علی اولیٰ النهی، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۳: از سہرام ضلع مرسلہ حکیم سراج الدین احمد صاحب ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ
قیمت کھال قربانی جو پہلے سے بیوہ و بیس، یتیم و بے بس۔ مساکین سکناے جار و اقربائے دیار پر تقسیم ہوتی، و مساجد کے فرش، جانماز، روشنی، ڈول، رسی، و جھاڑو وغیرہ کے مصارف میں صرف

^۱ ردالمحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۹/۵

^۲ سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۳

ہوا کرتی تھی جس کو اہالیانِ مدرسہ ناجائز مشہر کر کے اب مسلم کھال یا کل قیمت باغوائے اہلیانِ مدرسہ باغوائے بیان و اعظین داخل مدرسہ جاتی ہے۔ اور مسکینانِ محروم رہتے ہیں، ستم ہے یا نہیں؟ اور اہلیانِ و متممان مدرسہ کو اس رقم کا لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

چرم قربانی کے بارے میں یہ ہے کہ اسے بغیر بیع اپنے کسی صرف میں لائے تو لاسکتا ہے۔ مثلاً کتابوں کی جلدیں بنائے یا مشک، ڈول بنوائے، اور ایسے کاموں کے لئے کسی غنی کو ہدیہ بھی دے سکتا ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ اسے صارفِ خیر میں کرے۔ مثلاً یتامیٰ و بیوگاں و مساکین کو دیں یا مساجد کے مصارف مستحبہ میں صرف کرنا یا سنی مدارس دینیہ میں امدادِ علم دین کے لئے دینا، یہ سب صورتیں جائز ہیں لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلو اواذخروا وائتجروا¹ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی بناء پر کہ کھاؤ، ذخیرہ بناؤ اور ثواب کمات) ان میں سے جن میں زیادہ مناسب اور حاجت و وقت کے ملائم جانے صرف کرے، کسی صورت کو ظلم نہیں کہہ سکتے، ہاں یتیموں اور بیواؤں اور مسکینوں کی دینا جو ناجائز بتائے وہ ظلم کرتا ہے کہ یہ اس کا شریعتِ مطہرہ پر افتراء ہے۔ یونہی اگر کچھ لوگ اپنے یہاں کی کھالیں حاجتمند یتیموں، بیواؤں، مسکینوں کو دینا چاہیں کہ ان کی صورت حاجت روائی بھی ہو، اسے کوئی واعظ یا مدرسہ والا روک کر مدرسہ کے لئے لے لے تو یہ اس کا ظلم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۴: اذیقعدہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک غریب شخص کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی، وہ اس قابل نہیں ہے کہ عقیقہ کرے ساتھ قربانی کے، مگر بسبب سنت ادا ہونے کے اس کو کسی شخص نے کچھ عطیہ کیا تھا اس کو فروخت کر کے اس نے قربانی کی، اور اس کے پاس کسی طرح کا مقدور نہیں ہے۔ اور اس قربانی کی کال کے دام اپنے خرچ میں لانا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا اتوجروا

الجواب:

عقیقہ کے احکام مثل اضحیہ ہیں۔ اس سے بھی مثل اضحیہ تقرب الی اللہ عزوجل مقصود ہوتا ہے اور جو چیز تقرب کے لئے رکھی گئی وہ تمول یعنی اپنا مال بنانے سے محفوظ رکھنا چاہئے۔ کھال بھی جانور کا جز ہے۔ تو داموں کو بیچ کر اپنے صرف میں لایا جیسا کہ اضحیہ میں ناجائز ہے۔ یہاں بھی ضرور نامناسب ہونا چاہئے۔

¹ سنن ابی داؤد کتاب الضحایا آفتاب عالم پریس لاہور ۳۳/۲

کہ رجوع عن التقریب نہ ہو، ہاں اس سے کتاب کی جلد، یا مشک، ڈول بنا کر اسے اپنے صرف میں لاسکتا ہے یا اسے کسی محتاج کو دے دے، پھر اس سے خفیف قیمت کو اس کی مرضی سے خرید کر دوسرے کے ہاتھ پوری قیمت کو بیچے، ہذا ماظہر لی (یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۵: از تلمس، محلہ ہندو پٹی ضلع شہا جہانپور مرسلہ مولانا مولوی ضیاء الدین صاحب مدظلہ ۲۵ / رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیمت جلد قربانی یا عقیقہ، براہ است مسجد یا مدرسہ دینیہ میں صرف کی جاسکتی ہے۔ یا تملیک مسکین کی ضرورت واقع ہوگی، بینوا بالدلیل و توجروا بالاجرا الجزیل (دلیل کے ساتھ بیان کرو اور کثیر اجر پاؤ۔ ت)

الجواب:

ہاں جلد، براہ راست صرف کی جاسکتی ہے۔

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وائتجروا ¹ .	رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نے فرمایا: اجر و ثواب حاصل کرو۔ (ت)
--	--

اور اگر مسجد و مدرسہ میں دینے کے لئے داموں کو فروخت کی تو دام بھی براہ راست صرف کئے جاسکتے ہیں، تبیین الحقائق میں ہے: لانه قربة كالتصدق² (کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت) ان صورتوں میں تملیک مسکین ضروری جانا شرع مطہر میں زیادت کرنا ہے جس پر کوئی دلیل نہیں، تو اپنی طرف سے ایجاد ایجاب ہوا، "مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ"³ (اللہ تعالیٰ نے اس پر کوئی دلیل نہ فرمائی۔ ت) ہاں اپنے خرچ میں لانے کے لئے داموں کو بیچے تو اس کی سبیل تصدق ہے کہ ملک خبیث ہے، براہ راست مدرسہ و مسجد میں نہ دے، فان الله طيب لا يقبل الا الطيب⁴ (بیشک اللہ تعالیٰ طیب ہے اور صرف طیب کو قبول فرماتا ہے۔ ت) اس سوال کا جواب پہلے فتویٰ میں نظر نہ آنا عجیب نظر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۳۳/۲

² تبیین الحقائق کتاب الاضحیة المطبعة الکبیری الامیریہ بولاق مصر ۹/۶

³ القرآن الکریم ۲۳/۵۳

⁴ مسند امام احمد بن حنبل عن ابی بیریة رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳۲۸/۲

مسئلہ ۲۸۶: از کانپور مرسلہ مولوی سلیمان صاحب

قربانی کے چمڑا کاروپہ مسکینوں کو نہ دے بلکہ اس روپیہ سے فوائد عوام کے واسطے کتب خانہ میں قرآن شریف و کتب عربیہ و فارسیہ و انگریزی و بنگلہ وغیرہ خرید کر کے رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

جائز ہے جبکہ وہ دینی کتابیں ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۷: از بارہ بنکی مسئلہ ریاض حسین ناظم انجمن نور الاسلام ۱۶ صفر ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھال کی قیمت ایک ایسی انجمن میں جس کے اغراض و مقاصد دستور العمل منسلک سے واضح رائے عالی ہونگے، صرف ہو سکتی ہے؟

الجواب:

مقاصد کے عام الفاظ ہمیشہ دل خوش کن ہوتے ہیں، اعتبار واقع کا ہے۔ اگر یہ انجمن حقیقہ اہلسنت کی ہے۔ جن کے عقائد و ہدایت و دیوبندیت وغیرہما ضلالت سے پاک ہیں، اور بچوں کو اسی مذہب حق کے مطابق تعلیم ہوتی ہے۔ تو بیشک چرم قربانی اس میں صرف کرنے کو دیا جاسکتا ہے۔ اور اس کے مصارف کے لئے بچ کر قیمت بھی اس میں دی جاسکتی ہے۔ تبیین الحقائق امام زلیحی میں ہے: لانہ قربۃ کالتصدق^۱ (کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۸: از پٹنہ سٹی اشرف منزل مرسلہ سید محمد فرید الدین صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے شہر پٹنہ میں ایک انجمن جس کا نام حفظ المساجد ہے قائم ہوئی ہے۔ اس کا مقصد محض مرمت و مساجد و تعمیر منہدم مسجدوں کی ہے۔ اس انجمن میں تمامی امراء و غرباء علی قدر مراتب داسے در سے امداد کرتے ہیں، اب یہ انجمن چاہتی ہے کہ چرم قربانی عید الاضحیٰ بھی اس کی مدد میں شامل کیا جائے اگر چرم قربانی عید الاضحیٰ یا قیمت چرم اس انجمن میں دیا جائے تو جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا تو جو روا

الجواب:

جائز ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واثتجروا^۲ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اجر و ثواب حاصل کرو۔ (ت)

^۱ تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبوعۃ الکبزی الامیریۃ بولاق مصر ۹/۶

^۲ سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضحیٰ آفتاب عالم پریس لاہور ۳۳/۱۲

زیلعی و عالمگیری میں ہے: لانہ قربۃ کالتصدق^۱ (کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔
 مسئلہ ۲۸۹: از قصبہ کٹرہ تحصیل تلہر ضلع شاہجہانپور محلہ مڑھی مرسلہ عبدالغفار خاں ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں نے اگلے سال گائے قربانی کی تھی، اس کی کھال فروخت کر کے اور وہ روپیہ میں
 نے خدا کی راہ میں اس طرح پر خیرات کیا کہ کھانا پکایا اور بھوکوں کو تقسیم کیا، اور مجھ کو محرم میں چھٹی ملی، اور ادھر ادھر نہیں
 ملی، تو مجھ سے دو چار لوگوں نے کہا یہ بیکار خرچ کیا، اس کا عذاب تا قیامت تجھ کو ہوگا، اس واسطے کہ تم نے محرم میں اماموں کو
 خیرات دی، تم کو چاہئے کہ مسجد یا اسلامیہ مدرسہ میں فرش دے دو۔ یا یہاں ایک فقیر صاحب ایک پیر کا عرس کرتے ہیں
 ان کو دیا ہوتا۔ تو تم کو تا قیامت ثواب ہوتا، ورنہ تم عذاب میں داخل ہو گئے، یا حضرات کو بھیجو دے ہوئے تو ثواب ہوتا۔
 جناب! یہاں اسلامیہ مدرسہ میں سرکاری انتظام ہے۔ اور مسجد میں بھی بہت فرش تھے اس وجہ سے بھوکوں کو کھلایا میں نے
 اچھا سمجھ کر، اور آپ کا حال نہیں معلوم تھا کہ جناب کو کٹرہ والے روپیہ روانہ کر دیا کرتے ہیں، خیر مجھ سے خطا ہوئی، اب جو
 حضرت ارشاد فرمائیں وہ فریہ کرے یا تو اگلے سال کا خرچہ دے یا اس سال کا بھی ویسے ہی خرچ کر دے، مجھ کو محرم میں چھٹی
 ہوگی، بینوا تو جروا۔ (ندویہ مدرسہ نسواں اسلامیہ کٹرہ)

الجواب:

آپ نے بہت اچھا کیا کہ مساکین کو کھانا کھلایا، یہ بہت بڑے ثواب کی بات ہے نہ کہ عذاب کی ان لوگوں کا کہنا محض غلط ہے۔
 خیرات مولیٰ تعالیٰ کے نام پر ہوتی ہے۔ اور اس کا ثواب اماموں کی ارواح پاک کو پہنچا سکتے ہیں، اور وہ ان پر تصدق نہیں بلکہ ان
 کی نذر ہے۔ یہ فقیر بفضلہ تعالیٰ غنی ہے اموال خیرات نہیں لے سکتا، ہاں یہ دوسری بات ہے کہ احباب اچھے مصارف میں
 صرف کرنے کے لئے زکوٰۃ و صدقات کے اموال بھی بھیجتے ہیں کہ اپنی رائے سے مصارف خیر میں صرف کرو۔ اور وہ بفضلہ
 تعالیٰ صرف کردے جاتے ہیں، زکوٰۃ اس کی جگہ اور دیگر صدقات ان کی جگہ، یوں یہ فقیر بھی ان احباب کا شریک ثواب ہو
 جاتا ہے کہ صدقہ اگر سو ہاتھوں پر نکلے گا سب کو ثواب ملے گا، ایک روٹی کا ٹکڑا کہ زید کے مال سے پکا، اور زید کی بی بی نے خادمہ
 کے ہاتھ دروازہ کے سائل کو بھیجا، تو زید جس کا مال ہے۔ اور بی بی جس نے بھیجا اور خادمہ جس نے جا کر فقیر کو دیا تینوں یکساں
 شریک ثواب ہے۔ اور مولیٰ تعالیٰ کا فضل

^۱ تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبوعۃ الکتبوی بولاق مصر ۶/ ۹، فتاویٰ ہندیۃ کتاب الاضحیۃ الباب السادس نورانی مکتب خانہ پشاور ۵/ ۳۰۱

بہت بڑا ہے۔ وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سلطان روم کے ساتھ اور غیر قوم ملکی جو لڑ رہا ہے۔ یہ اظہر من الشمس ہے اور اس س لڑائی کے خرچہ کے بابت اس دیار کے بڑے بڑے آدمی مل کر مجلس کر رہا ہے۔ کہ اس سال قربانی کا چمڑا کی قیمت جتنا ہوگا وہ سب وہاں بھیجنا ہوگا، اور وہاں بھیجنے سے ہم لوگوں کا ثواب بہت ہوگا اور جہاد کا رتبہ ملے گا، اور ہم لوگ جا کر سلطان کی لشکر کے ساتھ ہمراہ ہونے کا کچھ تو سرانجام نہیں رکھتا ہوں یہ ہم لوگوں کے واسطے بس ہے، بعد اس کے کہتے کہ اس دیار فقراء و غرباء لوگ یہ کہہ رہا ہے کہ اس برس سلطان کی جہت سے ہم لوگ سب کے سب شاید مارا جاوے گا، یہ سب آہ وزاری انھوں کا سن کے کوئی بیچارہ تھوڑا ہی کچھ علم رکھتا تھا، وہ اپنی زبان سے یہ کلام باہر کیا کہ یہ جو بڑے آدمی اور بعض دو عالم، سلطان کی خیر خواہی کے واسطے جو کمیٹی کیا ہے شاید یہ خیر خواہی نہ ہوگا بلکہ یہ بد خواہی ہوگا کیونکہ ہر سال جو یہاں کا فقراء و غرباء و مساکین لوگ یہ سب چمڑا کی قیمت اپنے دوزن و فرزند لے کر خوشی سے اوقات بسر کرینگے، اس سال وہ لوگ غم میں دو اوقات بسر کرتے ہیں، اور یہ سب رویہ اچھا نہیں ہے کیونکہ یہ فقیروں کا حق ہے۔ اور مجھ کو خوف ہے کہ میرے سلطان المعظم کو کچھ نقصان آجائے اب بڑے دو آدمیوں کو اور بڑے دو عالموں کو جنھوں نے یہ رواج کیا ہے۔ یہ سزاوار ہے۔ کہ گاؤں بگاؤں مجلس کر کے ہر ایک مسلمان سے دو عس طاقت کے مطابق کچھ چندہ وغیرہ مقرر کر کے سب کو ملا کر وہاں بھیجنے سے اولیٰ ہوگا، اور وہ مسکین لوگ اپنا حصہ پا کر اگر خوشی سے دیوے تو بھی بہتر ہوگا۔ جیسے کہ اور جگہ کے فقیر لوگ دے رہا ہے۔ اور یہ بھی بہتر ہوگا کہ اس موسم میں ہم لوگوں کو اپنے دو حصہ کے مطابق فقیروں کو اور غریبوں کو کچھ للہ دیویں، اور بواسطہ اس کے میرے سلطان مدظلہ العظیم کے لئے خدا عزوجل سے مدد چاہوں یہ بات ان بیچارے کا کوئی بڑے آدمی سنتے ہے۔ وہ بیچارے کو لعن طعن کر رہا ہے۔ احقر حضور سے یہ امید کرتا ہے کہ کون حق پر ہے اور اگر وہ آدمی ناحق پر ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

قربانی کا چمڑا کچھ خاص حق فقراء نہیں، ہر کار ثواب میں صرف ہو سکتا ہے۔ حدیث میں فرمایا: کلوا وادخروا واثتجروا¹ (کھاؤ، ذخیرہ کرو اور ثواب کمات) اور واقعی جہاں تک معلوم ہے۔

عہ: سوال میں جگہ جگہ دو کالفظ سائل کا تکیہ کلام ہے۔ ۱۲ عبد المنان۔

¹ سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۱۲ / ۳۳

مجاہدین کو اس وقت امداد کی بہت ضرورت ہے۔ اور اس دین کی بڑی منفعت ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اور اسی جگہ حکم ہے کہ وہی کام اختیار کریں جس کی حاجت شدید ہو، اور شک نہیں کہ وہاں کی حاجت شدید ہے۔ فقراء کی خبر گیری جہاں تک شرعاً ضروری ہے اہل مال پر لازم ہے وہ اگر نہ کریں ان کی بے سعادتگی ہے مگر یہ کھالیں جن میں شرع نے فقراء کا کوئی حق معین نہ فرمایا، یہ اگر نہ دی جائیں دوسرے کاراہم میں صرف کی جائیں تو اس پر ان کی ناراضی کی کوئی وجہ نہیں، نہ اس پر ان کا رزق موقوف ہے۔ نہ عام طور پر یہ کھالیں ان کو دی جاتی تھیں بلکہ مدارس کو دی جاتی تھیں اور شریعت میں ضرر عام کا لحاظ ضرر خاص سے زیادہ اہم ہے، یہاں تک کہ ضرر عام کے دفع کے لئے ضرر خاص کا تحمل کیا جاتا ہے کما فی الاشباہ والنظائر وغیرہ^۱ (جیسا کہا اشباہ والنظائر وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹۱: مسؤلہ عنایت بیگ نیجر کارخانہ گلاب کمپنی، سکندرہ راؤ، ضلع علی گڑھ، بروز شنبہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ناصران شرع متین کہ ہمارے قصبہ سکندرہ راؤ میں مدرسہ اسلامیہ ہے۔ اس میں قرآن شریف، اردو، انگریزی پڑھائی جاتی ہے۔ اس کی امداد کے لئے چرم قربانی دینا موجب ثواب ہے یا نہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس میں انگریزی کی تعلیم ہے اس لئے اس کی امداد ٹھیک نہیں ہے۔

الجواب:

مصرف قربانی میں تین باتیں حدیث میں ارشاد ہوئی ہیں کلو ا وادخروا وائتجروا^۲ کھاؤ اور ذخیرہ کرو اور ثواب کا کام کرو۔ انگریزی پڑھنا بیشک کوئی ثواب کی نہیں، اگر یہ احتیاط ہو سکے کہ اس کے دام صرف قرآن مجید و علم دین کی تعلیم میں صرف کئے جائیں تو دے سکتے ہیں ورنہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹۲: از شاہجہانپور تاجر خلیل افضل المدارس مرسلہ مولوی محمد الدین صاحب ۱/۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ تاج العلماء افضل الفضلاء حضرت! یہ استفتاء نہایت ضروری ہے مخالفین کا مقابلہ ہے۔ بہت جلد جواب سے مطلع فرمائے گا۔

^۱ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الخامسة ادارة القرآن کراچی ۱/۱۲۱

^۲ سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۳۳/۱۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، بعض جگہ دستور ہے چند گائے جمع کر لی گئیں، اور ان میں حصے مقرر کر دئے، اور مالک حصص سے کہہ دیا کہ یہ گائے تمہاری طرف سے کی جاتی ہے۔ اس شرط پر کہ یہ چرم فلاں مدرسہ میں دینا ہو گا فلاں کام میں صرف کرنا ہو گا اس قسم کے شرائط عندالشرع جائز ہیں یا ناجائز؟ بینواتوجروا

الجواب:

جبکہ کوئی شخص ان میں کسی معین گائے کا ایک حصہ یا چند حصص خریدے اور ان لوگوں کو اپنی طرف سے قربانی کرنے کی اجازت دے اور یہ شرط ٹھہرے کہ اس کی کھال مدرسہ دینیہ یا فلاں نیک کام میں صرف کرنا ہوگی تو یہ جائز ہے۔ اس میں حرج نہیں۔

یہ اگرچہ بیع بالشرط ہے لیکن اس شرط میں عاقدین اور معقود علیہ میں سے کسی کا نفع نہیں ہے معقود علیہ نفع کے استحقاق کا اہل نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

وهوان كان بيعاً بشرط فليس شرطاً فيه نفع احد المتعاقدين، او المعقود عليه الصالح للاستحقاق۔
والله تعالى اعلم۔



الصابیة الموحیة لحکم جلود الاضحیة^{۱۳۰۷ھ}

(چرمہائے قربانی کے حکم کی طرف اشارہ کرنیوالی صاف ستھری کتاب)

مسئلہ ۲۹۳:

خلاصہ "الصابیة الموحیة لحکم جلود الاضحیة"
 مسئلہ: علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ قربانی کی کھال کو راہِ ثواب میں خرچ کرنے کے لئے بیچنا جیسے مدارس اسلامیہ کی اعانت مسجد کے لئے چٹائی، روشنی وغیرہ کا ثواب جس میں کسی خاص فقیر کو مالک نہیں بناتے، جائز یا ناجائز؟ اور ایسا پیسہ ان مصارف میں صرف ہو سکتا ہے یا وہ صدقہ واجب ہے اور اس کا فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے۔ بینواتو جروا
 جواب: اللہ تعالیٰ کے لئے تعریف ہے اور ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں درود و سلام سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور ان کی آل و اصحاب پر،

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ما قولکم دام فضلکم فیمن باع جلد اضحیتہ لیصرف ثمنہ فی وجہ القرب کا عانة المدارس الاسلامیة و شراء حصر المساجد و زیت قنادیلہ و غیر ذلک من القربیات التي لا تمليک فیہا۔ فهل ہو جائز و الصرف الی تلك الوجوه سائغ امر لا۔ بل یكون صدقة واجبة لا یصرف الا فی مصارفها أفیدونا رحیم اللہ تعالیٰ۔
 الجواب: الحمد لله و به نستعين، و الصلوة والسلام علی سید المرسلین محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔ ما تقرب

جب تک لوگ خدا کے لئے قربانی کرتے رہیں، قربانی کی کھال کو تمول کی غرض سے نہ بیچا ہو بلکہ کارِ ثواب میں صرف کرنے کی غرض سے بیچا ہو، تو یہ بھی جائز ہے اور ان مصارف میں اس کا صرف کرنا بھی جائز ہے، اگرچہ وہاں فقیر کو مالک نہ بنایا گیا ہو، کیونکہ قربانی کا مقصد مطلق کارِ ثواب ہی ہے۔ فقیر کو مالک بنانا نہیں، اسی لئے قربانی کا گوشت وغیرہ مالدار کو دینا بھی جائز ہے۔

اصل میں قربانی کی کھال کی بیع اس وقت منع ہے جب اس کو اپنی ذات کے تمول کے لئے بیچا ہو، اسی کی علماء اعلام کے کلام میں تصریح ہے صاحب بدایہ فرماتے ہیں:

مسئلہ کے جزئیات: "قربانی کی کھال سے ایسی چیز نہ خریدے جس کو فائدہ کئے بغیر اس سے فائدہ نہ اٹھایا جاسکے جیسے سرکہ یا نعلہ سے بدلنا (کہ ان کو ختم کر کے ہی ان سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے) دراہم کے ساتھ بیع کرنے کی ممانعت کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس نے کارِ ثواب کی چیز کو اپنی ذات کے نفع اور مالداری کے لئے برتا۔"

مجمع الانہر شرح ملتقى الابحر میں ہے: "روپیہ کے بدلے بیچنا اس وقت منع ہے کبھی وہ روپیہ اپنے اور بال بچوں پر صرف کر کے کہ یہی "تصرف علی"

الى الله تعالى بالقربانين. نعم اذا باعه بالدراهم لالمال يتبول او ربح يتحصل. بل ليصرفه الى وجوه القرب. ومرضات الرب. جازله ذلك وان لم يوجد تمليك هنالك. فان المطلوب في الاضاحي مطلق التقرب دون خصوص التمليك من الفقير ولذا جازت الاباحة ولو لغنى۔

والمعنى المانع في البيع انما هو التصرف على قصد التبول كما نص عليه الاثمة الاعلام. قال في الهداية لا يشتري به مالا ينتفع به الا باستهلاكه كالخل والابازير اعتبارا بالبيع بالدراهم والمعنى فيه انه تصرف على قصد التبول¹ اھ۔

وفي مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر لا يبيعه بالدراهم لينفق الدراهم على نفسه وعياله والمعنى انه لا يتصرف على قصد التبول² اھ ومثله في البنایة شرح الهداية للعلامة البدر وغيره من اسفار العلماء، الغر،

¹ الهدایہ کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی کھنؤ ۱۴/۳۸

² مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۲۱

وجہ المتول" ہے "یہی بات بنایہ وغیرہ کتب کبار میں ہے۔ تو ثابت ہوا کہ کھال کی وہی بیع منع ہے جو اپنی ذات کے نفع کے لئے دراہم یا برتنے سے ختم ہو جانے والی چیز کے بدلے میں ہو اور یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ کار ثواب کے لئے بیچنے کا اس سے کچھ علاقہ نہیں، تو ایسی بیع ممنوع ہونے کی کیا وجہ ہے بلکہ یہ تو اسی مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے جس کے لئے قربانی ہوئی، تو اس کو بدرجہ اولیٰ جائز ہونا چاہئے۔

علامہ فخر الدین زبیلی اپنی شرح کنز میں فرماتے ہیں: "اگر کھال کو صدقہ کرنے کی نیت سے بیچا تو جائز ہے۔ کیونکہ یہ کار ثواب ہے۔ جیسے گوشت ہی صدقہ کر دیتا۔" امام زبیلی نے اپنے کلام میں بیع الدراہم کے جواز کی وجہ مطلقاً کار ثواب بتایا، بیع مسؤلہ بھی کار ثواب کے لئے ہی ہے، پھر اس کے ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہے۔ یہ بلاشبہ جائز ہے۔ ایسے پیسوں کا صدقہ واجب قرار دینا بالکل بے اصل بات ہے۔ جب خود قربانی کے گوشت اور کھال کا صدقہ کرنا واجب نہیں، تو اس کے دام کا صدقہ کس طرح واجب ہوگا، جبکہ صدقہ کو واجب کرنے والی کوئی نئی چیز پیدا بھی نہ ہوئی۔ ہاں وہ بیع بالدراہم جو اپنی ذات کے

وظاهر ان البيع للقرب ليس من التبول في شبيح فلا وجه لمنعه بل هو قربة لكونه فعل لا جل قربة، فيكون اقامة للمطلوب الشرعي لادخولا في الوجه المنهي، الاترى الى ما قال الامام العلامة فخر الدين الزبيلي في تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق لو باعها بالدراهم ليتصدق بها جاز لانه قربة كالصدق¹ اه فانما علل الجواز بكونه قربة، وما نحن فيه ايضا كذلك. فيكون مثله في حكم الجواز بكونه قربة، وما نحن فيه ايضا كذلك. فيكون مثله في حكم الجواز، وياليت شعري من اين يحكم بوجوب التصديق مع انه لم يكن معيناً في القربان راسا ولا حدث آخر ما يوجبه عينا بخلاف ما اذا باع بالدراهم لينفقها على نفسه وعياله حيث يجب التصديق لحدوث التبول المنهي عنه۔

اقول: والسرفى ذلك ما يستفاد من كلمات العلماء الكرام ان اصل القرية في الاضحية انما تقوم باراقة الدم لوجه الله

¹ تبیین الحقائق کتاب الاضحیہ المطبوعہ الکبیری الامیریہ بالاق مصر ۹/۶

انتفاع کے لئے ہو، وہ ضرور بیع منہ عنہ ہے۔ کہ اس بیع کا مقصد مال حاصل کرنا ہے۔ اور یہ شرعاً منع ہے۔ اس کا بھید یہ ہے کہ قربانی میں اصل کار ثواب اللہ کے لئے خون کا بہانا ہے۔ اسی لئے جب تک جانور سے یہ اصل غرض حاصل نہیں ہوتی اس سے ہر قسم کا انتفاع مطلقاً منع ہے۔ حد یہ ہے کہ اون اور دودھ سے بھی انتفاع جائز نہیں، نہ قربانی کرنے والے کو نہ غیر کو، اور جب اصل غرض حاصل ہو گئی تو اس کے تمام اجزاء سے ہر قسم کا انتفاع جائز ہو گیا، لیکن قربانی شدہ جانور کو کما یا بعضاً کب زر کے لئے بیچنا اس کی قربت اور کار ثواب سے پھیر کر دینے کی طرف موڑ دینا ہے۔ اور کار ثواب اور حصول زر میں منافات ہے۔ اسی لئے اس طرح بیع ناجائز اور منع ہوگی اور جو روپیہ اس طرح حاصل ہوگا وہ مال خبیث ہوگا اور مال خبیث کا شرعی حکم صدقہ کرنا ہی ہے۔ اور صدقہ کی غرض سے بیچنے اور قربانی میں کوئی منافات نہیں کہ یہ بھی کار ثواب اور وہ بھی کار ثواب، تو یہ ایک طرح سے اسی کی تکمیل ہے تو اس سے حاصل شدہ رقم خبیث نہ ہوگی، لہذا یہ بیع بھی حرام نہ ہوگی، اسی بات کو علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بنایہ میں ارشاد فرمایا: "جس چیز سے انتفاع اس کے فنا کے بغیر نہ حاصل ہو ایسی چیز سے بیع حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس قربانی سے بیع حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس قربانی کے جانور میں تمول کی غرض سے تصرف ہوا حالانکہ وہ جانور

تعالیٰ فالمر یرق لایجوز الانتفاع بشیء منہ حتی الصوف والذبن وغیر ذلك لانه نوى اقامة القرية بجمع اجزائها فاذا اقيمت وحصل المقصود ساغ الانتفاع على جمیع الوجوه۔ بیدانہ لما كان شيئاً تقرب به الى المولى سبحانه وتعالى، والتقرب والتمول ضدان متباينان لا يلتزمان فقد خرج بذلك عن جهة التمول بحيث لا عود اليه ابدأ فاذا قصد بشیء منہ التمول فقد خالف واورث ذلك خبثاً في البدل، وايماً مال حصل بوجه خبيث فسبيله التصدق اما القربات فلا تنافى التقرب بل تحققه ولا تورث خبثاً بل تزهقه فمن اين تحرم وتجب تصدقه، قال الامام العيني في البنایة المعنى في اشتراء ما لا ينتفع به الا بعد استهلاكه انه تصرف على قصد التمول وبو قد خرج عن جهة التمول فاذا تمولته بالبيع وجب التصدق لان هذا

تمول کی جہت سے نکل کر ہمیشہ کے لئے تقرب کی جہت میں داخل ہو گیا ہے۔ تو جب سے بیع کے کسب زر کیا اس کا صدقہ واجب ہوا، اس لئے کہ یہ قیمت فعل مکروہ سے حاصل ہوئی، توہ خبیث ہوئی، اور اس کا صدقہ واجب ہو گیا"

سوال وجواب: یہاں اگر کوئی یہ کہے کہ یہ بات تو سب کے نزدیک مسلم ہے کہ کھال کی بیع بطور تمول ناجائز ہے۔ اور حاصل ہونے والی قیمت خبیث ہے۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ کسی ایسی چیز کے بدلے بیچنا جو برتنے سے ختم ہو جائے یہ بھی بیع بطور تمول ہے تو کارِ ثواب کے لئے بھی اس طرح بیچنا بطور تمول ہوا۔ جس کو ناجائز ہونا چاہئے۔ اور قیمت کا صدقہ واجب ہونا چاہئے۔

جواب یہ ہے کہ اس خیال کی تردید امام عینی کا کلام کر رہا ہے کیونکہ انھوں نے تصدق کے لئے مستمک سے بھی بیع کو جائز قرار دیا ہے۔ حالانکہ اس پر بقول آپ کے بیع برائے تمول صادق آنا

الثلث حاصل بفعل مکروہ فیکون خبیثاً. فيجب التصدق¹ اھو به تبين وان كان عہ بينا بنفسه ان ليس كل تبدل بمستهلك تمولا والالما جاز البيع بالدرهم بنية التصدق ايضاً لصدق التمول عليه حينئذ فیکون تصرفاً ممنوعاً خبيثاً وهو خلاف المنصوص عليه ويكون التصدق اذذاك لازالة الخبث والخروج عن المآثم لا لاكتساب الثواب والتقرب الى رب الارباب ولا يجوز له فيه رجاء القبول، فان الله طيب لا يقبل الا الطيب²، ولورجاء لباء باثم على اثم فان ارتجاء القبول في مال خبيث اثم بحیالہ كما صرحوا به وبذا لکه باطل بالبدایة

کیونکہ تمول اپنے لفظ کے اعتبار سے مال پر اور صورت کے اعتبار سے اپنی ذات کے لئے تحصیل پر دلالت کرتا ہے ۱۲ منہ قدس سرہ،

عہ: فان نفس لفظ التمول يدل بعبارة على المال وبهيئاته على تحصيله لنفسه كما لا يخفى ۱۲ منہ قدس سرہ

¹ البنایة فی شرح الهدایة کتاب الاضحیة المكتبة الامدادیة مكة المكرمة ۱۹۰ / ۳

² مسند امام احمد بن حنبل از مسند حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المكتبة الاسلامی بیروت ۲ / ۳۲۸

<p>چاہئے۔ اور اس کو حرام ہونا چاہئے، اور اس کا تصدق بلا نیت ثواب ضروری ہونا چاہئے جو مال خبیث کا حکم ہے اس سے ثواب کی امید رکھنا گناہ بالائے گناہ ہونا چاہئے اور یہ سب باطل ہے۔ کیونکہ یہاں تصدق اور طلب ثواب کی نیت سے یہ بیع ہوئی،</p>	<p>فثبت ان ليس كل تبدل بمستهلك تمولا وان البيع للتصدق خارج عنه فكذا السائر القرب اذلا فارق يقضى بكون هذا تمول وذاك غيره ومن ادعاه فليات ببرهان على دعواه ولم يقدر عليه ان شاء الله۔</p>
--	---

پھر بھی امام عینی نے اس کو جائز قرار دیا، تو ثابت ہو گیا کہ مستمک سے بیع مطلقاً تمول کے لئے نہیں ہوتی۔

<p>ایک اور سوال وجواب: اگر کوئی یہ کہے کہ صدقہ کی غرض سے بیع جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بیع صدقہ کا ذریعہ اور وسیلہ ہے اور جو حکم مقصد کا ہوتا ہے وہ وسیلہ کا بھی ہوتا ہے صدقہ جائز ہے تو اس کا وسیلہ بیع بھی جائز ہوگا۔</p> <p>اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تاویل بعینہ دیگر کار ثواب میں بھی جاری ہے کہ یہ سارے کار ثواب جائز ہیں، تو اس کے لئے بیع بھی جائز ہونا چاہئے بلکہ اس توجیہ سے تو اشیائے مستمک کے عوض بیچنا بھی جائز ہونا چاہئے۔ مثلاً غلہ کے عوض کھال بیچیں اور غلہ کو اپنے استعمال میں لائیں کہ قربانی کو کھانا جائز اور بیع اس کے حصول کا ذریعہ، اور جو حکم مقصد کا وہی ذریعہ کا، تو یہ بیع بھی جائز۔ حالانکہ اس بیع کے ناجائز ہونے کا جزئیہ کلام ائمہ میں موجود ہے۔</p> <p>تو ثابت ہوا کہ اصل علت جواز یہ نہیں کہ وسیلہ مقاصد کے حکم میں ہے بلکہ اصل علت وہی ہے</p>	<p>فان قال قائل انما جاز البيع للتصدق لان للوسائل حكم المقاصد فالبيع للتصدق مثل التصدق و التصدق جائز فكذا البيع له تقدير آخر اشمل و اظهر لبيان الفرق تظهر به المسائل جميعا ان شاء الله تعالى۔</p> <p>قلت كذلك البيع للتقرب مثل القرب والتقرب جائز فكذا البيع له بل يلزم عليه جواز البيع للاكل ايضاً لجواز الاكل بنص القران العظيم فالحق في التعليل ما قدمنا عن الامام الزيلعي من انه قرينة¹ وحينئذ لا بد من كلية الكبزي القائلة بان كل قرينة تجوز بهنأ ينتج ان البيع للتصدق يجوز بهنأ وبه يتضح جواز سائر القرب وضوح الشمس في رابعة النهار هذا وللعبد الضعيف لطف به القوي اللطيف</p>
--	--

¹ تبیین الحقائق کتاب الاضحیہ المطبعة الكبزی الامیریة بولاق مصر ۹/۶

کہ حصول زر اور تمول کی غرض سے بیع ناجائز ہے۔ اور مقاصد خیر کی غرض سے جائز، جیسا کہ امام زلیلی نے اس کے جواز کی علت میں فرمایا: "لانه قربة" (اس لئے کہ یہ کار ثواب ہے) اور منطق کی زبان میں یہ قول قیاس کا صغریٰ ہوا اور نتیجہ دینے کے لئے کبریٰ کا کلیہ ہونا ضروری ہے۔ جو اس طرح ہوگا، ہر قربت جائز ہے تو بات نصف النہار کی طرح واضح ہوگئی کہ ہر قربت اور کار ثواب کے لئے بیع جائز ہے۔
وللہ الحدیث

ایک دوسری تقریر: شرعاً قربانی کے مصرف کے تین جہتیں ہیں: اکل (کھانا) ادخار (جمع کرنا) ایتجار (کار ثواب) میں صرف کرنا چاہے کون سا بھی کار ثواب ہو، جیسا کہ ابوداؤد نے ایک ایسی سند سے جس کے تمام راوی بخاری اور مسلم کے رواۃ میں ہیں، ایک صاحب حضرت مسدد ایسے نہیں تو وہ ثقہ ہیں، حافظ ہیں، اور امام بخاری کے اساتذہ میں ہیں، الغرض یہ حدیث صحیح حضرت نبی شہ ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: "حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تم کو قربانی کا گوشت تین دن سے زائد روکنے سے منع کرتے تھے، اس کا مقصد مسکینوں پر آسانی تھی، اب اللہ تعالیٰ نے کشادگی فرما دی، تو اب کھاؤ، جمع کرو اور کار ثواب میں صرف کرو۔ سنو یہ دن ہی کھانے پینے اور ذکر الہی کے دن ہیں" تو اس حدیث سے مطلقاً ہر کار ثواب کے لئے بیچنا جائز ہوا۔

تقریر آخر اشہل و اظہر لبیان الفرق تطہر بہ المسائل جیبعا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ فاقول: وباللہ التوفیق الجہات ثلاث الاکل والادخار والایتجار وبو طلب الاجر باى وجه كان فقد اخرج ابوداؤد فی سننہ بسند صحیح رواہ کلہم من رجال الصحیحین ما خلا مسدداً وثقة حافظ من شیوخ البخاری عن نبی شہ الخیر ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا کنا نہیناکم عن لحومہا ان تاکلوا بافوق ثلاث لکی تسعکم جاء اللہ بالسعة فکلوا وادخروا وایتجروا الا وان ہذا الايام ايام اکل و شرب و ذکر اللہ عزوجل^۱ اھ والایتجار باطلاقہ یشتمل التصدق وسائر وجوہ التقرب کما لا یخفی فان فسره مفسر بالتصدق فلیکن التصدق فی کلامہ بالمعنی الاعمر علی ماسیاتیک تحقیقہ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

^۱ سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۱۲/ ۳۳

سوال وجواب: اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ کارِ ثواب سے مراد وہی فقراء پر صدق کرنا ہے۔ تو ہمیں اصرار ہے کہ حدیث شریف کا لفظ 'ابتجار' تمام امور خیر کو عام ہے۔ اس کو تمسک فقراء والے صدقہ میں منحصر کرنا تحکم ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب حدیث عام کو صدقہ خاص پر محمول کرنے کی یہ دلیل دیں، بخاری و مسلم وغیرہ کتب احادیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے جس میں 'ابتجار' کے بجائے 'صدقہ' کا لفظ ہے۔ تو ان دونوں حدیثوں میں تطبیق دینے کے لئے کیوں نہ ہم لفظ 'ابتجار' (کارِ ثواب) کو صدقہ پر محمول کریں کیونکہ اصول کا مسئلہ یہ ہے کہ جب حکم اور واقعہ ایک ہو تو عام کو خاص پر محمول کیا جاتا ہے اور یہاں پر ایسا ہی ہے کہ واقعہ دونوں حدیثوں میں قربانی کے جانور کا ہے اور حکم بھی دونوں جگہ ایک ہی ہے، بس فرق یہ ہے کہ ابو داؤد شریف کی حدیث میں صدقہ عام کا حکم ہے۔ اور صحیحین کی حدیث میں صدقہ خاص کا لہذا یہاں 'ابتجار' سے مراد صدقہ ہی ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات صحیح ہے کہ جب حکم اور واقعہ ایک ہی ہو تو عام کو خاص پر محمول کیا جائے گا لیکن یہ حکم عمومی نہیں کہ ہر واجب و مستحب کو عام ہو، بلکہ صرف حکم و جوبلی کے ساتھ

فان قلت الوارد في حديث احمد والبخاري ومسلم وغيرهم عن امر المؤمنين الصديقة رضي الله تعالى عنها قوله صلى الله تعالى عليه وسلم كلوا وادخروا وصدقوا¹، فليحمل ال'ابتجار' على التصديق لا تحاد الحكم والحادثة۔

قلت كلا فان الامر بهنا ليس للوجوب باجماع عامة العلماء الامة. منهم ساداتنا الائمة الاربعة رضي الله تعالى عنهم. وقد نصوا في غير ما كتبا ان لو اكله كله ولم يتصدق بشيئ منه لا شبيح عليه ومعلوم ان الترخيص والترغيب في مقيد لاينا في الترغيب و الترخيص في مطلق، فلا معنى للحمل ولا داعي اليه۔ و سر المقام ان الحمل عندنا ضروري لا يصار اليه الا لضرورة وهو ان يتما نعا بحيث لا يمكن العمل بهما اما حيث لا تمناع فتحن نجري المطلق على اطلاقه حملا للفظ على ظاهره وعملا بالدليل بتما مه قال المولى المحقق على الاطلاق

¹ صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب ما كان من النهی عن اكل لحوم الاضاحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۱۵۸

<p>خاص ہے کہ احکام واجبہ میں اتحاد حکم واقعہ کے وقت عام کو خاص پر محمول کیا جائے گا اور قربانی کے مصرف کے سلسلہ میں جو حکم ہے استنبابی ہے اس بات پر چاروں اماموں کا اجماع ہے لہذا مطلق کو مطلق اور مقید کو مقید رکھا جائے گا ایک کو دوسرے پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں تو جس حدیث میں تصدق کا لفظ ہے اس سے وہی مراد لیں گے اور جس میں مطلقاً کا ثواب کا لفظ ہے اس سے جمیع وجوہ خیر مراد لیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باری باری دونوں ہی امور کی طرف رغبت دلائی۔</p>	<p>محمد بن الہمام قدس سرہ فی فتح القدیر اجیب عناباناً انہما نحل فی الحادثۃ الواحدۃ للضرورة^۱ الخ. وقال فی تشبیہ ہذا الجواب تحقیقۃ ان الحمل لما یجب الال للضرورة وہی المعارضة بین المطلق والمقید^۲ الخ۔ فالمنط عند التنقیح ہو التنازع دون اتحاد الحکم والحادثۃ۔</p>
---	--

اس کا مزید یہ ہے کہ علمائے احناف کے نزدیک مطلق کو مقید پر حمل کرنے کا حکم بدرجہ مجبوری ہے یعنی جب مطلق اور مقید دونوں کو اپنے اپنے محل پر حمل کرنا ممکن نہ ہو، اور جہاں ایسا ممکن ہو حمل کرنے کی بالکل ضرورت نہیں، امام ابن ہمام فرماتے ہیں: "حادثہ واحدہ میں مطلق کو مقید پر حمل کرنے کا حکم بضرورت ہے جب مطلق اور مقید کے حکم میں تعارض ہو تو مطلق کو مقید پر حمل کیا جائے کہ مجبوری ہے" تو ثابت ہوا کہ اصل مطلق کو مقید پر حمل کرنے کا سبب مطلقاً اتحاد حکم و حادثہ نہیں بلکہ دونوں حکموں کا تعارض اور منافات ہے۔

<p>مزید وضاحت کے لئے ہم کلام علماء سے چند مثالیں پیش کرتے ہیں:</p> <p>(الف) تلوت وغیرہ میں ہے: "مطلق اور مقید اگر اسباب کے بیان میں وارد ہوں تو مطلق کو مقید پر حمل نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ ایک شئی کے چند اسباب ہو سکتے ہیں، تو تعارض نہیں، تو حمل کی ضرورت نہیں۔"</p>	<p>یجزم بذلک من عاشر عرائس نفائس عباراتہم فقد حکموا ان لا حمل ان ورد فی السبب اذ لا تجاذب فی الاسباب والا ان کان منغیین لامکان الجمع بالامتناع مطلقاً وانہ یجب الحمل ان اتیان فی حکمین مختلفین یوجب احدہما تقييد الاخر</p>
---	--

^۱فتح القدیر

^۲فتح القدیر

(ب) تلویح میں اسباب متعدد اور اختلاف حوادث کی صورت میں بھی مطلق مقید پر حمل کرنے والوں کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: "اگر ایک ہی حادثہ میں ایک حکم میں مطلق کی نفی ہو اور دوسرے میں مقید کی نفی، تو مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جائے گا، کہ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں، اصل مراد دونوں کی نفی ہے۔"

ہاں دو ایسے مختلف احکام میں مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا، جہاں ایک حکم دوسرے کی تقیید کو مستلزم ہو، جیسے کسی نے کسی سے کہا ہماری طرف سے ایک غلام آزاد کرو۔ اور مجھے کسی مشرک غلام کا مالک نہ بنانا، ایسی صورت میں امر کی طرف سے صرف مسلمان خرید کر ہی آزاد کیا جائے گا اگرچہ حکم مطلقاً آزاد کرنے کا ہے۔ لیکن مشرک غلام کی ملکیت کی نفی نے تملیک کو صرف مسلم غلام تک خاص رکھا اور اسے مالک بنائے بغیر اس کی طرف سے آزاد نہیں ہو سکتا تو جس کا مالک بنا سکتا ہے یعنی مسلمان کا، اسی کو آزاد بھی کرے گا، آزادی کا حکم لاکھ عام ہو۔"

(ج) توضیح وغیرہ میں تعارض کے وقت مطلق کے مقید پر محمول ہونے کی مثال دیتے ہوئے فرمایا گیا: "اللہ تعالیٰ نے کفارہ میں مطلقاً تین روزے

بتوسط لازم، وذلک کان ینفی المقید لازم اطلاق المطلق فینتفی بانتفائه فیتقید لامحالة کما فی اعتق عنی رقبة ولا تملکنی رقبة کافرة فان النهی عن تملیک کافرة ینفی جواز اعتاقها عنه، اذ لا عتاق عنه بدون تملیکها عنه۔"

وقد اجابوا القائلین بالحمل فی الاسباب واختلاف الحوادث بعدم التعارض کما فی التلویح وغیره، وعللوا وجوب الحمل عند الاتحاد بامتناع الجمع مثلیین له بقوله تعالیٰ "فَصَبَّأَهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ" ¹ مع قرائة ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه بزیدة متتابعات، قالوا فان المطلق یوجب اجزاء غیر المتتابع والمقید یوجب عدم اجزائه کما فی التوضیح ² وغیره فقد افاد وان الحمل خاص بالایجاب دون الجواز والاستحباب، ولذا

¹ القرآن الکریم ۸۹/۵

² التوضیح و لتلویح فصل فی ذکر المطلق والمقید مصطفی البابی مصر ۶۳ و ۶۴

<p>رکھنے کا حکم دیا، متفرق طور پر ہو یا مسلسل اس سے کچھ تعرض نہیں کیا "فَصِيَابُهُمُ ثَلَاثَةٌ أَيَّامٌ" (تین یوم کا روزہ) لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ (مسلسل تین دن) آیا، یہاں ایک حادثہ میں دو متعارض حکم واجب کئے گئے، کیونکہ آیت کا تقاضا یہ ہے کہ متفرق طور پر بھی روزہ رکھ لے تو کفارہ کے لئے کافی ہوگا اور متتابعات کا تقاضا یہ ہے کہ مسلسل رکھنا واجب۔ اس لئے یہاں مطلق کو مقید پر حمل کیا جائے گا"</p> <p>تو ان علماء نے تعارض والی صورت کو وجوب کے ساتھ خاص فرمایا:</p> <p>(۵) یہی بات ملا عبدالعلی بحر العلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فواتح الرحموت میں فرمائی: "مصنف کی عبارت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مطلق کو مقید پر حمل کرنا احکام واجبہ کے ساتھ خاص ہے۔ احکام مستحبہ اور مباح ہونے میں کوئی تعارض نہیں، اس لئے کہ مطلق اور مقید دونوں کے مباح ہونے میں کوئی تعارض نہیں، البتہ احکام واجبہ میں تعارض ہے کہ مقید کا تقاضا یہ ہوگا کہ جس نے قید پر عمل چھوڑ دیا، مجرم ہوا، اور مطلق کا تقاضا یہ ہوگا کہ کوئی جرم نہیں کیا، اس تعارض کو دفع کرنے کی ضرورت ہے۔ مطلق کو</p>	<p>قال المولى بحر العلوم ملك العلماء عبد العلى اللكنوى قدس سره في فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، فيه اشارة الى ان الحمل انما هو اذا كان الحكم الايجاب دون الندب او الاباحة اذا لاتمتنع في اباحة المطلق والمقيد بخلاف الايجاب فان ايجاب المقيد يقتضى ثبوت المؤاخذة بترك القيد وايجاب المطلق اجزاه مطلقاً^۱،</p> <p>قول الامام السغناقي في النهاية على ما نقله في البحر مقرا عليه بل متمسكاً به من ان الاصح انه لا يجوز حمل المطلق على المقيد عندنا لا في حادثة ولا حادثين حتى جوز ابو حنيفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ التيمم بجميع اجزاء الارض بحديث جعلت لي الارض مسجداً وطهوراً ولم يحمل هذا المطلق على المقيد وهو حديث التراب طهوراً^۲ اھ فلعله اراد نفی زعم من زعم ان مذهب اصحابنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم وجوب الحمل عند اتحاد</p>
---	---

^۱ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذييل المستصفي فصل المطلق ما دل على فرد منشورات الشريف الرضي قم ايران / ۳۶۲

^۲ بحر الرائق كتاب البيوع فصل يدخل البناء والمقاتيح في بيع الدار ابي سعيد كميني كراچی ۳۹۹/۵

<p>مقید مان لیا جاتا ہے۔</p> <p>(۵) امام سغنائی نے نہایہ میں فرمایا اور صاحب بحر الرائق نے ان کے قول کو سند کے طور پر ذکر کیا، "صحیح یہی ہے کہ حادثہ چاہے ایک ہو چاہے چند، مطلق کو مقید پر حمل نہیں کیا جائے گا، دیکھو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا: "ساری روئے زمین میرے لئے طہور بنائی گئی" یہ مطلق ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا: "التراب طہور" (مٹی پاک ہے) یہ خاص اور مقید ہے۔ ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ نے عام کو خاص پر حمل نہیں کیا، اور اس کے سارے اجزاسے ہی تیمم جائز قرار دیا، اگرچہ حادثہ ایک ہی ہے۔</p>	<p>الحادثة مطلقاً، فإفاد ان ليس هذا من المناط في شيعي بل لا يجوز في حادثة ايضاً اي ما لم يتما نعا فيضطر اليه لدفع التعارض، الاتري ان امامنا الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لم يحمل الارض على التراب مع اتحاد الحادثة وعلى هذا التقرير لا يتجه ما اورد عليه العلامة المحقق محمد بن عابدين الشامي قدس سره السامی في ردالمحتار كما اوضحته فيما علقته عليه وللعبد الضعيف ههنا بحث شريف لولا غرابة المقام لاتي به۔</p>
---	---

اس عبارت سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ امام سغنائی ان لوگوں کو جواب دے رہے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حنیفوں کے نزدیک اتحاد حادثہ و حکم ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا حالانکہ دار و مدار حادثہ واحدہ یا متعددہ پر نہیں، تعارض پر ہے۔ اور اسی مجبوری سے عام کو خاص پر یا مطلق کو مقید پر حمل کیا جاتا ہے۔ اور اسی سے ہمارے امام اعظم نے ایک حادثہ میں عام کو خاص پر حمل نہیں کیا کہ ان دو حکموں میں کوئی تعارض نہیں۔

(یہاں امام شامی کا ایک اعتراض ہے جس کا جواب ہم نے ان کی کتابوں پر لکھے ہوئے اپنے حاشیہ میں دیا ہے)

<p>ایک اور دلیل: یہی حدیث حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام احمد و شیخین نے اس طرح روایت کیا:</p> <p>(۱) کلاوا (کھاؤ) اطعموا (کھلاؤ) ادخروا (جمع کرو)</p> <p>اور امام احمد، مسلم، ترمذی نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت کی،</p>	<p>على ان لقاائل ان يقول ان الائتجار بهنا لو حمل على التصديق لكونه معه كالمطلق مع المقيد فكذلك يجب حمل الاطعام الواردة وعند احمد والشيخين وغيرهم في حديث سلمة بن الاكوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلاوا واطعموا وادخروا¹۔ و</p>
--	--

¹ صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب ما یوکل من لحوم الاضاحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۸۳۵

<p>(۲) کلو ما بدأ لکم (جتنا چاہے کھاؤ) واطعموا (کھلاؤ) ادخروا (جمع کرو)</p> <p>اور امام مسلم وغیرہ کے یہاں ان الفاظ میں مروی ہے: (۳) کلو (کھاؤ) اطعموا (کھلاؤ) احبسوا (روک رکھو) ادخروا (جمع کرو)</p> <p>حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اس کے ساتھ ملالی جائے تو ان چاروں حدیثوں میں "کلو" اور "ادخروا" کا لفظ مشترک ہے، صرف حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں تیسرا لفظ "ایتجروا" کے بجائے اطعموا ہے۔</p> <p>باور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں اس مقام پر تصدقوا ہے۔ گویا ان حدیثوں میں تیسری چیز کو تین لفظوں سے تعبیر کیا: ایتجروا، اطعموا، تصدقوا، اب اگر سب چھوڑ کر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی</p>	<p>عند احمد و مسلم و الترمذی من حدیث بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلو ما بدأ لکم و اطعموا و ادخروا^۱ و عند مسلم و غیرہ من روایة ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلو و اطعموا و احبسوا و ادخروا^۲ فان الاطعم ایضاً مع التصدق کالاتجار مع انه باجماع العلماء علی اطلاقه جارٍ للاتفاق علی اباحة الاباحة و عدم قصر الامر علی التملیک فافهم و المتأمل الموفق اذا نظر حدیث أمنا رضی اللہ تعالیٰ عنہا مع هذا الاحادیث^ع الاربعة التی فی روعه ان المراد منه بالتصدق فی المعنی الاعم الشامل لجميع انواع القرب المالیة</p>
---	---

یعنی حضرت نبیشہ سلمہ بریدہ اور ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی احادیث، ۱۲ منہ قدس سرہ، (ت)

میرا گمان ہے کہ یہاں "علیہ" کا لفظ ضروری ہے یعنی حدیث میں وارد اطعموا کو صدقہ پر محمول کیا جائے۔ (ت)

عہ ۱: ای احادیث نبیشہ وسلمة و بریدة و ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۱۲ منہ قدس سرہ۔

عہ ۲: ظنی انہ لا بدھننا من لفظ علیہ (ای یجب حمل الاطعم الواردة فی الاحادیث علی التصدق)

^۱ جامع الترمذی ابواب الاضاحی باب فی الرخصة فی اکلها بعد ثلاث امین کبئنی و بئلی ۱۸۲

^۲ صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب بیان مکان من النهی عن اکل لحوم الاضاحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۵۹/۲

<p>حدیث کا لفظ "ایتجروا" عام نہیں، بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کی طرح اس سے مراد خاص صدقہ تملیکی ہے (یعنی جس میں فقیر کو مالک بنانا ضروری ہوتا ہے)</p>	<p>کہا سیرد عليك تحقيقه ان شاء الله تعالى كَمَا تَلْتُم وتورد موردا واحدا. و الاحاديث يفسر بعضها بعضا وباللغة التوفيق.</p>
---	--

تو سوال یہ اٹھتا ہے کہ بقیہ تینوں حدیثوں میں لفظ "ایتجروا" کے بجائے لفظ "اطعموا" ہے۔ تو اس کو بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث "تصدقوا" سے وہی نسبت ہوئی جو ایتجروا کو ہے۔ تو لازم ہوگا کہ اطعام کو بھی تصدقوا پر محمول کیا جائے اور اطعام میں بھی اباحت کافی نہ ہو تملیک ضروری ہو، جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر کوئی شخص کسی کو قربانی کا گوشت اپنے دسترخوان پر بٹھا کر کھلا دے تو یہ ناجائز ہوگا جب تک کہ فقیر کو اس کا مالک نہ کرے، جبکہ تمام علماء کا اجماع ہے۔ کہ آدمی قربانی کا گوشت جس طرح دوسروں کو دے سکتا ہے اسی طرح بطور اباحت دعوت بھی کر سکتا ہے۔ اور اگر حدیث کے لفظ اطعام کو تصدق پر محمول نہیں کرتے تو ایتجار کو کیسے محمول کرتے ہیں۔

الغرض ان سب حدیثوں پر جتنا غور کیا جائے گا یہ حقیقت کھلتی جائے گی کہ تصدقوا سے مراد صدقات خاص نہیں، بلکہ عام طور پر ہر کار ثواب مراد ہے چاہے اس میں تملیک ہو یا نہ ہو۔

<p>تائید مزید: اور انصاف پسندوں کے لئے تو صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت ہی کافی ہے۔ جس میں وہ لفظ اطعام کی تفسیر مفہوم صدقہ سے کرتے ہیں، عبارت ان کی یہ ہے: "مستحب یہ ہے کہ صدقہ والا حصہ ایک ثلث سے کم نہ ہو، کیونکہ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، دو چیزیں تو احادیث سے ثابت ہیں: کھانا، اور جمع کرنا، اور تیسری چیز اطعام، یہ قرآن سے ثابت ہے۔ ارشاد الہی ہے: "أَطْعِمُوا الْقَائِمَةَ وَالْمُعْتَرَّةَ" (کھلاؤ صابر اور مانگنے</p>	<p>وناهيك قول الامام الجليل صاحب الهداية فيها يستحب ان لا ينقص الصدقة عن الثلث لان الجهات ثلثة الاكل والادخار كما روينا والاطعام لقوله تعالى "وَأَطْعِمُوا الْقَائِمَةَ وَالْمُعْتَرَّةَ" ، فالنقصم عليها اثلاثا¹، و معلوم ان الاطعام لا يقتصر على التمليك للغة ولا شرعا وقد اجمعوا بهنا على</p>
---	---

¹ الهداية كتاب الاضحية مطبع يوسف بن سفي لکھنؤ ۱۳/ ۲۲۸

<p>والے فقیر کو) تو جب جہتیں تین ہیں تو گوشت بھی تین حصہ کر دیا جائے"</p> <p>اس عبارت کے شروع میں جس کو صدقہ والا حصہ کہا ہے یہ وہی ہے جس کو بعد والی عبارت میں لفظ اطعام سے بیان کرتے ہیں۔ اور یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ اطعام کے لئے تملیک ضروری نہیں، نہ شرعاً نہ لغتاً، بلکہ سب نے بالاتفاق اطعام میں اباحت کو جائز نہ رکھا، بلکہ یہ تصریح کی کہ جہاں لفظ اطعام آئے وہاں اباحت مراد ہوگی، امام اتقانی اسی عبارت کی شرح میں فرماتے ہیں:</p> <p>"قرآن وحدیث نے جب کھانا، صدقہ اور جمع کرنا جائز قرار دیا تو جہتیں تین ہوئیں، لہذا گوشت کا بھی تین حصہ کرنا چاہئے"</p>	<p>جواز الاباحۃ بل نصوص ان کل ما شرع بلفظ اطعام جاز فیہ الاباحۃ لما سیأتی فاین تعیین التملیک تدعون، ثم رأیت العلامة الاتقانی فی غایة البیان قال فی شرح ہذا الکلام وذلک لان الایة والخبر تضمننا جواز الاکل والتصدق والادخال فکانت الجهات ثلاثاً فانقسمت علیہا اثلاثاً¹ اھ ومعلوم ان لیس فی الایة الا لفظ اطعام المجمع علی شمولہ للاباحۃ، وقد عبر عنه بالتصدق فعلم ان التصدق المذکور ہننا ہو المبحول علی الائتجار دون العکس والله الموفق۔</p>
---	--

ہمارا کہنا ہے کہ آیت میں صدقہ کا لفظ بھی نہیں اطعام کا لفظ ہے جس کے لفظ میں اباحت داخل ہے اور اسی کو یہ علماء لفظ تصدق سے تعبیر کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ اس موقع پر لفظ تصدق ہی عام معنی میں مستعمل ہے۔ اور اس سے ہر قسم کا کار خیر مراد ہے۔

<p>ایک شبہ اور اس کا جواب: امام حاکم نے اپنی مستدرک میں سورہ حج کی تفسیر میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے ایک روایت نقل کی ہے، امام بیہقی نے بھی سنن کبریٰ میں اسے نقل کیا، حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد بتایا، لیکن امام ذہبی نے تلخیص میں اس پر جرح کی، جو کچھ بھی ہو یہ</p>	<p>ثم ان الحاکم روى فی تفسیر سورة الحج من مستدرک بطریق زید بن الحباب عن عبد اللہ بن عیاش المصری عن الاعرج عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیة له²۔</p>
--	--

¹ غایة البیان

² المستدرک للحاکم کتاب التفسیر سورة الحج دار الفکر بیروت ۲/ ۳۹۰

حدیث علمائے اسلام میں مقبول و متداول ہے۔ اور یہ چیز ضعیف حدیث کو قوی بنا دیتی ہے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں: من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ (جس نے قربانی کی کھال بیچی اس کی قربانی نہیں)

اس حدیث سے اگر کسی کو شبہ ہو کہ امور خیر کے لئے بھی اس حدیث کی رو سے ناجائز ہوئی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے اطلاق پر نہیں جس کے خارجی، داخلی اور شرعی سبھی قسم کے شواہد ہیں۔

خارجی دلیل تو یہ ہے کہ سارے علماء اس امر پر متفق ہیں کہ صدقہ کے لئے کھال کی بیع جائز ہے اور خاص علمائے احناف تو باقی رہنے والی چیز کے بدلہ میں بھی اس کی بیع جائز قرار دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ سب علماء حدیث کے خلاف اتفاق نہیں کر سکتے، اس لئے لامحالہ سب کے نزدیک یہ حدیث مطلق نہیں ہوئی بلکہ مؤول ہے۔

شرعی شہادت یہ ہے کہ شریعت نے قربانی کے گوشت وغیرہ کے جو مقاصد قرار دیئے ہیں ان میں صدقہ بنیادی مقصد ہے۔ اور از روئے شرع بدل پر وہی حکم لاگو ہوتا ہے جو مبدل کا تھا، چنانچہ زکوٰۃ فطرہ میں جس طرح اصل (غلہ چاندی سونا وغیرہ) ادا کرنا جائز ہے۔ اسی طرح اس کی

ورواہ البیہقی ایضاً فی سننہ الکبڑی۔ قال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاہ^۱۔

قلت وهذا وان رده الذهبي في التلخيص فقد تلقاه العلماء بالقبول وبهذا يتقوى الحديث وان ضعف سندا، بيد انهم كما تری لايجرون على اطلاقه فقد اتفقوا على جواز البيع للتصدق، ونص ائمتنا في الصحيح عندهم على جواز البيع بما يبقی فکان الشان في تنقيح معنى الحديث، وانا اقول وبالله التوفيق من تأمل نظم الحديث وامعن النظر في القواعد الفقهية والجاه ذلك الى الجزم بان المراد بيع خاص لامطلق التبدل كيفما كان، كيف وان التصديق من مقاصد لاضحية المأذون فيها شرعاً، وان للبدل حكم المبدل وقد ثبت شرعاً جواز دفع القبيمة في زکوٰۃ وفطره وندرو كفارة كما نص عليه في الهداية والكافي والكنز والتنوير وغيرها عامة كتب المذهب، فاذا جاز هذا والصدقات واجبة۔ فلان يجوز وهي نافلة اولی فافهم، اما عدم جواز ذلك في الهداية والضحايا بان لا يريق الدم

¹ المستدرک للحاکم کتاب التفسیر سورة الحج دار الفکر بیروت ۲/ ۳۹۰

قیمت بھی، تو قربانی میں بھی یہی ہونا چاہئے کہ جس طرح گوشت اور کھال کا صدقہ جائز ہے اس کی قیمت کا صدقہ بھی جائز ہو۔

ایک ذیلی شبہ اور اس کا جواب: اصل قربانی میں تو ایسا نہیں ہوتا کیونکہ کوئی شخص قربانی کے بجائے اس کی قیمت صدقہ کرنا چاہے تو شرعاً جائز نہیں، قربانی ہی کرنی ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ قربانی میں اصل مقصد خون بہانا ہوتا ہے جو قیمت صدقہ کرنے سے حاصل ہوتا۔ اور چونکہ قربانی کا حکم خلاف قیاس ہے۔ اس لئے اس میں اپنی عقل سے بدلہ مقرر کرنا صحیح نہیں، جیسا کہ بحر و ہدایہ وغیرہ میں اس کی تصریح ہے اور گوشت اور کھال کا مقصد صدقہ ہے۔ اس لئے قیمت سے بھی ادا ہو جاتا ہے۔

داخلی شہادت یہ ہے کہ یہ حدیث مبارک بطور شرط و جزاء وار د ہوئی، شرط یہ جملہ ہے: "جس نے قربانی کی کھال بیچی" اور جزا یہ ہے: "اس کی قربانی نہیں ہوئی"

پس اس جزا کا تقاضا یہ ہے کہ شرط ایسی چیز ہو جس پر قربانی کی نفی مرتب ہو سکے، اور قربانی قربانی نہ رہ جائے، نہ کہ وہ چیز جس سے قربانی کا مقصد بدرجہ اتم حاصل ہو، یعنی شرط ایسی بیچ ہوگی جو ثواب کے لئے نہ ہو، اور وہ بیچ جو حصول ثواب

ويعطى القيم. فان القربة فيها بالاراقة دون التصدق، وهي غير معقولة، فلا تستبدل ولا تتقوم، كما افادته في الهداية والبحر وغيرهما، ثم انا نجد الجزاء اي فلا اضحية له¹ اعظم شاهد على عدم الاطلاق، فان من باع للتصدق فقد اتى بما كان مندوباً اليه في الاضاحي، فكيف يجازى بانتفاع قربة مع انه لم يزد على القربة الا قربة مطلوب في خصوص المحل، وقضية الجزاء، ترتبه على فعل ينافي التضحية وينفي الاضحية على ما فيه من التاويل لكونه في معنى الرجوع عن القربة، فلا يمكن ان يكون من باب القربة، بل ولا من باب الاكل والادخار فان الشرع قد رخص فيها ايضاً مثل الائتجار ولو كان فيها ما ينافي في الاضاحي ويصح ان يترتب عليه نفي الاضحية، لما اذن فيها فعند

¹ المستدرک للحاکم کتاب الاضحية تفسیر سورة الحج دار الفکر بیروت ۲/ ۳۹۰

کی غرض سے ہو، یا وہ بیچ جو باقی رہنے والی چیز سے ہو، یا اس کو کھالیا جائے، تو یہ افعال لاضحیہ لہ (اس کی قربانی نہیں) کی شرط نہیں بن سکتے کیونکہ ان کی تو خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے تو لامحالہ شرط میں وہی بیچ مراد ہوگی جس کی کھال یا گوشت کو تمول کے لئے بیچا گیا ہو کیونکہ ایسی بیچ سے قربانی کے مقاصد ثلاثہ فوت ہو گئے، بیچ کی صورت میں کھانا منتقی ہو گیا، یہ ظاہر ہے۔ ادخار (جمع کرنا) اس لئے منتقی ہو گیا کہ ایسی چیز کے عوض بیچا جو باقی رہنے والی نہیں ہے کہ کہا جائے کہ بدل اصل کا قائم مقام ہے اور طلب ثواب اس لئے منتقی ہو گیا کہ یہ بیچ تمول اور کسب زر کی غرض سے ہوئی تو ایسی بیچ کی صورت میں قربانی کے تینوں مقاصد منتقی ہو گئے، اور یہ کہنا بالکل چسپاں ہو گیا کہ لاضحیہ لہ (اس کی قربانی نہیں) اور اس بیچ سے جو قیمت حاصل ہوئی خبیث ہوئی، تو اس کا صدقہ واجب ہو گیا۔

برخلاف اس کے اگر باقی رہنے والی چیز سے بدلا تو اکل و ثواب تو ضرور منتقی ہوا، مگر ادخار باقی رہا کہ بدل کا باقی رہنا اصل کا باقی رہنا ہے۔ اور ہلاک ہونی والی چیز سے برائے ثواب

ذٰلک رأینا ان المراد هو البیع بحیث یرج عن جمیع ما رخص له الشرع فیہ، وما ہو الا البیع بستہلک لان یرصرف الی قرۃ فان الاکل و بو الانتفاع بہ عاجلا قد ذهب بنفس التبدل و الادخار لکونہ لانفع بہ ببقائہ، و الائتجار لعدم التقرب فخرج عن الوجہ الثلاثۃ الشرعیۃ، فکان ہو الملحوظ بالنہی المورث للخبث الموجب للتصدق، اما اذا باع ما ینتفع بہ باقیاً فالاکل وان فقد و الائتجار وان لم یرکن فالادخار باق، لان البدل ینوب المبدل و هو مبقی فیکون مدخراً، و کذا اذا باع بستہلک لقرۃ فالاکل و الادخار وان ذهب فالائتجار حاصل، و هو افضل الوجہ فلا معنی للمنع و بہ ظہران ما نحن فیہ اولیٰ بالجواز من البیع بباق و بو مصرح بجوازہ فی عامۃ کتب المذہب

ادخار اور ائتجار دونوں نصب کے ساتھ ہیں لفظ اکل پر عطف کی بنا پر ۱۲ منہ قدس سرہ (ت)

عہ: الادخار الائتجار کلاهما بالنصب عطفاً عن الاکل
۱۲ منہ قدس سرہ۔

بیچا تو اکل وادخار تو ضرور منتفی ہوا۔ لیکن طیب ثواب بھی باقی ہے۔ اور یہ ان وجوہ ثلثہ میں سب سے افضل ہے۔ تو یہ جائز ہوگا، اور اس کا انکار زیادتی اور زبردستی ہے، ایک آسان بات: یہ لمبی اور دقیق بحث ترک بھی کر دی جائے تو یہ ایک آسان اور سامنے کی بات ہے کہ لفظ بیع انتفاع کے لئے بیچنے پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ عقد بیع کی وضع ہی اسی غرض کے لئے ہوتی ہے۔ اور یہی لفظ بیع بالدر اہم کی طرف بھی اشارہ

فأنکار جواز هذا ان ليس تحكماً فماذا، وانت اذا تأملت ما القيت عليك واخذت الفطانة ببديك وجعلت الانصاف بين عينيك لعلمت ان هذا هو الغنى المفهوم من الحديث في اول النظر كما بعد الطلب الحثيث فان المتبادر من سياق اللفظ ان يكون بيعه عه لا انتفاع لانه عقد موضوع

پھر کچھ زمانہ بعد جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا علامہ اتقانی کی غایۃ البیان خرید لینے کا، اسے میں نے دیکھا کہ انھوں نے امام شیخ الاسلام سے وہ سب کچھ نقل فرمایا جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے جہاں انھوں نے فرمایا کہ شیخ الاسلام خواہر زادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مبسوطہ میں فرمایا کہ گوشت کی بابت حکم وہی ہے جو کھال میں ہے کہ اگر در اہم سے فروخت کیا تو صدقہ کرے اور اگر کسی اور نفع آور چیز سے فروخت کیا تو جائز ہے جیسا کہ کھال کا حکم ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف کھال کے متعلق بیع کا حکم اس لئے ذکر کیا کہ انھوں نے غالب رواج پر بنا کرتے ہوئے فرمایا کیونکہ غالب طور پر جلد کو نفع یا نفع مند کے بدلے فروخت

(باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ: ثم بعد زمان لها من المولى سبحانه وتعالى على بشراء غاية البيان للعلامة الاتقاني رایت نقل عن الامام شيخ الاسلام بكل ما يشير الى هذا الذي نحوت اليه حيث قال قال شيخ الاسلام خواهر زادہ رحمہ اللہ تعالیٰ في مبسوطه اما اللحم فالجواب فيه كالجواب في الجلد ان باعه بالدر اہم تصدق بشئنه وان باعه بشيئى اخر ينتفع به جاز كما في الجلد وانما ذكر محمد رحمه الله تعالیٰ البيع في حق الجلد دون اللحم لانه بنى الامر على ما هو الغالب وفي الغالب كما ينتفع بعين الجلد يبيع بشيئى اخر وينتفع به وفي اللحم في الغالب ينتفع به

کرتا ہے کیونکہ بیع کی یہی صورت اصلی ہے۔ اور اشیاء سے تبادلہ میں تو بدلیں پر قیمت اور بیع دونوں ہونے کا احتمال رہتا ہے، اس لئے صرف لفظ باع بھی اس مقصد پر دلالت کرنے کے لئے کافی ہے کہ حدیث میں لفظ "من باع" سے خاص وہی بیع مراد ہے جو دراہم کے بدلے اپنے ذات کے تمول و انتفاع کے لئے ہو۔

شہبہ اور اس کا جواب: اگر کوئی یہ کہے کہ دیگر مستملکات سے بھی تو بقول آپ کے بیچنا منع ہے۔ تو آپ کے اس قول کا کیا وزن رہا کہ لفظ بیع پر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ بیع ممنوع بالدراہم ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دیگر مستملکات کے ساتھ بیع کی ممانعت دراہم کے ہی تابع ہو کر ہے۔ اصلتاً نہیں، اسی لئے تو ہدایہ میں دراہم کو ہی اصل قرار دیا ہے۔ اور بقیہ کو اسی پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا: اعتبار بالبیع بالدراہم (دراہم کی بیع پر قیاس کرتے ہوئے)۔

لذلك وهو الغالب فيه وان يكون بالدراهم لانه البيع المطلق، والبيع من كل وجه اما المقايضة فتستوي فيه جهتا البيع والشراء اما سائر المستهلكات ففي حكم الدراهم. ولذا جعلها في الهداية هي الاصل. وقال في سائر بن اعتبار بالبيع بالدراهم¹ هذا كله ما خطر بالبال مستعجلا فانعم الفكر منصفاً متأملاً، فان وجدت شيئاً يعرف وينكر فلم آل جهداً في اتباع الغرر من ائمة النظر والله الهادي الى عوال الفكر۔

کیا جاتا ہے اور گوشت میں غالب یہی ہے کہ اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے اور اسے فروخت نہیں کیا جاتا تو اس سے اشارہ ہوا کہ بیع سے مراد صرف وہ جس سے انتفاع مقصود ہو ۱۲ منہ قدس سرہ، (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ولا بیاع^۲ اھ فأشار ان المراد بالبیع هو الذی یقصد به الانتفاع^{۱۳} منہ قدس سرہ۔

¹ الهدایة کتاب الاضحیہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۰۸/۲۳۸

² غایة البیان

عبارت ہدایہ کی تشریح: ہماری اس تحقیق سے ہدایہ کے مندرجہ ذیل قول کے معنی بالکل واضح ہو گئے اور مانعین کا استدلال باطل ہو گیا، "اگر جلد یا گوشت کو دراہم یا ایسی چیزوں کے ساتھ بیچا جائے ختم کئے بغیر ان سے انتفاع نہ ہو سکے تو اس کی قیمت صدقہ کرے" (۱) اس عبارت میں بیچنے سے مراد اپنی ذات کے لئے بیچنا ہے۔ مطلقاً نہیں کیونکہ پہلے انھوں نے یہ فرمایا کہ کھال سے گھریلو کام کے لئے کوئی سامان بنایا جاسکتا ہے پھر کہا ایسی چیز جسے باقی رکھ کر اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اس سے بدل بھی سکتے ہیں تو ان دو مسئلوں میں انتفاع ذاتی ہی کا بیان ہے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ایسی چیز سے نہ بدلیں جو استعمال میں خرچ ہو جائے، تو یہ ممانعت بھی ذاتی استعمال والی ہی بیچ کے لیے ہوئی، اب اسی بیچ کی ممانعت کی علت بیان فرماتے ہیں کہ یہ بیچ بالدراہم کی طرح ہے۔ تو ظاہر ہے کہ اس سے وہی بیچ بالدراہم مراد ہوگی، جو ممنوع ہے صدقہ کے لئے تو دراہم کے عوض بیچنا جائز ہی ہے۔ اور آگے اسی کے لئے فرماتے ہیں کہ اس میں معنی تمول ہے تو یہ کلام ابتداء سے انتہاء تک پکار پکار کر اعلان کر رہا ہے کہ اس بیچ سے مراد ذاتی انتفاع

(تمیہ نفیس) اقول: وبهذا التحقيق استبان والحمد لله معنى قول الهداية "لو باع الجلد واللحم بالدراهم او بما لا ينتفع به الا بعد استهلاكه تصدق بثمنه¹ اه" فانما معناه اذا باع بها لاجل الانتفاع لا البيع بها مطلقاً فانه رحمه الله تعالى ونفعنا ببركاته في الاولي والاخرى قال اولاً يعمل منه آلة تستعمل في البيت² ثم قال "ولا باس بان يشتري به ما ينتفع به في البيت بعينه مع بقاءه³ ثم قال "ولا يشتري به ما لا ينتفع به الا بعد استهلاكه⁴ وقال في تعليقه "اعتباراً بالبيع بالدراهم⁵ قال "والمعنى فيه انه تصرف على قصد التمول"⁶ ثم قال "ولو باع الجلد او اللحم⁷ الخ فكلما ماله بدوؤه وثناؤه وفتحته وانتهاءؤه في البيع لاجل الانتفاع لا مطلق البيع فكيف ولو اريد المطلق لما ساغ قوله "ولا يشتري به ما لا ينتفع به" الخ فان شراء ذلك لاجل التصدق جائز قطعاً و لما صح قوله "اعتباراً بالبيع بالدراهم" المثل ما بينا

¹ الهداية كتاب الاضحية مطبع يوسفى كهنؤ ۱۴۳۸

² الهداية كتاب الاضحية مطبع يوسفى كهنؤ ۱۴۳۸

³ الهداية كتاب الاضحية مطبع يوسفى كهنؤ ۱۴۳۸

⁴ الهداية كتاب الاضحية مطبع يوسفى كهنؤ ۱۴۳۸

⁵ الهداية كتاب الاضحية مطبع يوسفى كهنؤ ۱۴۳۸

⁶ الهداية كتاب الاضحية مطبع يوسفى كهنؤ ۱۴۳۸

⁷ الهداية كتاب الاضحية مطبع يوسفى كهنؤ ۱۴۳۸

والی بیع ہے مطلقاً بیع نہیں، ورنہ حضرت کی ان عبارتوں کے کوئی معنی نہ ہوں گے "مالاً ینتفع بہ" (جس سے نفع نہ اٹھایا جاسکے) اعتباراً بالبیع بالدرارہم (بیع بالدرارہم پر قیاس کرتے ہوئے) وانه تصرف علی قصد التمول (یہ تمول کی نیت سے تصرف ہوا) اور اسی کے بعد صاحب ہدایہ کی یہ متنازع عبارت "اگر جلد اور گوشت الخ" تو اس کا مطلب مطلقاً بیع کیسے ہو سکتا ہے، یہ تو اسی حکم پر متفرع ہے، گویا کسی نے پوچھا کہ ذاتی اغراض کے لئے جو بیع بالدرارہم ہوئی وہ تو ناجائز ہوئی، اب جو پیسہ اس سے حاصل ہوا کیا کیا جائے، تو فرمایا وہ مال خبیث ہے۔ اس کا صدقہ واجب ہے۔ اس پر گویا پھر کسی نے پوچھا آپ کے حکم "یہ مال خبیث ہے" سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بیع ہوئی مگر فاسد، اور حدیث مبارک "لا اضحیة له" سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بیع باطل ہے۔ تو اس کا جواب اس طرح دیا کہ "الحديث انما یفید الکراهة" یعنی حدیث سے بھی بطلان ثابت نہیں، مراد کراہت ہی ہے، کیونکہ بیع کے تو تمام ارکان پائے گئے کہ جانور بیچنے والے کی ملک ہے۔ اور مشتری کو اس پر قبضہ بھی دلا سکتا ہے۔ اس لئے بیع تو ہو گئی، مگر قصد تمول اور عدم بقائے بدل

وبطل تعلیہ بانہ "تصرف علی قصد التمول" فلیس کل بیع بالدرارہم مما یرصدق علیہ ذلک کما اسلفنا تحقیقہ۔ وقولہ "ولو باع الجلد الخ" انما ہو متفرع علی تلك المسئلة فلا یراد به الاما ما یرید بها۔ کانه لما بین عدم جوازہ نشاء السؤال فقیل اذا لم یجز هذا۔ فان فعله فاعل فما ذا علیہ۔ فاجاب بانہ یتصدق بثمنه ثم نشاء السؤال بان قولکم هذا یفید صحة البیع فکیف بحدیث "من باع جلد اضحیته فلا اضحیة له" ^۱ فاجاب "بانہ الحدیث۔ انما یفید کراهة البیع اما البیع جائز لقیام البک والقدرۃ علی التسلیم" ^۲ اه "وهذا دلیل آخر علی ان لیس کلام فی مطلق البیع بالدرارہم۔ فان البیع بها لاجل التصدق لایکره اصلاً۔ وقد بین هذا۔ فابین من هنا مولانا العلامة العلائی صاحب الدرر حیث قال بعد قوله البولی الغزی رحبها الله تعالی "تصدق بثمنه اه مفادہ صحة البیع

^۱ المستدرک للحاکم کتاب التفسیر (تفسیر سورة الحج) در الفکر بیروت ۲/ ۳۹۰

^۲ الهدایة کتاب الاضحیة مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۳۳۸

<p>کی وجہ سے فاسد ہوئی</p> <p>(۲) صاحب ہدایہ کا یہ بعد والا کلام بھی اس بات کی دلیل ہے کہ بیع سے ان کی مراد مطلقاً بیع بالدرہم نہیں کیونکہ تصدق کے لئے بیچنے کو تو سبھی جائز کہتے ہیں۔</p> <p>(۳) یہیں سے "صاحب درمختار" کے کلام کا مطلب بھی واضح ہو گیا جو انھوں نے امام غزالی کے قول "تصدق بثمانہ" کی شرح میں فرمایا ہے اس کا مفاد یہ ہے کہ ایسی بیع جائز ہے مگر فاسد ہے البتہ قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس جانور کو وقف کی طرح قرار دے کر اس کی بیع کو باطل قرار دیا، اس عبارت میں اس بات کی صراحت ہے کہ تنویر کا لفظ تصدق بثمانہ بالکل ہدایہ کی عبارت تصدق بثمانہ کی طرح ہے۔ جو مطلب اس کا ہے وہی تنویر کی عبارت کا بھی ہے۔ تو ایسی صورت میں محال ہے کہ اس عبارت میں مطلق بیع مراد ہو بلکہ وہی مراد ہے جو ہدایہ کی عبارت "لا یشتري به مالا ینتفع" سے تصدق علی قصد التمول تک میں مراد ہے۔</p> <p>(۴) اس مقصد پر اس سے بھی واضح دلالت کافی شرح وافی کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:</p>	<p>مع الكراهة۔ وعن الثانی. باطل لانه كالوقف مجتہبی^۱ اھ فقد نص ان قول التنویر كالهدایة تصدق بثمانہ" یفید كراهة البیع فمحال ان یکون الكلام فی مطلق البیع بالدرہم. بل فی الصورة البكرهه فقط. وهي المارة فی قوله "لا یشتري به مالا ینتفع به" الی قوله "تصرف علی قصد التمول"^۲ ومن اوضح الدلائل علی ذلك ایضاً تعلیل الكافی شرح الوافی لمسئلة الهدایة بقوله "لان معنى التمول سقط عن الاضحیة فاذا تمولها بالبیع انتقلت القربة الی بدله فوجب التصدق^۳ اھ فافادان الكلام انما هو فی صورة التمول لا غیر. ولذا جاء تصویر المسئلة فی التبیین ومجمع الانهر وغیرہما من الاسفار الغر بلقطه "لا یبیعه</p>
---	--

^۱ درمختار کتاب الاضحیہ مطبع مجتہبی دہلی ۱۲/ ۲۳۴

^۲ الهدایہ کتاب الاضحیہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۴/ ۴۴۸

^۳ الكافی شرح الوافی

<p>"قربانی کے جانور سے تمول کے معنی کی نفی ہوتی ہے۔ لیکن جب اس کو تمول یعنی کسب زر کی نیت سے بیچا تو اب پھر وہ اضحیہ سے نکل گیا، تو اب اس کا صدقہ واجب ہوگا"</p> <p>تو انھوں نے تو نص ہی کر دیا کہ ممانعت کا حکم صورت تمول میں ہے۔ کسی اور صورت میں نہیں، اس لئے اس مسئلہ کو تبیین، مجمع الانہر وغیرہ کتابوں میں اس طرح بیان کیا گیا:</p> <p>"کھال کو اپنے اور بال بچوں کے لئے دراہم کے عوض نہ بیچے"</p> <p>تو انھوں نے تو قسم ہی لگانہ چھوڑا، یہ جو تھی دلیل تھی۔</p>	<p>بالدر اہم علی نفسه و عیالہ^۱، فقد اوضحوا المرام، وازاحوا الاوبام و ہذا الدلیل رابع علی ما ذکر ت۔ والخامس الموتر واللہ یحب الموتر، ان نقل کلام التبیین فی الہندیۃ ثم قال "وہکذا فی الہدایۃ و الکافی"^۲ اھ فقد اوضح بما فیہ ان معنی کلام التبیین والہدایۃ واحد۔</p>
--	--

(۵) اور پانچویں صاحب ہندیہ کا یہ کلام کہ انھوں نے صاحب تبیین کے کلام کو نقل کر کے فرمایا: "یہ مسئلہ اسی طرح ہدایہ اور کافی وغیرہ میں ہے" تو انھوں نے تو منہ بھر کر گواہی دے دی کہ صاحب تبیین اور ہدایہ کی عبارت کا مطلب ایک ہی ہے۔

<p>اس کے بعد غایۃ البیان علامہ اتقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دیکھنے کی توفیق ہوئی تو انھوں نے تو اوہام کے سارے بادلوں کا صفایا کر دیا فرماتے ہیں: "ہدایہ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کھال کی بیچ کے بعد اس سے قربت اور ثواب ہونے کے معنی ختم ہو گئے حالانکہ قربانی سے کسب زر اور حصول زر کی غرض ساقط ہے۔ توجب دراہم سے اس کو بیچ دیا تو اس کا صدقہ واجب ہے تاکہ قربانی یا اس کے معاوضہ سے کسی قسم کا تمول نہ لازم آئے"</p> <p>تو انھوں نے بھی کافی کی طرح یہ بات صاف</p>	<p>ثم بعد زمان لما من سبحنہ وتعالی علی عبدہ الضعیف بشراء غایۃ البیان شرح الہدایۃ للعلامة الاتقانی رحمہ اللہ تعالیٰ، رأینہ شرح کلامہ بمالم یبق للوہم مجالا، حیث قال یرید بہ ان القربۃ فأتت عن الجلد بما باعہ ولكن الاضحیۃ ساقط عنها معنی التمول، فلما باعہ بالدر اہم وجب علیہ التصدق بہا، لئلا یلزم التمول بشیخ من الاضحیۃ او بدلہا^۳</p> <p>فأفاد کالکافی وغیرہ ان السنہی عنہ</p>
---	---

^۱ تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبوعۃ الکبزی الامیریہ بولاق مصر ۸/۶

^۲ فتاویٰ ہندیہ الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۳۰۱/۵

^۳ غایۃ البیان

کردی کہ ہدایہ کی عبارت سے مراد وہ بیع ہے جو تمول کے لئے ہو، اور اتنا اضافہ فرمایا کہ یہ وہ بیع ہے جس سے کار ثواب اور قربت ہونے کی نفی ہوتی ہے تو وہ بیع اس حکم ممانعت سے خارج ہو گئی جو ادائے قربت اور حصول ثواب کے لئے ہو، والحمد لله رب العالمین۔

تو یہ امر واضح ہو گیا کہ ممنوع مطلقاً بالدرہم نہیں، بلکہ جب تمول کے طور پر ہو یہی بدل میں خبث پیدا کرتی ہے، اور اسی سے تصدق واجب ہوتا ہے۔ اور کار ثواب کے لئے بیچنے میں کوئی حرج نہیں اگرچہ وہ کار ثواب کسی قسم کا ہو۔

میں نے بارہا یہی فتویٰ دیا اور اس موضوع پر ایک مفصل فتویٰ ۱۲۱ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ کو لکھا، اور دوسرا مجمل فتویٰ آئندہ سال ذی القعدہ میں دیا یہ دونوں فتاویٰ میرے فتاویٰ کی چوتھی جلد میں ہیں، تو میرے ان فتوؤں کی مخالفت ہندیوں کی ایک جماعت نے شروع کی جن میں اکثر وہابیہ ہیں، ان کا خیال ہے کہ کھال کی بیع درہم کے ساتھ مطلقاً ناجائز ہے۔ خواہ نیت کار ثواب کی ہی کیوں نہ ہو، ان کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ وہ بھی اسی طرح کہ فقیر کو اس کا مالک بنا دے، کسی بھی

هو البيع للتبول، وزاد ان المراد بيع يفوت القربة فخرج البيع لاقامة قربة، فانه لا يفوتها بل يحصلها وهو تقرب لا تبول، فاتضح الصواب وزال الارتياب، والحمد لله في كل باب بكذا ينبغي التحقيق اذا ساعد التوفيق، ومن المولى تعالى هداية الطريق فقد بان بنعمة الله جل وعلا ان البيع بالدرهم ليس مما يمنع مطلقاً بل اذا كان على جهة التبول، وهو لذی يورث الخبث وعليه يتفرع وجوب التصديق، اما اذا باع بها ليصرف في القربات، فذلك سائغ وسائر وجوه القرب، مطلقة حينئذ لا حرج في شيعي منها۔

بذلك افتيت غير مرة وكتبت فيه فتوى مفصلة اذ سئلت عنه لتسع بقين من ذى الحجة عام الف وثلثمائة وخمس من هجرة من لولاه ماصليت الخمس، ولا لاح قبر ولا بزغت شمس، ولا اقبل غدو لا ادبر امس، عليه وعلى آله الغر الكرام افضل صلاة واكمل سلام واخرى مجملة اذ ورد على السؤال لسبع خلون من ذى القعدة الحرام في العام الذي يلي ذلك العام

دوسرے مصرف میں خواہ مصرف خیر ہی کیوں نہ ہو صرف کرنا جائز نہیں اصاغرنے تو ہدایہ اور در مختار کی انھیں دونوں عبارتوں سے سند پکڑی ہے، جس کا مفصل بیان اوپر گزرا تو ہم کو دوبارہ ان کی تردید کرنی ضروری نہ تھی، ان کی بات حد درجہ کمزور ہے۔ کیونکہ ان سے خود پوچھ دیکھو کہ ہدایہ اور در مختار کی عبارت بیع مکروہ کے بیان میں ہے۔ یا کسی دوسرے کے بیان کے لئے، تو کہیں گے بیع مکروہ کے لئے پھر ان سے پوچھ کیا کھال کی بیع مطلقاً مکروہ ہے تو کہیں گے نہیں، تو اب فیصلہ کے لئے کیا باقی رہ گیا، اور اگر اول میں پلٹ کر جواب دیں کہ صرف بیع مکروہ کی نہیں، تو ان کا نفس انھیں خود جھٹلائے گا، اور ثانی میں اگر کہیں ہاں، تو ان کی بات خود انھیں کو جھٹلا رہی ہے کیونکہ وہ بھی صدقہ کے لئے بیع جائز قرار دیتے ہیں، اور اگر وہ اس بیع کے جواز کا انکار کریں گے تو ہم ان کو نصوص علماء کے لشکروں سے آسودہ کر دیں گے۔

وہما مثبتتان فی المجلد الرابع من مجموعة فتاویٰ المبارکة ان شاء اللہ تعالیٰ الملقبة بالعطایا النبویة فی الفتاویٰ الرضویة جعلها اللہ نافعة للمسلمین و مقبولة لدى العالمین و حجة لبعده یوم الدین امین الہ الحق امین۔

فعند ذلك نأزعی شردمة من الهنديين اكثرهم من الوهابية المبطلين زاعمين ان البيع بالدرهم مطلقاً ولو للقربات يوجب التصديق حتى لا يجوز له الصرف الى مانوى من القرب بل لا يخرج عن العهدة الا بالاداء الى الفقير على وجه التملك واحتج الاصاغر منهم على ذلك بعبارتي الهداية والدر المذكورتين وقد بينا ما بو المراد بهما واثبتنا عرش التحقيق على انه لا مساس لشبيخ منهما بمز عوم القوم. فآغنانا ذلك عن الاسترسال مرة اخرى في رد كلامهم. فانه لشدة وهن نفسه غنى عن ايها ن غيره. فلئن سألتهم هل الكلام بهنا اعنى في قول الهداية والدر في بيع يكره لافي غير. ليقولن نعم، ولئن سألتهم هل البيع بالدرهم يكره مطلقاً ليقولن لا. قل فآنى تذببون. ولئن قالوا في الاول لا. لقضت عليهم حجتهم نفسها بالخطاء والجهالة ولئن

قالوا في الاخر نعم فكلامهم انفسهم مناد عليهم
بالبهت والبطالة. فانهم ايضا معترفون بجواز البيع
للتصدق من دون كراهة وان لم يعترفوا لاتيناهم
بجنود من نصوص العلماء. لاقبل لهم بها. فناهيك
بهذا القدر مشبعاً لهم ومزيلاً لوهم عرض بالهم.

ولكني اقول: لاغرو من نفر قاصرين لا يكادون يميزون
بين الغيث والسمين والرخيص والشمين والمدين
والضمين والشمال والييين. انما العجب من كبيرهم
الكنگوبى المدعى طول الباع وعظم الذراع على ما فيه
من انواع عه الابتداع حيث زاد غباوة على الاتباع
واخذ يتشبهت بما قدمنا عبارتي العيني والكافي انه
تصرف على قصد التمول الى قوله "فيكون خبيثاً"

اگر یہ جھوٹے لوگ غلطی میں پڑ گئے جو موٹے اور دبلے
ستے اور مہنگے اور دائیں بائیں کی تمیز نہیں رکھتے تو تعجب کی
بات نہ تھی تعجب تو اس بات پر ہے کہ ان سب کے امام گنگوہی
صاحب جو طول باع و وسعت اطلاع کے مدعی ہیں انھوں نے
کیسے یہ فتویٰ دیا اور اپنی سابقہ گمراہیوں میں اضافہ کر لیا، اور
سند میں عینی اور کافی کی عبارت پیش کی، ہدایہ اور در کی
عبارت ہی ان کے خلاف حجت تھیں، لیکن عینی اور کافی کی
عبارتیں تو ان کا صریحی رد ہیں،

یہ حکم تو اس کے حال سابق پر تھا پھر گمراہی اور ضلالت میں اس کا
حال مزید ترقی کر گیا پس وہ کفر ظاہر میں جا پڑا اور ارتداد صریح کو
اختیار کیا اور ہدایت پر گمراہی کو اختیار کیا، ہم ہلاکت و بربادی سے
اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العزیز
الحکیم ۱۲ قدس سرہ (ت)

عہ: هذا كان اذذاك ثم ترقى به الحال في الغواية و
الضلال فوق في الكفر البراح واختار الارتداد الصراح
واستحب العبي على الهدى نعوذ بالله من الهلاك والردى
ولاحول ولا قوة الا باللہ العلی العزیز الحکیم ۱۲ قدس
سرہ العزیز۔

خصوصاً ہدایہ کی عبارت میں تو تصدق کی علت خبث کو قرار دیا ہے۔ اور خبث کی وجہ بیع کی کراہت تسلیم کیا ہے۔ اور بیع کی کراہت کی وجہ تمول کو گردانا ہے تو کیا یہ آدمی دراہم کے ساتھ بیع کو مطلقاً بیع متمول گردانتا ہے۔ یا تمول اور تقرب کا فرق نہیں جانتا، ضد کو ضد پر قیاس کرنے کو اور خبیث کو طیب پر محمول کرنے کو اور بیع منہ عنہ کو بیع جائز پر اعتبار کرنے کو اور اقرار دیتا ہے، یہ کتنی شنیع بات ہے ہم خدا کی اس سے پناہ مانگ رہے ہیں۔

رد: اللہ تعالیٰ اس شخص کو مذہب اہلسنت وجماعت کی ہدایت دے، اس نے کہا: "قربانی کر نیوالے نے جب جلد دراہم کے عوض بیچ دی تو تمول (کسب زر) کی نیت ہو یا صدقہ کی اس کے دام کا صدقہ کرنا واجب ہو گیا جیسے نذر کا صدقہ واجب ہوتا ہے۔ یعنی نے شرح ہدایہ میں کہا یہ قصہ تمول پر تصرف ہے اور قربانی کسب زر کا ذریعہ ہونے سے نکل چکی ہے۔ تو جب بیع کر کسب زر کیا تو صدقہ واجب ہو گیا کیونکہ یہ ثمن فعل مکروہ سے حاصل کیا تو خبیث ہو گا اور صدقہ واجب"۔ اور کافی میں ہے جب اس سے تمول کیا تو قربت کھال سے منتقل ہو کر اس کے بدل میں چلی گئی تو اس کا تصدق واجب ہوا۔

اس کلام سے کم از کم یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ شخص

فیجب التصدق وانہ اذ تمولها بالبیع^۱ الی قوله فوجب التصدق^۲ فان کلامی الهدایة والدردوان کان حجتین علیہم لالہم لکن لاکہاتین الناصتین بان الکلام فی صورة التمول لامطلق التبدل، لاسیما کلام الامام البدر المبین کالبدر، ان وجوب التصدق لا جل الخبث والخبث لکراہة البیع، وکراہة البیع لقصد التمول فیالیات شعری فیظن الرجل ان کل تبدل بمستهلك تمول، فیحکم بکراہة البیع به مطلقاً امر لایدری الغرق بین التمول والتقرب حتی یحتج علی الضد بالضد امر یجیز قیاس المباین علی المباین والخبیث علی الطیب، والمنہی عنہ علی المآذون فیہ۔ بل المندوب الیہ فهل ہذا الاشیخ، نکرا۔ و امر امر۔ وایا ما کان فالی اللہ الضراعة لمنح البراعة ومنع الشناعة۔

قال الرجل ہدایہ اللہ تعالیٰ الی مسلك اہل السنة و الجماعة اذا باع المضحی جلد الاضحیۃ بالدراہم سواء کان البیع للتمول او بنیۃ التصدق تعین تصدقہ ثمنہ کالنذر وهذا هو معنی الصدقة الواجبة۔

^۱ البنایہ فی شرح الهدایہ کتاب الاضحیۃ المكتبة الامدادیہ مکة المكرمة ۱۹۰ / ۱۳

^۲ کافی شرح الوافی

مول اور تقرب کے فرق سے آگاہ ہے بھی تو بیع تمول اور بیع تقرب کو دو علیحدہ قسمیں قرار دے کر حرف تردید سے بیان کیا کہ تمول ہو یا صدقہ کی نیت دام کا صدقہ واجب ہو گیا، ہاں لاعلمی یا تجاہل عارفانہ میں لفظ تقرب کو تصدق سے بدل دیا کیونکہ کلام تو مطلقاً کار ثواب کے لئے بیع کرنے سے متعلق ہے۔ الغرض اس کلام سے اب سمجھ میں آیا کہ بات وہی آخری ہے کہ اس شخص کے نزدیک ضد مخالف سے استدلال جائز ہے۔ اس استدلال کی کیفیت ایسی ہی ہے جیسے کوئی کہے عبادت خدا کی ہو یا غیر کی سب ناجائز ہے۔ دلیل اس کی قرآن عظیم میں ہے۔ لا اعبداً ما تعبدون تو ما تعبدون دیکھا ہی نہیں لا اعبداً سے استدلال کر دیا، اسی طرح صاحب کافی کی عبارت تو بیع تمول کو ممانعت میں ہے اور آپ نے مطلقاً بیع حرام کر دی،

یہ تو عبارت کافی سے استدلال کا حال ہے۔ اور عینی سے استدلال کی حالت تو اور ردی ہے۔ اس لئے کہ وہ نص کرتے ہیں کہ اس کا تصدق اس لئے واجب ہے کہ مال خبیث اور یہ صورت بیع تمول کے سوا اور کسی صورت میں ہو ہی نہیں سکتی، تو آپ کا اس عبارت سے استدلال اندھیری رات

قال العینی فی شرح الهدیۃ انه تصرف علی قصد التمول وقد خرج عن جهة التمول فاذا تمول بالبیع وجب التصدق لان هذا الشئ حصل بفعل مکروه، فیکون خبیثاً فیجب التصدق اهو فی کافی فاذا تمولها بالبیع انتقلت القربة الی بدله فوجب التصدق اه معر باملخصاً۔

اقول: دلنا کلامك هذا علی تعیین الشق الاخير من الشقوق الثلاثة المارة فی قولی، یا لیث شعری فعر فنا بتردیدك ان لیس كل بیع بمستهلك تمولا عندك، وانك ما تزیین التمول وغیره، وان بدلت التقرب بالتصدق جهلا منك، او تجاهلاً مع علمك ان الكلام فی سائر القرب، دون التصدق فاذن لا اجد لاحتجاجك بكلام کافی مثل، الا کمین ادعی ان من صلی اثم سواء كانت صلاته لله تعالیٰ اولغیره واحتج علیه بقوله عزوجل "قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُونَ لَا اَعْبُدُوا مَا تَعْبُدُونَ" ¹ فان كان الدلیل یتم بان یکون اخص من المدعایع عدم المساس بالجزء المقصود منه المتنازع فيه اصلاً، فلا رى احد امن

¹ القرآن الکریم ۱۰۹/۲۱

کے ثبوت میں سورج پیش کرنے کے مرادف ہے اس شخص نے کہا، کافی اور عینی کی عبارتوں سے ثابت ہو گیا کہ اس کھال کے دام کا تصدق واجب ہے۔ تو وہ صدقہ واجبہ ہوا، اور اس کا مصرف وہی ہے جو صدقہ واجبہ کا مصرف ہے تو اسے مسجد یا مدارس کی تعمیر میں صرف نہیں کر سکتے۔

البطلین يعجز عن اقامة الف دليل على دعواه هذا احتجاجك بالكافي، اما التمسك بكلام البدر فبرأك الله من ان تنقص درجة عن يدعي وجود الليل البهيم مُسبب الاستتار يحتج عليه بوجود الشمس في وسط السماء بأزعة تبهر الابصار۔

قال "فقد اتضح بهأتين الرواتين وجوب التصدق واذا وجب الصدقة فكونها صدقة واجبة واذا وجب الصدقة فكونها صدقة واجبة واضح بنفسه فلا يكون مصرفها الامصرف الصدقة الواجبة كما هو ظاهر، فلا يجوز صرف الى بناء المساجد والمدارس اه بالتعريب۔

اقول: ان اريد الوجوب عند التمول فنعم، والا كلام فيه، او عند التقرب فلا ولا كرامة واى اثرله في دليلك فما ثبت بهما لانزاع فيه، وما فيه النزاع لم يثبت بهما، وان كان بحسبك ان يقع في كلام الاصحاب لفظ وجوب التصدق في اى مسألة من اى باب، فنعم لدعواك في كل كتاب دلائل عدد الرمل والتراب۔

قال والصدقة مطلقاً لا بد فيها من التملك سواء كان اباحة او تملكاً تاماً۔

گنگوہی صاحب کی اس عبارت کا اگر یہ مطلب ہے کہ ان عبارتوں سے یہ ثابت ہے کہ بیع تمول کے لئے ہے تو قیمت کا صدقہ واجب ہے، تو یہ بات صحیح ہے۔ بیشک اگر بقصد تمول بیع کی تو اس کا تصدق واجب ہے۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ کسی کار ثواب کی غرض سے بیع کیا تب بھی تصدق واجب ہے۔ تو یہ بات ان دونوں عبارتوں سے ہرگز ثابت نہیں اور اگر آپ کے استدلال کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ عبارت میں صدقہ واجبہ کا لفظ مل جائے، چاہے جس باب اور جس بیان میں ہو تو

یہ دونوں عبارتیں ہی کیا ہیں، ہر کتاب میں آپ کے مدعا پر سیکڑوں دلیلیں موجود ہیں، اس شخص نے کہا: "صدقہ میں مطلقاً تملیک واجب ہے عام ازیں کہ بطور اباحت ہو یا بطور تملیک۔"

آدمی کو صحیح بات نہ معلوم ہو تو جتنا ہو چکا اسی پر صبر کرنا چاہئے اور دراز لسانی سے پرہیز کرنا چاہئے، لیکن آپ نے تو ایک نئے سر کا اضافہ کرنا چاہا، اور شطرنج کے کھیل میں گدھے کو بھی داخل کر دیا کیونکہ یہ بات بالکل غلط ہے کہ اباحت بھی تملیک کا ایک حصہ ہے، اور صدقہ واجبہ تملیکیہ میں بھی اباحت سے کام چل جائے گا، افسوس کہ اس کلام میں قسمیں کو قسم اور ضد کو شریک بنا دیا گیا حالانکہ ان دونوں کی تفریق کے بیان میں کتابوں کے ابواب بھرے پڑے ہیں، ابواب طلاق و لفظ و ہبہ کراہیہ وغیرہ میں کثرت سے یہ مسائل ہیں۔

ہم لوگ فقہ میں جو اول کتاب امام صدر الشریعہ کی شرح وقایہ پڑھاتے ہیں اس میں کتاب الطہارۃ کی ابتداء میں ہی لکھتے ہیں: "پانی پر قدرت اباحت سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اور تملیک سے بھی تو پانی والے نے ایک پوری جماعت سے اگر یہ کہا تم میں سے جو چاہے اس پانی سے وضو کرے، اور پانی کسی ایک کے وضو بھر تھا۔ پوری جماعت کا وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ علی سبیل الانفراد سب کی قدرت ثابت ہو گئی، اور اگر یوں کہا کہ اس پانی پر تم سب قبضہ کر لو تو تیمم نہ ٹوٹے گا، کیونکہ اتنا پانی جب

اقول: یا لیتک اذلم تہتد الی الصواب قنعت۔ بما من قبل صنعت، ونفسک عن الاسترسال منعت، ولكنک اجبت ان تزيد فی الطنبور نغمة، وفي الشطر نج بغلة فابتدعت القول بان الاباحة من التملیک وانہا تجزی فی الصدقة مطلقاً. فجعلت القسمی قسماً، والصد ندأ مع ان کلمات العلماء، فی مسائل الاباحة غیر قلیة ولا خفیة بل دوارة فی کثیر من ابواب الفقه، منها الطہارات، ومنها الزکوٰۃ، ومنها الطلاق، ومنها اللقطة ومنها الهبة، ومنها الکراہیة وغیر ذلك وهذا شرح الوقایہ للامام الجلیل صدر الشریعہ اول کتاب تندر اسہ فی الفقه۔ افاد فیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فی اول کتاب الطہارات من باب التیمم، ان القدرة ثبت بطریق الاباحة، وبطریق التملیک فان قال صاحب الماء لجماعة من المتیہین لیتوضأ بهذا لماء ایکم شاء، والماء یکفی لكل واحد منفردا ینتقض تیمم کل واحد لثبوت القدرة لكل واحد علی الانفراد، اما اذا قال هذا الماء لکم وقبضوا لا ینتقض تیمم لانه یبقی

<p>سب کو ہبہ کیا اور تقسیم نہیں کیا تو ہبہ مشاع ہونے کی وجہ سے وہ ہبہ باطل ہو اور کسی کے لئے اباحت ثابت نہ ہوئی، ایسا ہی فتح اور بحر وغیرہ میں ہے۔ تملیک اور اباحت کا فرق اس عبارت سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ پہلی صورت میں اباحت ثابت فرماتے ہیں اور دوسری صورت جو ہبہ اور تملیک کی طرح ہے۔ اس میں اباحت کی نفی فرماتے ہیں، اگر دونوں ایک ہی ہوتے تو ایک کا ثبوت اور دوسرے کی نفی کیسے ہوتی، در اور مجمع الانہر میں ایک مشہور و معروف ضابطہ مصرح ہے: "مالک نے کسی کھانے کی چیز کی اجازت لفظ "اطعام" سے دی کہ "اسے فلاں کو کھلا دو" تو اس میں اباحت کافی ہے۔ اور جس کو "ایتاء" سے اجازت دے کہ "اسے فلاں کو دے دو" تو اس میں تملیک ضروری ہے۔ "تو آنکھ کھول کر دیکھ لیجئے کہ تملیک و اباحت آپس میں تقسیم ہیں، یا ایک دوسرے کی قسم!</p> <p>امام غزی نے فرمایا: "الزکوٰۃ تملیک: زکوٰۃ میں فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے۔"</p> <p>علامہ علائی فرماتے ہیں: "اس سے اباحت نکل گئی</p>	<p>على ملك الواهب ولم تثبت الاباحة لانه لما بطل الهبة بطل ما في ضمنها¹ اه ملخصاً ونحوه في الفتح والبحر وغيرها، فانظر كيف باينوا بينها، واسمع كيف اثبتوا الاباحة لكل منفرد بقول المالك ليتوضأ به ايكم شاء، مع بداهة انه لا تثبت بقوله هذا شيعي من الملك لكل منهم، ولا لاحدهم افما كنت درست هذا او ما دريت ولا وعيت ضابطا لهم، ان ما شرع بلفظ اطعام وطعام جاز فيه الاباحة، وما شرع بلفظ ايتاء واداء شرط فيه التمليك²۔ كما في ظهار الدر ومجمع الانهر وغيرهما فافتح العين، هل هما قسيبان او احدهما قسم من الاخر۔</p> <p>او ما علمت ان مولی الغزی لما قال ان الزکوٰۃ تملیک³ الخ قال المحقق العلائی خرج الاباحة⁴ او ما عرفت ان الامام صدر الشریعة لما قال في النقایة تصرف تملیک⁵</p>
--	---

¹ شرح الوقایہ کتاب الطہارة المكتبة الرشیدیہ، دہلی ۱/۶۱-۱۰۵

² در مختار باب كفارة الظهار مطبع مجتہبی دہلی ۱/۲۵۱، مجمع الانہر شرح ملتقى الابحر باب الظهار دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۵۳

³ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتہبی دہلی ۱/۱۲۹

⁴ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتہبی دہلی ۱/۱۲۹

⁵ مختصر الوقایہ فی مسائل الهدایة فصل مصرف الزکوٰۃ نور محمد کارخانہ کتب کراچی ص ۳۷

"امام صدر الشریعہ نے فرمایا: "(الزکوٰۃ) تصرف تملیکاً"
 زکوٰۃ تملیک کے طور پر خرچ کی جائے گی، علامہ شمس محمد نے
 اس کی شرح میں کہا: اس میں اشارہ ہے کہ زکوٰۃ کو کسی کے
 لئے مباح کیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی

اسی طرح علماء کی تصریح ہے: "جو چیز مباح کی وہ مباح کرنے
 والے کی ملک پر باقی رہتی ہے جس کے لئے مباح کی گئی، اس
 کو اس کی ملک سے کوئی تعلق نہیں رہتا" _____ "وہ تو یہاں
 تک فرماتے ہیں: "مالک کی ملک زائل ہو جائے تب بھی
 ضروری نہیں کہ مباح لہ کی ملک ثابت ہو۔"

مطلب یہ ہے کہ جب مباح لہ نے اس چیز کو کھالیا تو وہ چیز
 مباح کرنے والے کی ملک سے نکل گئی، اور کسی کی ملک میں
 داخل نہیں ہوئی، حتیٰ کہ کھانے والے کی ملک بھی نہ ہوئی
 یہی مطلب ہے ملک نفسہ کا، ان کا یہ قول ملا علی قاری نے اپنی
 کتاب حاشیہ در میں پیش کیا، الغرض اگر میں نقل کرنے پر

یعنی الزکوٰۃ قال العلامة الشمس محمد في شرحها
 فيه اشارة الى انه لا يجوز صرف الاباحة¹ الخ او ما
 عقلت ما فاد العلامة البحر في لقطه البحر، اذ قال انما
 فسرنا الانتفاع بالتملك لانه ليس المراد الانتفاع
 بدونه كالاباحة² - او ما وقفت على قول السيد الشامي
 في لقطه ردالمحتار ان التصرف على وجه التملك
 احتراز عن التصرف بطريق الاباحة على ملك
 صاحبها³ اه او ما سمعت العلماء يصرحون في غير ما
 موضع ان المباح له انما يتصرف على ملك المبيع لا
 حظ له من المملك اصلا، حتى لم يثبتوا له ملكا بعد
 زوال ملك المالك، ايضا قال المولى زين بن نجيم في
 شرح الكنز فان قيل المباح يستهلكه المباح له على
 ملك المبيع او على ملك نفسه، قلت اذا صار ما كولا
 زال ملك المبيع عنه، ولم يدخل في ملك احد⁴ اه
 واثره عنه العلامة الطحطاوي في حاشية الدر، بهذا
 وكم اسرد لك يا هذا من نقول الاسفار وبى في الوفور
 والاستكثار

¹ جامع الرموز كتاب الزکوٰۃ مصرف الزکوٰۃ مكتبة اسلامية گنبد قاموس ايران ۳۳۸/۲

² بحر الرائق كتاب اللقطه انجاء ایم سعید کمپنی کراچی ۱۵۸/۵

³ ردالمحتار كتاب اللقطه دار احیاء التراث العربی بیروت ۳-۲۱/۳-۳۲۰

⁴ بحر الرائق باب الظهار فصل في الكفارة انجاء ایم سعید کمپنی کراچی ۱۰۹/۴

مولانا زین ابن نجیم شرح کنز میں فرماتے ہیں: "مباح کو مباح کہ مباح کرنے والے کی ملک پر ہی ختم کرتا ہے یا وہ چیز خود اپنے ہی ملک پر ہوتی ہے کوئی اس کا مالک نہیں" آؤں تو ایسی نصوص کا انبار لگ جائے، تو تملیک اور اباحت کے فرق کا اعلان کر رہی ہیں۔

اسی طرح اس کلام کا یہ ٹکڑا کہ "صدقات میں مطلقاً اباحت کافی ہے" یہ بھی غلط ہے۔ اتنی بات تو مر آدمی جانتا ہے کہ زکوٰۃ اور صدقہ فطر میں اباحت کافی نہیں ہم نے اس بات کی جزئیات تنویر اور در سے پہلے نقل کئے، اور در کا ضابطہ بھی نقل کیا، آئندہ مزید تفصیل کریں گے تو اس قائل کا کلام ازتا پانچدوش ہی مخدوش ہے اور ہمیں مزید رد کی ضرورت نہیں۔

ایک سنی عالم کا فتویٰ: البتہ علمائے اہلسنت میں سے بھی ایک بزرگ نے اس قسم کی بات کہی جو گنگوہی صاحب سے مذکور ہوئی، ان کا کلام یہ ہے: "قربانی کی کھال کا حکم یہ ہے کہ اس کا صدقہ کیا جائے یا اس کو خود استعمال کیا جائے، یا اس کو باقی رہنے والی چیز سے بدلا جائے، جیسے چھلنی، مصلیٰ وغیرہ، تو تصدق کی صورت میں تملیک ضروری ہے" انھوں نے اپنے کلام سے نہ تو یہ ثابت کیا کہ

ما تلتھی دون نقله الاعمار، وانا بحمدالله عالم بمنط غلطک، ومثار لفظک وسأنبهک علیہ عن قریب، ان شاء المولی القرب المجیب، واما ما اوبست من اجزاء الاباحة فی الصدقات مطلقاً فواضح البطلان عند کل من یعلم ان الزکاة وصدقۃ الفطر لاتغنی فیہما الاباحة علی المذہب الصحیح المفتی بہ، وقد قدمنا نصوص النقایة و التنویر والدر، وضابط الدر و شرح ملتقی الابحر، و سیاتی زیادة علی ذلک ان اراد المالك۔

وبالجملة کلام الرجل ککلام مدبوش من قرنه الی قدمه مخدوش ونحن اذا قد اوضحنا المرام وازحنا الاوبام بتوفیق ربنا الملك العلام، فلا علینا ان نقصر الکلام ونطوی بساط الرد الابرام والحمد لله ولی الانعام۔

تذلیل جلیل: قال العبد الذلیل بعد هذا وقفت علی تحریر آخر لبعض جلة العصر من افاضل اهل السنة جنح فیہ نحو ما جنح اولئک القوم، وحکم ان لا بدبھنا من التملیک متمسکاً بما تعریبہ حکم جلود الاضاحی ان یتصدق بها او ینتفع بها بنفسه او یتبدلها بما ینتفع به مع بقاء کالغربال والسجادة وغیرہا فی صورة

کھال کا صدقہ واجبہ ہے۔ نہ یہ ثابت کیا کہ اس کو کسی اور کار ثواب میں نہیں لگایا جاسکتا، حالانکہ یہی دلیل کا صغریٰ ہے۔ بے اس کے ثبوت کے دلیل ہی بیکار ہے۔ ان بزرگ کی غلطی کی بناء یہ ہے کہ انھوں نے یہ سمجھا کہ قربانی کی کھال صدقہ کرنے یعنی اس سے انتفاع حاصل کرنے یا باقی رہنے، والی چیز سے استبدال میں منحصر ہے۔ اور جب یعنی انتفاع اور استبدال بالباقی کی صورت نہ پائی گئی، تو صدقہ معین ہو گیا، اور اس میں تملیک ضروری ہے (اللہ تعالیٰ انھیں اپنے لطف سے نوازے) یہ ان کے کلام کی انتہائی توجیہ ہے۔

لیکن قابل غور امر یہ ہے کہ شرح میں صدقہ کا اطلاق متعدد چیزوں پر ہوتا ہے۔

(۱) تملیک المال من الفقیر "اس صورت میں عاریتہ۔ اباحت، ہدیہ غنی، قرض وغیرہ سب صدقہ سے نکل گئے، اور صدقہ فطر اور زکوٰۃ میں لفظ صدقہ سے یہی مراد ہوتی ہے اور اسی صدقہ کے لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں تملیک ضروری ہے۔ تو صدقہ کفارہ اگرچہ صدقہ واجب ہے لیکن اس معنی

التصدق لابد من التملك اھ حاصلہ معرباً۔
 اقول: هذا كلام كما ترى لا يكاد يرجع الى طائل، فان لزوم التملك في التصديق لا يستلزم لزومه في التقرب ولم يلزم كلامكم بايجاب التصديق بهنا عيناً ونفى سائر وجوه التقرب شيئاً فالصغرى المطوية بهى التى كانت محتاجة الى البيان وقد طويتها وطويت الكشح عن بيانها فاختلف البرهان، وكان ملحظ هذا الفاضل ومحط نظره ان حكم الجلود اذا كان دائراً بين الاشياء الثلاثة، وبالبيع بالدرهم ولو لاجل التقرب انتفى الاخيران، فتعين الاول، وبو لابد فيه من التملك هذا غاية ما يقال في تقرير كلامه، على حسب مرامه هنا، ربه بلطفه واكرامه فالان۔

اقول: وباللہ التوفيق وبه الوصول الى ذرى التحقيق، اعلم ان للصدقة اطلاقاً: الاول: اخصها تملك المال من الفقير مجاناً، فخرج الاعارة والاباحة وهدية الغنى، والاقراض وهذا هو المراد في الزکوٰۃ وصدقہ الفطر، وبهذا المعنى يقال ان الصدقة لابد فيها من التملك، وحيث لا تدخل فيها الكفارات لجواز الاباحة

<p>میں وہ صدقہ نہیں کیونکہ اس میں اباحت بھی جائز ہے۔ تنویر میں ہے: "کفارہ اور فدیہ کے صدقہ میں اباحت جائز ہے۔ صدقات اور عشر میں نہیں۔" لفظ صدقہ کی تفسیر میں شامی اور طحطاوی نے کہا: "صدقات سے مراد زکوٰۃ اور صدقہ فطر ہے" یہاں کفارہ صدقہ واجبہ ہونے کے باوجود صدقات سے خارج ہے۔ (۲) "فقیر کو مال پر قابو دے دینا" یہاں تملیک سے قطع نظر ہوتی ہے۔ اور یہ انتفاع، تصرف اور</p>	<p>فیہا قطعاً (عہ)۔ ولذا قال فی ظہار التنویر، صحت الاباحۃ فی طعام الکفارات والغدیۃ دون الصدقات و العشر^۱ اہ قال السیدان الفاضلان احمد الطحطاوی ومحمد الشامی (قوله دون الصدقات) ای الزکوٰۃ و صدقۃ الفطر^۲ اہ فانظر کیف اخرج الکفارات من الصدقات۔ الثانی: تمکین الفقیر من المال مجاناً و ہنا یقطع النظر عن التملیک و یکتفی</p>
--	--

یعنی ان اقسام میں سے طعام میں اباحت ہے۔ لیکن کفارہ بئین میں لباس میں اباحت کافی نہیں ہے لیکن جیسا کہ بحر وغیرہ میں ہے تو اس مراد کو محفوظ رکھو اقوال: (اور میں کہتا ہوں) لباس کا خروج یہاں ضروری ہے کیونکہ اباحت صرف ایسی چیز میں ہو سکتی ہے جس کو ہلاک کر کے انتفاع حاصل کیا جائے جیسے ماکولات و مشروبات جبکہ لباس ایسی چیز نہیں ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ حاصل یہ کہ میرے نزدیک اباحت اور عاریہ دینے میں فرق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز (ت)

عہ: ای فی نوع الطعام منها اما الكسوة فی كفارة البیہین فلا تكفی فیہا الاباحۃ كما فی البحر وغیرہ فلیحفظ ہذا المراد. وانا اقول: خروج الكسوة ضروری فان الاباحۃ انما تكون ما ینتفع بہ باستهلاكہ كالمأكولات و المشروبات والكسوة لیس هذا كما لا یخفی والحاصل ان عندی فرقا بین الاباحۃ والاعارة مطلقاً. واللہ تعالیٰ اعلم
۱۲ منہ قدس سرہ العزیز

^۱ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الطلاق باب الكفارة مطبع مجتہدی دہلی ۲۵۱/۱

^۲ رد المحتار علی الدر المختار کتاب الطلاق باب الكفارة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۸۳، حاشیہ الطحطاوی کتاب الطلاق باب

الكفارة دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۰۲

استملاک سبھی صورتوں کو شامل ہوتا ہے جو تملیک اور اباحت دونوں صورتوں میں ہو سکتا ہے صدقہ اس معنی میں کفارہ پر بولا جاتا ہے۔ جو صدقہ واجبہ سے ہے اس کو لینے کا اہل وہی ہے جو زکوٰۃ کا اہل ہے۔

چنانچہ قسستانی و شامی وغیرہ نے کہا: "جو فقیر مصرف الزکوٰۃ ہے وہی صدقہ فطر، کفارات اور نذر وغیرہ کا مصرف ہے۔" صدقہ کے یہ دونوں معنی صدقات واجبہ میں ہی متحقق ہونگے، شاید اسی بات نے اس وہابی آدمی کو یہ جرات دلائی کہ اس نے اباحت کو بھی تملیک میں شمار کیا کہ انھوں نے فتح القدر میں دیکھا "صدقہ کے لئے تملیک ضروری ہے" اور رد المحتار کی بھی نقل شدہ عبارت میں دیکھا کہ کفارہ بھی صدقات میں سے ہے۔ یہ دونوں عبارتیں اس نے اپنے فتویٰ میں نقل کی ہیں اور اس سے قیاس ترتیب دے کے یہ نتیجہ نکالا کہ کفارہ کے لئے بھی تملیک ضروری ہے اور یہ جان ہی رہے تھے کہ کفارہ میں اباحت ہے۔ تو اس فیصلہ میں اپنے نفس پر قابو نہ پاسکے کہ اباحت بھی تملیک کا ہی ایک حصہ ہے کیونکہ اقوال انھیں مضطرب نظر آئے اور ان میں تطبیق دے نہ پائے تو یہ محال بات بول دی اور قیاس ترتیب دیتے ہوئے انھیں یہ پتہ نہ چلا کہ حد اوسط مکرر نہ ہونے سے نتیجہ غلط ہوتا ہے، فتح القدر کی عبارت "الصدقۃ

بأطلاق الانتفاع۔ والتصرف والاستهلاك الصادق به وبالاباحة وبهذا المعنى تشمل الكفارات فتعد من الصدقات الواجبة كما قال القهستانی والشامی وغيرهما في مصرف الزکوٰۃ" انه هو مصرف ايضا لصدقۃ الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة¹ اھو به علم ان ہذین المعینین لا یتعدا ہما الواجب من الصدقات والخلط بینہما کانہ ہوالذی حد ذلك الرجل الوہابی ان جعل الاباحة من التملیک. وذلك انه رأى في الفتح ما يقصر الصدقة على التملیک ورأى في رد المحتار ما نقلنا أنفاً وهو یفیدان الکفارة ایضاً من الصدقات وقد نقل العبارتین فی فتواہ فأظن انه نظم منها شكلاً و استنتج منه ان الکفارة لا بد فیہا من التملیک وكان دارياً ان الاباحة تسوغ فیہا، فلم یتمالک نفسه ان حکم بكون الاباحة قسماً من التملیک لانه اضطربت لیدیہ الاقوال۔ وضاق علیہ میدان المجال، ولم یدر التفصی عن الاشکال الابیداء ہذا المجال۔ ولم یعرف المسکین فرق المجال، وان تغیر الاوسط یهدم الاشکال

¹ رد المحتار بحوالہ قہستانی کتاب الزکوٰۃ باب المصرف دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۸/۲

يجب فيه التملك "میں صدقہ سے مراد صدقہ خاص بمعنی اول ہے۔ اور "الکفارات تجوز فيه الاباحة" کا صدقہ ہونا بمعنی ثانی ہے۔ حالانکہ قسمستانی ان کی راہ کشادہ کر چکے تھے، وہ فرماتے ہیں "انہ تصرف تملیکاً يستثنى منه الكفارات" صدقات واجبہ میں تملیک ضروری ہے لیکن کفارہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

فان التي يجب فيها التملك هي الصدقة بالمعنى الاخص الوارد فيها لفظ الايتاء او الاداء او ما يؤدى مؤادهما، والكفارات ليست من الصدقات بهذا المعنى، فلا شكل ولا اشكال، والحمد لله المهيمن المتعال على انه ان قطع النظر عن هذا التحقيق النفيس الانيس الدقيق، فكان السبيل ان يقال باستثناء الكفارات من حكم وجوب التملك كما فعل الفاضل القهستاني حيث قال تحت قول النقاية تصرف تمليكاً يستثنى منه اباحة الكفارة¹ اه لا ان يرتكب مثلك هذا المحال، وبالله العصمة عن الزلل والضلال هذا ما وعدناك فلنعد الى شرح اطلاقات الصدقة۔

(۳) صدقہ کا ایک اطلاق یہ ہے کہ تملیک و اباحت اور فقیر و غنی، دونوں کو عام ہو، توسط شرح ابوداؤد میں ہے: "صدقہ یہ ہے کہ فقیروں کو دیا جائے (مطلب یہ کہ صدقہ میں عموماً یہ ہوتا ہے) ورنہ صدقہ ہمارے نزدیک مالدار کو بھی دینا جائز ہے۔"

الثالث وربما يقطع النظر عن الفقر ايضاً فتشمل التملك والاباحة للفقير والغنى. قال في التوسط شرح سنن ابى داؤد الصدقة ماتصدقت به على الفقراء اى غالب انواعها كذلك فانها على الغنى جائزة عندنا يثاب به بلا خلاف² اه وقال في

¹ جامع الرموز كتاب الزكوة فصل مصرف الزكوة مكتبة اسلامية گنبد قاموس ايران ۲/۳۸-۳۳۷

² التوسط شرح سنن ابوداؤد

ردالمحتار میں بحر الرائق سے منقول ہے: "صدقہ مالداروں پر بھی ہوتا ہے کہ مجازاً ہبہ کو صدقہ کہتے ہیں، اور ذخیرہ میں تشریح ہے کہ مالدار کا صدقہ فقیروں کے صدقہ سے کم ثواب والا ہوتا ہے۔"

احمد و طبرانی نے کبیر میں مقدم بن معد یکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی: "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو بیوی کو کھلایا تو صدقہ، جو اولاد کو کھلایا تو صدقہ، جو خادم کو کھلایا وہ بھی صدقہ۔"

طبرانی میں ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: "آدمی اپنے گھر میں جو کچھ اہل و عیال اور خادموں پر خرچ کرتا ہے وہ سب صدقہ ہے۔"

(۴) اس اطلاق میں نہ تملیک ہے نہ اباحت، یہ ایک قسم کا تصرف مالی ہے جس سے مسلمانوں کو نفع پہنچانا مقصود ہونا ہے۔ جیسے کنواں بنانا، نہریں تیار کرنا، مسافر خانے اور پل بنانا، مساجد اور مدرسوں کی تعمیر کرنا، اور انہیں امور خیر میں صرف کرنے کو صدقہ جاریہ کہتے ہیں: اور اوقات کو اسی معنی میں صدقہ مؤبدہ کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس

ردالمحتار عن البحر الرائق الصدقة تكون على الاغنياء ايضاً وان كانت مجازاً عن الهبة عند بعضهم وصرح في الذخيرة بان في التصديق على الغنى نوع قرينة دون قرينة الفقير¹ اه و روى احمد و الطبراني في الكبير عن المقدم بن معد يكرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انك ما اطعت زوجتك فهو لك صدقة وما اطعت ولدك فهو لك صدقة، وما اطعت خادمك فهو لك صدقة² وله فيه عن ابی امامة الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما انفق الرجل في بيته وابله وولده فهو له صدقة³۔

الرابع ربما تطلق حيث لا تملیک ولا اباحة اصلاً وانما هو تصرف مالی قصد به نفع المسلمین كحفر الابار وكروى الانهار وبناء الربط والجسور والمساجد والمدارس وغير ذلك وعن هذا تقول انها صدقات جاریة ومن ذلك قولهم في الاوقاف صدقة مؤبدة و عليه جاء قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

¹ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۵۷

² المعجم الكبير حدیث ۶۳۴ المكتبة الفيصلية بیروت ۲۰/ ۲۶۸

³ المعجم الكبير حدیث ۷۴۷۶ المكتبة الفيصلية بیروت ۸/ ۱۱۲

حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے تو کون سا صدقہ اسے مفید ہوگا؟ حضور نے فرمایا: لوگوں کو پانی سے سیراب کرنا، انھوں نے ایک کنواں کھدوا دیا اور اعلان کر دیا کہ یہ سعد کی ماں کے لئے ہے" (احمد و ابوداؤد و نسائی ابن ماجہ، حاکم، ابن حبان عن ابی یعلیٰ عن ابن عباس) تو اس حدیث میں پانی کی سیرابی کو صدقہ قرار دیا جس میں نہ تملیک ہے نہ اباحت، کیونکہ اباحت کے لئے شرط یہ ہے کہ شئی مباح مباح کرنے والے کی ملک ہو، صدر الشریعہ فرماتے ہیں: "جب مال موقوفہ پر مالکوں کی ملک نہ رہی تو ان کی طرف سے اباحت بھی درست نہیں"

اس طرح علماء نے تصریح فرمائی: کنویں کا پانی کنویں والے کی ملک نہیں"

ہدایہ میں ہے: "کنواں اور اس کے مثل جو چیزیں ہیں قبضہ کر کے نہیں رکھی گئیں، اور قبضہ کے بغیر مباح پر ملک ثابت نہیں ہوتی"۔

اذ اتاہ سعد بن عبادة رضى الله تعالى عنه فقال يا رسول الله امي ماتت فای الصدقة افضل. قال سقى الباء. فحفر بئرا و قال هذه لام سعد¹ كما اخرجہ احمد و ابوداؤد و النسائی و ابن ماجة و ابن حبان و الحاكم عن سعد و ابو یعلیٰ عن ابن عباس رضى الله تعالى عنه فقد سى سقى الباء بحفر البئر صدقة و معلوم ان لا تمليك فيه و لا اباحة فان من شرطها ان يكون الباء. في ملك المبيح كما لا يخفى على احد و قد قال صدر الشريعة انهم لبالم يببلکه لا تصح اباحتهم۔ اهـ و قد نص علمائنا ان ماء البئر غير مملوك لصاحبها. ففي الهداية البئر و نحوها ما وضع للاحراز و لا يملك المباح بدونه²۔ و في فتاوى العلامة خير الدين الرملي

¹ سنن ابوداؤد كتاب الزكاة باب فضل سقى الماء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۳۶، سنن النسائی كتاب الوصايا فضل الصدقة عن البيت نور محمد خانہ تجارت کتب کراچی ۲/۱۳۳، مسند احمد بن حنبل حدیث سعد بن عبادة رضى الله عنه المكتب الاسلامی بیروت ۵/۲۸۵، ۶/

۷، موارد الظمان الی زوائد ابن حبان كتاب الزكاة باب سقى الماء المطبعة السلفية مکه المکرمة ص ۲۱۸

² الهداية كتاب احياء الموات فصل في المياة مطبع يوسفی لکھنؤ ۳/۲۸۳

فتاویٰ خیریہ، ولوالحیہ وغیرہ بہت سی کتابوں میں ہے: "اگر کسی نے کسی کنویں کا پانی نکال کر کنواں خشک کر دیا تو نکالنے والے پر کوئی تاوان نہیں اس لئے کہ کنویں والا پانی کا مالک نہیں۔"

تو یہ صدقہ اسی معنی پر ہے کہ اللہ کے تقرب کے لئے اپنا مال مسلمانوں کے نفع کے خاطر صرف کر رہا ہے اور اس معنی میں سارے مالی کار خیر صدقہ قرار دئے جانے میں برابر ہیں۔

اطلاق نمبر ۴ کی دوسری مثال: امام فقیہ النفس قاضیجان فرماتے ہیں: "ایک دیہات میں پختہ کنواں تھا، دیہات اہل گیا اور کنواں معطل ہو گیا، اس کے قریب دوسرے دیہات والوں نے اس کی اینٹیں اپنے حوض میں لگانی چاہیں، اگر کنویں کا بنانے والا موجود ہے تو اس سے اجازت لینا ضروری ہے کیونکہ تعطل کے بعد اینٹیں بانی کی ملک ہو گئیں، اور بانی کا پتہ نہ چلے تو وہ اینٹیں فقیر کو دے دی جائیں، اور وہ اپنی طرف سے اس کو حوض میں لگا دے، کیونکہ وہ اینٹیں اب لقطہ

فی الولوالجیة وکثیر من الکتب لو نزح ماء بئر رجل بغير اذنه حتى یبست لاشیخ علیہ ۱ لان صاحب البئر غیر مالک للماء^۱ اہ فاذن لایکون الا تقربا الی اللہ تعالیٰ بتصرف فی مالہ لنفع المسلمین وعلی هذا سائر القرب المالیة سواء فی دخولها فی معنی الصدقة۔ وقد قال الامام فقیہ النفس قاضی خاں فی الخانیة قریة فیہا بئر مطویة بالأجر خربت القرية، و انقضت اهلها وبقرب هذه القرية قرية اخري فیها حوض یحتاج الی الأجر فأرادوا ان ینقلوا الاجر من القرية التی خربت ویجعلوها فی هذا الحوض، قالوا ان عرف بانی تلك البئر لا یجوز صرف الأجر الا بأذنه، لانه عادالی مبلکہ وان لم یعرف البانی قالوا الطریق فی ذلك ان

میں کہتا ہوں یعنی ضمان نہیں ہے کیونکہ یہ ایسی مباح چیز کا اتلاف ہے جس کا کوئی مالک نہیں ہے لیکن تعزیر مناسب ہوگی جبکہ وہ بطور ضرر رسانی ایسا کرے کیونکہ اسلام میں ضرر و ضرار کی ممانعت ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ: قلت ای لا ضمان لان الاتلاف صادف مباحاً غیر مملوک لاحد اما التعزیر فیینبغی ان یکون فیما یظهر اذا فعله لمحض الاضرار ولا ضرر ولا ضرار فی الاسلام ۱۲ منہ۔

^۱ فتاویٰ خیریہ کتاب احیاء الموات فصل فی مسائل الشرب دار المعرفۃ بیروت ۱۸۶/۲

(گری پڑی چیز) کے حکم میں ہے۔ اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ قاضی اپنے حکم سے اسے حوض میں لگا دے اس طرح فقیر کو دینے والے حیلہ سے نجات مل جائے گی۔"

عالمگیری اور واقعات حسامیہ میں ہے: "اگر قبرستان میں درخت لگانے والے کا پتہ نہ چلے تو قاضی اپنی صوابدید پر اس کو بیچ کر اس کی قیمت قبرستان کی درختی میں صرف کر سکتا ہے" خانہ میں ہے: "زمین کو مقبرہ بنانے کے بعد اس میں درخت اگ آئے، لگانے والا معلوم ہو تو وہ اسی کا ہے۔ اور لگانے والا معلوم نہ ہو تو رائے قاضی کی ہے اسے بیچ کر قبرستان کی مرمت میں لگا سکتا ہے۔ اس کا حکم وقف ہی کا ہے"

مطلب یہ ہے کہ جس طرح وقف ایک ایسا مال ہے جو مصارف خیر کے لئے ہی ہے اسی طرح اس درخت کا مصرف بھی مصارف خیر ہیں، وہ درخت خود وقف نہیں ہو جاتا۔ اسی خانہ میں ہے: "ایک آدمی نے زمین مقبرہ کے لئے وقف کی جس میں درخت ہیں، فقیہ ابو جعفر کا فرمان ہے کہ چونکہ درختوں کا وقف صحیح نہیں اس لئے وہ درخت واقف کے

یتصدق بها علی فقیر ثم ذلک الفقیر ینفقھا فی ذلک الحوض لانہ بمنزلة اللقطة والاولی ان ینفق القاضی فی ہذا الحوض ولا حاجة فیہ الی التصدق علی الفقیر^۱ اھ وفي الہندیة عن الواقعات الحسامیة فیما اذا لم یعلم الغارس، الحکم فی ذلک الی القاضی ان رأی بیعھا وصرّف ثمنھا الی عمارۃ المقبرۃ فله ذلک^۲ اھ وقال فی الخانیة قبلہ نبت الاشجار بعد اتخاذ الارض مقبرۃ فان علم غارسھا کانت للغارس وان لم یعلم فالرأی للقاضی ان رأی ان یبیع الاشجار و تصرف ثمنھا الی عمارۃ المقبرۃ فله ذلک، وتكون فی الحکم کانھا وقف^۳ اھ

قلت ای فی انہ مال مصروف الی وجوہ البر اما الوقف فلا لما فی الخانیة ایضاً، رجل جعل ارضه مقبرۃ و فیہا اشجار عظیمة، قال الفقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ وقف الاشجار لا یصح فتكون الاشجار للواقف ولورثتہ

^۱ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوقف فصل فی الوقف المنقول الخ نوکسور لکھنؤ ۴/ ۲۵۷

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الثانی عشر نورانی مکتب خانہ پشاور ۲/ ۴۴۲

^۳ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوقف فصل فی الاشجار نوکسور لکھنؤ ۴/ ۲۴۷

ہوں گے، اور وہ مر گیا تو اس کے ورثہ کی ملک ہوں گے، اور یہی حکم اس کمرہ کا ہے جو ایسے دار میں ہو جس کو مقبرہ کر دیا گیا ہو۔"

رحمانیہ کا جزئیہ ہے: "مسجد ویران ہو گئی جس کے بانی کا پتہ نہیں اور لوگوں نے دوسری مسجد بنالی، پھر ان کی رائے ہوئی کہ ویران مسجد بیچ کر اس کی قیمت اس مسجد میں لگائیں، تو امام محمد کے نزدیک اس میں حرج نہیں، اور قاضی ابویوسف کے نزدیک وہ ایسا نہیں کر سکتے کہ وہ ہمیشہ مسجد ہی رہے گی"

سراجیہ میں ہے: "پرانی مسجد جس کے بانی کا پتہ نہیں وہ ویران ہو گئی لوگوں نے اسی کے قریب دوسری مسجد بنالی، تو قاضی ابویوسف کے نزدیک ویران مسجد کا سامان بیچ کر آباد مسجد میں نہیں لگا سکتے، اور امام محمد کو اس میں اختلاف ہے۔ اور فتویٰ قاضی ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے"

اس کی وجہ وہی ہے کہ مسجد ڈھے کر ناقابل استعمال ہو گئی اور لوگ مستغنی ہو گئے، تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اس کا مالک بانی ہو جاتا ہے۔ اور جب بانی کا پتہ نہ چلے تو وہ لفظ ہو گئی، اور امام محمد رحمہ اللہ علیہ اس کو دوسری مسجد کی تعمیر

ان مات، وكذا البناء في الدار التي جعلها مقبرة¹ اھ
ومعلوم ان حكم اللقطة هو التصديق الا ان يكون
البلتقط فقيرا، فيصرف الى نفسه وهو ايضا من باب
التصدق من المالك، بل قال في الدر المختار عن
العمدة وجد لقطة وعرفها ولم ير ربها فانتفع بها
لفقرة ثم ايسر يجب عليه، ان يتصدق بمثلها² اھ
وان كان المختار خلافه كما في البحر والنهر، عن الولو
الجية والهندية وجامع الرموز عن الظهيرية قلت
لان الصدقة اصابت محلها فلا تتغير بتغير حاله
كفقير اخذ الزكاة ثم ايسر ليس عليه ردھا،
وبالجملة الحكم ههنا التصديق وقد نصوا على جواز صرفه
الى عمارة المقبرة واصلاح الحوض، ومن ذلك ما في
الرحمانية عن الاجناس اذا خرب مسجد ولا يعرف
بانيه وبنى اهل المسجد مسجدا آخر ثم اجمعوا على
بيعه، واستعانوا بثمنه في ثمن المسجد الآخر فلا بأس
به، وبذا قول محمد خلافا لابن يوسف فانه مسجد ابداء
عنده³ اھ وفي السراجية مسجد عتيق لا يعرف بانيه
خربت فاتخذ بجنبه

¹ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوقف فصل فی المقابر والرباطات نوکشتور لکھنؤ ۴/۲۵

² در مختار کتاب اللقطة مطبع مجتبائی دہلی ۳۶۶/۱

³ رحمانیہ

میں صرف کرنے کا حکم دیتے ہیں۔
 توجہ بچوں قسم کی اشیاء کا حکم لفظ کا ہوا تو یہ بات صاف ہو گئی
 کہ اس کا حکم صدقہ کرنا ہے۔ ہاں پانے والا فقیر ہو تو اپنے او
 پر خرچ کرے کہ یہ بھی صدقہ ہے۔ بلکہ در مختار میں عمدہ سے
 نقل کیا کہ فقیر نے لفظ پایا اور اس کو اپنے اوپر خرچ کیا، پھر
 مالدار ہو گیا تو اس کا صدقہ کرے، اگرچہ فتویٰ اس کے خلاف
 ہے۔ (بحر و نہر عن الولوالجیہ و جامع الرموز من الظمیریتہ)
 میں کہتا ہوں قرین قیاس بھی یہی ہے کہ صدقہ اپنے محل کو
 پہنچ گیا، تو حالت کے بدلنے سے اس کا حکم نہیں بدلے گا، جیسے
 فقیر مال زکوٰۃ کھاتا رہا اب مالدار ہو گیا تو یہ نہیں کہا جائے گا
 کہ جتنی زکوٰۃ کھائی سب واپس کر اور فقیروں پر صدقہ
 کر۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسے مال کا حکم صدقہ کا ہے اور اسی
 کو عمارت مقبرہ اور اصلاح حوض میں صرف کا حکم دیتے ہیں،
 میں صرف کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ صدقہ کا یہ اطلاق اسی چوتھے معنی میں ہے اور اس کا
 مقابر، حوض اور مسجد میں صرف کرنا صدقہ ہی ہے حالانکہ نہ
 یہاں تملیک نہ اباحت، نہ مالدار نہ فقیر، اور یہ بھی واضح ہو کہ یہ
 سارے اطلاقات فقہیہ ہیں۔

(۵) کبھی صدقہ سے مال ہونے کی قید بھی ختم کر دیجاتی ہے اور
 مطلقاً غیر کو نفع پہنچانے، اور اس سے ضرر دفع کرنے کو صدقہ کہا
 جاتا ہے۔ اس کی مثال وہ حدیث ہے کہ منفر د کے ساتھ مل کر
 جماعت

مسجد اخر. لیس لابل المسجد ان یبیعہ و
 یستعینوا بشئہ فی مسجد اخر عند ابی یوسف خلافاً
 لمحمد وعلیہ الفتویٰ^۱۔ وذلک ان المسجد اذا خرب
 والعیاذ باللہ واستغنی عنہ یعود عند محمد الی ملک
 البانی، کما فی التنویر وغیرہ فاذا لم یعرف بانئہ صار
 لقطۃ، وقد قال الامام محمد صرح صرفہ الی مسجد اخر
 فعلم ان التصدق بالمور بہ فی اللقطۃ ہو بهذا المعنی
 الرابع الداخل فیہ الصرف الی المقابر والحياض
 والمساجد وهذا الاطلاقات کلها فقہیۃ کما تری۔

الخامس قد يتوسع فيقطع النظر عن قيد المال
 ايضاً، ويطلق على كل نفع للغير بايصال الخير او دفع
 الضرر كيفما كان ومن ذلك حديث تكرر

^۱ فتاویٰ سراجیہ کتاب الوقف باب اجارة الوقف وبیعہ نوکسور لکھنؤ ص ۹۳

<p>کرنے کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں حکم دیا:</p> <p>"الارجل يتصدق على هذا فيصلي معه كوني اس پر صدقہ کرے اس کے ساتھ ملک کر نماز پڑھے"</p> <p>یوں ہی سرکار فرماتے ہیں: "آدمی کے ہر جوڑ پر ہر دن صدقہ ہے۔ تو دو آدمیوں کے بیچ انصاف کرنا صدقہ ہے، آدمی کو جانور پر سوار ہونے میں مدد دینا صدقہ ہے۔ آدمی کا بوجھ لاد دینا صدقہ ہے۔ اچھی بات صدقہ ہے۔ راستہ بتانا صدقہ ہے۔ راستہ سے کوڑا کرکٹ دور کر دینا صدقہ ہے۔ (احمد و مسلم و بخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)</p> <p>یونہی یہ حدیث شریف: "آدمی کے جسم میں تکلیف ہو تو جو اس پر صدقہ کرے اور مدد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرے گا اور گناہ معاف کرے گا (احمد، ترمذی، ابن ماجہ عن ابی الدرداء، احمد و ضیاء نحوہ عن عبادۃ باسناد صحیح)</p>	<p>الجماعة المروى في جامع الترمذی وغیره الارجل يتصدق على هذا فيصلي معه¹ وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم كل سلامي من الناس عليه صدقة كل يوم تطلع فيه الشمس تعدل بين الاثنين صدقة بينهما، وتعين الرجل على دابته فتحمل عليها او ترفع له عليها متاعه صدقة والكلمة الطيبة صدقة ودل الطريق صدقة وتبيط الاذى عن الطريق صدقة² - اخرجه احمد والشيخان عن ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ.</p> <p>وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم ما من رجل مسلم يصاب بشيخ في جسده فيتصدق به الارفعه الله به درجة وحط عنه خطيئته³ - اخرجه احمد والترمذی وابن ماجة عن ابی الدرداء واحمد والضياء نحوه عن عبادة رضی اللہ تعالیٰ عنہما باسناد صحيح.</p>
---	---

¹ سنن ابو داؤد كتاب الصدقات باب في المجمع في المسجد مرتين آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۵، جامع الترمذی ابواب الصلوة باب ماجاء في

الجماعة في مسجد الخميني كراچی ۳۰/۱

² صحيح البخاری كتاب الجهاد باب من اخذ بالركاب ومخوه قديمي كتب خانہ كراچی ۱/۴۱۹، صحيح مسلم كتاب الزكوة باب بيان ان اسم

الصدقة يقع على كل نوع من المعروف قديمي كتب خانہ كراچی ۱/۳۲۵، مسند احمد بن حنبل مسند ابو هريرة المكتبة الاسلامی بیروت ۱/۲

۳۱۶

³ جامع الترمذی ابواب الديات باب ماجاء في العفو الخميني، ولي ۱/۱۶۷، سنن ابن ماجه ابواب الديات باب العفو في القصاص الشيخ ايم سعيد

كراچی ص ۱۹۷، مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی الدرداء المكتبة الاسلامی بیروت ۶/۳۲۸

(۶) اور کبھی لفظ صدقہ بھی توسع کی انتہا ہو جاتی ہے کہ ہر فعل محمود و مشروع کو صدقہ کہتے ہیں کہ دوسرے پر صدقہ نہ ہو تو اپنے پر تو ہے۔

"مسجد کی طرف بڑھنے والا ہر قدم صدقہ ہے۔ ہر تکبیر صدقہ ہے۔ ہر نیکی صدقہ ہے۔ (احمد و بخاری و آخرون عن جابر، احمد، و مسلم، ابوداؤد، عن حذیفہ طبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود، بیہقی عن ابن عباس) عبد ابن حمید و حاکم نے اس حدیث میں اتنا اضافہ کیا اور حاکم نے اس کی تصحیح کی: "مسلمان نے اپنے اور اہل و عیال کے لئے جو خرچ کیا اس پر صدقہ کا ثواب ملے گا" نمبر ۳ میں ذکر کی ہوئی حدیث مقدم ابن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تتمہ یہ ہے: "اور جو خود کھایا صدقہ ہے" ان اطلاقات کو خوب ذہن نشین کر لیں، شاید کہ اس تحریر کے علاوہ اس تفصیل سے نہ ملے، اب صرف یہ فیصلہ رہ جاتا ہے۔ کہ قربانی کے

السادس قد يستقصى في التوسع فيقطع النظر عن الغير ايضاً ويطلق على كل فعل حسن محمود في الشرع فإنه ان لم يكن تصدقاً على غيره، فتصدق على نفسه. ومن ذلك قوله صلى الله تعالى عليه وسلم في حديث ابن بريدة المار كل خطوة تخطوها الى الصلوة صدقه¹ - وجاء في حديث كل تكبيرة صدقة² - وقد قال صلى الله تعالى عليه وسلم كل معروف صدقة³ اخرج احمد و البخارى و آخرون عن جابر و احمد و مسلم و ابوداؤد عن حذيفة و الطبراني في الكبير عن ابن مسعود و البيهقي في الشعب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم: زاد عبد بن حبيد و الحاکم، و صححه في حديث جابر هذا و ما انفق المسلم من نفقة على نفسه و ابله كتب له بها صدقة⁴ - و تتمه حديث المقدم المقدم

¹ صحيح البخارى كتاب الجهاد قديمي كتب خانہ كراچي ۱/۴۰۲، ۴۱۹، صحيح مسلم كتاب الزكوة قديمي كتب خانہ كراچي ۱/۳۲۵

² صحيح مسلم كتاب الصلوة المسافرین قديمي كتب خانہ كراچي ۱/۲۵۰، و كتاب الزكوة ۱/۳۲۳

³ صحيح البخارى كتاب الادب قديمي كتب خانہ كراچي ۲/۸۹۰، صحيح مسلم كتاب الادب قديمي كتب خانہ كراچي ۱/۳۲۳،

سنن ابوداؤد كتاب الادب قديمي كتب خانہ كراچي ۲/۳۲۰، سنن احمد بن حنبل ۵/۳۹۷، والمعجم الكبير حديث ۷/۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۱۰/۲۳۲

⁴ المستدرک للحاکم كتاب البيوع دار الفكر بيروت ۲/۵۰

سلسلہ میں جس صدقہ کا ذکر آیا ہے وہ ان اطلاقات میں سے کسی اطلاق کے تحت آیا ہے۔ تو یہ طے ہے کہ نمبر اول مراد نہیں ہے۔ کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ قربانی کے گوشت کو بطور اباحت کھلا سکتے ہیں تو اس معنی پر محمول کرنا صحیح نہ ہوگا جس میں تملیک ضروری ہے اور یہ بات مجمع الانہر وغیرہ کے قول کے ملانے سے صاف ظاہر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ صاحب مجمع فرماتے ہیں: "قربانی کے مصرف کی تین حیثیت ہے: کھانا، جمع کرنا، صدقہ کرنا"

حالانکہ قرآن شریف میں کھلانے کا صریح ذکر ہے تو ظاہر ہے کہ یہ کھلانا جس میں اباحت کافی ہو جاتی ہے صاحب مجمع نے لفظ صدقہ کہہ کر اس کو بھی مراد لیا ہے۔

اسی طرح صاحب ہدایہ نے صاحب ہدایہ کے اس قول کی دلیل دی: "صدقہ ثلث سے کم نہ ہونا چاہئے۔"

صاحب ہدایہ کہتے ہیں: "اس لئے کہ جہتیں تین ہیں: کھانا، جمع کرنا، یہ تو حدیث سے ثابت ہے۔ اور کھلانا، یہ قرآن سے ثابت ہے کہ محتاج کو کھلاؤ، تو تینوں کے لئے ایک ایک ثلث رکھا گیا"

ذکرہ وما اطعت نفسك فهو لك صدقة¹ اتقن هذا فلعلك لاتجد بيان تلك الاطلاقات الا في هذه الوريقات والله سبحانه واهب العطييات۔

ثم ان المراد بالتصدق في قولهم في الاضحى يتصدق بالثلث وقولهم يندب ان لا ينقص الصدقة عن الثلث، ليس هو المعنى الاخص الاول، كيف، وقد اجمعوا على اباحة الاباحة في قربان، فلا يمكن تعيين الاخص المنحصر في التمليك ويتضح ذلك في قوله مجمع الانهر وغيره الجهات ثلث الاكل والادخار والتصدق² ه فاین الاطعام العام الغير المخصوص بالتمليك المنصوص عليه في قوله عز مجده "وَاطْعُوا الْقَائِمَ وَالْمُعْتَرِطَ"³۔ وقد استدلل في الهداية بالاية على قول البداية يستحب ان لا ينقص الصدقة عن الثلث، قائلًا ان الجهات ثلث الاكل والادخار لما روينا و الاطعام لقوله تعالى واطعوا القائم والمعترو انقسم عليها اثلاثة⁴ اه

¹ المعجم الكبير حديث ۶۳۴ المكتبة الفيصلية بيروت ۲۰/۲۶۸

² مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر كتاب الاضحية دار احياء التراث العربي بيروت ۲/۵۲۱

³ القرآن الكريم ۲۲/۶۳

⁴ الهداية كتاب الاضحية مطبع يوسفى لکهنو ۴/۴۳۸

اب اگر صاحب ہدایہ کے قول "صدقہ ثلث سے کم نہ ہو" میں لفظ صدقہ سے مراد وہ نہیں جس میں تملیک ضروری ہو، اور جب گوشت میں یہ ثابت ہو چکا تو حسب قول ہدایہ، "کھال بھی قربانی ہی کا جز ہے" کھال کا بھی حکم ہوگا کہ اس میں بھی تملیک ضروری نہ ہوگی مسجد میں پانی نکالنے کے لئے اس کا ڈول بن سکتا ہے۔ قصہ ان لوگوں کا ہدایہ اور کافی وغیرہ سے استدلال ساقط ہے۔

فلو كان المراد بالصدقۃ بو المعنى الاخص لما انطبق الدليل على المدعى كما لا يخفى، واذ قد علمت ان الصدقة لها اطلاق وان لزوم التملك انما هو في المعنى الاول وانه غير مراد بهنا. ووجب ان لا يكون مرادا ايضا قولهم يتصدق بجلدها فان التصديق ههنا هو عين التصديق في قولهم يتصدق بالثلث يرشدك اليه تعليل الهداية بقوله لانه كجزء منها فثبت ان ليس تصديق الجلد مبايقمصر على التملك حتى لو صنع منه دلوا، ووقفه على بئر مسجد ليستسقى المتوضؤون جاز^ع قطعاً فسقط الاحتجاج رأساً۔

اب ایک رہ گیا، قربانی میں اگر صدقہ بمعنی اول مراد نہیں، تو بقیہ معانی میں سے کون سے معنی مراد ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے ہمیں تو تملیک والے صدقہ کی نفی سے کام تھا، جب یہ مراد نہیں تو صدقہ اور جس معنی میں مراد لیا جائے ہمارا مقصد حاصل ہے۔ مگر تبرعاً ہم وہ بھی بتا دیتے ہیں۔

بقی انہ اذ ليس المراد الاول فأى البواق يراد وانما البينة على من يدعى، نعم ان سألتنا التبوع فنقول حديث نبیشه الخير الهدى رضى الله تعالى عنه يهدينا الى مطلق الاتجار الحاصل بسائر وجوه القرب، فليكن المراد هو المعنى الرابع، وهو الغالب فى الصدقات النافلة۔

یعنی مفتی بہ قول پر کہ منقول چیز کا وقف جائز ہے جب متعارف ہو اور بیشک مسلمانوں میں ڈول اور رسی وغیرہ مساجد کے کتوں کے لئے مروج ہے اہ ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز (ت)

عہ: ای علی المفتی بہ من جواز وقف المنقول حیث تعرف وقد تعارف المسلمون وقف الدلو والرشاعی اباراً لمساجد ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز

حدیث حضرت نبیؐ ہڈی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایبتجار (کار ثواب) کا لفظ آیا ہے جو تمام کار خیر کو عام ہے تو چوتھے معنی میں جو عام طور سے صدقات نفلیہ مراد ہوتے ہیں وہی مراد لینا صحیح ہوگا۔

علاوہ ازیں ہمارا کہنا ہے کہ قربانی میں قصد تصدق کی ممانعت ہے۔ نہیں قصد تمول کی ممانعت ہے تو جس قسم کے صدقہ کی نیت کرے قصد تمول نہیں پایا جائے گا اور صدقہ جائز ہوگا، اس لئے صدقہ کی جو قسم بھی مراد لے لو ہمیں کوئی ضرر نہ ہوگا۔

مزید توضیح: جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ اس عالم اہلسنت کی غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے یہ سمجھا کہ مصارف قربانی کی صرف تین جہتیں ہیں حالانکہ اس پر کوئی دلیل نہیں، اگر کسی مصنف نے صرف تین ہی ذکر کیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ زائد نہیں، کہ عدم ذکر، ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں، امام قدوری نے تو اپنی مختصر میں دو ہی جہت کا ذکر کیا: "کھال کا صدقہ کر دیا جائے یا گھریلو استعمال کے لئے کوئی چیز بنالی جائے" تو انھوں نے باقی رہنے والی چیز سے استبدال والی شق چھوڑ دی، تو کیا ان کے کلام کو تین شق ذکر کرنے والوں کے کلام کے معارض سمجھا جائے، حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: "قربانی کا گوشت کھائے اور مالدار اور فقیر جس کو چاہے کھلائے، اور صدقہ تہائی حصہ سے کم نہ کرے۔"

على ان قد بينا ان معنى المنع ليس ترك التصدق بالامور به، فإنه غير بالامور به بهنا رأساً بل المعنى قصد التبول المنهى عنه في كل ما تقرب به الى المولى سبحانه وتعالى وهو لا يتحقق في شئ من القرب، فلا يضرنا عند التحقيق ارادة شئ من المعاني اصلاً كما لا يخفى على من رزق العقل السليم والفهم المستقيم، والله سبحانه بكل شئ عليم، هذا وجه في الجواب عن احتجاج هذا الفاضل المستطاب

اقول: ثانياً مبناه عن حصر السائغ في الاوجه الثلاثة ولا دليل يدل على الحصر، وعدم الذكر ليس ذكر العدم وهذا الامام القدوري مقتصر في مختصره على شئيين التصدق وعمل آلة حيث قال ويتصدق بجلودها او يعمل منه آلة تستعمل في البيت¹ اه فتروك التبدل بما يبقی ايضاً، فيظن كلامه هذا معارضه للكلام من ثلث، وهذا المحقق الحلبي قال في ملتقاه وهو من متون المذهب المعتدلة كما نص عليه العلامة الشامي، ياكل من

¹ مختصر القدوري كتاب الاضحيه مطبع مجدي كانيور ص ۲۵۹

تو انھوں نے بھی تبدیل بالباقی والی شق چھوڑ دی حالانکہ مذہب صحیح پر یہ جائز ہے۔ اور ظہیر یہ میں تو گوشت کو ماکولات جیسے غلہ اور مغزبات کے ساتھ بدلنے کی بھی اجازت دی اور جلد کو کتاب اور چمڑے کی تھیلی کے ساتھ اس کا الٹا نہیں، تو ایک یہ صورت بھی متروک ہو گئی، تو قربانی میں جن جن امور کی اجازت ہے سب کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے۔ اور جب حصر و احاطہ نہیں تو یہ کہنا صحیح نہیں کہ جب دو قسمیں متحقق نہ ہوئیں تو تیسری متعین ہے۔

اسی طرح مالدار کو ہدیہ کرنا جائز اور فقیر کو عاریۃً دینا ناجائز ہے یہ دونوں صورتیں بھی تو ان تینوں میں شامل نہیں کیا صدقہ کی نیت سے دراہم کے بدلے بیع جائز نہیں، حالانکہ بیع کرنا صدقہ کرنا نہیں ہے تو جب اس کار ثواب کے لئے بیع جائز تو دوسرے کار ثواب کے لئے کیوں جائز نہ ہوگی۔

الختصر کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے کار ثواب کے لئے بیعنا منع ہو اور اس کا تصدق بطور تملیک

لحم اضحیتہ و یطعم من شاء من غنی و فقیر، و ندب ان لا ینقص الصدقہ عن الثلث^۱ اھ فلم یدکر التبدل بالباقی فی مسئلۃ اللحم مع جوازہ قطعاً علی المذہب الصحیح، وان اختیار ما صححہ فی الظہیریۃ وغیرہا من جواز تبدل الماکول بالماکول کاللحم بالحبوب واللبن وغیرہ کالجلد بالکتاب و الجواب لا عکسہ فی الصورتین فقد ترک ہذا الوجہ فی اللحم، و علی کل فلم یحط، بکل ما ہو سائغ، و نظائر ذلك ان تتبعت اعیاک عدہا کثراً و اذلا حصر فلا ساغ لان یقال اذا انتفی الاخیر ان تعین الاول و قد لو حنا ببعض من ہذا فی مطاری کلامنا فی الوجہ السابق۔

واقول: ثالثاً ان ابتم الامحصر فنبتونی فلا یجوز اهداء غنی، و لیس من الثلثۃ، اولاً یجوز الاعارة من فقیر او ملی و لیس منهاً اولاً یجوز البیع بالدرہم للتصدق و لیس البیع للتصدق عین التصدق فأذبقیت ہذہ فلیکن البیع بہا لاجل التقرب ایضاً من البواقی، وبالجملة فلا دلیل یتظہر علی عدم جواز البیع لاجل القرب ولا علی وجوب التملیک

^۱ ملتقى الابحر كتاب الاضحیہ مؤسسة الرسالة بیروت ۲/۲۲۲

ہونا ثابت ہو اور جس چیز کو ممانعت پر دلیل قائم ہے وہ بیچ بقصد تمول ہے۔ اور ان دونوں میں بون بعید ہے۔ اور قربانی کے اجزاء سے قصد تقرب جائز ہے۔ اور یہ بیچ اسی لئے ہے۔ اس لئے اس کے جائز ہونے میں شبہ نہیں۔

اب ہم اس پر بس کرتے ہیں، اور ابتداء و انتہا میں اپنے رب کی حمد کرتے ہیں، میں اپنے نفس کو خطا و لغزش سے بری نہیں گردانتا اور خلل ظاہر ہونے کے بعد میں اپنی رائے پر اصرار بھی نہیں کرتا، سبحان اللہ! میں کیا اور میری رائے کیا، نقصان ہی میری پونجھی ہے اور خطا نشان بندگی، لاعلمی میری صفت اور عاجزی میرا نشان اگر یہ ٹھیک ہو تو میرے رب کی توفیق سے ہے۔ اور اسی کے لئے ہر دم تعریف، اور غلط ہو تو میرے گناہوں کی برائی، میں اللہ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور اس کی حمد بجالاتا ہوں، اور اس کی حمد پر یہ رسالہ ختم ہوا۔

اس کا ایک لطیف نام (جس سے میرے طریقہ کے مطابق کتاب کا بھی سن تالیف بھی ظاہر ہو) کی تلاش ہوئی تو اس کا نام "الصابیۃ الموحیۃ لحکم جلو الاضحیۃ" رکھا، اور یہ پنجشنبہ کے روز چاشت کے وقت ۲۹ ذوالحجہ ۱۳۰۷ھ میں ہوا۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے

اذا فعل ذلك بل الدليل ناطق بخلافه فان المانع انما هو قصد التبول وهذا ببعزله عنه، والبسوخ كما تبين بكلام التبيين قصد القربة وهذا، فلنقتصر على هذا القدر، حامدين لربنا في الورد والصدر، هذا ما ظهر لفه القاصر وفكري الفاتر ومعاذ الله ان ابري نفسي من الخطأ والزلل واصر على رائتي بعد وضوح الخلل وسبحن الله اليش انا واليش رائتي و انما النقص بضاعتي والخطأ صناعتي، والجهل صفتي والعجز سمتي فان اصابته فتبتوفيق ربّي، وله الحمد في كل أن وحين، وان اخطأت فبشوم ذنبي واسأل التوبة ارحم الراحمين، والحمد لله العزيز الوهاب، والصلاة والسلام على النبي الاواب واله و صحبه خير آل واصحاب واذا انتهت الرسالة بحمدى ذى الجلالة وددت ان اسبيها بعلم لطيف، يكون علما على عامة التاليف، كما هو دأبى في جميع التصانيف وقد جاءت بحمد الله تعالى مختصرة ومع الاختصار مطهرة مظهرة، فناسب ان اسبيها، "الصابیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ" وكان ذلك ضحوة الخميس لليلة بقیت من ذی القعدة الحرام سنة الف وثلثمائة وسبع من

<p>آل واصحاب پر ہزاروں سلام، جب تک رات دن گزرتے ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔</p>	<p>ہجرة المولى سيد الانام افضل الصلاة واكمل سلام واجمل تحية من الملك المنعام عليه وعلى آله وصحبه الكرام على مر الليالي والايام، والحمد لله ذى الجلال والاكرام كتبه العبد المذنب احمد رضا البريلوي عفى عنه بمحمدن المصطفى النبي الامي صلى الله تعالى عليه وسلم۔</p>
--	--

مسئلہ ۲۹۴: از ریاست رامپور مدرسہ مطلع العلوم مرسلہ محمد امام الدین صاحب ۱۵ صفر ۱۳۳۶ھ

دیہات میں قبل از صلوة العید قربانی کرنا یا مرغ وغیرہ ذبح کرنا درست ہے یا نہیں۔ اور جزا بغیر پوست کش کو قربانی کے چمڑے کی قیمت مل سکتی ہے یا نہیں، اور میاں جی اور شاگرد جی بغیر طالب علم اس چمڑے کی قیمت کے مصرف ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس قیمت کو مدرسہ و مسجد وغیرہ کے اسباب میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور قربانی کرنے والا اپنے ہاتھ سے مال یعنی چمڑے کی قیمت تقسیم کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

مرغ کی قربانی مکروہ و تشبہ بالمجوس ہے۔ نہ اس سے واجب اضحیہ ادا ہو سکتا ہے اور جائز قربانی شرعی وہ صحیح ہی کر سکتے ہیں کہ ان پر نماز عید نہیں، اجرت جزا میں اس کی قیمت دینا جائز نہیں کہ تمول ہے اور قربانی سے تمول ناجائز، اس چمڑے کا یہی حکم ہے۔ جو اصل کا کہ ادخار و ایجتار دونوں جائز ہیں خواہ اس کی مشکک بنوالے یا کتابوں کی جلدیں یا اسے مسجد یا مدرسہ دینیہ اہلسنت میں دے دے، یا بہ نیت مصارف خیر بیچ کر اس کی قیمت مصرف خیر میں صرف کرے خواہ اپنے ہاتھوں سے یا اور کے ہاتھوں سے۔ ہاں اگر اپنے لئے اسی داموں سے بیچا تو وہ دام خبیث ہیں اور ان کی سبیل تصدق، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹۵: از سلون ضلع رائے بریلی مرسلہ محمد ط صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا ارشاد ہے علمائے کرام کا اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ قربانی کی رسی و جھول صدقہ کرنا چاہئے۔ اور حسب ذیل حوالہ پیش کرتا ہے۔ (۱) شرح وقایہ جلد اول۔ کتاب الحج۔ باب الاحصار، بیان احکام الہدی (۲) عمدۃ الرعاۃ حاشیہ شرح وقایہ (۳) در مختار جلد اول باب الہدی (۴) ہدایہ جلد اول، کتاب الحج، باب الہدی (۵) قدوری، باب الہدی (۶) تنقیح الضروری حاشیہ قدوری بکر کہتا ہے کہ قربانی کی رسی و جھول صدقہ کرنے کی کتب فقہ میں کوئی دلیل نہیں، اور زید کے پیش کردہ حوالہ پر حسب ذیل اعتراض کرتا ہے:

اول: شرح وقایہ و ہدایہ وغیرہ میں مسئلہ مجسوث عنہ کو باب الہدیٰ میں بیان کیا ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ باب الاضیجہ سے تعلق رکھتا ہے اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔

دوم: علی طریق التزیل یہ ثابت بھی ہو جائے تو لفظ خطام جس سے زید نے اپنا مدعا ثابت کیا ہے تو کیا اس کے معنی کسی لغوی نے گراؤں یعنی رسی کے بیان کئے ہیں، ابن اثیر ابو عبیدہ کسی نے تصریح کی ہے۔ خطام کے معنی گراؤں کے ہیں۔

سوم: کتاب عمدہ الرعاۃ نے خطام کے تصدق کرنے کے لئے ایک حدیث نقل کی ہے اور کہا کہ اس حدیث کی بخاری اور مسلم نے تخریج کی ہے۔ تو کیا اس روایت سے خطام کے تصدق کا حکم ثابت ہوتا ہے، فقط تام ہوا کلام بکر کا، بس دریافت طلب یہ ہے کہ زید کا قول صحیح ہے یا نہیں؟ اور بکر کے اعتراضات کے جوابات کیا ہیں؟

الجواب:

انقیاد شتر کے لئے دو طریقے معمول ہیں، ایک یہ کہ وسط بینی کے گوشت یا ایک طرف کے نتھنے میں سوراخ کر کے تانبے، چاندی، سونے کا حلقہ یا لکڑی یا بالوں کا بنا ہوا چھلا ڈالیں، اور مضبوط ڈور کا سر اس میں اور دوسرے سرے میں رسی یا خود اس میں رسی باندھیں، اس حلقے کو برہ بضم موحدہ و فتح رائے محققہ اور لکڑی کو خشاش بالکسر، اور فارسی میں مہار بالفح، اور بالوں کے چھلے کو عربی میں حرامہ، اور سب کو زمام بالکسر، نیز اس ڈور کو زمام اور اس رسی کو کہ اس میں باندھی جاتی ہے مقود بالکسر، نیز اسے بھی عربی و فارسی میں زمام و مہار اور مجموع کو ہندی میں نکیل کہتے ہیں، یہ اس کے انقیاد کا مکمل طریقہ ہے اور اکثر ناقہائے سواری میں یہی مستعمل ہے۔ کہ بے اس کے انقیاد تام نہیں ہوتا، گرا دینے کا احتمال رہتا ہے۔ دوسرا یہ کہ رسی کا حلقہ اس کے گلے میں قریب گوش ہار کی طرح ڈال کر منہ پر ناک کے قریب اس کا پھندا دیتے ہیں، عربی میں اسے خطام بالکسر، اور ہندی میں مہیر کہتے ہیں، نیز زمام بمعنی سوم بلکہ دوم بلکہ کبھی اول کو بھی خطام بولتے ہیں، تو خطام کے چار اطلاق ہوئے، مگر وہ رسی کہ گائے بھینس بکری کے گلے میں باندھی جاتی ہے۔ اسے خطام کوئی نہیں کہتا، نہ مادہ خطام اس کی مساعت کرتا ہے کہ وہ خطم بمعنی بینی سے ماخوذ ہے۔ نہایہ ابن اثیر و مجمع البحار میں ہے:

اونٹ کی خطام یہ ہے کہ لکھور کی چھال یا بالوں یا کائی سے رسی بنا کر اس کے ایک طرف حلقہ بنایا جائے پھر اس میں دوسرا کنارہ باندھا جائے تاکہ وہ حلقہ کی مثل ہو جائے، پھر اسے اونٹ کی گلے میں ہار کی طرح ڈالا جائے پھر اس کو اونٹ کی ناک پر لپیٹ دیا جائے، اور وہ باریک رسی جو

خطام البعیر ان یوخذ حبل من لیف او شعر او قطن فیجعل فی احد طرفیہ حلقة، ثم یشد فیہ الطرف الآخر حتی یصیر کالحلقة ثم یقلد البعیر ثم یثنی علی مخطبه واما ما یجعل

<p>ناک میں ڈالی جاتی ہے وہ زمام ہے۔ (ت)</p>	<p>فی الانف دقیقاً فهو الزمام¹۔</p>
<p>فقہ باب ۲۳ فصل ۳۶ میں ہے:</p>	
<p>خطام وہ رسی ہے جس کے ایک طرح حلقہ بنا کر اونٹ کے گلے میں ہار کی طرح ڈالا جاتا ہے۔ پھر اس کو اونٹ کی ناک پر لپیٹا جاتا ہے۔ (ت)</p>	<p>الخطام الحبل يجعل في طرفه حلقة ويقلد البعير ثم يثني على مخطبه²۔</p>
<p>مصباح منیر میں ہے:</p>	
<p>اونٹ کی مہار معروف چیز ہے اس کا خطام اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی ناک پر لگائی جاتی ہے۔ (ت)</p>	<p>خطام البعير معروف وسى بذلك لانه يقع على خطبه³۔</p>
<p>تاج العروس میں ہے:</p>	
<p>ابن شہیل نے کہا خطام ہر اس رسی کو کہتے ہیں جسے اونٹ کے گلے میں لٹکایا جاتا ہے پھر اس کی ناک پر گرہ لگادی جاتی ہے چاہے وہ رسی چمڑے کی ہو یا اون کی ہو یا کھجور کی چھال کی ہو یا سن کی ہو۔ (ت)</p>	<p>قال ابن شہيل هو كل حبل يعلق في حلق البعير ثم يعقد على انفه كان من جلد او صوف او ليف او قنب⁴۔</p>
<p>جامع الرموز میں ہے:</p>	
<p>(اس کی خطام) وہ رسی ہے جس کو اونٹ کی گردن میں ڈال کر اس کی ناک پر لپیٹ دیا جاتا ہے۔ (ت)</p>	<p>(خطام) هو حبل يجعل في عنق البعير ويثني على انفه⁵۔</p>
<p>قاموس میں ہے:</p>	
<p>چارپائے کا خطم اس کی ناک اور منہ کے گلے کو</p>	<p>الخطم من الدابة مقدم انفها وفهال۔</p>

¹ مجمع بحار الانوار باب الخاء مع الطاء تحت لفظ خطم مکتبہ دار الایمان المدینة المنورة ۱۲/ ۷۱، النهایة لابن اثیر باب الخاء تحت

لفظ خطم المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا ریاض ۵۰/ ۲

2

³ المصباح المنیر الخاء مع الطاء تحت لفظ خطم مصطفی البابی مصر ۱۸۷

⁴ تاج العروس فصل الخاء من باب الیم دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۸۲/ ۸

⁵ جامع الرموز کتاب الحج فصل الاحصار مکتبۃ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲۳۸/ ۱

<p>کہتے ہیں، اور خطام اس شے کو کہتے ہیں جو اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے۔ تاکہ اس کے ذریعے اونٹ کو کھینچا جاسکے۔ (ت)</p>	<p>والخطام کل ما وضع فی انف البعیر ليقاد به¹۔</p>
---	--

تاج میں ہے: کذا فی المحکم² (محکم میں یوں ہی ہے۔ ت) بحر الرائق میں ہے:

<p>خطام زمام ہی ہے اور یہ اسی شے کو کہتے ہیں جو اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے۔ (ت)</p>	<p>الخطام هو الزمام وهو ما يجعل فی انف البعیر³۔</p>
---	--

در الثمین میں ہے:

<p>خطام وہ رسی ہے جس کے ذریعے سے اونٹ کو چلایا جاتا ہے۔ (ت)</p>	<p>الخطام الحبل الذی يقاد به البعیر⁴۔</p>
---	--

مجمع البحار میں کرمانی سے ہے:

<p>(حدیث میں وارد ہونے والے الفاظ) اس کی خطام یا اس کی زمام دونوں ہم معنی ہیں، شک اس کی تعیین میں ہے۔ اور خطام خاء کے کسرہ کے</p>	<p>بخظام عہ او بزمامه وهما بمعنى والشك فی تعیینه وهو بكسر خاء خیط یشد فیہ الحلقة المسماة</p>
---	--

یعنی امام بخاری نے کتاب العلم میں ابو بکرہ سے حدیث بیان کی ہے انہوں نے ذکر فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر بیٹھے اور ایک آدمی نے اونٹ کی تکمیل کو تمام رکھا تھا، الحدیث ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز (ت)

عہ: ای فی حدیث البخاری فی کتاب العلم عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قعد علی بعیرہ وامسک انسان بخظامہ او بزمامہ⁵۔ الحدیث ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز

¹ القاموس المحيط فصل الخاء من باب الجیم مصطفی البابی مصر ۴/ ۱۰۹

² تاج العروس فصل الخاء من باب الجیم دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۲۸۲

³ بحر الرائق کتاب الحج باب الہدی ایچ ایم سعید کینی کراچی ۳/ ۷۲

⁴ الدر الثمین

⁵ صحیح البخاری کتاب العلم باب من قعد حیث ینتہی بہ المجلس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/ ۱۶

بالببرۃ، ویشد فی طرفہ المقود ¹	ساتھ اس دھاگے کو کہتے ہیں جس میں برہ نامی حلقے کو باندھا جاتا ہے اور اس کے کنارے میں رسی باندھی جاتی ہے۔ (ت)
---	--

نہایہ نیز مجمع میں ہے:

الببرۃ حلقة تجعل فی لحم الانف، وربما كانت من شعر ²	برہ وہ حلقہ ہے جو ناک کے گوشت میں ڈالا جاتا ہے اور بسا اوقات وہ بالوں کا ہوتا ہے۔ (ت)
---	---

اس میں شرح جامع الاصول لمصنف سے ہے:

حلقة یشد بہا الزمام ³	وہ ایک حلقہ ہے جس کے ساتھ زمام کو باندھا جاتا ہے۔ (ت)
----------------------------------	---

نیز امام نوری سے ہے:

الزمام ما يجعل فی البعیر دقیقاً وقیل ما یشد بہ رؤسها من حبل وسیر ⁴	زمام اس باریک رسی کو کہتے ہیں جو اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ ایک ایسی رسی یا تسمہ ہے جس کے ساتھ اونٹوں کے سروں کو باندھا جاتا ہے۔ (ت)
---	--

مصباح منیر میں ہے:

قال بعضهم الزمام فی الاصل الخیط الذی یشد فی البرۃ او فی الخشاش ثم یشد الیہ المقود ثم سى به المقود نفسه ⁵	ان میں سے بعض نے کہا زمام اصل میں اس ڈوری کو کہتے ہیں جسے برہ (حلقہ) یا لکڑی میں باندھا جاتا ہے پھر اس میں مقود (رسی) کو باندھا جاتا ہے پھر خود اس زمام کا نام مقود رکھا جاتا ہے۔ (ت)
---	---

تاج العروس میں ہے:

الزمام هو الحبل الذی يجعل فی البرۃ والخشبة قال الجوهری او فی الخشاش	زمام اس رسی کو کہتے ہیں جس کو حلقہ یا لکڑی میں ڈالا جاتا ہے۔ جوہری نے کہا یا اس کو خشاش (لکڑی)
---	--

¹ مجمع البحار باب الخاء مع الطاء مكتبة دار الايمان المدينة المنورة ۲/۲۷

² مجمع البحار الانوار باب الباء مع الراء مكتبة دار الايمان المدينة المنورة ۱/۱۸۷

³ مجمع البحار باب الباء مع الراء مكتبة دار الايمان المدينة المنورة ۱/۱۸۷

⁴ مجمع البحار باب الزاء مع الميم مكتبة دار الايمان المدينة المنورة ۲/۲۴۰

⁵ المصباح المنير الزاء مع الميم تحت الزمام مصطفى البابی مصر ۱/۲۷۲

<p>میں ڈالا جاتا ہے پھر اس کے کنارے میں رسی باندھی جاتی ہے اور کبھی اس رسی کا نام زمام رکھا جاتا ہے۔ (ت)</p>	<p>ثم يشد في طرفه المقود وقد يسمى المقود زماماً¹۔</p>
--	--

صریح میں ہے:

<p>خشاش بالکسر چوب کہ در بنی شتر کنند و هر چه از مس باشد آن را بره گویند، و آنچه از موی آن را خزامه²۔</p> <p>خشاش خاء کے کسرے کے ساتھ اس لکڑی کو کہتے ہیں جو اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے پیتل کی جوشے اونٹ کی ناک میں ڈالتے ہیں اس کو برہ کہتے ہیں اگر وہ بالوں کی ہو تو اسے خزامہ کہتے ہیں۔ (ت)</p>	<p>اصی میں ہے: خطام بالکسر مہار³ (خطام کسرہ کے ساتھ مہار۔ ت) اسی میں ہے:</p>
--	---

<p>زمام بالکسر مہار در شتہ کہ در چوب بنی شتر بندند و بروئے مہار بندند⁴۔</p> <p>زمام کسرہ کے ساتھ مہار اور وہ دھاگہ جو اونٹ کی ناک میں ڈالی ہوئی لکڑی کے ساتھ باندھتے ہیں اور اس پر مہار باندھتے ہیں۔ (ت)</p>	<p>اصی میں ہے: خطام بالکسر مہار³ (خطام کسرہ کے ساتھ مہار۔ ت) اسی میں ہے:</p>
---	---

برہان میں ہے:

<p>مہار بالفتح چوبیکہ در بنی شتر کنند و ریسما براں بندند⁵۔</p> <p>مہار فتح کے ساتھ اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کو اونٹ کی ناک میں ڈال کر اس پر ڈوری باندھتے ہیں۔ (ت)</p>	<p>اصی میں ہے: خطام بالکسر مہار³ (خطام کسرہ کے ساتھ مہار۔ ت) اسی میں ہے:</p>
--	---

قاموس میں ہے: الخزامة ككتابة البوابة⁶ (خزامة بروزن کتابتہ حلقہ کو کہتے ہیں۔ ت) تاج میں ہے:

<p>وهي حلقة من شعر تجعل في وترة انفه يشد بها الزمام كما في</p> <p>اور وہ (خزامة) بالوں کے اس حلقہ کو کہتے ہیں جس کو اونٹ کی ناک کے بانسہ میں ڈال کر اس کے ساتھ</p>	<p>اصی میں ہے: خطام بالکسر مہار³ (خطام کسرہ کے ساتھ مہار۔ ت) اسی میں ہے:</p>
--	---

¹ تاج العروس فصل الزاء من باب الميم دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۲۸/۸

² الصراح من الصحاح باب الشين فصل الخاء مطبع مجیدی کانپور ص ۲۵۷

³ الصراح من الصحاح باب الميم فصل الزاء مطبع مجیدی کانپور ص ۳۶۸

⁴ الصراح من الصحاح باب الميم فصل الزاء مطبع مجیدی کانپور ص ۳۷۵

⁵ برہان

⁶ القاموس المحيط باب الميم فصل الخاء مصطفى البابی مصر ۱۰۶/۳

<p>الصّاح. وقال الليث ان كانت من صفر فهي برة وان كانت من شعر فهي خزامة¹۔</p>	<p>رسی باندھی جاتی ہے جیسا کہ صحاح میں ہے۔ لیث نے کہا اگر وہ حلقہ پیتل کا ہو تو اس کو برہ اور اگر وہ بالوں کا ہے تو اس کو خزامہ کہا جاتا ہے۔ (ت)</p>
---	--

سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

<p>ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اهدى عامر الحديبية في هدايا رسول الله صلى الله تعالى عليه و سلم جملا كان لابي جهل في راسا برة من فضة۔ وفي رواية من ذهب يغيب بذلك المشركين²۔</p>	<p>بیٹک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ والے سال قربانی کے لئے جو اونٹ روانہ فرمائے ان میں ایک اونٹ ابو جہل کا تھا جس کے سر (ناک) میں چاندی کا ایک چھلا تھا، ایک روایت ہے کہ سونے کا چھلا تھا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشرکوں کو جلانے کے لے ایسا کیا تھا۔ (ت)</p>
---	---

مرقاۃ میں ہے:

<p>(في راسه) اي انفه فان البرة حلقة من صفر ونحوه تجعل في لحم انف البعير وقال الاصعي في احد جانبى المنخرين لكن لما كان الانف من الراس قال في راسه على الاتساع³۔</p>	<p>(اس کے سر میں) یعنی اس کی ناک میں کیونکہ برہ پیتل یا اس جیسی کسی شے کے ایسے حلقہ کو کہتے ہیں جو اونٹ کی ناک کے گوشت میں ڈالا جاتا ہے اور اصمعی نے کہا کہ وہ اونٹ کے نتھنوں کے ایک طرف ڈالا جاتا ہے لیکن ناک چونکہ سر ہی کا حصہ ہے اس لئے راوی حدیث نے بطور مجاز کہا کہ اس کے سر میں حلقہ تھا۔ (ت)</p>
---	--

مجمع البحار میں بیٹی سے ہے: جعله في الرأس اتساعاً⁴ (اس حلقہ کو سر میں قرار دینا بطور مجاز ہے۔ ت) سلمہ بن سحیم کی حدیث میں ہے:

¹ تنج العروس فصل الخاء من باب البيم دار احياء التراث العربي بيروت ۱۸ / ۷۴ - ۷۳

² سنن ابی داؤد کتاب المناسک باب فی الهدی آفتاب عالم پریس لاہور ۱ / ۲۳۳

³ مرقاۃ المفاتیح کتاب المناسک الفصل الثانی المكتبة الحبيبية كويت ۱۵ / ۲۸

⁴ مجمع البحار الانوار باب الباء مع الرائج مكتبة دار الايمان المدينة المنورة ۱ / ۱۷۸

ان صاحباً لنارکب ناقة لیست بمبراة فسقط فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم غرر بنفسه ¹ ۔	ہمارا ایک ساتھی بغیر تکمیل کے اونٹنی پر سوار ہوا اور گر گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے خود کو ہلاکت میں ڈالا۔ (ت)
--	---

نہایہ میں ہے:

لیست بمبراة ای لیس فی انفہا برة یقال ابریت الناقة فہی مبراة ² ۔	"وہ اونٹنی مبراة نہیں تھی" کا معنی یہ ہے کہ اس کی ناک میں برہ (حلقہ) نہیں تھا کہا جاتا ہے کہ میں نے اونٹنی کو حلقہ ڈالا تو وہ مبراة (حلقہ والی) ہو گئی (ت)
---	--

عمدة الرعاية میں ہے کہ خطام کی تفسیر زمام گردن بعیر کی اگرچہ کلمات اہل فن سے جدا ہے۔ مگر معنی سوم زمام پر بجا ہے۔ اور اس سے ہر سن گردن سمجھنا خطا ہے۔ اس میں زمام گردن نہیں بلکہ رسن اور زمام بے تعلق بنی صادق نہیں، حدیث کہ اس میں صحیح بخاری و مسلم کی طرف نسبت کی۔ جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا:

تصدق بجلالہا وبخطبہا، ولا تعطى اجرة الجزار منها ³ ۔	قربانی کے جانور کی جھلوں اور باگوں کو صدقہ کر دیا جائے اور اس میں سے کچھ بھی قصاب کو بطور اجرت نہ دیا جائے۔ (ت)
--	---

غلط صریح ہے۔ نہ صحیح بخاری میں اس کا کہیں نشان نہ صحیح مسلم میں، نہ بحیثیت الفاظ نہ بحیثیت مضمون، صحیح بخاری میں بدنہ بدی کی جھول تصدق کرنے کی حدیث پانچ جگہ روایت کی۔ 'باب الجلال للبدن'۔ 'باب التصدق بجلود البدن'، 'باب بتصدق بجلال البدن'، 'باب الوکالة'۔ 'باب الایوقی الجزار من الہدی شیئاً' اور صحیح مسلم میں ایک ہی جگہ پانچ سندوں سے ذکر کی، دسویں جگہ نہ ان الفاظ کا پتہ ہے۔ نہ اس پورے مضمون کا، موضع اول و خامس میں بخاری کے لفظ امیر المؤمنین مولانا علی کرم اللہ وجہ الکریم سے ہیں:

امر فی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اتصدق بجلال البدن	رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے قربانی کے ان جانوروں کی جھلوں اور چمڑوں کو
---	--

¹ النہایة لابن اثیر باب الباء مع الرءاء المکتبة الاسلامیة لصاحبہاریاض ۱۲۲/۱

² النہایة لابن اثیر باب الباء مع الرءاء المکتبة الاسلامیة لصاحبہاریاض ۱۲۲/۱

³ عمدة الرعاية حاشیہ شرح الوقایة کتاب الحج باب الہدی المکتبة الرشیدیہ، دہلی ۱/۳۶۴

التي نحرته و بجلودها¹ - صدقہ کرنے کا حکم دیا جن کو ذبح کیا گیا تھا۔ (ت)

دوم میں:

امرني فقسمت لحومها ثم امرني فقسمت جلالها و قربانی کے جانوروں کا گوشت تقسیم کر دیا پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے جلا دیا تو میں ان کے جھلوں کو تقسیم کر دیا۔ (ت)

سوم میں:

ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم امره ان يقوم على بدنه وان يقسم بدنه كلها لحومها و جلودها و جلالها² - بیٹک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ قربانی کے جانوروں کے پاس کھڑے ہو جائیں اور ان کا گوشت جھل اور چڑے سب تقسیم کر دیں۔ (ت)

چہارم میں:

اهدى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم مائة بدنة فأمرني بلحومها فقسمتها ثم امرني بجلالها فقسمتها، ثم بجلودها فقسمتها³ - نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی کے لئے سو اونٹ بھیجے اور مجھے حکم دیا کہ میں ان کا گوشت تقسیم کروں تو میں نے کر دیا، پھر مجھے ان کی جھلوں کو تقسیم کرنے کا حکم دیا تو میں نے کر دیا، پھر مجھے ان کے چڑوں کو تقسیم کرنے کا حکم دیا تو میں نے کر دیا، (ت)

صحیح مسلم میں تین سندوں سے:

امرني رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان اقوم على بدنه وان اتصدق لحومها و جلودها واجلتها⁴ - رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں قربانی کے پاس کھڑا ہو جاؤں اور ان کے گوشت، چڑوں اور جھلوں کو تقسیم کر دوں (ت)

¹ صحیح البخاری کتاب المناسک باب الجلال للبدن قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۳۰

² صحیح البخاری باب لا يعطى الجزار من الهدى شيئاً قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۳۲

³ صحیح البخاری باب التصدق بجلود الهدى قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۳۲

⁴ صحیح البخاری يتصدق بجلال البدن قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۳۲

⁵ صحیح مسلم کتاب الحج باب الصدقة بلحوم الهدايا و جلودها و جلالها قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲۳

اور دوسندوں سے مثل لفظ سوم بخاری وزاد فی المساکین¹ (یہ لفظ زیادہ کئے کہ مسکینوں میں تقسیم کرو۔ت) ان میں کہیں ذکر خطام نہیں، یہ مضمون صحیحین پر بیشی ہے۔ اور نسبت الفاظ میں غلطی یہ کہ صیغہ امر جس طرح عمدة الرعاية میں مذکور صحیحین بلکہ متداولہ حدیث میں کہیں نہیں، جیسا کہ لامح ارشاد الساری و شرح مؤطا سے ظاہر، علامہ قسطلانی نے فرمایا:

<p>قال صاحب الكواكب وفيه انه لا يجوز بيع الجلال و لا جلود الهدايا والضحايا كما هو ظاهر الحديث اذ الامر حقيقة في الوجوب اه، وتعقبه في اللامع فقال فيه نظر فذلك صيغة افعال لفظ امر²۔</p> <p>صاحب کواکب نے کہا اس میں یہ ہے کہ قربانی کے جانوروں کی جھلوں اور کھالوں کی بیچ جائز نہیں جیسا کہ حدیث کا ظاہر ہے کیونکہ امر حقیقتاً وجوب کے لئے ہے۔ اہ اور لامح میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں نظر ہے اس لیے کہ جو امر وجوب میں حقیقت ہے وہ صیغہ افعال ہے نہ کہ لفظ امر۔</p> <p>(ت)</p>	<p>شرح علامہ زرقانی میں ہے:</p> <p>فيه استحباب التجليل والتصدق بذلك الجمل ولفظ امر لا يقتضى الوجوب لان ذلك في صيغة افعال لفظ امر³ اه و رأيتني كتبت على بامش الارشاد مانصه اقول: ليس قول امر الاحكايه امره صلى الله تعالى عليه وسلم الا ان يقال يمكن ان يكون حكاية من مثل عليك التصدق۔</p>
--	--

اس میں قربانی کے جانوروں پر جھل ڈالنے اور اس جھل کو صدقہ کرنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔ اور لفظ امر وجوب کا تقاضا نہیں کرتا کیونکہ وجوب کا متقاضی تو صیغہ افعال ہے نہ کہ لفظ امر اہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے ارشاد کے حاشیہ پر لکھا جس کی عبارت یہ ہے اقول: (میں کہتا ہوں) اس کا امر کہنا محض حکایت ہے امر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، مگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے یہ حکایت ہو عليك بالتصدق (تجھ پر لازم ہے۔ت) جیسے الفاظ سے۔ (ت)

اس میں قربانی کے جانوروں پر جھل ڈالنے اور اس جھل کو صدقہ کرنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔ اور لفظ امر وجوب کا تقاضا نہیں کرتا کیونکہ وجوب کا متقاضی تو صیغہ افعال ہے نہ کہ لفظ امر اہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے ارشاد کے حاشیہ پر لکھا جس کی عبارت یہ ہے اقول: (میں کہتا ہوں) اس کا امر کہنا محض حکایت ہے امر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، مگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے یہ حکایت ہو عليك بالتصدق (تجھ پر لازم ہے۔ت) جیسے الفاظ سے۔ (ت)

¹ صحیح مسلم کتاب الحج باب الصدقة بلحوم الهدایة و جلودها الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۳

² ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب الجلال للبدن دارالکتب العربی بیروت ۳/ ۲۲۲

³ شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک کتاب الحج المكتبة التجارية الكبزی القاہرہ ۲/ ۳۲۷

ذکر خطام کے لئے فقیر نے جتنی کتب حدیث اپنے پاس ہیں سب کی مراجعت چاہی، بارہ کتابیں دیکھی تھیں، پھر خیال آیا کہ درایہ امام حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی دیکھی جائے، اس میں ضرور اس سے تعرض فرمایا ہوگا اسے دیکھا تو انھوں نے صاف فرمایا:

لم دار فی شیعئ من طرفة ذکر الخطام ¹ ۔	میں نے اس حدیث کے کسی طریق میں ذکر خطام نہ دیکھا۔
--	---

بالجملہ صحیحین کی طرف سے اس کی نسبت لفظاً و معنی ہر طرح غلط ہے۔ ہاں ہدایہ باب الہدی میں حدیث انھیں الفاظ سے مذکور اور کتاب الاضحیہ میں بلطف:

تصدق بجلالها وخطامها ولا تعط اجر الجزار منها شیئاً ² ۔	قربانی کے جانوروں کی جھٹلوں اور باگوں کو صدقہ کر اور اس میں سے کچھ بھی قصاب کو بطور اجرت مت دے۔ (ت)
---	---

اسی طرح کافی امام نسفی باب الہدی میں یہی لفظ دوم ہیں: اللفظة الاجر³ (سوائے لفظ "اجر" کے۔ ت) نیز بدائع امام ملک العلماء کتاب الاضحیہ میں۔ اللفظة شیئاً⁴ (سوائے لفظ "شیئاً" کے۔ ت) اقول: تو حدیث ضرور کہیں مروی ہوئی، اور حافظ (ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ) کا اسے نہ دیکھنا نہ ہونے پر دلیل نہیں، امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں دو حدیثیں مذکور مشاع ذکر کر کے فرمایا:

قصور نظرنا اخفاها عنا ⁵ ۔	ہماری نظر کے قاصر ہونے نے ان دونوں کو ہم سے مخفی رکھا۔ (ت)
--------------------------------------	--

یونہی حافظ الشان نے باوصف اس وسعت اطلاع کے نفی نہ فرمائی، یہ ائمہ کے ساتھ علماء کرام کا ادب ہے۔ بخلاف جہال زمانہ یعنی غیر مقلدین کہ کر مک سنگ سے بڑھ کر وقوف نہیں، اور ائمہ پر سب مطلق کے دعوے و لاقول و لاقوة الا باللہ العلی العظیم۔

¹ الدرایة فی تخریج احادیث الهدایة کتاب الحج باب الہدی المکتبة الاثریة سانگہ بل ۵۴ / ۲

² الہدایة کتاب الاضحیة مطبع یوسفی لکھنؤ ۴۳۸ / ۳

³ کافی شرح الوافی

⁴ بدائع الصنائع کتاب التضحیة فصل واما بیان مایستحب الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۱ / ۵

⁵ فتح القدیر

تو حدیث مذکور میں صدقہ خطام کا عند اللہ حکم ہے مگر وہ حدیثاً و فقہاً صرف جلال و خطام شتران ہدی کے بارے میں ہے۔ قربانی کی گائے بکریوں کی جھولوں اور ان کے گلے کی رسیوں کا ذکر درکنار، جہاں تک نظر کی جاتی ہے شتران اضحیہ کے جلال و خطام کا بھی کہیں ذکر نہیں، اب رہا قیاس، وہ مجتہد سے خاص، اس کا کسے اختیار، اور دلالت النص اقول: اس کی بھی گنجائش نہیں نہ اضحیہ من کل الوجوه معنی ہدی میں ہے۔ نہ یہ جھولیں ان جلال سے نہ گلے کی رسیاں اس خطام کے مثل۔
اول: تو ظاہر کہ ہدی کے لئے محل خاص ہے یعنی حرم محترم اس کے غیر میں ہدی کو ذبح و نحر نہیں کر سکتے۔

<p>اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا پھر ان (ہدی کے جانوروں) کا پہنچنا ہے اس آزاد گھر تک۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہدی ہو کعبہ تک پہنچی۔ (ت)</p>	<p>قال الله تعالى "ثُمَّ مَجَلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ" ¹ وقال تعالى "هَدْيًا لِبَيْتِ الْكَعْبَةِ" ²</p>
--	--

اور قربانی ہر جگہ ہو سکتی ہے۔ تو ہدی میں بہ نسبت اضحیہ خصوصیت خاصہ ہے اگرچہ اصل مقصود یعنی تقرب باریتہ دم میں مساوی ہیں، لہذا کیا مستبعد کہ اصل اجزائے متقرب بہ یعنی لحم و جلد میں حکم یکساں ہو اور زوائد و مضافات کی طرف جو سرائت صاحب خصوص میں ہوئی، اضافی میں نہ ہو، ولہذا بدائع و ہدایہ و کافی وغیرہا میں حدیث ہدی سے دربارہ لحم و جلد اضحیہ استناد کیا اور جلال و خطام اضحیہ کا کسی نے ذکر نہ کیا، حالانکہ حدیث ہدی میں چاروں حکم موجود تھے، اضحیہ میں ان پر دو اقتصار اور ان دو کا ترک اور اس ترک و اقتصار پر اتفاق کتب آخر کس لئے۔

دوم: یہ کہ وہ جھولیں معمولی سردی وغیرہ کی جھولیں نہ تھیں جو اپنے موسم پر ہر پالے ہوئے جانور کے لئے بنائی جاتی ہے اگرچہ وہ گاڑی میں جوتنے کے بیل ہوں وہ خاص شتران ہدی کے لئے بنتیں اور روائگی حرم کے وقت ان پر ڈالی جاتی ہیں، اور ان کے لئے ان کا بنانا سنت ہے۔ "تقلید و اشعار کی طرح شعائر اللہ ہدی کی علامت ہوتی ہے۔ ہدنہ ہدی کے گلے میں نعلین وغیرہ یا بٹے ہوئے قنادے ڈالتے اور بالخصوص اونٹوں پر قنادے کے ساتھ جھولیں بھی ڈالتے۔ اور ان کے کوبان میں خفیف نیزہ مار کر خون نکالتے یہ ان کے ہدی ہونے کی علامتیں تھیں۔"

¹ القرآن الکریم ۲۲ / ۳۳

² القرآن الکریم ۵ / ۹۵

علمائے کرام نے فرمایا: ان جھولوں کا اپنی حیثیت تمول کے مناسب ہونا مستحب ہے۔ ہدی بھیجنے والا جیسی استطاعت رکھتا ہو ویسی ہی بیش قیمت جھولیں بنائے کہ مساکین کا زیادہ نفع اور شعائر کی زیادہ تعظیم ہو سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان پر بیش بہا کپڑوں کی جھولیں ڈالتے اور آمدینہ طیبہ سے باہر نکل کر اتار کر تہہ کر کے رکھ چھوڑتے، عرفہ کے دن پھر پہناتے اور بعد نحر انھیں کعبہ معظمہ کا غلاف کرتے جب سے بیت مکرم کا غلاف مستقل تیار ہونے لگا انھیں مساکین پر تصدق کرتے۔

علماء فرماتے ہیں کہ راتوں کو یہ جھولیں اتار کر رکھ لی جائیں کہ کانٹوں سے ان میں کھوتانہ لگے ان میں سے کون ساحرف قربانی کی معمولی جھولوں پر صادق ہے کہ یہ ان کے معنی میں ہوں۔
امام اجل ابو زکریا نووی قدس سرہ شرح صحیح مسلم میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں:

اس حدیث میں بہت سے فائدے ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں قربانی کے جانوروں کے گوشت، چمڑوں اور جھولوں کو صدقہ کیا جائے، اور یہ کہ ان جانوروں کو جھل پہنائی جائے، اور مشائخ نے اس بات کو مستحب قرار دیا کہ وہ جھل عمدہ ہو۔ قاضی نے کہا کہ جھل پہنانا سنت ہے۔ اور علماء کے نزدیک وہ اونٹوں کے ساتھ مختص ہے اور یہ اسلاف کا مشہور عمل ہے۔ مشائخ نے کہا کہ اشعار یعنی کوہان میں نیزہ مار کر خون نکالنے کے بعد جھل پہنائی جائے تاکہ وہ خون میں لتھڑ نہ جائے، نیز انھوں نے کہا کہ جھل کا قیمت و عمدگی میں قربانی روانہ کرنے والے کی حیثیت کے مطابق ہونا مستحب ہے۔ بعض اسلاف منقش کپڑوں بعض یمنی چادروں، بعض مصر کے بنے ہوئے قیمتی کپڑوں۔ لٹانوں اور عمدہ چادروں کی جھلیں پہنایا کرتے تھے، امام مالک نے فرمایا۔ جھولوں کو رات

فی ہذا الحدیث فوائد کثیرة منها استحباب سوق الہدی وانہ یتصدق بلحومہا و جلودہا و جلالہا و انہا تجلل و استحبوا ان یکون جلا حسنا۔ قال القاضی التجلیل سنة و هو عند العلماء مختص بالابل و هو مما اشتهر من عمل السلف قالوا ان یکون بعد الاشعار لئلا یتلخ بالدم قالوا و یستحب ان تكون قیمتہا نفاستہا بحسب حال المہدی، و کان بعض السلف یجمل بالوشی و بعضهم بالحبرة و بعضهم بالقباطی و الملاحف و الازر۔ قال مالک اما الجلل فتنزح فی اللیل لئلا یخرقہا الشوک قال واستحب ان

<p>کے وقت اتار لیا جائے تاکہ کانٹے انھیں پھاڑ نہ دیں، اور فرمایا مجھے یہ پسند ہے کہ اگر جھلیں گراں قیمت ہوں تو عرفہ کے دن عرفات کی طرف رواں گئی سے قبل نہ پہنائے اور اگر وہ کم قیمت والی ہو تو احرام باندھتے وقت ہی پہنادے (ملخصاً) (ت)</p>	<p>كانت الجلال مرتفعة ان لايجلها حتى يغدوالى عرفات ان كانت بثمان يسير فمن حين يحرم يجلل¹ (ملخصاً)</p>
---	--

امام علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں:

<p>جلال جل کی جمع ہے۔ اور وہ اس شئی کو کہتے ہیں جو اونٹ، گھوڑے، گدھے اور خچر وغیرہ جانوروں کی پشت پر ڈالی جاتی ہے۔ یہ عرف کے اعتبار سے ہے۔ لیکن علماء نے فرمایا کہ کپڑے وغیرہ جھل پہنانا صرف اونٹ کے ساتھ مختص ہے۔ ابن بطلان نے کہا کہ امام ابو حنیفہ امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ ہدی کے جانوروں پر جھل ڈالنے کو جائز سمجھتے تھے۔ (ت)</p>	<p>الجلال جمع جل وهو الذى يطرح على ظهر الحيوان من الابل والفرس والحصار والبغل وهذا من حيث العرف، و لكن العلماء قالوا ان التجليل مختص بالابل من كساء ونحوها قال ابن بطلان كان مالك و ابو حنيفة والشامى يرون تجليل البدن² -</p>
--	--

امام جلیل ابوالبرکات نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

<p>اگر ہدی کا جانور (اونٹ یا گائے) ہو تو اس کو چمڑے یا نعل کا ہار پہنادے اور ہار پہنانا جھل پہنانے سے زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ ہار پہنانے کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ولا القلائد (اور نہ وہ جنھیں ہار ڈالے گئے) اور جھل پہنانے کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے اگرچہ دونوں سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہدی کے جانوروں کو ہار اور جھل پہنائے گئے تھے اور اس لئے بھی کہ جھل کبھی بلائیت تقرب</p>	<p>فان كانت بدنة قلداً بزيادة اونعل والتقليد احب من التجليل لان التقليد ذكر في القرآن قال الله تعالى ولا القلائد ولا ذكر للتجليل فيه. وان كان كلاهما ثابتاً بالسنة لان هدايا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كانت مقلدة مجللة ولانه قد تجلل البدنة لا على وجه التقرب بخلاف التقليد³ -</p>
---	---

¹ شرح صحيح مسلم للنووي مع صحيح مسلم كتاب الحج باب الصدقة بلحوم الهدايا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۳۳-۲۳۴

² عمدۃ القاری شرح صحيح البخاری كتاب المناسك باب الجلال للبدن ادارة الطباعة المنيرية بيروت ۱۰/ ۳۴-۳۵

³ الكافي شرح الوافي

پہنائے جاتے ہیں، بخلاف ہار پہنانے کے (کہ یہ بنیت تقرب ہی ہوتا ہے)۔ (ت)

موطأ شریف میں ہے:

حضرت امام مالک نے حضرت نافع سے روایت کیا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہدی کے جانور کو مصری چادروں، اونٹنی کپڑوں اور حلوں کی جھلیں پہناتے پھر ان جھلوں کو کعبہ شریف بھیج کر غلاف کعبہ بناتے، امام مالک سے مروی ہے حضرت عبداللہ بن دینار سے پوچھا گیا کہ جب کعبہ شریف کو مستقل کپڑے کا غلاف پہنایا جانے لگا تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے قربانی کے جانوروں کی جھلوں کو کیا کرتے تھے تو انھوں نے کہا وہ ان کو صدقہ کر دیتے تھے۔ (ت)

مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما كان يجلبل بدنة القباطي والانماط والجلل، ثم يبعث بها الى الكعبة فيكسوها اياها. مالك انه سأل عبد الله بن دينار ما كان عبد الله بن عمر يصنع بجلال بدنه حين كسيت الكعبة عن الكسوة. قال كان يتصدق بها¹

ابن المنذر نے بطریق اسامہ بن زید نافع سے روایت کی:

بیشک حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے ہدی کے جانوروں کو اونٹنی کپڑوں، دھاری دار اور منقش یعنی چادروں کی جھلیں پہناتے تھے یہاں تک کہ وہ جانور جب مدینہ منورہ سے نکلے تو آپ ان جھلوں کو اتار لیتے اور لپیٹ کر رکھ دیتے، جب عرفہ کا دن آتا پھر وہ جھلیں جانوروں کو پہناتے، جب انھیں ذبح فرماتے پھر جھلیں اتار لیتے بعد ازاں ان کو صدقہ کر دیتے، حضرت نافع نے کہا کہ بعض اوقات بنی شیبہ کی طرف بھیج دیتے۔ (ت)

ان ابن عمر رضي الله تعالى عنهما كان يجلبل بدنه الانماط والبرود والحبر حتى يخرج من المدينة ينزعها فيطويها، حتى يكون يوم عرفة فيلبسها اياها حتى ينحربا ثم يتصدق بها. قال نافع وربما دفعها الى بنى شيبه²

اقول: اور اس پر ایک دلیل واضح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع شریف

¹ موطأ الامام مالك كتاب الحج باب العمل في الهدى حين يساق مير محمد كارخانہ كراچی ص ۳۰۰

² شرح الزرقانی علی الموطأ بحوالہ ابن منذر كتاب الحج دار المعرفة بیروت ۲/ ۳۲۷، فتح الباری بحوالہ ابن المنذر كتاب المناسك باب

الجلال للبدن دار المعرفة بیروت ۳/ ۳۳۹

<p>قطبی بر مہارت ہے۔ اور اس مہینہ میں سورج کے برج حمل میں حلول کرنے کے وقت رات اور دن برابر ہوتے ہیں۔ (ت)</p>	<p>بالرومية وبو برمهات بالقبطية وفيه يستوى الليل والنهار عند حلول الشمس برج الحمل¹۔</p>
---	--

اقول: مراد یہ ہے کہ اس مہینے میں تحویل حمل ہوتی ہے نہ یہ کہ اس دن تحویل حمل تھی، ہم نے زینج عہ لغ بیگی سلطان اور زینج عہ اجد بہادر خانی اور دوزبجوں سے نصف النہار حقیقی مکہ معظمہ دہم ذی الحجہ ۱۰ ہجریہ مطابق یازدہم ذی الحجہ وسطیہ روز شنبہ کی تقویم شمس نکالی دونوں سے حوت کے اکیسویں درجے میں آئی اول سے حوت کے بیس درجے سینتیس دقیقے انتالیس ثانیے، دوم سے بیس درجے چھتیس دقیقے پچاس ثانیے بلاشبہ اس تقویم کا موسم ان ملکوں خصوصاً مکہ معظمہ اور اس کے قریب العرض شہروں میں نہایت معتدل موسم ہوتا ہے۔ نہ رات کو برف نہ دن کو لو، نہ برسات کی کھیاں، تو جن حاجات کے لئے جھولیل ڈالتے ہیں،



¹فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی سبع ارضین دار المعرفۃ بیروت ۶/ ۲۱۱، ارشاد الساری کتاب بدء

الخلق باب ماجاء فی سبع ارضین دار الکتب العربی بیروت ۵/ ۲۵۵

عنه مطلوب مسئلہ کی تقویم ہے، لہذا جدول سالہائے مبسوطہ ناقصہ سے دو سال تلاش کیا کہ ۱۰۰ کم کر کے ۳۰ پر صیح منقسم ہووے۔ مسئلہ تھا، طول سرتند محکا لو طول حرم محترم عمرہ سے مابین طویلین الحسنہ او حاصل تفریق ۳۸۰

بازار	۶۰۰	۲۲۰	بازار سنہ بتفریق آن ازیں
			بہر غزہ سنہ
			+ ۱۰ ذی الحجہ ایوم ناقص مابین
			طویلین
			+ تعدیل ایام
			+ تعدیل مرکز
			+ ادج
			تقسیم

عنه ۱۰۰ - ۱۲۲۱ = ۱۲۲۱ فاضل بر تصانیف سی ۱۱ و تضایف ۱۲۳۰ + ۳۰ = ۱۲۶۰

بازار	۶۰	بازار ۱۱ سال تصاعداً
		بتفریق آن ازیں بہر غزہ
		سنہ
		+ ذی الحجہ
		+ ۱۱ ایوم ناقص
		بازار سرتند
		بازار این و تعدیل ایام و تفریح ر
		حصہ اش از وسط نو نہ لم
		+ حصہ تعدیل ایام زائد
		تعدیل مرکز
		x وسط
		تقسیم

عنه خیالی ایسا ہی تھا کہ اس مہینہ میں تاریخ وسطی، ہلال سے ایک مقدم ہے استخراج تقویات کے بعد دیکھا تو زمینہ مطابقت پر آیا، قریہ تقویم ۱۱ ذی الحجہ کی ہوئی، بہر حال مطلوب حاصل ہے کہ ۱۰ کی تقویم ایک درجہ کم ہوتے کے مابین ہی درجہ میں رہی۔ منہ قدس سرہ

ان کا اصلا نام و نشان نہ تھا، لاجرم یہ جھولیں وہ نہ تھیں بلکہ خاص تعظیم شعائر اللہ کے لئے تھیں، تو معمولی جھولیں کسی طرح ان کے معنی میں نہیں۔

سوم: یوں کہ ختام ہدی وہ شییٰ ہے کہ اسے سبیل اللہ میں لے جاتی اور حرم محترم میں پہنچاتی ہے۔ تو قربانی کی رسیاں اس کے برابر نہیں ہو سکتیں، اور گائے بھینس کی جھولوں رسیوں میں اور بھی فرق ہے۔ شتر نحر کیا جاتا ہے اس کا ایک پاؤں باندھ کر تین پاؤں سے کھڑا رکھ کر سینہ پر نیزہ مارتے ہیں جل و ختام دونوں وقت نحر اس سے جدا کرنے کی حاجت نہیں، گائے بھینس لٹا کر ذبح کی جاتی ہے۔ اس وقت ان کی رسی کھول لیتے ہیں، اور اگر جھول تھی، وہ بھی اتار لیتے ہیں، تو وقت تقرب الی اللہ رسی اور جھول ان کے بدن سے جدا ہوتی ہے۔ اور شتر کے بدن سے متصل تو یہ زیر تقرب آتی ہے، اور وہ نہیں گر باوصف انفضال بھی حکم تصدق سرایت کرے تو اس کھونٹے کے بھی تصدق کا حکم ہو جس سے وہ جانور بندھا تھا، اور اس ناند اور طشت کا بھی جس میں اسے کھانا پانی دیا گیا تھا، بلکہ اس مکان کا بھی جس میں وہ بندھا تھا، اور اس کا کوئی قائل نہیں، عمدۃ القاری وفتح الباری شروح و صحیح بخاری وغیرہما میں تصدق جلال ہدی کی یہ وجہ نقل کی فرمائی کہ اس پر اہلال لوجہ اللہ واقع ہوا۔

<p>جہاں انھوں نے فرمایا مہلب نے کہا ہے کہ قربانی کے جانوروں کی جھولوں کو صدقہ کرنا فرض نہیں، سیدنا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تو محض اس لئے ایسا کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے لئے ذبح کئے ہوئے اور اس کی طرف منسوب کئے ہوئے جانوروں کی کسی شئی کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہتے تھے (ت)</p>	<p>حيث قالوا اقال المہلب ليس التصدق بجلال البدن فرضاً وانما صنع ذلك ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما لانه اراد ان لا يرجع في شئ من اهل به الله ولا في شئ من اضعيف اليه¹۔</p>
---	--

اس اہلال سے اگر تلبیہ مراد ہو جب تو ظاہر ہے کہ قربانی پر بلیک کہاں اور اگر تکبیر وقت نحر مراد ہو یہ بھی ان اشیاء کو شامل نہ ہو گا جو وقت نحر و ذبح اس کے بدن پر نہ تھیں۔

اقول: اور اول اولیٰ ہے کہ حکم جل و ختام کی نسبت آیا، قماط جس سے اونٹ کا ایک پاؤں باندھتے ہیں اور حجۃ الوداع شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوکے سوا اونٹ یوں ہی نحر فرمائے، ۶۳ بدست انور، ۷۳ بدست امیر المؤمنین حیدر، ان رسیوں کے تصدق کا حکم کہیں نہ آیا،

¹ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب المناسک باب الجلال للبدن ادارة الطباعة المنيرية بیروت ۱۰/ ۲۵، فتح الباری شرح صحیح

البخاری کتاب المناسک دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۳۳۹

حالانکہ ضرور وقت نحر بدنوں کے بدن پر تھیں، بلکہ وہی طریقہ مسنونہ نحر کی ضامن ہوئیں، میں زیاد بن جبیر سے ہے:

<p>میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا آپ ایک ایسے مرد کے پاس آئے جو اپنے اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا تھا، انھوں نے فرمایا اس کو کھڑا کر کے باندھو یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (ت)</p>	<p>رأيت ان عمر اتي على رجل قد اناخ بدنته ينحرق قال ابعثها قياما مقيدة سنة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم¹</p>
---	---

عمدة القاری میں ہے:

<p>مقیدہ کا معنی ہے کہ رسی سے اس کا ایک پاؤں باندھا ہوا ہو اور وہ تین پاؤں پر کھڑا ہو۔ (ت)</p>	<p>مقيدة معناه معقولة برجل وهي قائمة على الثلاث²</p>
--	---

بالجملہ اگر کوئی اپنا گھر تصدق کر دے اور اس پر قادر ہو، ممانعت نہیں، کلام اس میں ہے کہ قربانی کی جھولیں، رسیاں تصدق کرنے کا حکم ہے۔ اس کا کہیں ثبوت نہیں، نہ حدیث میں نہ فقہ میں، ومن ادعی فعلیہ البیان (جو دعویٰ کرے دلیل بیان کرنا اس پر لازم ہے۔ ت) ولہذا آج تک مسلمانوں میں کہیں اس کا رواج مسموع نہیں، البتہ اگر کوئی شخص تعظیم ضحایا کے لئے ان پر جھولیں ڈالے اور انھیں حسبِ حثیت مزین و بیش بہا کرے۔ اور اس سے شعائر اسلام کی زینت اور فقرائے مسلمین کی منفعت چاہے تو ضرور اسے ان جھولوں کے تصدق کا حکم دیا جائے گا۔ اور اس سے باز رہنا اسے شنیع ہوگا کہ اللہ عزوجل سے وعدہ کر کے رجوع نہ ہو، کہا بینانی فتاوانا و باللہ التوفیق (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا اور توفیق اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ صحیح البخاری کتاب المناسک باب نحر الابل المقيدة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۳۱، صحیح مسلم کتاب الحج باب استحباب نحر

الابل قیاماً معقولا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲۳

² عمدة القاری شرح صحیح البخاری کتاب الحج باب نحر الابل المقيدة ادارة الطباعة المنيرية بيروت ۱۰/ ۵۰



باب الحقیقہ

(عقیقہ کا بیان)

مسئلہ ۲۹۶:

ازربیلی مسئلہ نواب سلطان احمد خاں صاحب

۱۲ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

اگر کوئی شخص دو یا زیادہ طفلان خود ادا کند پس بوقت ذبح شاة نیت ہر ہمہ کافی بود یا برائے ہر ایک جانور علیحدہ باید۔	اگر کوئی شخص دو یا اس سے زائد بچوں کا عقیقہ کرے تو کیا ایک بکری ذبح کرتے وقت تمام کی طرف سے نیت کر لینا کافی ہے یا ہر ایک کی طرف سے علیحدہ جانور ہونا چاہئے۔ (ت)
---	--

الجواب:

گاؤ و شتر از ہفت پچہ بسندہ کند وز گو سفند جزیک را کفایت نیست، کما فی الاضحیۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔	گائے اور اونٹ سات بچوں کی طرف سے کافی ہے۔ جبکہ بھیڑ اور بکری ایک سے زیادہ بچوں کے لئے کفایت نہیں کرتیں، جیسا کہ اضحیہ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	---

مسئلہ ۲۹۷:

از چنوزگرہ اودے پور میواڑ مرسلہ نور محمد ولد عبدالحکیم چھینہ

۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عقیقہ کیا اور اس کے چمڑے کی قیمت کر کے قبل وصول قیمت کے اتنے ہی روپے کا اپنے پاس سے سامان منگوا کر کھانا پکوا کر کچھ کھانا باہر

اپنے مکان پر فقراء اور مساکین پر اور کچھ تملیگاً ان پر صرف کر دیا، نیز قیمت چڑھ کے علاوہ اس گوشت میں زائد سامان شامل کر کے گھر والوں نے بھی کھایا، اور بلا امتیاز غنی و فقیر اپنے خویش و اقارب کو بھی کھلایا، حالانکہ عقیقہ کے چڑے کے داموں کا فروخت کرنا، یا اشیائے مستبلکہ کے ساتھ مبادلہ کرنا، اپنے تصرف میں لانے کے لئے ناجائز ہے تو اس شخص نے قیمت کی اشیائے مستبلکہ خریدیں، وہ مساکین پر تصدق کیں، اس کے بعد جب اس نے چڑے کا دام لے کر اس کا تصرف کرنا ناجائز سنا تو ابھی تک کہ چڑھ کے دام نہیں لئے تھے اسی روز بیع چڑھ فسخ کر کے قیمت سے انکار اور اس کے مبادلہ میں اشیائے غیر مستبلکہ از قسم پارچہ یا ظروف لینا مقرر کیا،

اندریں صورت اس شخص کا چڑا کی قیمت کر کے بلا اخذ ثمن اپنے داموں سے منگوا کر پکوا کر مساکین پر تصدق کرنا اور اس میں زائد سامان پکوا کر خویش و اقارب کا کھلانا، اور اس کے بعد اس کے ناجائز ہونے کے خیال سے بیع فسخ کر کے اب اس کا مبادلہ کرنا جائز ہوا کہ نہیں؟ بینوا بسند الکتاب توجروا عند اللہ یوم الحساب۔

الجواب:

چرم قربانی سے تمول ممنوع ہے فقراء پر صرف ممنوع نہیں۔

لقلوہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلووا وادخروا وائتجروا ¹ ۔	نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ کھاؤ، ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔ (ت)
---	---

تیمین الحقائق میں ہے: لانه قربۃ کالتصدق² (کیونکہ یہ صدقہ کرنے کی مثل قربت ہے۔ ت) وہ اگر فقراء کے لئے بیچنا اور اسی قیمت میں اور دام ڈال کر کھانا فقراء اور گھر والوں کے لئے پکاتا تو برا کرتا کہ تصدق و تمول کا خلط بلا تمیز تھا، لیکن وہ قیمت ہنوز نہ لی تھی، اپنے ذہن سے اس کے بدلے اور روپیہ لے کر اس کا معاوضہ سمجھا، یہ اس کی جہالت تھی لیکن اس سے اس کھانے میں کوئی خبث نہ آیا اور نہ گھر والوں کے کھانے میں کچھ حرج ہوا، وہ دونوں اس کے خاص اپنے مال تھے، اسے اختیار تھا کہ جہاں چاہے صرف کرے، مگر وہ نیت کہ قیمت چرم قربانی میں فقراء کے لئے یہ کھانا اس کا عوض نہیں ہو سکتا اگر روپے کے عوض بیچتا وہ روپے امور تقرب میں ہی صرف کرنے ہوتے، اب کہ وہ بیع فسخ کر دی، اور اشیائے باقیہ سے

¹ سنن ابوداؤد کتاب الضحایا باب حبس الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۱۲/۳۳

² تبیین الحقائق کتاب الاضحیہ المطبوعۃ الابدی الامیریہ بولاق مصر ۹/۶

بدلا اس تبدیل سے ثياب و ظروف جو حاصل کئے، مباح الاستعمال ہیں، مگر تصدق کی نیت سے عدول ہوا، اور یہ مکروہ ہے۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ اسے قربات و فقراء ہی پر صرف کر دے۔
غایۃ البیان علامہ اتقانی شرح ہدایہ میں شرح مختصر الکرخی للامام القدوری رحمہم اللہ تعالیٰ سے ہے۔

قربانی کے لئے جانور خریدنے کے بعد اس میں دوسرے کو شریک کرنے کا جائز ہونا اس بات پر محمول ہے کہ خریداری کے سبب سے اس کی ملکیت زائل نہیں ہوئی، مگر ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس نے ایک وعدہ کیا ہے جس سے رجوع کرنا مناسب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	جواز الاشرک بعد الشراء للاضحیۃ محمول علی ان ملکہ لا یزول بالشراء الا انہ یکرہ لانہ قد وعدا فلا ینبغی ان یرجع فیہ ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
---	--

مسئلہ ۲۹۸ و ۲۹۹: ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید نے عقیقے کے لئے دو راہیں خریدیں، بائع کہتا ہے میرے قیاس میں یہ اس ساڑھے دس مہینے کی ہے دوسری میں شبہ ہے، بظاہر فریبہ ہیں، ان کی قربانی درست ہے یا نہیں؟
(۲) قصاب سے عقیقے کے لئے ایک بکری خریدی، وہ کہتا ہے سال بھر کی ہے۔ مگر دیکھنے سے اس کی حالت اس قابل نہیں، سال بھر کا بچہ جو دانت توڑتا ہے وہ اس نے ابھی نہ توڑے، تو اس صورت میں اس کا عقیقہ کیا جائے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

(۱) سال بھر سے کم کی بکری عقیقے یا قربانی میں نہیں ہو سکتی، اگر مشکوک حالت ہے تو وہ بھی ایسی ہی ہے۔ کہ سال بھر کی نہ ہونا معلوم ہو لان عدم العلم بتحقق الشرط کعدم العلم (کیونکہ شرط کے متحقق ہونے کا عدم علم اس کے عدم تحقق کے علم کی طرح ہے۔) خصوصاً بائع کا بیان کہ وہ اس سے زیادہ آگاہ ہے۔ اور سال بھر سے کم کی ظاہر کرنے میں اس کا کوئی نفع نہیں بلکہ اس کا عکس متوقع ہے کہ جب مشتری اپنے مطلب کی نہ جانے گانہ لے گا واللہ

^۱ غایۃ البیان

تعالیٰ اعلم۔

(۲) جبکہ سال بھر کامل ہونے میں شک ہے تو اس کا عقیقہ نہ کریں، اور قصاب کا قول یہاں کافی نہیں کہ بکنے میں اس کا نفع ہے۔ اور حالت ظاہر اس کی بات کو دفع کر رہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۰۲۳۰۰: کیا حکم ہے شرع مطہرہ کا دربارہ عقیقہ کے:

(۱) جانور ذبح کئے جائیں ان کی عمر کیا ہونا چاہئے، اور اگر کسی عضو میں نقصان رکھتے ہوں وہ کام میں آسکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) گوشت کی تقسیم کس طرح کی جائے، آیا کھانا پکا کر کھلوانا افضل ہے یا گوشت کا تقسیم کر دینا؟

(۳) گوشت میں کوئی حصہ والدین کا بھی ہے یا نہیں؟

(۴) دایہ کسی عضو کی مستحق ہے اور حجام و سقہ و خا کروب دھوبی وغیرہ؟

(۵) پوست کے دام قیمت جانور میں مجرا کرنا اور خانگی خرچ میں ملانا جائز ہے یا نہیں کیا طریقہ افضل ہے؟

(۶) اور جانور ذبح کس کو کرنا چاہئے؟ اور دعائے عقیقہ کس طرح اور کس کو پڑھنا چاہئے؟

(۷) ہڈیاں توڑنا چاہئے یا نہیں، اور دفن کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۸) مدت اور روز عقیقہ کیا ہونا چاہئے؟

(۹) لڑکے اور لڑکی کے عقیقے میں تعداد جانوروں کی دودو ایک ہونی چاہئے یا ایک ایک؟

(۱۰) اجرت قصاب کی داموں میں مجرا ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۱۱) اگر دو جانور ہوں تو ان کی سری و پائے ایک حجام کو، ایک سقہ کو دی جاسکتی ہے یا دونوں حجام کو؟ بینوا تو جروا

الجواب:

(۱) ان امور میں احکام عقیقہ مثل قربانی ہیں، اعضا سلامت ہوں، بکر ابکری ایک سال سے کم کی جائز نہیں، بھیڑ، مینڈھا چھ مہینہ

کا بھی ہو سکتا ہے جبکہ اتنا تازہ و فربہ ہو کہ سال بھر والوں میں ملا دیں تو دور سے متمیز نہ ہو۔

(۲) گوشت بھی مثل قربانی تین حصے کرنا مستحب ہے۔ ایک اپنا، ایک اقارب، ایک مساکین کا، اور چاہے تو سب کھالے خواہ سب

بانٹ دے، جیسے قربانی، اور پکا کر کھلانا کچا تقسیم کرنے سے افضل ہے۔

(۳) حصہ ضروری کسی کا بھی نہیں، استحبابی حصہ میں تہائی اپنا رکھا گیا ہے۔ والدین کھا سکتے ہیں، اس کی ممانعت جو مشہور ہے صحیح نہیں۔

(۴) دائی یعنی جنائی کو ایک ران دی جائے جبکہ وہ مسلمان ہو جاہلوں میں جو ہندو جنائیاں یا مس ڈاکٹریں بلائی جاتی ہیں یہ حرام ہے۔ حجام، سقا، خاکروب، دھوبی کا کوئی خاص حق نہیں۔

(۵) پوست داموں کو بیچ کر اپنے صرف میں لانا منع ہے۔ اور قیمت میں مجرا کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جانور پہلے خرید کر ذبح کر لیا اب پوست قصاب نے مول لے لیا، اس کے آتے ہوئے داموں میں یہ دام وضع کر لئے، یوں اپنے صرف کے لئے بیچا گناہ ہوا مگر جانور کی خریداری میں خلل نہ آیا دوسرے یہ کہ خریدتے وقت شرط کر لی کہ کھال اتنے کو تجھے لینی ہوگی، یہ سرے سے جانور کی خریداری ہی کو حرام و فاسد کر دے گا ان پر فرض ہوگا کہ اس عقد کو نسخ کر دیں، پھر از سر نو عقد صحیح سے اسے خرید کر عقیقہ میں ذبح کرے، ہاں بعینہ پوست کی جلد یا ڈول یا جانماز وغیرہ بنا کر اپنے صرف میں لاسکتا ہے۔ یوں ہی برتن کپڑے وغیرہ اشیاء کے عوض بیچ سکتا ہے۔ جو قائم رکھ کر استعمال میں آتی ہیں، نہ دام یا اناج وغیرہ جن کا استعمال ان کو فنا کرنے سے ہوتا ہے۔ اور کار خیر میں دے دینا اپنے صرف میں لانے سے افضل ہے۔

(۶) باپ اگر حاضر اور ذبح پر قادر ہو تو اسی کا ذبح کرنا بہتر ہے کہ یہ شکر نعمت ہے۔ جس پر نعمت ہوئی وہی اپنے ہاتھ سے شکر ادا کرے وہ نہ ہو یا ذبح نہ کر سکے تو دوسرے کو قائم کرے یا کیا جائے، اور جو ذبح کرے وہی دعا پڑھے عقیقہ پسر میں کہ باپ ذبح کرے دعایوں پڑھے:

<p>اے اللہ! یہ میرے فلاں بیٹے کا عقیقہ ہے اس کا خون اس کے خون، اس کا گوشت اس کے گوشت اس کی ہڈی اس کی ہڈی، اس کا چمڑہ اس کے چمڑے اور اس کے بال اس کے بال کے بدلے میں ہیں، اے اللہ! اس کو میرے بیٹے کے لئے جہنم کی آگ سے فدیہ بنا دے۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے، اللہ بہت بڑا ہے۔</p> <p>(ت)</p>	<p>اَللّٰهُمَّ هٰذِهِ عَقِيْقَةُ ابْنِيْ فُلَانٍ دَمُهَا بِدَمِهِ وَكَلْبُهَا بِكَلْبِهِ وَعَظْمُهَا بِعَظْمِهِ وَجِلْدُهَا بِجِلْدِهِ وَشَعْرُهَا بِشَعْرِهَا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا فِدَاءً لِابْنِيْ مِنَ النَّارِ ط بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ۔</p>
--	--

فلاں کی جگہ پسر کا جو نام رکھتا ہو لے دختر ہو تو دونوں جگہ ابنی کی جگہ بنتی، اور پانچوں جگہ "ا" کی جگہ "ہا" کہے اور دوسرا شخص ذبح کرے تو دونوں جگہ ابنی فلاں یا بنتی فلاں کی جگہ

- فُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ يَا فُلَانَهُ بَنَتْ فُلَانَهُ کہے۔ بچے کو اس کے باپ کی طرف نسبت کرے۔
 (۷) ہڈیاں توڑنے میں حرج نہیں، اور نہ توڑنا بہتر ہے، اور دفن کرنا افضل ہے۔
 (۸) عقیقہ ساتویں دن افضل ہے۔ نہ ہو سکے تو چودھویں، ورنہ اکیسویں، ورنہ زندگی بھر میں جب کبھی ہو، وقت دن کا ہو۔ رات کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔
 (۹) کم سے کم ایک تو ہے ہی، اور پسر کے لئے دو افضل ہیں، استطاعت نہ ہو تو ایک بھی کافی ہے۔
 (۱۰) گوشت بنانے کی اُجرت داموں میں مجرا کر سکتا ہے۔
 (۱۱) سرے پائے خود کھائے خواہ اقرباء مساکین جسے چاہے۔ خواہ سب جام یا سب سقا کو دے دے شرع مطہر نے ان کا کوئی خاص حق اس میں مقرر نہ فرمایا۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۱ تا ۳۱۴: از پچرو کھی ضلع گیما ڈاکخانہ اکبر پور مسئولہ سید محمد ولی عالم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) چلہ کے اندر عقیقہ کرنا جائز ہے یا تاخیر؟

(۲) ایک خنسی سے عقیقہ ہوگا یا نہیں؟

(۳) گوشت عقیقہ کا آباء و اجداد کو کھانا چاہئے یا نہیں؟

(۴) ہڈی مذبح کی توڑنا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

الجواب:

- (۱) عقیقہ ولادت کے ساتویں روز سنت ہے۔ اور یہی افضل ہے۔ ورنہ چودھویں دن، ورنہ اکیسویں دن۔
 (۲) خنسی عقیقہ اور قربانی میں افضل ہے۔
 (۳) عقیقہ کا گوشت آباء و اجداد بھی کھا سکتے ہیں مثل قربانی اس میں بھی تین حصے کرنا مستحب ہے۔
 (۴) اس کی ہڈی توڑنے کی ممانعت میں علماء تفاوتانہ توڑنا بہتر جانتے ہیں، پسر کے عقیقہ میں دو جانور افضل ہیں اور ایک بھی کافی ہے اگرچہ خنسی نہ ہو، عقود الدررہ میں ہے:

السراج الوہاج میں فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی اولاد کا عقیقہ کرنا چاہے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے، اگر لڑکے کی طرف سے ایک بکری ذبح کی تب بھی جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن

قال فی السراج الوہاج اذا اراد ان یعق عن الولد ینذبح عن الغلام شاتین وعن الجاریة شاة ولو ذبح عن الغلام شاة جاز لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عقی عن الحسن

<p>اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف سے ایک ایک مینڈھے کا عقیقہ کیا، اگر عقیقہ ساتویں دن سے پہلے کرے یا ساتویں دن کے بعد کرے تب بھی جائز ہے مگر ساتویں دن کرنا افضل ہے بچے کے اعضاء کی سلامتی کے لئے نیک فالی کے طور پر مستحب یہ ہے کہ گوشت ہڈیوں سے الگ کر لیا جائے اور ہڈیوں کو توڑا نہ جائے، خود کھائے، دوسروں کو کھلائے اور صدقہ کرے۔ (ت)</p>	<p>والحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما كبشا كبشا. ولو قدم الذبيح قبل يوم السابع او اخر عنه جاز الا ان يوم السابع افضل والمستحب ان يفصل لحمها ولا يكسر عظمها تفاءولا بسلامة اعضاء الولد. وياكل و يطعم ويتصدق¹۔</p>
---	--

اسی میں ہے: وحکمہا کا حکم الاضحیہ² عقیقہ کا حکم قربانی کے احکام کی طرح ہے) ردالمحتار میں ہے:

<p>بدائع میں ہے افضل قربانی یہ ہے کہ مینڈھا چتکبرا، سینگوں والا اور خنسی ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>في البدائع افضل الشاء ان يكون كبشا اصلح اقرب موجود³۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

مسئلہ ۳۱۵: مرسلہ احمد شاہ خاں از موضع نگر یاسادات، ضلع بریلی عید الاضحیٰ کے روز عقیقہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۶: از مرسنیا تھانہ جہاں آباد ضلع پہلی بھیت مرسلہ شیخ مختار حسین صاحب ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید نے اپنے لڑکے کا عقیقہ کیا، سر کے بال منڈوا کر چاندی وزن کر کے حجام کو دے دی، مسکین کو دینی چاہئے تھی، اور بکری کا سر حجام کو، اور ایک ران بھنگن کو، کہ وہی دائی تھی، اس طرح عقیقہ ہوا یا نہیں؟ جوانی یا بڑھاپے میں عقیقہ کر سکتا ہے یا

¹ العقود الدریۃ کتاب الذبائح ارگ بازار قندھار افغانستان ۲۳۲۲/۲ و ۲۳۳۰

² العقود الدریۃ کتاب الذبائح ارگ بازار قندھار افغانستان ۲۳۳۰/۲

³ ردالمحتار کتاب الاضحیہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۱۱/۵

نہیں؟ بینواتوجروا

الجواب:

بھنگن یا کسی کافرہ کو جنائی بنانا سخت حرام ہے۔ نہ کافرہ کو ران دی جائے، اور بالوں کی چاندی مسکین کا حق ہے۔ نائی مسکین ہو تو مضائقہ نہیں، اصل حکم یہ ہے پھر جس نے اس کے خلاف کیا، بھنگن کو ران، غنی نائی کو چاندی دی تو برا کیا، مگر عقیقہ ہو گیا، سری کے بارے میں کوئی خاص حکم نہیں ہے جسے چاہے دے، جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو وہ جوانی بڑھاپے میں بھی اپنا عقیقہ کر سکتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۷۳۱۷: از موضع خود منوڈاک خانہ بدو سرانے ضلع بارہ بنگی مرسلہ صفدر علی صاحب ۶/ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) حکم ہے کہ عقیقہ میں سرنائی کو اور ران دائی جنائی کو دی جائے، فی زمانہ جنائی اکثر چھارن یا ڈومن ہوتی ہے۔ اور ان کا مذہب ظاہر ہے تو کیا ان مذکورہ بموجب حکم جنائی کو جو چھارن ہے یا ڈومن ہے دی جائے۔

(۲) گوشت عقیقہ کا صاحب عقیقہ یا اس کے والد کے کھانے کی نسبت اکثر بزرگ تحریر فرماتے ہیں کہ درست ہے، اور بعض بزرگ تجویز فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے۔ اور نہ کھانا نسب ہے۔ تو اب قطعی حکم معلوم ہونا چاہئے، کیا کیا جائے، جو طریقہ و سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف نہ ہو،

(۳) اکثر دیکھا گیا کہ لوگ بکرا متگا کر اور اس کو لڑکے یا لڑکی کے نام ذبح کر کے کچھ گوشت چیل، کو کو کھلاتے ہیں، اور کچھ فقراء کو تقسیم کرتے ہیں، یہ فعل کس حد تک صحیح ہے؟

الجواب:

(۱) سرنائی کو دینے کا نہ کہیں حکم نہ ممانعت، ایک روایتی بات ہے۔ جنائی کو ران دینے کا حکم، البتہ حدیث ہے، مگر کافرہ سے یہ کام لینا حرام ہے۔ کافرہ سے مسلمان عورت کو ایسے پردے کا حکم ہے جیسے مرد سے کہ سوامنہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور تلووں کے کچھ نہ دکھائے، نہ کہ خاص جنائی کا کام۔ مجتہبی شرح قدوری و تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

الذمیة کالرجل الاجنبی فی الاصح فلا تنظر الی بدن المسلمة ^۱	اصح قول کے مطابق ذمیہ عورت اجنبی مرد کی طرح ہے لہذا وہ مسلمان عورت کے بدن کو نہ دیکھے۔ (ت)
--	--

^۱ در مختار شرح تنویر الابصار بحوالہ مجتہبی کتاب الحظر و الاباحۃ فصل فی النظر مطبع مجتہبی دہلی ۱۲/ ۲۴۲

غایۃ البیان میں ہے:

لیس للمؤمنۃ ان تتجرد بین یدی مشرکۃ او کتابیۃ 1-	مومنہ عورت کو مشرکہ یا کتباہیہ عورت کے سامنے بنگا ہونا جائز نہیں۔ (ت)
--	---

سراج الوہاج، نصاب الاحتساب و شرح الدرر اللعلاۃ اسمعیل و شرح ہدیہ ابن العماد للعارف عبدالغنی ورد المحتار میں ہے:

لا یحل للمسلمۃ ان تنکشف بین یدی یہودیۃ او نصرانیۃ او مشرکۃ الا ان تكون امة لها ² ۔	مسلمان عورت کو یہودی، نصرانی یا مشرک عورت کے سامنے بنگا ہونا حلال نہیں سوائے اس کے کہ وہ اس کی لونڈی ہو۔ (ت)
---	--

پھر اگر کسی نے اپنی حماقت سے اس گناہ کا ارتکاب کیا، او کان صحیح الاضطرار الیہ (یا اس کی طرف شدید مجبوری ہو۔ (ت) تو اس کو ران وغیرہ کچھ نہ دیں کہ کافروں کا صدقات وغیرہ میں کچھ حق نہیں، نہ اس کو دینے کی اجازت، غایہ سروجی و بحر الرائق و در مختار وغیرہا میں ہے:

اما الحربی ولومستأمناً فجميع الصدقات لا یجوز له اتفاقاً ³ ۔	لیکن کافر حربی اگرچہ مستامن ہو اس کو تمام صدقات دینا بالاتفاق ناجائز ہے۔ (ت)
--	--

دراپہ میں ہے:

صلتہ لا تكون برا شرعاً۔ ولذا لم یجوز التطوع الیہ 4-	اس کے ساتھ صلہ رحمی شرعی طور پر نیکی نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس پر احسان کرنا جائز نہیں۔ (ت)
--	--

(۲) عقود الدررہ وغیرہا کتب میں تصریح ہے کہ احکامہا احکام الاضحیہ⁵ (عقیقہ کے احکام وہی ہیں جو قربانی کے۔ وہی تین حصے اس میں مستحب ہیں۔ ایک اپنا، ایک عزیزوں دوستوں کا، ایک مسکینوں کا، خود بھی کھائے، ماں باپ بھی کھائیں، ممانعت بے اصل ہے۔

¹ رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۳۸

² رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۳۸

³ در مختار کتاب الزکوٰۃ باب المصروف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۱

⁴ رد المحتار بحوالہ معراج الدراریۃ کتاب الزکوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۸

⁵ العقود الدرریۃ کتاب الذبائح ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۲۳۳

(۳) مساکین کو دیں، چیل، کوؤں کو کھلانا کوئی معنی نہیں رکھتا، یہ فاسق ہیں، اور کوؤں کی دعوت رسم ہنود۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۰: ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ عقیقہ کے جانور کی استخوان توڑنا اور گوشت کے ساتھ پکانے کو عدم جواز کہتے ہیں، اور جواز کی دلیل چاہتے ہیں، اور استخوان اور پوست زمین میں دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

الجواب:

ہڈیاں توڑنے میں کوئی حرج نہیں، ناجائز کہنے والا دلیل بیان کرے، کہاں سے ناجائز کہتا ہے۔ یہ شافعیہ کے یہاں ہے۔ وہ بھی مستحب طور پر نہ کہ واجب کہ توڑنا ناجائز ہو، خود بلا دلیل ناجائز کہہ دینا اور جواز پر لٹے دلیل مانگنا حماقت ہے۔ اور استخوان خالی دفن کریں، پوست دفن کرنا گناہ ہے۔ کہ مال کو ضائع کرنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۱: از شہر پونا جامع مسجد مسؤلہ محمد ابراہیم صاحب . بروز شنبہ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حامیان شرع مبین کہ بچے کا عقیقہ کیا جائے لڑکے کے ماں باپ نانا، نانی، دادا، ماموں وغیرہ گوشت عقیقہ کا کھائیں یا نہیں؟

الجواب:

سب کھا سکتے ہیں، یہ مسئلہ لوگوں میں غلط مشہور ہے کلو او تصدقوا و ائتجروا^۱ (کھاؤ، صدقہ کرو اور اجر کماؤ۔ عقود الدرہ میں ہے: احکامہا احکام الاضحیہ^۲) عقیقہ کے احکام وہی ہیں جو قربانی کے احکام ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲۲: از کیپ میر ٹھ لال کرتی بازار بنگلہ سول سارجن مرسلہ شیخ احمد بخش ملازم کرنل ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عقیقہ میں جانور کی ہڈی توڑنا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

^۱ صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب بیان ماکان من النہی عن لحوم الاضاحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۵۸، سنن ابی داؤد کتاب الضحایا

باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۳

^۲ العقود الدریة کتاب الذبائح ارگ بازار قندہارا افغانستان ۱/ ۲۳۳

الجواب:

توڑنے میں حرج نہیں، اور نہ توڑنا بہتر ہے۔

<p>شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ (ہڈی کا) نہ توڑنا امام مالک کا مذہب ہے۔ اور توڑنا امام شافعی کا مذہب ہے۔ میں کہتا ہوں ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ عالم مدینہ کا مذہب ہمارے مذہب کے زیادہ قریب ہے۔ جہاں ہمارے اصحاب سے کوئی نص موجود نہ ہو وہاں انہی کے مذہب کی طرف رجوع کیا جائے، جیسا کہ ردالمحتار اور غمز العیون میں ہے۔ میں کہتا ہوں خاص طور پر زیر بحث مسئلہ جیسے مسائل میں کیونکہ امام مالک کے نزدیک توڑنا مناسب نہیں، اور اگر نہ توڑے تو امام شافعی اس پر عتاب نہیں فرماتے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام اماموں پر راضی ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>قال الشيخ المحقق في شرح المشکوٰۃ انه مذہب الامام مالک. والکسر مذہب الامام شافعی، قلت و قد صرح علمائنا ان مذہب عالم المدینة رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقرب الی مذہبنا ویصار الیہ حیث لانص من اصحابنا کما فی ردالمحتار وغمز العیون، قلت لاسیما فی مثل مانحن فیہ. فان الکسر لاینبغی عند مالک، ولو لم یکسر لم یعاقبه الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عن الائمة اجمعین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

مسئلہ ۳۲۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عقیقہ کا گوشت والدین کو کھانا حرام ہے یا ناجائز؟ بینوا تو جروا

الجواب:

جائز ہے اگر سب آپ ہی کھالیں جب بھی حرج نہیں لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلاوا وادخروا^۱ (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ کھاؤ اور ذخیرہ کرو۔) ہاں بہتر یہ ہے کہ "لا اقل بقدر ثلث" (کم از کم تہائی کو۔) خیرات کر دے، اور ایک ران دائی کا حق ہے۔ ایک ثلث عزیزوں قریبوں میں تقسیم کریں، ایک ثلث اپنے کھانے کے لئے،

<p>اس پر حدیث وارد ہے۔ لیکن کھانے کا جواز تو اس لئے ہے کہ عقیقہ تو جانور کا خون بہانے</p>	<p>بذلك ورد الحدیث واما جواز الاکل فان النسک انما یقوم بآراقة الدم</p>
---	--

^۱ سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۱۲/ ۳۳

والتصدق باللحم خارج عنه كالأضحية والدم دم
شكر لاجبر. وقد صرح العلماء كالشيخ في اللغات
وغیره فی غیرہا ان العقیقۃ كالأضحية فی جبيع
الشرائط والاحكام. ومعلوم ان الاضاحی تقسم
لحومها اثلاثاً ثلاث طعمه و ثلاث ہدیۃ و ثلاث صدقۃ و
هذا ایضاً علی وجه الاستحباب دون الوجوب حتی لو
اکل الکل جاز فكذا العقیقۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کے ساتھ ادا ہو جاتا ہے۔ اور گوشت کو صدقہ کرنا اس سے
خارج ہے جیسا کہ قربانی میں ہوتا ہے۔ اور عقیقہ کے لئے
جانور ذبح کرنا بطور شکر ہے اس پر جبر نہیں علماء کرام نے
صراحت فرمائی جیسا کہ شیخ محقق نے لمعات میں اور دیگر ائمہ
نے دیگر کتب میں فرمایا کہ بیشک عقیقہ تمام شرائط و احکام میں
قربانی کی مثل ہے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ قربانی کا گوشت
تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ایک حصہ خود کھانے کے
لئے دوسرا حصہ ہدیہ و تحفہ کے لئے اور تیسرا حصہ صدقہ کے
لئے، اور ایسا کرنا بھی مستحب ہے نہ کہ واجب یہاں تک کہ
اگر تمام گوشت خود کھالے تب بھی جائز ہے۔ لہذا ایسا ہی
معاملہ عقیقہ میں ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۲۴ و ۳۲۵: شیخ احمد حسین صاحب از مقام سید پور ڈاکخانہ وزیر گنج ضلع بدایوں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) مردہ کے نام پر عقیقہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور بعض عالم یہ کہتے ہیں کہ مردہ کے نام پر قربانی کرنا درست ہے لہذا عقیقہ بھی
درست ہے۔ اگر بچہ ہو کہ سات دن سے پہلے مرے تو کیا حکم ہے؟

(۲) ایک گائے سے تین یا چار یا سات لڑکی کا عقیقہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) مردہ کی طرف سے قربانی بلاشبہ جائز ہے اور عقیقہ شکر نعت ہے بعد زوال نعت اس کا محل نہیں، ولہذا اموات بلکہ ان کی
طرف سے جواب تک پیدا نہ ہوئے قربانی ثابت ہے۔ اور عقیقہ بعد موت کہیں ثابت نہیں، جو بچہ سات دن سے پہلے مر گیا
عقیقہ نہ کرنے سے جو الزام آتا کہ وہ شفیع ہوگا، یہاں نہ ہوگا کہ شرع نے جو اس کا وقت مقرر فرمایا اس سے پہلے اس کا انتقال ہو
گیا، اور سات دن بعد مر اور استطاعت تھی تو اس کی شفاعت کا استحقاق نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) دے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۶: از شہر بریلی مدرسہ اہلسنت مسئلہ مولوی اسیر الدین بنگالی کے از طلباء مدرسہ مذکورہ ۲۴ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

بچہ نابالغ اگر قبل عقیقہ کے مر جائے تو بعد مرنے کے اگر عقیقہ کیا جائے تو ثواب عقیقہ کا ملے گا یا

نہیں؟ اور یہ عقیقہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

بچہ کی موت کے بعد عقیقہ نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۷: مسؤلہ محمد یعقوب علی خاں از مقام کشمیری ضلع گوٹگاؤں ڈاکخانہ ڈھینہ اسٹیشن حائون بتاریخ ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ جو بچہ پیدا ہوا اور کسی سبب سے اس کی زندگی میں عقیقہ نہ ہو تو بعد مرنے بچہ کے اس کے نام سے عقیقہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

عقیقہ بعد موت پسر نہیں کہ وہ شکر ولادت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۸ و ۳۲۹: از ربیلی محلہ سوداگران مسؤلہ سردار احمد صاحب ۱۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) مردے کے نام سے عقیقہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور بعض عالم کہتے ہیں کہ مردے کے نام پر قربانی کرنا درست ہے لہذا عقیقہ بھی درست ہے اگر بچہ پیدا ہو کے سات دن پہلے مرے تو کیا حکم ہے اور سات دن کے بعد مرے تو کیا حکم ہے۔ اور نر یعنی بکرا لڑکے کے لئے خاص ہے یا نہیں؟

(۲) ایک گائے سے تین یا چار سات لڑکے کا عقیقہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایک گائے کے گوشت سے دو حصہ لے کر ایک لڑکے کا عقیقہ دیا جائے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) مردے کا عقیقہ نہیں کہ وہ شکر ولادت ہے، بخلاف قربانی کہ ایصال ثواب ہے۔ سات دن سے پہلے مر گیا تو ابھی عقیقہ کا وقت ہی نہ آیا تھا اور بعد کو مر تو عقیقہ کیا، اس بچے کی شفاعت کا مستحق نہ ہوگا، اگر بلا وجہ باوصف استطاعت نہ کیا، افضل یہ ہے کہ پسر کے لئے دو نر ہوں اور دختر کے لئے ایک مادہ کہ اس میں مقابلہ اعضا مکمل ہے۔ اور اگر نر مادہ میں عکس ہو جب بھی کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ایک گائے میں ایک سے سات کا عقیقہ ہو سکتا ہے۔ اگر عقیقہ کے سوا دوسرا حصہ ایک یا دو یا کتنا ہی خفیف غیر قربت مثلا اپنے کھانے کی نیت کو رکھا تو عقیقہ ادا نہ ہوگا، ہاں اگر وہ حصے

بھی قربت کے ہوں، مثلاً ایک حصہ عقیقہ، ایک حصہ قربانی عید الاضحیٰ تو جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۳۰: ہادی حسین صاحب از شہر بریلی محلہ ذخیرہ ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

علمائے کرام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ زید و ہندہ کے آپس میں ناجائز تعلق تھا، ہندہ کو اس ناجائز تعلق کی وجہ سے حمل رہا، اثنائے راز کے باعث زید و ہندہ کا باہم نکاح کر دیا، اب ہندہ نے وضع حمل کیا، زید اس کا عقیقہ کرنا چاہتا ہے۔ آیا یہ عقیقہ درست ہوگا اور گوشت یا طعام عزیز و اقرباء کو کھانا مباح ہوگا یا نہیں اور نکاح زید صورت مسطورہ میں صحیح ہے یا نہیں؟ علاوہ ازیں زید کوئی کام بھی آئندہ اس مولود کا مثل ختنہ و مکتب وغیرہ کے کرے، اس میں شرکت دینا اور شریعی اور طعام دعوت ان امور کی لینا اور کھانا اعزازاً کو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو را

الجواب:

سائل کے بیان سے معلوم ہوا کہ عورت کنواری تھی اور بچہ نکاح کے کوئی دو مہینے بعد پیدا ہوا، ایسی صورت میں زید اگر جانتا ہے کہ واقع میں یہ حمل نکاح سے پہلے کا ہے تو اسے اس کا عقیقہ کرنے کے کوئی معنی نہیں کہ عقیقہ شکر نعمت ولادت ہے اور بچہ کی ولادت زانی کے لئے نہیں ہوتی صرف ماں کے لئے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للعاهر الحجر ^۱	نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا زانی کے لئے پتھر ہے۔ (ت)
---	---

اس کا عقیقہ اگر کرے تو اس کی ماں کرے، اس میں شرکت میں حرج نہ ہوگا، اور ختنہ اور شادی اگر زید بھی کرے تو حرج نہیں اور شرکت بھی جائز ہوئی جبکہ کوئی محذور شرعی نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۱ تا ۳۳۴: مسئلہ مولوی رحیم بخش صاحب حنفی قادری رضوی از آراء شاہ آباد مدرس فیض الغرباء، روز پنجشنبہ بتاریخ ۱۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

(۱) قیاس عقیقہ قربانی پر صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو ان دونوں کا جامع علت مشترکہ کیا ہے؟

(۲) قربانی کی طرح عقیقہ میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟

(۳) سات لڑکیوں یا تین لڑکے اور ایک لڑکی کے نام سے ایک گائے عقیقہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

^۱ صحیح البخاری کتاب المحاربین باب للعاهر الحجر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۱۰۰، صحیح البخاری کتاب الاحکام باب من قضی له

بحق اخیه قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۱۰۶۵، صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الولد للفراس الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱/ ۷۰، ۷۱، ۷۲

الجواب:

عقیقہ میں بھی شرکت اسی طرح جائز ہے جیسے قربانی میں جبکہ سب کی نیت خالص لوجه اللہ ہو۔ اگر ایک کی نیت بھی قربت کی نہ ہوگی اور باقی سب تقرب چاہیں گے کسی کی قربت ادا نہ ہوگی کہ وہ سب گوشت ہو گیا۔

<p>اس لئے کہ اللہ تعالیٰ شرکت کو قبول نہیں فرماتا اور وہ تمام اغنیاء شرکت سے بڑا غنی ہے اور جو اس کے لئے اور اس کے غیر کے لئے (مشترک) ہو تو وہ سب اس کے غیر کے لئے ہے۔ (ت)</p>	<p>لان اللہ تعالیٰ لا یقبل الشریکة و اغنی الاغنیاء عن الشریکة له و لغیره فکلہ لغیره۔</p>
--	--

عقیقہ اور قربانی دونوں ارقت دم لوجه اللہ ہیں اور اسی کلیہ میں داخل کہ:

<p>جو کچھ اس کے لئے اور اس کے غیر کے لئے (مشترک) ہے تو وہ اس کے غیر کے لئے ہے اور جو خالص اس کی رضا کے لئے ہے تو وہ اس کے لئے ہے۔ اگرچہ وجہ تقرب متعدد ہوں، اسی واسطے دو فقیروں پر بلا تقسیم مشترک طور پر صدقہ کرنا جائز ہے کیونکہ مقصود اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے اور وہ ایک ہی ہے بخلاف ہبہ کے (ت)</p>	<p>ماکان له و لغیره فهو لغیره و ماکان خالصا له فهو له۔ وان تعددت الوجوه و لذا جاز التصدیق علی فقیرین بالاشتراك و لا مشاع۔ ان المقصود وجه اللہ تعالیٰ و هو واحد بخلاف الهبة۔</p>
--	---

لہذا حاجت قیاس نہیں فان المندرج تحت العمومات غیر مسکوت عنہ ليقاس (کیونکہ جو شے عمومات کے تحت درج ہو وہ مسکوت عنہ نہیں ہوتی تاکہ قیاس کیا جائے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۴: از قصبہ امریا ڈاک خانہ امریا پاس محمد اکبر یار خاں، بروز چہار شنبہ بتاریخ ۱۳/ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ
بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو بچہ لڑکا یا لڑکی پیدا ہو کر ہفتہ سے کم یا ہفتہ بھر کی عمر یا ہفتہ سے زائد میں انتقال ہو اب ان کے والدین کو ان مردہ بچوں کا عقیقہ چاہئے یا نہیں؟ اور ہفتہ سے کم عمر میں مرے ان کا عقیقہ کیا جائے یا نہیں؟ اور قربانی بھی ان بچوں کی جانب سے ہوتی یا نہیں؟ اور والدین جو انتقال کر چکے ہوں ان کی جانب سے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کی بابت جو جوابات ہوں واضح طور پر تحریر فرمائے جائیں سخت ضرورت ہے۔ جواب جہاں تک ممکن ہو بہت جلد اور ہفتہ کی عمر سے زائد جہاں تک حد ہو اپنی صغر سنی میں، اس کے واسطے کیا حکم ہے۔ اور وہ بچے جن کے ذکر ہو عقیقہ نہ کرنے میں مواخذہ

کریں گے یا نہیں؟ اگر عقیقہ کر دیا جائے تو شفاعت برووز حشر کرادیں گے یا نہیں؟ فقط

الجواب:

جو مر جائے کسی عمر کا ہو اس کا عقیقہ نہیں ہو سکتا، بچہ اگر ساتویں دن سے پہلے ہی مر گیا تو اس کے عقیقہ نہ کرنے سے کوئی اثر اس کی شفاعت وغیرہ پر نہیں کہ وہ وقت عقیقہ آنے سے پہلے ہی گزر گیا عقیقہ کا وقت شریعت میں ساتواں دن ہے سات دن سے پہلے مر جانا درکنار، حدیث میں ہے کہ کچا حمل جو گر جاتا ہے وہ روز قیامت اپنا نال کھنچتا ہوا آئے گا اور اپنے ماں باپ کے لئے (جبکہ وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ گئے ہوں) مولیٰ عزوجل سے ایسا بھگڑا کرے گا جیسے قرض خواہ اپنے قرضدار سے، یہاں تک کہ حکم ہوگا کہ اوکھے بچے، اپنے رب سے جھگڑنے والے! اپنے ماں باپ کا ہاتھ پکڑ لے اور جنت میں لے جا^۱۔ ہاں جس بچے نے عقیقہ کا وقت پایا یعنی سات دن کا ہو گیا اور بلا عذر باوصف استطاعت اس کا عقیقہ نہ کیا اس کے لئے یہ آیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کی شفاعت نہ کرنے پائے گا۔ حدیث میں ہے: الغلام مرتنہ بعقیقته^۲ لڑکا اپنے عقیقہ میں گروی ہے۔ تیسیر میں ہے:

یعنی اذالم یعق عنه فمات طفلاً لا یشفع فی ابویہ ^۳	یعنی اگر بچے کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو اور وہ بچپن میں مر گیا تو وہ اپنے والدین کی شفاعت نہیں کرے گا۔ (ت)
---	--

اشعة المبعات میں ہے:

امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے گویا معنی آنست کہ فرزند محبوب و ممنوع ست از شفاعت، در حق والدین تا عقیقہ او را ند ہند، واعتماد بر قول آں امام اجل ست وظاہر آن ست کہ وی شنیدہ است از سلف کہ معنی آں ست ^۴ ۔	امام احمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ بچے کا جب تک عقیقہ نہ کیا جائے اس کو والدین کے حق میں شفاعت کرنے سے روک دیا جاتا ہے اور اعتماد اس عظیم الشان امام کے قول پر ہے اور ظاہر یہ ہے کہ امام موصوف نے اسلاف سے سنا ہوگا کہ اس کا معنی یہ ہے۔ (ت)
---	--

جو بچہ قبل بلوغ مر گیا اور اس کا عقیقہ کر دیا تھا، یا عقیقہ کی استطاعت نہ تھی یا ساتویں دن سے پہلے مر گیا ان

^۱ سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۶

^۲ الجامع الصغیر حدیث ۵۸۱۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۲ / ۳۵۹

^۳ التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض ۱۲ / ۱۶۵

^۴ اشعة المبعات کتاب الصید باب العقیقہ الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۳ / ۲۸۲

سب صورتوں میں وہ ماں باپ کی شفاعت کرے گا جبکہ یہ دنیا سے باایمان گئے ہوں اس بارے میں متواتر حدیثیں ہیں، قربانی جو اپنے نابالغ بچہ کی طرف سے بعض کے نزدیک واجب ہے وہ اس کی زندگی ہی میں ہے بعد مرگ کسی کے نزدیک لازم نہیں، ہاں ان کی طرف سے کرے تو ان کو ثواب پہنچے گا، یونہی ماں باپ کی طرف سے بعد موت قربانی کرنا اجر عظیم ہے اس کے لئے بھی اور اس کے والدین کے لئے بھی۔ وہو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

نوٹ

بیسویں جلد باب العقیقہ پر ختم ہوئی
اکیسویں جلد کا آغاز کتاب الحظر والاباحۃ سے ہوگا۔



مآخذ و مراجع

سن وفات ہجری	مصنف	نام کتاب
۴۱۶	عبدالرحمن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۱- الاجزاء فی الحدیث
۴۴۶	ابوالعباس احمد بن محمد الناطقی الحنفی	۲- الاجناس فی الفروع
۶۸۳	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۳- الاختیار شرح المختار
۲۵۶	محمد بن اسلمیل البخاری	۴- الادب المفرد للبخاری
۹۲۳	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۵- ارشاد الساری شرح البخاری
۹۵۱	ابوسعود محمد بن محمد الحمادی	۶- ارشاد العقل السلیم
۱۲۲۵	مولانا عبدالعلی بحر العلوم	۷- الارکان الاربع
۹۷۰	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۸- الاشباہ والنظائر
۱۰۵۲	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۹- اشعة اللبغات شرح المشکوٰۃ
۴۸۲	علی بن محمد البرزوی	۱۰- اصول البرزوی
۹۴۰	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۱۱- الاصلاح والایضاح للوقایة فی الفروع
۷۶۹	قاضی بدر الدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۱۲- اکھد المرجان فی احکام الجنان
۷۵۸	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۱۳- انفع الوسائل الی تحریر المسائل
۱۰۶۹	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۴- امداد الفتاح شرح نور الايضاح
۷۹۹	امام یوسف الارذبیلی الشافعی	۱۵- الانوار لعلم الابرار

۴۳۲	عبدالملک بن محمد بن محمد بشران	۱۶- امانی فی الحدیث
۳۶۴	احمد بن محمد المعروف بابن السنن	۱۷- الایجاز فی الحدیث
۴۰۷	احمد بن عبدالرحمن الشیرازی	۱۸- القاب الروات
۱۸۹	ابو عبداللہ محمد بن حسن الشیبانی	۱۹- الاصل (مبسوط)
۲۰۰	محمد بن حسن المدنی ابن زبالہ	۲۰- اخبار مدینہ
۲۰۴	محمد بن ادريس الشافعي	۲۱- آلام
۲۵۶	زبير ابن بكار الزبيري	۲۲- اخبار مدینہ
۳۶۰	الحسن بن عبدالرحمن الرامهرمزي	۲۳- امثال النبي صلى الله عليه وسلم
۴۰۵	ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری	۲۴- اربعین للحاکم
۵۰۵	امام محمد بن محمد الغزالی	۲۵- احیاء العلوم
۶۷۶	محي الدين يحيى بن شرف النووي الشافعي	۲۶- اربعین نووی
۶۷۶	سیدالابرار ابو زكريا يحيى بن شرف النووي	۲۷- الاذکار المنتخبه من کلام
۶۳۰	علی بن محمد ابن اثیر الشیبانی	۲۸- اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ
۸۰۶	امام زين الدين عبد الرحيم بن الحسين العراقي	۲۹- الفیۃ العراقی فی اصول الحدیث
۸۵۲	شهاب الدين احمد بن علي بن حجر عسقلاني	۳۰- الاصابۃ فی تبيين الصحابه
۹۰۳	علامہ جلال الدين محمد بن اسعد الدواني	۳۱- انبؤج العلوم
۹۱۱	عبدالرحمن بن کمال الدين السيوطي	۳۲- الاتقان جلال الدين
۹۷۴	احمد بن حجر الهيتمي المكي	۳۳- اعلام بقواطع الاسلام
۱۰۱۴	نور الدين علي بن سلطان محمد القاري (ملا علي القاري)	۳۴- الاسرار المرفوعه فی الاخبار الموضوعه
۱۱۷۹	شاه ولی اللہ بن عبد الرحيم	۳۵- الانتباهۃ فی سلاسل اولیاء
۱۲۰۵	سید محمد بن محمد مرتضى الزبيدي	۳۶- اتحاف السادة المتقين
۱۲۷۳	عبد الغني الدهلوي المدني	۳۷- انجیح الحاجۃ حاشیۃ سنن ابن ماجه
		۳۸- اعانۃ الطالبین سید محمد شطالہ میاں
۴۲۸	ابو علی حسن بن عبداللہ الشیر با بن سینا	۳۹- الاشارات ابن سینا

۵۸۷	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۴۰۔ بدائع الصنائع
۵۹۳	علی بن ابی بکر المرغینانی	۴۱۔ البداية (بداية المبتدی)
۹۷۰	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۴۲۔ البحر الرائق
۹۲۲	ابراہیم بن موسی الطرابلسی	۴۳۔ البرہان شرح موابب الرحمان
۳۷۲	فقیہ ابوالیث نصر بن محمد السمرقندی	۴۴۔ بستان العارفین
۵۰۵	حمید الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۴۵۔ البسیط فی الفروع
۸۵۵	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۴۶۔ البنیة شرح الهدایة
۷۱۳	یوسف بن جریر اللغنی الشطنوفی	۴۷۔ بهجة الاسرار
۸۵۲	احمد بن علی ابن حجر عسقلانی	۴۸۔ بلوغ العرام
۱۲۳۹	شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ	۴۹۔ بستان المحدثین
۱۹۰۵ء	رشید احمد گنگوہی	۵۰۔ براہین قاطعہ
ت		
۱۲۰۵	سید محمد مرتضیٰ الزبیدی	۵۱۔ تاج العروس
۵۷۱	علی بن الحسن الدمشقی بابن عساکر	۵۲۔ تاریخ ابن عساکر
۲۵۶	محمد بن اسمعیل البخاری	۵۳۔ تاریخ البخاری
۵۹۳	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۴۔ التجنیس والمزید
۸۶۱	کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن المہام	۵۵۔ تحریر الاصول
۵۴۰	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۶۔ تحفة الفقہاء
۷۳۰	عبدالعزیز بن احمد البخاری	۵۷۔ تحقیق الحسابی
۸۷۹	علامہ قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۵۸۔ الترجیح والتصحیح علی القدری
۸۱۲	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۵۹۔ التعریفات لسیّد شریف
۴۶۳	یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر الاندلسی	۶۰۔ التہدید لمانفی الموطأ من المعانی والاسانید

۶۱-	تنبيه الانام في آداب الصيام	۹۱۱-۸۶۳
۶۲-	تفسير الجلالين	۸۵۲
۶۳-	تهذيب التهذيب	۹۲۳
۶۴-	تنزيه الشرعية المرفوعة عن اخبار الشيعة الموضوعة	۳۲۷
۶۵-	تفسير ابن ابي حاتم	۱۳۱۰
۶۶-	تهذيب الآثار	۹۱۱
۶۷-	تقريب القريب	۸۷۹
۶۸-	التقريب والتحبير	۱۰۳۱
۶۹-	التيسير شرح الجامع الصغير	۷۴۳
۷۰-	تبيين الحقائق	۸۵۲
۷۱-	تقريب التهذيب	۸۱۷
۷۲-	تنوير المقياس	۱۰۰۴
۷۳-	تنوير الابصار	۲۹۴
۷۴-	تعظيم الصلوة	۴۶۳
۷۵-	تاريخ بغداد	۷۷۳
۷۶-	التوشيح في شرح الهداية	۷۷۳
۷۷-	تاريخ الطبري	۳۱۰
۷۸-	تنبيه الغافلين	۳۷۳
۷۹-	تاريخ ابن نجار	۶۴۳
۸۰-	التغيب والترتيب	۶۵۶
۸۱-	التوضيح شرح التنقيح في اصول الفقه	۷۷۷
۸۲-	تذكرة الحفاظ	۷۷۸
۸۳-	تذبيب تهذيب الكمال	۷۷۸
۸۴-	التلويح شرح توضيح	۷۹۲
۸۵-	تدريب الراوي	۹۱۱
	علامه جلال الدين المحلي و جلال الدين السيوطي	
	ابو الفضل احمد بن علي ابن حجر العسقلاني	
	ابو الحسن علي بن محمد بن عراق الكنتاني	
	عبد الرحمن بن محمد الرازي (حافظ)	
	ابو جعفر محمد بن محمد بن جرير	
	ابوزكري يحيى بن شرف النووي	
	محمد بن محمد ابن امير الحاج الحلبي	
	عبد الرؤف بن تاج العارفين بن علي المناوي	
	فخر الدين عثمان بن علي الزيلعي	
	شهاب الدين احمد بن علي ابن حجر العسقلاني	
	ابوطاهر محمد بن يعقوب الفيروز آبادي	
	شمس الدين محمد بن عبد الله بن احمد التمرتاشي	
	محمد بن نصر المروزي	
	ابوبكر احمد بن علي الخطيب البغدادي	
	عمر بن اسحاق السراج الهندي	
	محمد بن جرير الطبري	
	نصر بن محمد بن ابراهيم سمرقندي	
	محمد بن محمود بن حسن بغدادي ابن نجار	
	زكي الدين عبد العظيم بن عبد القوي المنزري	
	عبد الله بن مسعود بن تاج الشريعة	
	شمس الدين ابو عبد الله محمد بن احمد الذهبي	
	شمس الدين محمد بن احمد الذهبي	
	سعد الدين مسعود بن عمر بن عبد الله تفتازاني	
	جلال الدين عبد الرحمن بن ابى بكر السيوطي	

۹۱۱	جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی	۸۶- التعقبات علی الموضوعات
۹۶۶	شیخ حسین بن محمد بن الحسن دیار بکری	۸۷- تاریخ الخميس
۱۰۰۸	داؤد بن عمر الطائفی	۸۸- تذکرة اولی الالباب انطاکی
۱۰۱۳	علی بن سلطان محمد القاری	۸۹- التبیان فی بیان ما فی لیلة النصف من شعبان
۱۱۳۰	احمد بن ابوسعید المعروف ملا جیون	۹۰- تفسیرات احمدیہ
۱۲۲۵	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۹۱- التفسیر المظہری
۱۲۳۹	الشاہ عبدالعزیز دہلوی	۹۲- تحفہ اثناء عشریہ
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین	۹۳- تنبیہ ذوی الافہام
۱۳۲۳	عبدالقادر الرفعی الفاروقی	۹۴- التحریر المختار (تقریرات الرافعی)
۹۸۶	محمد بن طاہر القتینی	۹۵- تذکرة الموضوعات للفتنی
		۹۶- تجنیس الملتقط
	محمد مومن بن محمد زمان الحسینی	۹۷- تحفة المومنین فی الطب
۹۱۰	حسین بن علی اکاشفی الواعظ	۹۸- تحفة الصلوٰة (فارسی)
		ث
۳۶۰	ابوبکر محمد بن الحسن الآجری	۹۹- الثمانون فی الحدیث
		۱۰۰- ثبت ابومحمدین امیرالمکی المصری
		ج
۲۷۹	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	۱۰۱- جامع الترمذی
۹۶۲	شمس الدین محمد الحر اسانی	۱۰۲- جامع الرموز
۲۵۶	امام محمد بن اسمعیل البخاری	۱۰۳- الجامع الصحیح للبخاری
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۰۴- الجامع الصغیر فی الفقه
۲۶۱	مسلم بن حجاج القشیری	۱۰۵- الجامع الصحیح للمسلم
۵۸۶	ابونصر احمد بن محمد العتابی	۱۰۶- جامع الفقه (جامع الفقه)

۸۲۳	شیخ بدرالدین محمود بن اسرائیل باہن قاضی	جامع الفصولین	۱۰۷
۳۳۰	ابی الحسن عبید اللہ بن حسین الکرخی	الجامع الكبير في فروع الحنفية	۱۰۸
۰	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	جوابر الاخلاطی	۱۰۹
۹۸۹	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	الجوابر الزکیة	۱۱۰
۵۶۵	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	جوابر الفتاویٰ	۱۱۱
۸۰۰	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد السیمنی	الجوبرة النيرة	۱۱۲
۲۳۳	یحییٰ بن معین البغدادی	الجرح والتعديل في رجال الحديث	۱۱۳
۹۱۱	علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی	الجامع الصغير في الحديث	۱۱۴
۳۱۰	محمد بن جریر الطبری (تفسیر طبری)	جامع البيان في تفسير القرآن	۱۱۵
۲۵۶	ابو علی حسن بن عرفہ بعداز	جزء حديثي حسن بن عرفه	۱۱۶
۴۶۳	ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی	الجامع للاحلاق الراوی والسامع	۱۱۷
۶۳۶	محمد بن محمود الاستر و شنی	جامع احكام الصغار في الفروع	۱۱۸
۶۴۶	ضیاء الدین عبداللہ بن احمد المالقی	جامع الادويه والاغذيه	۱۱۹
۹۱۱	نور الدین علی بن احمد السمودی والمصری	جوابر العقدين في فضل الشرفين	۱۲۰
۹۷۰	محمد ثوث بن عبداللہ گواری	جوابر خمسہ	۱۲۱
۹۱۱	ابوبکر جلال الدین عبدالرحمن بن کمال الدین سیوطی	جمع الجوامع في الحديث	۱۲۲
۹۷۲	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	جوہر منظر في زیارت قبر النبی المکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲۳
۱۰۵۲	عبداللہ بن سیف الدین محدث دہلوی	جذب القلوب الى ديار المحبوب	۱۲۴
۵۵۶	امام ناصر الدین محمد بن یوسف السمرقندی	الجامع الكبير في الفتاویٰ	۱۲۵
ح			
۱۱۷۶	محمد بن مصطفیٰ ابوسعید الخداری	حاشیة على الدرر	۱۲۶
۱۰۲۱	احمد بن محمد الشلبی	حاشیة ابن شلبی على التبيين	۱۲۷
۱۰۱۳	عبداللہ بن محمد الرومی	حاشیة على الدرر	۱۲۸
۸۸۵	قاضی محمد بن فراموز ماخسرو	حاشیة على الدرر لما خسرو	۱۲۹

۱۵۳	خزانة المفتین	حسین بن محمد السمعانی السیقانی	۴۰ کے بعد
۱۵۴	خلاصة الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
۱۵۵	خلاصة الفتاوی	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲
۱۵۶	خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۵۷	الخصائص الكبرى	جلال الدین عبدالرحمن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۱۵۸	خلاصة الوفا	علی بن احمد السہودی	۹۱۱
۱۵۹	خزائن الاسرار فی شرح تنویر الابصار	علاء الدین محمد بن علی الحصکفی	۱۰۸۸

د

۱۶۰	الدراية شرح الهداية	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۶۱	الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ماخرو	۸۸۵
۱۶۲	الدر المختار فی شرح تنویر الابصار	علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۱۶۳	الدر النثیر علامه	جلال الدین عبدالرحمن السیوطی	۹۱۱
۱۶۴	الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور	علامہ جلال الدین عبدالرحمن السیوطی	۹۱۱

ذ

۱۶۵	ذخيرة العقبي	یوسف بن جنید الجبسی (چلبی)	۹۰۵
۱۶۶	ذخيرة الفتاوی	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۱۶۷	ذم الغيبة	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱

ر

۱۶۸	الرحمانية		
۱۶۹	رد المحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷۰	رحمة الامة في اختلاف الائمة	ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمن الدمشقی	۷۸۱
۱۷۱	رغائب القرآن ابو مروان	عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	۲۳۹

۹۷۰	شیخ زین الدین بابن نجیم	رفع الغشاء في وقت العصر والعشاء	۱۷۲
۲۸۰	عثمان بن سعيد الدارمی	رد على الجهبية	۱۷۳
۱۲۳۶، ۱۸۳۱	مولوی اسماعیل دہلوی	رساله نذور	۱۷۴
۴۶۵	عبدالکریم بن ہوازن القشیری	رساله قشیریہ	۱۷۵
۸۵۵	بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی	رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	۱۷۶
۸۷۹	قاسم بن قطلوبغا المصری	رفع الاشتباه عن سبل البیاء	۱۷۷
۹۱۱	جلال الدین عبدالرحمن بن کمال الدین السیوطی	رساله طلوع شریاً	۱۷۸
۹۱۱	جلال الدین عبدالرحمن بن کمال الدین السیوطی	رساله اتحاف الغرفه	۱۷۹
۹۷۰	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم	رسائل ابن نجیم	۱۸۰
۱۰۱۴	علی بن سلطان محمد القاری	رساله ابتداء	۱۸۱
۱۰۹۸	احمد بن سید محمد مکی الحموی	رساله القول البلیغ فی حکم التبلیغ	۱۸۲
۱۱۷۹	شاه ولی اللہ دہلوی	رساله انصاف	۱۸۳
۱۴۵۲	محمد امین آفندی ابن عابدین	رسائل ابن عابدین	۱۸۴
۱۳۱۷	جعفر اسماعیل البرزنجی	۱۸۵- رساله میلاد مبارک (الکوکب الانوار علی عقد الجوہر)	
۶۹۴	ابو جعفر احمد بن احمد الشیر بالمحب الطبری المکی	الریاض المنصره فی فضائل العشره	۱۸۶
۱۲۴۶	میاں اسماعیل بن شاہ عبدالغنی دہلوی ۱۸۳۱ء	رساله بدعت	۱۸۷
	مولوی خرم علی	رساله دعائیہ	۱۸۸
۱۳۴۳	ابوالحسنات محمد عبداللہ	رساله غایۃ المقال	۱۸۹
ز			
	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسیجانی التونی او اخر القرن السادس	زاد الفقہاء	۱۹۰
۸۶۱	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن المہام	زاد الفقیر	۱۹۱
۱۰۱۶	محمد بن محمد التمر تاشی تقریباً	زواہر الجواہر	۱۹۲
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	زیادات	۱۹۳
۱۴۵۰	محمد بن علی الشوکانی	زہر النسرین فی حدیث المعبرین	۱۹۴

۹۱۱	جلال الدين عبد الرحمن السيوطي	زهر الربي على المجتبى	۱۹۵-
۹۲۱	محمد بن عبد الله ابن شحنة	زهر الروض في مسئلة الحوض	۱۹۶-
۹۷۴	شهاب الدين احمد بن محمد ابن حجر المكي	الزواج عن الكبائر	۱۹۷-
۱۲۵۲	شيخ عبد الحق محدث دهلوي	زبدة الآثار في اخبار قطب الاخبار	۱۹۸-
۱۲۵۲	شيخ عبد الحق محدث دهلوي	زبدة الاسرار في مناقب غوث الابرار	۱۹۹-
س			
۸۰۰	ابوبكر بن علي بن محمد الهادي اليميني	السراج الوهاج	۲۰۰-
۲۷۳	ابو عبد الله محمد بن يزيد ابن ماجه	السنن لابن ماجه	۲۰۱-
۲۷۳	سعید بن منصور الحر اسافی	السنن لابن منصور	۲۰۲-
۲۷۵	ابوداؤد سليمان بن اشعث	السنن لابي داؤد	۲۰۳-
۳۰۳	ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب النسائي	السنن للنسائي	۲۰۴-
۴۵۸	ابوبكر احمد بن حسين بن علي البيهقي	السنن للبيهقي	۲۰۵-
۳۸۵	علي عمر الدارقطني	السنن لدارقطني	۲۰۶-
۲۵۵	عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي	السنن لدارمي	۲۰۷-
۲۱۳	ابو محمد عبد الملك بن هشام	سيرت ابن هشام	۲۰۸-
۷۳۴	محمد بن عبد الله ابن سيد الناس	سيرت عيون الاثر	۲۰۹-
	سراج الدين سجاوندي ساتويں صدی ہجری	سراجی فی المیراث	۲۱۰-
۷۳۸	نفس الدين محمد احمد الذہبی	سير اعلام النبلاء	۲۱۱-
۱۳۰۴	محمد بن عبد الحل كهنوي	السعایہ فی كشف ما فی شرح الوقایہ	۲۱۲-
	عمر بن محمد ملا	سيرت عمر بن محمد ملا	۲۱۳-
۱۵۱	محمد بن اسحاق بن یسار	سيرت ابن اسحاق	۲۱۴-
		سراج القاری	۲۱۵-
		السعديہ	۲۱۶-
۱۳۰۴	محمد بن عبد الحل كهنوي ہندی	السعي المشكور في رد المذنب المأثور	۲۱۷-

ش

	الشافی	شمس الامنیۃ عبداللہ بن محمود الکردری	۲۱۸۔
۹۷۳	شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۲۱۹۔
۱۱۰۶	شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیۃ المالکی	۲۲۰۔
۹۷۸	شرح الاربعین للنووی	علامہ احمد بن الحجازی	۲۲۱۔
۱۰۹۹	شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	۲۲۲۔
۵۹۲	شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	۲۲۳۔
۱۰۶۲	شرح الدرر	شیخ اسمعیل بن عبدالغنی النابلسی	۲۲۴۔
۱۰۵۲	شرح سفر السعاده	شیخ عبدالرحمن الحدادی	۲۲۵۔
۵۱۶	شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی	۲۲۶۔
۹۳۱	شرح شرع الاسلام	یعقوب بن سیدی علی زادہ	۲۲۷۔
۴۸۰	شرح مختصر الطحاوی للاسبیبانی	ابونصر احمد بن منصور الحنفی الاسیبجانی	۲۲۸۔
	شرح الغریبین		۲۲۹۔
۶۷۶	شرح المسلم للنووی	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی	۲۳۰۔
۳۲۱	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی	۲۳۱۔
۹۲۱	شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبدالبر بن محمد ابن شحنیہ	۲۳۲۔
۱۴۵۲	شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابد بن الشامی	۲۳۳۔
۹۱۱	شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور	علامہ جلال الدین عبدالرحمن السیوطی	۲۳۴۔
۱۱۲۲	شرح مواہب اللدنیۃ	علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۲۳۵۔
۱۱۲۲	شرح مؤطا ماہر مالک	علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۲۳۶۔
۶۷۶	شرح المہذب للنووی	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی	۲۳۷۔
۹۳۲	شرح النقایۃ	مولانا عبدالعلی البرجنوی	۲۳۸۔
۷۴۷	شرح الوقایۃ	صدر الشریعۃ عبداللہ بن مسعود	۲۳۹۔
۸۹۰	شرح الہدایۃ	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنیہ	۲۴۰۔

۸۹۰	محمد بن محمد بن محمد بن شخبزہ	شرح الہدایۃ	۲۴۰
۵۷۳	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	شرعۃ الاسلام	۲۴۱
۴۵۸	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	شعب الایمان	۲۴۲
۴۸۰	احمد بن منصور الحنفی الاسمیجانی	شرح الجامع الصغیر	۲۴۳
۵۳۶	عمر بن عبدالعزیز الحنفی	شرح الجامع الصغیر	۲۴۴
۵۴۴	ابوالفضل عیاض بن موسی قاضی	۲۴۵۔ الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	
۶۸۶	رضی الدین محمد بن الحسن الاسترآبادی	شرح شافیہ ابن حاجب	۲۴۶
۶۸۶	رضی الدین محمد بن الحسن الاسترآبادی	شرح کافیہ ابن حاجب	۲۴۷
۷۳۹	محمود بن عبدالرحمان الاصفہانی	شرح طالع الانوار	۲۴۸
۷۵۶	تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی	شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام	۲۴۹
۷۹۲	سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی	شرح عقائد النسفی	۲۵۰
۷۹۲	مسعود بن عمر تفتازانی	شرح المقاصد سعد الدین	۲۵۱
۸۱۶	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	شرح المواعظ	۲۵۲
۸۱۶	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	شرح السراجی	۲۵۳
۸۴۱	موسیٰ پاشا بن محمد الرومی	شرح چغیبنی	۲۵۴
۹۵۴	معین الدین الہروی ملا مسکین	شرح حاشیۃ الکنز ملا مسکین	۲۵۵
۱۰۱۴	علی بن سلطان محمد القاری	شرح فقہ اکبر	۲۵۶
۱۰۱۴	علی بن سلطان محمد القاری	شرح عین العلم	۲۵۷
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	شرح قصیدۃ اطیب النغم	۲۵۸
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	شرح قصیدۃ ہمزیہ	۲۵۹
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	شرح رباعیات	۲۶۰
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	شرح فواتح الرحموت	۲۶۱
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	شفاء العلیل	۲۶۲
۹۰۷	ابوالکلام بن عبداللہ بن محمد بعداز	شرح النقایہ لابن المکارم	۲۶۳
۴۰۶	حافظ عبدالملک بن محمد نیشاپوری	شرف المصطفیٰ	۲۶۴
	احمد بن ترکی الماسکی	شرح مقدمہ عشماویہ	۲۶۵

۲۶۲	حافظ عبدالملک بن محمد نیشاپوری	شرح المصطفیٰ
۶۸۶	مبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر الجزری	شرح جامع الاصول للمضيف
۹۸۷	محمد بن محمد المعروف بابن النبهنسی	شرح السلتنق للبهنسی
۷۶۸	عبدالوہاب ابن احمد الشیربان و ہبان	شرح در البحار

ص

۳۹۳	اسلمعل بن حماد الجومری	صحاح الجومری
۳۵۲	محمد بن حبان	صحیح ابن حبان (کتاب التفسیر والانواع)
۳۱۱	محمد بن اسحاق ابن خزیمہ	صحیح ابن خزیمہ
۶۹۰	ابو فضل محمد بن عمر بن خالد القرشی تقریباً	الصرح
۹۵۶	ابراہیم الحلبي	صغیری شرح منیہ
۱۲۴۶	سید احمد شہیدریلیوی	صراط مستقیم
۹۷۳	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	الصواعق المحرقة

ط

۱۳۰۲	سید احمد الطحاوی	الطحاوی علی الدر
۱۳۰۲	سید احمد الطحاوی	الطحاوی علی المراق
۷۴۸	محمد بن احمد الذہبی	طبقات المقرئین
۸۳۳	محمد بن محمد الجزری	طبقات القراء
۹۸۱	محمد بن بمر علی المعروف بمر کلی	الطریقة المحمدیة
۵۳۷	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	طلبة الطلبة

ع

۸۵۵	علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	عمدة القاری شرح صحیح البخاری
۷۸۶	اکمل الدین محمد بن محمد البارتی	العناية شرح الهدایة
۱۰۶۹	شہاب الدین الخفاجی	عناية القاضی حاشیة علی تفسیر البیضاوی

۳۷۸	ابوالیث نصر بن محمد السمرقندی	عیون المسائل	۲۸۵-
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشامی	عقود الدرئیة	۲۸۶-
۱۰۳۰	محمد بن احمد الشیر بطاشکبری	عدۃ کمال الدین	۲۸۷-
۳۶۴	ابوبکر احمد بن محمد ابن السنی	عمل الیوم واللیلۃ	۲۸۸-
۶۳۲	شہاب الدین سہروردی	عوارف المعارف	۲۸۹-
۶۹۹	ابوعبداللہ محمد بن عبدالقوی المقدسی	عقد الفرید	۲۹۰-
۸۳۰	محمد بن عثمان بن عمر الخنقی الحلبي	عین العلم	۲۹۱-
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم دہلوی	عقد الجید	۲۹۲-
۱۲۵۲	محمد امین آفندی ابن عابدین	عقود الدرئیہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ	۲۹۳-
۱۳۰۴	محمد بن عبدالرحیم الکھنوزی	عمدۃ الراعیہ فی حل شرح الوقایہ	۲۹۴-
غ			
۷۵۸	امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	غایۃ البیان شیخ قوام الدین	۲۹۵-
۸۸۵	قاضی محمد بن فراموزملا خسرو	غرر الاحکام	۲۹۶-
۲۳۰	ابوالحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف باثرم	غریب الحدیث	۲۹۷-
۱۰۹۸	احمد بن محمد الحموی التمی	غمز عیون البصائر	۲۹۸-
۱۰۶۹	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	غنیۃ ذوالاحکام	۲۹۹-
۹۵۶	محمد ابراہیم بن محمد الحلبي	غنیۃ المستملی	۳۰۰-
۶۷۶	یحییٰ بن شرف النووی	غیث النفع فی القراء السبع	۳۰۱-
ف			
۸۵۲	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	فتح الباری شرح البخاری	۳۰۲-
۸۶۱	کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الہمام	فتح القدر	۳۰۳-
۵۳۷	امام نجم الدین النسفی	فتاوی النسفی	۳۰۴-
۸۲۷	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	فتاوی بزازیۃ	۳۰۵-

۱۰۸۱	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۳۰۶	فتاویٰ حجّہ
۵۷۵	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۳۰۷	فتاویٰ خیریہ
۵۹۲	عطاء بن حمزہ السغدی	۳۰۸	فتاویٰ سراجیہ
۶۱۹	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	۳۰۹	فتاویٰ عطاء بن حمزہ
۵۳۶	حسن بن منصور قاضی خان	۳۱۰	فتاویٰ غیاثیہ
۱۵۰	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	۳۱۱	فتاویٰ قاضی خان
۵۳۰	ظہر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۳۱۲	فتاویٰ ہندیہ
۱۵۰	عبدالرشید بن ابی حنیفہ الولو الجی	۳۱۳	فتاویٰ ظہیریہ
۹۲۸	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز	۳۱۴	فتاویٰ ولوالحیہ
۶۳۸	الامام الاعظم ابی حنیفہ نعمان بن ثابت الکوئی	۳۱۵	فتاویٰ الکبریٰ
۱۲۲۵	سید محمد ابی السعود الحنفی	۳۱۶	فقہ الاکبر
۲۱۳	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۳۱۷	فتح المعین
۱۲۵۲	حجی الدین محمد بن علی ابن عربی	۳۱۸	فتح المعین شرح ترقۃ العین
۲۶۷	عبدالعلی محمد بن نظام الدین الکندی	۳۱۹	الفتوحات المکیّۃ
۲۹۲	تمام بن محمد بن عبداللہ الجلی	۳۲۰	فواتح الرحموت
۶۳۶	محمد امین ابن عابدین الشامی	۳۲۱	الفوائد
۷۸۶	شرح الجامع الصغیر عبدالرؤف المناوی	۳۲۲	فوائد المخصّصۃ
۹۰۳	اسمعیل بن عبداللہ الملقب بسومیۃ	۳۲۳	فیض القدیر
۹۷۰	ابوعبداللہ محمد بن ایوب ابن ضریس الجلی	۳۲۴	فوائد سبویۃ
	ابوالحسن علی بن الحسین الموصلی	۳۲۵	فضائل القرآن لابن ضریس
	محمد بن محمود استر و شنی	۳۲۶	فوائد الخلیجی
	عالم بن العلاء الانصاری الدہلوی	۳۲۷	فصول العبادی
	امام محمد بن عبدالرحمن السحابی	۳۲۸	فتاویٰ تانار خانیہ
	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم	۳۲۹	فتح المغیث
		۳۳۰	فتاویٰ زینیہ

۹۷۴	شهاب الدين احمد بن محمد بن حجر المكي	فتح المعين شرح اربعين	۳۳۱
۹۷۴	شهاب الدين احمد بن محمد بن حجر المكي	فتح الاله شرح المشكاة	۳۳۲
۹۷۴	شهاب الدين احمد بن محمد بن حجر المكي	فتاوى الفقيه ابن حجر مكي	۳۳۳
۱۰۹۸	محمد بن حسين الانقزوي	فتاوى انقزويه	۳۳۴
۱۱۱۶	سيد اسعد ابن ابى بكر المدنى الحسينى	فتاوى اسعديه	۳۳۵
۱۲۵۰	شوكانى محمد بن على بن محمود الشوكانى	فوائد مجموعہ	۳۳۶
۱۲۸۴	جمال بن عمرا المكي	فتاوى جمال بن عمرا المكي	۳۳۷
	ابو عبد الله محمد بن وضاح	فضل لباس العباءم	۳۳۸
	ابو عبد الله محمد بن على القاعدى	فتاوى قاعدية	۳۳۹
۱۰۰۴	محمد بن عبد الله التمرتاشى	فتاوى غزوى	۳۴۰
		فتاوى شمس الدين الرملی	۳۴۱
		فتح الملك المجيد	۳۴۲
۱۲۳۹	عبد العزيز بن ولى الله الدبلوى	فتح العزيز (تفسير عزى)	۳۴۳
ق			
۸۱۷	محمد بن يعقوب الفيروز آبادى	القاموس المحيط	۳۴۴
۹۲۸	علامه زين الدين بن على الملبارى	قرة العين	۳۴۵
۶۵۸	نجم الدين مختار بن محمد الزاهدى	القنية	۳۴۶
		القرآن الكريم	۳۴۷
۳۸۶	ابوطالب محمد بن على المكي	قوت القلوب فى معاملة المحبوب	۳۴۸
۸۵۲	شهاب الدين احمد بن على القسطلانى	القول المسدد	۳۴۹
۱۱۷۹	شاه ولى الله بن شاه عبدالرحيم الدبلوى	قرة العينين فى تفضيل الشيخين	۳۵۰
۱۱۷۹	شاه ولى الله بن شاه عبدالرحيم الدبلوى	القول الجميل	۳۵۱
۱۳۰۴	محمد بن عبد الحى لکهنوى انصارى	قبر الاقبار حاشيه نور الانوار	۳۵۲
۱۳۰۴	ابراهيم بن عبد الله البينى	القول الصواب فى فضل عمر بن الخطاب	۳۵۳

ک

۳۳۴	حاکم شہید محمد بن محمد	الکافی فی الفروع	۳۵۴
۳۶۵	ابو احمد عبد اللہ بن عدی	الکامل لابن عدی	۳۵۵
۹۷۳	سید عبد الوہاب الشعرانی	الکبریٰ الاحمر	۳۵۶
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	کتاب الآثار	۳۵۷
۱۸۲	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	کتاب الآثار	۳۵۸
	ابو الجاس محمد بن علی	کتاب الایمان فی آداب دخول الحمام	۳۵۹
۴۳۰	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ	کتاب السواک	۳۶۰
۱۰۵۰	عبد الرحمن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	کتاب الهدیۃ لابن عماد	۳۶۱
		کتاب الطهور لابن عبید	۳۶۲
۳۲۷	ابو محمد عبد الرحمن ابن ابی حاتم محمد الرازی	کتاب العلل علی ابواب الفقہ	۳۶۳
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	کتاب الاصل	۳۶۴
	ابو بکر بن ابی داؤد	کتاب الوسوسۃ	۳۶۵
۷۳۰	علاء الدین عبد العزیز بن احمد البخاری	کشف الاسرار	۳۶۶
		کشف الرمز علامۃ المقدسی	۳۶۷
۷۶۸	ایمن الدین عبد الوہاب بن وہبان الدمشقی	کشف الاستار عن زوائد البزار	۳۶۸
۹۷۵	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	کنز العمال	۳۶۹
تقریباً ۸۰۰	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی	الکفایۃ	۳۷۰
۹۷۳	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	کف الرعاع	۳۷۱
۷۱۰	عبد اللہ بن احمد بن محمود	کنز الدقائق	۳۷۲
۴۰۵	ابو عبد اللہ الحاکم	الکنی للحاکم	۳۷۳
۷۸۶	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	الکواکب الدراری	۳۷۴
۳۵۴	محمد بن حبان التیمی	کتاب الجرح والتعديل	۳۷۵
۱۹۸	یحییٰ بن سعید القطان	کتاب المغازی	۳۷۶

۲۸۱	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۳۷۷	کتاب الصمت
۱۸۰	عبداللہ بن مبارک	۳۷۸	کتاب الزہد
۵۳۸	جار اللہ محمود بن عمراز محشری	۳۷۹	الکشاف عن حقائق التنزیل
۱۸۹	امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ابو عبداللہ محمد بن حسن الشیبانی	۳۸۰	کتاب الحجہ
۱۸۹	امام محمد ابو عبداللہ محمد بن حسن الشیبانی	۳۸۱	کتاب المشیخۃ
۲۷۵	سلیمان بن اشعث السجستانی	۳۸۲	کتاب المراسیل
۲۸۱	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا	۳۸۳	کتاب البعث والنشور
۲۸۱	ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا	۳۸۴	کتاب الاخوان
۳۲۲	ابو جعفر محمد بن عمرو لعقیلی المکی	۳۸۵	کتاب الضعفاء الکبیر
۴۵۸	احمد بن حسن البیهقی	۳۸۶	کتاب الزہد الکبیر للبیہقی
۴۶۳	ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی	۳۸۷	کتاب الرواۃ عن مالک ابن انس
۴۹۰	نصر بن ابراہیم المقدسی	۳۸۸	کتاب الحجہ علی تارک الحجہ
۵۰۵	امام محمد بن محمد الغزالی	۳۸۹	کیمیائے سعادت
۹۳۹	ابوالحسن علی بن ناصر الدین الشاذلی	۳۹۰	کفایۃ الطالب الربانی شرح لرسالہ ابن ابی زہر القہروانی
۱۰۶۷	مصطفیٰ بن عبداللہ حاجی خلیفہ	۳۹۱	کشف الظنون
۹۷۳	شیخ عبدالوہاب بن احمد الشعرانی	۳۹۲	کشف الغمہ
	یحییٰ بن سلیمان الجعفی (استاد امام بخاری)	۳۹۳	کتاب الصغیر
		۳۹۴	کتاب المصاحف ابن الانباری
۱۲۳۳	شیخ سلام اللہ بن محمد شیخ الاسلام محدث رامپوری	۳۹۵	کما لیں حاشیہ جلالین
۲۰۷	محمد بن عمر بن واقد الواقدی	۳۹۶	کتاب المغازی
			ل
۱۰۵۲	علامہ شیخ عبدالحق الحدیث الدہلوی	۳۹۷	لمعات التنقیح
۹۱۱	علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن محمد السیوطی	۳۹۸	لقطہ العرجان فی اخبار الجان

۷۱۱	جمال الدين محمد بن مكرم ابن منظور المصري	لسان العرب	۳۹۹-
۹۱۱	ابوبكر عبد الرحمن بن كمال الدين السيوطي	الآلئ المصنوعه في الاحاديث الموضوعه	۴۰۰-
۹۷۳	عبد الوهاب بن احمد الشمراني	لواقح الانوار القدسيه سيدالمنتخب من الفتوحات المكيه	۴۰۱-
ف			
۸۰۱	الشيخ عبد اللطيف بن عبدالعزيز ابن الملك	مبارق الازهار	۴۰۲-
۴۸۳	بكر خواهر زاده محمد بن حسن البخاري الحنفي	مبسوط خواهرزاده	۴۰۳-
۴۸۳	شمس الائمة محمد بن احمد السرخسي	مبسوط السرخسي	۴۰۴-
۹۹۵	نور الدين علي البا قاني	مجري الانهر شرح ملتقى الابر	۴۰۵-
۹۸۱	محمد طاهر الصديقي	مجمع بحار الانوار	۴۰۶-
۵۵۰	احمد بن موسى بن عيسى	مجموع النوازل	۴۰۷-
۱۰۷۸	عبد الرحمن بن محمد بن سليمان المعروف بداماد آفندي شيخ زاده	مجمع الانهر في شرح ملتقى الابر	۴۰۸-
۶۱۶	امام برهان الدين محمود بن تاج الدين	المحيط البرباني	۴۰۹-
۶۷۱	رضي الدين محمد بن محمد السرخسي	المحيط الرضوي	۴۱۰-
۵۹۳	برهان الدين علي بن ابى بكر المرغيناني	مختارات النوازل	۴۱۱-
۶۶۰	محمد بن ابى بكر عبد القادر الرازي	مختار الصحاح	۴۱۲-
۶۴۳	ضياء الدين محمد بن عبد الواحد	المختار في الحديث	۴۱۳-
۹۱۱	علامه جلال الدين السيوطي	المختصر	۴۱۴-
۷۳۷	ابن الحاج ابى عبد الله محمد بن محمد العبدري	مدخل الشرع الشريف	۴۱۵-
۱۰۶۹	حسن بن عمار بن علي الشرنبلالي	مراق الفلاح بامداد الفتح شرح نور الايضاح	۴۱۶-
۱۰۱۴	علي بن سلطان لما علي قاري	مرقات شرح مشكوة	۴۱۷-
۹۱۱	علامه جلال الدين السيوطي	مرقات الصعود	۴۱۸-
	ابراهيم بن محمد الحنفي	مستخلص الحقائق	۴۱۹-
۴۰۵	ابو عبد الله الحاكم	المستدرك للحاكم	۴۲۰-
۷۱۰	حافظ الدين عبد الله بن احمد النسفي	المستصفي شرح الفقه النافع	۴۲۱-

۱۱۱۹	محب اللہ البساری	مسلم الثبوت	۴۲۲-
۲۰۴	سليمان بن داؤد الطيالسي	مسند ابى داؤد	۴۲۳-
۳۰۷	احمد بن على الموصلى	مسند ابى يعلى	۴۲۴-
۲۳۸	حافظ اسحاق ابن راهويه	مسند اسحق ابن راهويه	۴۲۵-
۲۴۱	امام احمد بن محمد بن حنبل	مسند الامام احمد بن حنبل	۴۲۶-
۲۹۲	ابو بكر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البرزار	مسند الكبير في الحديث	۴۲۷-
۲۹۴	ابو محمد عبد بن محمد حميد الكشي	مسند الكبير في الحديث	۴۲۸-
۵۵۸	شهر دار بن شيرويه الديلمى	مسند الفردوس	۴۲۹-
۷۷۰	احمد بن محمد بن على	مصباح المنير	۴۳۰-
۷۱۰	حافظ الدين عبد الله بن احمد النسفي	المصطفى	۴۳۱-
۲۳۵	ابو بكر عبد الله بن محمد احمد النسفي	مصنف ابن ابى شيبه	۴۳۲-
۲۱۱	ابو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني	مصنف عبد الرزاق	۴۳۳-
۶۵۰	امام حسن بن محمد الصغاني الهندي	مصباح الدجى	۴۳۴-
۴۳۰	ابو نعيم احمد بن عبد الله الاصبهاني	معرفة الصحابة	۴۳۵-
۳۶۰	سليمان بن احمد الطبراني	المعجم الاوسط	۴۳۶-
۳۶۰	سليمان بن احمد الطبراني	المعجم الصغير	۴۳۷-
۳۶۰	سليمان بن احمد الطبراني	المعجم الكبير	۴۳۸-
۷۴۹	محمد بن محمد البخارى	معراج الدراية قوام الدين	۴۳۹-
۷۴۲	شيخ ولى الدين العراقي	مشكوة المصابيح	۴۴۰-
۶۹۱	شيخ عمر بن محمد البخارى الحنفى	المغنى في الاصول	۴۴۱-
۶۱۰	ابو الفتح ناصر بن عبد السيد المطرزي	المغرب	۴۴۲-
۴۲۸	ابو الحسين احمد بن محمد القدورى الحنفى	مختصر القدورى	۴۴۳-
۹۳۱	يعقوب بن سيد على	مفاتيح الجنان	۴۴۴-
۵۰۲	حسين بن محمد بن مفصل الاصفهاني	المفردات للامام راغب	۴۴۵-
	ابو العباس عبد البارى العشماوى المالكي	المقدمة العشماوية في الفقه المالكية	۴۴۶-

۵۵۶	الملتقط (فی فتاویٰ ناصری) ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی	۳۴۷
۸۰۷	نور الدین علی بن ابی بکر السیتمی	۳۴۸
۸۲۷	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۳۴۹
۳۰۷	عبداللہ بن علی ابن جارود	۳۵۰
۳۳۴	الحاکم الشیر محمد بن محمد بن احمد	۳۵۱
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشامی	۳۵۲
۱۰۰۴	محمد بن عبداللہ التمر تاشی	۳۵۳
۹۵۶	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۳۵۴
۶۷۶	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی (شرح صحیح مسلم)	۳۵۵
۶۹۴	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۳۵۶
	شیخ عیسیٰ بن محمد ابن ایباج الحنفی	۳۵۷
۴۵۶	عبدالعزیز بن احمد الحلوانی	۳۵۸
۵۱۰	الحافظ ابوالفتح نصر بن ابراہیم البرودی	۳۵۹
۲۶۲	یعقوب بن شیبہ السدوسی	۳۶۰
۷۰۵	سدید الدین محمد بن محمد اکاشغری	۳۶۱
۱۷۹	امام مالک بن انس المدنی	۳۶۲
۸۰۷	نور الدین علی بن ابی بکر السیتمی	۳۶۳
۶۴۲	احمد بن مظفر الرازی	۳۶۴
۴۷۶	ابی اسحاق ابن محمد الشافعی	۳۶۵
۹۷۳	عبدالوہاب الشعرانی	۳۶۶
۷۴۸	محمد بن احمد الذہبی	۳۶۷
۴۱۰	احمد بن موسیٰ ابن مردویہ	۳۶۸
۳۲۷	محمد بن جعفر الخراطی	۳۶۹
۱۵۰	ابوحذیفہ نعمان بن ثابت	۳۷۰
۱۸۹	ابوعبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی	۳۷۱

۳۰۳	حسن بن سفیان النسوی	المسندي في الحديث	۳۷۲
۳۸۸	احمد بن محمد بن ابراهيم الخطابي	معالم السنن لابن سليمان الخطابي	۳۷۳
۵۱۶	قاسم ابن علي الحريري	مقامات حريري	۳۷۴
۵۱۶	ابو محمد الحسين بن مسعود البغوي	معالم التنزيل تفسيرا لبغوي	۳۷۵
۵۴۸	ابو الفتح محمد بن عبد الكريم الشرسفاني	الملل والنحل	۳۷۶
۵۹۷	ابو الفرج عبد الرحمن بن علي بن الجوزي	موضوعات ابن جوزي	۳۷۷
۶۴۲	ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن ابن الصلاح	مقدمه ابن الصلاح في علوم الحديث	۳۷۸
۶۵۶	عبد العظيم بن عبد القوي المنذري	مختصر سنن ابي داود للحافظ المنذري	۳۷۹
۷۱۰	ابو البركات عبد الله بن احمد النسفي	مدارك التنزيل تفسيرا للنسفي	۳۸۰
۷۵۶	عضد الدين عبد الرحمن بن ركن الدين احمد	الواقف السطائيه في علم الكلام	۳۸۱
۸۳۳	محمد بن محمد الجزري	مقدمه جزريه	۳۸۲
۹۰۲	شمس الدين محمد بن عبد الرحمن السجاوي	مقاصد حسنه	۳۸۳
۹۲۳	احمد بن محمد القسطلاني	الواهب اللدنيه	۳۸۴
۱۰۱۴	علي بن سلطان محمد القاري	المنح الفكرية شرح مقدمه جزريه	۳۸۵
۱۰۱۴	علي بن سلطان محمد القاري	المسلك المتقسط في المنسك المتوسط	۳۸۶
۱۰۵۲	شيخ عبد الحق بن سيف الدين الدبلوي	ما ثبت بالسنة	۳۸۷
۱۰۹۶	قاضي مير حسين بن معين الدين	المبيذى	۳۸۸
۱۱۷۹	شاه ولي الله بن شاه عبد الرحيم الدبلوي	مسوى مصفى شرح موطا مامر مالك	۳۸۹
۱۱۷۹	شاه ولي الله بن شاه عبد الرحيم الدبلوي	مكتوبات شاه ولي الله	۳۹۰
۱۱۹۵	مرزا مظفر جان جاناں	مكتوبات	۳۹۱
۱۱۹۵	مرزا مظفر جان جاناں	ملفوظات	۳۹۲
۱۱۹۵	مرزا مظفر جان جاناں	معمولات	۳۹۳
	محمد حسين بن محمد الهادي بهادر خاں	مخزن ادويه في الطب	۳۹۴
۱۲۴۳	ابو الحسنات محمد عبد الجہ	مجموعه فتاوى	۳۹۵
۱۲۴۳	سيد نذير حسين الدبلوي	معيار الحق	۳۹۶

	مظاہر حق مولوی	۴۹۷
	مکتوبات امام ربانی	۴۹۸
	مناصحہ فی تحقیق مسئلۃ المصافحہ	۴۹۹
	مفتاح الصلوٰۃ	۵۰۰
	مجتبىٰ شرح قدوری	۵۰۱
	مشيخہ ابن شاذان	۵۰۲
۲۳۰	معرفة الصحابه لابن نعيم	۵۰۳
	مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) امام فخر الدین رازی	۵۰۴
۶۰۶		

ن

۷۴۵	النقایة مختصر الوقایة	۵۰۵
۷۶۲	نصب الروایة	۵۰۶
۱۰۶۹	نور الايضاح	۵۰۷
۷۱۱	النهاية	۵۰۸
۶۰۶	النهاية لابن اثير	۵۰۹
۱۰۰۵	النهر الفائق	۵۱۰
۲۰۱	نوادری الفقہ	۵۱۱
۱۰۳۱	نور العین	۵۱۲
۳۷۶	النوازل فی الفروع	۵۱۳
۲۵۵	نوادر الاصول فی معرفة اخبار الرسول	۵۱۴

و

۷۱۰	الوافی فی الفروع	۵۱۵
۵۰۵	الوجیز فی الفروع	۵۱۶
۶۷۳	الوقایة	۵۱۷

۵۰۵	ابن حامد محمد بن محمد الغزالی	الوسیط فی الفروع	۵۱۸
			ھ
۵۹۳	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	الہدایۃ فی شرح البدایۃ	۵۱۹
			ی
۹۷۳	سید عبد الوہاب الشعرانی	البواقیت والجواہر	۵۲۰
۷۶۹	ابن عبد اللہ محمد ابن رمضان الرومی	ینابیع فی معرفۃ الاصول	۵۲۱



ضمیمہ مآخذ و مراجع

سن وفات ہجری	مصنف	نام کتاب	نمبر شمار
		۱	
۶۸۵/۶۹۶/۶۹۱	ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر البیضاوی	انوار التنزیل فی اسرار التاویل	۱۔
۴۶۳/۱	حدیدہ العارفین	(تفسیر البیضاوی)	
۴۶۲	ابو عمر یوسف بن عبداللہ النمری القرطبی	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	۲۔
۱۰۰۴	علی بن محمد ابن غانم المقدسی	اوضح رمز علی شرح نظم الكنز	۳۔
۴۶۳	یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر الاندلسی	الاستنکار	۴۔
۳۸۵	علی بن عمر الدار قطنی	الافراد	۵۔
۵۴۳	امام ابوالفضل عبدالرحمن بن احمد الکرمانی	الایضاح فی شرح التجرید	۶۔
۴۶۸	ابوالحسن علی بن احمد الواحدی	اسباب النزول	۷۔
۱۲۴۶	شاہ محمد اسمعیل بن شاہ عبدالغنی دہلوی	ایضاح الحق الصریح فی احکام البیت والضریح	۸۔
۱۱۷۶	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	انفاس العارفین	۹۔
۱۱۷۶	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	انسان العین	۱۰۔
۱۰۴۴	علی بن برہان الدین حلبی	انسان العیون فی سیرۃ الامین المأمون	۱۱۔
۱۲۲۵	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	ارشاد الطالبین	۱۲۔
۹۸۹	قطب الدین محمد بن احمد الحنفی	الاعلام باعلام بلاد اللہ الحرام	۱۳۔

۱۴	ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری	حسین بن محمد سعید عبدالغنی المکی الحنفی
۱۵	الآداب الحمیدة والاخلاق	محمد بن جریر الطبری
۱۶	الاربعین طائیه	ابوالفتح محمد بن محمد الطائی الصمدانی
۱۷	انیس الغریب	جلال الدین عبداللہ بن ابی بکر السیوطی
۱۸	الارشاد فی الکلام	امام ابوالمعالی عبدالملک ابن عبداللہ الجوبینی الشیر بامام الحرمین
۱۹	افضل القراء بقراء امر القراء	احمد بن محمد ابن حجر مکی
۲۰	الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الاخبار	محمد بن موسیٰ الحارمی الشافعی
ت		
۲۱	تلخیص الجامع الکبیر	کمال الدین محمد بن عباد الحنفی
۲۲	تحفة الحریص فی شرح التلخیص	علی بن بلبان الفارسی المصری الحنفی
۲۳	تقویة الایمان	شاه محمد اسمعیل بن شاه عبدالغنی دہلوی
۲۴	تعلیم المتعلم	امام برہان الدین الزرنوجی
۲۵	التغییب والترہیب	ابوالقاسم اسمعیل بن محمد الاصبہانی
۲۶	تذکرۃ الموتی والقبور	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی
۲۷	التشبیہ عند التبیہ	جلال الدین عبدالرحمن بن کمال الدین السیوطی
۲۸	تلخیص الادلہ لقواعد التوحید	ابواسحاق ابراہیم بن اسمعیل الصغار البخاری
۲۹	تفہیم المسائل	
۳۰	تنبیہ الغافل والاسنان	محمد امین ابن عابدین الشامی
ث		
۳۱	ثقیفات	ابوعبداللہ قاسم بن الفضل الثقفی الاصفہانی
۳۲	ثواب الاعمال لابن حبان	محمد بن حبان
ج		
۳۳	الجامع لاحکام القرآن (تفسیر طیبی)	ابوعبداللہ محمد ابن احمد القرطبی

۶۷۱	ابوعبداللہ محمد ابن احمد القرطبی	الجامع لاحکام القرآن (تفسیر طیبی)	۳۳
۸۳۲	یوسف بن عمر الصوفی	جامع المضرات والمشکلات (شرح قدوری)	۳۴
۱۳۴۰	امام احمد رضا بن نقی علی خاں	جد المبتار علی رد المبتحار	۳۵
ح			
۶۴۴	محمد بن محمد بن عمر حسام الدین الحنفی	الحسامی	۳۶
۱۰۶۲	اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی	حاشیہ در غرر نابلسی	۳۷
۹۸۲	عبدالقادر الفاکھی	حسن التوسل فی زیارة افضل الرسل	۳۸
۱۳۴۰	امام احمد رضا خاں بن نقی علی خاں	حواشی علی معالم التنزیل	۳۹
۱۳۴۰	امام احمد رضا خاں بن نقی علی خاں	حسام الحرمین علی منحور الکفر والبدع	۴۰
خ			
۹۱۱	نور الدین علی بن احمد السموودی	خلاصۃ خلاصۃ الوفاء	۴۱
د			
۴۵۸	ابوبکر بن احمد بن حسین البیهقی	دلائل النبوة	۴۲
۱۱۷۶	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	در ثمین فی مبشرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۴۳
۸۶۷	ابوالقاسم محمد بن عثمان الویلوی دمشقی	در منظر فی مولد النبی المعظم صلی اللہ علیہ وسلم	۴۴
۴۵۸	احمد بن حسین البیهقی	کتاب الدعوات	۴۵
۱۰۱۴	نور الدین علی بن سلطان محمد القاری	الدرۃ المغیبة فی زیارة المصطفویة	۴۶
۶۴۳	حافظ محب الدین محمد بن محمود بن نجار	الدرۃ الثمنیہ فی اخبار المدنیة	۴۷
۱۳۰۴	مفتی احمد بن السید زینی و حلان	الدرر السنیة فی الرد علی الوبابیة	۴۸
ذ			
۲۸۱	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البغدادی	ذکر الموت	۴۹

۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشیر با بن عابدین	رفع الانتقاض و دفع الاعتراض الخ	۵۰-
س			
۵۸۶	حافظ ابو الطاهر احمد بن محمد السلفی	سلفیات من اجزاء الحديث	۵۱-
۱۰۷۰	علی بن محمد بن ابراہیم المعری العزیز	السراج المنیر فی شرح جامع الصغیر	۵۲-
	عبد الغنی بن احمد بن شاہ عبد القدوس گنگوہی	سنن الہدی	۵۳-
۳۵۳	حافظ ابو علی سعید بن عثمان ابن السکن البغدادی	سنن فی الحديث	۵۴-
ش			
۱۲۷۶	علامہ ابراہیم بن محمد الباجوری	شرح رسالہ فضالیہ	۵۵-
۸۹۵	علامہ محمد یوسف السنوسی	شرح الصغری	۵۶-
۴۰۲	ابو القاسم اسمعیل بن حسین البیہقی الحنفی	الشامل فی فروع الحنفیہ	۵۷-
۷۹۶	محمد بن یوسف الکرمانی	شرح صحیح بخاری الکواکب الدراری	۵۸-
۱۲۷۱	مولوی خرم علی بلہوری غالباً	شفاء العلیل شرح القول الجمیل	۵۹-
	ناصر الدین علی بن محمد ابن منیر	شرح صحیح بخاری	۶۰-
۹۳۳	عبد العلی بن محمد بن حسین	شرح زین سلطانی	۶۱-
۱۲۵۲	ابن عابد بن محمد امین آفندی	شفاء العلیل و بل الغلیل	۶۲-
ص			
		الصالح الماثورہ عن النبی صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم	۶۳-
۹۵۶	شیخ ابراہیم بن محمد الحلبي	صغری شرح منیة المصلی	۶۴-
۱۲۴۶	شاہ محمد اسمعیل بن عبد الغنی دہلوی	صراط مستقیم	۶۵-

۱۲۴۶	شاہ محمد اسماعیل بن عبدالغنی دہلوی	صراط مستقیم	۶۵-
ط			
۲۳۰	محمد بن سعد الزہری	الطبقات الکبریٰ	۶۶-
غ			
۴۲۸	نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری	غرائب القرآن و غائب الفرقان (تفسیر نیشاپوری)	۶۷-
۲۲۴	قاسم بن سلام البغدادی	غریب الحدیث	۶۸-
۲۸۵	ابراہیم بن اسحاق الحزبی	غریب الحدیث	۶۹-
۱۲۷۱	مولوی خرم علی بلہوری غالباً	غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار	۷۰-
ف			
۱۲۰۴	سلیمان بن عمر الشافعی الشیرازی	الفتوحات الالہیة (تفسیر جمل)	۷۱-
۲۸۱	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدین البغدادی	الفرج بعد الشدّة	۷۲-
		فاتح شرح قدوری	۷۳-
		فوائد حاکم و خلاص	۷۴-
۱۰۳۱	عبدالرؤف المناوی	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	۷۵-
۱۱۷۶	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	فیوض الحرمین	۷۶-
۱۱۳۳	شاہ رفیع الدین	فتاویٰ شاہ رفیع الدین	۷۷-
۹۷۴	احمد بن محمد ابن حجر مکی	الفتح المبین شرح اربعین نووی	۷۸-
		فصل الخطاب فی رد ضلالت ابن عبدالوہاب	۷۹-
۵۶۱	سید شیخ عبدالقادر گیلانی	فتوح الغیب	۸۰-
۱۰۰۴	عبدالعزیز بن ولی اللہ دہلوی	فتاویٰ عنیزی	۸۱-
ق			
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشیرازی	قرۃ عیون الاخبار	۸۲-

ک

- ۸۳- کشف الغطاء ما لزم لموتی علی الاحیاء محمد شیخ الاسلام بن محمد فخر الدین
- ۲۸۵ ۸۴- کتاب اتباع الاموات ابراہیم بن اسحاق الحرابی
- ۳۶۰ ۸۵- کتاب الدعوات سلیمان بن احمد الطبرانی
- ۳۹۹ ۸۶- کتاب الثواب فی الحدیث ابو الشیخ عبداللہ بن محمد بن جعفر
- ۱۱۴۳ ۸۷- کشف النور عن اصحاب القبور عبدالغنی نابلسی
- ۲۴۱ ۸۸- کتاب الزہد امام احمد بن محمد بن حنبل
- ۲۸۱ ۸۹- کتاب القبور عبداللہ بن محمد ابن ابی الدینا
- ۲۴۳ ۹۰- کتاب الروضہ ابوالحسن بن براء
- ۲۴۳ ۹۱- کتاب الزہد حافظ ہناد بن السری التیمی الداری
- ۱۴۸۹ ۹۲- کتاب ذکر البوت
- ۱۰۳۱ ۹۳- کتاب ادعیۃ الحج والعمرة قطب الدین دہلوی
- ۱۸۲ ۹۴- کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق عبدالرؤف بن تاج الدین بن علی المناوی
- ۹۷۴ ۹۵- کتاب الخروج قاضی امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی
- ۹۷۴ ۹۶- کف الرعاع عن المحرمات للہود السماع ابوالعباس احمد بن محمد ابن حجر مکی
- ۹۷۸ ۹۷- لباب المتناسک شیخ رحمۃ اللہ بن قاضی عبداللہ السندي
- ۱۰۱۴ ۹۸- منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر علی بن سلطان محمد القاری
- ۱۱۹۵ ۹۹- مقامات مظہر وضمیمہ مقامات مظہر مرزا مظہر جان جاناں
- ۹۷۴ ۱۰۰- مشارق الانوار القدسیہ فی بیان العہود المحدثہ عبدالوہاب بن احمد الشمرانی

ل

م

۱۱۹۵	مرزا مظہر جان جاناں	مقامات مظہر و ضمیمہ مقامات مظہر	۹۹-
۲۴۹	ابو محمد عبید بن حمید الکاشی	مسند الکبیر فی الحدیث	۱۰۱-
۷۲۸	احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ	المنتقى فی احادیث الاحکام عن خیر الانام	۱۰۲-
۵۳۷	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	منظومة النسفی فی الخلاف	۱۰۳-
۷۳۹	امام قوام الدین بن محمد الکاکی	معراج الدراریة فی شرح بداية	۱۰۴-
۳۱۶	ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی	المسند الصحیح فی الحدیث	۱۰۵-
		مسند الشامیین	۱۰۶-
۱۰۵۲	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	مدارج النبوة	۱۰۷-
۱۰۵۲	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	مجمع البرکات	۱۰۸-
۹۱۱	جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی	مناهل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء	۱۰۹-
۷۱۱	امام محمد بن مکرم المعروف بابن منظور	مختصر تارخ ابن عساکر	۱۱۰-
۱۴۶۲	محمد اسحاق محدث دہلوی	مائة مسائل	۱۱۱-
۱۴۶۲	محمد اسحاق محدث دہلوی	مسائل اربعین	۱۱۲-
۱۴۲۵	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	مآلید منہ	۱۱۳-
۷۴۰	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب	مشکوٰۃ المصابیح	۱۱۴-
۱۰۸۸	علاء الدین الحصفی	متشقی یادہ منتقى فی شرح الملتقى	۱۱۵-
۱۴۳۰	شاہ عبد القادر بن شاہ ولی اللہ دہلوی	موضح القرآن ترجمۃ القرآن	۱۱۶-
۷۲۲	ملا جلال الدین محمد بن محمد بن محمد الرومی السیوطی	مشوٰی شریف فارسی منظوم	۱۱۷-
۸۱۶	علی بن السید محمد بن علی الجرجانی سید شریف	مصطلحات الحدیث	۱۱۸-
۷۹۱	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی	المقاصد فی علم الکلام	۱۱۹-
	علامہ حامد آفندی	معنی المستفتی عن سوال المفتی	۱۲۰-
۱۴۸۹	قطب الدین دہلوی	مظاہرتی ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح	۱۲۱-
۱۴۵۲	ابن عابد بن محمد امین آفندی	منة الجلیل	۱۲۲-
۱۰۵۲	عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی	مفتاح الغیب فی شرح فتوح الغیب	۱۲۳-
		ن	
۴۰۲	امام ناصر الدین محمد بن یوسف السمرقندی	نافع فی الفروع	۱۲۴-

۱۲۵۰	محمد بن علی الشوكاني	نیل الاوطار شرح منتقى الاخبار	۱۲۵
۱۲۷۱	خرم علی باہوری	نصيحة المسلمين	۱۲۶
۸۹۸	عبدالرحمن بن احمد الجامي	نفحات الانس من حضرات القدس	۱۲۷
۱۰۶۹	قاضي عياض احمد بن محمد الخفاجي	نسيم الرياض في شرح شفاء قاضي عياض	۱۲۸
۸۳۳	شمس الدين محمد بن محمد بن الجزري	النشر في قراة العشر	۱۲۹
۸۵۲	احمد بن علي حجر القسطلاني	نزية النظر في توضيح نخبة الفكر	۱۳۰
۱۳۰۶	مولوي عبد العلي مدراسي	نفع المفتي والمسائل	۱۳۱
۲۵۵	ابو عبد الله محمد بن علي حكيم الترمذي	نوادير الاصول	۱۳۲
	عمر بن محمد بن عوف الشامي	نصاب الاحتساب في الفتاوى	۱۳۳
	علي بن غانم المقدسي	نور الشعبة في ظفر الجبعة	۱۳۴
۹۴۴	عبدالرحيم بن علي الرومي المعروف شيخ زاده	نظم الفرائد وجمع الفوائد في الاصول	۱۳۵
		نافع شرح قدوري	۱۳۶
	شرف الدين بخاري	نام حق	۱۳۷
۹۸۸	شمس الدين احمد بن قورد المعروف بقاضي زاده	۱۳۸- نتائج الافكار في كشف الرموز والاسرار	
			و
۶۸۱	شمس الدين احمد بن محمد ابن خلكان	وفيات الاعيان	۱۳۹
۳۲۵		واقعات المفتين	۱۴۰
۹۱۱	نور الدين علي بن احمد السهمودي	وفاء الوفا	۱۴۱
			ھ
۱۱۷۹	شاه ولي الله بن شاه عبدالرحيم الدبلوي	هوامع	۱۴۲
۱۱۷۹	شاه ولي الله بن شاه عبدالرحيم الدبلوي	ہمعات	۱۴۳

ڈائمند اردو بکس

پی ڈی ایف دنیا کا ایک منفرد اور الگ گروپ

- ✳ ڈائمند اردو بکس میں سب کا خیر مقدم کرتے ہیں
- ✳ یہاں آپ کو ملے گا کتابوں کا خزانہ
- ✳ پی ڈی ایف میں موجود ہر طرح کی کتاب آپ کی ڈیمانڈ کرنے پہ بھیج دی جائے گی
- ✳ ماہانہ رسائل ، ڈائجسٹس ، ناولز ، اسلامی کتب ، درسی کتب ، تدریسی کتب کے علاوہ یہاں آپ کو ہر قسم کی پی ڈی ایف کتاب پڑھنے کو ملے گی
- ✳ ٹیم ڈائمند اردو بکس جن کا ایک ہی مشن ہے اور وہ کتابوں کی ترسیل ، ادب کی خدمت ، کتاب دوستی کی ترویج و اشاعت
- ✳ ٹیم ڈائمند اردو بکس نے آپ سب کی انٹرنیٹ کے لیے بھی مختلف گروپس تشکیل دیئے ہیں جن میں شامل ہو کر آپ اپنی ادبی اور معلوماتی تسکین کو پورا کر سکتے ہیں
- ✳ ہمارے تمام گروپس کی کوئی فیس نہیں ، تمام کتب اور مواد آپ کو پی ڈی ایف بھیجا جاتا ہے
- ✳ قادیانی مرتد ، گستاخ انبیا ، گستاخ صحابہ و اہل بیت ، منکرین حدیث ، گستاخ اولیاء ہمارے گروپس سے دور رہیں ، معلوم پڑنے پر ریموو کر دیا جائے گا
- ✳ واٹس ایپ گروپس کے علاوہ آپ ہمارے ٹیلی گرام کے گروپس کو بھی جوائن کر سکتے ہیں جہاں ایک لاکھ اسی ہزار کتابوں کا خزانہ محفوظ ہے بس ایک کلک کر کے آپ اپنی کتاب خود بھی ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔۔

ٹیم ڈائمند اردو بکس کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

جزاکم اللہ خیرا کثیرا ❖❖❖

ڈائمند اردو بکس ٹیم

شاہ زر خانج 03176699066

ایڈمنج cool 03415008107

گروپس میں شامل ہونے کے لیے ہمارے

ایڈمن پیسل سے واٹس ایپ پہ رابطہ کیجیے

DIAMOND

URDU BOOKS

923176699066